تالیف

حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی دامت برکاتہم
استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

جلد خامس

کتاب الطلاق، البیوع، الحدود، الجہاد والسیر

تحفۃ المنعم

اردو شرح

صحیح مسلم

جلد خامس

کتاب الطلاق، البیوع، الحدود، الجہاد والسیر

تالیف

حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی دامت برکاتہم

استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

مکتبۃ الشیخ

٣/٣٣٥، بہادر آباد، کراچی نمبر ٥۔

فون: 021-34935493

فہرست مضامین

باب القسم بين الزوجات

متعدد بیویوں کے درمیان باری مقرر کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

٣٦٢٦۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ:كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ تِسْعُ نِسْوَةٍ فَكَانَ إِذَا قَسَمَ بَيْنَهُنَّ لَا يَنْتَهِي إِلَى الْمَرْأَةِ الْأُولَى إِلَّا فِي تِسْعٍ فَكُنَّ يَجْتَمِعْنَ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي بَيْتِ الَّتِي يَأْتِيهَا فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ فَجَاءَتْ زَيْنَبُ فَمَدَّ يَدَهُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ هَذِهِ زَيْنَبُ.فَكَفَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَدَهُ.فَتَقَاوَلَتَا حَتَّى اسْتَخَبَتَا وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَمَرَّ أَبُو بَكْرٍ عَلَى ذَلِكَ فَسَمِعَ أَصْوَاتَهُمَا فَقَالَ:اخْرُجْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَى الصَّلَاةِ وَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ.فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَتْ عَائِشَةُ الْآنَ يَقْضِي النَّبِيُّ ﷺ صَلَاتَهُ فَيَجِيءُ أَبُو بَكْرٍ فَيَفْعَلُ بِي وَيَفْعَلُ.فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاتَهُ أَتَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَهَا قَوْلًا شَدِيدًا وَقَالَ:أَتَصْنَعِينَ هَذَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی نو ازواج تھیں (ایک وقت میں) جب آپ ﷺ ان کے درمیان (برابری کی بنیاد پر) تقسیم فرماتے تو پہلی زوجہ کے پاس نویں دن ہی تشریف لاتے (یعنی ہر زوجہ کے پاس ایک دن رہتے، اس طرح پہلی کا نمبر ۹ دن کے بعد آتا) تمام ازواج مطہرات کا معمول تھا کہ جس کے گھر میں نبی ﷺ کو آنا ہوتا، سب اسی کے گھر میں جمع ہو جاتیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر میں تھے حضرت زینبؓ آئیں تو آپ ﷺ نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا (چونکہ گھروں میں چراغ وغیرہ نہ ہوتے تھے، اور اندھیرا ہوتا تھا لہٰذا آپ ﷺ اندھیرے کی وجہ سے پہچان نہ سکے کہ یہ زینبؓ ہیں) تو انہوں نے فرمایا کہ یہ زینب ہے۔ نبی نے اپنا ہاتھ روک لیا (اس سے معلوم ہوا کہ سوکن کی موجودگی میں بیوی سے استمتاع صحیح نہیں اور یہ کہ ایک بیوی کی باری میں دوسری بیوی سے استمتاع جائز نہیں) اب حضرت عائشہؓ اور زینبؓ کے درمیان تکرار ہونے لگی اور دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، اتنے میں نماز کی اقامت ہونے لگی، وہاں سے ابوبکرؓ کا گذر ہوا تو انہوں نے دونوں کی آوازیں سنیں اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! باہر تشریف لائے نماز کے لئے۔ اور ان کے منہ میں خاک ڈالئے۔ چنانچہ نبی ﷺ باہر نکل گئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اب نبی ﷺ اپنی نماز پوری کرلیں گے تو ابوبکرؓ آئیں گے اور میرے ساتھ ایسا ایسا کریں گے (یعنی مجھے ڈانٹیں گے ڈپٹیں گے) چنانچہ نبی ﷺ نے جب نماز پوری کرلی تو ابوبکرؓ ان کے (عائشہ کے) پاس آئے اور ان سے نہایت سخت بات کی اور فرمایا کہ: کیا تو ایسا کرتی ہے؟ (نبی ﷺ کے آگے آواز بلند کرتی ہے)

تشریح:

قال اللّٰہ تعالی ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ وقال الله تعالی ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ (نساء ۱۲۹)

القسم: قاف پر فتحہ اور سین کا سکون ہے یہ قسم یقسم قسما کا مصدر ہے تقسیم کے معنی میں ہے، مال کی تقسیم میں کئی شریکوں میں جب مال تقسیم ہوکر ہر ایک کو اس کا حصہ مل جاتا ہے وہ تقسیم اور قسم ہے اسی سے یہاں بھی کئی بیویوں کے درمیان باری مقرر کرنا اور ان کے درمیان برابری اور عدل وانصاف قائم کرنا قسم ہے۔

بعض نے عورتوں کے ہاں رات گذارنے کی باری کو قسم کہا ہے مگر پہلا مفہوم جو ابن ہمامؒ نے بیان کیا ہے وہ زیادہ واضح ہے بعض نے اس سے بھی زیادہ واضح کر کے یوں فرمایا ہے کہ بیویوں کے درمیان شب باشی کھانے پینے اور مکان میں برابری کرنے کا نام قسم ہے۔ یہ برابری کرنا واجب ہے ہاں جماع میں برابری ضروری نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق آدمی کی نشاط اور چاہت سے ہے اسی طرح قلبی محبت میں بھی برابری ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ غیر اختیاری معاملہ ہے قرآن کریم میں اللہ تعالی نے قسم کو عدل کے نام سے یاد فرمایا ہے جیسا کہ اوپر آیتوں میں مذکور ہے اسی طرح احادیث مقدسہ میں اس برابری کو تقسیم اور عدل کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

بعض علماء کرام کا خیال ہے کہ قسم حضور اکرم پر بھی واجب تھا مگر صحیح قول یہ ہے کہ آپ قسم سے مستثنیٰ تھے قرآن کریم کی آیت ﴿ترجی من تشاء منهن وتؤوی الیک من تشاء﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت قسم کے پابند نہیں تھے لیکن اس کے باوجود آنحضرت نے قسم اور عدل پر عمل کیا ہے قسم صرف مدت اقامت میں ہوتی ہے سفر میں نہیں ہوتی۔ اسی طرح قسم صرف رات گذارنے میں ہے دن میں نہیں ہے ہاں اگر شوہر رات کو ڈیوٹی پر ہو تو پھر قسم کی باری دن میں مقرر ہے۔ سفر کے دوران تطییب قلب کے لئے قرعہ اندازی کر کے ایک بیوی کو ساتھ لے جائے تو بہتر ہے، باری کی مدت کم از کم ایک رات دن ہے اس سے کم میں باری جاری نہیں ہوتی لہذا ایک رات میں دو بیویوں کی باری مقرر کرنا صحیح نہیں ہے۔

"تسع نسوة" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل گیارہ بیویاں تھیں لیکن حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینب خزاعیہؓ کا انتقال پہلے ہو چکا تھا اس حدیث میں ان ازواج کا ذکر ہے، جو آپ ﷺ کی وفات کے وقت زندہ موجود تھیں۔ یہ کل نو بیویاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) ام المؤمنین عائشہ صدیقہ (۲) ام المؤمنین حفصہ (۳) ام المؤمنین زینب (۴) ام المؤمنین ام سلمہ (۵) ام المؤمنین صفیہ (۶) ام المؤمنین سودہ (۷) ام المؤمنین میمونہ (۸) ام المؤمنین جویریہ (۹) ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہن۔ ان میں سے صرف آٹھ کی باری مقرر تھی حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دی تھی، آنحضرت نے ارادہ کیا تھا کہ حضرت سودہ کو طلاق دیں تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے آپ طلاق نہ دیں اس لئے کہ میں امید کرتی ہوں کہ میں جنت میں آپ کی بیوی رہوں گی میں اپنی باری عائشہ کو دیتی ہوں۔

حضور اکرم ﷺ کی کثرت ازواج کی بحث

عام کفار اور اکثر ملحدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی زیادہ شادیاں کیوں کیں اور اتنی زیادہ بیویاں کیوں رکھیں؟

جواب: اہل اسلام اور علماء کرام اس کا جواب بھی دیتے ہیں اور کثرت ازواج کی مصلحت اور ضرورت بھی بتاتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عظیم مصلحت وحکمت کے تحت زیادہ نکاح کئے تھے اس میں کوئی خواہش نفس نہیں تھی کیونکہ آپ نے ۲۵ سال کی جوانی میں ۴۰ سالہ معمر خاتون حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا جو دو دفعہ بیوہ ہو چکی تھیں اگر آپ کو خواہش نفس مجبور کرتی تو آپ یہ نکاح بھی نہ کرتے کیونکہ قریش میں آپ کے لئے دوشیزہ لڑکیاں موجود تھیں۔ پھر جب تک حضرت خدیجہؓ موجود تھیں ۵۳ سال کی عمر تک آپ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد چند حکمتوں کی وجہ سے آپ نے کثرت ازواج پر عمل کیا جس میں مندرجہ ذیل حکمتیں پوشیدہ تھیں۔

(۱) ازدواجی زندگی اور گھریلو معاملات نصف دین کے برابر ہیں اس آدھی شریعت کو ایک یا دو بیویاں امت تک نہیں پہنچا سکتی تھیں یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ازواج مطہرات نے دین کا ایک بڑا حصہ محفوظ کر کے امت کو دیا ہے ہجرت کے بعد یہ مسائل اور احکام زیادہ ہو گئے تھے اس لئے آپ نے بیویوں کی تعداد زیادہ کر دی جن میں حضرت عائشہؓ کے سوا سب بیوہ تھیں یہ خواہش نہیں بلکہ ضرورت تھی۔

(۲) آنحضرت نے عام قبائل عرب میں رشتے قائم کر کے اسلام پھیلانے کا انتظام فرمایا لوگوں کے ساتھ رشتے قائم ہونے سے میل جول پیدا ہو گیا لوگوں کی عداوتیں اور ان کے قلبی احساسات وجذبات کو اعتدال پر لانے کا موقع فراہم ہو گیا اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ آنحضرت کے ان رشتوں سے لوگوں کی دشمنیاں جو اسلام کے ساتھ تھیں بہت کم ہو گئیں خود ابوسفیان جو کفار کی قیادت کر رہے تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کی بیٹی ام حبیبہ نے محمد عربی ﷺ سے نکاح کر لیا تو انہوں نے کہا ''ذاک فحل لا یقدع'' یعنی یہ ایسا نوجوان ہے کہ ان کی بات اور پیغام کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا۔

(۳) بعض قبائل عرب کے لوگ زیادہ تر مسلمانوں کی غلامی میں آ گئے تھے آنحضرت نے ایسے قبائل میں نکاح کر کے سینکڑوں غلاموں کی آزادی کا سامان پیدا فرمایا چنانچہ حضرت جویریہ کے ساتھ نکاح کرنے سے اس قبیلہ کے سینکڑوں غلام صحابہ کرام نے اس لئے آزاد کئے کہ اب یہ قبیلہ حضور اکرم ﷺ کا سسرالی قبیلہ بن گیا ہے۔

(۴) آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کئی سو انسانوں کی قوت عطا فرمائی تھی اس کے پیش نظر تو آپ کو اس سے بھی زیادہ شادیوں کا حق تھا آپ پر اعتراض کرنا انسانی حق کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ ہم پھر عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے شادی کیوں نہیں

کی؟ تم اس کا کیا جواب دو گے؟ ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے نبی نے تمہیں ازدواجی زندگی کے متعلق کونسی تعلیم دی ہے؟ جس پر تم عمل کر سکو گھریلو معاملات کے ہزاروں مسائل ہیں تمہارے پاس اس کا کیا حل موجود ہے تمہارے دین میں یہی کمی تھی جو محمد عربی کے دین اسلام نے پوری کردی ہے۔ اگر ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نبی برحق ہونے کی وجہ سے اعتراض نہیں کرتے ہیں تو تم کو نبی برحق محمد عربی پر اعتراض کرکے شرم آنی چاہئے۔

"الا فی تسع "یعنی ایک دن باری مقرر کرنے کی صورت میں نو دنوں کے بعد ہر بیوی کی باری آتی تھی "فکن یجتمعن "یعنی آنحضرت جب کسی ام المؤمنین کے گھر میں اس کی باری پر رات کے وقت ان کے پاس آتے تھے تو اس رات میں دیگر ازواج مطہرات بھی وہاں کچھ وقت کے لئے جمع ہوجاتی تھیں "فکان فی بیت عائشۃ "اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ کی باری تھی آنحضرت ان کے گھر کی باری میں تھے یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت اس وقت اندر موجود تھے ای کانت نوبتہ عندھا "فجاء ت زینب" یعنی حضرت عائشہ کی باری میں حضرت زینب معمول کے مطابق حضرت عائشہ کے گھر میں آئی۔

"فمدیدہ الیھا "اس عبارت کو سمجھنے کے لئے کافی عبارت کو محذوف ماننا پڑے گا۔ وہ اس طرح کہ حضرت پاک ﷺ جب باہر سے گھر تشریف لائے تو رات کا اندھیرا تھا زینب پہلے آچکی تھیں آنحضرت نے خیال کیا کہ گھر خالی ہے تو حضرت عائشہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ جماع کی تیاری ہو، حضرت عائشہ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ زینب موجود ہے۔

"فکف النبی "یعنی نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ پیچھے ہٹایا اور جماع کا ارادہ ترک کردیا، منۃ المنعم کی عربی عبارت اس طرح ہے فجاء ت زینب فکانت فی بیت عائشۃ ثم جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومدیدہ الی عائشۃ کمایفعل الزوج بالزوجۃ ولم یشعر بوجود زینب فقالت عائشۃ ھذہ زینب تنبیھا علی وجودھا حتی یکف عما یرید شارحین لکھتے ہیں کہ دو بیویوں کے ساتھ آمنے سامنے جماع کرنا مناسب نہیں ہے۔ "فتقاولتا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب جھگڑے کے لئے آئی تھیں تو دونوں کی تو تو میں میں شروع ہوگئی۔

"حتی استخبتا "یہ صیغہ باب افتعال سے تثنیہ مؤنث ہے اس کا مجرد "سخب" ہے شور کرنے کے معنی میں ہے۔ ای ارتفعت اصواتھما واختلطت "واحث "ای اترکھن خائبات خاسرات کنایۃ عن المبالغۃ فی الزجر

باب جواز هبة المرأة نوبتها لضرّتها

ایک سوکن دوسری کو اپنی باری ہبہ کرسکتی ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳٦٢٧۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ امْرَأَةً أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَكُونَ فِي مِسْلَاخِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ مِنِ امْرَأَةٍ فِيهَا حِدَّةٌ قَالَتْ فَلَمَّا كَبِرَتْ جَعَلَتْ يَوْمَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِعَائِشَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِي مِنْكَ لِعَائِشَةَ. فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سودہ بنت زمعہ سے زیادہ کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی کہ جو مجھے اتنی محبوب ہو کہ میں آرزو کروں کہ میری روح اس کے جسم میں ہوتی۔ ان کے مزاج میں تیزی تھی جب وہ بوڑھی ہوگئیں تو انہوں نے اپنا دن، انہیں (عائشہ کو) دے دیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے آپ ﷺ کا دن جو میرے لئے تھا، عائشہ کو دیدیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ عائشہؓ کے پاس دو دن رہتے ایک ان کا اپنا اور دوسرا سودہ کا۔

تشریح:

"فی مسلاخها" سلاخ سلخ سے ہے کھال کو کہتے ہیں ای فی جلدها یہ اصطلاح ہے اس سے یہ مراد لیا جاتا ہے کہ میں اس کی کھال میں ہو جاؤں یعنی اس کی مانند اور مثل بن جاؤں یہ مجھے پسند ہے ای احب ان اکون اناهی۔

"من امراة" یہ من بیان کے لئے ہے اور آئندہ کلام کے لئے تمہید ہے "فیها حدة" ای مع حدة وطيش وغضب وثورة فى طبعها كانت احب الى من غيرها لما كانت تقلب عليها الصفات المحمودة ولاسيما انها آثرت بنوبتها لعائشة اه یعنی طبعی مزاج کی سختی کے باوجود سودہ کی مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں اس کی نظیر بن جاؤں۔

"ويوم سودة" حضرت سودہ کی عمر جب زیادہ ہوگئی تو آنحضرت نے ارادہ کیا کہ ان کو طلاق دیدیں حضرت سودہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے طلاق نہ دیں بلکہ میں اپنی باری عائشہ کو دیدونگی اور جنت میں آپ کی بیوی کی حیثیت سے اٹھائی جاؤں گی آنحضرت نے اس بات کو پسند کیا اور طلاق نہیں دی تو حضرت عائشہ کو آنحضرت کے ساتھ زیادہ وقت گذارنے کا موقع مل گیا۔

خلاصہ یہ کہ ایک سوکن اپنی باری دوسری سوکن کو ہبہ کرسکتی ہے۔ بشرطیکہ شوہر کی طرف سے کوئی جبر نہ ہو اور نہ شوہر کا کوئی غلط ارادہ یا کوئی لالچ ہو یہاں چند نکتے ہیں جو علامہ طیبی نے بیان کئے ہیں۔

(۱) اگر کوئی عورت اپنی باری اپنی سوکن کو ہبہ کردے تو شوہر پر اس کا قبول کرنا لازم نہیں بلکہ اختیار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے۔

(۲) شوہر نے جب کسی معین بیوی کے متعلق باری کا ہبہ قبول کرلیا تو اب وہ ڈبل وقت اس بیوی کے پاس گذاریگا جس بیوی کو دو باریاں مل گئی ہیں مگر اس عورت کو یہ اختیار نہیں کہ اس زائد باری کو مسترد کردے۔

(۳) اپنی باری ہبہ کرنے والی اپنے ہبہ سے جب بھی چاہے رجوع کرسکتی ہے یہ اس کی مرضی ہے۔

(۴) یہ بھی جائز ہے کہ عورت اپنی باری براہ راست شوہر کو ہبہ کردے پھر شوہر اپنی مرضی سے جس بیوی کے لئے متعین کرنا چاہے مقرر کرلے۔

٣٦٢٨۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ سَوْدَةَ لَمَّا كَبِرَتْ. بِمَعْنَى حَدِيثِ جَرِيرٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ شَرِيكٍ قَالَتْ وَكَانَتْ أَوَّلَ امْرَأَةٍ تَزَوَّجَهَا بَعْدِي.

حضرت ہشام رضی اللہ عنہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔لیکن اس اضافہ کے ساتھ کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا:"حضرت سودہؓ پہلی زوجہ تھیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد نکاح کیا تھا"۔

تشریح:

"کانت اول امراۃ تزوجها بعدی" یعنی سودہ بنت زمعہؓ وہ پہلی خاتون ہیں جس کے ساتھ آنحضرت نے میرے بعد نکاح کیا تھا یہاں مسلم میں اس طرح واقع ہے شیخ قتادہ اور ابوعبیدہ اور ابن قتیبہ اور ابن اسحق کی بھی یہی رائے ہے ان کے علاوہ دیگر اہل تاریخ اور محدثین کے ہاں حضرت سودہ کا نکاح حضرت عائشہ کے نکاح سے پہلے ہوا ہے ہاں حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد پہلا نکاح حضرت سودہ کا ہوا ہے۔بہرحال صحیح یہ ہے کہ حضرت سودہ کا نکاح پہلے ہوا ہے ایک شارح لکھتے ہیں۔ ثم اختلفت الاقوال انه تزوجها قبل عائشة او بعدها واصحها انه تزوجها قبلها الخ.

٣٦٢٩۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغَارُ عَلَى اللَّاتِي وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَقُولُ وَتَهَبُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ) قَالَتْ قُلْتُ وَاللَّهِ مَا أَرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ لَكَ فِي هَوَاكَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ان عورتوں پر بہت غیرت کرتی تھی جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لئے ہبہ کر دیتی تھیں اور میں کہتی تھی کہ: عورت بھی اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے؟ پھر جب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: ترجی من تشاء منہن الآیۃ'' ((اے نبی) جسے آپ چاہیں دور کر دیں اپنے سے اور جسے چاہیں ٹھکانہ دیں اپنے پاس، اور جنہیں دور کر دیا تھا انہیں پھر اپنے پاس طلب کریں آپ پر کوئی گناہ نہیں''۔) تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ ﷺ کے رب کو دیکھتی ہوں کہ وہ آپ ﷺ کی خواہش پوری کرنے کے لئے دوڑتا ہے (یعنی جلدی کرتا ہے)۔ (مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لئے ازواج کے درمیان باری مقرر کرنا اور اس کی پابندی کرنا ضروری نہیں، اور جن عورتوں نے بغیر مہر کے اپنے نفس کو آپ کے لئے ہبہ کر دیا وہ بھی آپ ﷺ کے لئے حلال ہیں اور ان تمام میں سے جس عورت کو آپ چاہیں اور جب تک چاہیں رکھ سکتے ہیں آپ ﷺ پر کوئی گناہ نہیں)۔

تشریح:

''کنت اغار'' یعنی غیرت آتی تھی اور معیوب سمجھتی تھی کہ کوئی عورت خود اپنے آپ کو کسی شخص کے سامنے نکاح کے لئے پیش کر دے حضرت عائشہ کے دل میں یہ غیرت بھی چھپی ہوئی تھی کہ آنحضرت کے ہاں اور بیویوں کی تعداد کم ہوتا کہ اوروں کی طرف توجہ کم ہو قال الطیبی أَغَارُ أَعِيبُ عَلَيْهِنَّ مِنْ غَارَ أَعَابَ اھ

''فی ھواک'' یعنی اللہ تعالی نبی اکرم ﷺ کی چاہت کو بہت جلدی پورا فرماتے ہیں جب میں نے یہ دیکھا تو عیب کرنا چھوڑ دیا۔

۳۶۳۰۔وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ أَمَا تَسْتَحْيِي امْرَأَةٌ تَهَبُ نَفْسَهَا لِرَجُلٍ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ) فَقُلْتُ إِنَّ رَبَّكَ لَيُسَارِعُ لَكَ فِي هَوَاكَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سابقہ حدیث کا مضمون ہی منقول ہے کہ فرماتی تھیں کہ کیا کوئی عورت اپنے آپ کو کسی آدمی کے لئے ہبہ کرنے سے شرم محسوس نہیں کرتی؟ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آیت نازل فرمائی (ترجی من تشاء منہن وتؤوی الیک من تشاء) میں نے عرض کیا: آپ کا رب البتہ سبقت کرنے والا ہے آپ ﷺ سے آپ کی خواہش میں۔

۳۶۳۱۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ:مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ:حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَةَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ بِسَرِفَ فَقَالَ:ابْنُ عَبَّاسٍ هَذِهِ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوا وَلَا تُزَلْزِلُوا وَارْفُقُوا فَإِنَّهُ كَانَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تِسْعٌ فَكَانَ يَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ.قَالَ:عَطَاءٌ الَّتِي لَا يَقْسِمُ لَهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ

حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ.

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ ہم ابن عباسؓ کے ساتھ حضرت میمونہؓ زوجہ مطہرہ رسول کے جنازہ میں "سرف" میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ نبی مکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں، جب تم ان کی نعش اٹھاؤ تو ہلانا جلانا نہیں اور حرکت مت دینا آرام سے اٹھانا۔ نبی ﷺ کی نو ازواج تھیں (بیک وقت) ان میں سے آٹھ کے لئے تو باری کے ایام مقرر تھے اور ایک کے لئے آپ ﷺ تقسیم نہیں رکھتے تھے۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ وہ زوجہ جن کے لئے تقسیم نہ رکھتے تھے، وہ صفیہ بنت حیی بن اخطب تھیں۔

تشریح:

"قال عطاء" حضرت میمونہ کا نکاح ۷ھ میں مقام سرف میں ہوا تھا وہیں پر شب زفاف اور وہیں پر دعوت ولیمہ اور وہیں پر انتقال اور وہیں پر دفن اور وہیں پر قبر اب تک موجود ہے۔ یہ جگہ تنعیم سے مدینہ کی طرف وادی فاطمہ کے پاس ہے برلب سڑک قبر نظر آتی ہے حضرت میمونہ حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں والدہ کا نام ہندہ تھا ان کا اپنا نام برہ تھا حضور اکرم نے میمونہ رکھا۔

"انها صفية" جس زوجہ محترمہ کی باری مقرر نہ تھی وہ حضرت سودہ تھیں حضرت صفیہ نہیں تھیں یہاں کسی راوی سے غلطی ہوگئی ہے کہ صفیہ کا نام لیا ہے۔ یہاں دو متضاد روایتیں ہیں مگر راجح اور تحقیقی بات یہی ہے کہ وہ حضرت سودہ تھیں۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ عطاء کے قول میں ہے کہ باری معاف کرنے والی حضرت صفیہ تھیں یہ کسی راوی سے سہو ہو گیا یعنی حضرت عطاء نے تو سودہ کا نام لیا تھا مگر کسی راوی نے حضرت سودہ کے بجائے حضرت صفیہ کا ذکر کر دیا اور اسی کو نقل کر دیا جو غلط ہے۔

اس روایت کے بعد ساتھ والی روایت میں دوسری غلطی یہ ہوئی ہے کہ اس میں کہا گیا ہے کہ صفیہ کا انتقال آخر میں ہوا حالانکہ ان کا انتقال ۵۰ ہجری کے قریب ہوا۔ یہاں حضرت میمونہ کا ذکر زیادہ بہتر تھا کیونکہ ان کا انتقال ۶۶ ہجری میں ہوا تھا باقی ازواج کا زیادہ تر ۵۰ ہجری کے قرب وجوار میں انتقال ہوا کیونکہ حضرت عائشہ کی وفات ۵۷ھ میں ہوئی تھی و قيل في ۵۸ھ میں ہوئی۔ حضرت سودہ کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی، حضرت صفیہ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی تھی و قيل في ۵۲ھ حضرت ام سلمہ کا انتقال ۶۲ھ میں ہوا، حضرت ام حبیبہ کا انتقال ۴۴ھ میں ہوا و قيل في ۴۳ھ، حضرت زینب بنت جحش کا انتقال ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں ہوا اور حضرت جویریہ کا انتقال ۵۰ھ میں ہوا۔ اب اگر یہاں میمونہ کا نام ہوتا تو اس لحاظ سے تو وہ بہتر تھا کہ ان کا انتقال سب سے آخر میں ہوا تھا لیکن پھر یہ اشکال اٹھے گا کہ اس روایت میں "ماتت بالمدينة" کے الفاظ آئے ہیں حالانکہ حضرت میمونہ کا انتقال مقام "سرف" میں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس روایت میں اس قدر خلط ملط کیوں ہے؟ شارحین عاجز اور حیران ہیں کہ کیا کریں۔

۳۶۳۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعاً عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ

وَزَادَ قَالَ:عَطَاءٌ كَانَتْ آخِرَهُنَّ مَوْتاً مَاتَتْ بِالْمَدِينَةِ.

حضرت ابن جریج سے اسی سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس میں یہ زائد ہے کہ عطاء نے فرمایا: اور وہ تمام ازواج میں سب سے آخر میں مدینہ میں وفات پا گئیں"۔

باب استحباب نكاح ذات الدين

دیندار عورت سے نکاح کرنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

٣٦٢٣۔حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عورت سے چار بناء پر نکاح کیا جاتا ہے۔اس کے مال (دار) ہونے کی وجہ سے "۲" حسب ونسب (میں ممتاز ہونے) کی وجہ سے "۳" خوبصورت ہونے کی وجہ سے ۴ دیندار ہونے کی وجہ سے۔پس تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیاب ہوجا۔تیرے ہاتھ خاک آلودہوں"۔

٣٦٢٤۔وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ:تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَلَقِيتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا جَابِرُ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكْرٌ أَمْ ثَيِّبٌ قُلْتُ ثَيِّبٌ.قَالَ: فَهَلَّا بِكْراً تُلَاعِبُهَا .قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ فَخَشِيتُ أَنْ تَدْخُلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُنَّ.قَالَ فَذَاكَ إِذًا.إِنَّ الْمَرْأَةَ تُنْكَحُ عَلَى دِينِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ .

حضرت عطاء کہتے ہیں مجھے جابر بن عبداللہ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک خاتون سے نکاح کیا، پھر میں رسول اللہ ﷺ سے ملا تو آپ نے فرمایا: اے جابر! تم نے نکاح کرلیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا کنواری سے یا شادی شدہ سے؟ میں نے کہا شادی شدہ (مطلقہ یا بیوہ) سے۔فرمایا کہ کنواری سے کیوں نہ کیا کہ تم اس سے کھیلتے۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میری بہنیں ہیں مجھے خدشہ تھا کہ کنواری لڑکی میرے اور میری بہنوں کے درمیان مانع نہ ہوجائے۔پھر فرمایا: ہاں پھر ٹھیک ہے۔عورت سے اس کے دین مال اور حسن کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے۔پس تیرے لئے دین لازم ہے تیرے ہاتھ خاک آلودہوں۔

تشریح:

"ولحسبھا" آدمی کی اپنی ذات اور اس کے باپ دادا اور خاندان میں شرعاً یا عرفاً جو اچھی صفات ہوتی ہیں اس کا نام حسب نسب ہے۔ حسب کا لفظ بالخصوص عورت کے خاندان کے نسب پر بولا جاتا ہے خاندان کی نسبی رفعت وعظمت کا اثر اولاد پر پڑتا ہے، انسان کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی عورت سے نکاح کرے جو خاندان کے اعتبار سے بلند ہو باعزت اور باحیثیت ہو تا کہ اس کی اولاد میں یہ خصوصیات آجائیں، بعض لوگ چاہتے ہیں کہ ان کا نکاح اچھی خاصی مالدار عورت سے ہوجائے۔ بہت سارے لوگوں کی یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا نکاح حسین وجمیل عورت سے ہوجائے کچھ نیک اطوار اور دیندار لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی بیوی نیک ودیندار اور شریف ہو۔

خلاصہ یہ کہ عام طور پر لوگ نکاح کے سلسلے میں ان چار چیزوں کا بطور خاص خیال رکھتے ہیں اسلام نے ان ترجیحات کو مسترد نہیں کیا ہے بلکہ ان میں سے دینداری اور نیک اطواری کو باقی صفات پر ترجیح دیدی ہے، شریعت نے دینداری کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ اس میں انسان کی دنیا کی بھلائی ہے اور آخرت کی بھی بھلائی ہے کیونکہ دینداری میں پائیداری ہے باقی تینوں چیزیں عارضی اور زوال پذیر ہیں لہذا اہل دین ودیانت اور اہل عقل ومروت کو چاہئے کہ ان کے سامنے دین سب پر مقدم ہو جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ "فاظفر" ظفر کامیابی کو کہتے ہیں جو کامیابی کا آخری درجہ اور پسند کی آخری منزل ہو، جس میں فوائد جلیلہ کا حصول ہو، یہ امر ارشادی ہے دین کو اولویت دی گئی ہے بقیہ ترجیحات کی نفی مقصود نہیں۔ "تربت یداک" یہ کلمہ واضع نے بددعاء کے لئے وضع کیا ہے لیکن عرب اپنے محاورات میں اس کو دیگر معانی کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً انکار کے لئے، سرزنش کے لیے، کسی کام پر برانگیختہ کرنے کے لئے اور تعجب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے یہاں بددعا مقصود نہیں بلکہ برانگیختہ کرنا مقصود ہے جسے ترغیب بھی کہہ سکتے ہیں اردو میں اس کے لئے "تیرا ناس ہو" کے الفاظ مناسب ہوں گے۔ عربی میں پورا جملہ اس طرح بنے گا "تربت یداک ان لم تفعل ما امرتک"

باب استحباب نکاح البکر

دوشیزہ لڑکی سے نکاح مستحب ہے

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۶۳۵۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَلْ تَزَوَّجْتَ. قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا. قُلْتُ ثَيِّبًا. قَالَ: فَأَيْنَ أَنْتَ مِنَ الْعَذَارَى وَلِعَابِهَا. قَالَ: شُعْبَةُ فَذَكَرْتُهُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ فَقَالَ: قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ جَابِرٍ

وَإِنَّمَا قَالَ: فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک عورت سے شادی کر لی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تو نے شادی کر لی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کنواری سے یا شادی شدہ (بیوہ) سے؟ میں نے عرض کیا: شادی شدہ (بیوہ) سے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کنواری عورتوں کی حالت اور دل لگی سے کیوں غافل رہے؟ شعبہ نے کہا میں نے عمرو بن دینار سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے بھی حضرت جابرؓ سے سنا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے کسی (کنواری) لڑکی سے شادی کیوں نہ کی کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔

تشریح:

''العذاری'' یہ جمع ہے اس کا مفرد عذراء ہے باکرہ اور دوشیزہ لڑکی کو کہتے ہیں ''ولعابھا'' لام پر کسرہ ہے کھیل کود کو کہتے ہیں۔ ''تلاعبھا وتلاعبک'' اس جملہ سے میاں بیوی کے درمیان کھیل کود اور حقوق زوجیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت جابر کو حضور اکرم ﷺ نے باکرہ اور کنواری سے نکاح کی ترغیب دی حضرت جابر نے اس کی معقول وجہ یہ بتائی کہ میری آٹھ بہنیں ہیں اگر میں کنواری لڑکی سے شادی کر کے لاتا تو وہ بھی ان کے ساتھ ایک لڑکی بن کر رہتی میں نے چاہا کہ ایک ثیبہ بیوہ تجربہ کار عورت سے شادی کر لوں تاکہ وہ ان کی ماں بن کر تربیت کرے۔ ساتھ والی روایت میں یہی تفصیل ہے۔

۳۶۳۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ هَلَكَ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ أَوْ قَالَ: سَبْعَ فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً ثَيِّبًا فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا جَابِرُ تَزَوَّجْتَ. قَالَ: قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: فَبِكْرٌ أَمْ ثَيِّبٌ. قَالَ: قُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ. أَوْ قَالَ: تُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ. قَالَ: قُلْتُ لَهُ إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ هَلَكَ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ أَوْ سَبْعَ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ آتِيَهُنَّ أَوْ أَجِيئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَجِيءَ بِامْرَأَةٍ تَقُومُ عَلَيْهِنَّ وَتُصْلِحُهُنَّ. قَالَ: فَبَارَكَ اللَّهُ لَكَ. أَوْ قَالَ لِي خَيْرًا وَفِي رِوَايَةِ أَبِي الرَّبِيعِ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (میرے والد) عبداللہؓ کا انتقال ہو گیا اور ۹ یا سات لڑکیاں چھوڑ گئے (یہ شک بعد کے راوی کا ہے) میں نے ایک شادی شدہ عورت سے نکاح کر لیا، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے جابر! تم نے شادی کر لی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا باکرہ سے یا ثیبہ سے؟ میں نے کہا نہیں بلکہ ثیبہ سے۔ یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ کسی دوشیزہ (کنواری) سے کیوں نہ کر لی کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی یا فرمایا

تم اسے ہنساتے اور وہ تمہیں ہنساتی۔ میں نے عرض کیا کہ عبداللہؓ اپنے انتقال کے بعد نو یا سات بیٹیاں چھوڑ گئے ہیں، اور مجھے یہ بات اچھی لگی کہ ان کے اوپر (ماں بنا کے) کوئی ایسی عورت لاؤں جوان کی نگہداشت اور اصلاح کر سکے۔ (انہیں سلیقہ وتہذیب سے رکھ سکے) آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ تمہیں مبارک کرے" ۔یا فرمایا: تیرے لئے بھلائی ہو۔اور ابوالربیع کی روایت میں تلاعبھا وتلاعبک وتضاحکھا وتضاحک کے الفاظ ہیں۔

۳۶۳۷۔وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ إِلَى قَوْلِهِ امْرَأَةً تَقُومُ عَلَيْهِنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ قَالَ: أَصَبْتَ .وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے جابر! کیا تو نے نکاح کرلیا ہے؟ (بقیہ حدیث حسب سابق ہے) لیکن اس روایت میں امرأۃ تقوم علیھن وتمشطھن تک ہے اور فرمایا: تو نے اچھا کیا۔اس کے بعد (آگے حدیث) مذکور نہیں۔

۳۶۳۸۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزَاةٍ فَلَمَّا أَقْبَلْنَا تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ خَلْفِي فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ فَانْطَلَقَ بَعِيرِي كَأَجْوَدِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الإِبِلِ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: مَا يُعْجِلُكَ يَا جَابِرُ.قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ.فَقَالَ: أَبِكْراً تَزَوَّجْتَهَا أَمْ ثَيِّباً .قَالَ:قُلْتُ بَلْ ثَيِّباً.قَالَ: هَلاَّ جَارِيَةً تُلاَعِبُهَا وَتُلاَعِبُكَ .قَالَ:فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ: أَمْهِلُوا حَتَّى نَدْخُلَ لَيْلاً أَيْ عِشَاءً كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ .قَالَ:وَقَالَ: إِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ .

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جہاد کے دوران آپ کے ہمراہ تھے، جب ہم واپس لوٹنے لگے تو میں نے اپنے اونٹ کو جلدی چلایا، جو بڑا سست تھا، ایک سوار پیچھے سے میرے پاس آیا اور اپنے نیزہ سے میرے اونٹ کو ایک کونچا دیا، چنانچہ میرا اونٹ اتنا تیز چلنے لگا کہ تم نے کسی اونٹ کو نہ دیکھا ہوگا (اتنا تیز چلتے ہوئے) میں نے مڑ کر دیکھا تو میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! تمہیں کس چیز کی جلدی ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا باکرہ سے شادی کی ہے یا شادی شدہ سے؟ میں نے کہا: شادی شدہ (مطلقہ یا بیوہ) سے۔فرمایا: کسی نوخیز دوشیزہ سے کیوں نہیں کی کہ تم اس سے کھیلتے وہ تم

سے کھلتی۔ پھر جب ہم مدینہ پہنچے اور گھروں میں داخل ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ (اتنی دیر کہ) ہم رات کو عشاء کے وقت داخل ہوں تاکہ پراگندہ بال والیاں کنگھی چوٹی کرلیں اور شوہر سے دور رہنے والیاں استرہ لے لیں (اور جسم کے غیر ضروری بال صاف کرلیں) اور فرمایا کہ جب تم گھر میں جاؤ تو پھر جماع ہی جماع ہے۔

تشریح:

''فی غزاۃ '' اس سے غزوہ تبوک مراد ہے ''قطوف '' ای بطیء المشی سست رفتار سواری کو کہتے ہیں ''فنخس '' یہ نیزہ کے مارنے کی طرح ہوتا ہے لیکن اس سے کچھ ہلکا ہوتا ہے ''بعنزۃ '' یہ ایسی لاٹھی کو کہتے ہیں جو لمبے نیزہ سے چھوٹی ہوتی ہے اور عام لاٹھی سے کچھ طویل ہوتی ہے اس کے نچلے حصے میں نوکدار لوہا لگا ہوتا ہے۔

''کـاجـود '' یعنی جس طرح عمدہ اونٹ کو آپ نے دیکھا ہوگا اسی طرح میرا اونٹ تیز ہوگیا ''حـدیـث عـهـد بـعـرس '' یعنی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی اس لئے شوق سے اڑا جارہا ہوں۔

''حـتـی نـدخـل لیلا '' یہاں سوال یہ ہے کہ دوسری حدیث میں رات کے وقت داخل ہونے کو منع فرمایا اور یہاں رات کے دخول کے لئے انتظار کا حکم دیا گیا ہے، یہ تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رات کا دخول اس وقت منع ہے کہ پہلے عورت کو اطلاع نہ ہو اور عورت کی تزئین وآرائش کے بغیر اچانک یہ شخص اندر گھس آیا اور ادھر بیوی صاحبہ میلی کچیلی چڑیل کی طرح بیٹھی ہوئی تھی اس سے دونوں کے تعلقات کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے تو یہ منع ہے اور یہاں رات کے دخول سے پہلے عورتوں کو اطلاع ہوگئی تھی ان کو تیاری اور آرائش وزیبائش کا موقع مل گیا تھا تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ صورت اس ممنوعہ صورت سے الگ ہے۔

''کـی تـمـتـشـط '' امتشاط کنگھی کرنے کو کہتے ہیں ''الشعثۃ '' پراگندہ بال عورت کو کہتے ہیں جب دیر تک شوہر گھر سے غائب رہتا ہے تو عورت عموماً بال سنوارنے سے غافل رہتی ہے یہی شعثہ ہے۔ ''تستحد المغیبۃ '' استحداد حدید سے ہے لوہا استعمال کرنے کے معنی میں آتا ہے ''المغیبۃ '' اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر کافی عرصہ سے غائب ہو۔ میم پر ضمہ ہے۔

اب یہاں پہلا سوال یہ ہے کہ یہاں عورت کے لئے استرے کا استعمال بتایا گیا ہے یہ کیسا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کے لئے استرے کا استعمال نامناسب بھی ہے اور نہ عورتیں اس استعمال کو صحیح طریقہ سے پورا کرسکتی ہیں یہاں استحداد کا لفظ ازالۂ بال سے کنایہ ہے، خواہ نورہ سے ہو یا بال صفا وغیرہ سے ہو۔ عورتوں کے لئے اصل طریقہ ''نتف '' یعنی بال نوچنے کا ہے لیکن اس لفظ کو بوجہ قباحت ظاہر نہیں کیا گیا تو استحداد کا لفظ استعمال کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں ''المغیبۃ '' کا لفظ آیا ہے اور اس سے پہلے الشعثۃ کا لفظ آیا ہے حالانکہ وہ کنگھی کرنے والی پراگندہ بال عورت بھی المغیبۃ ہے اس کا شوہر بھی غائب رہا ہے لیکن یہاں عورت کے زیر ناف بال کے لمبے ہونے کا ذکر چھوڑ کر اس کو مغیبہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے تاکہ عورتوں کے پوشیدہ مسائل پر ممکن حد تک پردہ ڈالا جاسکے تو المغیبہ کا لفظ درحقیقت

عورت کے زیر ناف بال کے لمبے ہونے سے کنایہ ہے اس کا ذکر بوجہ قباحت چھوڑ دیا گیا ہے اور الشعثۃ میں قباحت نہیں تھی اس لئے اس کا ذکر کیا گیا اس کو المغیبہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی مردوں کے لئے زیر ناف بال کی صفائی میں استرہ استعمال کرنا باعث قوت ہے اور عورتوں کے لئے نتف یعنی بال نوچنا زیادہ بہتر ہے۔" فالکیس الکیس " یہ عقل کو کہتے ہیں یعنی عقل سے کام لو احتیاط کرو۔ بعض نے جماع کا معنی لیا ہے کہ اولاد کی نیت سے جماع کرو۔

۳۶۳۹۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَجِيدِ الثَّقَفِيَّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي فَأَتَى عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لِي:يَا جَابِرُ .قُلْتُ نَعَمْ.قَالَ: مَا شَأْنُكَ .قُلْتُ أَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ. فَنَزَلَ فَحَجَنَهُ بِمِحْجَنِهِ ثُمَّ قَالَ: ارْكَبْ .فَرَكِبْتُ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أَكُفُّهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَتَزَوَّجْتَ . فَقُلْتُ نَعَمْ.فَقَالَ: أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا .فَقُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ.قَالَ: فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ .قُلْتُ إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ.قَالَ: أَمَا إِنَّكَ قَادِمٌ فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ ثُمَّ قَالَ: أَتَبِيعُ جَمَلَكَ .قُلْتُ نَعَمْ.فَاشْتَرَاهُ مِنِّي بِأُوقِيَّةٍ ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: الْآنَ حِينَ قَدِمْتَ .قُلْتُ نَعَمْ.قَالَ: فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ .قَالَ:فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَزِنَ لِي أُوقِيَّةً فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ فَأَرْجَحَ فِي الْمِيزَانِ قَالَ: فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا وَلَّيْتُ قَالَ: ادْعُ لِي جَابِرًا .فَدُعِيتُ فَقُلْتُ الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ.وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ فَقَالَ: خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جہاد میں (جو غزوۂ تبوک تھا) رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، میرا اونٹ نہایت سست ہوگیا تھا، رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا: اے جابر، میں نے کہا جی! فرمایا کیا حال ہے؟ میں نے کہا میرے اونٹ نے مجھے بہت تاخیر سے دوچار کر دیا ہے اور یہ تھس ہوگیا ہے اور میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ آپ ﷺ اپنی سواری سے اترے، اپنی لکڑی سے جو مڑی ہوئی تھی میرے اونٹ کو ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہوگیا، پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں اپنے اونٹ کو روکتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ بڑھے (اتنا تیز دوڑنے لگا) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے شادی کر لی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا کہ دوشیزہ سے یا شادی شدہ سے؟ میں نے کہا ثیبہ (شادی شدہ مطلقہ، یا بیوہ) سے۔ فرمایا کسی نوعمر لڑکی سے کیوں نہ کی کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی؟ میں نے عرض کیا۔ میری بہنیں ہیں لہٰذا میں نے یہ چاہا کہ ایسی عورت سے شادی کروں جو

انہیں (میری بہنوں کو) جمع بھی کر کے رکھے، اور ان کی کنگھی چوٹی بھی کرتی رہے (اور یہ کام ایک نو عمر لڑکی نہیں کر سکتی بلکہ تجربہ کار عورت ہی کر سکتی ہے) ان کی نگہداشت کرتی رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تم گھر جانے والے ہو، جب گھر جاؤ تو پھر جماع ہی جماع ہے۔ (یعنی اپنی بیوی کا حق ادا کرنا کہ تم سے اتنے دن سے دور ہے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اپنا اونٹ بیچ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہ اونٹ مجھ سے ایک اوقیہ (ایک پیمانہ تھا) چاندی کے عوض خرید لیا۔ رسول اللہ ﷺ تو (اسی روز) مدینہ آگئے اور میں اگلی صبح پہنچا تو میں (سیدھا) مسجد گیا، دیکھا تو آپ ﷺ کو مسجد کے دروازہ پر پایا، آپ ﷺ نے فرمایا: اب آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا: تو اپنا اونٹ چھوڑ دو، مسجد میں داخل ہو کر دو رکعتیں پڑھ لو۔ میں اندر داخل ہوا، نماز پڑھی، پھر واپس لوٹا تو آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک اوقیہ چاندی وزن کر دیں بلالؓ نے وزن کیا اور ترازو کو جھکتا ہوا کر دیا (یعنی وزن سے ذرا زیادہ ہی تولا)۔ پھر میں واپس چلا، جب میں مڑا تو آپ ﷺ نے (بلالؓ سے) فرمایا جابر کو بلاؤ۔ مجھے بلایا گیا میں نے دل میں یہ سوچا کہ شاید اب آپ اونٹ واپس کر دیں گے اور مجھے اس سے زیادہ ناپسند اور مبغوض بات کچھ نہ تھی (کہ آپؐ میرے اونٹ کو واپس کر دیں خراب سمجھ کر) لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا اونٹ لے لو اور اس کی قیمت بھی تمہاری رہی (یعنی اونٹ میرا ہو گیا تھا اب تمہیں ہدیہ دے رہا ہوں)۔

تشریح:

''اعیا'' چلنے سے عاجز آنے کو کہتے ہیں ''بمحجنہ'' محجن لاٹھی کو کہتے ہیں جس کے سر میں ٹیڑھا پن ہو اس سے مارا۔

''اوقیۃ'' ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے ''الان'' یعنی مجھے ڈر لگا کہ ابھی میرا اونٹ میری طرف واپس ہو جائے گا جو مجھے بالکل پسند نہیں تھا ''افعل کذا و کذا'' یعنی یہ کلمہ مسلمانوں کا تکیہ کلام ہے کہ کام کا ذکر کر کے آخر میں ''واللہ یغفر لک'' کہتے ہیں۔

۳۶۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا فِي مَسِيرٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا عَلَى نَاضِحٍ إِنَّمَا هُوَ فِي أُخْرَيَاتِ النَّاسِ قَالَ: فَضَرَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوْ قَالَ: نَخَسَهُ أُرَاهُ قَالَ: بِشَيْءٍ كَانَ مَعَهُ قَالَ: فَجَعَلَ بَعْدَ ذَلِكَ يَتَقَدَّمُ النَّاسَ يُنَازِعُنِي حَتَّى إِنِّي لَأَكُفُّهُ قَالَ: فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَتَبِيعُنِيهِ بِكَذَا وَكَذَا وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَكَ. قَالَ: قُلْتُ هُوَ لَكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ. قَالَ: أَتَبِيعُنِيهِ بِكَذَا وَكَذَا وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَكَ. قَالَ: قُلْتُ هُوَ لَكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ. قَالَ: وَقَالَ: لِي أَتَزَوَّجْتَ بَعْدَ أَبِيكَ. قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: ثَيِّباً أَمْ بِكْراً. قَالَ: قُلْتُ ثَيِّباً. قَالَ: فَهَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْراً تُضَاحِكُكَ وَتُضَاحِكُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُلَاعِبُهَا قَالَ: أَبُو نَضْرَةَ فَكَانَتْ كَلِمَةً يَقُولُهَا الْمُسْلِمُونَ. افْعَلْ كَذَا وَكَذَا

وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَكَ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، میں اپنے ایک اونٹ پر سوار تھا جو لوگوں میں سب سے پیچھے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مارا یا کچھ کا دیا کسی چیز سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ اس کے بعد تو وہ سب سے آگے بڑھ گیا اور گویا مجھ سے لڑتا تھا حتی کہ میں اسے روکتا تھا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اسے میرے ہاتھ اتنے اتنے میں فروخت کرتے ہو؟ اللہ تمہاری بخشش فرمائے میں نے عرض کیا یہ آپ ہی کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس (اونٹ) کو میرے ہاتھ اتنے اتنے (دام) میں فروخت کرتے ہو؟ اللہ تمہاری بخشش کرے۔ میں نے عرض کیا: یہ (اونٹ) آپ ہی کا ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا: کیا تم نے شادی کرلی؟ اپنے باپ کے انتقال کے بعد۔ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا شادی شدہ سے یا کنواری سے؟ میں نے عرض کیا شادی شدہ سے۔ فرمایا کہ کسی کنواری سے کیوں نہ کی کہ وہ تمہیں ہنساتی اور تم اسے ہنساتے، وہ تم سے کھیلتی اور تم اس سے کھیلتے؟ ابونضرہ (راوی) کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں مسلمان عام طور سے یہ جملہ کہا کرتے تھے کہ: فلاں فلاں کام کرلو، اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔

باب الوصية بالنساء.

عورتوں سے اچھا سلوک رکھنے کی وصیت

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

عورتوں کی تخلیقی کمزوری کو مدنظر رکھو

۳٦٤١۔حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيقَةٍ فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بے شک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، وہ تم سے کبھی ٹھیک راہ سے نہیں چلے گی، اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو اس کی کجی سمیت اس فائدہ اٹھاؤ، اگر تم اسے سیدھا کرنے چلو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اس کا توڑنا طلاق ہے۔

تشریح:

"من ضلع" ضلع ضاد کے کسرہ اور لام کے فتحہ کے ساتھ پسلی کو کہتے ہیں یہ مفرد ہے اس کی جمع اضلاع ہے، اور سب سے ٹیڑھی پسلی مراد

ہے۔ حضرت حوا علیہا السلام، حضرت آدم علیہ السلام کی چھوٹی پسلی سے پیدا ہوئی تھی جو سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے لہذا عورت کی طبیعت اور اس کے مزاج میں ٹیڑھا پن ہے یہ اس کے تخلیقی مزاج کا حصہ ہے اس حدیث میں عورتوں کے عیوب اور نقائص بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ ان کی خلقت اور استعداد اور طبیعت کو بیان کیا گیا ہے کہ جو اس کی نفسیات اور استعداد و حالات ہیں اسی کے مطابق ان پر بوجھ ڈالا جائے ان کی استعداد طبعی سے زیادہ بوجھ ان پر نہ ڈالا کرو ورنہ سدھار کے بجائے بگاڑ آجائے گا۔ خلاصہ یہ کہ عورتوں کے بدلتے سدلتے حالات اور تلون مزاجی اور ان کی نفسیات کو خوب سمجھ کر اس کے مطابق گذارہ کی حد تک ان کے ساتھ زندگی گذارو۔

''فاستوصوا'' اس جملہ کا ایک ترجمہ یہ ہے کہ عورتوں کے بارہ میں جو نصیحت اور وصیت میں کر رہا ہوں ان کے حق میں میری نصیحت اور وصیت کو خوب قبول کرلو، سین اور تاء مبالغہ کے لئے ہو سکتے ہیں۔ دوسرا ترجمہ و مفہوم اس طرح ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو عورتوں کے متعلق بھلائی اور نصیحت کی باتیں بتایا کرو، اس حدیث میں عورتوں کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور ان کے ٹیڑھے اخلاق پر صبر وتحمل اور برداشت کا درس دیا گیا ہے ان کو طلاق دینے کو ناپسند کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ عورت کے مکمل سیدھا ہونے کی امید اور توقع نہ رکھو۔

یاد رہے کہ یہ صبر وتحمل خانہ داری امور اور میل جول کے اونچ نیچ میں ہے اگر عورت کھلی معصیت اور گناہ پر اتر آتی ہے تو مردوں پر لازم ہے کہ اس کو کھلا نہ چھوڑیں بلکہ پابند کریں اور گناہ کی آزادی کی اجازت نہ دیں اوپر کی پسلی سے وہ چھوٹی پسلی مراد ہے جو کمر کے پاس ہوتی ہے۔

۳۶۴۲۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَإِذَا شَهِدَ أَمْراً فَلْيَتَكَلَّمْ بِخَيْرٍ أَوْ لِيَسْكُتْ وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَ إِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَ إِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْراً .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہو تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے، اور عورتوں کے ساتھ خیر کا سلوک کرو، اس لئے کہ عورت تو پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر کی پسلی ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے چل پڑے تو اسے توڑ بیٹھو گے اور اگر یونہی چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی، لہذا عورتوں سے حسن سلوک کیا کرو''۔

۳۶۴۳۔وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَفْرَكْ

مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ. أَوْ قَالَ: غَيْرَهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کوئی صاحب ایمان مرد کسی صاحب ایمان خاتون سے بغض ودشمنی نہ رکھے، کیونکہ اگر اس کی کوئی عادت ناپسند ہے تو کوئی دوسری عادت پسند بھی ہوگی" ۔ یا کچھ اور فرمایا:

تشریح:

"لایفرک" یہ صیغہ نہی کا ہے لیکن نفی میں مستعمل ہے یعنی شوہر کو مناسب نہیں کہ بیوی سے نفرت کرے، فرک یفرک سمع یسمع سے بغض وحسد اور نفرت کو کہتے ہیں خاص کر میاں بیوی کے درمیان ایک دوسرے کے لئے نفرت وکراہت ہوتی ہے اس کو "الفرک" کہتے ہیں، اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ کسی آدمی کی تمام حرکات وسکنات اور ان کی تمام عادات واخلاقیات سب کے سب برے نہیں ہوتے اگر کسی انسان کے برے افعال ہوں گے تو اس کے اچھے اخلاق بھی ہو سکتے ہیں اگر ایک آدھ خصلت بری ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو بالکل مسترد کر دیا جائے بلکہ اس برے افعال وعادات کے علاوہ اس کے اچھے خصائل وعادات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے!!!

بالکل بے عیب یار کو ڈھونڈنے والا بے یار ہی رہ جاتا ہے

خلاصہ یہ کہ بیوی کے اچھے خصائل اور اخلاق حمیدہ کو پیش نظر رکھو اور برے خصائل پر صبر وتحمل کرو۔

٣٦٤٤۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت بیان فرماتے ہیں۔

٣٦٤٥۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ إِذَا ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَإِنْ تَرَكْتَهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عورت ایک پسلی کی مانند ہے، جب تم اسے سیدھا کرنے چلو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے اور اگر یونہی چھوڑ دو گے تو اس کی کجی اور ٹیڑھے پن سمیت اس سے فائدہ اٹھاؤ گے

٣٦٤٦۔ وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلاَهُمَا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ بِهَذَا الإِسْنَادِ. مِثْلَهُ سَوَاءً.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (عورت ایک پسلی کی مانند ہے جب تم اس کو سیدھا کرنے چلو گے تو اس کو توڑ بیٹھو گے)

باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة

نیک بی بی دنیا کا بہترین سرمایہ ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے

٣٦٤٧۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ أَخْبَرَنِي شُرَحْبِيلُ بْنُ شَرِيكٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دنیا ایک فائدہ حاصل کرنے کی چیز ہے اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے''۔

باب لولا حواء لم تخن انثى زوجها الدهر

اگر حواء نہ ہوتی تو عورت کبھی شوہر کی نافرمانی نہ کرتی

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

٣٦٤٨۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر حواء علیہا السلام نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر کی کبھی بھی خیانت (نافرمانی) نہ کرتی''۔

تشریح:

''حواء'' حا پر فتح ہے واو پر شد اور آخر میں مد کے ساتھ ہمزہ ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حواء کو اس لئے حواء کہتے ہیں کہ یہ ہر زندہ آدمی کی ماں ہے کہتے ہیں کہ اس نے بیس بار جنم کے ساتھ آدم علیہ السلام کے لئے چالیس بچے پیدا کئے دو دو بچے ایک ساتھ آتے تھے ایک بچی اور ایک بچہ ہوتا تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت حواء حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے کب پیدا ہوئی کہتے ہیں کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے پیدا ہوئی دونوں ساتھ ساتھ جنت میں داخل ہوئے اور ساتھ نکل گئے بعض نے کہا کہ حضرت آدم کی پسلی سے حضرت حواء جنت ہی میں پیدا ہوئی تھی۔

''لم تخن'' یہاں خیانت سے وہ خیانت مراد نہیں جو امانت اور دیانت کی ضد ہے بلکہ خیانت سے یہاں وہی کجی اور اعوجاج مراد ہے جو

عورتوں کی تخلیق میں شامل ہے۔ ولیس المراد بالخیانۃ ھنا ارتکاب الفواحش حاشا وکلا (تکملہ)

حضرت حواء نے حضرت آدم علیہ السلام کو گندم کھانے کی بار بار دعوت دی حضرت آدم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے روکا ہے حضرت حواء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ یا اس باغ کے درخت سے کھانا منع کردیا ہے ہم دوسرے علاقہ کے درخت کھالیں گے کیونکہ ﴿ولا تقربا ھذہ الشجرۃ﴾ مشارالیہ خاص درخت ہے چنانچہ حضرت حواء نے درخت کی ٹہنی کو نیچے کی طرف جھکانا چاہا جس سے ٹہنی ٹوٹ گئی اور اس سے خون بہنے لگا ٹہنی نے بددعا دی کہ اللہ تجھ سے ایسا ہی خون جاری کردے جیسا تم نے مجھ سے جاری کیا چنانچہ عورتوں کو ماہواری کی بیماری ملی۔ اس بددعا کے اثر سے ایک تو عورتوں کے ساتھ ماہواری کی بیماری لگ گئی اور دوسرا ان کی طبیعت میں استقامت کے بجائے کجی اور ٹیڑھے پن کی بیماری ان کے سرشت میں پڑ گئی۔

۳۶۴۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَوْلَا بَنُو إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْبُثِ الطَّعَامُ وَلَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ۔

حضرت ہمام بن منبہ (اپنے صحیفہ میں سے روایت کرتے ہیں) کہ یہ (صحیفہ) ان احادیث کا ہے جو ہم سے ابوہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کی تھیں، پھر ہمام نے ان میں سے چند احادیث ذکر کیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے تو کھانا کبھی خراب نہ ہوا کرا اور گوشت کبھی سڑا نہ کرتا، اور اگر حواء نہ ہوتیں تو عورت کبھی شوہر کی نافرمانی نہ کرتی''۔

تشریح:

''ولولا بنو اسرائیل'' یعنی اگر بنی اسرائیل کی حرص نہ ہوتی تو گوشت کبھی سڑ کر خراب نہ ہوتا۔ بنی اسرائیل میدان ''تیہ'' میں سرکاری اور شاہی مہمان تھے ان کو صبح و شام ترنجبین اور تازہ گوشت ملتا تھا مگر گوشت کو ذخیرہ کرنے سے روک دیئے گئے تھے لیکن ان لوگوں نے حرص، ولالچ اور عدم بھروسہ اور کج طبعی کی بنیاد پر گوشت کو دوسرے وقت کے لئے ذخیرہ کرنا شروع کردیا۔ اس وقت سے پہلے گوشت نہیں سڑتا تھا ان کا رکھا ہوا گوشت بطور سزا سڑنے لگا اور اب تک پوری انسانیت کو اس کی سزا بھگتنی پڑ رہی ہے۔

''لم یخنز'' ھو من باب ضرب وسمع ای لم ینتن اھ۔ یعنی گوشت کبھی نہ سڑتا نہ خراب ہوتا مذکورہ حدیث اس صحیفہ سے ہے جس کو حضرت ابوہریرہؓ نے جمع کیا تھا اور پھر اپنے شاگرد ھمام بن منبہ کو املا کرایا تھا مسند احمد میں یہ صحیفہ مکمل طور پر موجود ہے بعد میں ڈکتور استاذ محمد حمید اللہ نے اس کو مرتب کر کے شائع کیا مذکورہ حدیث اس صحیفہ کی ترتیب کے مطابق ستاون نمبر کی حدیث ہے (تکملہ)

کتاب الطلاق

طلاق کابیان

قال اللہ تعالیٰ ﴿الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان ولایحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الا ان یخافا ان لا یقیما حدود اللہ فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا﴾(بقرہ:۲۲۹)

باب فتح یفتح سے خلع جب خاء کے فتحہ کے ساتھ آجائے تو یہ لغت میں کسی چیز کے نکالنے، کھولنے زائل کرنے اور کھینچنے میں استعمال کیا جاتا ہے خاص طور پر بدن سے کپڑے اور جوتا اتارنے کے لئے بولا جاتا ہے اور جب خاء کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ ہوتو یہ ازالہ زوجیت کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہی خلع ہے۔

اس کی شرعی تعریف اس طرح ہے (الخلع فراق الرجل امراتہ علی عوض) یعنی (ملکیت نکاح کو مال کے عوض خلع کے لفظ سے زائل کرنے کا نام خلع ہے) علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ لغوی اور شرعی معنی میں یہ مناسبت ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے بمنزلہ لباس ہیں ﴿ھن لباس لکم وانتم لباس لھن﴾ اور جب میاں بیوی نے خلع کا عمل کیا تو گویا دونوں نے اپنے اپنے بدن سے کپڑے اتار لئے۔

"والطلاق" یہ خلع پر عطف ہے اگر خلع فسخ نکاح کا نام ہے اور طلاق کا نام نہیں ہے تو اس پر (طلاق) کا عطف کرنا واضح اور ظاہر ہے کہ دونوں لفظ مفہوم کے اعتبار سے الگ الگ ہیں اور عطف درست ہے اور اگر خلع بھی ایک طلاق ہے جیسا کہ بعد میں اختلاف آرہا ہے تو پھر لفظ (الطلاق) عطف عام علی الخاص ہوگا کہ طلاق عام ہے خلع خاص ہے۔

اسلام سہولت اور رحمت کا دین اور شفقت کا قانون ہے کبھی بیوی اچھی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے شوہر کی زندگی تکلیف سہنے کا مجموعہ بن جاتی ہے تو اسلام نے شوہر کو بہتر طریقہ سے طلاق دینے کا اختیار دیا ہے کبھی شوہر اچھا نہیں ہوتا اور عورت اس کے مظالم کی چکی میں پستی رہتی ہے تو اسلام نے اس عورت کو جان چھڑانے کے لئے رضاکارانہ طور پر خلع کرانے یعنی کچھ مقدار مال کے عوض طلاق خریدنے کا حق دیا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ طلاق میں شوہر آزاد ہے بیوی کی مرضی پر طلاق موقوف نہیں ہے لیکن خلع میں شوہر کی مرضی کو باقی رکھا گیا ہے تاکہ گھریلو قیادت اور رجال کی سیادت مفلوج ہوکر نہ رہ جائے ان سہولتوں کے باوجود اسلام نے ایذارسانی اور فساد کی بنیاد پر طلاق دینے یا خلع لینے کی شدید مذمت کی ہے تاکہ مجبوری کی ایک سہولت سے کوئی شخص ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

باب تحريم طلاق الحائض

حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۳٦٥٠۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيَتْرُكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نے اپنی اہلیہ کو ایام حیض میں طلاق دے دی۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اسے حکم دو کہ رجوع کر لے اس کے بعد اسی طرح اسے رہنے دے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے۔ بعد ازاں چاہے تو اپنے پاس روک رکھے اور چاہے تو طلاق دے اسے ہاتھ لگانے سے قبل۔ اور یہی ترتیب ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے۔

تشریح:

''طلق امرأته'' طلاق بمعنی تطلیق ہے جیسے سلام تسلیم کے معنی میں ہے۔ لغت میں طلاق کا معنی یہ ہے ''حل قید حسی او معنوی'' یعنی ظاہری یا معنوی بندھن کے کھولنے کا نام طلاق ہے، قید ظاہری کی مثال جیسے کسی کے پاؤں میں زنجیریں ڈالدی ہیں اور قید معنوی کی مثال جیسے نکاح کی وجہ سے عورت پر غیر مرئی حسی قید لگ جاتی ہے۔

فقہاء کرام کی اصطلاح میں طلاق کی تعریف اس طرح ہے ''الطلاق ازالة النكاح او نقص حله'' یعنی نکاح کی قید کو بالکل زائل کرنا یا اس کی حلت کو کم کرنا۔ جب کوئی شخص بیوی کو مغلظ طلاق دیتا ہے تو یہ بالکلیہ نکاح کی قید کو زائل کرتا ہے اب وطی حرام ہے اور اگر طلاق رجعی دیتا ہے تو نکاح کی حلت کی صورت میں نقصان کرتا ہے اب وطی اگر چہ جائز ہے لیکن رجوع کرنے کی صورت میں آئندہ تین طلاق کے بجائے دو طلاق کا مالک ہوگا یہی حلت میں کمی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لغت میں طلاق قید اٹھانے کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح میں قید نکاح کو مخصوص الفاظ کے ذریعہ سے زائل کرنے کا نام طلاق ہے۔

طلاق کی اقسام

طلاق کی تین قسمیں ہیں۔اول احسن،دوم حسن،سوم بدعی۔

طلاق احسن:

طلاق احسن اس کو کہتے ہیں کہ ایک عدد طلاق ایسے طہر میں دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو پھر تین ماہ عدت گذر جانے تک رجوع اور جماع سے اجتناب کرے،عدت گذرنے پر عورت بائنہ ہو جائے گی۔یہ احسن اس لئے ہے کہ شوہر کو ہر وقت رجوع کا اختیار رہے گا سوچنے کا طویل موقع ملے گا اور طلاق کے مکروہ الفاظ بھی کم سے کم استعمال ہو جاتے ہیں۔

طلاق حسن:

طلاق حسن اس کو کہتے ہیں کہ ایک طہر میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدی دوسرے طہر میں دوسری طلاق دیدی اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دیدی،اس طرح عورت پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ صورت حسن نہیں کیونکہ جب ایک طلاق دینے سے بیوی الگ ہو سکتی ہے تو اس ابغض المباحات کو تین بار تک استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جمہور فرماتے ہیں کہ شرعی نصوص کی موجودگی میں آپ کا قیاس نہیں چل سکتا ہے۔

طلاق بدعی:

تیسری طلاق بدعی ہے وہ یہ ہے کہ ایک طہر میں تین طلاق ایک مجلس میں دیدی یا الگ الگ اوقات میں دی یا حالت حیض میں بیوی کو طلاق دیدی،یہ طلاق بدعی ہے اس طرح بدعی طلاق دینے سے آدمی گناہگار ہو جائے گا مگر طلاق پڑ جائے گی۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ طلاق بدعی وہ ہے جو حالت حیض میں دیدی جائے اگر طہر میں دی گئی تو وہ طلاق بدعی نہیں خواہ ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ساتھ دیدی یا الگ الگ دیدی سب جائز ہے،کیونکہ طلاق امر مشروع ہے ممنوع نہیں۔

احناف فرماتے ہیں کہ نکاح مصالح دینیہ اور دنیویہ پر مشتمل ہے اور طلاق دینے سے یہ مصالح ختم ہو جاتے ہیں لہذا طلاق شدید مجبوری کے وقت دینا چاہئے اور وہ بھی اس طرح دینا چاہئے کہ بوقت پشیمانی شوہر کے ہاتھ میں کچھ اختیار باقی ہو جس سے اس کی پریشانی دور ہو جائے گی اس لئے طلاق جتنی کم دی جائے اتنا ہی بہتر ہے اور کثرت بدعت ہے۔طلاق کی اقسام میں بعض شارحین نے مختصر الفاظ کے ساتھ اس طرح تقسیم کی ہے کہ طلاق دو قسم پر ہے سنی اور بدعی۔پھر سنی طلاق دو قسم پر ہے حسن اور احسن تو کل تین قسمیں بن گئیں۔

۳۶۵۱۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ:قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ وَقَالَ:الآخَرَانِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيقَةً

وَاحِدَةً فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْسِكَهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ عِنْدَهُ حَيْضَةً أُخْرَى ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتَّى تَطْهُرَ مِنْ حَيْضَتِهَا فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا حِينَ تَطْهُرُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُجَامِعَهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ وَزَادَ ابْنُ رُمْحٍ فِي رِوَايَتِهِ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ إِذَا سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ قَالَ: لِأَحَدِهِمْ أَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَ امْرَأَتَكَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَنِي بِهَذَا وَإِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ وَعَصَيْتَ اللَّهَ فِيمَا أَمَرَكَ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ قَالَ: مُسْلِمٌ جَوَّدَ اللَّيْثُ فِي قَوْلِهِ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک طلاق دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں رجوع کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ انہیں پاکی کے ایام تک روکے رکھو حتیٰ کہ دوسرا حیض آجائے انہی (عبداللہ) کے پاس، پھر بھی انہیں مہلت دی جائے یہاں تک کہ وہ دوسرے حیض سے بھی پاک ہو جائے۔ اب اگر ارادہ ہو تو طلاق دے دیں طہر (پاکی) کے ایام میں جماع کرنے سے پہلے۔ اور یہی وہ ترتیب ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ عورتوں کو اس کے مطابق طلاق دی جائے۔ ابن رمح کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ سے جب اس بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے کہ: اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ طلاق دی ہے تو (رجوع کی گنجائش ہے) اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسی کا حکم فرمایا، البتہ اگر تم نے تین طلاقیں دے دی ہیں تو وہ تم پر حرام ہو گئی (اور اب اس سے نکاح بھی حلال نہیں) یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کر لے اور اس معاملہ میں تم نے اللہ کی نافرمانی بھی کی کہ اللہ نے جو تمہیں حکم دیا اپنی بیوی کے طلاق کے معاملہ میں (تم نے اس کی خلاف کیا)۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: (راوی) لیثؒ اپنے اس قول تطلیقة واحدة (ایک طلاق) میں زیادہ مضبوط ہے۔

تشریح:

"اما انت" ای ان کنت طلقت امراتک مرة او مرتین فان رسول الله صلى الله عليه وسلم امرني بالرجعة اس عبارت میں گویا ان کنت جملہ شرطیہ ہے اور فان رسول اللہ اس کے لئے جزاء ہے یعنی جب حضرت ابن عمرؓ سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو آپ جواب دیتے کہ اگر تم نے ایک یا دو طلاق اپنی بیوی کو دیدی ہے تو اس میں مجھے نبی اکرم ﷺ نے رجوع کا حکم دیا تھا تو تم بھی رجوع کرلو اور اگر تم نے تین طلاقیں دی ہیں تو تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی اب وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے گی پھر پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی "قال مسلم" امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس سند میں لیث جس راوی کا نام ہے اس نے اس روایت کے بیان کرنے میں بہت اعتماد اور عمدہ

طریقہ سے روایت کو بیان کیا ہے اور "تطلیقة واحدة" کہہ کر تین طلاقوں کی نفی کردی ہے جب کہ کچھ لوگوں کو شبہ ہوگیا ہے کہ شاید تین طلاقیں دی تھیں جیسا کہ آئندہ روایت ۳۶۵۹ میں ابوغلاب نے کہا ہے کہ ابن عمر نے تین طلاق کی نفی کردی ہے جہاں تین کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

۳۶۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: طَلَّقْتُ امْرَأَتِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيَدَعْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى فَإِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا قَبْلَ أَنْ يُجَامِعَهَا أَوْ يُمْسِكْهَا فَإِنَّهَا الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ قَالَ: عُبَيْدُ اللَّهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَا صَنَعَتِ التَّطْلِيقَةُ قَالَ: وَاحِدَةٌ اعْتَدَّ بِهَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حیض کے ایام میں طلاق دے دی۔ (میرے والد) حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے (ابن عمر کو) حکم دو کہ اپنی بیوی سے رجوع کرلے، اور یونہی رہنے دے یہاں تک کہ حیض سے پاک ہوجائے پھر اسے دوبارہ حیض آجائے، جب اس (دوسرے) حیض سے پاک ہوجائے تو جماع سے قبل اسے طلاق دے دے یا (چاہے تو) روکے رکھے۔ یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اس کے مطابق عورتوں کو طلاق دی جائے عبیداللہ کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے کہا اس طلاق کا کیا حکم ہے (جو حیض کی حالت میں دی گئی ہے) انہوں نے جواب دیا کہ ایک پڑے گی۔

تشریح:

"ماصنعت التطليقة" یعنی حالت حیض میں جو طلاق دی گئی ہے اس کا کیا حکم ہے آیا واقع ہوجاتی ہے یا نہیں؟

"قال واحدة اعتد بها" مطلب یہ کہ ایک طلاق پڑے گی اور اسکا اعتبار ہوگا یہ فضول نہیں جائے گی۔ اس باب میں آئندہ ایک روایت میں آنحضرت کے غضبناک ہونے کا ذکر ہے اس کو پیش نظر رکھ کر اور اس باب کی دیگر احادیث کو دیکھ کر ایک تشریح لکھی جاتی ہے تاکہ پورے باب کی احادیث پر روشنی پڑ جائے۔

حیض کی حالت میں طلاق دینے کی ممانعت

"فتغيظ" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے غصہ ہوئے کہ حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے کیونکہ حالت حیض میں طلاق دینا بالاجماع گناہ اور بدعت ہے۔ ائمہ اربعہ اور سلف صالحین کا اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے البتہ غیر مقلدین کا مسلک ہے کہ اگر کسی

نے حالت حیض میں طلاق دیدی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

جمہور ائمہ نے زیر نظر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت عمر فاروق ؓ کی شکایت پر آنحضرت نے ان سے فرمایا کہ اپنے بیٹے کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی کی طرف رجوع کرے "مرہ فلیراجعها" اب یہ بات واضح ہے کہ رجوع متفرع ہے طلاق پر جب طلاق پڑجاتی ہے تب رجوع ہوتا ہے ورنہ رجوع کی ضرورت کیا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ باوجودیکہ حیض کی حالت میں طلاق دینا گناہ ہے لیکن اگر کسی نے دیدی تو طلاق پڑجائے گی۔ رہ گیا یہ مسئلہ کہ اس حیض کے متصل جو طہر ہے اس میں طلاق دینے کے بجائے حضور اکرم نے یہ کیوں فرمایا کہ آنے والے حیض کے بعد جو طہر آئے گا اس میں طلاق دیدے اس کی حکمت علماء نے یہ بتائی ہے کہ اس تاخیر سے شاید شوہر کا ارادۂ طلاق بدل جائے یا بطور سزا مؤخر کیا کہ تم نے جلدی کر کے حیض میں طلاق دی اب ایک طہر نہیں بلکہ دو طہر کا انتظار کرو۔ بہر حال یہ ایک تنبیہ ہے جو کہ اولیٰ ہے واجب نہیں۔

"فلیراجعها" اکثر احادیث میں یہ صیغہ ہے جس میں امر ہے کہ رجوع کرے اب یہ مسئلہ کہ یہ رجوع کرنا واجب ہے یا مستحب ہے تو راجح قول کے مطابق امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور اہل ظواہر کے نزدیک رجوع کرنا واجب ہے لیکن شوافع اور حنابلہ کے نزدیک یہ رجوع مستحب ہے ظاہری احادیث سے وجوب ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

۳۶۵۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ عُبَيْدِ اللَّهِ لِنَافِعٍ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى فِي رِوَايَتِهِ فَلْيَرْجِعْهَا وَقَالَ: أَبُو بَكْرٍ فَلْيُرَاجِعْهَا

حضرت عبداللہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث کا مضمون ہی منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں (راوی) عبیداللہ کا قول (جو اوپر والی روایت میں تھا) مذکور نہیں۔ ابن المثنی نے اپنی روایت میں فلیراجعها اور ابوبکر نے فلیراجعها کا لفظ ذکر کیا ہے

۳۶۵۴۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَهُ أَنْ يَرْجِعَهَا ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ يَقُولُ أَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا وَاحِدَةً أَوِ اثْنَتَيْنِ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَرْجِعَهَا ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا وَأَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ عَصَيْتَ رَبَّكَ فِيمَا أَمَرَكَ بِهِ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ وَبَانَتْ مِنْكَ

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے اپنی زوجہ کو حیض کے دوران طلاق دیدی، حضرت عمرؓ نے نبی ﷺ سے اس کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ وہ رجوع کرلے پھر اس (بیوی) کو اگلا حیض آنے تک مہلت دے، پھر اسے حیض سے پاک ہونے تک کی مہلت دے (اور جب وہ پاک ہوجائے) تو اسے ہاتھ لگانے سے قبل ہی طلاق دیدے۔ یہی وہ ترتیب ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ابن عمرؓ سے جب ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جاتا کہ اس نے اپنی بیوی کو حیض کے دوران طلاق دی ہے تو فرمایا کرتے تھے: اگر تم نے اسے ایک یا دو طلاقیں دی ہیں (تو رجوع کا اختیار ہے) اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا تھا کہ اپنی زوجہ سے رجوع کرلیں پھر انہیں دوسرے حیض تک کی مہلت دیں، پھر اس سے پاکی تک کی مہلت دیں پھر (طہر کے ایام میں) ہاتھ لگانے (جماع) سے قبل ہی طلاق دیدیں۔ البتہ اگر تم نے تین طلاقیں دے دی ہیں تو یقیناً تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اس بارے میں کہ اس نے تمہیں اپنی بیویوں کو طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے (جس طریقے پر طلاق دینے کا حکم فرمایا تم نے اس کی خلاف ورزی کی ہے) اور وہ عورت بھی تم سے علیحدہ ہوگئی بائنہ ہوگئی (بغیر حلالہ شرعی کے نکاح نہ ہوسکے گا)۔

۳٦۵۵۔حَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: طَلَّقْتُ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَتَغَيَّظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى مُسْتَقْبَلَةً سِوَى حَيْضَتِهَا الَّتِي طَلَّقَهَا فِيهَا فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِراً مِنْ حَيْضَتِهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا فَذَلِكَ الطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ كَمَا أَمَرَ اللَّهُ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ طَلَّقَهَا تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً فَحُسِبَتْ مِنْ طَلَاقِهَا وَرَاجَعَهَا عَبْدُ اللَّهِ كَمَا أَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

اس سند سے بھی مضمون بالا والی حدیث منقول ہے کہ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی حضرت عمرؓ نے اس بات کا ذکر نبی کریم ﷺ سے فرمایا تو رسول اللہ ﷺ کو غصہ آگیا (ناراضگی کا اظہار فرمایا) پھر فرمایا کہ اس کو رجوع کا حکم دو یہاں تک کہ آنے والا حیض آئے سوائے اس حیض کے جس میں اس کو طلاق دی ہے پس اگر مناسب سمجھیں کہ اس کو طلاق دینی چاہئے تو اس کو چھونے سے پہلے حیض سے پاکی کی حالت میں طلاق دے۔ پس یہ طلاق عورت کی عدت کے لئے ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور عبداللہؓ نے اس کو ایک طلاق دیدی تھی تو وہ ایک طلاق شمار کی گئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم پر حضرت عبداللہؓ نے رجوع کرلیا تھا)۔

۳٦۵٦۔وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي

الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ:قَالَ:ابْنُ عُمَرَ فَرَاجَعْتُهَا وَحَسَبْتُ لَهَا التَّطْلِيقَةَ الَّتِي طَلَّقْتُهَا

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا پھر میں نے اس سے رجوع کرلیا۔اور اس بیوی کے لئے اس طلاق کا حساب لگایا جس کو میں نے طلاق دی تھی۔

۳۶۵۷۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لأَبِي بَكْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِراً أَوْ حَامِلاً

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی،حضرت عمرؓ نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا:اسے حکم دو کہ رجوع کرلے،پھر(اگر طلاق دینا ہی چاہتا ہے تو)طہر(پاکی) کی حالت میں دے یا حاملہ ہونے کی حالت میں۔

تشریح:

”طاھرا او حاملا“ حالت حمل میں بیوی کو طلاق دینا جائز ہے یا نہیں تو جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے البتہ بعض مالکیہ کے نزدیک حالت حمل میں طلاق دینا حرام ہے اسی طرح حسن بصری کا ایک قول ہے کہ یہ مکروہ ہے لیکن مذکورہ حدیث ان حضرات کے خلاف ہے لہذا ان کا قول شاذ ہے۔

۳۶۵۸۔وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الأَوْدِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلاَلٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَسَأَلَ عُمَرُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقُ بَعْدُ أَوْ يُمْسِكُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرلے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اس کو دوسرا حیض آئے پھر پاک ہو پھر اس کے بعد طلاق دے یا روک لے۔

۳۶۵۹۔وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: مَكَثْتُ عِشْرِينَ سَنَةً يُحَدِّثُنِي مَنْ لاَ أَتَّهِمُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاَثاً وَهِيَ حَائِضٌ فَأُمِرَ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَجَعَلْتُ لاَ أَتَّهِمُهُمْ وَلاَ أَعْرِفُ الْحَدِيثَ حَتَّى لَقِيتُ أَبَا غَلاَّبٍ يُونُسَ بْنَ جُبَيْرٍ الْبَاهِلِيَّ وَكَانَ ذَا ثَبَتٍ فَحَدَّثَنِي أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ فَحَدَّثَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً وَهِيَ حَائِضٌ فَأُمِرَ أَنْ يَرْجِعَهَا قَالَ:- قُلْتُ

أَفَحُسِبَتْ عَلَيْهِ قَالَ: فَمَهْ أَوَإِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بیس برس تک اس حال میں رہا کہ مجھ سے ایک غیر متہم شخص یہ روایت کرتا تھا کہ ابن عمرؓ نے اپنی زوجہ کو حالت حیض میں تین طلاقیں دیں اور انہیں حکم دیا گیا کہ اس سے رجوع کرلیں۔ میں اس شخص پر تہمت نہیں لگاتا تھا (کہ اس نے غلط بیان کی ہے یا جھوٹ بولا ہے) لیکن میں اس حدیث سے بخوبی واقف بھی نہیں تھا (کہ آیا یہ جو روایت کررہا ہے یہ مکمل طور پر صحیح بھی ہے یا نہیں) پھر میں ابوغلاب یونس بن جبیر الباھلی رحمہ اللہ سے ملا جو ایک مضبوط اور پختہ آدمی تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے ابن عمرؓ سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کے ایام میں ایک طلاق دی تھی (تین نہیں) انہیں حکم کیا گیا کہ رجوع کرلیں۔ میں نے کہا کہ اس ایک کو بھی حساب میں شمار کیا جائے گا؟ (یعنی تین میں سے ایک کم ہوجائے گی) فرمایا: تو کیوں نہیں۔ کیا اگر وہ عاجز ہوگیا اور احمق ہوگیا (تو اس بناء پر طلاق کو تو غیر مؤثر شمار نہیں کیا جائے گا، یعنی اگر ابن عمرؓ نے اپنی حماقت سے یا وہ صحیح طریقہ سے طلاق دینے سے عاجز تھا غلط طریقہ سے طلاق دے دی تو طلاق تو بہرحال مؤثر ہوگی)۔

تشریح:

"افحسبت علیه" یعنی ابوغلاب کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر سے پوچھا کہ حیض کی حالت میں دی گئی طلاق ان کے حق میں طلاق شمار ہوگی یا نہیں؟ "قال" یعنی ابن عمر نے ابوغلاب کے سوال کے جواب میں کہا "فمه" اس لفظ کے دو مطلب ہیں پہلا مطلب یہ ہے کہ یہ "اسکت" کے معنی میں ہے یعنی تم خاموش ہوجاؤ یہ طلاق ایسی ہے کہ اس کے حساب کرنے میں کوئی شبہ نہیں لہذا اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے بلکہ یہ واضح بات ہے کہ یہ طلاق شمار ہوگی۔

اس لفظ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ استفہام انکاری ہے جو "ما" کے معنی میں ہے ای ان لم یحسب فما ذا ای ان لم یحسب بتلک التطلیقة فیکون ماذا؟ یعنی اگر یہ طلاق شمار نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا؟ "او ان عجز" یعنی اگر ابن عمر اللہ تعالیٰ کے حکم کے سمجھنے سے عاجز آگیا اور اس کو نہیں سمجھ سکا اور اس کے خلاف عمل کیا تو کیا اس کا یہ عمل طلاق کو ساقط کردے گا؟ یعنی ایسا نہیں ہوسکتا ہے۔

"او استحمق" یا کیا اگر ابن عمر نے حماقت کی تو کیا اس کی حماقت سے یہ طلاق شمار نہیں ہوگی؟ اس کلام میں حضرت ابن عمر نے اپنے آپ کو غائب شمار کیا ہے اور ضمیر لوٹا کر کلام کیا ہے۔ ای: إِنَّ عَجْزَ ابْنِ عُمَرَ وَحَمَاقَتَهُ لَا يُؤَثِّرُ فِي إِسْقَاطِ طَلَاقِهِ وَعَدَمِ الْإِعْتِدَادِ بِهِ اھ۔ قال الحافظ ای ان عجز عن فرض فلم یقمه او استحمق فلم یات به ایکون ذلک عذرا له اھ

۳۶۶۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ:

فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَهُ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ منقول ہے۔اس روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا۔تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ ابن عمر سے کہو کہ رجوع کرلیں۔

۳۶۶۱۔وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالَ: فِي الْحَدِيثِ فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا حَتَّى يُطَلِّقَهَا طَاهِراً مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَقَالَ: يُطَلِّقُهَا فِي قُبُلِ عِدَّتِهَا

ان اسناد سے بھی سابقہ روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ان کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ اس کو طہر میں طلاق دے جماع کئے بغیر اور عدت کے شروع میں طلاق دیدے۔

تشریح:

"فی قُبُل عدتها" قاف اور با دونوں پر پیش ہے اس سے عدت کی آمد اور استقبال کی طرف اشارہ ہے یعنی عدت کی آمد سے پہلے طلاق دیدے اس سے حیض کا آنا مراد ہے کیونکہ طہر میں جب طلاق دیدی ہے تو پھر طہر کے آنے کا کوئی مطلب نہیں ہے بلکہ اس کے بعد حیض کے آنے کا انتظار ہوتا ہے اسی مقصد کو اگلی روایت میں "ثم استقبل عدتها" یعنی یہ شخص بیوی کی طرف رجوع کرلے اس کے بعد اگر طلاق دینا چاہتا ہے تو ایسے وقت میں طلاق دیدے جس کے بعد اس کی عدت آرہی ہو یعنی حیض کا انتظار کرے جس سے عدت شروع ہوتی ہے اس سے واضح ہوگیا کہ عدت بالاطہار نہیں ہے بلکہ عدت بالحیض ہے جس طرح احناف کا مسلک ہے لیکن علامہ نووی نے اس کو اپنے مسلک کے لئے دلیل بنایا ہے۔واللہ اعلم۔

۳۶۶۲۔وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ عَنْ يُونُسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَقَالَ: أَتَعْرِفُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَإِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَرْجِعَهَا ثُمَّ تَسْتَقْبِلَ عِدَّتَهَا قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ أَتَعْتَدُّ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ فَقَالَ: فَمَهْ أَوَإِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ

حضرت یونس بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیتا ہے،انہوں نے کہا کہ کیا تم عبداللہ بن عمر نامی شخص کو جانتے ہو؟ اس نے بھی اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تھی،تو عمرؓ،نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس مسئلہ کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کیا تو

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے رجوع کرنے کا حکم دو، پھر وہ (رجوع کے بعد) پھر سے عدت شمار کرے۔ حضرت یونس کہتے ہیں کہ میں نے کہا جب آدمی نے اپنی بیوی کو حیض کے دوران طلاق دی تو کیا وہ طلاق بھی شمار ہوگی؟ (تین طلاقوں میں) ابن عمرؓ نے فرمایا کیوں شمار نہیں ہوگی اگر ابن عمر نے حماقت کی اور عاجز آ گیا طلاق تو پڑے گی۔

۳۶۶۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ يُونُسَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ طَلَّقْتُ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ لِيُرَاجِعْهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَإِنْ شَاءَ فَلْيُطَلِّقْهَا قَالَ: فَقُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَفَاحْتَسَبْتَ بِهَا قَالَ: مَا يَمْنَعُهُ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ۔

حضرت یونس بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی تو حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو اس (واقعہ) کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: اس کو رجوع کرنے کا حکم دو پھر جب وہ پاک ہو جائے تو اگر چاہے تو طلاق دیدے۔ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: کیا آپ نے وہ طلاق شمار کی تھی؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں! اگر ابن عمر نے حماقت کی تو کیا طلاق نہیں پڑے گی؟

۳۶۶۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ امْرَأَتِهِ الَّتِي طَلَّقَ فَقَالَ: طَلَّقْتُهَا وَهِيَ حَائِضٌ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِعُمَرَ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا لِطُهْرِهَا قَالَ: فَرَاجَعْتُهَا ثُمَّ طَلَّقْتُهَا لِطُهْرِهَا قُلْتُ فَاعْتَدَدْتَ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ الَّتِي طَلَّقْتَ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ: مَا لِيَ لَا أَعْتَدُّ بِهَا وَإِنْ كُنْتُ عَجَزْتُ وَاسْتَحْمَقْتُ۔

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے ان کی بیوی کی طلاق کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے فرمایا میں نے اس کو حیض میں طلاق دیدی تھی، پھر میں نے اس واقعہ کا حضرت عمرؓ سے تذکرہ کیا، انہوں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اس سے کہو کہ اس طلاق سے رجوع کر لے اور جب وہ (حیض سے) پاک ہو جائے تو اس کو ایام طہر میں طلاق دے، حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اس طلاق سے رجوع کر لیا، پھر اس کو طہر میں طلاق دیدی، میں نے پوچھا آپ نے اس کو حالت حیض میں جو طلاق دی تھی کیا اس کو شمار کر لیا تھا؟ انہوں نے کہا میں اس طلاق کو کیوں شمار نہ کرتا، کیا میں عاجز اور احمق تھا۔

۳۶۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: طَلَّقْتُ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَفَاحْتَسَبْتَ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ قَالَ: فَمَهْ

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی تھی، حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا انہیں رجوع کرنے کا حکم دو، پھر جب وہ (حیض سے) پاک ہو جائے تو اس کو طلاق دیدیں میں نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس طلاق کا شمار کر لیا تھا فرمایا کیوں نہیں؟

۳۶۶۶۔ وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا لِيَرْجِعْهَا وَفِي حَدِيثِهِمَا قَالَ: قُلْتُ لَهُ أَتَحْتَسِبُ بِهَا قَالَ: فَمَهْ۔

ان اسناد سے بھی سابقہ حدیثوں کا مضمون منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ راوی فرماتا ہے کہ میں نے ان سے عرض کیا: کیا آپ نے وہ طلاق شمار کی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں۔

۳۶۶۷۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يُسْأَلُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا فَقَالَ: أَتَعْرِفُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَإِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا فَذَهَبَ عُمَرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا قَالَ: لَمْ أَسْمَعْهُ يَزِيدُ عَلَى ذَلِكَ لِأَبِيهِ۔

حضرت ابن طاؤس نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سنا ہے کہ حضرت ابن عمر سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو انہوں نے فرمایا: کیا تو عبداللہ بن عمر کو پہچانتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! تو فرمایا اس نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی اور حضرت عمر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے اس کو رجوع کا حکم دیا۔ حضرت ابن طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت اپنے والد سے نہیں سنی۔

تشریح:

"قال لم اسمعه يزيد" یعنی شیخ طاؤس کا بیٹا کہتا ہے کہ میں نے اپنے ابا جان طاؤس سے اسی قدر حدیث سنی ہے وہ اس سے زیادہ بیان نہیں کرتے تھے اس مقام پر ابن طاؤس کا کلام ختم ہو گیا اب آگے ابن طاؤس کا شاگرد ابن جریج اپنے استاذ کے اس کلام کی وضاحت

کرتے ہیں اور "لم اسمعه" میں جو ضمیر منصوب ہے اس کا مرجع بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ضمیر کا مرجع ابن طاؤس کا باپ طاؤس ہے ضمیر اس کے لئے ہے لفظ "لابیه" کا یہی مطلب ہے اگر ابن جریج یعنی اباہ کہتے تو مطلب واضح رہتا اور کسی کو ضمیر کے مرجع میں پریشانی نہ ہوتی یعنی اباہ ۔

۳۶۶۸۔وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ:قَالَ:ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَيْمَنَ مَوْلَى عَزَّةَ يَسْأَلُ ابْنَ عُمَرَ وَأَبُو الزُّبَيْرِ يَسْمَعُ ذَلِكَ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضاً فَقَالَ:طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَ عُمَرُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ:إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَقَالَ:لَهُ النَّبِيُّ ﷺ لِيُرَاجِعْهَا فَرَدَّهَا وَقَالَ: إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْ أَوْ لِيُمْسِكْ قَالَ:ابْنُ عُمَرَ وَقَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ایمن عزہ کے مولی سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا اور حضرت ابوالزبیر سن رہے تھے کہ جس آدمی نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو آپ اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی تھی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی ہے تو ان کو نبی کریم نے رجوع کرنے کا حکم فرمایا اور کہا کہ جب وہ پاک ہوجائے تو چاہے طلاق دیدے چاہے روک لے ۔حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ حضور نے یہ آیت پڑھی: یاایھاالنبی اذاطلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن (اے نبی! جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کو ان کی عدت کی ابتداء میں طلاق دو)۔

تشریح:

"فی قبل عدتھن" قرآن عظیم میں "فطلقوھن لعدتھن" ہے اس میں "فی قبل" کا لفظ نہیں ہے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس کی قرأت ہے جو شاذ ہے اور خبر واحد سے قرآن ثابت نہیں ہوسکتا ہے اس پر اجماع ہے علامہ ابی مالکی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی قرأت میں "لقبل طھرھن" ہے اور یہ قرأت تفسیر کہلاتی ہے چونکہ صحابہ کے ہاں قرآن سینوں میں محفوظ تھا تو ان کو تحریف کا خوف نہیں تھا اس لئے کبھی آیت کا ذکر بطور تفسیر کرتے تھے۔یہ قرات قرآن نہیں بلکہ قرأت تفسیر ہے اس پر قرأت کا اطلاق مجازاً ہے بہرحال "فی قبل" کا لفظ بطور تفسیر ہے۔

۳۶۶۹۔وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

نَحْوَ هٰذِهِ الْقِصَّةِ

ان راویوں سے بھی سابقہ روایت کا مضمون مروی ہے۔

۳۶۷۰۔وَحَدَّثَنِیهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ أَخْبَرَنِی أَبُو الزُّبَیْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَیْمَنَ مَوْلٰی عُرْوَةَ یَسْأَلُ ابْنَ عُمَرَ وَأَبُو الزُّبَیْرِ یَسْمَعُ بِمِثْلِ حَدِیثِ حَجَّاجٍ وَفِیهِ بَعْضُ الزِّیَادَةِ قَالَ:مُسْلِمٌ أَخْطَأَ حَیْثُ قَالَ:عُرْوَةَ إِنَّمَا هُوَ مَوْلٰی عَزَّةَ

حضرت عبدالرحمٰن بن ایمن مولی عروہ سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ سے دریافت کیا گیا جب کہ ابوالزبیر سن رہے تھے (بقیہ روایت حدیث حجاج کی طرح مروی ہے) اور اس روایت میں بعض اضافہ بھی ہے۔امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ راوی نے مولی عروہ کہنے میں غلطی کی ہے حقیقتاً مولی عزہ ہے۔

تشریح:

"وفیه بعض الزیادة" یہ اس زیادت کی طرف اشارہ ہے جو امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ "فردها علی ولم یرها شیئا" یہ جملہ اور یہ روایت منکر ہے اور اسی نکارت کی وجہ سے امام مسلم نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے۔"قال مسلم اخطأ" امام مسلم یہ اشارہ کر رہے ہیں کہ اس سند میں عبدالرحمٰن بن ایمن کو عروہ کا غلام اور مولی قرار دیا ہے یہ غلط ہے وہ عزہ کا غلام ہے جس طرح پہلے گذر چکا ہے یہاں راوی نے غلطی کی ہے۔

باب الطلاق الثلث

تین طلاق دینے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے۔

۳۶۷۱۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ:إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ:ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِیهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰی عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِی بَكْرٍ وَسَنَتَیْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً فَقَالَ:عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوا فِی أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِیهِ أَنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَیْنَاهُ عَلَیْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَیْهِمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اور حضرت عمرؓ کے عہد کے دو سالوں میں ہوتا یہ تھا کہ اگر کوئی تین طلاق یک بارگی دیتا تھا تو ایک ہی شمار ہوتی تھی۔ پھر حضرت عمر بن الخطابؓ

نے فرمایا: بے شک لوگ طلاق کے معاملہ میں بہت جلد بازی کرتے ہیں حالانکہ اس میں انہیں مہلت دی گئی تھی (کہ تین طہر میں تین طلاقیں دیں) لہذا اگر ہم یہی حکم جاری کردیں (کہ تین سے تین واقع ہوں گی تو بہتر ہوگا) چنانچہ انہوں نے یہی حکم جاری کردیا۔

تشریح:

''طلاق الثلث'' یہ لفظ ''کان الطلاق'' سے بدل واقع ہے اور مرفوع ہے گویا کان کا اسم ہے ''واحدۃ'' یہ بھی بدل ہے اور کان کی خبر ہے یعنی نبی مکرم اور اس کے بعد مبارک زمانہ میں تین طلاقیں جب بطور تاکید دی جاتی تھیں تو وہ ایک شمار ہوتی تھی۔ ''الاناۃ'' یہ سہولت اور مہلت کے معنی میں ہے سنجیدگی اور بردباری کو کہتے ہیں یعنی رجوع کرنے کی گنجائش باقی رہ جاتی تھی، تین کے الفاظ تغلیظ کے لئے نہیں بلکہ تاکید کے لئے استعمال کرتے تھے ''فلو امضیناہ علیھم '' یعنی اگر ہم تین طلاق کے الفاظ کو تین طلاق ہی مان کر ان پر نافذ کریں تو یہ بہتر ہوگا اس صورت میں جزا محذوف ہے اور ''فلو'' کی شرط مذکور ہے اور اگر یہاں ''لو'' تمنا کے لئے ہو تو پھر جزاء محذوف ماننے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ یعنی کاش اگر ہم ان پر تین طلاق ہی نافذ کردیں، اب طلاق ثلاثہ کے معرکۃ الاراء مسئلہ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

شیعہ شنیعہ اور رافضہ مرفوضہ اہل ضلال میں سے فرقہ جعفریہ کا مذہب یہ ہے کہ تین طلاقیں بالکل واقع نہیں ہوتی ہیں یہ مذہب و مسلک نہیں ہے اس لئے اہل مذہب میں ہم ان کا نام نہیں لیتے ہیں ان کے علاوہ فقہاء کے مسالک پر کلام کیا جائے گا۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿فان طلقها فلا تحل له حتى تنكح زوجا غيره﴾ قال ابن عباس طلقت منک بثلاث: یعنی حضرت ابن عباس نے سوال پوچھنے والے کے جواب میں فرمایا کہ تین طلاق دینے سے تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی۔

تین طلاق کا حکم

دین اسلام کے تمام علماء اور مذاہب اربعہ کے تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق ایک ساتھ دیدی تو تین طلاق واقع ہوجائے گی اور بیوی مطلقہ مغلظہ بن جائے گی، وہ جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہیں کرتی پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی ہے اور جب تک دوسرا شوہر جماع کرکے اسے طلاق نہیں دیتا وہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔ اس خطرناک مسئلہ میں اہل ظواہر یعنی غیر مقلدین حضرات پوری امت سے الگ ہوکر یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ تین طلاق دینے سے ایک واقع ہو جاتی ہے تعجب اس پر ہے کہ ایک بے علم ناواقف عامی آدمی بار بار کہتا ہے کہ مولوی صاحب میں نے تین بار طلاقیں دی ہیں اور مولوی صاحب فرماتے ہیں نہیں نہیں تمہاری طلاق ایک ہے، جاؤ بیوی سے جماع کرو کوئی حرج نہیں، وہ شخص کہتا ہے میں اکٹھی تین طلاقیں دی ہیں مولوی صاحب فرماتے ہیں وہ تین تین نہیں بلکہ ایک ہے جاؤ آرام سے گھر میں بیٹھو۔ اہل علم او راہل درد اور اہل عرف اور دنیا کی زبانوں اور اس کی اصطلاحات پر نظر رکھنے والے حضرات فرماتے ہیں کہ دنیا کی تمام زبانوں کے اعداد وشمار کے لئے خاص الفاظ مقرر

ہوتے ہیں جب وہ الفاظ بولے جاتے ہیں تو ان کے متعارف اور رائج معنی مراد لئے جاتے ہیں عربی (ثلاث) تین کے لئے ہے فارسی میں اس کو (سہ) کہتے ہیں پشتو میں (درے) انگریزی میں (تھری) اور اردو میں تین کہتے ہیں ان الفاظ کے معانی بالکل متعین ہیں کہ ان کا مصداق تین اکائیاں ہیں اب اگر کوئی شخص تین کے الفاظ کے ساتھ طلاق دیتا ہے تو تمام عقلاء یہی کہیں گے کہ ایک اور پھر ایک اور پھر ایک تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور جو شخص یہ کہے گا کہ اس تین سے ایک واقع ہو گئی ہے تو وہ عرف کو توڑتا ہے اور زبانوں کی اصطلاحات کو مسخ کرتا ہے اس کے ذمہ اور اس پر لازم ہے کہ تمام اصولوں سے ہٹ کر اس نے جو دعویٰ کیا ہے اس دعویٰ پر دلیل پیش کرے ورنہ عام عقلاء اور عرف عام کی بات پر عمل ہو گا اور اس شخص سے کہا جائے گا کہ تمہاری مثال اور تمہارا معاملہ اہل تثلیث کی طرح ہے کیونکہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ اور حضرت جبریلؑ اور اللہ تعالیٰ تینوں کو خدا مانتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ تین درحقیقت ایک ہے تین ہیں مگر ایک ہے کسی ظریف شاعر نے ظریفانہ انداز سے ان کو اس طرح سمجھایا ہے۔

تثلیث کے قائل نے بھی اللہ کو کہا ایک   لو تین کی سوئی تین پر کھڑی ہے اور بجا ایک

ان تمہیدی کلمات کے بعد جانبین کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

دلائل

(۱) غیر مقلدین کی پہلی دلیل مسلم شریف کی زیر بحث روایت ہے طرز استدلال اس طرح ہے کہ حضور اکرم اور صدیق اکبر کے دور میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں، تین طلاقوں کو تین قرار دینا عمر فاروق کا فیصلہ ہے ہمیں یہ قبول نہیں بلکہ حضور اکرم اور صدیق اکبر کا فیصلہ قبول کرنا چاہئے۔

(۲) غیر مقلدین کی دوسری دلیل حضرت رکانہ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں بیوی کو (بتہ) کے ساتھ طلاق دی تھی مگر آنحضرت نے ان کو رجوع کرنے کا اختیار دیا تھا معلوم ہوا کہ ایک نشست میں تین طلاقیں دینے سے ایک رجعی طلاق واقع ہو جاتی ہے کیونکہ رکانہ نے رجوع کر لیا اور حضور اکرم نے انکار نہیں فرمایا اور (بتہ) کے الفاظ سے تین طلاقیں دی جاتی ہیں رکانہ کی روایت میں بعض راویوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے (ثلاثا) کے الفاظ سے تین طلاقیں دی تھیں اور پھر بھی حضور اکرم نے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا معلوم ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں درحقیقت ایک ہوتی ہے۔

(۳) اہل ظواہر نے ان تمام روایات سے بھی استدلال کیا ہے جن میں تین یا تین سے زیادہ طلاق دینے کی سخت ممانعت آئی ہے اور حضور اکرم اور صحابہ کرام نے اس پر شدید غصہ کا اظہار کیا ہے۔

جمہور فقہاء، علماء امت اور ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں خواہ ایک طہر میں ہوں یا الگ الگ طہروں میں ہوں ایک مجلس میں ہوں یا

الگ الگ مجالس میں ہوں حالت حیض میں یا طہر میں ہوں، تین طلاق کے الفاظ ایک ساتھ ہوں یا الگ الگ الفاظ ہوں، ہر صورت میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ جمہور فقہاء وتابعین کے حق میں قرآن وحدیث کے قطعی نصوص سے اور صحابہ کرام وتابعین کے فیصلوں سے اتنی کثیر مقدار میں دلائل موجود ہیں کہ ان کے اکٹھا کرنے سے ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے یہاں چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) جمہور امت نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے ﴿فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ﴾ اس آیت میں یہ بات یقینی اور اجماعی طور پر ثابت ہوگئی کہ اسلام میں تین طلاق کا وجود ہے اور تین طلاق دینے سے عورت مغلظہ بن جاتی ہے اور دوسرے شوہر سے نکاح اور حلالہ کے بغیر پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔

(۲) امام بخاریؒ نے بخاری جلد ثانی صفحہ: ۷۹۱ میں طلاق ثلاثہ کے لئے مستقل باب (باب من اجاز الطلاق الثلاث) باندھا ہے اور قرآن کریم کی آیت ﴿الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح باحسان﴾ سے استدلال کیا ہے آپ نے یا تو (مرتان) کے تثنیہ کو تکریر کے معنی میں لیا ہے کہ مرۃ بعد مرۃ طلاق دینا جائز ہے جس میں تین طلاقیں داخل ہیں یا آپ نے (او تسریح باحسان) سے استدلال کیا ہے کیونکہ تسریح چھوڑ دینے کے معنی میں ہے یہ چھوڑنا ایک طلاق سے ہو یا تین طلاق سے ہو سب کو شامل ہے

(۳) امام بخاری نے بخاری شریف کے اسی مندرجہ بالا صفحہ میں یہ باب باندھا ہے (باب من اجاز الطلاق الثلاث) اس کے تحت امام بخاری نے عویمر عجلانی کے لعان کا طویل قصہ نقل کیا ہے اس کے آخر میں (فطلقھا ثلاثا) علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عویمر کی تین طلاقوں کو نافذ قرار دیا معلوم ہوا تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

(۴) بخاری شریف کے اسی صفحہ میں حضرت رفاعہ کی بیوی کا واقعہ بھی امام بخاری نے تین طلاق کے ثبوت اور واقع ہونے کے بارے میں نقل کیا ہے اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں (لاحتی یذوق عسیلتک وتذوقی عسیلتہ) یعنی تم اپنے شوہر کی طرف اس وقت تک رجوع نہیں کر سکتی ہو جب تک کہ تم اس نئے شوہر کا مزہ چکھ نہ لو اور وہ تمہارا مزہ نہ چکھ لے۔

(۵) جمہور نے محمود بن لبیدؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو نسائی میں مذکور ہے جس میں یہ الفاظ ہیں (طلق امراتہ ثلاث تطلیقات جمیعا) جس پر آنحضرت سخت ناراض ہوئے تھے لیکن اس ایک مجلس میں ایک ساتھ تین طلاق کو آنحضرت نے تین ہی تسلیم کرلیا اور اس کو ایک قرار نہیں دیا۔

(۶) سنن نسائی (باب احلال المطلقۃ ثلاثا) میں امام نسائی نے کئی احادیث نقل فرمائی ہیں جن سے تین طلاقوں کا واقع ہو جانا معلوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں عن ابن عمرؓ قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل یطلق امراتہ ثلاثا فیتزوجھا الرجل فیغلق الباب ویرخی الستر ثم یطلقھا قبل ان یدخل بھا لاتحل للاول حتی یجامعھا الآخر (سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۱۰۱)

یعنی آنحضرت ﷺ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو مثلاً اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا ہے اور پھر دوسرا آدمی اس سے نکاح کرتا ہے اور دروازہ بند کر کے پردہ لٹکا کر خلوت صحیحہ کر لیتا ہے لیکن جماع سے پہلے اسے طلاق دیتا ہے آیا یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی؟ آنحضرت نے فرمایا کہ جب تک یہ دوسرا شوہر اس سے جماع نہیں کرتا یہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

(۸) جمہور امت نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے ایک فتویٰ سے بھی استدلال کیا ہے آپ کے پاس دو آدمی اس کے متعلق استفتاء آیا تھا کہ ایک نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی تھیں اور دوسرے نے ستاروں کی تعداد کے برابر دی تھیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ وہ عورت ان سے جدا ہوگئی (بیہقی)۔

اسی طرح ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی تھیں تو حضرت ابن مسعود نے ان الفاظ سے فتویٰ دیا (بانت منک بثلاث و سائرهن معصية) (مصنف ابن ابی شیبہ) یعنی تین طلاقوں سے بیوی جدا ہوگئی اور باقی تیرے گناہ میں داخل ہیں۔

اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کا فتویٰ ہے (من طلق امراته ثلاثا فقد عصى ربه وبانت امراته) (مصنف ابن ابی شیبہ) جس نے تین طلاقیں اکٹھی دیدیں تو اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے جدا ہوگئیں دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں (لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره)۔

(۹) حضرت ابن عباسؓ سے تو طلاق ثلاثہ کے واقع ہونے کے بارے میں بے شمار اقوال منقول ہیں اور ان سے کثیر تعداد میں فتاویٰ مشہور ہیں۔ زیر بحث حدیث بھی حضرت ابن عباسؓ کا حکم اور فتویٰ ہے کہ سو طلاقوں میں تین سے بیوی مطلقہ ہوگئی اور ستانوے سے قرآن کریم کا مذاق اڑایا گیا، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں حضرت ابن عباس کے بہت سارے فتاویٰ منقول ہیں جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور عورت مغلظہ بن جاتی ہے۔

(۱۰) حضرت مجاہد نے اپنے استاذ حضرت ابن عباس کا ایک فتویٰ اس طرح نقل کیا ہے (قال رجل لابن عباس طلقت امراتي مائة قال تأخذ ثلاثا وتدع سبعا وتسعين (بیہقی) اسی مقام پر حضرت سعید بن جبیر کا فتویٰ بھی سنن بیہقی میں نقل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر ایک آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو بیوی اس پر حرام ہو جائے گی بہر حال صحابہ و تابعین کے بے شمار فتاویٰ اور بے شمار فیصلے موجود ہیں کہ ایک ساتھ تین طلاق دینے سے بیوی مغلظہ ہو کر جدا ہو جاتی ہے اور دوسرے شوہر سے نکاح و جماع کے بغیر پہلے شوہر کے لئے حرام ہو جاتی ہے سلف و خلف کے فقہاء اس پر متفق ہیں صحابہ و تابعین کا اس پر اتفاق ہے قرون وسطی کے علماء اس پر متفق نظر آتے ہیں، عرب و عجم کے علماء نے اس پر اتفاق کر لیا ہے، سعودی عرب کے بڑے بڑے مفتیوں کا یہی فتویٰ ہے، سعودیہ کے قاضی القضاۃ شیخ بن باز رحمہ اللہ نے طلاق ثلاثہ کے واقع ہو جانے پر فتووں کے علاوہ ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے، امت کے اس اتفاق کو دیکھ کر اہل ظواہر اور غیر مقلدین حضرات کے بارے میں تعجب بھی آتا ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے اور امت سے الگ ہونے پر بے اختیار شاعر کا حال

یاد آتا ہے جس نے کہا

نزلوا بمكة في قوافل نوفل ونزلت بالبيداء ابعد منزل

یعنی سب لوگ نوفل کے قافلے میں شامل ہو کر مکہ چلے گئے اور میں اکیلے دور دراز جنگل میں جا اترا۔

جوابات

غیر مقلدین حضرات کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ شارح مسلم علامہ نووی نے اس حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ شارحین حدیث کا متفقہ فیصلہ ہے سب کو چاہئے کہ حدیث کا وہی مفہوم اپنائیں، جو شارحین نے بیان کیا ہے چنانچہ علامہ نووی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں کی عادت ایسی تھی کہ ایک طلاق کے ساتھ تاکید کے لئے مزید دو الفاظ کہتے تھے گویا انت طالق طالق طالق میں پہلی بار ایک طلاق دینا مقصود ہوتا تھا اسی تاکید کے لئے دوسرا اور تیسرا کلمہ کہہ دیا کرتے تھے تین طلاق دینا نہ عادت تھی نہ رواج تھا لیکن بعد کے زمانہ میں لوگوں نے اس کلمہ کو تین بار دہرانا تین بار طلاق دینے کے لئے شروع کر دیا اس پر حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ اب لوگ اس تاکیدی سہولت کو نظر انداز کر رہے ہیں اور تین بار طلاق دہرانے سے تاکید نہیں بلکہ استیناف کا ارادہ کر کے تین طلاق دیتے ہیں اس لئے اب اس کو تین ہی قرار دینا پڑے گا یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت عمرؓ نے کسی شرعی حکم کو تبدیل نہیں کیا ہے بلکہ لوگوں کی عادت اور لوگوں کے افعال و اعمال اور لوگوں کے دستور اور عرف کی تبدیلی سے حکم بدل گیا ہے تو یا یہ حکم حضور اکرم کے عہد مبارک میں ایسا ہی ہوتا اگر لوگوں کی عادت اس وقت دور فاروقی کی عادت کی طرح ہوتی لیکن اس وقت غالب عادت ایک طلاق کی تھی اور بعد کے دور میں غالب عادت تین طلاق کی ہوگئی تو تین طلاق واقع ہو جانے کا عام حکم دیدیا گیا کیونکہ تین طلاق کی نیت سے طلاق دینا حضور کے زمانہ میں بھی تین طلاق ہی سمجھا جاتا تھا۔ عمر فاروق نے اسی تین کے حکم کو نافذ کیا ہے۔

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ عمر فاروق نے صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد یہ حکم نافذ کیا اور کسی صحابی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ لہذا اس پر اجماع صحابہ ہوگیا ہے غیر مقلدین حضرات اگر چہ زبان سے یہ نہیں کہتے کہ ہم صحابہ کے کسی فیصلہ کو نہیں مانتے لیکن اگر غور کیا جائے تو انہوں نے اپنے عمل سے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ صحابہ کرام کے اجماعی فیصلوں کے پابند نہیں ہیں مثلاً بیس رکعات تراویح میں یہ حضرات اپنے عمل سے صحابہ کرام کے اجماعی فیصلہ کو رد کر رہے ہیں طلاق ثلاثہ میں بھی یہی صورت حال ہے جمعہ کے لئے اذان میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ حضرت عثمان نے گھڑ لیا ہے حد خمر کے اسی (۸۰) کوڑوں میں اور اس قسم کے کئی فیصلوں میں یہ حضرات صحابہ کرام کی بات ٹھکراتے ہیں حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے (عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين)

غیر مقلدین حضرات کی دوسری دلیل حضرت رکانہ کی روایت ہے جس میں (بتہ) کا لفظ آیا ہے جس سے یہ حضرات تین طلاق مراد لیتے

ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے متن میں بہت اضطراب ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت رکانہ نے (ثلاثہ) کے لفظ کے ساتھ طلاق دی تھی بعض میں آیا ہے کہ آپ نے (البتۃ) کے لفظ کو طلاق کے لئے استعمال کیا تھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رکانہ نے ایک طلاق دی تھی چنانچہ نیل الاوطار جلد ۶ صفحہ ۲۴۱ میں اس کی تفصیل موجود ہے اسی لئے امام بخاری نے حضرت رکانہ کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کے تمام طرق کو ضعیف کہا ہے علامہ ابن عبدالبر نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، سنن ابوداؤد شریف کے متعدد طرق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی سند میں بھی اضطراب ہے امام ابوداؤد نے اس روایت میں (بتہ) کے لفظ سے طلاق دینے کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے اور (ثلاثا) کے الفاظ کو مرجوح قرار دیا ہے (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۹۸) حضرت رکانہ کی روایت اگر صحیح بھی ہو اور اس میں کچھ اضطراب نہ ہو پھر بھی اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ (البتۃ) کا لفظ کنائی الفاظ میں سے ایک لفظ ہے اور الفاظ کنائیہ میں سب کے نزدیک ان الفاظ کے استعمال کرنے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے یہی وجہ کہ حضرت رکانہ سے آنحضرت بار بار حلفیہ بیان لے رہے ہیں کہ ان الفاظ سے تم نے کیا ارادہ کیا تھا انہوں نے جواب دیا کہ میں ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طلاق کا فیصلہ فرمادیا اور بیوی کو ان کی طرف لوٹا دیا اگر حضرت رکانہ کہتے کہ میں نے تین طلاق کا ارادہ کیا تھا تو آنحضرت ضرور فیصلہ فرمادیتے کہ اب رجوع کی گنجائش نہیں کیونکہ تین طلاق کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا اگر تین طلاق بھی حضور اکرم کے نزدیک ایک ہوتی تو حضرت رکانہ سے بار بار قسم کے ساتھ ایک طلاق کے اقرار لینے کی ضرورت کیا تھی آپ صاف صاف فرمادیتے کہ ایک کی نیت کی ہو یا تین کی نیت کی ہو طلاق ایک ہی پڑ گئی ہے تین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا انصاف کی نظر سے اگر دیکھا جائے تو حضرت رکانہ کی روایت غیر مقلدین کی دلیل نہیں بنتی بلکہ جمہور فقہاء کی دلیل بنتی ہے کیونکہ غیر مقلدین تو کہتے ہیں کہ تین کی نیت کوئی کرے یا تین کے صریح الفاظ استعمال کرے طلاق صرف ایک واقع ہوتی ہے حالانکہ حضرت رکانہ کی حدیث میں ایک یا تین کی نیت کے فرق کو ظاہر کرنے کے لئے بار بار ان سے سوال کیا جارہا ہے۔ شارحین حدیث نے حدیث رکانہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں (ثلاثا) کے الفاظ جن راویوں نے استعمال کئے ہیں وہ درحقیقت روایت بالمعنی ہے اور انہوں نے (بتہ) کے لفظ سے تین طلاق کا مفہوم اخذ کر کے (ثلاثا) کے الفاظ کو نقل کیا ورنہ اصل روایت میں صرف (البتۃ) کا لفظ ہے جیسا کہ ابوداؤد سے معلوم ہورہا ہے۔

غیر مقلدین حضرات نے ان عمومی روایات سے بھی بڑے زور و شور سے استدلال کیا ہے جن میں اکٹھی تین طلاق دینے کی ممانعت آئی ہے اور اس کو ناپسند قرار دیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت اور وعید اپنی جگہ درست اور صحیح ہے لیکن ایک ممنوع کام کے کرنے کے بعد کیا اس کا اثر مرتب نہیں ہوگا؟ جمہور امت کا نظریہ یہی ہے کہ ایک ممنوع کام کو اگر کسی نے غلطی سے کرلیا تو اس کا اثر مرتب ہوتا ہے تین طلاق ایک ساتھ دینا اگرچہ ناپسندیدہ عمل ہے لیکن اس ناجائز اور قبیح اور مکروہ کام کے کرنے سے اس کا اثر ضرور پڑے گا صحابہ کرام نے تین سے زیادہ طلاق کو ناپسند قرار دیا اور سخت ناراضگی کا اظہار بھی کیا لیکن اس کے باوجود سو طلاقوں میں سے تین کو نافذ قرار دیا اسی طرح حالت حیض

میں ابن عمر کی طلاق کو حضور اکرم نے ناراضگی اور کراہت کے باوجود نافذ کردیا اس قسم کی بہت نظائر ہیں لہذا تین طلاق ایک ساتھ دینے کی کراہت کے باوجود صحابہ وتابعین اور جمہور امت نے اس کو تین مان کر نافذ قرار دیا ہے احتیاط اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جمہور کے مسلک پر فتویٰ دیا جائے۔

۳۶۷۲۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ:لِابْنِ عَبَّاسٍ أَتَعْلَمُ أَنَّمَا كَانَتِ الثَّلَاثُ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَثَلَاثًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ فَقَالَ:ابْنُ عَبَّاسٍ نَعَمْ

حضرت ابن طاؤس رحمہ اللہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت ابوالصہباء کہتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر کے زمانہ میں اور عمرؓ کے ابتدائی تین سال میں یہ دستور تھا کہ تین طلاق ایک شمار کی جاتی تھی، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں (جانتا ہوں)۔

۳۶۷۳۔وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ أَنَّ أَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ:لِابْنِ عَبَّاسٍ هَاتِ مِنْ هَنَاتِكَ أَلَمْ يَكُنِ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَاحِدَةً فَقَالَ:قَدْ كَانَ ذَلِكَ فَلَمَّا كَانَ فِي عَهْدِ عُمَرَ تَتَايَعَ النَّاسُ فِي الطَّلَاقِ فَأَجَازَهُ عَلَيْهِمْ

حضرت ابوالصہباء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ اپنی پوشیدہ خبریں لاؤ، کیا رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کے زمانہ کے دوران تین طلاق ایک شمار نہ ہوتی تھی؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ پھر جب عمرؓ کا زمانہ آیا تو لوگوں نے پے درپے طلاق دینا شروع کردیا تو حضرت عمرؓ نے اسے جائز قرار دے دیا (تین طلاقوں کو تین ہی شمار کیا جانے لگا۔

تشریح:

"ھات من ھناتک" ھنات ھن کی جمع ہے یہ ہر اس چیز سے کنایہ ہے کہ جس کے نام کی تصریح مناسب نہیں ہوتی ہو، یہاں عجائبات مراد ہیں "ای الامور المستغربة" کلام کے اس انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس کا تین طلاق کو ایک قرار دینا عام معاشرہ میں غیر معروف اور باعث تعجب تھا۔

باب وجوب الكفارة على من حرم امرأته ولم ينو الطلاق

جس نے اپنی بیوی کو طلاق کی نیت کے بغیر حرام کہہ دیا اس پر کفارہ ہے

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۶۷۴۔وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي الدَّسْتَوَائِيَّ قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ يُحَدِّثُ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فِي الْحَرَامِ يَمِينٌ يُكَفِّرُهَا وَقَالَ:ابْنُ عَبَّاسٍ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی اپنی بیوی کو قسم کے ساتھ کہے کہ تو (مجھ پر) حرام ہے تو اس پر کفارہ لازم ہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہارے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل میں بہترین نمونہ ہے

تشریح:

''فی الحرام'' یعنی کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس کا حکم کیا ہے، امام مسلم نے حضرت ابن عباس کے اثر کو نقل کیا ہے، امام بخاری نے بھی اس اثر کو صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں کفارۂ یمین ہے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ عسل سے استدلال کیا ہے، عام فقہاء کے نزدیک بیوی کو ''انت علی حرام'' کہنے سے جو اثر پڑتا ہے اس میں چودہ اقوال ہیں علامہ نووی نے سب کو ذکر کیا ہے آئمہ احناف کے نزدیک انت علی حرام کہنے والے شوہر سے پوچھا جائے گا کہ تمہاری نیت کیا تھی اگر اس نے ایلاء کی نیت کی ہو یا طلاق ثلاث کی نیت کی ہو یا واحد بائن کی نیت کی ہو یا ظہار کی نیت کی ہو تو اسی نیت کا اعتبار ہوگا اور اگر شوہر نے کوئی نیت نہیں کی ہو صرف یہ لفظ بولا ہو تو متاخرین احناف نے فتویٰ دیا ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی امام شافعیؒ کے نزدیک شوہر نے جو نیت کی اسی کا اعتبار ہوگا جیسا کہ احناف نے کہا ہے اور اگر شوہر نے کوئی نیت نہیں کی تو کفارۂ یمین لازم ہوگا ایک مرجوح قول میں ان کے نزدیک کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔

ائمہ احناف نے حضرت ابن عباس کے اس اثر کو ایلاء کی صورت پر محمول کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے واقعہ عسل سے متعلق سورۃ تحریم کی ابتدائی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر شہد کو حرام کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو قسم قرار دیا اور کفارۂ یمین کا حکم دیا۔ استدلال بہت واضح ہے اور مسئلہ کو اسی حد تک محدود کرنا بہت بہتر اور آسان ہے دیگر فقہاء کے اقوال کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے اگر کسی نے کہا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی تمام حلال چیزیں حرام ہیں تو مظاہر حق میں لکھا ہے فتویٰ یہی ہے کہ اس طرح کہنے سے اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی اگر چہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو۔

٣٦٧٥۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحَرِيرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ يَعْلَى بْنَ حَكِيمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا حَرَّمَ الرَّجُلُ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ فَهِيَ يَمِينٌ يُكَفِّرُهَا وَقَالَ: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ جس نے اپنی بیوی کو یہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو یہ ایک قسم ہے جس کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اور فرماتے تھے کہ: تمہارے واسطے رسول اللہ کے (طرز عمل) میں اسوۂ حسنہ ہے۔

٣٦٧٦۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يُخْبِرُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا قَالَتْ فَتَوَاطَأْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ أَنَّ أَيَّتَنَا مَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَلْتَقُلْ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ أَعُودَ لَهُ فَنَزَلَ (لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ) إِلَى قَوْلِهِ (إِنْ تَتُوبَا) لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ (وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا) لِقَوْلِهِ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا

حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے سنا بتلاتی تھیں کہ نبی ﷺ کا معمول تھا کہ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ کے یہاں (عموماً) ٹھہرا کرتے تھے اور وہاں شہد نوش فرماتے تھے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے اور حفصہؓ (زوجۂ رسول) نے ایک ہو کر طے کیا کہ نبی ﷺ ہم میں سے جس کے پاس بھی تشریف لائیں گے تو وہ آپ سے کہے گی کہ: میں آپ کے منہ سے ''مغافیر'' کی بو محسوس کر رہی ہوں''۔ شاید آپ نے مغافیر کھائی ہے۔ (وجہ اس کی یہ تھی کہ ان حضرات امہات المؤمنین کو ایک طرح سے رقابت کا احساس ہوا کہ آپ زینبؓ کے یہاں جاتے ہیں اور شہد تناول فرماتے ہیں، تو انہوں نے یہ طے کیا کہ آپ سے یہ کہیں گی کہ مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ مغافیر ایک گھاس کا نام ہے جسے اونٹ کھاتے تھے۔ نوویؒ نے فرمایا کہ اس کی بو نہایت ناگوار ہوتی تھی، تو آپ ﷺ کو بدبو سے نفرت تھی اس لئے کہا کہ مغافیر کی بو آتی ہے) چنانچہ آپ ﷺ دونوں میں سے کسی کے پاس تشریف لائے تو اس نے یہی کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ میں نے تو شہد پیا ہے، زینبؓ بنت جحش کے پاس۔ اور فرمایا میں ہرگز دوبارہ نہیں پیوں گا۔ تو اس پر آیت (تحریم) نازل ہوئی کہ: ''آپ کیوں حرام کرتے ہیں وہ جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے''۔ ان تتوبا تک۔ یعنی اگر عائشہ وحفصہؓ دونوں توبہ کر لیں۔ اور آیت میں جو فرمایا: جب نبی ﷺ نے چپکے سے اپنی بعض ازواج سے ایک بات کہی' اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے تو شہد پیا ہے''۔

تشریح:

"یمکث" یہ باری کے علاوہ دن کے وقت عصر کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت زینبؓ کے پاس بیٹھے تھے "فتواطیت" یہ مواطات سے ہے موافقت کرنے کے معنی میں ہے اصل میں تواطأت ہے۔ "ان ایتنا ما دخل" یہاں ما کالفظ زائد ہے یعنی ہم میں سے جس پر نبی اکرم ﷺ داخل ہو گئے "فلتقل" یعنی جس ام المؤمنین پر آنحضرت داخل ہو کر آجائیں تو اس کو کہنا چاہئے کہ یا رسول اللہ آپ کے منہ سے مغافیر کی مہک آرہی ہے۔

"ریح مغافیر" یہ مغفور کی جمع ہے جھاؤ وغیرہ کسی درخت کے پھل کا نام ہے، جو گوند کے مشابہ ہوتا ہے اس کی بو خراب ہوتی ہے حضور اکرم چونکہ فرشتوں سے ہم کلام ہوتے تھے اس لئے منہ کے رائحہ کا بہت ہی خیال فرماتے تھے ازواج مطہرات میں سے حضرت زینبؓ بنت جحش کے ہاں عصر کے وقت حضور اکرم تشریف لے جاتے حضرت زینب حضور اکرم ﷺ کو شہد پلاتی تھیں حضور اکرم ﷺ کو شہد بہت پسند تھا حضرت عائشہ پر حضور اکرم کا یہ فراق اور حضرت زینب کے پاس دیر تک بیٹھنا شاق گذرا اور حضرت حفصہ سے مشورہ کیا اور ایک منصوبہ تیار کیا کہ دونوں کہیں گی کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے چنانچہ دونوں نے ایسا کیا، حضور اکرم نے فرمایا کہ میں نے مغافیر تو نہیں کھایا البتہ شہد پیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ہاں ہو سکتا ہے کہ شہد کی مکھیوں نے اس پھل سے رس چوسا ہو اور لا کر شہد میں ڈالا ہو جس کا اثر شہد میں آگیا ہوگا یہ ایسا ہی طویل مفروضہ تھا جیسا کہ کسی نے اپنے طویل انتقال ذہن کے مفروضے میں کہا۔

کسی کو باغ میں جانے نہ دینا کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

بہر حال حضور اکرم ﷺ نے شہد کو اپنے اوپر حرام کیا اللہ تعالیٰ نے کفارۂ قسم ادا کرنے کا حکم دیا حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کا یہ منصوبہ چونکہ گھریلو حساس معاملہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہایت زوردار الفاظ میں تنبیہ فرمائی کہ اگر تم نے توبہ نہ کی تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ساتھ ہے بلکہ جبرائیل امین بھی نبی کے ساتھ ہیں اور تمام نیک اور صالح مسلمان بھی نبی کے ساتھ ہیں خیال کرو نبی کے لئے ہر قسم کی بیویاں موجود ہیں بیویوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔

۳۶۷۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ فَكَانَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ دَارَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَدْنُو مِنْهُنَّ فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَاحْتَبَسَ عِنْدَهَا أَكْثَرَ مِمَّا كَانَ يَحْتَبِسُ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ فَقِيلَ لِي أَهْدَتْ لَهَا امْرَأَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةً مِنْ عَسَلٍ فَسَقَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنْهُ شَرْبَةً فَقُلْتُ أَمَا وَاللَّهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِسَوْدَةَ وَقُلْتُ إِذَا دَخَلَ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ سَيَدْنُو مِنْكِ فَقُولِي لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ لَا

فَقُولِی لَهُ مَا هٰذِهِ الرِّيحُ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ أَنْ يُوجَدَ مِنْهُ الرِّيحُ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ فَقُولِي لَهُ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ وَسَأَقُولُ ذٰلِكَ لَهُ وَقُولِيهِ أَنْتِ يَا صَفِيَّةُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى سَوْدَةَ قَالَتْ تَقُولُ سَوْدَةُ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ كِدْتُ أَنْ أُبَادِئَهُ بِالَّذِي قُلْتِ لِي وَإِنَّهُ لَعَلَى الْبَابِ فَرَقًا مِنْكِ فَلَمَّا دَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ قَالَ: لَا قَالَتْ فَمَا هٰذِهِ الرِّيحُ قَالَ: سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ قَالَتْ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيَّ قُلْتُ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى صَفِيَّةَ فَقَالَتْ بِمِثْلِ ذٰلِكَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى حَفْصَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا أَسْقِيكَ مِنْهُ قَالَ: لَا حَاجَةَ لِي بِهِ قَالَتْ تَقُولُ سَوْدَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهَا اسْكُتِي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو شیرینی اور شہد پسند تھا چنانچہ آپ ﷺ عصر کی نماز سے فراغت کے بعد اپنی ازواج کے گھروں میں چکر لگاتے اور ان میں سے ہر ایک سے قریب ہوتے۔ ایک روز حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے پاس دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ دیر تک رکے رہے۔ میں نے اس بارے میں دریافت کیا تو مجھ سے کہا گیا کہ حفصہؓ کے لئے ان کی قوم کی طرف سے ایک کپی شہد کا ہدیہ آیا تھا۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس میں سے شہد پلایا ہے۔ میں نے کہا (دل میں) اللہ کی قسم! میں اس بارے میں ضرور کوئی حیلہ جوئی کروں گی۔ چنانچہ میں نے سودہؓ سے اس کا ذکر کر کے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس تشریف لائیں تو آپ سے ضرور قریب ہوں گے۔ تو اس وقت تم یہ کہنا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے؟ تو وہ کہیں گے نہیں تو آپ کہیئے گا کہ پھر یہ بو کیسی ہے؟ اور آنحضرت کو بدبو سے سخت نفرت تھی تو آپ ﷺ فوراً کہیں گے کہ مجھے حفصہؓ نے شہد کا گھونٹ پلایا ہے۔ تب آپ ان سے کہئے گا کہ شاید شہد کی مکھی نے عرفط کے درخت سے یہ رس چوسا ہے۔ اور (اگر میرے پاس تشریف لائے تو) میں بھی یہی کہوں گی اور اے صفیہ (اگر تمہارے پاس آئیں) تو تم بھی یہی کہنا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب سودہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو سودہؓ فرماتی ہیں کہ (اے عائشہ) قریب تھا کہ میں آپ سے پکار کر وہی بات کہہ دوں جو تم نے مجھ سے کہی تھی اور ابھی آپ ﷺ دروازہ پر ہی تھے (یعنی اتنی جلدی تھی کہنے کی) اور اس کی وجہ تمہارا ڈر تھا۔ خیر جب رسول اللہ ﷺ سودہؓ کے قریب ہوئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے؟ فرمایا کہ نہیں! انہوں نے کہا کہ پھر یہ بو کیسی ہے؟ فرمایا مجھے حفصہؓ نے شہد کا ایک گھونٹ پلا دیا تھا۔ سودہؓ نے فرمایا کہ شاید شہد کی مکھی نے عرفط کے درخت سے رس چوسا ہے۔ پھر جب آپ ﷺ نے میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی ویسی ہی بات کہی۔ پھر آپ ﷺ صفیہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی ویسی ہی بات کی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ (پھر کبھی) حضرت

حفصہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ: یارسول اللہ! کیا آپ کو شہد نہ پلاؤں؟ فرمایا: مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ سودہؓ کہتی تھیں کہ سبحان اللہ! اللہ کی قسم! ہم نے آپ ﷺ کے لئے شہد حرام کردیا (یعنی آپ ﷺ کو شہد سے روک دیا) تو میں (عائشہ) نے ان (سودہ) سے کہا کہ خاموش ہو جائیں۔

تشریح:

"الحلواء" میٹھی چیز مراد ہے خاص حلوہ مراد نہیں ہے باذوق حضرات میٹھی چیز کو پسند کرتے ہیں "لنحتالن" یعنی ہم کوئی حیلہ اور تدبیر بنائیں گے جس کے نتیجہ میں آنحضرت دوبارہ حضرت زینب کے گھر میں شہد نہیں پئیں گے۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے باب کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے عصر کے بعد حضرت زینب کے ہاں شہد پیا تھا اور حیلہ وتدبیر حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے ملکر بنایا تھا یہاں ہشام کی اس روایت میں ہے کہ شہد حضرت حفصہ کے ہاں پیا تھا اور حیلہ وتدبیر حضرت عائشہ اور حضرت سودہ نے بنایا تھا یہ واضح تعارض ہے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ تعدد واقعات پر محمول ہے تو حضرت زینب کے ہاں بھی واقعہ پیش آیا اور حضرت حفصہ کے ہاں بھی واقعہ پیش آیا تو تعارض دفع ہو گیا حافظ ابن حجر علامہ عینی اور علامہ کرمانی کی یہی رائے ہے۔

دوسرا جواب: دوسرا جواب یہ ہے کہ اصل قصہ حضرت زینب کے ہاں پیش آیا تھا اس روایت کو عبید بن عمیر حضرت عائشہ سے نقل کر رہے ہیں یہی روایت راجح ہے یہ ایک ہی واقعہ ہے قرآن کریم کی آیت "وان تظاهرا" اور "فقد صغت قلوبکما" اس کی تائید کر رہی ہے جس میں تثنیہ کا صیغہ ہے ہشام کی روایت میں حیلہ وتدبیر دو کے بجائے تین امہات المؤمنین کی طرف سے ہے جو عائشہ سودہ اور صفیہ ہے تو آیت میں جمع کا صیغہ ہونا ضروری تھا حضرت عمرؓ کی روایت میں آگے تصریح ہے کہ حیلہ وتدبیر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے کیا تھا قاضی عیاض علامہ نووی اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یقیناً ہشام کی روایت مرجوح ہے اور عبید بن عمر کی روایت راجح ہے ہشام کی روایت میں راویوں کی طرف سے بہت خلل آیا ہے۔

سوال: یہاں دوسرا سوال یہ ہے کہ اس طرح تدبیر وحیلہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے کس طرح اختیار کیا اس طرح معاملہ تو ان کی شان سے بہت بعید ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک بشری تقاضا ہے کہ ہر سوکن چاہتی ہے کہ ان کا شوہر ہمہ جہت ان کی طرف مائل اور متوجہ ہو خصوصاً آنحضرت کے بارے میں تو خالص دین کا پہلو مدنظر ہوتا تھا۔ ازواج مطہرات انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں تھیں اگر وہ بشریت سے متصف تھیں تو بشریت کا یہی تقاضا تھا اگر کوئی سوکن دوسری سوکن کے شوہر کے بارے میں اس طرح جذبات نہیں رکھتی تو وہ یا بشریت سے خالی

ہوگی یا ازدواجی زندگی کے میدان سے واقف نہیں ہوگی ویسے اللہ تعالیٰ نے جو عتاب فرمائی وہ کافی وشافی ہے ہمیں لب کشائی کی نہ ضرورت ہے نہ اجازت ہے۔ مودودی صاحب نے ناز یبا لب کشائی کی اب پچھتا تا ہوگا۔

"عکة " یہ برتن اور اس کپی کو کہتے ہیں جس میں شہد وغیرہ رکھا جاتا ہے" المعرفط " یہ ایک درخت کا نام ہے جو حجاز میں ہوتا ہے جس کے لمبے چوڑے پتے ہوتے ہیں اور ٹیڑھے کانٹے ہوتے ہیں اور سفید پھل ہوتا ہے اس درخت سے گوندھ نکلتا ہے اس گوندھ کا نام مغافیر ہے طائف میں ایک درخت کو میں نے دیکھا تھا اس پر ساتھیوں نے کافی بحث کی اس کا پھل سفید ہے طائف کے بازار میں بہت ہے شاید وہ پھل عرفط کا تھا آئندہ انشاء اللہ طائف جا کر تحقیق کروں گا" قالت "یعنی حضرت عائشہ نے فرمایا کہ سودہ کہتی تھی" ابادیه "یعنی قریب تھا کہ میں تیری تدبیر کو آنحضرت کے سامنے اس وقت جلدی جلدی ظاہر کردوں جب کہ آپ ابھی دروازہ پر ہی ہوں اور اندر آنے سے پہلے تیری تدبیر پر عمل کروں" فرقامنک " یہ صیغہ سمع یسمع سے ہے جو ڈرنے کے معنی میں ہے یعنی اے عائشہ تیرے خوف سے میں چاہتی تھی کہ آنحضرت ابھی دروازہ پر ہوں اور میں آپ کی تدبیر پر عمل شروع کروں لیکن میں نے آنحضرت کو آنے دیا جب آپ قریب ہوگئے تو میں نے بات کہدی" جرست نحله " ضرب یضرب سے ہے کسی چیز کو زبان سے چاٹنے کے معنی میں ہے یہاں چوسنا مراد ہے۔" تقول " یہ حضرت سودہ کی طرف سے افسوس کا اظہار ہے اور سبحان اللہ اسی تعجب وافسوس کے طور پر کہدیا ہے" حرمناه " یہ محروم کرنے کے معنی میں ہے یعنی ہم نے حیلہ کر کے نبی اکرم ﷺ کو شہد پینے سے محروم کردیا۔" اسکتی " حضرت عائشہ نے فرمایا خاموش ہوجاؤ اس افسوس کے اظہار سے راز فاش ہوجائے گا۔

۳۶۷۸۔ قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ بِهَذَا سَوَاءً وَحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ ۔

ان اسناد سے بھی سابقہ روایت ہی کا مضمون نقل کیا گیا ہے۔

باب من خير امرأته وقصة تخيير النبي ازواجه

جس نے اپنی بیوی کو خیار طلاق دیا اور نبی اکرم کی تخییر کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے دس احادیث کو بیان کیا ہے

۳۶۷۹۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُمِرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِتَخْيِيرِ أَزْوَاجِهِ بَدَأَ بِي فَقَالَ: إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلاَ عَلَيْكِ أَنْ لاَ

تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ قَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا لِيَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحاً جَمِيلاً وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْراً عَظِيماً﴾ قَالَتْ فَقُلْتُ فِي أَيِّ هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ قَالَتْ ثُمَّ فَعَلَ أَزْوَاجُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا کہ اپنی ازواج کو اختیار دے دیں (کہ چاہیں تو دنیا اور اس کا مال ومتاع اختیار کرلیں اور چاہیں تو رسول اللہ ﷺ کو اختیار کئے رہیں) تو آپ ﷺ نے مجھ سے پہلے ہی فرمادیا کہ: میں تم سے ایک معاملہ کاذکر کرنا چاہتا ہوں اور تم اس میں جلدی مت کرنا یہاں تک کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو۔ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو یہ علم تھا کہ میرے والدین کبھی مجھے رسول اللہ ﷺ سے علیحدگی کا حکم نہ کریں گے (اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والدین کے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ مت کرنا)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے نبی! آپ اپنی ازواج سے فرمادیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی کا عیش اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ، میں تم کو کچھ مال ومتاع دنیوی دیدوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کردوں (طلاق دے دوں) اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو، تو تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے''۔ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: میں کس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں، میں تو اللہ اور اس کے رسول اور عالم آخرت کو ہی چاہتی ہوں اس کے بعد دوسری ازواج رسول نے بھی میرے کئے پر عمل کیا۔

تشریح:

''لما امر رسول الله'' یعنی جب آنحضرت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آنحضرت اپنی ازواج کو یہ اختیار دیدیں کہ ان میں سے کون دنیا کو چاہتی ہے اور کون اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو چاہتی ہے جس نے دنیا کو اختیار کرلیا وہ الگ ہو جائے گی اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اختیار کرلیا وہ رہ جائے گی۔

تخییر کا واقعہ یا تو واقعہ عسل کے بعد پیش آیا تھا یا ماریہ کے قصہ کے بعد پیش آیا تھا یا کسی اور سبب سے پیش آیا تھا مگر ظاہر یہ ہے کہ دراصل یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا کہ جب خیبر فتح ہوا اور اموال کثیرہ حاصل ہو گئے تو ازواج مطہرات نے اپنے نفقہ بڑھانے کا مطالبہ کردیا نبی اکرم ﷺ نے ایک ماہ تک الگ ہونے کی قسم کھائی اور جا کر مسجد کے بالا خانے میں بیٹھ گئے مہینہ پورا ہونے پر تخییر کی آیتیں نازل ہوگئیں تو نبی اکرم ﷺ نے انتہائی شفقت کے ساتھ تخییر کا معاملہ ازواج پر پیش کردیا حضرت عائشہ کی شان بلند تھی تو سب سے پہلے مکالمہ ان

سے ہوا انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا مگر یہ کہا کہ دیگر ازواج کو میرا جواب نہ بتائیں تاکہ جلدی میں کوئی دنیا کو اختیار کر دے اور الگ ہو جائے سوکنیں کم ہو جائیں گی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میں صاف صاف بتاؤں گا کہ عائشہ نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا ہے تمہارا کیا خیال ہے سب ازواج نے حضرت عائشہ کی طرح جواب دیا اور کسی نے دنیا کو اختیار نہیں کیا اب رہ گیا یہ مسئلہ کہ بیوی کو صرف "اختاری" کہنے کا کیا اثر پڑتا ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

بیوی کو اختاری کہنے کا حکم

"بتخییر ازواجه" یعنی بیوں کو طلاق دینے کے اختیار کا حکم جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دیا تو حضرت پاک ﷺ نے مجھ سے ابتداء کی" فاخترنا الله "تو ہم سب نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اختیار کیا۔ صورت حال اس طرح ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے" کہ تم اپنے نفس کو اختیار کرلو یا مجھے اختیار کرلو" اب اگر بیوی نے اپنے آپ کو اختیار نہیں کیا بلکہ شوہر کو اختیار کیا تو اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ بیوی نے اپنا حق اور اختیار استعمال نہیں کیا تو جمہور امت کے نزدیک کچھ نہیں ہاں حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کی طرف منسوب ہے کہ وہ صرف اختیار دینے سے طلاق رجعی یا بائن کے واقع ہونے کے قائل تھے حضرت عائشہؓ نے شاید انہیں حضرات کی رائے کی سختی سے تردید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ صرف اختیار دینے سے کچھ نہیں ہوتا اور اگر بیوی نے اپنے آپ کو اور طلاق کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک طلاق بائن واقع ہوگی اور امام مالکؒ کے نزدیک تین طلاق پڑ جائیں گی۔

۳٦٨٠۔ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْتَأْذِنُنَا إِذَا كَانَ فِي يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا بَعْدَ مَا نَزَلَتْ ﴿ تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ ﴾ فَقَالَتْ لَهَا مُعَاذَةُ فَمَا كُنْتِ تَقُولِينَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذَا اسْتَأْذَنَكِ قَالَتْ: كُنْتُ أَقُولُ إِنْ كَانَ ذَاكَ إِلَيَّ لَمْ أُوثِرْ أَحَدًا عَلَى نَفْسِي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ایک زوجہ کی باری میں کسی اور کے پاس جانا چاہتے تو ہم میں سے اس زوجہ سے اجازت لیا کرتے تھے۔ بعد اس کے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجی من تشاء الخ "جسے چاہیں تو آپ الگ رکھیں ان (ازواج) میں سے اور جسے چاہیں ٹھکانہ دیئے رکھیں"۔ تو معاذہؓ نے ان سے (عائشہؓ سے) فرمایا کہ آپ کیا کہتی تھیں جب حضور علیہ السلام آپ سے اجازت مانگتے تھے؟ فرمانے لگیں کہ: میں کہتی تھی کہ اگر مجھے اس کا اختیار ہوتا تو میں اپنی ذات پر کسی کو ترجیح نہ دیتی"۔

تشریح:

"یستاذننا" یہ اس وقت کے ایک پس منظر کی طرف اشارہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے جب باری مقرر کرنے کا حکم ہٹا دیا گیا تو آپ کا طریقہ ایسا تھا کہ جس کی باری کا وقت ہوتا تو آپ اجازت مانگتے کہ میں کسی اور کے پاس جانا چاہتا ہوں تیرا کیا خیال ہے حضرت معاذہؓ نے حضرت عائشہؓ سے یہی سوال کیا ہے کہ اگر آپ سے حضور اکرم کسی اور زوجہ کے پاس جانے کی اجازت مانگتے تو آپ کا عمل کیسا ہوتا؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا "لم اوثر احدا علی نفسی" "میں تو اپنی ذات پر کسی اور کو ترجیح نہیں دیتی کیونکہ نبی کرم کی عظیم رفاقت کو دوسروں کے لئے کون پسند کرسکتا ہے۔

٣٦٨١ـ وَحَدَّثَنَاهُ الْحَسَنُ بْنُ عِيسَى أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ

اس طریق سے بھی سابقہ روایت ہی کی طرح حدیث منقول ہے۔

٣٦٨٢ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ خَيَّرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ نَعُدَّهُ طَلاَقاً

حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تھا لیکن ہم اسے طلاق شمار نہ کرتے تھے۔

٣٦٨٣ـ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: مَا أُبَالِي خَيَّرْتُ امْرَأَتِي وَاحِدَةً أَوْ مِائَةً أَوْ أَلْفاً بَعْدَ أَنْ تَخْتَارَنِي وَلَقَدْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقَالَتْ قَدْ خَيَّرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَفَكَانَ طَلاَقاً

حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میری بیوی نے مجھے اختیار کرلیا تو مجھے کوئی خوف نہیں اس بات کا کہ میں اسے ایک بار، یا سو بار یا ہزار بار اختیار دے دوں۔ اور میں نے عائشہؓ سے پوچھا تو فرمانے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تو کیا یہ طلاق ہوگیا؟۔

٣٦٨٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَيَّرَ نِسَائَهُ فَلَمْ يَكُنْ طَلاَقاً

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو اختیار دیا جو کہ طلاق (شمار) نہ ہوئی

٣٦٨٥ـ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ وَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ يَعُدَّهُ طَلاَقاً

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تو ہم نے آپ ﷺ ہی کو پسند کیا تو یہ طلاق شمار نہ کی گئی۔

۳۶۸۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ:يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ:الآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ يَعْدُدْهَا عَلَيْنَا شَيْئاً .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو اختیار دیا تو ہم نے آپ ہی کو پسند کیا۔ آپ نے اس (اختیار) کو کچھ بھی (طلاق) شمار نہ کیا۔

۳۶۸۷۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ بِمِثْلِهِ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔

۳۶۸۸۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوساً بِبَابِهِ لَمْ يُؤْذَنْ لأَحَدٍ مِنْهُمْ قَالَ: فَأُذِنَ لأَبِي بَكْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ أَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ فَوَجَدَ النَّبِيَّ ﷺ جَالِساً حَوْلَهُ نِسَاؤُهُ وَاجِماً سَاكِتاً قَالَ: فَقَالَ:لأَقُولَنَّ شَيْئاً أُضْحِكُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ رَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَأَلَتْنِي النَّفَقَةَ فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَوَجَأْتُ عُنُقَهَا فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرَى يَسْأَلْنَنِي النَّفَقَةَ فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى عَائِشَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا فَقَامَ عُمَرُ إِلَى حَفْصَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا كِلاَهُمَا يَقُولُ تَسْأَلْنَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ فَقُلْنَ وَاللَّهِ لاَ نَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَيْئاً أَبَداً لَيْسَ عِنْدَهُ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْراً أَوْ تِسْعاً وَعِشْرِينَ ثُمَّ نَزَلَتْ عَلَيْهِ هَذِهِ الآيَةُ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لأَزْوَاجِكَ) حَتَّى بَلَغَ (لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْراً عَظِيماً) قَالَ:فَبَدَأَ بِعَائِشَةَ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكِ أَمْراً أُحِبُّ أَنْ لاَ تَعْجَلِي فِيهِ حَتَّى تَسْتَشِيرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَتَلاَ عَلَيْهَا الآيَةَ قَالَتْ أَفِيكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَسْتَشِيرُ أَبَوَيَّ بَلْ أَخْتَارُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ وَأَسْأَلُكَ أَنْ لاَ تُخْبِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِكَ بِالَّذِي قُلْتُ قَالَ: لاَ تَسْأَلُنِي امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ إِلاَّ أَخْبَرْتُهَا إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتاً

وَلَا مُتَعَنِّتًا وَلٰكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز صدیق اکبرؓ آئے اور نبی ﷺ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی تو لوگوں کو آپ کے دروازہ پر بیٹھا پایا، ان میں سے کسی کو اجازت نہ ملی تھی۔ پھر ابو بکرؓ کو اجازت مل گئی تو وہ اندر داخل ہوئے۔ پھر عمرؓ آئے اور اجازت مانگی، انہیں بھی اجازت مل گئی، وہ اندر گئے تو دیکھا کہ نبی ﷺ ساکت وغمزدہ تشریف فرما ہیں اور آپ کی ازواج بھی آپ کے ارد گرد بیٹھی ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں یہ کہا کہ میں ضرور کوئی ایسی بات کہوں گا جو نبی ﷺ کو ہنسا دے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ: یارسول اللہ! کاش آپ دیکھتے کہ خارجہ کی بیٹی (میری اہلیہ) نے مجھ سے نفقہ کا مطالبہ کیا تو میں نے اچانک اٹھ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا کہ: جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ سب بھی میرے گرد بیٹھی نفقہ مانگ رہی ہیں یہ سن کر ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور حضرت عائشہؓ کی گردن دبوچنے لگے، جب کہ حضرت عمرؓ حضرت حفصہ کی گردن دبوچنے کو کھڑے ہو گئے۔ دونوں یہی کہتے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے اس چیز کا سوال کرتی ہیں جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ اور وہ کہتی تھیں کہ اللہ کی قسم! ہم کبھی بھی رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال نہیں کریں گے۔ بعد ازاں آپ اپنی ازواج سے ایک ماہ یا ۲۹ روز جدا رہے، پھر (سورۃ الاحزاب کی) یہ آیت نازل ہوئی: یاایھاالنبی قل لازواجک سے للمحسنات منکن اجرا عظیما تک۔ (ترجمہ پیچھے گذر چکا ہے اس باب کی پہلی حدیث کے تحت) چنانچہ آپ نے (تخییر کی) ابتداء سب سے پہلے حضرت عائشہؓ سے کی اور فرمایا: "اے عائشہ! میں چاہتا ہوں کہ ایک معاملہ تمہارے سامنے پیش کروں اور میری خواہش ہے کہ تم اس میں جلدی مت کرنا یہاں تک کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو"۔ انہوں نے فرمایا: وہ کیا ہے یارسول اللہ! آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمادی۔ اس کے جواب میں عائشہؓ نے فرمایا: کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ (نہیں) بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور دار آخرت کو (یعنی اس کے اجر و ثواب کو، مجھے دنیا کے ساز و سامان کی کوئی حاجت نہیں) اور میں آپ سے یہ مطالبہ کرتی ہوں کہ اس بارے میں آپ دیگر ازواج کو کچھ نہ بتائیں جو میں نے کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے جو بھی مجھ سے اس بارے میں پوچھے گی میں اسے ضرور بتلاؤں گا، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا اور دوسروں کی غلطیوں کو طلب کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے تو معلم اور آسانی کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

تشریح:

"فوجد الناس جلوسا" یعنی لوگ نبی اکرم ﷺ کے حجرۂ مبارکہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے "فاذن لابی بکر" صدیق اکبرؓ نے

اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی تو ان کو اجازت دیدی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت حجاب کا حکم نہیں آیا تھا اس لئے بعد میں حضرت عمر بھی اجازت سے داخل ہوگئے۔ ابن عربی کا یہی خیال ہے کہ اعتزال النساء اور تخییر النساء کا واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے مگر ابن حجر فرماتے ہیں کہ نزول حجاب سے یہ واقعات بہت بعد میں آئے تھے۔ دونوں کی اجازت سے ان کی خصوصیت اور عظمت کا پتہ چلتا ہے شیعہ روافض پر خدا کی لعنت ہو جو ایسے مخصوص بزرگوں کو گالیاں دیتے ہیں۔

"واجما ساکتا" وجم ضرب یضرب سے ہے شدید غم کی وجہ سے جب آدمی خاموش رہتا ہے اس کو کہتے ہیں گویا ساکتا کا لفظ اس کا ترجمہ ہے "ای هو الذی اشتد حزنه حتی امسک عن الکلام"

"بنت خارجة" یہاں یہ اشکال ہے کہ بنت خارجہ کا نام حبیبہ بنت خارجہ بن زید ہے یہ حضرت ابوبکر کی بیوی ہے حضرت عمر کی بیوی نہیں ہے اگر ہم یہ کہدیں کہ یہ کلام حضرت ابوبکر کا ہے حضرت عمر کا نہیں ہے تو یہ واضح ہے لیکن سیاق وسباق کا تقاضا ہے کہ یہ حضرت عمر کا کلام ہے تو یہاں دو باتوں میں وہم کا احتمال ہے یا تو حضرت عمر کی طرف نسبت میں وہم ہوگیا ہے یا بنت خارجہ کے لفظ میں وہم ہوگیا ہے بعض قابل اعتماد شارحین کہتے ہیں کہ یہ راجح ہے کہ کسی راوی سے بنت خارجہ کے نام لینے میں وہم ہوگیا ہے

"فوجات عنقها" وجأ یجأ سے وجاءت گردن موڑنے مروڑنے اور توڑنے کو کہتے ہیں یہاں گلا دبانا مراد ہے مسند احمد کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دونوں کو منع فرمادیا "معنتا ولا متعنتا" مسند احمد کی روایت میں "معنفا" کا لفظ آیا ہے سب کے معانی قریب قریب ہیں جو سختی تشدد اور توبیخ کے معنی میں ہے علامہ ابی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ "معنت" سے طبعی طور پر سختی کرنے والا مراد ہو اور متعنت سے وہ مراد ہو جو تکلف سختی کرنے والا ہو دونوں کی نفی ہے یعنی مجھے میرے رب نے کسی کو مشکلات ڈالنے والا اور کسی پر سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا ہے بلکہ مجھے سکھانے والا اور نرمی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

باب فی الایلاء واعتزال النساء وقصة عمرؓ

عورتوں سے الگ ہوکر ایلاء کرنے اور عمر فاروق کا قصہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

ملاحظہ: یہاں مکتبۃ البشری کے نسخہ میں عنوان ہے صحیح مسلم میں عنوان نہیں ہے کچھ شروحات میں عنوان نہیں ہے کچھ میں ہے واضح یہ ہے کہ اس عنوان کی ضرورت نہیں تھی لیکن میں مکتبۃ البشری کے نسخے کا پابند ہوں اس لئے عنوان باندھا۔

۳۶۸۹۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ سِمَاكٍ أَبِي زُمَيْلٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: لَمَّا اعْتَزَلَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ نِسَاءَهُ

قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا النَّاسُ يَنْكُتُونَ بِالْحَصَى وَيَقُولُونَ طَلَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نِسَاءَهُ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُؤْمَرْنَ بِالْحِجَابِ فَقَالَ:عُمَرُ فَقُلْتُ لَأَعْلَمَنَّ ذَلِكَ الْيَوْمَ قَالَ:فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ أَقَدْ بَلَغَ مِنْ شَأْنِكِ أَنْ تُؤْذِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ مَا لِي وَمَا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ عَلَيْكَ بِعَيْبَتِكَ قَالَ:فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ فَقُلْتُ لَهَا يَا حَفْصَةُ أَقَدْ بَلَغَ مِنْ شَأْنِكِ أَنْ تُؤْذِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَا يُحِبُّكِ وَلَوْلَا أَنَا لَطَلَّقَكِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَبَكَتْ أَشَدَّ الْبُكَاءِ فَقُلْتُ لَهَا أَيْنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ هُوَ فِي خِزَانَتِهِ فِي الْمَشْرُبَةِ فَدَخَلْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَبَاحٍ غُلَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَاعِداً عَلَى أُسْكُفَّةِ الْمَشْرُبَةِ مُدَلٍّ رِجْلَيْهِ عَلَى نَقِيرٍ مِنْ خَشَبٍ وَهُوَ جِذْعٌ يَرْقَى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَيَنْحَدِرُ فَنَادَيْتُ يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ لِي عِنْدَكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَنَظَرَ رَبَاحٌ إِلَى الْغُرْفَةِ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيَّ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئاً ثُمَّ قُلْتُ يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ لِي عِنْدَكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَنَظَرَ رَبَاحٌ إِلَى الْغُرْفَةِ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيَّ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئاً ثُمَّ رَفَعْتُ صَوْتِي فَقُلْتُ يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ لِي عِنْدَكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ظَنَّ أَنِّي جِئْتُ مِنْ أَجْلِ حَفْصَةَ وَاللَّهِ لَئِنْ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِضَرْبِ عُنُقِهَا لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهَا وَرَفَعْتُ صَوْتِي فَأَوْمَأَ إِلَيَّ أَنِ ارْقَهْ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى حَصِيرٍ فَجَلَسْتُ فَأَدْنَى عَلَيْهِ إِزَارَهُ وَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ وَإِذَا الْحَصِيرُ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ فَنَظَرْتُ بِبَصَرِي فِي خِزَانَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا أَنَا بِقَبْضَةٍ مِنْ شَعِيرٍ نَحْوِ الصَّاعِ وَمِثْلِهَا قَرَظاً فِي نَاحِيَةِ الْغُرْفَةِ وَإِذَا أَفِيقٌ مُعَلَّقٌ قَالَ:- فَابْتَدَرَتْ عَيْنَايَ قَالَ: مَا يُبْكِيكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَمَا لِي لَا أَبْكِي وَهَذَا الْحَصِيرُ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِكَ وَهَذِهِ خِزَانَتُكَ لَا أَرَى فِيهَا إِلَّا مَا أَرَى وَذَاكَ قَيْصَرُ وَكِسْرَى فِي الثِّمَارِ وَالْأَنْهَارِ وَأَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَصَفْوَتُهُ وَهَذِهِ خِزَانَتُكَ فَقَالَ: يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَنَا الْآخِرَةُ وَلَهُمُ الدُّنْيَا قُلْتُ بَلَى قَالَ: وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ حِينَ دَخَلْتُ وَأَنَا أَرَى فِي وَجْهِهِ الْغَضَبَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يَشُقُّ عَلَيْكَ مِنْ شَأْنِ النِّسَاءِ فَإِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مَعَكَ وَمَلَائِكَتَهُ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَأَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَالْمُؤْمِنُونَ مَعَكَ وَقَلَّمَا تَكَلَّمْتُ وَأَحْمَدُ اللَّهَ بِكَلَامٍ إِلَّا رَجَوْتُ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ يُصَدِّقُ قَوْلِي الَّذِي أَقُولُ وَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ آيَةُ التَّخْيِيرِ (عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجاً خَيْراً مِنْكُنَّ) (وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ

بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ) وَكَانَتْ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ وَحَفْصَةُ تَظَاهَرَانِ عَلَى سَائِرِ نِسَاءِ النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَطَلَّقْتَهُنَّ قَالَ: لَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَالْمُسْلِمُونَ يَنْكُتُونَ بِالْحَصَى يَقُولُونَ طَلَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نِسَائَهُ أَفَأَنْزِلُ فَأُخْبِرَهُمْ أَنَّكَ لَمْ تُطَلِّقْهُنَّ قَالَ: نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَلَمْ أَزَلْ أُحَدِّثُهُ حَتَّى تَحَسَّرَ الْغَضَبُ عَنْ وَجْهِهِ وَحَتَّى كَشَرَ فَضَحِكَ وَكَانَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ ثَغْراً ثُمَّ نَزَلَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ وَنَزَلْتُ فَنَزَلْتُ أَتَشَبَّثُ بِالْجِذْعِ وَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَأَنَّمَا يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا يَمَسُّهُ بِيَدِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا كُنْتَ فِي الْغُرْفَةِ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ قَالَ: إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعاً وَعِشْرِينَ فَقُمْتُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فَنَادَيْتُ بِأَعْلَى صَوْتِي لَمْ يُطَلِّقْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نِسَائَهُ وَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (وَإِذَا جَائَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ) فَكُنْتُ أَنَا اسْتَنْبَطْتُ ذَلِكَ الْأَمْرَ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةَ التَّخْيِيرِ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے اپنی ازواج سے جدائی اختیار فرمائی تو (اس زمانہ میں) میں ایک روز مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لوگ کنکریاں الٹ پلٹ رہے ہیں (جیسے خوب غور وفکر کے دوران انسان ایسا کرنے لگتا ہے) اور وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی۔ یہ واقعہ نزول حکم حجاب سے قبل کا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں ٹھان لی کہ آپ ﷺ کی حالت ضرور معلوم کروں گا (کہ واقعہ کیا ہوا) چنانچہ میں عائشہؓ کے پاس گیا اور کہا کہ: اے ابوبکرؓ کی بیٹی! کیا تمہارا یہ حال ہو گیا کہ تم رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینے لگیں۔ انہوں نے فرمایا کہ: میرا تمہارا کیا معاملہ ہے؟ اے ابن خطاب! تم اپنی پوٹلی کی خبر لو (یعنی اپنی بیٹی حفصہؓ کی خبر لو) چنانچہ میں حفصہ بنت عمر کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ: تمہارا یہ حال ہو گیا کہ تم رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچاؤ۔ اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ تجھ سے محبت نہیں فرماتے۔ اور اگر میں نہ ہوتا تو رسول اللہ تو تجھے طلاق دے چکے ہوتے۔ حفصہؓ یہ سن کر زار زار رونے لگیں۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ کہاں ہیں؟ وہ کہنے لگیں کہ وہ تو اپنے حجرہ کے خزانہ میں (اندرونی حصہ میں ہیں) چنانچہ میں وہاں داخل ہوا تو دیکھا کہ کہ رباح، رسول اللہ ﷺ کا غلام بالا خانہ کی چوکھٹ پر (دہلیز پر) اپنے دونوں پاؤں ایک کھدی ہوئی لکڑی پر لٹکائے بیٹھا ہے۔ یہی وہ لکڑی تھی جس پر سے رسول اللہ ﷺ چڑھتے اترتے تھے (بالا خانہ میں آنے جانے کے لئے) میں نے آواز لگائی کہ اے رباح! رسول اللہ ﷺ سے میرے لئے اپنی جانب سے اجازت طلب کرو۔ رباح نے ایک نظر کمرہ میں ڈالی، پھر میری طرف دیکھا لیکن کچھ نہیں کہا۔ میں نے پھر کہا: اے رباح! میرے واسطے اپنی جانب سے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لو، رباح نے پھر ایک نگاہ کمرہ میں ڈالی، پھر میری طرف دیکھا مگر کچھ کہا نہیں۔ اب کی

بار میں نے اونچی آواز میں پکارا اور کہا: اے رباح! میرے لئے رسول اللہ ﷺ سے اپنے پاس سے اجازت لو۔ میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں حفصہ کی وجہ سے آیا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ اس کی گردن مارنے کا حکم دیں گے تو میں ضرور اس کی گردن ماردوں گا۔ اور میں نے بلند آواز سے کہا۔ چنانچہ اس نے مجھے اشارہ کیا کہ چڑھ آؤ۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوا تو آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، میں بیٹھ گیا تو آپ نے اپنی ازار اپنے اوپر ڈال لی اور ازار کے علاوہ آپ کے بدن پر کچھ نہیں تھا۔ جب کہ چٹائی نے آپ کے پہلو پر نشانات ثبت کر دیئے تھے۔ میں نے اپنی نگاہ دوڑائی رسول اللہ ﷺ کے خزانہ میں تو اس میں میں نے چند مٹھی بھر تقریباً ایک صاع کے بقدر جو اور تقریباً اتنے ہی سلم کے پتے پڑے ہوئے پائے، کمرہ کے ایک کونے میں چمڑہ کے لٹکے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں چھلک اٹھیں۔ آپ نے فرمایا: کس وجہ سے روتے ہو؟ اے ابن خطاب! میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے کیا ہوا کہ میں نہ روؤں۔ یہ چٹائی ہے کہ اس نے آپ کے بازو میں نشانات ڈال دیئے۔ اور یہ آپ کا خزانہ ہے کہ جو کچھ میں اس میں دیکھ رہا ہوں اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ یہ قیصر و کسریٰ ہیں جو پھلوں اور نہروں میں (گھرے زندگی بسر کر رہے ہیں) اور یہ آپ ہیں جو اللہ کے رسول اور اس کے چنیدہ ہیں اور یہ آپ کا خزانہ ہے (تو پھر یہ حالت دیکھ کر میں کیوں نہ روؤں)۔ فرمایا: اے ابن الخطاب! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ہمارے لئے آخرت ہو اور ان کے لئے دنیا؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ فرماتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس داخل ہوا تھا تو آپ کے چہرۂ مبارک پر غصہ کے اثرات تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی ازواج کے معاملہ میں آپ کو کیا گراں گذر رہا ہے؟ اگر آپ انہیں طلاق دے دیں تو اللہ اور اس کے فرشتے آپ کے ساتھ ہیں۔ جبرئیل و میکائیل میں اور ابوبکرؓ اور سارے مسلمان آپ کے ساتھ ہیں۔ اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ میں آپ ﷺ سے کوئی بات کروں اور اپنی گفتگو میں اللہ کی تعریف کروں مگر یہ کہ میں یہ امید رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق فرمائے گا۔ میری بات کی جو میں کہتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت بھی یہ آیت تخییر نازل ہوگئی۔ عسی ربہ ان طلقکن الایہ اور یہ آیت وان تظاھرا علیہ فان اللہ الخ نازل ہوئی۔ "ممکن ہے کہ اس کا رب اگر وہ (نبی) طلاق دے تم کو کہ تمہارے سے بہتر ازواج بدلہ میں دیدے"۔

"اگر تم دونوں اس پر زبردستی کرو گے تو (یاد رکھو) بے شبہ اللہ تعالیٰ اس کا مولیٰ ہے، اور جبرئیل اور نیک مؤمنین اور تمام فرشتے اس کے بعد اس کے مددگار ہیں"۔ اور حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ اور حفصہ بنت عمرؓ دونوں نے تمام ازواج سے فوقیت حاصل کرنا چاہا تھا۔ (حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے انہیں طلاق دیدی ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں مسجد میں داخل ہوا تھا تو دیکھا کہ تمام مسلمان مسجد میں جمع ہیں اور کنکریوں کو الٹتے پلٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے۔ کیا میں نیچے جا

کرانہیں بتلادوں کہ آپ ﷺ نے طلاق نہیں دی ہے؟ فرمایا کہ ہاں! اگر تم چاہو تو ٹھیک ہے۔ پھر آپ سے گفتگو کرتا رہا یہاں تک کہ غصہ کے اثرات زائل ہو گئے چہرۂ مبارک سے اور آپ لب کھول کر ہنسے اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت مسکراہٹ والے تھے۔ بعد ازاں نبی ﷺ نیچے اترے اور میں بھی اترا تو میں تو کھجور کی ٹہنی پکڑ پکڑ کر اترتا تھا جب کہ نبی ﷺ ایسے اتر رہے تھے، گویا زمین پر چل رہے ہوں، آپ نے کسی چیز کو ہاتھ تک نہ لگایا (سہارے کیلئے) پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو اپنے حجرہ میں ۲۹ روز تک رہے (جب کہ قسم کھائی تھی ایک ماہ کی) فرمایا کہ: مہینہ ۲۹ کا بھی ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور اپنی بلند ترین آواز سے پکارا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی ہے اور یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی۔ واذا جاء ھم امر من الامن الخ اور (ان کا حال یہ ہے کہ) جب ان کے پاس امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں، اگر وہ اسے رسول اور اولوالامر صاحبان معاملہ کے پاس لے جائیں تو جان لیں ان لوگوں کو جو نکال لیتے ہیں ان میں سے اس بات کو (اس کی حقیقت کو)۔ (النساء ۴/۸۳) غرض میں ہی تھا جس نے اس معاملہ کی حقیقت کو نکالا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر (سورۃ الاحزاب والی آیت جو ماقبل میں گذر چکی ہے) نازل فرمائی۔

تشریح:

"قبل ان یؤمرن بالحجاب" یعنی ازواج سے ایلاء کا واقعہ نزول حجاب سے پہلے تھا اس جملہ سے یہ اشکال تو رفع ہو جاتا ہے جو اس سے پہلے حدیث میں ہے کہ صدیق و عمر اجازت کے بعد ازواج مطہرات پر داخل ہوئے ابن عربی کا بھی یہی خیال ہے لیکن یہاں ایک اور مشکل پیش آرہی ہے وہ یہ کہ نزول حجاب کا واقعہ تو حضرت زینب کے ولیمہ میں ہوا تھا اور ایلاء کا واقعہ تو شہد پینے کے بعد آیا تھا اس وقت شہد حضرت نے زینب کے ہاں پی لیا تھا اور پھر حضرت نے قسم کھائی تھی تو یہ جملہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے ازواج سے ایک ماہ کے لئے علیحدگی حجاب سے پہلے اختیار کی تھی۔ منۃ المنعم نے اس جملہ کو وہم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ نزول حجاب چار یا پانچ ہجری میں ہوا تھا اور آیندہ حدیث میں آرہا ہے کہ ایلاء کا واقعہ غسان کے بادشاہ کے حملہ کے خوف کے زمانہ میں ہوا تھا جس کا تذکرہ حضرت عمرؓ نے کیا ہے جو نو ہجری کا واقعہ ہے تکملہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس قصہ تخییر کو نقل کر رہے ہیں کہ اس نے ازواج مطہرات کو روتے ہوئے دیکھا تھا اور حضرت ابن عباس فتح مکہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے جو نو ہجری کا واقعہ ہے اور قصہ حجاب چار یا پانچ ہجری میں واقع ہوا ہے۔ اھ۔ بہتر یہی ہے کہ اس جملہ کو راوی کا وہم قرار دیا جائے۔

"ینکتون بالحصی" یہ کریدنے اور کنکریوں کو لوٹ پوٹ کرنے کے معنی میں ہے غمگین متفکر آدمی ریت کے ساتھ ایسا کرتا ہے یہ قبائلی پس منظر ہے "یابنت ابی بکر" یہ خطاب غصہ اور غضب کے انداز سے ہے "یاابن الخطاب" یہ خطاب اور جواب بھی غصہ

کے انداز سے ہے کہ آپ کا میرے ساتھ کیا کام ہے کہ مجھے مورد طعن ٹھہراتے ہو؟

"علیک بعیبتک" عیبۃ میں عین پر زبر ہے ی ساکن ہے ب پر فتح ہے یہ اس برتن اور تھیلی کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنا قیمتی اور نفیس سامان رکھتا ہے حضرت عائشہ نے اس خصوصی سامان سے حضرت حفصہ مراد لیا ہے یعنی مجھے کیا نصیحت کرتے ہو اپنی گھڑی اور اپنی بیٹی حفصہ کا خیال کرو وہ بھی تو اس معاملہ میں شریک ہے "اشد البکاء" یعنی حضرت حفصہ بہت زیادہ رونے لگی کیونکہ حضرت عمرؓ کا عتاب آمیز کلام انتہائی مؤثر تھا "فی خزانتہ" جہاں مال رکھا جاتا ہے اس کو خزانہ کہا گیا ہے یعنی سٹور اور گودام کے بالا خانہ میں ہے "المشربۃ" میم پر فتحہ ہے اور راء پر ضمہ اور فتحہ دونوں جائز ہے شین ساکن ہے بالا خانہ کے کمرہ کو کہتے ہیں "اسکفۃ" دروازہ کی چوکھٹ کو کہتے ہیں جس پر آدمی چوکیداری کے لئے بیٹھتا ہے۔

"مُدَلِّ" باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے پاؤں لٹکانے کے معنی میں ہے "نقیر" یہ منقور کے معنی میں ہے کھدی ہوئی لکڑی کو کہتے ہیں "جذع" کھجور وغیرہ درخت کے تنے کو کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ کھجور کے تنے کو تراش کر اس میں پاؤں رکھنے کے لئے پوڑیاں بنائی گئی تھیں جو اس زمانہ کی سیڑھی تھی یہ قبائلی نظام کا حصہ ہے شہری لوگ اس کو نہیں جانتے ہیں۔ "یرقی وینحدر" چڑھنے اور اترنے کو کہتے ہیں "فلم یقل شیئا" یہ اشارہ تھا کہ اندر آنے کی اجازت نہیں ہے "فاومأ" یعنی رباح نے اشارہ کیا کہ چڑھ جاؤ "ارقہ" چڑھنے کے معنی میں ہے ممکن ہے کہ حضرت عمر کی آواز آنحضرت نے سن لی اور کلام سن لیا تو اجازت دیدی۔ • حضرت عمر کی محبت کو دیکھیں کہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر نبی اکرم حفصہ کی گردن اڑانے کا کہدیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

"حصیر" چٹائی کو کہتے ہیں جو کھجور کی شاخوں کی چھال سے یا دیگر تنکوں سے بنائی جاتی ہے "فادنی علیہ" یعنی آنحضرت نے اپنے ازار کی چادر کو اپنے آپ پر لپیٹ لیا تاکہ عام حالت میں بیٹھنے کی طرح بیٹھ جائیں "ومثلھا قرظا" قرظ ایک قسم کے درخت کے پتوں کو کہتے ہیں اس درخت کو عربی میں "السلم" کہتے ہیں اس کے پتوں سے کھال کی دباغت کا کام لیا جاتا ہے "افیق معلق" یہ ادیم کے وزن پر ہے لفظاً و معناً اس کی جمع اُفُق ہے جیسے ادیم کی جمع اُدُم ہے یہ اس کھال کو کہتے ہیں جس کی دباغت پوری طرح مکمل نہیں ہوئی تھی یعنی ایک کچا چمڑہ اوپر لٹک رہا تھا۔

"فابتدرت عینای" یعنی میری آنکھوں نے آنسوں گرانے میں جلدی کی اور میں اختیار کے بغیر بے قابو ہو کر رونے لگا "وصفوتہ" یہ اصطفاء سے ہے چننے اور منتخب کرنے کے معنی میں ہے اسی سے مصطفیٰ ہے یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے برگزیدہ محبوب ہیں "واحمد اللہ" یہ جملہ معترضہ ہے اصل کلام "تکلمت بکلام" ہے یعنی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں جب بھی کوئی کلام کرتا تھا تو مجھے امید ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کلام میں سچا کریگا حضرت عمر کے اس کلام میں تکوین نظام کی طرف اشارہ ہے آپ تکوین کے انسان تھے تکوین کا سب سے بڑا آدمی حضرت خضر علیہ السلام تھے پھر یہ سلسلہ چلتا رہا اور اب تک چل رہا ہے حضرت عمر کے موافقات اسی

تکوینیات کا حصہ ہیں دریائے نیل کو خط لکھنا اور مدینہ سے نہاوند میں "ساریۃ الجبل" کی آواز دینا بھی اسی کا حصہ ہے۔ "تحسر الغضب" غصہ دور ہونے کے معنی میں ہے "ای زال وتکشف الغضب" "کثر" "ضرب یضرب سے ہے ابتدائی تبسم میں جب دانت نظر آنے لگتے ہیں اس کو کہتے ہیں اس کے بعد ضحک ہے پھر قہقہہ ہے پھر زھدق ہے پھر کثر ہے "ثغرا" "سامنے والے دانتوں کو ثغر کہتے ہیں "اتشبث بالجذع" "یعنی لکڑی کی سیڑھی کے ساتھ میں ہاتھ لگا چپکا کر مشکل سے نیچے اترنے لگا اور رسول اللہ ﷺ ایسے اترے گویا وہ ہموار زمین پر جا رہے ہیں یہاں خیال رکھنا چاہئے کہ حضرت عمرؓ نے پہلے دن کی ملاقات اور اوپر سے نیچے آنے کی ترتیب کو بیان نہیں کیا ہے بلکہ اپنے پہلے دن میں سیڑھی سے اترنے کو بیان کیا ہے اور پھر دوسرے موقع یعنی انتیس تاریخ کو نبی اکرم کے اترنے کی کیفیت کو بیان کیا ہے لیکن لگتا ایسا ہے کہ یہ ایک دن کا واقعہ ہے ایسا نہیں ہے اس حدیث میں درمیان میں یہ باتیں آگئی ہیں۔ "فقمت علی باب المسجد" "یہ اسی پہلے دن کے واقعہ سے متعلق مضمون ہے کہ میں جب مشکل سے سیڑھی سے اترا تو میں نے مسجد کے دروازہ میں کھڑے ہوکر اونچی آواز سے لوگوں کو بتادیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی ہے تاکہ منافقین وغیرہ کا پروپیگنڈہ ختم ہوجائے اور صالح مؤمنین کی تسلی ہوجائے۔

۳۶۹۰۔حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ قَالَ:مَكَثْتُ سَنَةً وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ آيَةٍ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَسْأَلَهُ هَيْبَةً لَهُ حَتَّى خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجْتُ مَعَهُ فَلَمَّا رَجَعَ فَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَدَلَ إِلَى الْأَرَاكِ لِحَاجَةٍ لَهُ فَوَقَفْتُ لَهُ حَتَّى فَرَغَ ثُمَّ سِرْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَزْوَاجِهِ فَقَالَ:تِلْكَ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ قَالَ:فَقُلْتُ لَهُ وَاللَّهِ إِنْ كُنْتُ لَأُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ هَذَا مُنْذُ سَنَةٍ فَمَا أَسْتَطِيعُ هَيْبَةً لَكَ قَالَ:فَلَا تَفْعَلْ مَا ظَنَنْتَ أَنَّ عِنْدِي مِنْ عِلْمٍ فَسَلْنِي عَنْهُ فَإِنْ كُنْتُ أَعْلَمُهُ أَخْبَرْتُكَ قَالَ:وَقَالَ:عُمَرُ وَاللَّهِ إِنْ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَا نَعُدُّ لِلنِّسَاءِ أَمْرًا حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِنَّ مَا أَنْزَلَ وَقَسَمَ لَهُنَّ مَا قَسَمَ قَالَ:فَبَيْنَمَا أَنَا فِي أَمْرٍ أَأْتَمِرُهُ إِذْ قَالَتْ لِي امْرَأَتِي لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا فَقُلْتُ لَهَا وَمَا لَكِ أَنْتِ وَلِمَا هَا هُنَا وَمَا تَكَلُّفُكِ فِي أَمْرٍ أُرِيدُهُ فَقَالَتْ لِي عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ مَا تُرِيدُ أَنْ تُرَاجَعَ أَنْتَ وَإِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ قَالَ:عُمَرُ فَآخُذُ رِدَائِي ثُمَّ أَخْرُجُ مَكَانِي حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا يَا بُنَيَّةُ إِنَّكِ لَتُرَاجِعِينَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ فَقَالَتْ حَفْصَةُ وَاللَّهِ إِنَّا لَنُرَاجِعُهُ فَقُلْتُ تَعْلَمِينَ أَنِّي

أُحَذِّرُكِ عُقُوبَةَ اللّٰهِ وَغَضَبَ رَسُولِهِ يَا بُنَيَّةُ لَا يَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِي قَدْ أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا وَحُبُّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِيَّاهَا ثُمَّ خَرَجْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ لِقَرَابَتِي مِنْهَا فَكَلَّمْتُهَا فَقَالَتْ لِي أُمُّ سَلَمَةَ عَجَباً لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قَدْ دَخَلْتَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى تَبْتَغِي أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَزْوَاجِهِ قَالَ: فَأَخَذَتْنِي أَخْذاً كَسَرَتْنِي عَنْ بَعْضِ مَا كُنْتُ أَجِدُ فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهَا وَكَانَ لِي صَاحِبٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غِبْتُ أَتَانِي بِالْخَبَرِ وَإِذَا غَابَ كُنْتُ أَنَا آتِيهِ بِالْخَبَرِ وَنَحْنُ حِينَئِذٍ نَتَخَوَّفُ مَلِكاً مِنْ مُلُوكِ غَسَّانَ ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَسِيرَ إِلَيْنَا فَقَدِ امْتَلَأَتْ صُدُورُنَا مِنْهُ فَأَتٰى صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَدُقُّ الْبَابَ وَقَالَ: افْتَحِ افْتَحْ فَقُلْتُ جَاءَ الْغَسَّانِيُّ فَقَالَ: أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ اعْتَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَزْوَاجَهُ فَقُلْتُ رَغِمَ أَنْفُ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ ثُمَّ آخُذُ ثَوْبِي فَأَخْرُجُ حَتّٰى جِئْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ يُرْتَقٰى إِلَيْهَا بِعَجَلَةٍ وَغُلَامٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَسْوَدُ عَلٰى رَأْسِ الدَّرَجَةِ فَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ فَأُذِنَ لِي قَالَ: عُمَرُ فَقَصَصْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثَ فَلَمَّا بَلَغْتُ حَدِيثَ أُمِّ سَلَمَةَ تَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَإِنَّهُ لَعَلٰى حَصِيرٍ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ وَتَحْتَ رَأْسِهِ وِسَادَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ وَإِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظاً مَضْبُوراً وَعِنْدَ رَأْسِهِ أُهُباً مُعَلَّقَةً فَرَأَيْتُ أَثَرَ الْحَصِيرِ فِي جَنْبِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَبَكَيْتُ فَقَالَ: مَا يُبْكِيكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ فِيمَا هُمَا فِيهِ وَأَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُونَ لَهُمَا الدُّنْيَا وَلَكَ الْآخِرَةُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک اس انتظار میں رہا کہ عمر بن الخطاب ؓ سے ایک آیت کے بارے میں سوال کروں لیکن ان کے ڈر کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ حج کے لئے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔ واپسی کے سفر میں ہم کسی راستہ میں تھے کہ وہ پیلو کے درختوں کی جانب مڑ گئے، قضائے حاجت کے لئے جب فارغ ہو گئے اور میں پھر ان کے ساتھ چلنے لگا تو اسی دوران میں نے سوال کیا کہ امیر المؤمنین وہ دو ازواج کونسی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ پر زور ڈالا آپ ﷺ کی ازواج میں سے؟

فرمایا: وہ حفصہ اور عائشہ ہیں (پہلے حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی کا نام لیا بعد میں حضرت عائشہؓ کا تا کہ اپنی بیٹی کا قصور زیادہ نظر آئے) میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں ایک سال سے آپ سے اس بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے نہ کر سکا۔ فرمایا ایسا نہ کرو، جس چیز کے بارے میں تمہارا خیال ہو کہ مجھے اس کے بارے میں کچھ علم ہے تو مجھ سے پوچھا کرو، اگر میں جانتا ہوں تو تمہیں بتلا دوں گا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پھر عمرؓ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! ہم جاہلیت میں عورتوں کو کچھ نہ سمجھتے تھے (کوئی قابل ہستی نہ تھی ہماری نظروں میں) لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں احکامات وحقوق نازل فرمائے اور ان کے لئے (مال وراثت اور حقوق) تقسیم فرمائے۔
ایک بار میں کسی معاملہ میں مشورہ کررہا تھا کہ میری بیوی نے (ازخود رائے دیتے ہوئے کہا کہ) اگر تم ایسا ایسا کرلیتے (تو اچھا ہوتا، یعنی معاملہ میں یوں کرلو تو بہتر ہوگا) میں نے کہا تمہارا کیا دخل ہے؟ اور جو کام میں کرنا چاہتا ہوں تمہارا اس سے کیا واسطہ اور تعلق ہے؟ (تم اپنے کام سے کام رکھو) وہ کہنے لگی: اے ابن الخطاب! تمہارے اوپر تعجب ہے، تم تو چاہتے ہو کہ تمہیں کوئی جواب ہی نہ دے۔ جب کہ تمہاری بیٹی (حفصہؓ) کا حال یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے معاملات میں گفتگو کرتی ہے حتی کہ (بعض اوقات) آپ ﷺ دن بھر غصہ میں رہتے ہیں۔ (عمرؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنی چادر اٹھائی گھر سے نکلا اور سیدھا حفصہ کے یہاں داخل ہوا اور اس سے کہا اے میری بیٹی! کیا تم رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتی ہو یہاں تک کہ آپ دن بھر غصہ میں رہتے ہیں؟ حفصہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم تو آپ کو جواب دیتے ہیں (معاملات میں مشورہ دیتے ہیں) میں نے کہا کہ تم جان لو اچھی طرح کہ میں تمہیں اللہ کی پکڑ اور اس کے رسول کے غصہ سے ڈراتا ہوں اور اے میری بیٹی! تمہیں اس بیوی سے دھوکہ نہ ہوجائے جسے اپنے حسن نے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت نے خود پسند بنادیا ہے۔ (اس سے مراد حضرت عائشہؓ ہیں۔ اور مقصد یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو عائشہؓ پر قیاس مت کرو وہ تو رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ ہیں تمہیں ان کی طرح ناز نہ کرنا چاہئے۔ پھر میں وہاں سے نکلا اور ام سلمہؓ کے پاس داخل ہوا کہ میری ان سے قرابت داری تھی اور ان سے اس معاملہ میں گفتگو کی تو ام سلمہؓ نے مجھ سے کہا اے ابن الخطاب! تمہارے اوپر تعجب ہے۔ تم ہر بات میں ضرور دخل دیتے ہو یہاں تک کہ اب تم چاہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ازواج کے باہمی معاملات میں بھی دخل اندازی کرو۔ (عمرؓ فرماتے ہیں کہ) مجھے ان کی اس بات نے روک دیا اس بات کے کرنے سے جو میں اپنے دل میں پاتا تھا۔ پھر میں وہاں سے نکل آیا۔ میرا ایک انصاری ساتھی تھا اور ہمارے درمیان یہ طے تھا کہ جب میں آپ ﷺ کی مجلس سے غائب ہوتا تو وہ میرے پاس خبریں لے کر آتا اور وہ غائب ہوتا تو میں اس کے پاس خبریں لے جاتا۔ ان دنوں ہم غسانی بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے خوف میں تھے۔ ہم سے ذکر کیا گیا کہ وہ ہماری طرف چلنے والا ہے ہمارے سینے اس کے خوف سے بھرے ہوئے تھے کہ اسی دوران میرا انصاری ساتھی آیا، دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ کھولو کھولو۔ میں (اس کی جلد بازی سے) یہ سمجھا کہ غسانی آگئے لہذا) میں نے کہا غسانی آگئے کیا؟ اس نے کہا اس سے بھی زیادہ سخت معاملہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار فرمالی ہے۔ میں نے فوراً کہا حفصہؓ اور عائشہؓ کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ان دونوں ہی نے اپنی باتوں سے یہ دن دکھایا)۔ پھر میں نے اپنا کپڑا اٹھایا، وہاں سے نکلا اور سیدھا آپ ﷺ کے پاس آیا تو رسول اللہ اپنے بالا خانہ میں تشریف فرما تھے جس پر کھجور کے تنے کی مدد سے

چڑھا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک حبشی غلام سیڑھی کے اوپر کھڑا تھا۔ میں نے آواز لگائی کہ عمر ہے۔ مجھے اجازت مل گئی۔ میں نے (اندر جاکر) سارا قصہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کر دیا جب میں ام سلمہؓ کی بات پر پہنچا تو رسول اللہ مسکرا اٹھے۔ آپ اس وقت ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے اور درمیان میں کوئی چیز نہ تھی (چادر گدا وغیرہ) سر مبارک کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ جس میں پتے بھرے ہوئے تھے، آپ پاؤں کے قریب سلم کے کچھ پتے تھے جب کہ سرہانے کچا چمڑا بغیر دباغت کے لٹکا ہوا تھا۔ میں نے چٹائی کے نشانات رسول اللہ ﷺ کے پہلوئے مبارک پر دیکھے تو مجھ پر گریہ طاری ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بلاشبہ کسریٰ وقیصر دونوں کیسے عیش و عشرت میں ہیں اور آپ اللہ کے رسول کس تکلیف کی حالت میں ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس پر خوش اور راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے تو دنیا ہی ہو اور تمہارے واسطے آخرت (کے انعامات) ہوں

تشریح:

"ما ظننت" یہ خطاب کا صیغہ ہے مطلب یہ ہے "کنا ببعض الطریق" اس جگہ سے مر الظهران مراد ہے جس کو آج کل وادی فاطمہ کہتے ہیں حج سے واپس جانے پر یہ گفتگو ہوئی ہے "عدل" یعنی مڑ گئے "الی الاراک" هو بفتح الهمزة شجرة طويلة خضراء ناعمة كثيرة الورق والاغصان خوارة العود يستاك بفروعها طيب الفكهة له حمل كحمل عناقيد العنب اهـ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑ کا درخت ہے "ماظننت" خطاب کا صیغہ ہے یعنی ایسا نہ کرو بلکہ جب تم سمجھتے ہو کہ میرے پاس کوئی علم ہے تو اس کا پوچھا کرو۔ "ما نعد النساء امرا" یعنی جاہلیت میں ہم عورتوں کے لئے کوئی حق مانتے ہی نہ تھے نہ ان کا کوئی حکم ہوتا تھا "ائتمره" یہ ائتمار باب افتعال سے ہے یعنی میں اپنے کسی کام کے حل کے لئے اپنے بارے میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی نے مداخلت کی اور اور کہا کہ یہ کام اگر آپ اس طرح کرتے یا ایسا کرتے تو اچھا ہوتا میں نے کہا تیرا یہاں کیا کام ہے اور میرے کام میں تیری یہ مداخلت کیسی ہے؟ "تراجع انت" یہ مجہول کا صیغہ ہے ای تجاب ويقال فی رد كلامك شیء یعنی آپ بالکل بات کو برداشت نہیں کرتے ہو کہ آپ کو کوئی جواب دیا جائے اور آپ کے کلام کو رد کیا جائے حالانکہ آپ کی بیٹی حفصہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بات لوٹاتی ہے اور جواب دیتی ہے "ناخذ ردائی" یہ جلدی نکلنے کے لئے تعبیر ہے کہ بس مجھے تو چادر لینے کی دیر تھی اور مکان سے نکلنے کی دیر تھی کہ میں نکل گیا "فاخذتنی" یعنی ام سلمہؓ کے اس جملہ نے مجھ پر اتنا اثر کیا اور مجھے اتنا غم ہوا کہ "فکسرتنی" ای صرفتنی یعنی اس جملہ کے اثر اور غم نے مجھے توڑ کر رکھا اور مجھے اپنے ارادہ سے ہٹا دیا "اذا غبت" یعنی ہم نے یہ ترتیب رکھی تھی کہ جس دن میں آنحضرت کی مجلس میں شریک نہیں ہوسکتا تھا تو وہ شریک ہو کر مجھے خبریں لاتا تھا اور اسی طرح میں کرتا تھا۔

"من ملوک غسان" اس بادشاہ کا نام حارث بن ابی شمر تھا یہ تیاری کر رہا تھا کہ مدینہ پر حملہ کر دے صحابہ کرام کو اس کی بڑی تشویش تھی

اس کا اظہار عمر فاروق نے کیا ہے "اشد من ذلک" یعنی غسانی بادشاہ کے حملہ سے بڑھ کر واقعہ ہوا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے دلوں میں بادشاہوں کے حملے اور مدینہ میں جنگ سے یہ غم بڑھ کر تھا جس غم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی صدمہ پہنچ جائے اور طلاق کا غم ذاتی غم اور صدمہ تھا۔

"بعجلها" ایک نسخہ میں "بعجلة" ہے اسی سیڑھی کا نام ہے جس کا ذکر اس سے پہلے ہوگیا ہے کھجور کے تنے کو تراش کر یہ بنایا جاتا تھا" من ادم" کھال کو کہتے ہیں "حشوها" یعنی اندر جو بھرا جاتا ہے اور بطور روئی استعمال کیا جاتا ہے وہ "لیف" تھا کھجور کے تنے کے ساتھ ایک جالی لگی رہتی ہے جو نرم ہوتی ہے جس کو تکیہ اور تلائی میں بطور روئی بھرا جاتا ہے اسی کو لیف کہتے ہیں "قرظا" سلم درخت کے پتے مراد ہیں "مصبورا" ڈھیر اور جمع شدہ کے معنی میں ہے ایک نسخہ میں مضبوا بھی ہے دونوں کا معنی ایک ہے۔

"اهبا" دونوں پر ضمہ بھی ہے اور فتحہ بھی ہے یہ احاب کی جمع ہے کچی کھال کو کہتے ہیں اور مطلق کھال کو بھی کہہ سکتے ہیں "معلقة" کچی کھال جب سوکھ جاتی ہے تو اس کو چھت یا دیوار کے ساتھ لٹکا کر سنبھالا جاتا ہے یہ قبائلی نقشہ ہے۔

۳۶۹۱۔وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:أَقْبَلْتُ مَعَ عُمَرَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ كَنَحْوِ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ:قُلْتُ شَأْنُ الْمَرْأَتَيْنِ قَالَ:حَفْصَةُ وَأُمُّ سَلَمَةَ وَزَادَ فِيهِ وَأَتَيْتُ الْحُجَرَ فَإِذَا فِي كُلِّ بَيْتٍ بُكَاءٌ وَزَادَ أَيْضاً وَكَانَ آلَى مِنْهُنَّ شَهْراً فَلَمَّا كَانَ تِسْعاً وَعِشْرِينَ نَزَلَ إِلَيْهِنَّ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث بعض تراجم کے ساتھ منقول ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مر الظہران کے مقام پر میری حضرت عمرؓ سے گفتگو ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجروں کی طرف آیا تو ہر گھر میں آہ و بکا تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی بطور ایلاء۔ جب ۲۹ دن ہوگئے تو آپ بالاخانہ سے نیچے اتر کر ان ازواج کے پاس تشریف لے گئے۔

تشریح:

"بمر الظهران" مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے آج کل اس کو وادی فاطمہ کہتے ہیں "شان المراتين" استفہام ہے بعض نسخوں میں حرف استفہام موجود ہے یعنی ان دو عورتوں کا قصہ اور حال کیا تھا یہ کون تھیں؟

"قال حفصة وام سلمة" یعنی یہ حفصہ اور ام سلمہ تھیں کسی روای سے یہاں وہم ہوگیا ہے اور ام سلمہ کا نام لیا ہے یہ حفصہ اور عائشہ تھیں جس طرح دیگر روایات میں ہے "الحجر" یہ جمع ہے اس کا مفرد حجرۃ ہے ازواج مطہرات کے حجرے اور مکانات مراد ہیں۔

ایلاء کی تعریف اور حکم

''و کان آلی منھن شھرا '' آلی ایلاء سے ہے قسم کھانے کو کہتے ہیں اسی لفظ کے پیش نظر علامہ نووی نے ابتداء میں باب کے عنوان میں ایلاء کا لفظ ذکر کیا ہے۔ امرأالقیس نے ایلاء کو قسم کے معنی میں اس طرح ذکر کیا ہے۔

وَيَوْمًا عَلٰى ظَهْرِ الْكَثِيْبِ تَعَذَّرَتْ عَلَيَّ وَآلَتْ حِلْفَةً لَمْ تَحَلَّلِ

یہاں بھی حدیث میں ایلاء کو قسم کے معنی میں ذکر کیا گیا ہے یہ ایلاء لغوی معنی میں ہے یعنی آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی۔ ایلاء اصطلاحی کی تعریف یہ ہے''واما الایلاء المصطلح فھو الحلف علی ترک قربانھا اربعۃ اشھر او اکثر'' یعنی اصطلاحی ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ یا اس سے زیادہ وقت تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کریگا

غیر مقلدین کے نزدیک ایلاء کے لئے کوئی وقت اور مدت مقرر نہیں ہے چار ماہ سے کم کی قسم کھانے سے بھی ایلاء ہو جاتی ہے غیر مقلدین کا مسلک قرآن کی اس آیت کے منافی ہے ﴿للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر﴾ اسی طرح ان کا مسلک اس حدیث کے بھی خلاف ہے''لا ایلاء فیما دون اربعۃ اشھر رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ'' اسلام سے پہلے جاہلیت میں ایلاء دو سال طویل عرصہ تک لمبی ہوتی تھی۔

ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر اس شخص نے چار ماہ کے اندر بیوی سے جماع کیا یا زبانی طور پر رجوع کیا تو اس رجوع بالفعل اور رجوع بالقول کے ذریعہ سے ایلاء کی حیثیت ختم ہوگئی۔ یہ شخص حانث ہوگیا اب یہ کفارۂ قسم ادا کرے گا۔ اور اگر اس شخص نے چار ماہ تک رجوع نہیں کیا اور چار ماہ گذر گئے تو ائمہ احناف کے نزدیک اس سے خود بخود ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی قاضی کی طرف سے تفریق بین الزوجین کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس شخص کو طلاق دینے یا رجوع کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ امام مالک کی ایک روایت بھی احناف کی طرح ہے امام شافعی اور امام احمد اور اہل ظواہر کے نزدیک چار ماہ کی مدت گذر جانے سے خود بخود طلاق واقع نہیں ہوتی ہے بلکہ قاضی اس سے کہدیگا کہ یا رجوع کرلو یا طلاق دیدو اگر وہ شخص ہر حکم سے انکار کرتا ہے تو پھر قاضی دونوں کے درمیان تفریق کرلے گا جو ایک طلاق بائن ہوگی جمہور نے قرآن کی آیتوں سے بطور اجتہاد استدلال کیا ہے ائمہ احناف نے مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس کو ملا علی قاری نے مرقات میں نقل کیا ہے الفاظ یہ ہیں عن ابن عباس وابن عمر قالا اذا آلی ولم یفیء حتی مضت اربعۃ اشھر فھی تطلیقۃ واحدۃ (رواہ ابن ابی شیبۃ) بہرحال یہ اجتہادی مسائل ہیں جو نصوص سے مستنبط ہیں۔

۳۶۹۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ وَهُوَ مَوْلَى الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنْتُ أُرِيدُ أَنْ

أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَلَبِثْتُ سَنَةً مَا أَجِدُ لَهُ مَوْضِعاً حَتَّى صَحِبْتُهُ إِلَى مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ ذَهَبَ يَقْضِي حَاجَتَهُ فَقَالَ: أَدْرِكْنِي بِإِدَاوَةٍ مِنْ مَاءٍ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ وَرَجَعَ ذَهَبْتُ أَصُبُّ عَلَيْهِ وَذَكَرْتُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ فَمَا قَضَيْتُ كَلَامِي حَتَّى قَالَ: عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ سے ان دو ازواج کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا جنہوں نے رسول اللہ کے زمانہ میں زور ڈالا تھا۔ آپ ﷺ پر (جس کا ذکر سورۃ التحریم میں ہے) میں ایک سال تک اسی فکر میں رہا اور مجھے کوئی موقع نہیں مل رہا تھا یہاں تک کہ میں عمرؓ کا ہمسفر ہوا مکہ کے سفر میں۔ جب ہم مر الظہران میں تھے تو انہوں نے حاجت کے لئے جانا چاہا اور کہا کہ پانی کی چھاگل لے آؤ۔ میں لے کر آیا۔ جب قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے تو میں گیا اور ان (کے ہاتھوں پر) پانی بہانے لگا۔ مجھے وہی بات یاد آگئی تو میں نے کہا اے امیر المؤمنین! وہ عورتیں کون ہیں جب میں اپنی بات پوری کر چکا تو فرمانے لگے کہ وہ عائشہ و حفصہؓ ہیں۔

تشریح:

''مولى العباس '' اس سند میں یہ لفظ اسی طرح واقع ہے اور یہ سفیان بن عیینہ کی روایت اور قول ہے امام بخاری اور امام مالک نے اس کو مولی آل زید بن الخطاب قرار دیا ہے اور سفیان بن عیینہ کے قول کو غلط قرار دیا ہے ''ادر کنی باداوۃ '' یعنی پانی کا لوٹا چھاگل لاکر مجھے دیدو۔ ''فما قضيت كلامي '' یعنی ابھی میرا سوال پورا نہیں ہوا تھا کہ عمر فاروق نے فرمایا کہ عائشہ اور حفصہ تھیں یہ حضرت عمر کی علمی صداقت تھی۔

٣٦٩٣ ـ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ وَتَقَارَبَا فِي لَفْظِ الْحَدِيثِ قَالَ: ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا وَقَالَ: إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمْ أَزَلْ حَرِيصاً أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ: اللّٰهُ تَعَالَى (إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا) حَتَّى حَجَّ عُمَرُ وَحَجَجْتُ مَعَهُ فَلَمَّا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَدَلَ عُمَرُ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْإِدَاوَةِ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ أَتَانِي فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَانِ قَالَ: اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا (إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا) قَالَ: عُمَرُ وَاعَجَباً لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: الزُّهْرِيُّ كَرِهَ وَاللّٰهِ مَا سَأَلَهُ عَنْهُ وَلَمْ يَكْتُمْهُ قَالَ: هِيَ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ ثُمَّ أَخَذَ يَسُوقُ الْحَدِيثَ قَالَ: كُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ قَوْماً نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا

قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَجَدْنَا قَوْماً تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَتَعَلَّمْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ قَالَ:- وَكَانَ مَنْزِلِي فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ بِالْعَوَالِي فَتَغَضَّبْتُ يَوْماً عَلَى امْرَأَتِي فَإِذَا هِيَ تُرَاجِعُنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي فَقَالَتْ مَا تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللَّهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعْنَهُ وَتَهْجُرُهُ إِحْدَاهُنَّ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ فَانْطَلَقْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ أَتُرَاجِعِينَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ أَتَهْجُرُهُ إِحْدَاكُنَّ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ قَدْ خَابَ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ مِنْكُنَّ وَخَسِرَ أَفَتَأْمَنُ إِحْدَاكُنَّ أَنْ يَغْضَبَ اللَّهُ عَلَيْهَا لِغَضَبِ رَسُولِهِ ﷺ فَإِذَا هِيَ قَدْ هَلَكَتْ لَا تُرَاجِعِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَلَا تَسْأَلِيهِ شَيْئاً وَسَلِينِي مَا بَدَا لَكِ وَلَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْسَمَ وَأَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْكِ يُرِيدُ عَائِشَةَ قَالَ: وَكَانَ لِي جَارٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَيَنْزِلُ يَوْماً وَأَنْزِلُ يَوْماً فَيَأْتِينِي بِخَبَرِ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ وَآتِيهِ بِمِثْلِ ذَلِكَ وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ الْخَيْلَ لِتَغْزُوَنَا فَنَزَلَ صَاحِبِي ثُمَّ أَتَانِي عِشَاءً فَضَرَبَ بَابِي ثُمَّ نَادَانِي فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ قُلْتُ مَاذَا أَجَاءَتْ غَسَّانُ قَالَ: لَا بَلْ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ وَأَطْوَلُ طَلَّقَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءَهُ فَقُلْتُ قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ قَدْ كُنْتُ أَظُنُّ هَذَا كَائِناً حَتَّى إِذَا صَلَّيْتُ الصُّبْحَ شَدَدْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي ثُمَّ نَزَلْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَهِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ: أَطَلَّقَكُنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ لَا أَدْرِي هَا هُوَ ذَا مُعْتَزِلٌ فِي هَذِهِ الْمَشْرُبَةِ فَأَتَيْتُ غُلَاماً لَهُ أَسْوَدَ فَقُلْتُ اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ فَقَالَ: قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ فَجَلَسْتُ فَإِذَا عِنْدَهُ رَهْطٌ جُلُوسٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ فَجَلَسْتُ قَلِيلاً ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ ثُمَّ أَتَيْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ فَقَالَ: قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَوَلَّيْتُ مُدْبِراً فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي فَقَالَ: ادْخُلْ فَقَدْ أَذِنَ لَكَ فَدَخَلْتُ فَسَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى رَمْلِ حَصِيرٍ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ فَقُلْتُ أَطَلَّقْتَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ نِسَاءَكَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَقَالَ: لَا فَقُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَوْ رَأَيْتَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ قَوْماً نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَجَدْنَا قَوْماً تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَتَعَلَّمْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ فَتَغَضَّبْتُ عَلَى امْرَأَتِي يَوْماً فَإِذَا هِيَ تُرَاجِعُنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي فَقَالَتْ مَا تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللَّهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعْنَهُ وَتَهْجُرُهُ إِحْدَاهُنَّ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ فَقُلْتُ قَدْ خَابَ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ مِنْهُنَّ وَخَسِرَ أَفَتَأْمَنُ إِحْدَاهُنَّ أَنْ يَغْضَبَ اللَّهُ عَلَيْهَا لِغَضَبِ

رَسُولِهِ ﷺ فَإِذَا هِيَ قَدْ هَلَكَتْ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْسَمُ مِنْكِ وَأَحَبُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْكِ فَتَبَسَّمَ أُخْرَى فَقُلْتُ أَسْتَأْنِسُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: نَعَمْ فَجَلَسْتُ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فِي الْبَيْتِ فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ فِيهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ إِلَّا أُهُبًا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ ادْعُ اللَّهَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ يُوَسِّعَ عَلَى أُمَّتِكَ فَقَدْ وَسَّعَ عَلَى فَارِسَ وَالرُّومِ وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ فَاسْتَوَى جَالِسًا ثُمَّ قَالَ: أَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أُولَئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَقُلْتُ اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَانَ أَقْسَمَ أَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حَتَّى عَاتَبَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے آرزو رہی کہ حضرت عمرؓ سے پوچھوں کہ وہ دو عورتیں ازواج النبی ﷺ میں سے کون تھیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر تم دونوں توبہ کرلو اللہ سے تو بلا شبہ تمہارے دل جھک جائیں گے''۔ حتی کہ عمرؓ نے حج کیا، میں نے بھی آپ کے ہمراہ حج کیا۔ جب ہم راستہ میں کسی مقام پر تھے تو عمرؓ راستہ سے کنارہ میں ہو گئے، میں بھی پانی کا مشکیزہ لے کر کنارہ میں ہو گیا۔ انہوں نے قضائے حاجت سے فراغت کی، پھر میرے پاس آئے تو میں نے پانی ان کے ہاتھوں پر انڈیل دیا انہوں نے وضو کیا۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! اور اپنا سوال دہرادیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: بڑا ہی تعجب ہے تمہارے اوپر اے ابن عباس! امام زہریؒ کہتے ہیں کہ عمرؓ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ ان سے یہ سوال کیوں نہ کیا گیا اور کیوں اسے چھپایا گیا۔ پھر فرمایا کہ وہ دونوں حفصہ اور عائشہؓ ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ واقعہ بیان کرنے لگے کہ: ''ہم قریش کے لوگ ایسی قوم تھے جو عورتوں کو دبا کر رکھتے تھے، جب ہم مدینہ آئے تو ایسی قوم کو پایا کہ ان کی عورتیں ان پر غالب رہتی تھیں، چنانچہ ہماری عورتوں نے بھی ان عورتوں کی خصلتیں اپنانی شروع کردیں، میرا گھر بنوامیہ بن زید کے قبیلہ میں عوالی میں واقع تھا، ایک روز میں اپنی بیوی پر غصہ ہوا تو وہ مجھے جواب دینے لگی، مجھے اس کی یہ حرکت ناگوار گذری کہ مجھے جواب دیتی ہے۔ اس نے کہا تمہیں میرے جواب دینے پر ناگواری ہوتی ہے اللہ کی قسم! نبی ﷺ کی ازواج تو آپ ﷺ کو جواب بھی دیتی ہیں اور ان میں سے ایک تو دن بھر رات تک آپ ﷺ کو چھوڑ بھی دیتی ہے، چنانچہ یہ سن کر میں چلا اور حفصہ کے پاس داخل ہوا اور کہنے لگا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتی ہو، اس نے کہا ہاں! میں نے کہا کہ کیا تم میں سے کوئی آپ ﷺ کو دن بھر کے لئے رات تک چھوڑ بھی دیتی ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے کہا کہ تم میں سے جس نے بھی ایسا کیا ہے تو وہ ناکام ہوگئی اور نقصان میں رہی۔ کیا تم میں سے کسی کو اس بات کا ڈر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے رسول ﷺ کے غضب کی وجہ سے غضبناک ہوگا، پھر تو وہ ہلاک وتباہ ہوجائے گی۔ رسول اللہ کو

جواب مت دیا کر، نہ آپ سے کچھ مانگا کر، مجھ سے مانگا کرو، اور اس بات سے ہرگز دھوکہ میں مبتلا مت ہونا تمہاری پڑوسن یعنی حضرت عائشہؓ زیادہ پیاری ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب ہیں تمہاری بہ نسبت''۔ اور فرمایا کہ میرا ایک انصاری پڑوسی تھا، ہم نے باری مقرر کی ہوئی تھی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضری کی۔ ایک روز وہ حاضر ہوا کرتا تھا (مجلس رسول میں) اور ایک روز میں۔ وہ میرے پاس خبر لاتا آپ ﷺ کے اوپر جو وحی نازل ہوتی اس کی یا اس کے علاوہ دیگر اور میں بھی ایسی ہی خبریں اس کے پاس لاتا تھا، اور ہمارے درمیان ان دنوں یہ گفتگو ہوا کرتی تھی کہ شاہ غسان اپنے گھوڑوں کے نعل لگا رہا ہے تاکہ ہم سے قتال کرے۔ انہی دنوں میں ایک روز میرا ساتھی گیا، پھر وہ میرے پاس آیا عشاء کے وقت اور میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے زور سے پکارا، میں باہر نکلا تو اس نے کہا کہ ایک بہت بڑا واقعہ پیش آیا ہے، میں نے کہا کیا ہوا؟ کیا شاہ غسان آ گیا؟ اس نے کہا نہیں! بلکہ اس سے بھی زیادہ عظیم اور طویل معاملہ پیش آیا وہ یہ کہ نبی ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے میں نے کہا کہ حفصہ تو نامراد و ناکام ہوگئی، مجھے خود یہ خیال تھا کہ ایسا ہونے والا ہے۔ پھر میں نے صبح کی نماز جب پڑھ لی تو اپنے کپڑے باندھے، نیچے اترا اور حفصہ کے پاس داخل ہوا تو وہ رو رہی تھی، میں نے کہا کہ کیا رسول اللہ نے تم لوگوں کو طلاق دیدی ہے؟ وہ کہنے لگی: مجھے نہیں معلوم! آپ ﷺ اور ہے حجرہ کے میں عزلت نشین ہیں۔ میں آپ ﷺ کے ایک حبشی غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ عمر کے لئے اجازت مانگو۔ وہ اندر گیا پھر باہر نکلا میری طرف اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کا تذکرہ کیا تھا لیکن حضور علیہ السلام خاموش رہے۔ میں وہاں سے چل دیا اور منبر کے پاس آ کر بیٹھ گیا، وہاں پر ایک جماعت صحابہ کی بیٹھی تھی۔ بعض لوگ ان میں سے رو رہے تھے، میں تھوڑی دیر تو بیٹھا لیکن پھر اندر کی کیفیت کا مجھ پر غلبہ ہوا تو میں پھر اسی غلام کے پاس آیا اور کہا کہ عمر کے لئے اجازت مانگو۔ وہ اندر گیا پھر میری طرف نکل کر آیا اور کہا کہ میں نے تمہارا تذکرہ تو کیا ہے آپ ﷺ سے لیکن آپ خاموش رہے۔ میں یہ سن کر پیٹھ پھیر کر چلا یا تو اچانک وہ غلام مجھے بلانے لگا اور کہنے لگا جاؤ اندر جاؤ تمہیں اجازت مل گئی ہے۔ میں اندر داخل ہوا، رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا، آپ چٹائی کی بناوٹ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جب کہ چٹائی کے نشانات آپ ﷺ کے پہلو پر لگ گئے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے؟ آپ ﷺ نے میری طرف سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ نہیں۔ میں نے کہا اللہ اکبر۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کاش آپ ہمیں دیکھتے کہ ہم گروہ قریش کے لوگ اپنی عورتوں پر غالب رہتے تھے جب ہم مدینہ آئے تو ہم نے ایسے لوگوں کو پایا جن کی عورتیں ان کے اوپر حاوی ہیں۔ ہماری عورتوں نے بھی ان عورتوں سے ان کی عادات سیکھنی شروع کردی۔ چنانچہ ایک روز میں اپنی بیوی کے اوپر غصہ ہوا تو آگے سے وہ مجھے جواب دینے لگی۔ مجھے بہت ناگوار ہوا کہ وہ مجھے جواب دے۔ وہ کہنے لگی کہ تمہیں یہ بات ناگوار ہوتی ہے کہ میں تمہیں جواب دوں، اللہ کی قسم! نبی ﷺ کی

ازواج تو آپ کو نہ صرف جواب دیتی ہیں بلکہ ایک تو دن بھر رات تک کے لئے آپ ﷺ کو چھوڑ دیتی ہے۔ میں نے کہا کہ ان میں سے جس نے بھی یہ کیا تو وہ بلاشبہ ناکام ہوگئی۔ کیا وہ بے وقوف ہے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوگا اپنے رسول اللہ ﷺ کے غصہ کی وجہ سے؟ تب تو وہ ہلاک ہو جائے گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں حفصہ کے پاس گیا تھا اور اسے میں نے کہا کہ: تمہیں تمہاری پڑوسن کی وجہ سے دھوکہ نہ ہو، وہ تو زیادہ خوبصورت ہے اور رسول اللہ ﷺ کو تمہاری بہ نسبت زیادہ محبوب ہے، نبی ﷺ دوبارہ مسکرائے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ایسی ہلکی پھلکی گفتگو جاری رکھوں؟ (تاکہ آپ کے دل سے رنج وکلفت کی کیفیت زائل ہو جائے) فرمایا: ہاں! چنانچہ میں بیٹھ گیا، میں نے سر اٹھا کر گھر میں نگاہ دوڑائی تو اللہ کی قسم! میں نے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جسے دیکھ کر نگاہ واپس لوٹتی (یعنی کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے دوبارہ دیکھنے کا تقاضا ہوتا) سوائے تین کچے چمڑوں کے۔ لہذا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ آپ کی امت پر وسعت فرمادے، اس نے فارس وروم پر تو وسعت وکشادگی کی راہیں کھولی ہوئی ہیں حالانکہ وہ تو عبادت بھی نہیں کرتے اللہ عزوجل کی۔ (یہ سن کر رسول اللہ ﷺ جو نیم دراز تھے) اٹھ کر بیٹھ گئے پھر فرمایا: اے ابن خطاب! تم اب بھی شک میں پڑے ہوئے ہو؟ یہ فارس وروم تو وہ قوم ہیں جن کے واسطے ان کی عمدہ چیزیں حیاتِ دنیا میں ہی دے دی گئیں ہیں (آخرت میں انہیں نہیں ملیں گی)۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے لئے استغفار کیجئے۔ آپ ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے ان پر شدید غصہ کی وجہ سے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عتاب اور تنبیہ فرمائی۔ (قرآن میں سورۃ الاحزاب کی آیت اور تحریم کی آیت میں)۔

تشریح:

"عدل عمر" یعنی حضرت عمر راستے سے قضائے حاجت کے لئے کنارہ کش ہوگئے اور میں بھی راستے سے کنارہ کش ہوگیا اور چھاگل ہاتھ میں لیکر پانی کے ساتھ حاضر ہوا "فتبرز" یعنی حضرت عمر نے قضائے حاجت کرلی "واعجبا لک" یعنی اتنا مشہور واقعہ اتنے بڑے عالم پہ کیسے پوشیدہ رہا اس پر تعجب ہے۔ "قال الزهری" یعنی امام زہری نے حضرت عمر کے اس تعجب کی وجہ یہ بتائی کہ "کرہ" یعنی قسم بخدا حضرت عمر نے یہ پسند نہیں کیا کہ اتنے لمبے عرصہ تک ابن عباس نے ان سے یہ مسئلہ کیوں نہیں پوچھا "ولم یکتمه" یعنی حضرت عمر ان سے یہ مسئلہ نہ چھپاتے بلکہ مکمل کر بتاتے یہ ترجمہ اس نسخہ کے مطابق ہے جو عام نسخہ ہے اور ہر جگہ موجود ہے صرف ایک بریلوی عالم نے اس کا ترجمہ صحیح کیا ہے باقی کسی مترجم نے ترجمہ صحیح نہیں کیا ہے جو تراجم میرے سامنے ہیں سب میں غلطی ہے اس بریلوی عالم نے ترجمہ تو اس عام نسخہ کے مطابق صحیح کیا ہے لیکن نسخہ "ولم کتمه" نقل کیا ہے اگر یہ نسخہ ہے تو یہ عمدہ نسخہ ہے پھر ترجمہ یہ ہوگا کہ حضرت عمر کو یہ بات پسند نہ آئی کہ اب تک ابن عباس نے یہ مسئلہ ان سے پوچھا کیوں نہیں اب تک کیوں چھپائے رکھا۔ الحمدللہ بڑی عرق

ریزی سے میں اس عبارت کے مقصد تک پہنچ گیا طلبہ کو دعا کرنی چاہئے۔

"ثم اخذ "یعنی حضرت عمر پھر مکمل قصہ بیان کرنے لگے "فی بنی امیة بن زید "یہ انصار کے ایک قبیلہ کا نام ہے "العوالی "مدینہ سے جنوب کی جانب علاقے کو عوالی کہتے ہیں اسی طرف مسجد قباء واقع ہے۔"وتھجرہ "یہ ہجران سے ہے بات نہ کرنے کے معنی میں ہے "ان کانت " یہ ان مصدر یہ ہے "ای کون جارتک "جارۃ سے مراد سوکن ہے جو حضرت عائشہؓ تھیں "اوسم "یہ وسامہ ہے خوبصورت صاحب جمال کے معنی میں ہے ای لایغرنک کون ضرتک اجمل منک یعنی یہ بات تم کو دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تیری سوکن خوبصورت اور صاحب جمال ہے اس کے ہر ناز وانداز کو آنحضرت برداشت کرتے ہیں تم ایسی نہیں ہو تجھے تو حضور اکرم نے میری وجہ سے رکھا ہے یہاں ناز کی گنجائش نہیں ہے یہ پورے کلام کا خلاصہ ہے "تنعل خیلا "یعنی یہ گفتگو عام تھی کہ غسانی بادشاہ گھوڑوں کے کھروں میں نعل بندی کر رہا ہے اور ہمارے خلاف لڑنے کی مکمل تیاری کر رہا ہے۔"علی رمل حصیر "ای علی حصیر منسوج باوراق النخل وہ چٹائی جو کھجور کے پتوں سے بنائی گئی ہو۔"کانا "یعنی مجھے پہلے سے خیال تھا کہ اس طرح ہوگا "ھل استانس "یعنی یا رسول اللہ! کیا میں بیٹھ کر گفتگو کے ساتھ آپ سے انس حاصل کر سکتا ہوں؟ یعنی بیٹھ سکتا ہوں آپ نے فرمایا ہاں۔

"موجدتہ "ای عن شدۃ غضبہ یعنی سخت غصہ وغضب کی وجہ سے آنحضرت نے قسم کھائی تھی۔

٣٦٩٤ـ قَالَ:الزُّهْرِيُّ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَضَى تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَدَأَ بِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا وَإِنَّكَ دَخَلْتَ مِنْ تِسْعٍ وَعِشْرِينَ أَعُدُّهُنَّ فَقَالَ: إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ ثُمَّ قَالَ:- يَا عَائِشَةُ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيَّ الْآيَةَ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ) حَتَّى بَلَغَ (أَجْرًا عَظِيمًا) قَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ عَلِمَ وَاللَّهِ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا لِيَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ فَقُلْتُ أَوَفِي هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ قَالَ:مَعْمَرٌ فَأَخْبَرَنِي أَيُّوبُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَا تُخْبِرْ نِسَائَكَ أَنِّي اخْتَرْتُكَ فَقَالَ:لَهَا النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ اللَّهَ أَرْسَلَنِي مُبَلِّغًا وَلَمْ يُرْسِلْنِي مُتَعَنِّتًا قَالَ:قَتَادَةُ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا مَالَتْ قُلُوبُكُمَا

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے عروہؓ نے حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے بتلایا کہ انہوں نے فرمایا: "جب ۲۹ راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور پہلے ہی مجھ سے بات کرنا شروع کر دی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ تک کی قسم کھائی تھی، جب کہ آپ تو ۲۹ دن کے بعد آگئے کہ میں تو ایک ایک دن شمار کر رہی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مہینہ کا اطلاق کبھی ۲۹ یوم پر بھی ہوتا ہے۔ پھر فرمایا: اے عائشہؓ

میں تم سے ایک بات ذکر کرنے والا ہوں، تم اس میں عجلت سے کام مت لینا یہاں تک کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو، پھر آپ ﷺ نے میرے سامنے یا ایھا النبی سے اجرا عظیما تک آیات کی تلاوت فرمائی (سورۃ الاحزاب ۲۷/۴) ترجمہ: ''اے نبی! کہہ دیجئے اپنی ازواج سے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ سامان دنیا دے دوں اور خوبی کے ساتھ تمہیں رخصت کردوں (طلاق دے کر) اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے''۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! آپ جانتے ہیں کہ میرے والدین مجھے کبھی آپ سے علیحدگی کا مشورہ نہ دیں گے، بہر حال میں نے کہا کہ: کیا اس معاملہ میں والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ اور رسول اور دار آخرت کی بہتری چاہتی ہوں۔ حضرت معمرؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایوب نے بتلایا کہ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے فرمایا: آپ اپنی دوسری ازواج کو مت بتلائیے گا کہ میں نے آپ ﷺ کو اختیار کیا ہے۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مبلغ اور بات پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے، مشکل میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا (یعنی میں تو اس بات کو چھپا نہیں سکتا)۔ قتادہؒ نے فرمایا: صغت قلوبکما کے معنی ہیں کہ تم دونوں کے دل مائل ہو گئے''۔

باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها وقصة فاطمه بنت قيس

مطلقہ مغلظہ کے لئے نان ونفقہ نہیں اور فاطمہ بنت قیس کا قصہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے چوبیس احادیث کو بیان کیا ہے

۳۶۹۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلُهُ بِشَعِيرٍ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ فَجَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ فَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ قَالَ: تِلْكِ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي اعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ فَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ: انْكِحِي أُسَامَةَ فَنَكَحْتُهُ فَجَعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا وَاغْتَبَطْتُ بِهِ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو عمرو بن حفص نے انہیں طلاق بائن دی، وہ اس وقت

شہر سے غائب تھے، انہوں نے اپنا وکیل بھیج دیا فاطمہ کے پاس کچھ جَو دے کر، فاطمہ اس پر ناراض ہوئیں تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہمارے ذمہ تمہارا کچھ حق واجب نہیں ہے۔ فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ: اس پر (تمہارے شوہر پر) تمہارا نفقہ واجب نہیں ہے اور انہیں حکم فرمایا کہ ام شریکؓ کے گھر میں عدت پوری کریں۔ لیکن پھر فرمایا کہ ام شریک ایسی خاتون ہیں کہ ان کے یہاں میرے بہت سے صحابی جمع رہتے ہیں۔ لہٰذا تم ابن مکتومؓ کے یہاں عدت گذارو، کہ وہ ایک نابینا آدمی ہیں، تم وہاں پر پردہ کی چادر (کپڑا) اتار سکتی ہو (وہاں پر بے تکلفی کے ساتھ رہ سکتی ہو) جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتلانا۔ فرماتی ہیں کہ میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے آپ ﷺ سے تذکرہ کیا کہ معاویہ بن ابی سفیانؓ اور ابوجہم دونوں نے انہیں پیغام نکاح دیا ہے (آپ ﷺ مشورہ دیجئے کیا کروں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھئی ابوجہم کا تو حال یہ ہے کہ وہ اپنے کندھے سے لاٹھی ہی نہیں اتارتا، اور جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے تو وہ قلاش انسان ہے اس کے پاس مال نہیں ہے۔ تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو، میں نے انہیں ناپسند کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان سے نکاح کرلو، چنانچہ میں نے اسامہ سے نکاح کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر ڈال دی حتیٰ کہ مجھ پر رشک کیا جانے لگا

تشریح:

"فاطمۃ بنت قیس" اس پورے باب میں ساری حدیثیں فاطمہ بنت قیس سے متعلق ہیں یہ بہت عاقلہ فاضلہ جمیلہ کاملہ قریشی عورت تھی جو ضحاک بن قیس عراق کے گورنر کی بہن تھی قدیم مہاجرات میں سے تھی۔ ان کے شوہر کا نام احمد تھا اور ابو عمرو ان کی کنیت تھی اس باب میں مختلف الفاظ آئے ہیں کہیں طلقھا البتۃ ہے کہیں طلقھا ثلاثا ہے کہیں آخر ثلاث تطلیقات ہے کہیں طلقھا طلقۃ کانت بقیت من طلاقھا ہے کہیں مطلق طلقھا ہے ان مختلف الفاظ کو تین طلاق کے مفہوم پر اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ اس کے شوہر نے پہلے فاطمہ کو دو طلاقیں دی تھیں پھر آخری تیسری طلاق دیدی تو ہر راوی نے اپنے اپنے انداز سے اس کو بیان کیا ہے بعض نے تین طلاقوں کی صراحت کردی جو احادیث سے واضح ہے اور جس نے البتۃ کا لفظ بولا ہے تو اس سے بھی تین طلاقیں مراد ہیں "وھو غائب" فاطمہ کے شوہر احمد یمن چلے گئے تھے اس لئے فرمایا کہ وہ غائب تھے۔ "وکیلہ" اس وکیل کا نام حارث بن ہشام تھا "فسخطتہ" یعنی فاطمہ نے اس کو تلیل سمجھ کر قبول نہیں کیا اور ناراض ہوگئی۔ "لیس لک علیہ نفقۃ" یعنی آنحضرت نے فاطمہ کو جواب دیا کہ تیرے شوہر پر تجھے نفقہ دینا لازم نہیں تیرا اس پر کوئی حق نہیں بنتا ہے اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ملاحظہ کریں۔

"طلقھا البتۃ" البتۃ سے تین طلاق کے ساتھ مطلقہ مغلظہ عورت مراد ہے جس کو مطلقہ مبتوتہ بھی کہتے ہیں ایسی عورت طلاق رجعی کے ساتھ مطلقہ ہو تو اس کا نفقہ اور سکنی بالاتفاق زوج پر لازم ہے اگر عورت تین طلاق کے ساتھ مطلقہ مغلظہ ہے لیکن حاملہ بھی ہے تو اس کا نفقہ

بھی وضع حمل تک زوج پر بالاتفاق لازم ہے اور اگر عورت مطلقہ مغلظہ غیر حاملہ ہے تو اس کے نفقہ اور سکنی میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے

مطلقہ مغلظہ کے نفقہ وسکنی میں فقہاء کا اختلاف

امام احمد بن حنبلؒ اسحاق بن راھویہ اور اہل ظواہر کے نزدیک مطلقہ مغلظہ غیر حاملہ کے لئے نہ نفقہ ہے اور نہ سکنی ہے یعنی نہ نان ہے نہ مکان ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سکنی ہے لیکن نفقہ نہیں ہے یعنی مکان ہے نان نہیں ہے ائمہ احناف کے نزدیک اس مطلقہ کے لئے سکنی بھی ہے اور نفقہ بھی ہے یعنی نان ومکان دونوں شوہر پر لازم ہیں۔

دلائل:

امام احمد بن حنبلؒ اور اہل ظواہر غیر مقلدین نے زیر نظر فاطمہ بنت قیس کی روایت سے استدلال کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں لیس لک علیہ نفقۃ اور اسی حدیث میں ان کو حکم دیا گیا ہے کہ تم ابن مکتوم کے گھر میں رہو جس سے معلوم ہوا کہ ان کو سکنی کا حق بھی نہیں ہے امام شافعی اور امام مالک نے سکنی کے ثبوت کے لئے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے ﴿اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ﴾ اور نفقہ کی نفی کے لئے اس آیت سے استدلال کیا ہے ﴿وان کن اولات الاحمال فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن ﴾ طرز استدلال مفہوم مخالف کے طور پر ہے کہ نفقہ صرف معتدہ حاملہ کو ملے گا لہذا جو عورت حاملہ مطلقہ نہیں اس کو کسی بھی صورت میں نفقہ نہیں ملے گا ان حضرات نے نفی نفقہ کے لئے فاطمہ بنت قیس کی زیر نظر حدیث سے بھی استدلال کیا ہے ائمہ احناف اور سفیان ثوریؒ نے وجوب سکنی کے لئے قرآن کریم کی دو آیتوں سے استدلال کیا ہے ایک آیت یہ ہے ﴿اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ﴾ یہ آیت سکنی پر قطعی دلیل ہے دوسری آیت یہ ہے ﴿ولا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن ﴾ یہ آیت بھی مکان دینے پر صریح دلالت کرتی ہے اور ضمنی طور پر یہ آیت نفقہ کو واجب کرتی ہے کیونکہ جب اس عورت کے نکلنے اور نکالنے پر پابندی ہے تو لازمی طور پر اس کو نفقہ دینا پڑے گا نیز قواعد شریعت کے مطابق بھی اس کو نفقہ دینا پڑے گا کیونکہ اس عورت کا حبس بوجہ حق زوج آگیا ہے کیونکہ عدت نکاح کے اثرات میں سے یک اثر ہے اور نکاح کی وجہ سے جب نفقہ زوج پر لازم تھا تو اب اس نکاح کے اثر کی وجہ سے حبس آگیا ہے اس میں بھی نفقہ زوج پر فرض ہوگا احناف نے حضرت عمرؓ کے عام فیصلہ اور صحابہ کرام کے اجماع سے بھی وجوب نفقہ پر استدلال کیا ہے فاطمہ بنت قیس کی روایت سے جواب کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کے فیصلہ کی روایت آنے والی ہے۔

الجواب:

احناف فاطمہ بنت قیس کی روایت کا جواب دیتے ہیں کہ یہ روایت کئی وجوہ سے معلل ہے حضرت عمر فاروق نے جب یہ حدیث سنی تو فرمانے لگے (لاندع کتاب ربنا وسنۃ نبینا بقول امراۃ نسیت اوشبہ لھا سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول

لها السکنی والنفقۃ)(مرقاۃ جلد ۶ صفحہ ۳۲۵) یہ حدیث کچھ تغیر کے ساتھ اسی باب میں آگے آرہی ہے۔
سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیس کو نفقہ اس لئے نہیں دیا گیا کہ اس کی زبان میں سختی اور تیزی تھی گویا وہ ناشزہ تھی اور ناشزہ کو نان نفقہ نہیں دیا جاتا۔
حضرت اسامہ بن زید کے عقد نکاح میں جب فاطمہ بنت قیس آئیں تو آپ نے ان پر کنکر برسائے اور اس کے قول کو مسترد کرتے ہوئے ناراضگی کا اظہار فرمایا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کیا فاطمہ بنت قیس خدا کا خوف نہیں رکھتی جو کہتی ہے کہ اس کے لئے نہ نفقہ تھا نہ سکنی تھا؟ آگے باب میں حضرت عائشہ کی روایت میں ہے کہ فاطمہ کو اس حدیث کے بیان کرنے سے اجتناب کرنا بہتر ہے۔ ان اقوال کے علاوہ زیر بحث حدیث میں خود اس حدیث کا جواب موجود ہے کیونکہ فاطمہ بنت قیس کے شوہر ابو عمرو بن حفص کے وکیل نے ان کے خرچ کے سلسلہ میں ان کو کچھ (جو) بھیجے لیکن انہوں نے اس کو کم سمجھ کر واپس کر دیا اور حضور اکرم کے سامنے شکایت کی تو حضرت نے زیادہ نفقہ کا انکار فرمایا اصل نان ونفقہ کا انکار نہیں تھا، شوافع اور مالکیہ نے آیت کے مفہوم مخالف سے جو استدلال کیا ہے احناف اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم مفہوم مخالف کو نہیں مانتے ہیں اور نہ یہ ہمارے ہاں کوئی مستند دلیل ہے خاص کر جب حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت میں یہ الفاظ موجود ہیں ﴿وانفقوا علیهن من وجدکم ﴾ اس صراحت کے بعد ہم نفقہ کا انکار نہیں کر سکتے ہیں اور ویسے شوافع کو بطور الزام احناف یہ جواب دیتے ہیں کہ جب آپ نے سکنی مان لیا تو کیا اس بیچاری عورت کو قتل کرانا چاہتے ہو اور اس کو کہتے ہو کہ گھر میں پڑی رہو کیونکہ تم پر عدت گذارنا واجب ہے اور تم کو کھانا کچھ بھی نہیں ملے گا یہ تو عجیب فیصلہ ہے، باقی فاطمہ بنت قیس کو مکان کیوں نہیں ملا تو اس کا جواب خود حضرت عائشہؓ نے دیا ہے کہ فاطمہ کا مکان ایک سنسان غیر آباد علاقہ میں تھا جو شہر سے کسی کنارہ میں واقع تھا وہاں وہ اکیلی اس مکان میں نہیں رہ سکتی تھی اور حضرت سعید بن المسیب کے قول کے مطابق حضرت فاطمہ بنت قیس زبان درازی کرتی تھی اپنے سسرال سے لڑتی تھی اس لئے وہ مکان کی سہولت سے محروم ہوگئی۔ اور عدت اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن ام مکتوم کے ہاں پوری کی۔
"تضعین ثیابک" اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہاں تم عدت کی حالت میں زینت چھوڑ دوگی دوسرا مطلب یہ کہ وہاں سے تم باہر کہیں نہیں نکلوگی تیسرا مطلب یہ کہ وہاں تجھے حجاب کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ وہاں کا رہنے والا خود نابینا ہے اور ام شریک کے رشتہ داروں کی طرح یہاں کوئی اور آتا جاتا نہیں لہٰذا تم کو اس طرح پردہ کی ضرورت نہیں پڑے گی جس طرح کسی دیکھنے والے آدمی کے سامنے مکمل پردہ کیا جاتا ہے یہ مطلب نہیں کہ تم بالکل کپڑے ہی استعمال نہ کرو، بہر حال اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اجنبی مرد کو دیکھ سکتی ہے یعنی اگر فتنہ کا خطرہ نہ ہو تو بعض علماء جواز کے قائل ہیں لیکن بعض نے کہا کہ عورتوں کو بھی مردوں کی طرف دیکھنا منع ہے کیونکہ قرآن کا اعلان ہے ﴿قل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ﴾ تو اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ابن ام مکتوم نابینا ہے وہ تم کو نہیں دیکھ سکتا اور تم خود ان کی طرف نہیں دیکھوگی لہٰذا رہنا آسان ہو جائے گا اور حجاب کا مکمل اہتمام اور انتظام رہے گا "فلا یضع عصاہ" یعنی ابو جہم ہر

وقت ادب کی لاٹھی مارنے کے لئے کندھے پر رکھتا ہے "ضراب للنساء" مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی وہ عورتوں کو بہت مارنے والا ہے یا کہ ماسبق کنائی الفاظ "فلایضع عصاہ" کی تشریح ہے "فصعلوک" صعلوک انتہائی فقیر اور مفلس کو کہتے ہیں اور "لامال لہ" گویا اس کی صفت کاشفہ ہے یعنی معاویہ مفلس فقیر ہے چونکہ آنحضرت ﷺ سے مشورہ لیا گیا تھا اس لئے "المستشار مؤتمن" کے قاعدہ کے تحت آپ نے حقیقت حال کو واضح طور پر بیان فرمایا۔ "واغتبط" یہ صیغہ غبطہ سے ہے مجہول اور معروف دونوں طرح منقول ہے اگر مجہول کا صیغہ ہے تو مطلب یہ ہے کہ لوگ اس رشتہ میں مجھ پر رشک کرنے لگے اگر یہ صیغہ معروف ہے تو مطلب یہ ہے میں بہت خوش ہوگئی اور مسرت میں رہی۔

فوائد الحدیث

فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث میں کئی فوائد اور امت کے لئے کئی مفید تعلیمات ہیں۔

(۱) پہلا فائدہ یہ ہے کہ شوہر جب غائب ہو اور قابل اعتماد مستند ذریعہ سے طلاق دیدے تو یہ جائز ہے۔ (۲) آدمی کو اپنے حقوق لینے دینے کے لئے وکیل رکھنا جائز ہے (۳) فتویٰ لینے دینے میں اجنبی مرد و عورت کی گفتگو جائز ہے (۴) عورت جس گھر میں عدت گذارنے کے لئے بیٹھی ہوئی ہو اس سے ضرورت اور حاجت کے تحت منتقل ہوسکتی ہے (۵) جب فتنہ نہ ہو تو نیک عورت کی زیارت ثواب کی نیت سے رشتہ دار مردوں کے لئے مستحب ہے جیسے ام شریک کے پاس آنا جانا تھا (۶) مطلقہ مغلظہ کو زمانہ عدت میں پیغام نکاح دینا تعریض کے طور پر جائز ہے (۷) ایک شخص کے پیغام نکاح پر دوسرے کے لئے پیغام نکاح دینا جائز ہے جبکہ پہلے والے کی بات نہ بن سکی ہو (۸) غائب شخص کے عیوب کا تذکرہ کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ مشورہ کے تحت جواب دیا جاتا ہو جیسا حضور ﷺ نے جواب دیا (۹) کلام میں مجاز کا استعمال جائز ہے جیسے حضور نے فرمایا "لایضع عصاہ" (۱۰) رشتہ نکاح میں مالداری کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

٣٦٩٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ وَقَالَ قُتَيْبَةُ أَيْضاً حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ كِلاَهُمَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّهُ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ أَنْفَقَ عَلَيْهَا نَفَقَةً دُونًا فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ قَالَتْ وَاللَّهِ لأُعْلِمَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا كَانَ لِي نَفَقَةٌ أَخَذْتُ الَّذِي يُصْلِحُنِي وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لِي نَفَقَةٌ لَمْ آخُذْ مِنْهُ شَيْئاً قَالَتْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: لاَ نَفَقَةَ لَكِ وَلاَ سُكْنَى

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہیں ان کے شوہر نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں طلاق دے دی تھی، اور کچھ نفقہ خرچہ بھی ان کو دیا تھا، جب اس معمولی سے خرچہ کو انہوں نے دیکھا تو کہا کہ میں رسول اللہ کو ضرور بتلاؤں گی، کیونکہ اگر خرچہ ونفقہ کا مجھے حق ہوگا تو میں اتنا نفقہ لوں گی جو میری ضروریات کے لئے کافی ہو، اور اگر

مجھے نفقہ لینے کا حق نہیں ہوگا تو میں اس میں سے کچھ بھی نہ لوں گی۔ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تمہارے واسطے نہ نفقہ ہے نہ ہی رہائش (یعنی شوہر کے اوپر تمہیں نفقہ و رہائش ایام عدت میں مہیا کرنا لازم نہیں ہے)

تشریح:

"دون" یہ دنی سے ہے ادنی اور کم کے معنی میں ہے یعنی کم اور حقیر خرچ دیا۔ اس حدیث سے پہلے ایک حدیث میں "حللت" کا لفظ گذرا ہے اس سے عدت کا ختم ہونا مراد ہے "فاذنینی" یعنی عدت کے ختم ہونے پر مجھے اطلاع کردو اس میں اشارہ تھا کہ آنحضرت ان کا نکاح کہیں کرانا چاہتے ہیں آئندہ روایت میں "لا تفوتینا" کا لفظ ہے یعنی ہمارے مشورہ کو فوت نہ کرو بلکہ ہم سے مشورہ لو آگے ایک اور روایت میں یہ لفظ ہے "لا تسبقینی بنفسک" یعنی ہمارے مشورہ میں ہم سے آگے نہ جاؤ اور خود بخود فیصلہ نہ کرو صبر کرو میں مشورہ دوں گا پھر آپ نے حضرت اسامہ سے نکاح کا مشورہ دیدیا۔

۳۶۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ فَأَخْبَرَتْنِي أَنَّ زَوْجَهَا الْمَخْزُومِيَّ طَلَّقَهَا فَأَبَى أَنْ يُنْفِقَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَتْهُ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا نَفَقَةَ لَكِ فَانْتَقِلِي فَاذْهَبِي إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَكُونِي عِنْدَهُ فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ عِنْدَهُ

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیسؓ سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتلایا کہ ان کے مخزومی شوہر نے انہیں طلاق دے دی تھی اور نفقہ دینے سے انکار کردیا، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور آپ کو بتلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے واسطے نفقہ نہیں ہے لہذا تم (شوہر کے گھر سے) منتقل ہو جاؤ اور ابن مکتوم کے گھر چلی جاؤ اور وہیں رہو کیونکہ وہ نابینا آدمی ہے تم وہاں پردے کے کپڑے اتار سکتی ہو۔

۳۶۹۸۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ أُخْتَ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ الْمَخْزُومِيَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: لَهَا أَهْلُهُ لَيْسَ لَكِ عَلَيْنَا نَفَقَةٌ فَانْطَلَقَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فِي نَفَرٍ فَأَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ فَقَالُوا إِنَّ أَبَا حَفْصٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَهَلْ لَهَا مِنْ نَفَقَةٍ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَأَرْسَلَ إِلَيْهَا أَنْ لَا تَسْبِقِينِي بِنَفْسِكِ وَأَمَرَهَا أَنْ تَنْتَقِلَ إِلَى أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهَا أَنَّ أُمَّ شَرِيكٍ يَأْتِيهَا الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ فَانْطَلِقِي إِلَى ابْنِ أُمِّ

مَكْتُومٍ الْأَعْمَى فَإِنَّكِ إِذَا وَضَعْتِ خِمَارَكِ لَمْ يَرَكِ فَانْطَلَقَتْ إِلَيْهِ فَلَمَّا مَضَتْ عِدَّتُهَا أَنْكَحَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا جوضحاک بن قیسؓ کی بہن تھیں بتلاتی ہیں کہ ابوحفصہ بن المغیرہ المخزومی (ان کے شوہر نے) انہیں تین طلاق دے دیں پھر یمن چلے گئے، ان کے گھر والوں نے ان سے (فاطمہؓ) سے کہا کہ ہمارے اوپر تمہارے واسطے کوئی نفقہ دینا لازم نہیں ہے۔ حضرت خالدؓ بن الولید، چند لوگوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے آپ ام المومنین میمونہؓ کے گھر میں تھے، انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ابوحفص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، تو کیا اسے (بیوی کو) کوئی نفقہ وغیرہ لینے کا حق ہے؟ رسول اللہ نے فرمایا: اس کے واسطے کوئی نفقہ نہیں ہے، عدت پوری کرنا اس پر لازم ہے، اور آپ ﷺ نے انہیں (فاطمہؓ کو) پیغام بھجوایا کہ (اپنے دوسرے نکاح کے معاملہ میں) مجھ سے بالا بالا خود ہی پہل مت کر لینا یعنی مجھ سے ضرور مشورہ وصلاح کرنا) اور انہیں حکم فرمایا کہ ام شریکؓ کے یہاں منتقل ہو جائیں۔ لیکن پھر دوبارہ پیغام بھجوایا کہ ام شریکؓ کے پاس اکثر مہاجرین اولین صحابہؓ کی آمد ورفت رہتی ہے۔ لہذا تم ابن ام مکتومؓ کے یہاں چلی جاؤ کہ وہ نابینا ہیں، اس واسطے کہ جب تم اپنی اوڑھنی (برقعہ) اتارو گی تو بھی تمہیں کوئی دیکھ نہ پائے گا۔ چنانچہ وہ ان کی طرف چلی گئیں۔ جب ان کی عدت گذر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح اسامہ بن زید بن حارثہؓ سے کر دیا۔

۳۶۹۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَ: كَتَبْتُ ذَلِكَ مِنْ فِيهَا كِتَابًا قَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ فَطَلَّقَنِي الْبَتَّةَ فَأَرْسَلْتُ إِلَى أَهْلِهِ أَبْتَغِي النَّفَقَةَ وَاقْتَصُّوا الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو لَا تُفَوِّتِينَا بِنَفْسِكِ

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت کی ہے، کہ میں نے اس کے بارے میں ان کی طرف ایک خط لکھا تو فاطمہؓ نے کہا کہ میں بنی مخزوم میں سے ایک آدمی کے پاس تھی اس نے مجھ کو طلاق بتہ دی، چنانچہ میں نے اس کے گھر والوں کی طرف نفقہ کا مطالبہ کرتے ہوئے پیغام بھیجا (بقیہ حدیث حسب سابق ہے)۔

تشریح:

"کتبت ذلک" یعنی یہ حدیث میں نے خود لکھی ہے "من فیہا" "فیہا" شد کے ساتھ ہے ای فمہا "کتابا" یہ کتبت کے لئے تاکید ہے یعنی میں نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے منہ سے خود یہ حدیث لکھدی ہے "لا تفوتینا بنفسک" یعنی میرے مشورہ کرنے میں مجھے نظر انداز نہ کرو اور اپنے آپ کو مستقل سمجھ کر فیصلہ نہ کرو۔

۳۷۰۰۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعاً عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ أَبِي عَمْرِو بْنِ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَسْتَفْتِيهِ فِي خُرُوجِهَا مِنْ بَيْتِهَا فَأَمَرَهَا أَنْ تَنْتَقِلَ إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى فَأَبَى مَرْوَانُ أَنْ يُصَدِّقَهُ فِي خُرُوجِ الْمُطَلَّقَةِ مِنْ بَيْتِهَا وَقَالَ عُرْوَةُ إِنَّ عَائِشَةَ أَنْكَرَتْ ذَلِكَ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ ابوعمرو بن حفص ابن المغیرہ کے نکاح میں تھیں، جنہوں نے انہیں تین طلاق دی تھی۔ پھر فاطمہ نے دعویٰ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی تھیں، اپنے گھر سے باہر نکلنے کے بارے میں آپ سے پوچھنے کے لئے تو آپ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا تھا کہ وہ ابن ام مکتوم جو نابینا ہیں ان کے گھر منتقل ہو جائیں۔ لیکن مروان نے فاطمہ کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا اس معاملہ میں کہ مطلقہ عورت اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہے یا نہیں۔ اور حضرت عروہ نے فرمایا کہ: حضرت عائشہ نے بھی اس معاملہ میں فاطمہ بنت قیس کی بات پر انکار اور نکیر فرمائی۔

تشریح:

"فابی مروان" ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مروان کے سامنے فاطمہ بنت قیس کے حوالہ سے کہا کہ فاطمہ نے آنحضرت سے مسئلہ پوچھا کہ میں اپنے شوہر کے گھر سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہوں یا نہیں؟ تو آنحضرت نے فرمایا کہ منتقل ہو سکتی ہو، مروان بن الحکم اس زمانہ میں مدینہ کا گورنر تھا اس نے ابوسلمہ کی اس بات کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا کہ مطلقہ مغلظہ اپنے گھر سے نکل سکتی ہے۔ عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ نے بھی فاطمہ کی اس بات کے ماننے سے انکار کیا ہے مروان بن حکم اور فاطمہ بنت قیس کے درمیان کافی گفتگو ہوئی ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۳۷۰۱۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُجَيْنٌ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا

الإِسْنَادِ مِثْلَهُ مَعَ قَوْلِ عُرْوَةَ إِنَّ عَائِشَةَ أَنْكَرَتْ ذٰلِكَ عَلَى فَاطِمَةَ

اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث ہی کی طرح کا مضمون نقل کیا گیا ہے اور حضرت عروہ کا قول کہ حضرت عائشہؓ نے بھی اس معاملہ میں فاطمہ بنت قیس کی بات پر انکار اور نکیر فرمائی ہے۔

۳۷۰۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ قَالاَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ خَرَجَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِلَى الْيَمَنِ فَأَرْسَلَ إِلَى امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ بِتَطْلِيقَةٍ كَانَتْ بَقِيَتْ مِنْ طَلاَقِهَا وَأَمَرَ لَهَا الْحَارِثُ بْنُ هِشَامٍ وَعَيَّاشُ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ بِنَفَقَةٍ فَقَالاَ لَهَا وَاللّٰهِ مَا لَكِ نَفَقَةٌ إِلاَّ أَنْ تَكُونِي حَامِلاً فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ لَهُ قَوْلَهُمَا فَقَالَ: لاَ نَفَقَةَ لَكِ فَاسْتَأْذَنَتْهُ فِي الاِنْتِقَالِ فَأَذِنَ لَهَا فَقَالَتْ أَيْنَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ: إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ وَكَانَ أَعْمَى تَضَعُ ثِيَابَهَا عِنْدَهُ وَلاَ يَرَاهَا فَلَمَّا مَضَتْ عِدَّتُهَا أَنْكَحَهَا النَّبِيُّ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا مَرْوَانُ قَبِيصَةَ بْنَ ذُؤَيْبٍ يَسْأَلُهَا عَنِ الْحَدِيثِ فَحَدَّثَتْهُ بِهِ فَقَالَ: مَرْوَانُ لَمْ نَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلاَّ مِنِ امْرَأَةٍ سَنَأْخُذُ بِالْعِصْمَةِ الَّتِي وَجَدْنَا النَّاسَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ حِينَ بَلَغَهَا قَوْلُ مَرْوَانَ فَبَيْنِي وَبَيْنَكُمُ الْقُرْآنُ قَالَ: اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (لاَ تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ) الآيَةَ قَالَتْ هٰذَا لِمَنْ كَانَتْ لَهُ مُرَاجَعَةٌ فَأَيُّ أَمْرٍ يَحْدُثُ بَعْدَ الثَّلاَثِ فَكَيْفَ تَقُولُونَ لاَ نَفَقَةَ لَهَا إِذَا لَمْ تَكُنْ حَامِلاً فَعَلاَمَ تَحْبِسُونَهَا

حضرت ابوعمرو رضی اللہ عنہ بن حفص بن المغیرہ، حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ یمن کے سفر میں نکلے، تو اپنی اہلیہ فاطمہ بنت قیس کو ایک طلاق بھجوادی جو تین میں سے باقی رہ گئی تھی (یعنی دو پہلے دے چکے تھے) اور حارث بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو حکم دے گئے کہ فاطمہ کو نفقہ دیں۔ ان دونوں نے فاطمہؓ سے کہا کہ اللہ کی قسم! تیرے لئے نفقہ کا کوئی حق نہیں اَلا یہ کہ تم حاملہ ہو۔ حضرت فاطمہ، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ سے ان دونوں کی بات ذکر کردی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تمہارے واسطے نفقہ کا کوئی حق نہیں۔ پھر انہوں نے آپ سے ابوعمرو کے گھر سے کہیں اور منتقل ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اجازت دیدی۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ! کہاں منتقل ہوں؟ فرمایا کہ ابن ام مکتومؓ کے یہاں کہ وہ نابینا ہیں تم اپنا برقعہ اور ڈھنی وغیرہ وہاں اتار سکو گی اور وہ تمہیں دیکھ نہ سکیں گے۔ جب ان کی عدت گذر گئی تو نبی ﷺ نے ان کا نکاح اسامہ بن زیدؓ سے کر دیا۔ حضرت مروان نے (جب وہ مدینہ کا حاکم بنا بعد میں) قبیصہ بن ذویب کو فاطمہؓ کے پاس حدیث سے متعلق پوچھنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے قبیصہ سے یہ حدیث بیان کی۔ حضرت مروان نے کہا کہ یہ حدیث ہم نے سوائے اس ایک عورت

کے کسی سے نہیں سنی، لہٰذا ہم تو وہی قول اختیار کریں گے جس پر ہم نے لوگوں کو (عمل کرتے) پایا ہے۔ جب فاطمہؓ کو مروان کی اس بات کی اطلاع پہنچی تو فرمایا تو پھر (اگر میں غلط کہتی ہوں تو) میرے اور تمہارے درمیان قرآن فیصلہ کرے گا اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''کہ ان عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو۔ یہ حکم ان عورتوں کے لئے ہے جن سے رجعت ہو سکتی ہے۔ تو تین طلاق کے بعد کونسا نیا مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے جو تم کہتے ہو کہ اگر وہ حاملہ نہیں ہے تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔ تو پھر کس بنیاد پر اسے قید کر کے رکھتے ہو۔

تشریح:

۔''بقیت من طلاقھا'' معلوم ہوا فاطمہ کو ایک ساتھ تین طلاق نہیں دی گئی تھیں بلکہ پہلے دو طلاق دی اور پھر تیسری طلاق دیدی گئی جس طرح اس حدیث میں ہے۔''وامر لھا'' یعنی فاطمہ کے شوہر نے اپنے دو وکیلوں حارث اور عیاش کو نفقہ دیکر بھیجا اس کو کم سمجھ کر فاطمہ نے رد کر دیا تو دونوں نے کہا کہ خدا کی قسم تجھے تو نفقہ نہیں مل سکتا ہے ہاں اگر تم حاملہ ہو تب مل سکتا ہے۔''فارسل الیھا مروان'' یعنی مروان نے فاطمہ بنت قیس کی طرف قبیصہ کو قاصد بنا کر بھیجا تا کہ مطلقہ مغلظہ کے سکنی اور نفقہ کے بارے میں حقیقت معلوم کرے۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ مروان بن حکم نفقہ اور سکنی کے مسئلہ میں کس مقصد کے لئے گھس آیا اور پوچھ گچھ شروع کی؟

جواب: اس قصہ اور قضیہ میں مروان بن حکم کے گھس آنے کا ایک پس منظر تھا جس کو عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مروان بن حکم کے دور میں ایک نوجوان عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے سعد بن زید کی بیٹی کو تین طلاق دیدی یہ لڑکی فاطمہ بنت قیس کی بھانجی تھی فاطمہ بنت قیس نے اپنی بھانجی کو اپنی حدیث سنا کر کہہ دیا کہ تم اپنے شوہر عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے گھر سے چلی آؤ۔ یہ واقعہ مروان بن حکم تک پہنچ گیا تو اس نے اس لڑکی سے کہا کہ تم کو کس نے کہا کہ اپنے شوہر کے گھر عدت گذارنے سے پہلے نکل آئی؟ اب تم واپس چلی جاؤ اس نے کہا کہ مجھے میری خالہ فاطمہ بنت قیس نے فتویٰ دیا ہے اور اس نے اپنا پورا قصہ بھی سنایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو شوہر کے گھر عدت گذارنے سے پہلے نکلنے کا فرمایا تھا اس پر مروان بن حکم نے تحقیق کی غرض سے بلکہ مناظرہ اور بحث کی غرض سے فاطمہ بنت قیس کی طرف قبیصہ بن ذویب کو بھیجا اس پر آگے حدیث کا قصہ چل پڑا۔

''سنا خذ بالعصمۃ'' یعنی ہم قابل اعتماد اور محفوظ اور صحیح طریقہ کو اپنائیں گے جس پر عام لوگ چلے آرہے ہیں۔''فقالت فاطمۃ'' اس حدیث کا یہ حصہ آخر تک سمجھنا بہت مشکل ہے شارحین میں سے علامہ ابی المالکی نے اس کے حل کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث میں کسی راوی سے وہم ہو گیا ہے اس لئے فاطمہ کے کلام میں خلط ملط نظر آرہا ہے۔ بہر حال علامہ ابی کی عبارت سے جو میں نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ ''فقالت فاطمۃ حین بلغھا قول مروان'' اس کے لئے آئندہ قالت ھذہ بطور اعادہ بعد عہد ہے اور مروان کے قول کا جواب ہے ''فبینی وبینکم القرآن'' یہ مروان کے قول کا مقولہ ہے جو اس نے اپنے مسلک کے اثبات کے لئے بطور دلیل

پیش کیا ہے کہ مطلقہ مغلظہ کے لئے نان بھی ہے اور مکان بھی ہے پھر اس نے قرآن کی آیت پڑھی۔ ''قالت هذه '' یہ اعادہ بعد عہد ہے پہلے قالت کے بعد کلام طویل ہوگیا تو پھر اس کے کلام کو قالت سے دہرایا گیا اور یہ فاطمہ بنت قیس کی طرف سے مروان کے آیت سے استدلال کا جواب ہے کہ نان اور مکان ملنے کا جو قرآن نے اعلان کیا ہے یہ مطلقہ مغلظہ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ یہ مطلقہ رجعیہ کے بارے میں ہے ''فای امر یحدث بعد الثلاث '' فاطمہ بنت قیس نے مروان کے استدلال کا جواب دیا ہے اور کہا کہ تین طلاقوں کے بعد کونسی نئی بات ظاہر ہوگی حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لعل الله یحدث بعد ذلک امرا ﴾ اس سے تو رجوع کرنے کی طرف اشارہ ہے معلوم ہوا کہ آیت کا تعلق مطلقہ رجعیہ سے ہے مغلظہ سے نہیں ہے تو تین طلاقوں کے بعد تو رجوع ممکن نہیں ہے لہذا مروان کا استدلال صحیح نہیں ہے۔

'' فکیف تقولون لا نفقة لها '' اس کلام میں راوی سے وہم ہوگیا ہے کیونکہ ''لا نفقة لها '' کی رائے تو فاطمہ کی ہے اس کو مروان کی طرف کیسے منسوب کیا ہے اور یہ تو فاطمہ کے پہلے کلام سے معارض ہے ''فعلام تحبسونها '' یعنی فاطمہ کہہ رہی ہے کہ جب تم اس مطلقہ مغلظہ کو سکنیٰ دیتے ہو اور گھر سے جانے سے منع کرتے ہو اور نفقہ نہیں دیتے ہو تو اس بیچاری کو کیوں بند رکھتے ہو؟ یہ بھی مروان پر اعتراض ہے لیکن اگر مروان نان اور مکان دونوں کے قائل ہو تو یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے نیز یہ کلام بھی فاطمہ کے اپنے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ وہ تو اب تک یہی ثابت کررہی ہے کہ مطلقہ مغلظہ کے لئے نہ نان ہے نہ مکان ہے ہاں شوافع کے مسلک پر یہ آخری کلام درست ہوسکتا ہے کیونکہ وہ مکان کے قائل ہیں نان کے قائل نہیں ہیں جس طرح پہلے اختلاف گذر چکا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کے آخری حصہ میں راوی سے خلط ملط ہوگیا ہے جس نے ہمیں تھکا کر رکھدیا ہے عام شارحین تو آرام سے گذر گئے گویا یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔

۳۷۰۳۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ وَحُصَيْنٌ وَمُغِيرَةُ وَأَشْعَثُ وَمُجَالِدٌ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَدَاوُدُ كُلُّهُمْ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ:دَخَلْتُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَسَأَلْتُهَا عَنْ قَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهَا فَقَالَتْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ فَقَالَتْ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي السُّكْنَى وَالنَّفَقَةِ قَالَتْ فَلَمْ يَجْعَلْ لِي سُكْنَى وَلاَ نَفَقَةً وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَدَّ فِي بَيْتِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ میں حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے پاس حاضر ہوا اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے بارے میں جو خود ان کے بارے میں تھا پوچھا تو فرمانے لگیں: ''انہیں ان کے شوہر نے طلاق بائن دے دی، میں اس کا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئی کہ مجھے رہائش اور نفقہ ملے گا یا نہیں (ایام عدت کے دوران)؟ آپ ﷺ نے میرے لئے رہائش اور نفقہ کا فیصلہ نہیں فرمایا، اور مجھے حکم فرمایا کہ ابن ام مکتومؓ کے گھر عدت پوری کروں''۔

۳۷۰۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ وَدَاوُدَ وَمُغِيرَةَ وَإِسْمَاعِيلَ وَأَشْعَثَ عَنِ

الشَّعْبِيِّ أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ زُهَيْرٍ عَنْ هُشَيْمٍ

حضرت شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بقیہ حدیث زہیر عن ہشام ہی کی طرح بیان فرمائی۔

۳۷۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ الْهُجَيْمِيُّ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبِ ابْنِ طَابٍ وَسَقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي

حضرت شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت فاطمہؓ بنت قیس کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے ابن طاب کی رطب (تروتازہ کھجور) سے ہماری تواضع کی اور جَو کا ستو پلایا۔ میں نے ان سے مطلقہ ثلثہ کے بارے میں پوچھا کہ کہاں عدت گذارے گی؟ (شوہر کے گھر میں) وہ کہنے لگیں کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دی تھیں تو نبی ﷺ نے مجھے اجازت دی تھی کہ اپنے لوگوں کے ہاں جا کر عدت گذاروں۔

تشریح:

"دخلنا علی فاطمة" یہ طالب علم تھے پردہ کے پیچھے درس لیتے تھے "فاتحفتنا" یعنی بطور تحفہ اس نے ہمیں ابن طاب کی تازہ کھجور کھلائی۔ "رطب طاب" یہ مدینہ کی عمدہ کھجور کا نام ہے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک سو بیس قسم کی کھجوریں پیدا ہوتی ہیں "السلت" سین پر ضمہ ہے اور لام ساکن ہے یہ جَو کی اعلیٰ قسم ہے جس میں چھلکا بہت ہلکا ہوتا ہے دیکھنے میں گندم لگتا ہے۔

۳۷۰۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا قَالَ: لَيْسَ لَهَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةٌ

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں جس کو طلاقیں ہو گئیں فرمایا: اس کے لئے نہ مکان ہے اور نہ نفقہ۔

۳۷۰۷۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا فَأَرَدْتُ النُّقْلَةَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: انْتَقِلِي إِلَى بَيْتِ ابْنِ عَمِّكِ عَمْرِو بْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَاعْتَدِّي عِنْدَهُ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاقیں دی تھیں، میں نے اس کے گھر

سے منتقلی کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اس بارے میں پوچھنے کے لئے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "تم اپنے چچازاد عمرو بن ام مکتوم کے گھر منتقل ہو جاؤ اور وہیں عدت گزارو۔"

۳۷۰۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ جَالِساً فِي الْمَسْجِدِ الْأَعْظَمِ وَمَعَنَا الشَّعْبِيُّ فَحَدَّثَ الشَّعْبِيُّ بِحَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَجْعَلْ لَهَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةً ثُمَّ أَخَذَ الْأَسْوَدُ كَفًّا مِنْ حَصًى فَحَصَبَهُ بِهِ فَقَالَ: وَيْلَكَ تُحَدِّثُ بِمِثْلِ هَذَا قَالَ عُمَرُ: لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا ﷺ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَدْرِي لَعَلَّهَا حَفِظَتْ أَوْ نَسِيَتْ لَهَا السُّكْنَى وَالنَّفَقَةُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ)

حضرت ابو اسحٰق فرماتے ہیں کہ میں اسود بن یزید کے ہمراہ (کوفہ کی) بڑی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، ہمارے ساتھ شعبیؒ بھی تھے، شعبیؒ نے فاطمہ بنت قیس کی حدیث بیان کی کہ آپؐ نے ان کے لئے رہائش اور نفقہ کا حق نہیں رکھا تھا، یہ سن کر اسودؓ نے ہتھیلی میں کنکری اٹھائی اور شعبیؒ کی طرف پھینکی اور فرمایا کہ تمہاری خرابی ہو کہ اس جیسی حدیث بیان کرتے ہو حالانکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں نہیں معلوم شاید اس نے یاد رکھا ہو یا بھول گئی ہو، مطلقہ ثلاثہ کے لئے رہائش اور نفقہ دونوں کا حق ہے (دوران عدت) اللہ عز وجل نے ارشاد فرمایا: "ان عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر مت نکالو اور نہ وہ خود ہی نکلیں، الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں (تو پھر انہیں گھر سے نکال سکتے ہو)۔ (یعنی معلوم ہوا کہ اللہ کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت کا طریقہ یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے دوران عدت رہائش اور نفقہ دونوں کا حق ثابت ہے)۔

تشریح:

"المسجد الاعظم" اس سے کوفہ کی جامع مسجد مراد ہے "فحصبه" یعنی اسود نے ایک مٹھی بھر کنکریاں لیکر اس سے شعبی کو مارا کہ تم یہ حدیث کیوں بیان کرتے ہو "قال عمر" یعنی جس حدیث کے بارے میں حضرت عمر نے شک کا اظہار کیا اور اس کو قبول نہیں کیا اور قرآن کی آیت اور نبی اکرم کی سنت کا حوالہ دیا کہ مطلقہ مغلظہ کو نان بھی ملیگا اور مکان بھی ملے گا تم اس کے بعد فاطمہ کی روایت کا حوالہ کیوں دیتے ہو؟ یہاں ایک عجیب بات سامنے آگئی وہ یہ کہ تعصب بری بلا ہے کہ منۃ المنعم شرح صحیح مسلم کے مؤلف صفی الرحمٰن مبارکپوری صاحب غیر مقلد ہیں بہت عمدہ شرح لکھی ہے لیکن مسلکی تعصب اور غیر مقلدیت کے جمود میں وہ بالکل جذباتی ہو جاتے ہیں فاطمہ بنت قیس کی ان احادیث میں انہوں نے کئی بے جا کمزور تاویلیں کی ہیں اور مخالفین کو سخت الفاظ سے یاد کیا ہے یہاں حضرت عمر پر عدم علم کا

بہتان لگایا ہے اور کہا ہے وقد عرفت ان الاية في الرجعيات وليس في البائنات ولكنه (اى عمرؓ) لم يتنبه لذلك وظن ان الاية عامة بجميع انواع المطلقات وكذلك اراد بسنة النبي صلى الله عليه وسلم ماجرى عليه العرف في زمانه ولم يطلع رضي الله عنه على الفرق بينهن وبين البائنات اھ.(ج۲صفحہ۲۵) مصنف موصوف نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلمیذ رشید پر بھی حملہ کیا اور کہا والعجب من الاسود شدة انكاره على ذكر هذا الحديث الصحيح المرفوع مع ضعف ما كان يتمسك به الاسود نفسه وعسى ان يكون الشعبي اجل من الاسود اھ مؤلف موصوف نے اس مسئلہ میں حضرت عائشہ پر بھی حملہ کیا ہے اور کہا ولكن عائشة انكرت ذلك بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم بزمان في زمن امارة مروان، فلم تكن رجعت فيها الى النبي صلى الله عليه وسلم ولا شافهت القضية وانما اعتمدت فيها اما على القياس واما على بلاغات لاندري كيف بلغتها فكيف لايقبل قول فاطمة ويقبل فيها قول الآخرين الذين لم يعرفوا القضية الا من وراء وراء ان هذا الامر عجاب اھ یہ شخص صحیح مسلم کا بہترین شارح ہے مجھے ان کے فہم حدیث کا اعتراف رہا ہے لیکن غیر مقلدیت بے ادبی کا ایک زہریلا تصور ہے جو اپنا اثر دکھاتا ہے جو یہاں ان کی عبارات سے عیاں ہے۔

۳۷۰۹۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ بِقِصَّتِهِ

حضرت عمار بن زریق رحمہ اللہ سے اسی سابقہ قصہ کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔

۳۷۱۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي الْجَهْمِ بْنِ صُخَيْرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ تَقُولُ إِنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلاَثاً فَلَمْ يَجْعَلْ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُكْنَى وَلاَ نَفَقَةً قَالَتْ قَالَ: لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي فَآذَنْتُهُ فَخَطَبَهَا مُعَاوِيَةُ وَأَبُو جَهْمٍ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَّا مُعَاوِيَةُ فَرَجُلٌ تَرِبٌ لاَ مَالَ لَهُ وَأَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِلنِّسَاءِ وَلَكِنْ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَتْ بِيَدِهَا هَكَذَا أُسَامَةُ أُسَامَةُ فَقَالَ: لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَاعَةُ اللَّهِ وَطَاعَةُ رَسُولِهِ خَيْرٌ لَكِ قَالَتْ فَتَزَوَّجْتُهُ فَاغْتَبَطْتُ

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دے دی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے رہائش اور نفقہ کا حق نہ رکھا تھا، اور مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تم عدت پوری کرچکو تو مجھے اطلاع دینا، انہوں نے (عدت گذرنے کے بعد) آپ ﷺ کو مطلع کیا تو حضرت معاویہؓ اور ابوجہمؓ دونوں نے ان سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ جب کہ اسامہ بن زید نے بھی (جب رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''بھی

معاویہؓ تو کنگال مفلس آدمی ہے اور ابوجہم وہ عورتوں کو بہت مارتا ہے۔ لیکن اسامہ (وہ بہتر ہے اس سے نکاح کرلو) فاطمہؓ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ اسامہ؟ اسامہ؟ (یعنی اسامہؓ سے نکاح کو ناگوار سمجھا اور انکار کیا) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت تمہارے واسطے بہتر ہے (لہذا اللہ کا رسول جو کہہ رہا ہے اس پر عمل کرتے ہوئے اسامہ سے نکاح کرلو)۔ فرماتی ہیں کہ میں نے اسامہؓ سے نکاح کیا تو (اللہ نے اتنی خیر اور بہتری رکھی کہ) مجھ پر رشک کیا جانے لگا۔

تشریح:

"تـرب" ای فـقیـر کـانـہ لصق بالتراب یعنی فقیر آدمی ہے ان کے پاس مال نہیں ہے دوسری روایت میں ان کو صعلوک فرمایا ہے دونوں کا ترجمہ ساتھ لگا ہوا ہے یعنی ''لا مال لہ '' زمانہ کی نیرنگیوں کو دیکھو حضرت معاویہ کا ایک دور یہ ہے جس کے ہاتھ میں ایک پیسہ نہیں ہے اور ایک وہ دور ہے جو ''مُلُوکٌ عَلَی الاسِرَّۃِ'' کا نظارہ پیش کر رہا ہے اور ایک آج کا دور ہے کہ دنیا میں ان حضرات کا نام ونشان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے فتبارک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شيء قدیر " ضراب النساء " مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی عورتوں کو بہت زیادہ مارتا رہتا ہے۔

" فـقـالـت بـیـدھا " ای اشارت بیدھا کراھۃ لاسامۃ یعنی حضرت اسامہ سے نکاح کو فاطمہ نے پسند نہیں کیا اور تحقیراً تاکیداً ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا ''اســامۃ اســامۃ '' اچھا یا اسامہ یا اسامہ اور اس سے نکاح؟ آنحضرت نے تسلی دیکر نکاح پر راضی کرلیا آنے والی روایت میں ابوالجہم کی جگہ ابوالجہیم تصغیر کے ساتھ ہے جو غیر معروف ہے۔

۳۷۱۱۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي الْجَهْمِ قَالَ: سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ تَقُولُ أَرْسَلَ إِلَيَّ زَوْجِي أَبُو عَمْرِو بْنُ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ بِطَلاَقِي وَأَرْسَلَ مَعَهُ بِخَمْسَةِ آصُعِ تَمْرٍ وَخَمْسَةِ آصُعِ شَعِيرٍ فَقُلْتُ أَمَا لِي نَفَقَةٌ إِلاَّ هَذَا وَلاَ أَعْتَدُّ فِي مَنْزِلِكُمْ قَالَ: لاَ قَالَتْ فَشَدَدْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: كَمْ طَلَّقَكِ قُلْتُ ثَلاَثاً قَالَ: صَدَقَ لَيْسَ لَكِ نَفَقَةٌ اعْتَدِّي فِي بَيْتِ ابْنِ عَمِّكِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ ضَرِيرُ الْبَصَرِ تُلْقِي ثَوْبَكِ عِنْدَهُ فَإِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُكِ فَآذِنِينِي قَالَتْ فَخَطَبَنِي خُطَّابٌ مِنْهُمْ مُعَاوِيَةُ وَأَبُو الْجَهْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ مُعَاوِيَةَ تَرِبٌ خَفِيفُ الْحَالِ وَأَبُو الْجَهْمِ مِنْهُ شِدَّةٌ عَلَى النِّسَاءِ أَوْ يَضْرِبُ النِّسَاءَ أَوْ نَحْوَ هَذَا وَلَكِنْ عَلَيْكِ بِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے شوہر ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ نے میری طرف عیاش

بن ابی ربیعہ کو طلاق دے کر بھیجا جب کہ اس کے ساتھ پانچ صاع کھجور اور پانچ صاع جو بھی بھیجے، میں نے کہا کہ میرے لئے اس کے علاوہ کوئی نفقہ نہیں ہے؟ اور کیا میں عدت بھی تمہارے گھر نہ گذاروں گی؟ اس نے کہا نہیں! کہتی ہیں میں نے اپنے کپڑے پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے تم کو کتنی طلاقیں دیں؟ میں نے کہا تین۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا، تیرا نفقہ نہیں ہے اور تو اپنی عدت اپنے چچا کے بیٹے ابن ام مکتوم کے پاس پوری کر کہ وہ نابینا آدمی ہیں تو اپنے کپڑے اس کے ہاں اتار سکتی ہے، پس جب تیری عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا، اس نے کہا پس مجھے پیغام نکاح دیئے گئے ہیں اور ان میں معاویہ اور ابوجہم بھی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: معاویہ غریب اور کمزور حالات والے ہیں اور ابوجہم کی طرف سے عورت پر سختی ہوتی ہے یا عورتوں کو مارتا ہے یا اسی طرح (کچھ) فرمایا لیکن تم اسامہ بن زید کو اختیار (نکاح) کرلو۔

۳۷۱۲۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي الْجَهْمِ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَسَأَلْنَاهَا فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عَمْرِو بْنِ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ فَخَرَجَ فِي غَزْوَةِ نَجْرَانَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ مَهْدِيٍّ وَزَادَ قَالَتْ فَتَزَوَّجْتُهُ فَشَرَّفَنِي اللَّهُ بِابْنِ زَيْدٍ وَكَرَّمَنِي اللَّهُ بِابْنِ زَيْدٍ

حضرت ابوبکر بن ابی الجہم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، فاطمہ بنت قیسؓ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے (طلاق کے متعلق) سوال کیا تو فرمانے لگیں: میں ابوعمرو بن حفص بن المغیرہ کے نکاح میں تھی، وہ غزوہ نجران کے لئے نکلے آگے سابقہ حدیث والا مضمون بیان کیا پھر آخر میں فرمایا کہ: میں نے اسامہؓ سے نکاح کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے ابوزید (کنیت ہے اسامہ کی) سے نکاح میں بہت شرف و بزرگی اور اعزاز عطا فرمایا۔

تشریح:

"فی غزوة نجران" اس سے پہلے گذرا ہے کہ وہ یمن کی طرف نکلے تھے کوئی منافات نہیں یمن کی طرف نجران ہے اور جہاد نجران میں ہوا اتفاقاً وہیں پر گئے تھے" فشرفنی الله "یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت ہی عزت دی کہ میں نے اسامہ بن زید سے نکاح کیا حضرت اسامہ کی کنیت ابوزید بھی تھی اور ابومحمد بھی تھی تو جس کا ذکر آگیا کوئی تعارض نہیں ہوگا۔

۳۷۱۳۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو سَلَمَةَ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ زَمَنَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَحَدَّثَتْنَا أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا طَلَاقًا بَاتًّا بِنَحْوِ حَدِيثِ سُفْيَانَ ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں اور ابوسلمہ حضرت ابن زبیرؓ کے زمانہ خلافت میں فاطمہ بنت قیسؓ کے پاس آئے اس نے ہم کو بیان فرمایا کہ اس کے شوہر نے اسکو قطعی طلاق دیدی (آگے بقیہ روایت حدیث سفیان کی طرح بیان فرمائی)۔

۳۷۱۴۔ وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ السُّدِّيِّ عَنِ الْبَهِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا فَلَمْ يَجْعَلْ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُكْنَى وَلَا نَفَقَةً

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ: مجھے میرے شوہر نے تین طلاقیں دی تھیں تو نبی ﷺ نے میرے لئے رہائش اور نفقہ کا حق نہ رکھا۔

۳۷۱۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: تَزَوَّجَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَكَمِ فَطَلَّقَهَا فَأَخْرَجَهَا مِنْ عِنْدِهِ فَعَابَ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ عُرْوَةُ فَقَالُوا إِنَّ فَاطِمَةَ قَدْ خَرَجَتْ قَالَ: عُرْوَةُ فَأَتَيْتُ عَائِشَةَ فَأَخْبَرْتُهَا بِذَلِكَ فَقَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ خَيْرٌ فِي أَنْ تَذْكُرَ هَذَا الْحَدِيثَ

حضرت ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید بن العاص نے عبدالرحمٰن بن الحکم کی بیٹی سے نکاح کیا اور پھر انہیں طلاق دے دی اور گھر سے نکال باہر کر دیا، حضرت عروہؓ نے اس بات پر انہیں بہت برا بھلا کہا تو لوگوں نے کہا کہ فاطمہؓ بھی تو طلاق کے بعد گھر سے باہر نکل گئی تھیں۔ حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت عائشہؓ کے پاس آیا اور انہیں یہ بات بتلائی تو فرمانے لگیں کہ فاطمہ کے لئے مناسب نہیں اور یہ بات ان کے لئے بہتر نہیں کہ وہ یہ حدیث بیان کریں۔

تشریح:

"مالفاطمة خير ان تذكر" یعنی فاطمہ کے لئے یہ اچھا نہیں ہے کہ وہ اس قصہ اور اس حدیث کو بیان کریں جس سے یہ وہم پیدا ہو جاتا ہے کہ مطلقاً مطلقہ مغلظہ کے لئے نان و مکان نہیں ہے حالانکہ عدم نان و مکان کا حکم مطلق اور عام نہیں ہے یہ صرف فاطمہ کی ذات کے ساتھ خاص تھا کیونکہ وہ اپنے شوہر کے مکان سے خوف کی وجہ سے نکل گئی تھی یا زبان چلانے کی وجہ سے نکل گئی تھی تو اس کا نان و مکان کا ساقط ہونا تمام مطلقہ مغلظہ کا حکم نہیں بلکہ ان کی ذات کے ساتھ خاص ہے اب ان کا یہ عذر اور مجبوری تو ہر آدمی کو معلوم نہیں ہوگی تو وہ غلط فتویٰ دینے لگ جائے گا کہ مطلقہ مغلظہ کے لئے نان و مکان نہیں ہے اس لئے ان کو یہ حدیث بیان کرنا ہی نہیں چاہیے تھا آنے والی روایت میں ہے" واخاف ان يقتحم علي " یعنی مجھے خوف ہوا کہ کوئی منادی قسم کے لوگ میرے گھر میں گھس آئیں گے اور میری

عزت پامال کردیں گے تو میں وہاں سے نکل آئی۔

۳۷۱۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ زَوْجِي طَلَّقَنِي ثَلاَثاً وَأَخَافُ أَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيَّ قَالَ:فَأَمَرَهَا فَتَحَوَّلَتْ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں اور مجھے یہ خوف دامن گیر ہے کہ وہ لوگ میرے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں نقل مکانی کا حکم فرمادیا۔

۳۷۱۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ خَيْرٌ أَنْ تَذْكُرَ هَذَا قَالَ:تَعْنِي قَوْلَهَا لاَ سُكْنَى وَلاَ نَفَقَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ارشاد فرماتی ہیں کہ: فاطمہ بنت قیس کے لئے بہتر نہیں کہ وہ اس بات کو بیان کرے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے سکنی اور نفقہ نہیں ہے۔

۳۷۱۸۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ:قَالَ:عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ لِعَائِشَةَ أَلَمْ تَرَىْ إِلَى فُلاَنَةَ بِنْتِ الْحَكَمِ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ فَخَرَجَتْ فَقَالَتْ بِئْسَمَا صَنَعَتْ فَقَالَ:أَلَمْ تَسْمَعِي إِلَى قَوْلِ فَاطِمَةَ فَقَالَتْ أَمَا إِنَّهُ لاَ خَيْرَ لَهَا فِي ذِكْرِ ذَلِكَ

حضرت عبدالرحمن ابن القاسم، اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ کیا آپ فلانہ بنت الحکم کو نہیں دیکھتیں جسے اس کے شوہر نے طلاق بائن دیدی ہے اور وہ گھر سے نکل گئی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس نے جو کچھ کیا بہت برا کیا۔ حضرت عروہؓ نے کہا کہ کیا آپ ﷺ نے فاطمہؓ کی بات نہیں سنی؟ اس پر حضرت عائشہؓ فرمانے لگیں کہ اس کے لئے اس بات کے بیان کرنے میں کوئی خیر اور بہتری نہیں ہے"۔

باب المطلقة تخرج في عدتها للحاجة

حالتِ عدت میں ضرورت کے تحت مطلقہ عورت باہر نکل سکتی ہے

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

۳۷۱۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ

مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ طُلِّقَتْ خَالَتِي فَأَرَادَتْ أَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: بَلَى فَجُدِّي نَخْلَكِ فَإِنَّكِ عَسَى أَنْ تَصَدَّقِي أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفاً

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق ہوگئی تھی (اور وہ عدت میں تھیں، اس دوران) انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنے باغ کے کھجور کے درختوں سے کھجوریں توڑیں، ایک شخص نے انہیں باہر نکلنے سے ڈانٹا، وہ نبی ﷺ کی خدمت میں چلی آئیں (اور آپ سے عرض کیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں، اپنے کھجور کے درختوں سے توڑ لو، ممکن ہے کہ تم اس میں سے کچھ صدقہ دو یا نیکی کا کام کرو''۔ (مقصد یہ ہے کہ یہ ایک ضرورت بھی ہے علاوہ ازیں اگر تم اس میں سے صدقہ دو یا کسی کی امداد کرو تو اس سے تمہیں اجر بھی ملے گا لہذا تمہارا اس مقصد کے لئے نکلنا جائز ہے)۔

تشریح:

'' طلقت خالتي '' یعنی میری خالہ کو طلاق پڑ گئی تھی وہ عدت میں بیٹھی ہوئی تھی۔

'' عــدۃ '' باب نصر ینصر کا مصدر ہے اور یہ لغت میں گنتی اور شمار کو کہتے ہیں، عورت بھی فرقت زوج کے بعد اپنی عدت کے ایام گنتی ہے۔ اور اصطلاح شرع میں ''عورت کا زوج سے فراق کے بعد خاص مدت تک نکاح اور منافی عدت چیزوں سے باز رہنے کا نام عدت ہے''۔ یہ فرقت یا طلاق سے ہوتی ہے یا زوج کی وفات سے ہوگی، عدت گذارنے کے کئی طریقے ہیں۔

اول تین حیض کے ذریعہ سے عدت ہو۔ دوم وضع حمل سے عدت وابستہ ہو بشرطیکہ عورت حاملہ عورت ہو، سوم عدت بالا شہر ہو کہ اگر عورت چھوٹی ہو جو حیض آنے سے یا بڑھاپے کی وجہ سے مایوس آئسہ ہو تو تین ماہ کی گنتی سے عدت گذارے گی اور اگر عورت کا شوہر مرگیا ہو تو پھر چار ماہ دس دن عدت کے لیے مقرر ہیں۔ قرآنی آیات سے اور آنے والی احادیث کی تفصیلات سے اور امت کے اجماع سے عدت گذارنا عورت پر لازم ہے تمام مسلمان عورتوں پر لازم ہے کہ وہ عدت کا اہتمام کریں اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے لاپرواہی نہ برتیں صوبہ سرحد میں عورتیں اس خداوندی حکم میں بہت سستی کرتی ہیں وہاں کے علماء پر لازم ہے کہ وہ اس مسئلہ کی اہمیت کو اہتمام کے ساتھ وعظوں میں بیان کریں اور فقہاء احناف نے احادیث کی روشنی میں جو دفعات متعین فرمائی ہیں ان کو مسلمانوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کریں تاکہ یہ مری ہوئی سنت زندہ ہو جائے۔

لونڈی کو اگر اس کے خاوند نے طلاق دیدی تو اس کی عدت دو حیض ہیں اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے اور اگر اس کا خاوند مرجائے تو اس کی عدت دو ماہ پانچ دن ہوگی۔

مطلقہ معتدہ گھر سے نکل سکتی ہے یا نہیں؟

"فقال بلی فجدی" جدی نصر ینصر سے واحد مؤنث کے لئے امر کا صیغہ ہے جداد کھجور توڑنے کے معنی میں آتا ہے اس حدیث سے اس عورت کے گھر سے نکلنے یا نہ نکلنے کا حکم معلوم ہوتا ہے جو حالت عدت میں گھر میں بیٹھی ہوئی ہو اس میں اس طرح تفصیل ہے کہ جس عورت کا خاوند مرجائے اور وہ عدت گذار رہی ہو تو اس میں تقریباً سب علماء کا اتفاق ہے کہ وہ دن کے وقت گھر سے باہر جاسکتی ہے کیونکہ وہ اپنے نفقہ کی خود ذمہ دار ہے تو اس مجبوری کی وجہ سے خروج فی النہار کی اجازت ہے شرح وقایہ کے متن میں یہ عبارت مذکور ہے (وتخرج معتدۃ الموت فی الملوین) یعنی متوفی عنہا زوجہا دن اور رات کے اوقات میں اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہے (اذ لا نفقۃ لہا فتحتاج الی الخروج) کیونکہ اس کا نفقہ اس کے اپنے ذمہ میں ہے تو نکلنے کی طرف محتاج ہے ہاں اس پر لازم ہے کہ رات گذارنے کے لئے اسی مکان میں آئے جہاں عدت گذارنے کے لئے بیٹھی ہے اب رہ گیا مطلقہ عورت کا مسئلہ تو اس کے نکلنے یا نہ نکلنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور کے نزدیک مطلقہ بھی دن کے وقت نکل سکتی ہے ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ کسی سخت مجبوری کے بغیر یہ مطلقہ عدت والے گھر سے باہر نہیں جاسکتی۔

دلائل:

ائمہ جمہور نے حضرت جابر کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ جابرؓ کی خالہ کو نبی اکرم ﷺ نے کھجوریں توڑنے اور باغ میں جانے کی اجازت فرمائی تھی ائمہ احناف نے قرآن کریم کی آیت کے عموم سے استدلال کیا ہے آیت یہ ہے ﴿ولا تخرجوھن من بیوتھن و لا یخرجن﴾ اس مطلق آیت کو جابر کی خبر واحد سے مقید نہیں کیا جاسکتا ہے لہذا بغیر کسی ضرورت کے مطلقہ عورت عدت کے گھر سے باہر نہیں جاسکتی ہے اور اگر ضرورت پڑ جائے تو پھر جانا اور نکل کر رات کو واپس آنا جائز ہے احناف نے مجبوری میں نکلنے کے جواز کے لئے حضرت جابرؓ کی زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضور اکرم نے اس عورت کی اجازت کو (لعلک ان تصدقی وتفعلی معروفا) کے ساتھ مقید فرمایا ہے تو یہ ایک ضرورت اور حاجت کی طرف اشارہ ہے کہ اگر صاحب نصاب ہوگئی تو زکوۃ ادا کردوگی اور اگر زکوۃ نہیں تو نفلی صدقات میں سے کسی کے ساتھ بھلائی کردوگی معلوم ہوا کسی دینی اور دنیوی حاجت وضرورت کے لئے نکلنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے امام طحاوی نے حضرت جابر کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے کہ نکلنا جائز نہیں۔ بہر حال احناف اس حدیث کو ضرورت پر حمل کرتے ہیں صوبہ سرحد کے علماء پر لازم ہے کہ وہ اس مسئلہ کو عوام پر واضح کرکے بیان کریں کیونکہ وہاں اس میں سستی ہوتی ہے یہاں ایک الگ صورت ہے کہ اگر

مختدہ عورت کا مکان گرنے لگا ہو یا چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ ہو یا اس مکان کا خرچ اس عورت کی طاقت سے باہر ہو تو وہ ان صورتوں میں اس گھر کو چھوڑ کر کسی مناسب جگہ منتقل ہو سکتی ہے۔

باب انقضاء العدة بوضع الحمل

وضع حمل سے عدت کا خاتمہ ہو جاتا ہے

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۳۷۲۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ: حَرْمَلَةُ حَدَّثَنَا وَقَالَ: أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ فَيَسْأَلَهَا عَنْ حَدِيثِهَا وَعَمَّا قَالَ: لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ فِي بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ: لَهَا مَا لِي أَرَاكِ مُتَجَمِّلَةً لَعَلَّكِ تَرْجِينَ النِّكَاحَ إِنَّكِ وَاللَّهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ: لِي ذَلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي وَأَمَرَنِي بِالتَّزَوُّجِ إِنْ بَدَا لِي قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ فَلَا أَرَى بَأْسًا أَنْ تَتَزَوَّجَ حِينَ وَضَعَتْ وَإِنْ كَانَتْ فِي دَمِهَا غَيْرَ أَنْ لَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَطْهُرَ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے عمر بن عبد اللہ بن الارقم الزہری کو خط لکھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہؓ کے پاس جائیں اور ان سے ان کے معاملہ کے بارے میں پوچھیں کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ ﷺ نے کیا جواب دیا تھا؟ تو عمر بن عبد اللہ نے عبد اللہ بن عتبہ کو جوابی خط لکھا کہ سبیعہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتلایا کہ وہ (سبیعہؓ) حضرت سعد بن خولہؓ کے نکاح میں تھیں جو عامر ابن لؤی کے قبیلہ میں سے تھے اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کا

انتقال ہوگیا اس وقت وہ (سبیعہ) حاملہ تھیں ان کے انتقال کو زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ وضع حمل ہوا (ولادت ہوگئی) جب وہ نفاس سے فارغ ہوگئیں تو بناؤ سنگھار کیا پیغام نکاح دینے والوں کے لئے، چنانچہ ابوالسنابل بن بعکک جو بنو عبدالدار کے قبیلہ کے فرد تھے ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ: مجھے کیا ہوا کہ میں تمہیں آرائش کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، شاید تم نکاح کی امید لگائے بیٹھی ہو۔ اللہ کی قسم! جب تک تمہارے اوپر چار ماہ دس دن نہ گذر جائیں تم ہرگز نکاح نہیں کرسکتیں۔ حضرت سبیعہؓ کہتی ہیں کہ جب انہوں نے یہ بات کی تو میں نے اسی شام اپنے کپڑے سمیٹے (چادر اوڑھی) اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلی گئی اور اس بارے میں آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے مجھے فتویٰ دیا کہ بے شک میں وضع حمل کے بعد حلال ہوچکی ہوں (نکاح کے لئے) اور مجھے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو نکاح کرلوں۔ حضرت ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ لہٰذا میں کوئی حرج نہیں سمجھتا اس بات میں کہ مطلقہ عورت وضع حمل کے بعد نکاح کرے اگرچہ وہ ابھی نفاس کے خون میں ہی ہو۔ ہاں یہ ہے کہ حالتِ نفاس میں شوہر اس سے صحبت نہ کرے یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے۔

تشریح:

"وهو فی بنی عامر" ای نسبه فیهم وهو منهم یہ ان کے خلفاء میں سے تھے پھر ان کی نسبت اس قبیلہ کی طرف ہوگئی یہ اصلاً یمن کے تھے اور فارسی النسل تھے بدری صحابی ہیں حجۃ الوداع کے موقع پر یہ مکہ میں رہنے لگے اور بیمار ہوکر وفات پاگئے آنحضرت نے یوں افسوس کیا "لکن البائس سعد بن خولة" یعنی ان پر افسوس ہے کہ مکہ میں انتقال ہوا ہجرت کو نقصان پہنچا "فلم تنشب" ای لم تمکث یعنی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ پندرہ دن کے بعد ان کا بچہ پیدا ہوگیا۔ "تعلت" ای تطهرت یعنی نفاس سے پاک ہوگئی "للخطاب" یعنی پیغام نکاح دینے والوں کے لئے اپنے آپ کو مزین کیا "ابو السنابل" ان کا نام عمرو تھا "بعکک" جعفر کے وزن پر ہے یہ ابوسنابل کے والد کا نام ہے۔ "اربعة اشهر وعشرا" یعنی تم نے ابھی سے زیب وزینت اختیار کررکھی ہے جب تک چار ماہ دس دن کی عدت نہیں گذرتی ہے تم کبھی بھی نکاح نہیں کرسکتی ہو۔ حضرت ابوسنابل رضی اللہ عنہ نے جو یہ فتویٰ دیا تھا یہ محض فتویٰ نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے ایک مقصد کارفرما تھا وہ یہ کہ ابوسنابل خود سبیعہ خاتون سے نکاح کرنا چاہتا تھا اس نے پیغام نکاح بھی دیا تھا اس وقت ایک نوعمر نوجوان نے بھی پیغام نکاح دیا تھا سبیعہ چاہتی تھی کہ اس جوان کے ساتھ شادی کرلے اور اس کے پیغام کو قبول بھی کرلیا سبیعہ کے بڑے بزرگ کہیں غائب تھے تو ابوسنابل نے کہا کہ تم ابھی نکاح نہیں کرسکتی ہو مقصد یہ تھا کہ جب ان کے بڑے آجائیں گے تو ان کو میں راضی کرلوں گا وہ ان کا نکاح میرے ساتھ کردیں گے جب سبیعہ نے اس کشمکش کو دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے چلی گئی تو آنحضرت نے نکاح کرنے کا فتویٰ دیا اگرچہ نفاس جاری ہو۔ "بانی قد حللت" یعنی وضع حمل سے میں اب نکاح کے

لئے آزاد اور حلال ہو چکی ہوں اب میری مرضی ہے کہ جب چاہوں نکاح کروں جمہور فقہاء سلفاً وخلفاً کا یہی فتویٰ ہے کہ وضع حمل سے عورت نکاح کرنے کے لئے حلال ہو جاتی ہے اور ابعد الاجلین اور آخر الاجلین کی ضرورت نہیں ہے صرف حضرت ابن عباس اور حضرت علی اور سحنون مالکی سے ایک روایت ہے کہ ابعد الاجلین کا انتظار کرنا چاہئے مگر قرآن و حدیث کی واضح نصوص وضع حمل کی تصریح کرتی ہیں تو اسی کو لینا چاہئے۔"ابعد الاجلین " کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً متوفی عنہا زوجہا عورت عدت میں بیٹھ گئی ابھی دو ماہ گذر گئے کہ اس کا بچہ پیدا ہو گیا تو اب اس کو ابعد الاجلین چار ماہ دس دن پورا کرنا چاہئے اور اگر اس عورت کی عدت کے چار ماہ دس دن پورے ہو گئے مگر ابھی تک وضع حمل نہیں ہوا تو وضع حمل کا انتظار کرنا ہوگا یہ ابعد اجلین ہے۔"قال ابن شهاب "ابن شہاب کا مقصد یہ ہے کہ اگر چہ ورت وضع حمل کے بعد نفاس میں ہو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے البتہ جماع بوجہ نفاس جائز نہیں ہے جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے اور قرآن و حدیث کی یہی وضاحت ہے البتہ شعبی ابراہیم نخعی اور حسن بصری کا خیال ہے کہ نفاس کی حالت میں نکاح صحیح نہیں ہے جب تک یہ عورت نفاس سے پاک نہ ہو جائے وہ اپنی دلیل میں سبیعہ کا واقعہ پیش کرتے ہیں کہ "فلما تعلت "ای طهرت من نفاسها تب اس نے نکاح کیا جمہور فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے ان کو وضع حمل کے بعد نکاح کی اجازت دی تھی۔

۳۷۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ:سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَابْنَ عَبَّاسٍ اجْتَمَعَا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُمَا يَذْكُرَانِ الْمَرْأَةَ تُنْفَسُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَقَالَ:ابْنُ عَبَّاسٍ عِدَّتُهَا آخِرُ الْأَجَلَيْنِ وَقَالَ:أَبُو سَلَمَةَ قَدْ حَلَّتْ فَجَعَلَا يَتَنَازَعَانِ ذَلِكَ قَالَ:فَقَالَ:أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ فَبَعَثُوا كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ يَسْأَلُهَا عَنْ ذَلِكَ فَجَاءَهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ إِنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ وَإِنَّهَا ذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ

حضرت سلیمان رحمہ اللہ بن یسار کہتے ہیں کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن اور ابن عباسؓ دونوں ابو ہریرہؓ کے پاس جمع ہوئے اور تذکرہ ہونے لگا ایسی عورت کا جو شوہر کی وفات کے چند راتوں کے بعد ہی نفاس میں ہو جائے (یعنی وضع حمل ڈلیوری ہو جائے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: ایسی عورت کی عدت کے لئے آخر الاجلین یعنی دونوں میں سے جو مدت آخری ہوگی اس کا اعتبار ہوگا (مقصد یہ ہے کہ بیوہ عورت کی اصل عدت تو چار ماہ دس یوم ہے، لہذا اگر وہ اس مدت سے کم میں وضع حمل کر دے تو اصل مدت یعنی چار ماہ دس یوم کا اعتبار ہوگا جو دونوں مدتوں میں سے آخری ہے۔ اور اگر حمل ہونے کے باوجود چار ماہ دس یوم گذر گئے اور وضع حمل نہیں ہوا تو پھر وضع حمل تک انتظار کرے گی اور چار ماہ دس دن کا اعتبار نہیں ہوگا)۔ جب کہ ابو سلمہؓ نے فرمایا کہ ایسی عورت وضع حمل سے ہی عدت سے نکل گئی۔ دونوں

میں تنازع اور بحث ہونے لگی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں اپنے بھتیجے یعنی ابوسلمہؒ کے ساتھ ہوں۔ (اب فیصلہ کیجئے) انہوں نے کریب کو (جو ابن عباس کے غلام تھے آزاد کردہ) ام المؤمنین ام سلمہؓ کے پاس بھیجا کہ ان سے اس مسئلہ کی بابت دریافت کریں۔ کریب واپس آئے اور انہیں بتلایا کہ ام سلمہؓ نے فرمایا: کہ سبیعہ اسلمیہؓ شوہر کی وفات کی چند راتوں بعد ہی حمل سے فارغ ہو گئیں (ولادت ہو گئی تھی) انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تھا تو آپ نے انہیں حکم فرمایا تھا کہ نکاح کر لیں (گویا نکاح کی اجازت ہو گئی اور عدت مکمل ہو جائے گی، چنانچہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حاملہ عورت اگر بیوہ ہو جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے)۔

۳۷۲۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالاَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ كِلاَهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ اللَّيْثَ قَالَ فِي حَدِيثِهِ فَأَرْسَلُوا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ وَلَمْ يُسَمِّ كُرَيْبًا

حضرت یحیٰی بن سعید سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث ابوہریرہ اور ابن عباس نے ام سلمہ کی طرف پیغام بھیجا، کریب کا نام ذکر نہیں۔

باب وجوب الاحداد وقصة رمی البعرة

شوہر کی موت پر سوگ کرنا واجب ہے اور مینگنی پھینکنے کا قصہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے اٹھارہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۷۲۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ هَذِهِ الأَحَادِيثَ الثَّلاَثَةَ قَالَ قَالَتْ زَيْنَبُ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ لاَ يَحِلُّ لاِمْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلاَثٍ إِلاَّ عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

حضرت زینب بنت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ تین احادیث بیان کیں (نافع سے)۔

فرماتی ہیں زینب رضی اللہ عنہا کہ میں ام المؤمنین ام حبیبہؓ زوجۂ رسول کے پاس گئی جب ان کے والد ابوسفیانؓ کا انتقال ہوا، حضرت ام حبیبہؓ نے ایک خوشبو جس میں خلوق یا کسی اور چیز کی زردی ملی ہوئی تھی منگوائی اور ایک لڑکی

کے لگائی، پھر اس کے بعد اپنے ہاتھ اپنے رخساروں پر مل لئے، پھر فرمانے لگیں کہ اللہ کی قسم! مجھے اس وقت خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے منبر پر بیٹھ کر کہ: ''کسی ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، مگر شوہر کے لئے چار ماہ دس یوم تک سوگ منائے''۔

تشریح:

''ان تحد'' یہ لفظ باب افعال سے احداد بوزن اعداد ہے علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ لفظ مجرد میں باب نصر اور ضرب سے بھی آتا ہے احداد اور حداد ترک زینت اور عطریات و بناؤ سنگار چھوڑنے کا نام ہے اس میں غم کا مفہوم پڑا ہے اس لئے اس کو سوگ کہتے ہیں اسلام میں شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے شیعہ حضرات جو ہر سال حضرت حسینؓ کا سوگ مناتے ہیں یہ حرام ہے اسلام نے انسان کی طبیعت اور فطرت کا لحاظ رکھا ہے تو طبعی طور پر آدمی تین تک نڈھال رہتا ہے اس سے زیادہ ترک زینت اور ترک عادت جائز نہیں ہاں قلبی غم اور آنکھوں سے آنسوؤں کا گرنا اس کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ حضرت ام حبیبہؓ کے متعلق ابوداؤد میں ایک روایت ہے کہ جب ان کے والد ابوسفیان کا انتقال ہوا تو تین دن کے بعد آپ نے عطر منگوالیا اور اپنے بازوؤں پر مل لیا اور فرمایا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے حضور سے سنا ہے پھر آپ نے یہی حدیث بیان فرمائی (ابوداؤد ج ۱ ص: ۳۱۴)

بیوی کے لئے شوہر کا غم چونکہ تمام غموں سے زیادہ ہے کیونکہ اس کا پورا گھر اجڑ گیا ہے تو شریعت نے عورت کے اس فطری صدمہ کا لحاظ رکھا ہے اور چار ماہ دس دن تک سوگ کرنے کی اجازت دیدی ہے اور پھر اس پر لازم بھی کیا ہے ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ عموماً لڑکے میں تین ماہ کے بعد جان آتی ہے اور لڑکی میں چار ماہ لگتے ہیں تو شریعت نے چار ماہ دس دن مقرر فرمایا تاکہ ہر قسم کے بچے کا ظہور یقینی ہو جائے بعض بچوں میں حرکت کمزور ہوتی ہے اس لئے شریعت نے چار ماہ دس دن کا اضافہ کر دیا تاکہ عورت کے حاملہ ہونے نہ ہونے کا خوب اندازہ ہو جائے۔

۳۷۲٤۔ قَالَتْ زَيْنَبُ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں ام المومنین زینب بنت جحشؓ کے پاس داخل ہوئی جب ان کے بھائی کا انتقال ہوا تھا تو انہوں نے بھی خوشبو منگوائی اور اسے لگایا۔ بعد ازاں فرمایا کہ: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو لگانے کی کوئی

ضرورت نہیں تھی۔ لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے منبر پر سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ: "کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین روز سے زیادہ سوگ منائے مگر شوہر کے لئے چار ماہ دس یوم تک سوگ منائے"۔

۳۷۲۵۔ قَالَتْ زَيْنَبُ سَمِعْتُ أُمِّي أُمَّ سَلَمَةَ تَقُولُ جَائَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا أَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلَّ ذٰلِكَ يَقُولُ لَا ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعَرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری والدہ نے ام المؤمنین ام سلمہؓ سے سنا وہ فرماتی تھیں کہ ایک عورت رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ یارسول اللہ! میری بیٹی کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، جب کہ اس کی آنکھیں دکھ رہی ہیں کیا ہم اس کے سرمہ لگا سکتی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہی فرمایا کہ نہیں، پھر چوتھی مرتبہ فرمایا کہ یہ سوگ تو چار ماہ دس یوم تک رہے گا۔ پھر زینبؓ فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بیوہ عورت (جب عدت میں بیٹھتی تھی تو) سال پورا ہونے کے بعد ایک مینگنی پھینکا کرتی تھی۔

تشریح:

"افنکحلھا" یعنی میری بیٹی چار ماہ دس دن کی سوگ میں بیٹھی ہے مگر اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے تو کیا میں اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا سکتی ہوں؟ "قال لا" آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم اس کی آنکھوں میں سرمہ نہیں لگا سکتی ہو اس مسئلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

عدت وفات میں احداد یعنی ترک زینت کے دوران امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک عذر ہو یا عذر نہ ہو کسی صورت میں عورت آنکھوں میں سرمہ نہیں لگا سکتی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجبوری کی صورت میں بطور علاج سرمہ لگا سکتی ہے لیکن رات کو لگائے اور دن کو صاف کرے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مجبوری کے وقت بطور علاج سرمہ استعمال کرسکتی ہے۔ امام احمد نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ شاید اس عورت نے بہانہ کیا ہو کہ سرمہ تو لگا یا زینت کے لئے اور بہانہ آنکھوں کے دکھنے کا کیا حضور اکرم کو اصل حقیقت کا علم ہوگیا ہوگا اس لئے اجازت نہیں دی، یا ہوسکتا ہے کہ یہ خاص قسم کا کوئی سرمہ تھا جس کی ممانعت فرمادی اس حدیث میں تاویل کا ایک واضح قرینہ یہ بھی ہے کہ اسی حضرت ام سلمہ سے ایک موقع پر جب سرمہ لگانے کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے شدید مرض کے وقت اجازت دیدی (کذا فی سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۱۵)

کافرانہ نظام نے عورت پر ظلم کیا اسلام نے مقام دیا

"ترمی بالبعرة علی رأس الحول" اس جملہ سے حضور اکرم ﷺ نے زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر بے جا مظالم ڈھائے جانے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور مقصد یہ تھا کہ دین اسلام میں ہر قسم کی آسانی ہے اور تم پھر بھی مزید رخصتوں کی درخواستیں کرتی ہو تمہیں معلوم نہیں کہ جاہلیت میں عورتوں کی عدت کا کیا افسانہ ہوتا تھا آپ نے جس قصہ اور افسانہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا تذکرہ جن کتابوں نے کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جاہلیت میں جب آدمی مرجاتا تھا تو بیوی سوگ منانے اور عدت گذارنے کے لئے ایک تنگ وتاریک کمرہ میں داخل ہو جاتی تھی باہر سے اس کمرے کا دروازہ بند کیا جاتا تھا اور لپائی کی جاتی تھی ایک کھڑکی سے معتدہ عورت کو کتے کے برتن میں کھانا دیا جاتا تھا اسی کمرہ میں کھانا پینا اسی میں پیشاب پاخانہ کرنا اسی میں لیٹنا اسی میں اٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا سال بھر کے لئے ایک ہی جوڑا کپڑا اور سال بھر کے لئے اسی ایک جگہ میں رہنا ہوتا تھا سال پورا ہونے کے بعد جب کمرہ سخت زہریلا ہو جاتا تھا تو وہ لوگ کسی کتے یا جانور یا پرندے کو اندر داخل کراتے تھے اور حیوان کو اس عورت کے فرج سے رگڑ لیا کرتے تھے جب سخت زہریلی گیس سے وہ جانور مرجاتا تھا تو لوگ کہتے تھے زبردست عدت گذار دی ہے پھر اس عورت کو باہر لا کر ایک گدھے پر سوار کراتے تھے عورت کا چہرہ گدھے کی دم اور سرین کی طرف ہوتا تھا اور اس کے ہاتھوں میں اونٹوں یا بکریوں کی مینگنیوں کی بھری ہوئی ٹوکری دیا کرتے تھے وہ ایک ایک مینگنی پھینکا کرتی تھی اور بچے اس کے پیچھے دوڑتے پھرتے اور ڈم ڈم کی آوازیں لگا کر ہنستے اور قہقہے لگاتے جاتے تھے جب یہ عورت آخری مینگنی پھینکتی تو اس کی عدت ختم ہو جاتی، حضور اکرم نے گویا اشارہ فرمادیا کہ ایک وہ کافرانہ نظام اور اس کا انسانیت سوز سلوک اور ایک اسلام کی یہ رحمت وشفقت اور عزت وعظمت کا نظام؟ دونوں میں بڑا فرق ہے کسی نے سچ کہا۔

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

جاہلیت میں سوگ ایک سال تک منایا جاتا تھا اور کبھی ایک سال تک کے لئے قبر پر خیمہ لگا کر رویا کرتے تھے یہ عدت بھی اسی قسم کی ایک جاہلانہ رسم تھی اور سال کے بعد واپس گھر آتے تھے اسی کی طرف ایک شاعر نے اشارہ کیا ہے۔

الی الحول ثم اسم السلام علیکما ومن یبک حولا کاملا فقد اعتذر

ترجمہ: ایک سال تک میں تمہاری قبروں پر رویا اب تم دونوں کو سلام کر کے واپس جاتا ہوں کیونکہ سال بھر تک رونے والا رونے کا حق ادا کر دیتا ہے۔

۳۷۲۶۔ قَالَ: حُمَيْدٌ قُلْتُ لِزَيْنَبَ وَمَا تَرْمِي بِالْبَعَرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ فَقَالَتْ زَيْنَبُ كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشاً وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا وَلَمْ تَمَسَّ طِيباً وَلَا شَيْئاً حَتَّى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ ثُمَّ

تُؤْتَى بِدَابَّةٍ حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَيْرٍ فَتَفْتَضُّ بِهِ فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطَى بَعَرَةً فَتَرْمِي بِهَا ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ

حضرت حمید کہتے ہیں کہ میں نے زینبؓ سے کہا کہ: اس سے کیا مراد ہے؟ زینبؓ نے فرمایا کہ: ہوتا یہ تھا کہ زمانہ جہالت میں جب عورت کا شوہر مر جاتا تھا تو وہ ایک کوٹھری میں چلی جاتی تھی، اپنے خراب ترین کپڑے پہن لیتی، نہ خوشبو لگاتی نہ کچھ اور، اسی حالت میں اس پر سال گذر جاتا تھا۔ بعد ازاں اس کے پاس کوئی چوپایہ مثلاً گدھا یا بکری یا کوئی پرندہ وغیرہ لایا جاتا جس کے ذریعہ وہ عدت سے نکلتی (وہ اس طرح کہ اپنا جسم جانور کے جسم سے رگڑتی) اور ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ وہ (کسی جانور کے جسم سے جسم رگڑے) اور عدت سے باہر ہو مگر یہ کہ وہ جانور مر جایا کرتے تھے (شاید ایک سال تک بغیر نہائے اور بغیر صفائی کئے رہنے سے اس کے جسم میں زہریلے اثرات پیدا ہو جاتے ہوں گے)۔ بہر کیف! پھر وہ باہر نکلتی تو ایک مینگنی اسے دی جاتی جسے پھینک کر وہ عدت پوری کرتی اور اس کے بعد اپنے گھر لوٹ کر جو چاہتی کرتی، خوشبو لگانا وغیرہ۔

(گویا زمانۂ جہالت میں ایک سال عدت تھی جس کے دوران وہ کسی کام کی نہ رہتی تھی لیکن اسلام نے آ کر اس طریقہ جہالت کو ختم فرمایا اور فرض کر دیا کہ عورت پر صرف چار ماہ کی عدت ہے)

تشریح:

"حفشا" ای بیتا صغیرا حقیرا قریب السقف یعنی تنگ و تاریک اور ذلیل و حقیر چھوٹے سے چبوترے میں داخل ہو کر بند ہو جاتی تھی "فتفتض" یہ افتضاض سے ہے توڑنے کے معنی میں ہے مگر یہاں ان چیزوں کو اپنے فرج کے ساتھ رگڑنے ملنے اور ان چیزوں کے چھو لینے کو کہا گیا ہے۔

۳۷۲۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ حَمِيمٌ لِأُمِّ حَبِيبَةَ فَدَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْهُ بِذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ إِنَّمَا أَصْنَعُ هَذَا لِأَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہؓ کے کسی قریبی عزیز کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے زردی منگوائی، اسے اپنے بازوؤں پر لگایا اور فرمایا کہ میں نے یہ کام اس لئے کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ: "جو عورت بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ تین روز سے زیادہ کسی کی موت کا سوگ منائے سوائے شوہر کے کہ اس کا سوگ چار ماہ دس روز تک ہے"۔

۳۷۲۸۔ وَحَدَّثَتْهُ زَيْنَبُ عَنْ أُمِّهَا وَعَنْ زَيْنَبَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث اپنی والدہ ام سلمہؓ کے علاوہ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش سے بھی نقل کی ہے اور دیگر بعض از واج رسول اللہ ﷺ سے بھی نقل کی ہے۔

۳۷۲۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ عَنْ أُمِّهَا أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَخَافُوا عَلَى عَيْنِهَا فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَأْذَنُوهُ فِي الْكُحْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَكُونُ فِي شَرِّ بَيْتِهَا فِي أَحْلَاسِهَا أَوْ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا فِي بَيْتِهَا حَوْلًا فَإِذَا مَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بِبَعْرَةٍ فَخَرَجَتْ أَفَلَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

حضرت حمید بن نافع کہتے ہیں کہ میں نے زینب بنت ام سلمہؓ سے سنا وہ اپنی والدہ ام سلمہؓ سے نقل کرتی تھیں کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا، لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں عورت کی آنکھیں نہ جاتی رہیں۔ چنانچہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ سے سرمہ لگانے کی اجازت مانگی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''تمہاری عورتوں میں سے کوئی ایک اپنے گھر کے بُرے حصہ میں برے کپڑوں میں ملبوس پورا پورا سال گذارا کرتی تھی، پھر جب کوئی کتا وہاں سے گذرتا تو مینگنی پھینک کر باہر نکلتی تھی (تو ایک وقت ایسا تھا کہ سال بھی بیٹھی رہتی تھی اور اب یہ حال ہے کہ) چار ماہ دس یوم بھی صبر نہیں کر سکتی''؟۔

تشریح:

''فی احلاسھا'' یعنی بدترین ٹاٹ پر بیٹھی رہتی تھی ''کلب'' یعنی اس بدترین گھر سے سال کے بعد نکل کر کتے کے گذرنے کا انتظار کرتی تھی جب تک کتا نہ گذرتا اور اس پر یہ معتدہ مینگنی نہ پھینکتی تھی اس وقت تک اس کی عدت مکمل نہیں ہو سکتی تھی ان کی عدت کے اندر مزید بدعات اور رسومات بھی شامل ہوتی رہتی تھیں کتے کا گذرنا بھی اسی کا ایک حصہ تھا اگر مہینہ بھر تک کتا نہ آتا تو عدت طویل ہوتی چلی جاتی تھی اوراوپر روایت میں ''حمیم'' کا لفظ ہے اس سے رشتہ دار مراد ہے۔

۳۷۳۰۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ بِالْحَدِيثَيْنِ جَمِيعًا حَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ فِي الْكُحْلِ وَحَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ وَأُخْرَى مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ تُسَمِّهَا زَيْنَبُ نَحْوَ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ

حضرت حمید بن نافع رضی اللہ عنہ اکٹھی دو حدیثوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ یا نبی کریم ﷺ کی کسی دوسری زوجہ مطہرہؓ سے سابقہ حدیث محمد بن جعفر کی طرح بیان کرتے ہیں۔

۳۷۳۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالاَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ تُحَدِّثُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَأُمِّ حَبِيبَةَ تَذْكُرَانِ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّ بِنْتًا لَهَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَاشْتَكَتْ عَيْنُهَا فَهِيَ تُرِيدُ أَنْ تَكْحُلَهَا فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ وَإِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ

حضرت ام سلمہ وام حبیبہؓ ذکر کررہی تھیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بتلایا کہ اس کی ایک بیٹی ہے جس کا شوہر انتقال کر گیا ہے، اب لڑکی کی آنکھوں میں تکلیف ہے وہ چاہتی ہے کہ سرمہ لگا لے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ایک وقت تھا کہ) تم میں سے ایک عورت مینگنی پھینکتی تھی سال بھر گذرنے کے بعد (تب کہیں جا کر عدت سے فراغت ملتی تھی) جب کہ یہ تو صرف چار ماہ دس دن کا حکم ہے۔

۳۷۳۲۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا أَتَى أُمَّ حَبِيبَةَ نَعِيُّ أَبِي سُفْيَانَ دَعَتْ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْ بِهِ ذِرَاعَيْهَا وَعَارِضَيْهَا وَقَالَتْ كُنْتُ عَنْ هَذَا غَنِيَّةً سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لاَ يَحِلُّ لاِمْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلاَثٍ إِلاَّ عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

حضرت زینب بنت ابو سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب ام حبیبہؓ کے پاس (ان کے والد) ابوسفیانؓ کی موت کی خبر آئی تو تیسرے روز انہوں نے زردی منگوائی اور اسے اپنے بازوؤں یا رخساروں پر مل لیا اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی۔ میں نے نبی ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ: "اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ تین روز سے زیادہ کسی کی موت کا سوگ منائے سوائے شوہر کے کہ اس کا سوگ چار ماہ دس دن تک ہے"۔

۳۷۳۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ حَدَّثَتْهُ عَنْ حَفْصَةَ أَوْ عَنْ عَائِشَةَ أَوْ عَنْ كِلْتَيْهِمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: لاَ يَحِلُّ لاِمْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَوْ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ إِلاَّ عَلَى زَوْجِهَا

حضرت ام المؤمنین حضرت حفصہ یا حضرت عائشہؓ سے یا دونوں ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "کسی عورت کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ میت پر تین روز سے زائد سوگ منائے الا یہ کہ میت شوہر کی ہو"۔

۳۷۳۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ نَافِعٍ

بِإِسْنَادِ حَدِيثِ اللَّيْثِ مِثْلَ رِوَايَتِهِ

حضرت نافع سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت ہی کا مضمون منقول ہے۔

۳۷۳۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالاَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ نَافِعاً يُحَدِّثُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّهَا سَمِعَتْ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ وَابْنِ دِينَارٍ وَزَادَ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً

حضرت صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت حفصہ بنت عمرؓ، زوجۂ نبی ﷺ، نبی سے سابقہ حدیث بیان کرتی ہیں اس میں چار ماہ دس یوم کا بھی ذکر ہے۔

۳۷۳۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ جَمِيعاً عَنْ نَافِعٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمْ

حضرت صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج مطہرات سے روایت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی حدیث سابقہ روایت کی طرح بیان کی ہے۔

۳۷۳۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرُونَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لاَ يَحِلُّ لاِمْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلاَثٍ إِلاَّ عَلَى زَوْجِهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس سند سے سابقہ حدیث ہی منقول ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ وہ میت پر تین (دن) سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے شوہر کے۔

۳۷۳۸۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لاَ تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلاَثٍ إِلاَّ عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً وَلاَ تَلْبَسُ ثَوْباً مَصْبُوغاً إِلاَّ ثَوْبَ عَصْبٍ وَلاَ تَكْتَحِلُ وَلاَ تَمَسُّ طِيباً إِلاَّ إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ أَوْ أَظْفَارٍ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کوئی عورت میت پر تین دن سے زیادہ سوگ مت منائے سوائے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی اور اس دوران نہ رنگا ہوا کپڑا پہنے، سوائے

عصبی کپڑے کے (جو یمنی چادروں کا ہوتا تھا) اور نہ ہی سرمہ لگائے نہ خوشبو ملے البتہ جب حیض سے پاک ہو تو تھوڑی سے قسط یا اظفار (خوشبوؤں کا نام ہے) لگالے (تاکہ اتنے دن کی بدبو زائل ہو جائے)۔

تشریح:

"ولا ثوبا مصبوغا" یعنی رنگین کپڑا بطور زینت نہ پہنے خواہ زعفرانی رنگ کا ہو یا کسی اور رنگ کا ہو ہاں اگر کوئی اور کپڑا نہیں ملا تو پھر رنگین استعمال کرے مگر زینت کا خیال قطعاً نہ ہو کیونکہ ستر ڈھانکنا فرض ہے "الا ثوب عصب" "عصب" یمن میں ایک قسم کی چادر بنتی تھی اس کو کہتے ہیں یہاں عصب سے مراد وہ رنگین چادر ہے جو بننے اور بنانے سے پہلے دھاگوں یا اون کو رنگا گیا ہو اور جب چادر تیار ہو جائے تو اس میں سفید اور سرخ قسم کے رنگ آتے ہیں اس قسم کی چادر کا استعمال کرنا جائز ہے "طہرت" یعنی جب حیض سے عورت پاک ہو جائے "نبذہ" نون پر ضمہ ہے اور یہ لفظ بوجہ استثنا منصوب ہے تھوڑی سی چیز کے معنی میں ہے۔

"ای شیئا یسیرا" "من قسط" یہ لفظ باب میں بار بار آیا ہے اس کا ترجمہ کُھٹ یا اگربتی ہے یہاں اس سے ایک قسم کا عطر مراد ہے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ عود ہندی ہے جس سے خوشبو اور دوائی دونوں کا کام لیا جاتا ہے عورتیں حیض کے بعد غسل میں اس کو استعمال کرتی ہیں تاکہ بدبو زائل ہو جائے "او اظفار" یہ ایک قسم کی خوشبو ہے جس کے ٹکڑے ناخن کی طرح ہوتے ہیں ہمزہ مفتوح ہے اس کا مفرد یا تو نہیں ہے اگر ہے تو ظفر ہے۔

۳۷۳۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ كِلاَهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَقَالاَ عِنْدَ أَدْنَى طُهْرِهَا نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ وَأَظْفَارٍ

حضرت ہشام سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث ہی کا مضمون منقول ہے۔

۳۷۴۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُنْهَى أَنْ نُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلاَثٍ إِلاَّ عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلاَ نَكْتَحِلُ وَلاَ نَتَطَيَّبُ وَلاَ نَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا وَقَدْ رُخِّصَ لِلْمَرْأَةِ فِي طُهْرِهَا إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيضِهَا فِي نُبْذَةٍ مِنْ قُسْطٍ وَأَظْفَارٍ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ہم کو منع کر دیا گیا ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کریں سوائے شوہر کے۔ اس پر چار ماہ دس دن کا سوگ کریں گے۔ ہم نہ سرمہ لگائیں اور نہ ہی خوشبو لگائیں اور نہ ہی رنگا ہوا کپڑا پہنیں۔ اور عورت کے لئے اس کی پاکی میں رخصت دی گئی ہے کہ جب ہم میں سے کوئی حیض سے (فارغ ہو کر) غسل کرے تو وہ خوشبودار چیز سے غسل کر سکتی ہے"۔

تشریح:

''کنا ننھی ''یعنی ہم کو سوگ سے منع کیا جاتا تھا۔

سات قسم کی عورتوں پر سوگ نہیں

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سات قسم کی عورتیں ایسی ہیں کہ ان پر شوہر کی وفات کے بعد سوگ واجب نہیں ہے اس کی تفصیل درمختار میں اس طرح لکھی ہوئی ہے (۱) کافرہ یعنی یہودیہ نصرانیہ پر سوگ واجب نہیں (۲) مجنونہ پگلی پر نہیں (۳) معتدہ عتق یعنی ام ولدہ پر مولی کے مرنے کے بعد سوگ نہیں (۴) صغیرہ پر سوگ نہیں (۵) نکاح فاسد کی عدت گذارنے والی عورت پر سوگ نہیں (۶) وطی بشبھۃ یعنی غلط فہمی میں جس کے ساتھ جماع کیا گیا ہو اور وہ عدت میں بیٹھی ہو اس پر سوگ نہیں (۷) وہ عورت جو طلاق رجعی کی عدت میں ترک زینت نہیں بلکہ زینت اختیار کرتا ہے تا کہ شوہر رجوع کرے ہاں جس عورت کا شوہر مرگیا ہو یا اس کو طلاق بائن پڑی ہو تو اس کی مدت عدت میں اس پر ترک زینت لازم ہے جس کو سوگ کہتے ہیں۔

کتاب اللعان

لعان کا بیان

اس کتاب میں امام مسلمؒ نے ستائیس احادیث کو جمع کیا ہے

تعجب اس پر ہے کہ کتاب کے عنوان کے بعد کوئی باب نہیں باندھا گیا۔

۳۷۴۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُوَيْمِراً الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ: لَهُ أَرَأَيْتَ يَا عَاصِمُ لَوْ أَنَّ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَسَلْ لِي عَنْ ذَلِكَ يَا عَاصِمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَ عَاصِمٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَكَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ جَاءَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ: يَا عَاصِمُ مَاذَا قَالَ: لَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: عَاصِمٌ لِعُوَيْمِرٍ لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا قَالَ: عُوَيْمِرٌ وَاللَّهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَسَطَ النَّاسِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ نَزَلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ: سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ: عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثاً قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَتْ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بتلاتے ہیں کہ عویمر العجلانیؓ، عاصم بن عدی الانصاریؓ کے پاس آئے اوران سے کہا کہ: اے عاصم! آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو مبتلائے بدکاری دیکھے تو کیا کرے؟ اگر وہ اسے قتل کردے تو کیا اس مقتول کے لوگ اسے قتل کردیں گے؟ یا کیا کرے؟ اے عاصم! اس بارے میں میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو۔ چنانچہ عاصمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے مسائل کا پوچھنا ناپسند فرمایا اور اس کی برائی بیان کی۔ حتی کہ عاصمؓ کو یہ بہت شاق گذرا جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

جب عاصمؓ واپس گھر آئے تو عویمر العجلانیؓ ان کے پاس آئے اور کہا کہ اے عاصم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا کہا؟ عاصمؓ نے کہا کہ تم میرے پاس کوئی اچھی بات نہیں لے کر آئے ہو تم نے جو بات پوچھی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے

مسائل کا پوچھنا ناپسند ہوا حضرت عویمر العجلانی نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کئے بغیر نہ رہوں گا۔ چنانچہ عویمرؓ چلے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے لوگوں کے درمیان اور آکر کہا کہ یا رسول اللہ! اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو مبتلا دیکھے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ کیا اسے قتل کر دے تو لوگ اسے قتل کر دیں گے۔ وہ کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اور تمہاری بیوی کے معاملہ میں قرآن نازل ہو چکا ہے۔ جاؤ اور اپنی بیوی کو لے کر آؤ۔ حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ پھر دونوں نے لعان کیا، میں بھی لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی تھا، جب دونوں (قسمیں کھا کر) فارغ ہو گئے تو عویمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر میں اس کو اپنے پاس روکوں تو میں جھوٹا ہوں۔ پھر انہیں تین طلاق دیدی حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ابھی انہیں طلاق دینے کا حکم بھی نہیں فرمایا تھا۔ حضرت ابن شہاب زہریؒ نے فرمایا کہ: چنانچہ لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ ہے (کہ وہ لعان سے فارغ ہو کر بیوی کو طلاق دیدیتے ہیں)۔

تشریح:

"عویمر" یہ عویمر بن حارث تھے عجلان ان کے دادا کا نام تھا جو قضاعہ قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اس نے جاہلیت میں مدینہ کے انصار "اوس" قبیلہ سے محالفہ معاہدہ کیا تھا جس کی وجہ سے یہ انصار میں داخل ہو گئے مدینہ میں سکونت اختیار کی تھی "الی عاصم" یہ عاصم بن جد بن عجلان ہیں یہ عویمر کے والد کے چچا زاد بھائی تھے جو عجلان کے سردار تھے "فتقتلونہ" یعنی تم قصاصا اس کو قتل کر دو گے اس سے معلوم ہوا کہ قصاص کا حکم نازل ہو چکا تھا "فکرہ رسول اللہ" یعنی چونکہ ان مسائل میں عورتوں کے پوشیدہ مسائل تھے فحش کا تذکرہ تھا اور کسی مسلمان مرد و عورت کی پردہ دری تھی اس لئے نبی اکرم نے قبل الوقوع اس فرضی مسائل میں کھود کرید کرنے کو سخت ناپسند کیا کیونکہ اس طرح مسائل کے سوالات کرنے سے صحابہ منع کر دیئے گئے تھے رہ گئے وہ مسائل جو واقع ہو جاتے تو بعد الوقوع اس کا سوال کرنا منع نہیں تھا "حتی کبر" بار ضمہ ہے اَیْ عَظُمَ یعنی عاصم پر آنحضرت کا ناراض ہونا بہت بھاری ہوگیا "قد نزل فیک" پہلے حضرت عویمر نے شک کی بنیاد پر مسئلہ پوچھا تھا وہ فرضی صورت تھی جس پر نبی اکرم نے خاموشی اختیار فرمائی لیکن دوبارہ عویمر نے حقیقی مسئلہ پوچھا ہے کہ جس کا خوف تھا وہ واقع ہوگیا تب نبی اکرم نے فرمایا کہ تیرے اور تیری بیوی سے متعلق آیتیں نازل ہوگئیں ہیں اب تم اپنی بیوی کو لعان کے لئے لے آؤ۔ "فتلاعنا" یعنی دونوں نے لعان کیا اب یہ دیکھنا ہے کہ لعان کی تعریف کیا ہے اس میں فقہاء کا اختلاف کیا ہے تو ان تفصیلات کو ملاحظہ فرمائیں۔

لعان کی تفصیل

قال اللہ تعالی ﴿والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھادات باللہ انہ

لمن الصادقین ، والخامسة ان لعنة الله علیه ان کان من الکاذبین ویدرؤ عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات بالله انه لمن الکاذبین والخامسة ان غضب الله علیها ان کان من الصادقین ﴾(نور)

لعان فعال کے وزن پر باب مفاعلہ کا مصدر ہے اس کا مادہ لعنت ہے اور چونکہ میاں بیوی ایک دوسرے کو رحمت خداوندی سے باہر کرتے ہیں یا رشتہ زوجیت سے ایک دوسرے کو دور کرتے ہیں اس لئے لغوی اعتبار سے اس کو لعان کہہ دیا گیا نیز ان قسموں میں لعنت کا لفظ صراحۃ موجود ہے اس لئے بھی اس معاملہ کا نام لعان رکھا گیا ہے۔

لعان کا اصطلاحی مفہوم

لعان کی اصطلاحی تعریف میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے ائمہ احناف کے نزدیک لعان کی تعریف اس طرح ہے "شهادات مؤكدات بالایمان "یعنی قسموں کے ساتھ تاکید شدہ گواہی کا نام لعان ہے لہذا لعان حنفیہ کے ہاں شہادت کی قسم سے ہے اسی لئے لعان میں شہادت کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے چنانچہ نابالغ اور مجنون میں چونکہ شہادت کی اہلیت نہیں لہذا وہ لعان بھی نہیں کر سکتے ہیں اسی طرح کافر اور مسلمان کا آپس میں لعان نہیں اسی طرح محدود فی القذف بھی لعان نہیں کر سکتا کیونکہ یہ سب لوگ شہادت کی اہلیت نہیں رکھتے تو لعان کے اہل بھی نہیں ہیں، جمہور کے نزدیک لعان کی تعریف یہ ہے "ایمان مؤكدات بلفظ الشهادة "ان کے ہاں لعان باب الیمین سے ہے چنانچہ ان کے ہاں جو کوئی یمین اور قسم کا اہل ہوگا وہ لعان کا بھی اہل ہوگا تو ان کے ہاں محدود فی القذف اور غیر مسلم کافر لعان کر سکتے ہیں۔

لعان کی حقیقت

لعان کی صورت اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور بیوی انکار کرے اور کہدے کہ تم نے مجھ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے اب اس کو ثابت کرو اس طرح یہ عورت اپنے شوہر کے خلاف عدالت میں جا کر قاضی کے سامنے فریاد کرے قاضی شوہر کو بلائے اور دعویٰ کے ثبوت کے لئے چار گواہ مانگے اگر بہتان ثابت ہوگیا تو عورت پر رجم کا حکم نافذ ہوگا اور اگر شوہر چار گواہ پیش نہ کر سکا تو اب دونوں میں لعان کا حکم نافذ ہوگا، لعان کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے شوہر کہے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس عورت پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے میں اس میں سچا ہوں چار دفعہ عورت کی طرف اشارہ کر کے شوہر یہ قسم کھائے اور پانچویں بار اس طرح قسم کھائے کہ اگر میں اس الزام میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو پھر اس کے بعد عورت اس طرح قسم کھائے کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میرے اس شوہر نے مجھ پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے چار دفعہ اس طرح قسم کھانے کے بعد پانچویں مرتبہ عورت کہے کہ اس شوہر نے مجھ پر جو تہمت لگائی ہے اگر اس میں یہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو۔

لعان کی حکمت

یادرہے کہ لعان کا حکم حدزنا کے بعد آیا ہے یہ ایک الگ قانون ہے جو صرف میاں بیوی کے ساتھ خاص ہے اور اس میں شوہر کی عزت وعظمت اور اس کی غیرت کا احترام کیا گیا ہے کیونکہ اگر شوہر نے مثلاً اپنی آنکھوں سے اپنی بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ لیا اب اگر زبان سے زنا کی نسبت بیوی کی طرف کرتا ہے اور چار گواہ نہیں تو اس کی پیٹھ پر حدقذف کے اسی (۸۰) کوڑے لگیں گے یہ الگ مصیبت ہے اور اگر عورت کی اس قبیح حرکت پر خاموش رہتا ہے تو زندگی بھر خون کے گھونٹ پیتا رہ جائے گا اور ہمیشہ کے لئے غیظ وغضب اور غم والم میں پیچ وتاب کھاتا رہے گا، شریعت مطہرہ نے شوہر کو اس مصیبت سے نکالنے کے لئے حدزنا سے الگ ایک راستہ نکالدیا ہے کہ اگر گواہ نہیں تو قسمیں کھاؤ لعان کرواور اگر دونوں سے شوہر انکار کرتا ہے تو قاضی اس کو دو چیزوں میں سے کسی ایک پر عمل کرنے کے لئے مجبور کر کے قید بھی کرسکتا ہے ورنہ حدقذف لگے گی۔

لعان کے اثر میں فقہاء کا اختلاف

میاں بیوی کے درمیان جب لعان کا عمل مکمل ہوجائے تو اس کے بعد کیا نتیجہ برآمد ہوگا اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے امام شافعی اور امام مالک اور ایک قول میں امام احمد فرماتے ہیں کہ لعان کے بعد میاں بیوی کے درمیان خود بخود فرقت اور جدائی آجائے گی قاضی کی تفریق اور اس کے فیصلہ کی ضرورت نہیں ہے ائمہ احناف اور ایک قول میں امام احمد فرماتے ہیں کہ صرف لعان کرنے سے میاں بیوی میں تفریق نہیں آئے گی بلکہ قضاء قاضی کی ضرورت پڑے گی۔

دلائل

جمہور نے حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی ایک روایت اور اثر سے استدلال کیا ہے جس کو عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ''المتلاعنان لا یجتمعان ابدا ''طرز استدلال اس طرح ہے کہ اس روایت میں بتایا گیا ہے کہ لعان کرنے کے بعد میاں بیوی ہرگز اکٹھے نہیں رہ سکتے ہیں اگر لعان سے فرقت نہیں آئی تو اس سے میاں بیوی کے درمیان اجتماع لازم آجائے گا جو اس روایت کی تصریح کے خلاف ہے، ائمہ احناف نے حضرت عویمر عجلانی کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں ''کذبت علیها ان امسکتها فطلقها ثلاثا ''اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ لعان کے بعد تین طلاقیں دیدی گئیں اگر لعان سے خود بخود فرقت واقع ہوجاتی تو تین طلاق کی کیا ضرورت تھی، دوسری بات یہ بھی واضح ہوگئی کہ ایک ساتھ تین طلاقیں نافذ ہوجاتی ہیں تیسری بات یہ واضح ہوگئی کہ حضرت عویمر خود فرماتے ہیں کہ اگر اب لعان کے بعد میں نے اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے اس عورت پر جھوٹ بولا اس لئے میں اس کو طلاق دیتا ہوں یہ بیان اس کی واضح دلیل ہے کہ صرف لعان سے

فرقت واقع نہیں ہوتی ہے اگر اس سے فرقت ہو جاتی تو عویمر خود یہ بیان کبھی نہیں دے سکتے تھے ائمہ احناف نے سنن ابی داؤد کی ایک حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو عویمر عجلانی ہی کا قصہ ہے اس میں یہ الفاظ آئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لعان کے بعد تفریق کرنا مسنون طریقہ ہے ملاحظہ ہو "فمضت السنة بعد في المتلاعنين ان يفرق بينهما ثم لا يجتمعان ابدا " (ابوداؤد ج ا ص:۳۰۶) احناف نے حضرت ابن عمرؓ کی اس باب کی دیگر احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں "ففرق بينهما" ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف لعان تفریق کا سبب نہیں ہے بلکہ قاضی کی مداخلت کی ضرورت ہے یہ بات عقلی دلیل سے بھی واضح ہو جاتی ہے کیونکہ لعان کا سارا معاملہ قاضی کی عدالت سے وابستہ ہے جس میں دعوی ہے، گواہی ہے اور قسم ہے جب یہ سارا معاملہ کے تحت چل رہا ہے تو تفریق زوجین کا معاملہ کیوں عدالت کے اختیار سے باہر کیا جاتا ہے رہ گیا ایلاء کا مسئلہ تو لعان کو ایلاء پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ ایلاء ایک نجی گھریلو معاملہ ہے جس میں قاضی کی مداخلت نہیں ہے، باقی "المتلاعنان لا يجتمعان ابدا " کا مطلب یہ ہے کہ لعان کی تکمیل کے بعد میاں بیوی کی جدائی ہمیشہ کے لئے ہے اور اس مطلب میں نہ کسی کو اختلاف ہے اور نہ یہ مطلب کسی کے خلاف ہے۔

زنا میں قتل کرنے کا حکم

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو حالت زنا میں خود دیکھا تو کیا وہ اسے قتل کر سکتا ہے یا نہیں؟

اس میں کافی تفصیل ہے خلاصہ یہ کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو حالت زنا میں دیکھ لیا اور جوش غیرت میں آ کر دونوں کو قتل کر دیا تو امید ہے کہ عند اللہ ماخوذ نہیں ہوگا فقہاء نے یہ جملہ لکھا ہے "ولـه قتلهـا " کہ شوہر دونوں کو قتل کر سکتا ہے لیکن چونکہ ظاہری شریعت کے قواعد کی اس اقدام سے خلاف ورزی ہوئی، اس لئے جمہور علماء فرماتے ہیں کہ شرعی عدالت میں اس شخص کو لا کر قصاص میں مارا جائے گا۔

۳۷۴۲۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ الأَنْصَارِيُّ أَنَّ عُوَيْمِراً الأَنْصَارِيَّ مِنْ بَنِي الْعَجْلاَنِ أَتَى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَأَدْرَجَ فِي الْحَدِيثِ قَوْلَهُ وَكَانَ فِرَاقُهُ إِيَّاهَا بَعْدُ سُنَّةً فِي الْمُتَلاَعِنَيْنِ وَزَادَ فِيهِ قَالَ: سَهْلٌ فَكَانَتْ حَامِلاً فَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَى أُمِّهِ ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ أَنَّهُ يَرِثُهَا وَتَرِثُ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللَّهُ لَهَا .

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عویمر الانصاریؓ جو بنی عجلان کے فرد تھے، عاصم بن عدیؓ کے پاس آئے آگے سابقہ حدیث ہی بیان کی۔ اور اس میں مزید اضافہ یہ ہے کہ: اس واقعہ کے بعد لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کا رواج اور طریقہ پڑ گیا، حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ لعان کے وقت عویمرؓ کی زوجہ حمل سے تھیں اور ان کا بیٹا اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ پھر یہ طریقہ بھی جاری ہو گیا کہ وہ بیٹا ہی ماں کا وارث ہوگا اور ماں ہی

بیٹے کی وارث ہوگی جو اللہ نے اس کے لئے حصہ مقرر کر دیا ہے۔

۳۷۴۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَعَنِ السُّنَّةِ فِيهِمَا عَنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَخِي بَنِي سَاعِدَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَزَادَ فِيهِ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَفَارَقَهَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاكُمُ التَّفْرِيقُ بَيْنَ كُلِّ مُتَلَاعِنَيْنِ

حضرت ابن جریج سے روایت ہے کہ مجھے ابن شہاب نے سہلؓ بن سعد الساعدی جو بنوساعدہ کے بھائی تھے کی حدیث لعان کرنے والے فریقین اور طریقہ لعان کے بارے میں جو بتلایا کہ ایک انصاری شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو مبتلا دیکھے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ (آگے حدیث سابق کے مثل بیان کیا) لیکن اس روایت میں یہ بات زائد ہے کہ دونوں (میاں بیوی) نے مسجد میں لعان کیا اور میں بھی وہاں موجود تھا۔ اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس سے پہلے کہ رسول اللہ ﷺ ان کو حکم فرماتے اس آدمی نے اپنی اسی عورت کو تین طلاقیں دیدیں اور نبی ﷺ کی موجودگی ہی میں اس سے جدا ہو گیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ہر لعان کرنے والوں کے درمیان اسی کی طرح جدائی ہوگی۔

۳۷۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فِي إِمْرَةِ مُصْعَبٍ أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا قَالَ: فَمَا دَرَيْتُ مَا أَقُولُ فَمَضَيْتُ إِلَى مَنْزِلِ ابْنِ عُمَرَ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ اسْتَأْذِنْ لِي قَالَ: إِنَّهُ قَائِلٌ فَسَمِعَ صَوْتِي قَالَ: ابْنُ جُبَيْرٍ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ: ادْخُلْ فَوَاللَّهِ مَا جَاءَ بِكَ هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا حَاجَةٌ فَدَخَلْتُ فَإِذَا هُوَ مُفْتَرِشٌ بَرْذَعَةً مُتَوَسِّدٌ وِسَادَةً حَشْوُهَا لِيفٌ قُلْتُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُتَلَاعِنَانِ أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ نَعَمْ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ سَأَلَ عَنْ ذَلِكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ أَنْ لَوْ وَجَدَ أَحَدُنَا امْرَأَتَهُ عَلَى فَاحِشَةٍ كَيْفَ يَصْنَعُ إِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ وَإِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ قَالَ: فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ أَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي سَأَلْتُكَ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيتُ بِهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ فِي سُورَةِ النُّورِ (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ) فَتَلَاهُنَّ عَلَيْهِ وَوَعَظَهُ وَذَكَّرَهُ وَأَخْبَرَهُ أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ قَالَ: لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا ثُمَّ

دَعَاهَا فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَأَخْبَرَهَا أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الآخِرَةِ قَالَتْ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّهُ لَكَاذِبٌ فَبَدَأَ بِالرَّجُلِ فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ثُمَّ ثَنَّى بِالْمَرْأَةِ فَشَهِدَتْ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مصعب بن زبیر کی خلافت کے زمانہ میں لعان کرنے والوں کی بابت ان سے مسئلہ پوچھا گیا کہ کیا دونوں کے درمیان تفریق (جدائی) کردی جائے گی؟ انہوں نے فرمایا کہ: مجھے کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا جواب دوں؟ لہٰذا میں ابن عمرؓ کے گھر کی طرف چلا مکہ میں۔ میں نے غلام سے کہا کہ میرے لئے اجازت لو۔ اس نے کہا کہ وہ قیلولہ کر رہے ہیں۔ اتنے میں ابن عمرؓ نے میری آواز سن لی اور فرمایا کہ کیا ابن جبیر ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ اندر آجاؤ کیونکہ اللہ کی قسم! تمہیں اس وقت کوئی ضروری کام ہی کھینچ کر لایا ہے۔ چنانچہ میں اندر داخل ہوا تو وہ زمین پر ایک کمبل بچھائے ایک تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، جس کے اندر پتے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! کیا لعان کرنے والوں میں (میاں بیوی میں) تفریق کردی جائے گی؟ انہوں نے فرمایا کہ: سبحان اللہ! اس بارے میں سب سے پہلے فلاں بن فلاں نے (رسول اللہ ﷺ سے) سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بدکاری کرتے ہوئے پائے تو کیا کرے؟ اگر وہ اس بارے میں لوگوں سے گفتگو کرتا ہے تو اس بارے میں منہ کھولنا بہت بڑی اور بری بات ہے (کہ اپنی ہی عزت کا جنازہ ہے) اور اگر خاموش رہتا ہے تو کیا ایسی عظیم بات دیکھ کر بھی خاموش رہ سکتا ہے؟ نبی ﷺ خاموش ہو گئے اور اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر وہ شخص دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ: جس بات کی بابت میں نے آپ سے سوال کیا تھا خود اسی کا نشانہ بن گیا ہوں۔ اس وقت اللہ عزوجل نے سورۃ النور کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

والذین یرمون ازواجهم　الآیۃ آپ ﷺ نے یہ آیات اس کے سامنے تلاوت کردیں۔ اس کو نصیحت اور وعظ فرمایا اور اس سے فرمایا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہر حال ہلکا ہے (اگر تو نے کوئی بدکاری کا ارتکاب کیا ہے تو اس کا اقرار و اعتراف کرلے تاکہ کم از کم اخروی سزا سے بچ جائے) اس نے بھی یہ کہا کہ نہیں "جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کی قسم! یہ شخص (میرا شوہر) بلاشبہ جھوٹا ہے"۔ پھر آپ ﷺ نے مرد سے ابتدا کی، اس نے چار مرتبہ گواہی دی اللہ کی قسم کھا کر کہ وہ سچا ہے (اپنے الزام میں) اور پانچویں مرتبہ اس نے کہا کہ: "اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو"۔ پھر آپ ﷺ نے عورت کو بلایا اور اس نے بھی چار بار اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہا کہ: اگر اس کا شوہر الزام میں سچا ہو تو اس کے (بیوی کے) اوپر اللہ کا غضب

نازل ہو۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے دونوں کے درمیان تفریق فرمادی۔

۳۷۴۵۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ زَمَنَ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ فَلَمْ أَدْرِ مَا أَقُولُ فَأَتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَقُلْتُ أَرَأَيْتَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مصعب بن زبیرؓ کے خلافت کے زمانہ میں مجھ سے لعان کرنے والوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا اور میں نے ان سے کہا کہ لعان کرنے والوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا: ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی؟ (پھر آگے بقیہ روایت حدیث ابن نمیر کی طرح ذکر فرمائی)۔

۳۷۴۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ: يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ: الآخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللَّهِ أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَالِي قَالَ: لَا مَالَ لَكَ إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ أَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا قَالَ: زُهَيْرٌ فِي رِوَايَتِهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لعان کرنے والوں سے کہ: تم دونوں کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔ لامحالہ تم دونوں میں سے ایک تو جھوٹا ہے، اب تمہارا (شوہر کا) بیوی پر کوئی حق نہیں رہا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے مال کا کیا ہوگا (جو میں نے اسے دیا تھا؟) فرمایا کہ: اس مال پر اب تمہارا کوئی حق نہیں رہا۔ اگر تو سچا ہے (اس الزام میں جو تو نے بیوی پر لگایا) تو تب تو وہ مال عوض ہو گیا اس کا کہ اس کے ذریعہ تم نے بیوی کی فرج (شرمگاہ) کو حلال کرلیا (اور اس سے فائدہ اٹھایا) اور اگر تو جھوٹا ہے تب تو وہ مال تجھ سے اور دور ہو گیا (کہ پاک دامن عورت پر تہمت لگائی)۔

۳۷۴۷۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: فَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ وَقَالَ: اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی عجلان کے میاں بیوی میں (لعان کے بعد) تفریق فرمادی اور

فرمایا کہ: اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک تو جھوٹا ہی ہے۔ پس کیا تم میں سے کوئی تائب ہونے والا ہے؟

۳۷۴۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ اللِّعَانِ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے لعان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے نبی ﷺ سے وہی حدیث بیان کی جو اوپر گزری۔

۳۷۴۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِلْمِسْمَعِيِّ وَابْنِ الْمُثَنَّى قَالُوا حَدَّثَنَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: لَمْ يُفَرِّقِ الْمُصْعَبُ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ قَالَ: سَعِيدٌ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ: فَرَّقَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصعب بن زبیرؓ نے لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی۔ میں نے اس کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کیا تو فرمایا کہ نبی ﷺ نے بنو عجلان کے میاں بیوی میں تو فرقت کرادی تھی۔

۳۷۵۰۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ: قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَأَتَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَفَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَهُمَا وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِأُمِّهِ قَالَ: نَعَمْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں لعان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کے درمیان تفریق کر کے لڑکے کو ماں کے ساتھ منسوب کر دیا۔

۳۷۵۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَاعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَامْرَأَتِهِ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصاری مرد و عورت کے درمیان لعان کروایا اور دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔

۳۷۵۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔

۳۷۵۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَ:إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ:الآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:إِنَّا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ فَقَالَ:لَوْ أَنَّ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً فَتَكَلَّمَ جَلَدْتُمُوهُ أَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوهُ وَإِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى غَيْظٍ وَاللَّهِ لأَسْأَلَنَّ عَنْهُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ فَقَالَ:لَوْ أَنَّ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً فَتَكَلَّمَ جَلَدْتُمُوهُ أَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوهُ أَوْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى غَيْظٍ فَقَالَ: اللَّهُمَّ افْتَحْ وَجَعَلَ يَدْعُو فَنَزَلَتْ آيَةُ اللِّعَانِ (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلاَّ أَنْفُسُهُمْ) هَذِهِ الآيَاتُ فَابْتُلِيَ بِهِ ذَلِكَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ فَجَاءَ هُوَ وَامْرَأَتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَلاَعَنَا فَشَهِدَ الرَّجُلُ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ثُمَّ لَعَنَ الْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ فَذَهَبَتْ لِتَلْعَنَ فَقَالَ:لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَهْ فَأَبَتْ فَلَعَنَتْ فَلَمَّا أَدْبَرَا قَالَ: لَعَلَّهَا أَنْ تَجِيءَ بِهِ أَسْوَدَ جَعْدًا فَجَاءَتْ بِهِ أَسْوَدَ جَعْدًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شب جمعہ میں ایک مرتبہ مسجد میں تھا کہ اس اثناء میں ایک انصاری شخص آیا اور کہا کہ اگر آدمی اپنی بیوی کے ہمراہ کسی مرد کو (مبتلا) دیکھے (تو کیا کرے؟)۔ اگر وہ یہ بات منہ سے نکالے تو (شرعی گواہ نہ ہونے کی بناء پر حد قذف کی وجہ سے) تم اسے کوڑے لگاؤ گے اور اگر وہ اسے قتل کردے تو (تم قاتل شوہر کو) قصاصاً قتل کردو گے اور اگر وہ خاموش رہے تو غیظ وغضب (کی آگ میں جلتا رہے اور) چپ رہے۔ اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں ضرور سوال کروں گا۔ اگلے روز وہ انصاری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو (مبتلا) دیکھے اب وہ منہ سے یہ بات نکالتا ہے تو (شرعی گواہ نہ ہونے کی وجہ سے) آپ لوگ اسے اسی کوڑے لگائیں گے، اور اگر اسے قتل کردیتا ہے تو آپ اس کو بھی (قصاصاً) قتل کردیں گے اور اگر خاموش رہتا ہے تو غیظ وغضب میں خاموش رہتا ہے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے دعا شروع کردی اور فرمایا: کہ اے اللہ! اس معاملہ کو کھول دے، چنانچہ آیت لعان نازل ہوگئی۔ ''اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس گواہ نہیں ہیں سوائے ان کے اپنے آپ کے الخ''۔ بعد ازاں اس آدمی کا لوگوں کے سامنے امتحان لیا گیا (قسمیں لی گئیں) وہ آدمی اپنی بیوی کے ہمراہ رسول اللہ کے پاس آیا۔ دونوں نے لعان کیا اولاً مرد نے چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا

ہے پھر پانچویں بار کہا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر اس کی بیوی لعان کے لئے گئی تو نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: ٹھہر جا (اور اگر تیرا خاوند سچا ہے تو تو جرم کا اقرار کر لے) اس نے انکار کیا۔ پھر اس نے لعان کیا۔ جب واپس مڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ممکن ہے یہ عورت سیاہ، گھنگریالے بالوں والا لڑکا پیدا کرے، چنانچہ (ایسا ہی ہوا) اور سیاہ، گھنگریالے بالوں والا بچہ اس کے یہاں پیدا ہوا۔

تشریح:

"اذ جاء رجل" تمام روایات میں اسی طرح مبہم مذکور ہے معلوم نہ ہوسکا کہ یہ آدمی عویمر تھا یا ہلال بن امیہ تھا شیخ سہارنپوری نے بذل المجہود میں اس کو عویمر ہی قرار دیا ہے لیکن شیخ تقی صاحب نے تکملہ میں لکھا ہے کہ سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ہلال بن امیہ تھا یہ عویمر کا قصہ نہیں ہے۔ "مہ" یعنی رک جا قسم نہ کھا "اسود جعدا" یعنی گھنگھریالے بال والا سیاہ کالا جن کر لائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جس طرح آنحضرت نے اشارہ فرمایا تھا۔

۲۷۵۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ جَمِيعاً عَنِ الأَعْمَشِ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ہی کا مضمون منقول ہے۔

۲۷۵۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَأَنَا أُرَى أَنَّ عِنْدَهُ مِنْهُ عِلْماً فَقَالَ: إِنَّ هِلاَلَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ بِشَرِيكِ ابْنِ سَحْمَاءَ وَكَانَ أَخَا الْبَرَاءِ بْنِ مَالِكٍ لأُمِّهِ وَكَانَ أَوَّلَ رَجُلٍ لاَعَنَ فِي الإِسْلاَمِ قَالَ:- فَلاَعَنَهَا فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبْصِرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَبْيَضَ سَبِطاً قَضِيءَ الْعَيْنَيْنِ فَهُوَ لِهِلاَلِ بْنِ أُمَيَّةَ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ جَعْداً حَمْشَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ ابْنِ سَحْمَاءَ قَالَ: فَأُنْبِئْتُ أَنَّهَا جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ جَعْداً حَمْشَ السَّاقَيْنِ

محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ سوچ کر کہ انہیں اس بارے میں علم ہے پوچھا کہ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء سے جو براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے (ماں شریک) بھائی تھے پر بدکاری کا الزام لگایا۔ اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے اسلام میں جنہوں نے لعان کیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیوی سے بھی لعان کروایا۔ بعد ازاں فرمایا کہ: اس کو دیکھتے رہو اگر یہ سیدھے بال سرخ آنکھوں والا بچہ پیدا کرے تو وہ بچہ ہلال کا ہی ہے اور اگر یہ سرگیں آنکھوں گھونگھریالے بال اور پتلی پتلی پنڈلیوں والا بچہ پیدا کرے تو وہ شریک بن سحماء کا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بتلایا گیا کہ اس عورت نے سرگیں آنکھوں، گھنگریالے بال اور پتلی پنڈلیوں

والا بچہ ہی پیدا کیا۔

تشریح:

" ھلال بن امیة "لعان کا واقعہ دو صحابہ کے ساتھ پیش آیا تھا ایک کا نام ہلال بن امیہ تھا اور دوسرے کا نام عویمر عجلانی تھا علامہ نووی لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے لعان کا واقعہ ہلال بن امیہ کے ساتھ پیش آیا تھا ان کا واقعہ نو ہجری میں پیش آیا تھا لعان کی آیت بھی ہلال بن امیہ کے واقعہ میں نازل ہوئی تھی۔ کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لعان کی آیت عویمر عجلانی کے بارے میں اتری تھی لیکن یہ کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ لعان کی آیت دو مرتبہ اتری ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے واقعہ کے لئے اس آیت کو بطور استدلال پیش کیا گیا ہو اور آیت صرف پہلے واقعہ میں اتری ہو۔

"شریک بن سحماء "ان کی والدہ کا نام ہے سین پر فتح ہے ح ساکن ہے آخر میں مد ہے شریک صحابی تھے اور براء بن مالک کے ماں شریک بھائی تھے قاضی عیاض نے کہا کہ ان کو یہودی بتانا غلط ہے یہ یہودی نہیں تھے۔ "سبطا "سین پر زبر ہے ب پر کسرہ بھی ہے اور سکون بھی ہے کھلے لمبے بالوں کو کہتے ہیں اس کے مقابلہ میں جعد آتا ہے جو گنگھریالے بالوں کو کہتے ہیں۔

"قضیء العینین "قاف پر فتحہ ہے ضاد پر کسرہ ہے آخر میں ہمزہ ہے فعیل کے وزن پر ہے آنکھوں کی خرابی کو کہتے ہیں کہ اس سے آنسو بہتے ہوں یا سرخ لال ہوں یا کچھ اور خرابی ہو "جعدا "گنگھریالے بالوں کو کہتے ہیں چھوٹے قد اور بخیل آدمی کو کہتے ہیں لیکن وہ یہاں مراد نہیں ہے۔ "حمش الساقین "ح پر فتح ہے میم ساکن ہے آخر میں شین ہے پتلی پنڈلیوں کو کہتے ہیں "ای دقیق الساقین ودقیقھا ""اکحل "سرگیں آنکھوں والا۔

٣٧٥٦ـ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ وَعِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيَّانِ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رُمْحٍ قَالاَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ:ذُكِرَ التَّلاَعُنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ:عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذَلِكَ قَوْلاً ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُو إِلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ أَهْلِهِ رَجُلاً فَقَالَ:عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيتُ بِهَذَا إِلاَّ لِقَوْلِي فَذَهَبَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ وَكَانَ ذَلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبِطَ الشَّعَرِ وَكَانَ الَّذِي ادَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَ عِنْدَ أَهْلِهِ خَدْلاً آدَمَ كَثِيرَ اللَّحْمِ فَقَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُمَّ بَيِّنْ فَوَضَعَتْ شَبِيهاً بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَهَا فَلاَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَهُمَا فَقَالَ:رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ أَهِيَ الَّتِي قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ رَجَمْتُ أَحَداً بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ

رَجَمْتُ هٰذِهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ السُّوءَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کا ذکر کیا گیا تو عاصمؓ بن عدی نے اس بارے میں کچھ کہا پھر منہ پھیر کر واپس ہوئے تو ایک آدمی ان کے پاس آیا انہی کی قوم کا اور ان سے شکایت کرنے لگا کہ اس نے اپنی بیوی کے ہمراہ ایک دوسرے مرد کو دیکھا ہے۔ حضرت عاصمؓ نے اس سے کہا کہ: میں اس مصیبت میں اپنی بات ہی کی وجہ سے مبتلا ہوا (مقصد یہ ہے کہ آنے والے شخص عویمرؓ تھے اور ان کی بیوی عاصمؓ کی بھتیجی تھیں تو اس پر کہنے لگے کہ یہ مصیبت کہ میرے خاندان کی عزت و ناموس کا جنازہ نکلا میرے اس قول کی وجہ سے آئی ہے جو میں نے لعان کے بارے میں کہی تھی)۔ پھر عاصمؓ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور اس نے آپ کو بتلایا کہ اپنی بیوی کو کس حال میں پایا۔ وہ شخص زردی مائل لاغر کم گوشت والا سیدھے بالوں والا تھا جب کہ وہ آدمی جس کے بارے میں اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اسے میں نے اپنی بیوی کے ہمراہ مبتلا دیکھا وہ بھاری جسم والا گندمی رنگت والا پر گوشت آدمی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! معاملہ کو واضح فرمایئے۔ کچھ عرصہ بعد اس عورت نے جو بچہ پیدا کیا وہ اسی شخص کے مشابہ تھا جس کا ذکر آدمی نے کیا تھا کہ اسے اپنی بیوی کے ساتھ مبتلا پایا۔ غرض پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان لعان کروایا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ کیا یہ وہی عورت تھی جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: اگر میں کسی کو بغیر گواہ کے رجم (سنگسار) کروں تو اسی کو کروں گا؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں وہ کوئی اور عورت تھی جو اہل اسلام میں بری (فاحشہ) مشہور تھی۔

تشریح:

"قولا "یعنی عاصم نے اس پر کچھ کہہ دیا چنانچہ اس سے پہلے مذکور ہے کہ عاصم کے سوال کرنے پر آنحضرت نے بوجہ محسوس کیا تھا آئندہ دیگر صحابہ نے لعان کے مسئلہ میں کچھ گفتگو ہے کہ ہم قابل اعتراض حالت میں ایسے شخص کو قتل کریں گے جیسے حضرت سعد بن عبادہؓ کی بات آرہی ہے شاید یہاں عاصم کی گفتگو بھی اسی طرح ہو "مصفرا " پیلے رنگ کو کہتے ہیں بخاری میں احمر کا لفظ ہے" خدلا "خ پر زبر ہے اور دال ساکن ہے اور دال پر زبر اور لام پر شد بھی ہے، موٹی موٹی پنڈلیوں والے شخص کو خدل کہتے ہیں" آدم" گندم گون آدمی کو کہتے ہیں "اللهم بين "اس سے پہلے بھی اللهم افتح کا لفظ گذرا ہے دونوں کا معنی ایک ہی ہے مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! اس معاملہ کو واضح فرما تا کہ اس میں کوئی ابہام نہ ہو اور فیصلہ آسانی ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ بچہ کس کے رنگ میں ہے" فقال رجل "اس آدمی سے عبداللہ بن شداد بن الھاد مراد ہے جو حضرت ابن عباسؓ کے خالہ کے لڑکے تھے" السوء "اس شخص نے جو سوال کیا ہے اس کی وضاحت آئندہ روایات میں ہے یہاں بھی ہے آنحضرت نے فرمایا کہ اگر میں گواہوں کے بغیر کسی کو رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا یہ کوئی ایسی عورت تھی جو فاشی میں نمایاں تھیں السوء سے مراد زنا ہے اس کو رجم نہیں کیا اگر چہ زنا میں شہرت رکھتی تھی اس سے معلوم ہوا کہ اسلام واضح قانون رکھتا ہے

اس کے واضح قواعد ہیں کہ زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہوں کی ضرورت ہے صرف قرائن اور شکوک وشبہات کی بنیاد پر حدود قائم نہیں ہوسکتی ہیں بلکہ اس کے لئے مجرم کا اعتراف چاہئے یا گواہ قائم کرنے ہوں گے۔

۳۷۵۷۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلاَلٍ عَنْ يَحْيَى حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: ذُكِرَ الْمُتَلاَعِنَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ وَزَادَ فِيهِ بَعْدَ قَوْلِهِ كَثِيرَ اللَّحْمِ قَالَ: جَعْداً قَطَطاً

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا روایت (کہ آپ ﷺ کے پاس دو لعان کرنے والوں کا ذکر کیا گیا) ہی منقول ہے لیکن اس روایت میں اتنا زائد ہے کہ (وہ اجنبی آدمی) بہت گوشت والا یعنی موٹا اور سخت گھنگریالے بالوں والا تھا۔

۳۷۵۸۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالاَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ وَذُكِرَ الْمُتَلاَعِنَانِ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: ابْنُ شَدَّادٍ أَهُمَا اللَّذَانِ قَالَ: النَّبِيُّ ﷺ لَوْ كُنْتُ رَاجِماً أَحَداً بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُهَا فَقَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ لاَ تِلْكَ امْرَأَةٌ أَعْلَنَتْ قَالَ: ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن شداد نے فرمایا کہ ابن عباسؓ کے سامنے لعان کرنے والوں کا تذکرہ ہوا تو ابن شداد نے کہا: کیا یہ دونوں وہی تھے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: اگر میں کسی کو بغیر بینہ (گواہ) کے سنگسار کروں گا تو انہی دونوں کو کروں گا؟ حضرت ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا: نہیں وہ دوسری عورت تھی جو علانیہ زنا کاری کیا کرتی تھی۔

۳۷۵۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ الأَنْصَارِيَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَجِدُ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً أَيَقْتُلُهُ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ قَالَ: سَعْدٌ بَلَى وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ الانصاری نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آدمی اگر اپنی بیوی کے ہمراہ کسی مرد کو جتلا دیکھے تو کیا اسے قتل کردے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں! حضرت سعدؓ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حق سے آپ کو عزت دی کیوں نہیں (قتل کرے؟) (یعنی تعجب کا اظہار کیا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: سنو تمہارے سردار کیا کہتے ہیں؟ (حضرت سعدؓ چونکہ اپنے قبیلے کے سردار تھے، یعنی خزرج کے آپ نے جو یہ بات فرمائی وہ بایں معنی کہ انسان کو اللہ کے حکم کے سامنے غیرت اور غصہ پر عمل نہیں کرنا چاہئے)۔

تشریح:

''قال سعد بلی '' یعنی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے کسی شخص کو دیکھ کر قتل کیا جائے گا اور میں تو تلوار کی دھار سے اس کا علاج کروں گا میں اس کا انتظار نہیں کروں گا کہ جا کر بازار سے چار آدمیوں کو لا کر گواہ بناؤں اور پھر اس کو قتل کروں۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صریح حکم کا حضرت سعدؓ نے کیسے انکار کیا؟

جواب: اس کا جواب علامہ ماوردی نے دیا ہے کہ حضرت سعد نے آنحضرت کے حکم کا انکار نہیں کیا ہے اور نہ کوئی مخالفت کی ہے بلکہ حضرت سعدؓ نے اس مکروہ صورت دیکھنے کے وقت اور شدید غضب کے وقت اور مغلوب الحال ہونے کے وقت انسان کے عمل کی خبر دی ہے اور کہا ہے کہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی انسان تلوار ہی سے علاج کرے گا اگر چہ اس میں اس کو بڑا گناہ ملتا ہو۔

دوسرا جواب دیگر شارحین نے دیا ہے کہ حضرت سعدؓ نے آنحضرت کے قول کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ بشری تقاضا کے تحت اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے کہ میں تو ایسا کروں گا یہی وجہ ہے کہ آنحضرت نے اس کے اسی بشری تقاضے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو یہ بڑا سردار ہے اور اس کے دل میں غیرت کا جذبہ موجزن ہے لیکن میں اس سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے۔

''اسمعوا'' دوسری روایت میں انظروا بھی ہے یہ تعجب کے معنی میں ہے ای تعجبوا من قول سیدکم ''سیدکم'' سید سردار کو کہتے ہیں علامہ ابن انباری کہتے ہیں کہ جو شخص خیر میں اپنی قوم پر بڑا ہوتا ہے وہ سید ہے بعض اہل لغت نے کہا کہ سید حلیم اور بردبار کو بھی کہتے ہیں اچھے اخلاق والے کو بھی کہتے ہیں رئیس کو بھی کہتے ہیں یہاں رئیس کے معنی میں ہے۔

۳۷۶۰۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ وَجَدْتُ مَعَ امْرَأَتِي رَجُلاً أُمْهِلُهُ حَتَّى آتِيَ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ قَالَ: نَعَمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا کہ: ''یا رسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو مبتلا دیکھوں تو کیا اسے چھوڑ دوں یہاں تک کہ چار گواہ لے کر آؤں؟ فرمایا کہ ہاں''۔

۳۷۶۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلاَلٍ حَدَّثَنِي سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ:سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ وَجَدْتُ مَعَ أَهْلِي رَجُلاً لَمْ أَمَسَّهُ حَتَّى آتِيَ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَعَمْ قَالَ:كَلاَّ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ كُنْتُ لأُعَاجِلُهُ بِالسَّيْفِ قَبْلَ ذَلِكَ قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ إِنَّهُ لَغَيُورٌ وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے فرمایا کہ: یارسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو مبتلا دیکھوں تو جب تک چار گواہ نہ لے آؤں اسے ہاتھ بھی نہ لگاؤں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں تو جلد بازی سے کام لیتے ہوئے تلوار سے اس سے قبل ہی اس کا کام تمام کردوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوسنو، تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں، یہ بہت غیرت مند ہیں جب کہ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت رکھتے ہیں۔ (لہذا غیرت کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی قتل کرکے ایک گناہ اپنے ذمہ لے لے۔ بلکہ شدید غیرت کے مواقع میں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند رہے)۔

۳۷٦٢۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ: سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ عَنْهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ فَوَاللّٰهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّي مِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا شَخْصَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلَا شَخْصَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ اللّٰهُ الْمُرْسَلِينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَلَا شَخْصَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھوں تو اسے تلوار سے مار ڈالوں گا ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: کہ کیا تم کو سعد کی غیرت پر تعجب ہے؟ اللہ کی قسم! میں اس سے زیادہ صاحب غیرت ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والے ہیں۔ اسی غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام فواحش خواہ ظاہری ہوں یا باطنی سب کو حرام قرار دے دیا۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو عذر کرنے والے شخص سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور کوئی شخص اللہ کو اللہ کی تعریف کرنے والے سے زیادہ پسند نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

تشریح:

''غیر مصفح'' فا پر کسرہ ہے صفحہ تلوار کی چوڑائی کو کہتے ہیں یعنی چوڑائی سے نہیں بلکہ تلوار کی دھار سے اس کو ماروں گا'' ای غیر ضارب

بصفح السیف "" "والله اغیر منی" "غیرت میں غیر پر زبر ہے لغت میں منع کرنے کو کہتے ہیں یہ صفت کمال ہے غیور آدمی اپنے اہل وعیال کو غیروں سے منع کر کے بچاتا ہے۔ اصطلاح میں اس قلبی ہیجان کا نام ہے جب انسان میں کسی مکروہ کام کے دیکھنے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تعریف اللہ تعالیٰ کے حق میں درست نہیں ہے تو یہ متشابہ الفاظ کے قبیلہ سے ہے ہم اس لفظی اطلاق کے بارے میں یہ کہیں گے "ای مایلیق بشانه" "اسی طرح" ولا شخص "میں بھی یہی تاویل ہے یا یہ ہے کہ شخص احد کے معنی میں ہے "ای ولا احد موجود العذر احب الیه من الله"

۳۷۶۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ: غَيْرَ مُصْفِحٍ وَلَمْ يَقُلْ عَنْهُ

حضرت عبدالمالک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ روایت ہی کا مضمون منقول ہے۔

۳۷۶٤۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ: حُمْرٌ قَالَ: هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ: فَأَنَّى أَتَاهَا ذَلِكَ قَالَ: عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ قَالَ: وَهَذَا عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بنو فزارہ کا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری بیوی نے ایک سیاہ فام لڑکے کو جنم دیا ہے۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے پوچھا کہ ان کے رنگ کون سے ہیں؟ کہنے لگا کہ سرخ اونٹ ہیں۔ فرمایا کہ کیا کوئی خاکی رنگ کے بھی ہیں؟ اس نے کہا کہ ایسے بھی ہیں۔ فرمایا کہ پھر وہ کہاں سے آگئے؟ اس نے کہا کہ ممکن ہے کہ کسی کی کوئی رگ کھینچ لی ہو۔ فرمایا کہ یہاں بھی ممکن ہے کہ کوئی رگ کھینچ لی ہو۔

شک کی بنیاد پر بیٹے سے انکار منع ہے

تشریح:

"جاء رجل" اس آدمی سے ایک دیہاتی آدمی مراد ہے جس طرح آئندہ روایت میں ہے اس شخص نے سوچا کہ میں خوبصورت گورا ہوں اور میرا بیٹا کالا کلوٹا ہے شاید یہ میرا نہیں ہے۔ اس اعتراض کو نبی مکرم نے سمجھ لیا اس لئے ایسا حکیمانہ جواب دیا کہ وہ خوب سمجھ گیا اور دنیا کے

لئے ضابطہ بن گیا اس شخص کا نام ضمضم بن قتادہ تھا اونٹوں کا مالک تھا تو اونٹوں کی مثال ان کے حال کے مناسب تھی "اورق" مٹیالے رنگ کے اونٹ کو اورق کہتے ہیں "ورقاء" اسی رنگ کے کبوتر کو کہتے ہیں "لُـوْرقـا" یہ اورق کی جمع ہے جیسے احمر اور حمر ہے اس روایت کے بعد والی روایت میں "عـرق نـزعـه" کا جملہ ہے عرق رگ کو کہتے ہیں یہاں عمدہ اصلی نسب حسب مراد ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نضر بن حارث کی بہن نے کہا۔

اَمُحَمَّدٌ وَلَانْتَ ضِنْئُ نَجِيبَةٍ مِنْ فَحْلِهَا وَالْفَحْلُ فَحْلٌ مُعْرِقٌ

"نـزعـه" یہ کھینچنے کے معنی میں ہے یعنی آباؤ اجداد میں سے کوئی کالا گذرا ہوگا اسی کی رگ نے اس بچے کو اپنی طرف کھینچ لیا ہوگا اس لئے اس مشابہت سے نسب کا انکار کرنا جائز نہیں ہے اس شخص نے صراحت کے ساتھ انکار نہیں کیا تھا بلکہ اس بیٹے کو مستنکر سمجھا تھا اور برا سمجھا تھا۔

۳۷۶۵۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ:ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ:الآخَرَانِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ جَمِيعاً عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَدَتِ امْرَأَتِي غُلَاماً أَسْوَدَ وَهُوَ حِينَئِذٍ يُعَرِّضُ بِأَنْ يَنْفِيَهُ وَزَادَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الإِنْتِفَاءِ مِنْهُ

حضرت زہری رحمہ اللہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث معمولی فرق کے ساتھ منقول ہے۔ اس روایت میں ہے کہ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری بیوی نے ایک سیاہ رنگ کا لڑکا جنا ہے وہ آدمی اس وقت اپنے نسب کی نفی کر رہا تھا۔ اور اس روایت کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نسب کے نفی کرنے کی اجازت عطا نہیں فرمائی۔

۳۷۶۶۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَاماً أَسْوَدَ وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ فَقَالَ:لَهُ النَّبِيُّ ﷺ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ:نَعَمْ قَالَ: مَا أَلْوَانُهَا قَالَ:حُمْرٌ قَالَ: فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ:نَعَمْ قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَنَّى هُوَ قَالَ:لَعَلَّهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَكُونُ نَزَعَهُ عِرْقٌ لَهُ فَقَالَ:لَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَهَذَا لَعَلَّهُ يَكُونُ نَزَعَهُ عِرْقٌ لَهُ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ! میری بیوی نے ایک سیاہ فام بچہ کو جنم دیا ہے جب کہ میں اس کا منکر ہوں (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا کہ اس کے رنگ کیا ہیں؟ کہنے لگا کہ سرخ ہیں۔ فرمایا

کہ اونٹوں میں کوئی خاکی رنگ کے بھی ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کہاں سے آگئے؟
اس نے کہا یارسول اللہ ! شاید کوئی رگ کھینچ لی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں بھی یہ ممکن ہے کہ اس بچہ نے کوئی رگ کھینچ لی ہو۔

۳۷۶۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُجَيْنٌ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت بیان فرماتے ہیں۔

کتاب العتق

غلام کو آزاد کرنے کا بیان

قال اللہ تعالیٰ ﴿فلا اقتحم العقبة وما ادراک ما العقبة فک رقبة﴾ (سورۃ البلد) وقال تعالیٰ ﴿فتحریر رقبة مؤمنة﴾ (النساء:۹۲)

عتق کے کئی معانی آتے ہیں (۱) بمعنی قوت، اسی اعتبار سے بیت اللہ کو عتیق کہا جاتا ہے کیونکہ بیت اللہ ہر زمانہ میں ہر شخص کے دست برد اور قوت اور ملکیت کو اپنے آپ سے دفع کرتا ہے (۲) بمعنی قدیم اسی اعتبار سے بیت اللہ ایک قدیم گھر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ولیطوفوا بالبیت العتیق﴾ ﴿ثم محلها الی البیت العتیق﴾

(۳) بمعنی حسن و جمال اور شرافت و آزادی، اسی اعتبار سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو العتیق کہا گیا ہے کہ وہ خوبصورت بھی تھے شریف و سردار بھی تھے اور آگ سے آزاد بھی تھے (۴) مملوکیت سے نکلنے کے معنی میں آتا ہے یہاں کتاب میں یہی معنی مراد ہے یعنی غلامی اور مملوکیت و کمزوری سے نکل کر قوت و آزادی اور حریت کی طرف آنا یہ عتق کے لغوی معانی ہیں اور شرعی اصطلاح میں عتق کی تشریح اس طرح ہے "قوة حكمية يصير المرء بها اهلا للشهادة والولاية والقضاء" یعنی عتق اس حکمی اور معنوی قوت وطاقت کا نام ہے جس کے ذریعہ سے آدمی قضاء، گواہی اور تصرف کرنے کے اہل ہو جاتا ہے اسلام نے ایک کافر انسان کے غلام بنانے کی جو اجازت دی ہے تو اس کی ایک معقول وجہ ہے وہ اس طرح کہ ایک کافر جب اپنے خالق و مالک اور اپنے رازق کا باغی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ جب میرا یہ بندہ میری بندگی اور غلامی اختیار نہیں کرتا تو اب میرے غلاموں کا غلام بنے گا اب یہ شخص انسانوں کے زمرے سے خارج ہو کر جانوروں کے زمرے میں داخل ہو گیا ہے ﴿اولئک کالانعام بل هم اضل﴾ اب ان کے ساتھ جانوروں کا سلوک کیا جائیگا لہذا ان کا خریدنا فروخت کرنا خدمت میں رکھنا سب جائز ہو گیا اس مضمون کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جب یہ کفار اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری سے منحرف ہو گئے تو ان کی حیثیت مالک و حاکم کے لئے باغی فوج کی طرح ہو گئی اب حکومت کی وفادار فوج یعنی مسلمانوں کو حکم ہے کہ ان باغیوں کی سرکوبی کریں یہاں تک کہ یہ باغی یا پلٹ کر وفاداری کا اعلان کریں یا قتل ہو جائیں اور یا قید میں آجائیں بین الاقوامی قوانین اس قاعدہ اور ضابطہ پر انگلی نہیں اٹھا سکتے بلکہ اس قاعدہ کی تائید پوری دنیا کے باشعور انسان کرتے ہیں پھر افسوس کا مقام ہوگا اگر کوئی بد باطن زندیق اسلام پر اس لئے اعتراض کرتا ہے کہ اسلام بعض سرکشوں کی گردن کشی کو قابو میں لانے کے لئے غلامی کی سزا تجویز کرتا ہے، پھر جب ان باغی افواج کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور بعض افراد قید ہو کر غلام بن جاتے ہیں تو اسلام ان کی بہت زیادہ نگرانی اور خیر خواہی کرتا ہے اور بڑی تاکید سے اس خیر خواہی کا حکم دیتا ہے ان کی رہائی اور آزادی کو بڑا ثواب قرار دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم

ﷺ نے اپنے عمر مبارک کے ہر سال کے برابر ایک غلام آزاد کیا ہے آپ نے خود ۶۳ غلام آزاد کئے، حضرت عائشہؓ نے ۶۷ غلام آزاد کئے حضرت ابن عباسؓ نے ۷۰ غلام آزاد کئے حضرت ابن عمر نے ایک ہزار غلام آزاد کئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کئے اور صدیق اکبرؓ اور عثمان غنی نے بے شمار غلام آزاد کئے، الغرض غلام بنانے کے اس قانون میں بہت زیادہ حکمتیں اور بہت فوائد ہیں ایک طرف باغی مخلوق کو تازیانۂ ادب وطاعت رسید ہوتا ہے اور دوسری طرف ان کو مسلمان بننے کا موقع فراہم ہو جاتا ہے ہزاروں نہیں لاکھوں غلام مسلمان بن کر دنیا وآخرت میں کامیاب ہو کر جنت چلے گئے آخر حسن بصریؒ اور ابن سیرین جیسے جبال العلم اور دین اسلام کے نامور سپوت بھی تو اسی غلامی کے پل پر گذر کر امت مسلمہ کے امام بن گئے ہیں تیسری طرف ان غلاموں کے آزاد کرنے والوں کو جو عظیم ثواب ملتا ہے وہ ابھی احادیث میں آپ پڑھ لیں گے بہر حال جو ملحد قسم کے لوگ اسلام کے اس حکم پر اعتراض کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں اور وہ خود اس سے نہیں شرماتے کہ انہوں نے کتنے شرفاء اور کتنے آزاد غریب مسلمانوں اور غیر مسلموں کو ناحق غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔

خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے ظالم شرم مگر تم کو آتی نہیں

غلام آزاد کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ آزاد کرنے والا آقا بالغ ہو نابالغ بچہ نہ ہو عقل مند ہو مجنون نہ ہو جس غلام کو آزاد کر رہا ہے اس کا مالک ہو اور خود مختار ہو بعض صورتوں میں غلام کو آزاد کرنا واجب ہے جیسے کفارہ میں ہوتا ہے بعض صورتوں میں مستحب ہے بعض صورتوں میں مباح ہے جیسے کسی کے ایصال ثواب کے لئے غلام آزاد کیا جاتا ہے بعض صورتوں میں غلام آزاد کرنا محض ثواب اور عبادت کا عمل ہوتا ہے جیسے کسی غلام کو محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے آزاد کیا اور بعض صورتوں میں غلام آزاد کرنا گناہ ہے جب کہ آزادی کے بعد اس کی بدمعاشی اور فساد کا خطرہ ہو یا مرتد ہونے کا خوف ہو۔

باب من اعتق شركا له في عبده

جس نے مشترک غلام میں اپنا حصہ آزاد کیا

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

دوسری حدیث کی سند عجیب ہے جس میں سات مرتبہ ح تحویل مذکور ہے۔

۳۷۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكاً لَهُ فِي عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيمَةَ الْعَدْلِ فَأُعْطِيَ شُرَكَاؤُهُ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کردیا اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ جو غلام کی کل قیمت کے برابر ہو تو اس کی قیمت عدل لگائی جائے گی اور باقی شرکاء کو ان کے حصوں کے مطابق قیمت دی جائے گی اور غلام پورا آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو تو اتنا ہی حصہ آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا تھا''۔

تشریح:

''شرکا له'' شین پر کسرہ ہے اور راساکن ہے کسی غلام میں جب کئی مالک شریک ہوں تو کسی ایک کے حصہ کو ''شرکا'' کہا جاتا ہے یہاں اسی مقصد کو ادا کرنے کے لئے یہ لفظ بولا گیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ ایک ''قن'' مطلق ہے اور دوسرا ''حر'' مطلق ہے ان دونوں کے درمیان درجات ہیں مثلاً مکاتب، مدبر، ام ولد اور معتق البعض ان سب کے الگ الگ احکام ہیں، حضرت ابن عمر کی مذکورہ حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب دو آدمیوں کے درمیان ایک غلام مشترک ہو اور ایک شریک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو اب کیا ہوگا اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اس کو چاہئے کہ شریک کے حصہ کی قیمت بھی ادا کردے اور پورا غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور ولاء بھی آزاد کرنے والے کو ملے گی اور اگر آزاد کرنے والا غریب ہو تو صرف اسی کا حصہ آزاد ہو جائے گا اور اس کے شریک کا حصہ غلام رہے گا ان کے ہاں غلام کے اعتاق میں تجزی جائز ہے لہذا آدھا آزاد ہے آدھا غلام ہے ایک دن یہ اپنے مالک کی خدمت میں گذارے گا اور ایک دن آزاد اور فارغ عیش کرے گا۔ جمہور کے نزدیک غلام پر استسعاء نہیں ہے تاہم اعتاق العبد المشترک میں فقہاء کا الجھنوں سے بھرا ہوا اختلاف ہے جس کا خلاصہ نکالنا مشکل ہے۔

صاحبین:

امام ابو یوسفؒ اور امام محمد یعنی صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو تو غلام کی بقیہ آدھی قیمت دوسرے شریک کو ادا کرے گا اور غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور ولاء کا حق بھی اس کو ملے گا اور اگر آزاد کرنے والا غریب ہو تو غلام خود سعی و محنت کرکے پیسہ کمائے گا اور اپنی نصف قیمت شریک... مالک کو دیکر آزادی حاصل کرے گا اس کو استسعاء کہا جاتا ہے بہر حال صاحبین کے نزدیک ہر صورت غلام آزاد ہو جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک اعتاق تجزی کو قبول نہیں کرتا ہے اور اس آزاد کرنے والے نے اپنے شریک کے غلام کے حصہ کو برباد کردیا لہذا بطور ضمان اپنے شریک کو اس کے حصہ کی قیمت ادا کرے گا اگر اس کے پاس مال ہے ورنہ غلام سے استسعاء لازم

امام ابوحنیفہ:

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر مشترک غلام کو آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس کے شریک ساتھی کو تین باتوں کا اختیار حاصل رہے گا تو وہ بھی اپنا حصہ آزاد کردے ولاء میں دونوں شریک رہیں گے یا وہ آزاد کرنے والے اپنے ساتھی سے بطور تاوان اپنے حصہ کا دام لے لے اور یا غلام سے سعی کرا کر اپنا حصہ وصول کرے، اگر آزاد کرنے والا خود غریب ہے تو اس کے شریک ساتھی کو دو باتوں کا اختیار حاصل رہے گا تو وہ بھی اللہ فی سبیل اللہ اپنا حصہ آزاد کردے اور یا غلام سے سعی کرائے اور اپنا حق وصول کرے۔

فقہاء کے دلائل

جمہور نے زیر بحث حضرت ابن عمرؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جمہور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل واضح ہے کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو وہ دوسرے شریک کو صرف ضمان ادا کرے گا اور اگر وہ غریب ہے تو پھر غلام ہی رہے گا اور صورت نہیں ہے، صاحبین نے بخاری و مسلم کی ابو ہریرہؓ والی روایت سے استدلال کیا ہے جو اس کے بعد اگلے باب کی حدیث ہے نیز صاحبین نے ایک اور حدیث سے بھی استدلال کیا ہے دونوں حدیثوں میں واضح طور پر مذکور ہے کہ اعتاق تجزی کو قبول نہیں کرتا ہے بلکہ آزاد کرنے والا اگر مالدار ہے تو وہ اپنے شریک ساتھی کو تاوان ادا کرے گا اور اگر فقیر ہے تو غلام سے سعی کرائی جائے گی اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں "قال ان کان غنیا ضمن و ان کان فقیرا سعی العبد فی حصۃ الاخر"

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جمہور اور صاحبین دونوں کے مستدلات سے اپنا مسلک ثابت فرمایا ہے اور امام طحاوی نے بھی حضرت عمر فاروقؓ کا ایک اثر بطور دلیل پیش کیا ہے شاہ انور شاہ صاحب نے مسند احمد کی ایک روایت اور مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت کو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک کی تائید میں نقل کیا ہے بہر حال صاحبین کا مسلک ظاہری احادیث کے پیش نظر بہت واضح ہے اور پھر جمہور کا مسلک واضح ہے۔

چند اصطلاحی الفاظ کی تشریح

کتاب العتق کے مباحث میں احادیث اور فقہ کی کتابوں میں چند مشکل الفاظ مذکور ہیں ان الفاظ کی تشریح ضروری ہے تاکہ مطلب سمجھنا آسان ہو جائے اور وہ الفاظ یہ ہیں۔

(۱) تضمین:

اس کا معنی ضمان ادا کرنا اور تاوان بھرنا ہے۔ مطلب یہ کہ جب مالدار ساتھی نے دوسرے ساتھی کے ساتھ شریک غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا تو وہ اپنے ساتھی کے حصہ کا تاوان بھرے گا۔

(۲) استسعی:

یہ طلب محنت وکسب اور کمائی طلب کرنے کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ غلام آزاد کرنے والا جب تنگدست اور فقیر ہو تو اس کا دوسرا ساتھی غلام سے اپنے حصے کی قیمت کے برابر کمائی وصول کرے گا۔

(۳) ولاء:

جو شخص غلام کو آزاد کرے تو غلام کے مرنے کے بعد اس کی میراث آزاد کرنے والے کو ملتی ہے اسی میراث کا نام ولاء ہے اگر دو آدمیوں نے غلام کو آزاد کیا تو ولاء دونوں کو ملے گا۔ ولاء میں واو پر زبر ہے لام پر بھی زبر ہے پھر ہمزہ ہے۔

(۴) معتق:

یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی آزاد کرنے والا کسی غلام کو آزاد کرنے والے کو معتق کہتے ہیں۔

(۵) تجزی:

یہ لفظ یہاں اعتاق کے ساتھ استعمال ہوا ہے یہ جزء جزء اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے معنی میں ہے اعتاق میں تجزی ہے کا مطلب یہ ہے کہ جزوی اعتاق اور جزوی آزادی معتبر ہے۔

(۶) حالت یسار:

یسار مالداری کو کہتے ہیں حالت یسار یعنی مالداری کی حالت اور حالت اعسار یعنی تنگ دستی کی حالت۔

(۷) مجانا: یعنی مفت آزاد کرنا۔

۳۷۶۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيعاً عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالاَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ كُلُّ هَؤُلاَءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ

ان مختلف اسناد سے بھی سابقہ روایت (جس نے کسی مشترک غلام میں اپنا حصہ آزاد کیا اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ غلام کی قیمت کے برابر ہو تو اس کی قیمت عدل لگائی جائے گی اور باقی شرکاء کو ان کے حصوں کے مطابق قیمت دی

جائے گی اور غلام پورا آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو تو اتنا ہی حصہ آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا ہے) منقول ہے۔

باب ذكر سعاية العبد

غلام کا محنت مزدوری کر کے جان چھڑانے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۳۷۷۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: فِي الْمَمْلُوكِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمَا قَالَ: يَضْمَنُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دو آدمیوں کے درمیان مشترک غلام کے بارے میں فرمایا کہ اگر دونوں میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دے تو دوسرا شریک دوسرے حصہ کا ضامن ہوگا۔ (اگر مالدار ہو)

تشریح:

"یضمن" یعنی آزاد کرنے والا ضمان ادا کرے گا اور اپنے شریک ساتھی کو اس کا حصہ دے گا اور غلام اس آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہو جائے گا "یضمن" یہ صیغہ امر کے معنی میں ہے اگرچہ لفظوں میں خبر ہے مطلب یہ ہے کہ آزاد کرنے والا ضمان ادا کرے۔

۳۷۷۱۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِقْصاً لَهُ فِي عَبْدٍ فَخَلَاصُهُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے اپنے حصے کا غلام آزاد کیا تو اس کی خلاصی اس کے مالک میں ہوگی اگر وہ صاحب مال ہے اور اگر وہ صاحب مال نہیں تو غلام سے مشقت و محنت کرائی جائے گی بغیر جبر کے"۔

تشریح:

"شقصا" شین پر کسرہ ہے اور قاف ساکن ہے حصہ کو کہتے ہیں "فخلاصہ" یعنی اس غلام کی حریت اور آزاد ہونا آزاد کرنے والے کے مال میں ہے کہ وہ مال ادا کرے اور بقیہ حصہ کو بھی خرید کر آزاد کرے اور اگر آزاد کرنے والا غریب ہے تو پھر غلام سعی اور محنت کر کے

اپنے آپ کو چھڑا لے۔اس حدیث سے دو باتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں ایک یہ کہ عتق تجزی کو قبول کرتا ہے اور جمہور اس کے قائل ہیں صاحبین تجزی کا فتوی نہیں دیتے ہیں۔دوسری بات یہ واضح ہوگئی کہ اگر آزاد کرنے والا غریب ہے تو غلام پر سعی لازم ہے جمہور استسعاء کے قائل نہیں ہیں امام ابوحنیفہ اور صاحبین اس کے قائل ہیں بعض حضرات نے کوشش کی ہے کہ ''استسعیٰ'' کے الفاظ مدرج ثابت کریں لیکن یہ کوشش ناتمام ہے یہ مرفوع حدیث کے الفاظ ہیں۔

''غیر مشقوق علیه'' یعنی غلام سے استسعاء کرایا جائے گا تاکہ وہ محنت مزدوری کر کے مال کمائے اور اپنے آپ کو آزاد کرائے لیکن اس استسعاء میں اس پر جبر وتشدد نہیں کرنا چاہئے بلکہ وہ آرام سے کما کر اپنے مولیٰ کو بقیہ قیمت ادا کرے اور مکمل آزاد ہو جائے اس جملہ کا یہی مطلب ہے کہ اس پر سختی نہیں کرنی چاہئے۔

۳۷۷۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ وَزَادَ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ قِيمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ يُسْتَسْعَى فِي نَصِيبِ الَّذِي لَمْ يُعْتِقْ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ

حضرت سعید بن عروبہ رضی اللہ عنہ سے مندرجہ بالا حدیث ہی منقول ہے۔اس اضافہ کے ساتھ کہ فرمایا: اگر اس (آزاد کرنے والے کے پاس) مال نہ ہو تو غلام کی مناسب قیمت لگائی جائے گی پھر اس غلام سے ''سعایہ'' کرایا جائے گا اس کے غیر آزاد شدہ حصہ کے بارے میں بغیر جبر کے''۔

۳۷۷۳۔حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ بِهَذَا الإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ وَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت ابن ابی عروبہ ہی کی طرح حدیث منقول ہے اگرچہ الفاظ کی تبدیلی ہے لیکن معنی و مفہوم ایک ہی ہے۔

باب بیان ان الولاء لمن اعتق وقصة بريرة

ولاء آزاد کرنے والے کا حق ہے اور بریرہ کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے بارہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۷۷۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً تُعْتِقُهَا فَقَالَ: أَهْلُهَا نَبِيعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلاَءَهَا لَنَا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ:

لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكِ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ ایک باندی کو خرید کر آزاد کر دیں، اس کے مالکان نے کہا کہ ہم اس شرط پر فروخت کریں گے کہ اس کی "ولاء" ہماری ہوگی۔ حضرت عائشہؓ نے نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ: "تمہیں ان کی بات اپنے کام سے روکے نہیں: ولاء کا مستحق وہی ہے جس نے آزاد کیا ہے"

تشریح:

"جارية" یعنی حضرت عائشہؓ نے چاہا کہ بریرہ کو خرید لیں بریرہ کے بارے میں بعض نے کہا کہ یہ قوم نبط سے تعلق رکھتی تھی بعض نے کہا کہ یہ قبطی قوم سے تعلق رکھتی تھی تو یا قبطیہ ہے یا نبطیہ ہے کہتے ہیں کہ اس کے باپ کا نام صفوان تھا۔"تعتقها" یعنی خرید کر آزاد کریں، اس حدیث کے الفاظ سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بریرہ کو خرید لیا تھا اور پھر آزاد کیا تھا ایسا نہیں تھا کہ اس کے آزاد کرنے میں مدد کی اور بطور تبرع پیسہ دیا اگر ایسا ہوتا تو پھر ولاء کا حق حضرت عائشہ کا نہیں تھا اور احادیث میں صراحت ہے کہ ولاء کی حقدار صرف عائشہ صدیقہ ہے۔ اور اس نے اس کا مطالبہ بھی کیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں فتویٰ بھی دیا بریرہ پہلے سے بھی حضرت عائشہ کی خدمت کیا کرتی تھیں یہ انتہائی ہوشیار عورت تھی اس نے عبدالملک بن مروان کو دیکھا تو بطور فراست کہدیا کہ یہ شخص آئندہ بادشاہ بنے گا۔

"فقال اهلها" یعنی حضرت بریرہ کے آقاؤں نے کہا، علماء نے لکھا ہے کہ بریرہ کے آقا انصار کے کچھ لوگ تھے بعض نے کہا کہ آل ہلال کے کچھ لوگ تھے میں نے کسی جگہ میں دیکھا ہے کہ ان کے آقا کچھ یہود تھے مگر اب اس کا حوالہ بھول گیا ہوں۔

"ولاء ها" غلام آزاد کرنے سے آزاد کرنے والے اور غلام کے درمیان ایک نسبت پیدا ہو جاتی ہے اس نسبت کو ولاء کہتے ہیں پھر اس نسبت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر غلام کے وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا اس کا وارث بن جاتا ہے گویا ولاء میراث کا نام پڑ گیا۔ ان احادیث میں اسی میراث کا تذکرہ ہے "اعتق" یعنی آزاد کرنے سے خود بخود ولاء منتقل ہو جاتی ہے تو سابقہ آقاؤں کا کوئی عمل دخل باقی نہیں رہے گا۔

۳۷۷۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ عَائِشَةَ تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ ارْجِعِي إِلَى أَهْلِكِ فَإِنْ أَحَبُّوا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيرَةُ لِأَهْلِهَا فَأَبَوْا وَقَالُوا إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ وَيَكُونَ لَنَا وَلَاؤُكِ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ابْتَاعِي فَأَعْتِقِي فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنْ شَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ شَرْطُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ ۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں بتلایا کہ حضرت بریرۃؓ ان کے پاس بدل کتابت کی اعانت کے سلسلہ میں آئیں اس وقت تک انہوں نے اپنے بدل کتابت میں سے کچھ بھی ادا نہ کیا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا کہ جاؤ اپنے مالکان کے پاس جاؤ (اور ان سے پوچھو کہ) اگر وہ یہ پسند کریں کہ تمہارا تمام بدل کتابت میں ادا کردوں اور تمہاری ولاء بھی میری ہو تو میں ایسا کرسکتی ہوں۔ حضرت بریرۃؓ نے اپنے مالکان سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے اس سے انکار کردیا اور کہنے لگے کہ وہ صرف ثواب کے لئے کرنا چاہتی ہیں تو کریں۔ ولاء تو ہماری ہی ہوگی۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ: بریرۃؓ کو خرید کر آزاد کردو، اور ولاء تو صرف آزاد کرنے والے کا حق ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ (معاملات میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں موجود نہیں ہیں، جس کسی نے ایسی کوئی شرط لگائی جو اللہ کی کتاب میں موجود نہیں تو اس شرط کا وہ مستحق نہیں خواہ سو مرتبہ شرط لگائے اللہ کی بیان کردہ شرط زیادہ حق دار ہے (پوری کئے جانے کی) اور زیادہ مضبوط و معتمد ہے''۔

تشریح:

''کــــاتبک '' کتابت ایک عمل کے تحت وجود میں آتی ہے وہ اس طرح کہ مولیٰ اپنے غلام سے کہدے کہ تم اتنا پیسہ ادا کردو میں تم کو آزاد کردوں گا اب اس مولیٰ کو مُکاتِب کہتے ہیں اور غلام کو مُکاتَب کہتے ہیں اور اس پیسہ کو بدل کتابت کہتے ہیں۔

''ان تحتسب علیک '' یعنی اگر حضرت عائشہ تیری طرف سے بدل کتابت ادا کرنے کا ثواب کمانا چاہتی ہے تو کمالے ولاء ہماری ہوگی۔ اس حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بریرہ نے حضرت عائشہ سے بدل کتابت میں مدد کرنے کی درخواست کی تھی اور حضرت عائشہ نے مدد کی لہذا یہ خریدنا نہیں تھا لیکن شارحین کہتے ہیں کہ یہ مشکل ہے کیونکہ تبرع کی صورت میں ولاء کا استحقاق نہیں بنتا ہے لہذا آئندہ روایات میں جو شراء کا ذکر ہے وہ واضح اور راجح ہے میرے خیال میں شاید ابتداء میں حضرت عائشہ نے صرف بدل کتابت کے ادا کرنے کا ذکر کیا اور شرط لگادی کہ ولاء مجھے ملے گی لیکن ان لوگوں نے ولاء دینے سے انکار کیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ عائشہ تم اس کو خرید لو اور آزاد کردو بس ولاء خود بخود تم کو مل جائے گی، اس طرح توجیہ سے روایات میں تعارض نہیں رہے گا ''اواق'' یہ اوقیہ کی جمع ہے ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے یہ کل دو سو ساٹھ درہم بنتے تھے۔

۳۷۷۶۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْ بَرِيرَةُ إِلَيَّ فَقَالَتْ يَا عَائِشَةُ إِنِّي كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُوقِيَّةٌ بِمَعْنَى حَدِيثِ اللَّيْثِ وَزَادَ فَقَالَ: لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ مِنْهَا ابْتَاعِي وَأَعْتِقِي وَقَالَ: فِي

الْحَدِيثِ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ فرماتی ہیں کہ بریرہؓ میرے پاس آئیں اور کہا کہ اے عائشہ! میں نے اپنے مالکان سے مکاتبت کا معاملہ کرلیا ہے ۹ اوقیہ چاندی پر کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی ادا کروں گی۔ آگے سابقہ حدیث کے مثل منقول ہے۔ آخر میں یہ بھی اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا، اما بعد۔ آگے وہی مضمون بیان کیا جو اوپر گذرا۔

۳۷۷۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ عَلَيَّ بَرِيرَةُ فَقَالَتْ إِنَّ أَهْلِي كَاتَبُونِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي تِسْعِ سِنِينَ فِي كُلِّ سَنَةٍ أُوقِيَّةٌ فَأَعِينِينِي فَقُلْتُ لَهَا إِنْ شَاءَ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ عَدَّةً وَاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ وَيَكُونَ الْوَلَاءُ لِي فَعَلْتُ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِأَهْلِهَا فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَأَتَتْنِي فَذَكَرَتْ ذَلِكَ قَالَتْ فَانْتَهَرْتُهَا فَقَالَتْ لَاهَا اللَّهِ إِذًا قَالَتْ فَسَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ فَفَعَلْتُ قَالَتْ ثُمَّ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشِيَّةً فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَمَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ كِتَابُ اللَّهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ مَا بَالُ رِجَالٍ مِنْكُمْ يَقُولُ أَحَدُهُمْ أَعْتِقْ فُلَانًا وَالْوَلَاءُ لِي إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بریرہؓ میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ میرے مالکان نے میرے ساتھ ۹ اوقیہ چاندی نو سال میں کہ ہر سال ایک اوقیہ ادا کیا جائے گا کی بنیاد پر مکاتبت کا معاہدہ کیا ہے۔ اس معاملہ میں آپ میری اعانت کیجئے۔ میں نے ان سے کہا کہ: اگر تمہارے مالکان اس بات پر راضی ہوں کہ میں ساری چاندی ایک ہی مرتبہ گن کر پوری کر دوں اور تمہیں آزاد کر دوں۔ بشرطیکہ تمہاری ولاء میری ہو تو میں ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت بریرہؓ نے اس کا تذکرہ اپنے مالکان سے کیا تو انہوں نے منع کر دیا۔ الا یہ کہ ولاء انہی کے لئے ہو تو (ٹھیک ہے) وہ میرے پاس آئیں اور مجھ سے کہا تو میں نے انہیں ڈانٹا اور کہا اللہ کی قسم! ایسا تو نہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے سن لیا تو مجھ سے اس بارے میں پوچھا۔ میں نے تمام معاملہ آپ کو بتلا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم اسے خرید کر آزاد کر دو اور ولاء کی شرط انہی کی تسلیم کرلو۔ بہرحال ولاء تو اسی کا حق ہے جو آزاد کر دے گا، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اس کے شایان شان کرنے کے بعد فرمایا اما بعد! لوگوں کو کیا ہوا

جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں ہیں (از روئے قرآن ناجائز ہیں) ایسی جو بھی شرط ہو کہ اللہ کی کتاب میں موجود نہ ہو وہ باطل ہے اگر چہ سو شرطیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب سب سے زیادہ سچ ہے اور اللہ کی شرط ہی اس قابل ہے کہ اسے پورا کیا جائے، تم میں سے بعض لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ کہتے ہیں کہ فلاں کو آزاد کر دو اور ولاء میری رہے گی۔ (یاد رکھو!) ولاء تو صرف اسی کا حق ہے جو آزاد کرے"۔

تشریح:

"اعدها" "ای ادفعها الیهم دفعة واحدة" یعنی نو اوقیہ میں ایک ساتھ دیدونگی تم کو نو سال کا انتظار نہیں کرنا ہوگا اور ان کو نقد پیسہ مل جائے گا "قالت" یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں "فانتهر تها" یعنی میں نے بریرہ کے جواب میں بلند آواز سے ناراضگی کا اظہار کیا اسی کو ڈانٹنا کہہ دیا ورنہ یہاں ڈانٹنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ "فقالت" یہ تفصیل روای نے بیان کی ہے کہ عائشہ نے ڈانٹنے کا جو ذکر کیا ہے وہ اس طرح تھا "لا هاء الله" یہ لفظ قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے جو لا واللہ کے معنی میں ہے اس کے بعد "اذا" کا لفظ ہے جو تنوین کے ساتھ اذن ظرف ہے جو اس طرح قسم کے بعد ذکر کرتے ہیں۔ عبارت اس طرح ہے "ای لا والله انهم اذن لا یرضون" "تم بخدا یعنی وہ لوگ ترک ولاء کے لئے کبھی راضی نہیں ہونگے۔ "اعتق فلانا" یعنی یہ کہتا ہے کہ آزاد تم کرو اور ولاء میں لوں گا ایسا نہیں ہوگا بہرحال یہ مذکورہ ولاء العتاقہ ہے ایک ولاء الاسلام ہوتی ہے ایک ولاء الموالاۃ ہوتی ہے۔

مسئلة خيار العتق

۳۷۷۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعاً عَنْ جَرِيرٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ قَالَ: وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْداً فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمْ أَمَّا بَعْدُ.

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ: حضرت بریرہؓ کے شوہر غلام تھے (بریرہ کی آزادی کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے انہیں اختیار دے دیا کہ (شوہر کے ساتھ ہی رہیں یا علیحدگی لے لیں) انہوں نے (حضرت بریرہؓ نے) اپنے آپ کو اختیار کرتے ہوئے (شوہر سے علیحدگی اختیار کرلی) اور اگر ان کے شوہر آزاد ہوتے تو آپ ﷺ حضرت بریرہؓ کو اختیار نہ دیتے۔

تشریح:

"كان زوجها عبدا" یعنی بریرہ کا شوہر غلام تھا جو ام المؤمنین حضرت زینب کے بھائی ابو احمد بن جحش کا غلام تھا اور یہ حدیث کے اس لفظ

سے فقہاء میں ایک طویل اختلاف پیدا ہوگیا ہے اسی کی تفصیل بلاحظہ ہو۔

مدینہ منورہ میں ایک لونڈی تھی جس کا نام بریرہ تھا اس کے مالک نے ۹ اوقیہ کے بدلے میں اس کو مکاتب بنالیا بدل کتابت میں مدد کے سلسلے میں بریرہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئی تھیں، حضرت عائشہ نے ان کو خریدلیا اور پھر آزاد کیا خریدنے کے وقت بریرہ کے مالک نے اس شرط کا ذکر کیا کہ بریرہ کا ''حق ولاء'' اس کے مرنے کے بعد ہمیں ملے گا حضرت عائشہؓ نے اس کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے کیا حضور اکرم بہت ناراض ہوئے اور خطبہ دیا اور فرمایا! ''فقضاء الله احق وشرط الله اوثق وانما الولاء لمن اعتق ''حضرت بریرہ کا ایک شوہر تھا جن کا نام مغیث تھا وہ بھی پہلے غلام تھا بعد میں ان کو بھی آزادی ملی اس سلسلہ میں حضرت بریرہ کو خیار عتق یعنی اختیار طلاق بوجہ عتق حاصل ہوگیا اسی خیار عتق کی تفصیلات میں فقہاء کرام کا اختلاف ہوا ہے۔

فقہاء کا اختلاف

(۱) اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر لونڈی کے آزاد ہونے کے وقت اس کا شوہر غلام ہو تو لونڈی کو خیار عتق یعنی اختیار طلاق ملے گا۔

(۲) اس پر بھی تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر ایک ساتھ دونوں میاں بیوی آزاد ہو جائیں تو کسی کو خیار عتق حاصل نہیں ہوگا۔

(۳) اگر لونڈی کی آزادی کے وقت خاوند آزاد ہو تو بیوی کو خیار عتق ملے گا یا نہیں؟ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہوا ہے۔

ائمہ احناف کے نزدیک لونڈی کو ہر حالت میں خیار عتق ملے گا خواہ اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد ہو، جمہور اور شوافع کے ہاں خیار عتق صرف اس صورت میں ہے جب شوہر غلام ہو اور بیوی آزاد ہو جائے اگر شوہر آزاد ہو تو لونڈی کو خیار عتق حاصل نہیں ہوگا۔

علت اختلاف: احناف اور جمہور کے درمیان یہ جو اختلاف ہے یہ تخریج علت کی وجہ سے ہے، جمہور نے خیار عتق کے لئے جو علت نکالی ہے وہ یہ ہے کہ لونڈی جب آزاد ہو جائے گی تو اب وہ غلام شوہر کے تحت رہنے کو عار تصور کرے گی کیونکہ دونوں میں کفاءت نہیں رہی اور اگر شوہر آزاد ہو تو کوئی عار نہیں اس لئے اس کو خیار نہیں غلام میں عار ہے تو وہاں اختیار ہے۔

احناف کے نزدیک خیار عتق کی علت آزادی کے بعد عار نہیں بلکہ تین طلاق کا اختیار ہے کیونکہ طلاق کا مدار عورتوں پر ہے اگر عورت لونڈی ہے تو شوہر کو دو طلاق کا حق حاصل ہے ''طلاق الامة ثنتان'' اور اگر عورت آزاد ہے تو شوہر کو تین طلاق کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ احناف فرماتے ہیں کہ آزادی کے بعد اس عورت کی طرف ایک زائد تیسری طلاق متوجہ ہوگئی لہذا اس کو اضافی بوجھ کے دفع کرنے کا حق حاصل ہے جو خیار عتق ہے، یہ اس خیار عتق کی علت بھی ہے اور فائدہ و حکمت بھی ہے۔

منشائے اختلاف: اس مسئلہ میں اختلاف کا منشاء احادیث مقدسہ اور روایات کا اختلاف ہے، حضرت عائشہؓ سے دو روایات منقول ہیں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں ''وکان زوجها عبدا '' رواہ البخاری۔ ادھر مسلم میں بھی یہی روایت ہے۔ دوسری

روایت میں ہے ''وکان زوجھا حرا'' رواہ ابوداؤد۔ یہ روایت مسلم اور بخاری شریف میں بھی ہے، حضرت عائشہ کے شاگردوں عروہ، عبدالرحمن اور اسود میں بھی اختلاف ہے، بعض نے بریرہ کے شوہر کو حر کہا ہے اور بعض نے عبد کہدیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے شاگردوں میں بھی اسی طرح اختلاف ہے اس لئے فقہاء کرام کا خیار عتق کے مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے۔

دلائل:

اس مسئلہ میں حضرت بریرہؓ کی حیثیت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور دلائل کا مدار بھی اسی واقعہ پر ہے کہ آیا آزادی کے وقت ان کا شوہر حر تھا یا غلام؟ اگر اس وقت وہ حر تھا تو یہ لفظ احناف کی دلیل بنے گا جمہور کے خلاف ہوگا اور اگر اس وقت وہ غلام تھا تو یہ حدیث جمہور کی دلیل بنے گی لیکن احناف کے خلاف دلیل نہیں بنے گی۔ کیونکہ احناف تو حر اور عبد دونوں صورتوں میں خیار عتق کے قائل ہیں۔

جمہور کے دلائل

جمہور نے زیر بحث حضرت عروہ عن عائشہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں ''کان زوجھا عبدا'' کے واضح الفاظ آئے ہیں نیز ''ولو کان حرا لم یخیرھا'' الفاظ سے جانب مخالف کا رد بھی ہوگیا تو مسئلہ صاف ہوگیا اور روایت بخاری و مسلم کی ہے یہ مزید پختگی ہے، اسی طرح جمہور نے عقلی دلیل بھی پیش فرمائی ہے جو درحقیقت اس مسئلہ کی علت کی طرف اشارہ ہے کہ اگر شوہر غلام ہو تو عورت کو اس کے ماتحت رہنے میں عار ہے اور اگر شوہر حر ہو تو کوئی عار نہیں لہذا اس کو خیار نہیں مسئلہ میں کوئی غبار نہیں

احناف کے دلائل

(۱) روی البخاری واصحاب السنن عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ فی قصۃ بریرۃ وفی آخرھا وکان زوجھا حرا (بحوالہ زجاجۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۲۸، بخاری ج ۲ ص ۹۹۹)

(۲) روی مسلم عن عبدالرحمن بن القاسم الی آخر الحدیث قال القاسم وخیرت فقال عبدالرحمن وکان زوجھا حرا (زجاجۃ ج ۲ ص ۴۳۰)

(۳) روی ابوداؤد عن الاسود عن عائشۃ ان زوج بریرۃ کان حرا حین عتقت (زجاجۃ ج ۲ ص ۴۳۱)

(۴) وفی روایۃ الترمذی قالت کان زوج بریرۃ حرا فخیرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایضا)

(۵) روی ابن ماجۃ والنسائی عن الاسود عن عائشۃ انھا اعتقت بریرۃ فخیرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان لھا زوج حر (ایضا)

(۶) وروی الطحاوی وابن ابی شیبۃ عن طاؤس قال للامۃ الخیار اذا اعتقت وان کانت تحت قرشی وفی روایۃ

لھما عنہ قال لھا الخیار فی الحر والعبد (ایضا)

(۷)وروی ابن ابی شیبۃ عن ابن سیرین والشعبی نحوہ وفی روایۃ لہ عن مجاھد قال لھا الخیار ولو کانت تحت امیر المومنین (زجاجۃ المصابیح مشکوٰۃ الحنفی ج ۲ ص ۱۴۲)

(۸)دار قطنی نے ایک روایت نقل کی ہے"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبریرۃ ملکت بضعک فاختاری "۔ یہاں اس روایت میں خیار عتق کی علت کو بیان کر کے آنحضرت نے خود فیصلہ فرمادیا کہ شوہر کا اعتبار نہیں خواہ غلام ہو خواہ حر ہو شرط یہ ہے کہ عورت اپنے اختیار کی مالکہ بن جائے، اب یہاں مطلق ملکیت بضعہ کو فاختاری کا سبب قرار دیا گیا ہے شوہر کا لحاظ نہیں رکھا گیا افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اتنی روایات ہیں مگر صاحب مشکوۃ نے ایک بھی نقل نہیں فرمائی۔

الجواب:

اب جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ دونوں طرف کی حدیثیں صحیح ہیں جمہور نے وکان زوجھا عبدا کو اختیار کیا ہے اور احناف نے وکان زوجھا حرا کو اختیار کیا ہے تو بظاہر ان متعارض روایات میں کسی ایک جانب کو ترجیح نہیں دی جاسکتی ہے تو پھر ان روایات پر عمل کیسے کریں گے؟ تو احناف نے تطبیق کی صورت اختیار کرلی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب وکان زوجھا حرا کو اختیار کرلیا جائے تو تمام روایات پر عمل ہو جائے گا اور وہ اس طرح کہ ہم حر اور عبد کے دو متضاد الفاظ کو ایک وقت پر حمل نہیں کریں گے بلکہ تطبیق کی غرض سے ہم حر کو الگ زمانہ پر حمل کریں گے اور عبد کو الگ زمانہ پر حمل کریں گے۔

تو اصولی قاعدہ یہ ہے کہ حر مسلم پر عبدیت طاری نہیں ہوسکتی ہے اور عبد مسلم پر حریت طاری ہوسکتی ہے اور بریرہ کے شوہر مغیث پہلے غلام تھے بعد میں آزاد ہوئے تو ان کے حق میں عبدیت کے جو الفاظ آئے ہیں یہ حکایت ماضی اور گذشتہ زمانہ پر محمول ہیں"یعنی وکان عبدا" پہلے زمانہ میں غلام تھے اب بریرہ کی آزادی کے وقت نہیں تو واقعی پہلے غلام تھے۔

اور جہاں وکان زوجھا حرا کے الفاظ آئے ہیں تو یہ الفاظ حالت عتق اور خیار عتق کے وقت پر محمول ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ مغیث حر تھے اور بریرہ کو حضور اکرم نے خیار عتق کا حق دیدیا معلوم ہوا حر کی ماتحتی میں اگر لونڈی آزاد ہو جائے تو اس کو بھی خیار عتق حاصل رہے گا اور عبدیت میں تو سب مانتے ہیں۔ باقی جمہور نے جو عقلی دلیل پیش کی ہے کہ عبد کے ماتحت آزاد عورت کا رہنا عار ہے تو یہ علت بیان کرنا واضح صحیح نہیں ہے کیونکہ حرہ کا ابتداء غلام کی ماتحتی میں آنا عار ہے لیکن اگر وہ پہلے سے اس کے نکاح میں مستعملہ مستقر شدہ ہو تو اس میں اب کیا عار ہے؟

باقی زیر نظر حدیث" ولو کان حرا لم یخیرھا "کے الفاظ حضرت عائشہؓ کے نہیں بلکہ حضرت عروہ کے الفاظ ہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ تو مغیث کے حر ہونے کی روایت بار بار بیان کرچکی ہیں۔

۳۷۷۹۔حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ قَضِيَّاتٍ أَرَادَ أَهْلُهَا أَنْ يَبِيعُوهَا وَيَشْتَرِطُوا وَلَاءَهَا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ قَالَتْ وَعَتَقَتْ فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا قَالَتْ وَكَانَ النَّاسُ يَتَصَدَّقُونَ عَلَيْهَا وَتُهْدِي لَنَا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَكُمْ هَدِيَّةٌ فَكُلُوهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بریرہؓ کے مقدمہ میں تین مسائل تھے۔

۱۔ایک یہ کہ اس کے مالکان اسے فروخت کر کے اس کی ولاء کی شرط اپنے لئے رکھنا چاہتے تھے، میں نے نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے خرید کر آزاد کردو، ولاء تو صرف آزاد کرنے والے کا حق ہے۔

۲۔دوسری یہ کہ وہ آزاد ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اختیار دیا، انہوں نے اپنے آپ کو اختیار کیا۔

۳۔تیسری یہ کہ لوگ انہیں (بریرہؓ کو) صدقات دیا کرتے تھے تو وہ ہمیں ہدیہ کر دیتی تھیں۔ میں نے نبی ﷺ سے ذکر کیا تو فرمایا کہ: یہ اس کیلئے صدقہ ہے اور تمہارے لئے ہدیہ ہے اسے کھالو''۔

۳۷۸۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اشْتَرَتْ بَرِيرَةَ مِنْ أُنَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَاشْتَرَطُوا الْوَلَاءَ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْوَلَاءُ لِمَنْ وَلِيَ النِّعْمَةَ وَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا وَأَهْدَتْ لِعَائِشَةَ لَحْمًا فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ صَنَعْتُمْ لَنَا مِنْ هَذَا اللَّحْمِ قَالَتْ عَائِشَةُ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَقَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس نے انصاریوں سے حضرت بریرہؓ کو خرید لیا اور انہوں نے ولاء کی شرط رکھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ولاء اس کا حق ہے جو نعمت کا والی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو اختیار (آزادی) دیا اس کا خاوند غلام تھا اور اس نے حضرت عائشہؓ کو گوشت ہدیہ بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کاش تم اس گوشت میں سے ہمارے لئے بھی پکاتیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ بریرہؓ پر صدقہ کیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

۳۷۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ لِلْعِتْقِ فَاشْتَرَطُوا وَلَاءَهَا

فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ وَأُهْدِيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَحْمٌ فَقَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ هَذَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَقَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ وَخُيِّرَتْ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَكَانَ زَوْجُهَا حُرًّا قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ زَوْجِهَا فَقَالَ: لَا أَدْرِي

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بریرہؓ کو آزاد کرنے کے لئے خریدنے کا ارادہ کیا۔ اس کے مالکان نے ولاء کی شرط لگا دی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے خرید کر آزاد کر دو۔ ولاء تو آزاد کرنے والے کے لئے ہی ہوگی۔ اور رسول اللہ ﷺ کو گوشت ہدیہ کیا گیا، لوگوں نے کہا کہ یہ گوشت تو بریرہؓ کو صدقہ میں دیا گیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ صدقہ تو انہی کے لئے تھا (بریرہؓ کے لئے) ہمارے واسطے یہ ہدیہ ہے۔ اور انہیں (آزادی کے بعد) اختیار دیا گیا ان کے شوہر آزاد تھے (حضرت عبدالرحمٰن نے اپنی روایت میں کہا) لیکن پھر بعد میں ان سے حضرت بریرہؓ کے شوہر کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ: مجھے معلوم نہیں۔

۳۷۸۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

ان اسناد کے ساتھ بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔

۳۷۸۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي هِشَامٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ وَأَبُو هِشَامٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا

اس طریق سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہؓ کے شوہر غلام تھے۔

۳۷۸۴۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ خُيِّرَتْ عَلَى زَوْجِهَا حِينَ عَتَقَتْ وَأُهْدِيَ لَهَا لَحْمٌ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالْبُرْمَةُ عَلَى النَّارِ فَدَعَا بِطَعَامٍ فَأُتِيَ بِخُبْزٍ وَأُدُمٍ مِنْ أُدُمِ الْبَيْتِ فَقَالَ: أَلَمْ أَرَ بُرْمَةً عَلَى النَّارِ فِيهَا لَحْمٌ فَقَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذَلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَكَرِهْنَا أَنْ نُطْعِمَكَ مِنْهُ فَقَالَ: هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ مِنْهَا لَنَا هَدِيَّةٌ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهَا إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بریرہؓ کے معاملہ میں تین سنتیں (مسائل) معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ انہیں شوہر پر اختیار دیا گیا جب وہ آزاد ہوئیں۔ دوسرے یہ کہ انہیں (عائشہؓ) کو گوشت ہدیہ کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ

میرے پاس تشریف لائے تو ہانڈی (جس میں وہ گوشت تھا) چولہے پر تھی۔ آپ نے کھانا منگوایا تو آپ ﷺ کے سامنے روٹی اور گھر کا کچا سالن پیش کر دیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کیا میں نے آگ پر ہانڈی نہیں دیکھی؟ جس میں گوشت تھا (وہ کہاں گئی؟) کہا کہ یا رسول اللہ کیوں نہیں لیکن وہ گوشت بریرہؓ کو صدقہ دیا گیا تھا، ہمیں ناپسند ہوا کہ آپ ﷺ کو وہ کھلائیں (صدقہ کا گوشت)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اس کے لئے صدقہ ہے جب کہ ان کی طرف سے ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ اور تیسری یہ کہ انہی کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا: کہ ولاء تو آزاد کرنے والے ہی کا حق ہے۔

تشریح:

"سنن" یہ سنة کی جمع ہے طریقہ مراد ہے دوسری روایات میں "اربع قضیات" کا لفظ ہے سب کا مطلب ایک ہی ہے کہ بریرہ کی وجہ سے کئی عجیب مسائل حل ہو گئے "والبرمة" ہانڈی کو کہتے ہیں یعنی ہانڈی آگ پر چڑھی ہوئی تھی۔

"وادم" یہ ادام کی جمع ہے جیسے کتب و کتاب، سالن کو کہتے ہیں۔

۳۷۸۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ حَدَّثَنِي سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَرَادَتْ عَائِشَةُ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً تُعْتِقُهَا فَأَبَى أَهْلُهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْوَلَاءُ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ارادہ کیا کہ ایک باندی خرید کر آزاد کر دیں۔ اس باندی کے مالکان نے نہ مانا اور شرط رکھی کہ ولاء انہی کی رہے۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس بات کی وجہ سے اپنے (نیک) ارادہ سے مت رکو۔ ولاء تو آزاد کرنے والے ہی کا حق ہے

باب النهي عن بيع الولاء وهبته

حق ولاء کا بیچنا اور ہبہ کرنا منع ہے

اس باب میں امام مسلم نے صرف دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۷۸۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهِ قَالَ مُسْلِمٌ النَّاسُ كُلُّهُمْ عِيَالٌ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ولاء کو فروخت کرنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(یعنی جس نے کسی غلام یا باندی کو آزاد کیا ہو اس کی میراث کا حق معتق (آزاد کرنے والے) کو ہوتا ہے۔ اب معتق

وہ حق ولاء فروخت بھی نہیں کر سکتا نہ ہی اسے کسی کو ہبہ کر سکتا ہے)۔ ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مسلم بن حجاج سے سنا، فرمار ہے تھے کہ اس حدیث میں تمام لوگ حضرت عبداللہ بن دینار کے شاگرد ہیں۔

تشریح:

''وعن هبته ''یعنی حق ولاء کو فروخت کرنا منع ہے کیونکہ حق ولاء مُعتِق اور مُعتَق کے درمیان ایک نسبت کا نام ہے جو عتق کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے یہ نسبت اس شخص کے ساتھ خاص ہے جس نے غلام کو آزاد کیا ہے اس شخص سے یہ نسبت کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل نہیں ہوسکتی ہے جس طرح اُبوت وابنیت باپ بیٹے کے درمیان نطفہ کی وجہ سے ایسی نسبت ہے جو کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہوسکتی ہے۔

صحیح ابن حبان میں ایک مرفوع حدیث ہے ''الولاء لحمة کلحمة النسب لایباع ولایوھب اھ

'' کلھم عیال ''یعنی اس حدیث کے نقل کرنے میں تمام محدثین شیخ ابن دینار کی طرف محتاج ہیں اور سب کے سب اسکے عیال ہیں۔ کیونکہ صرف اسی نے اس روایت کو نقل کیا ہے ابونعیم اصفہانی نے اس روایت کے تمام طریقوں کو جب اکٹھا کیا تو معلوم ہوا کہ پینتیس محدثین نے اس روایت کو ابن دینار ہی سے لیا ہے۔

۳۷۸۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ الثَّقَفِيَّ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ إِلَّا الْبَيْعُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْهِبَةَ

ان مختلف اسناد کے ساتھ بھی سابقہ حدیث (کہ آپ ﷺ نے ولاء کو بیچنے وغیرہ سے منع فرمایا) روایت کی گئی ہے لیکن ثقفی کی روایت میں بیع کا ذکر ہے ہبہ کا ذکر نہیں کیا۔

باب تحريم تولي العتيق الى غير مواليه

اپنے مولی کے بجائے دوسرے کی طرف نسبت کرنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۷۸۸۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ كَتَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى كُلِّ بَطْنٍ عُقُولَهُ ثُمَّ كَتَبَ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَتَوَالَى مَوْلَى رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ. ثُمَّ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ لَعَنَ فِي صَحِيفَتِهِ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہر قبیلہ پر اپنی دیت کی ادائیگی واجب قرار دے دی، پھر یہ بھی واجب کردیا کہ کسی مسلمان آدمی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی ولاء کو اپنے آزاد کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنے (میں تو فلاں کا مولی (آزاد کردہ) ہوں) حضرت ابن زبیر فرماتے ہیں کہ پھر مجھے بتلایا گیا کہ آپ ﷺ نے اپنے صحیفہ میں (جو آپ نے مختلف قبائل کو لکھ کر روانہ کیا تھا) لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو ایسا کرے"۔

تشریح:

"کتب النبی" یہ اس دستاویز اور صحیفہ کی طرف اشارہ ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد فوراً لکھ دیا تھا جس میں مسلمانوں کے مصالح دینیہ اور امور انتظامیہ کا ذکر تھا "علی کل بطن عقوله" "بطن پیٹ کو کہتے ہیں قبیلہ کی شاخ اور فروعات مراد ہیں۔ عقول جمع ہے اس کا مفرد عقل ہے یہ دیت کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ قتل خطا اور قتل شبہ عمد میں دیت عاقلہ کے ذمہ پر ہے صرف مجرم کے سر پر نہیں ہے۔ "ان یتوالی" یہ سرپرست اور مولی بننے کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان آدمی کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کے غلام کا مولی بن جائے "بغیر اذنه" یہ قید احترازی نہیں ہے بلکہ قید واقعی ہے کہ اس طرح معاملہ آقاؤں کی اجازت کے بغیر ہوتا ہے جمہور کے نزدیک اگر مولی اجازت بھی دیدے تب بھی اس کے غلام کا مولی بننا جائز نہیں ہے۔ "لعن" یعنی اس صحیفہ میں اس پر لعنت بھی کی گئی اور لکھی گئی اس باب کی حدیثوں میں "صرف ولا عدل" کا لفظ بار بار آیا ہے اس سے فرائض اور تطوع مراد ہے یہاں فدیہ اور توبہ مراد لیا جا سکتا ہے۔

۳۷۸۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ تَوَلَّى قَوْماً بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے مولیٰ (آزاد کرنے والوں) کی اجازت کے بغیر دوسروں کو اپنا مولیٰ قرار دیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی اور ملائکہ کی لعنت ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے فرائض قبول ہوں گے نہ نوافل"۔

۳۷۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي

صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَوَلَّى قَوْماً بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دوسروں کو اپنا مولیٰ بنایا بغیر اپنے آزاد کرنے والوں کی (مولیٰ کی) اجازت کے تو اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور قیامت کے روز نہ اس کے فرائض قبول ہوں گے نہ نوافل''۔ (اس واسطے کہ حق الولاء یہ نسب کی طرح ہے جس طرح نسب کو کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا بدترین حرام اور کبیرہ گناہ ہے اسی طرح حق الولاء کو بھی غیر کی طرف منسوب کرنا بدترین حرام ہے)۔

تشریح:

"من تولی قوما" ای اتخذهم اولیاء بان ینتمی العتیق الی ولاء رجل او قوم غیر معتقة یعنی اپنے آزاد کرنے والے کے بجائے غلام اپنے آپ کو کسی اور قوم یا فرد کی طرف اپنی ولاء کی نسبت کرے کہ مجھے فلاں نے آزاد کیا ہے لہذا میری ولاء میرے مرنے کے بعد اس کو ملے گی۔

۳۷۹۱۔ وَحَدَّثَنِيهِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَمَنْ وَالَى غَيْرَ مَوَالِيهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ

حضرت اعمش رحمہ اللہ سے اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں من تولی کے بجائے من والی کے الفاظ ہیں۔

۳۷۹۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ عِنْدَنَا شَيْئاً نَقْرَؤُهُ إِلَّا كِتَابَ اللَّهِ وَهَذِهِ الصَّحِيفَةَ قَالَ: وَصَحِيفَةٌ مُعَلَّقَةٌ فِي قِرَابِ سَيْفِهِ فَقَدْ كَذَبَ فِيهَا أَسْنَانُ الْإِبِلِ وَأَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ وَفِيهَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثاً أَوْ آوَى مُحْدِثاً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفاً وَلَا عَدْلاً وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ وَمَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوِ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفاً وَلَا عَدْلاً

حضرت ابراہیم التیمی رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ہم سے خطاب فرمایا

اور کہا: ''جس نے بھی یہ دعویٰ کیا کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور اس صحیفہ کے علاوہ (ایک صحیفہ ان کی تلوار کی نیام میں لٹکا رہتا تھا) کچھ اور بھی ہے جسے ہم پڑھتے ہیں تو اس نے جھوٹ کہا۔ (سنو) اس صحیفہ میں تو اونٹوں کی عمروں کا بیان (لکھا ہوا) ہے (کہ کس عمر کے اونٹ پر کتنی زکوۃ واجب ہوتی ہے) اور زخموں کی دیت کا بیان لکھا ہوا ہے (کہ کون سے زخم پر کتنی دیت ہے) اور اس میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جبل عیر اور جبل ثور کے درمیان کا حصہ مدینہ کا حرم ہے، لہذا جس نے کوئی نئی بات اس میں پیدا کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا تو اس پر اللہ کی، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ اس کے فرائض قبول کریں گے نہ نوافل۔ اور یہ کہ مسلمانوں کا ذمہ ایک ہی ہے جو ان میں سے ادنیٰ مسلمان بھی لے سکتا ہے، اور جس نے اپنے آپ کو حقیقی باپ کے علاوہ یا آزاد کردہ غلام نے اپنے آپ کو آزاد کرنے والوں کے علاوہ کسی دوسرے کو (مولی بنا کر) اس کی طرف منسوب کیا تو اس پر اللہ کی، ملائکہ کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ اس کے نہ فرائض قبول فرمائیں گے نہ نوافل''۔

تشریح:

'' ومن زعم '' شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ کو آنحضرت نے خاص وصیتیں فرمائی تھیں اس میں خلافت بلافصل کی وصیت بھی تھی اس پروپیگنڈہ کا لوگوں نے حضرت علی سے بار بار پوچھا ہے آپ نے سختی سے تردید کی ہے یہاں اسی کا ذکر ہے۔

''قراب سیفه'' تلوار کے نیام اور غلاف اور پرتلہ کو قراب کہتے ہیں اس میں مسائل رکھنے سے اشارہ ہوتا تھا کہ دین کے مسائل تلوار کی مدد سے قائم رکھنا چاہئے۔''او انتمی '' یہ نسبت کے معنی میں ہے یعنی اپنے آقا کے بجائے کسی غیر کی طرف اپنے کو منسوب کیا اس باب میں تولی کا بھی یہی معنی ہے لیکن یتوالی میں سرپرست اور مولی بننے کا معنی پڑا ہوا ہے۔

باب فضل العتق

غلام آزاد کرنے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۳۷۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ ابْنُ أَبِي هِنْدٍ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ مَرْجَانَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً أَعْتَقَ اللَّهُ بِكُلِّ إِرْبٍ مِنْهَا إِرْباً مِنْهُ مِنَ النَّارِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی مؤمن گردن (غلام) کو آزاد کیا

اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے عوض اس کے عضو کو جہنم کی آگ سے آزاد فرمائے گا۔

تشریح:

''وھو ابن ابی ھند'' یہ عبداللہ بن سعید بن جبیر سے امتیاز کے لئے وضاحت کردی ہے''ابن مرجانۃ'' مرجانہ اس کی ماں کا نام ہے اس کے باپ کا نام عبداللہ تھا''بکل ارب'' ہمزہ کا کسرہ ہے اور راساکن ہے انسان کے اعضاء پر بولا جاتا ہے دیگر احادیث میں عضو کا لفظ آیا ہے علماء نے لکھا ہے کہ کامل اعضاء والے غلام کا آزاد کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہے اور ناقص اعضاء والے کا آزاد کرنا کم ثواب کا باعث ہے اسی طرح مرد کا آزاد کرنا باندی کے آزاد کرنے سے زیادہ ثواب کا باعث ہے اسی طرح مؤمن غلام کا آزاد کرنا کافر کی نسبت زیادہ باعث ثواب ہے اگرچہ کافر کے آزاد کرنے میں بھی ثواب ہے۔

''رقبۃ مؤمنۃ'' یہ قید اتفاقی ہے اور زیادہ ثواب کی طرف اشارہ ہے کہ یہ خاص فضیلت مؤمنہ کے آزاد کرنے میں ہے ورنہ عام ثواب کے لئے مؤمنہ کی شرط نہیں ہے۔

۳۷۹۴۔ وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُطَرِّفٍ أَبِي غَسَّانَ الْمَدَنِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ مَرْجَانَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً أَعْتَقَ اللَّهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهَا عُضْوًا مِنْ أَعْضَائِهِ مِنَ النَّارِ حَتَّى فَرْجَهُ بِفَرْجِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی غلام کو آزاد کردیا، اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے عوض اس کے ہر عضو کو آگ سے آزاد فرمائے گا یہاں تک کہ شرمگاہ کے عوض شرمگاہ کو''۔

تشریح:

''رقبۃ مؤمنۃ'' کہیں یہ قید ہے کہیں نہیں ہے کہیں مسلمۃ کی قید ہے تو مسلمان گردن کی قید کوئی احترازی قید نہیں ہے بلکہ صرف افضل اور ثواب میں اضافہ کی طرف اشارہ ہے ورنہ غیر مسلم کے آزاد کرنے میں بھی بہت ثواب ہے''بکل عضو'' اعضاء کے ذکر کرنے کے بعد فرج اور شرمگاہ کا ذکر بطور خاص یا تو اس لئے کیا گیا تاکہ کلام میں خوب ترغیب وتشویق پیدا ہوجائے یا اس عضو کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس سے زنا جیسا بڑا گناہ سرزد ہوتا ہے تو اشارہ کردیا گیا کہ غلام آزاد کرنے سے اتنے بڑے جرائم بھی معاف ہوجاتے ہیں چھوٹے جرائم کا کیا کہنا اعضاء کے اس تذکرہ کے پیش نظر علماء نے لکھا ہے کہ آزاد کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنی جنس کی مثل کو آزاد کرے یعنی اگر مرد ہے تو وہ مرد غلام کو آزاد کرے اور اگر عورت ہے تو وہ عورت کو آزاد کرے تاکہ اعضاء کا خوب تقابل ہوجائے نیز مقطوع الذکر اور خصی غلام نہ ہو تو اس کا آزاد کرنا اولیٰ وافضل ہے ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ میں صاحب فتح القدیر ابن ہمام کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ غلام آزاد کرنے کے محاسن اور فضائل کسی پر مخفی نہیں اس لئے کہ آزاد کرنے سے غلام کفر کے اثرات سے آزاد ہوجاتا ہے جو درحقیقت موت کے مترادف ہے

کیونکہ غلامی میں آدمی کو نہ اختیار ہوتا ہے نہ اس میں گواہی اور حکمرانی کی اہلیت ہوتی ہے نہ جمعہ وعیدین میں شریک ہوسکتا ہے اور نہ حج وجہاد میں آزادانہ طور پر جاسکتا ہے نہ کسی چیز میں تصرف کرسکتا ہے تو یہ غلامی معنوی طور پر موت ہے جیسا کہ کافر بھی معنوی طور پر مردہ ہے اب اگر کوئی مسلمان کسی غلام کو آزاد کرتا ہے تو گویا اس نے اس غلام کو نئی زندگی عطا کی اسی حکمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے ہاں آزاد کرنے والا دوزخ سے آزاد ہوجاتا ہے اور اس کا ہر ہر عضو دوزخ سے نجات پاجاتا ہے اور اسی لئے اعتاق کے بے پناہ فضائل احادیث میں وارد ہیں

۳۷۹۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ مَرْجَانَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً أَعْتَقَ اللَّهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنَ النَّارِ حَتَّى يُعْتِقَ فَرْجَهُ بِفَرْجِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی مؤمن غلام کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے عوض کو جہنم سے آزاد کرے گا یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو اس کی شرمگاہ کے بدلہ آزاد کیا جائے گا۔

۳۷۹۶۔ وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ حَدَّثَنَا وَاقِدٌ يَعْنِي أَخَاهُ حَدَّثَنِي سَعِيدُ ابْنُ مَرْجَانَةَ صَاحِبُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ:سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ:رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَيُّمَا امْرِئٍ مُسْلِمٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِماً اسْتَنْقَذَ اللَّهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ قَالَ:فَانْطَلَقْتُ حِينَ سَمِعْتُ الْحَدِيثَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فَذَكَرْتُهُ لِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَأَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ قَدْ أَعْطَاهُ بِهِ ابْنُ جَعْفَرٍ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ أَوْ أَلْفَ دِينَارٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس مسلمان نے بھی کسی کو آزاد کیا، اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے عوض اس کے ہر عضو کو آگ سے خلاصی عطا فرمائیں گے"۔ حضرت سعید رحمہ اللہ (راوی) کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ حدیث سنی حضرت ابوہریرہؓ کے حوالہ سے تو چلا اور حضرت علی بن حسینؓ (حضرت زین العابدین بن حسین) کے پاس آیا اور ان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے اپنے ایک غلام کو جس کے عوض انہوں نے ابن جعفر کو دس ہزار درہم یا دینار دیئے تھے آزاد کیا۔

تشریح:

"صاحب علی بن حسین" یعنی سعید بن مرجانہ علی بن حسین کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اس کے ساتھ لازم وملزوم کی طرح تھے یہاں تک کہ یہ ان کا لقب اور تعارف بن گیا علی بن حسین ہی زین العابدین ہیں "استنقذ" یعنی اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس

آزاد کرنے والے کے اعضاء کو آگ سے چھڑائے گا" عضوا " یعنی زین العابدین نے ایک ایسا غلام آزاد کیا جس کے بدلے ابن جعفران کو دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دینا چاہتے تھے مگر حصول ثواب کے لئے زین العابدین نے اس کو مفت میں آزاد کیا۔

باب فضل عتق الوالد

والد کے آزاد کرنے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۷۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَلَدٌ وَالِدَهُ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کوئی بیٹا باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا الا یہ کہ وہ اپنے باپ کو مملوک غلام پائے تو اسے خرید کر آزاد کر دے"۔ (جس زمانہ میں غلام باندی کا رواج تھا تو ایسا عام طور پر پیش آتا تھا کہ باپ دشمن کی قید میں جا کر غلام ہو گیا اور پھر فروخت ہوتے ہوتے کسی وقت بیٹے کے ہاتھوں ہی خرید لیا گیا یا غلام بن گیا تو اب بیٹا اسے خرید لے اور جب اس نے خرید لیا تو وہ خود بخود آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: "جو کسی رحم محرم کا مالک بن جائے تو آزاد ہو جاتا ہے"۔

تشریح:

"لا یجزی" یعنی بیٹا اپنے باپ کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا ہے اور یہ ممکن بھی نہیں ہے ہاں ایک صورت ہے وہ یہ کہ "یجده مملوکا" یعنی بیٹا اپنے باپ کو غلام پائے کہ وہ کسی کا غلام ہو اور یہ بیٹا اس کو خرید لے اور وہ باپ آزاد ہو جائے تو جس طرح باپ نے بیٹے کو ایک قسم کی زندگی عطا کی ہے کہ بیٹے کو پیدا کر لیا ہے اسی طرح بیٹے نے جب باپ کو غلام پایا تو گویا وہ مردہ تھا جب اس نے اس کو آزاد کیا تو گویا اس کو زندہ کر دیا یہ جزاء الفعل بمثلہ ہو گیا۔

"فیعتقه" اگر کوئی شخص اپنے کسی ذی رحم محرم یا خصوصا باپ کا مالک بن جائے اور وہ کسی طریقہ سے اس کی ملکیت میں آ جائے تو وہ آزاد ہو کر رہے گا اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں البتہ اس آزادی کی کیفیت اور تفصیل میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

اہل ظواہر غیر مقلدین حضرات کے نزدیک ذی رحم محرم صرف خریدنے سے آزاد نہیں ہوگا بلکہ خریدنے کے بعد آزاد کرنا پڑے گا تب جا کر

آزاد ہو جائے گا جمہور فقہاء کے نزدیک صرف مالک بننے سے آزاد ہو جائے گا آزاد کرنے کی ضرورت نہیں۔

دلائل

اہل ظواہر حضرت ابو ہریرہؓ کی زیر نظر روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں " فیعتقه " کے الفاظ میں فا تعقیب مع الوصل کے لئے ہے یعنی پہلے خرید لیا اور خریدنے کے بعد بیٹے نے باپ کو آزاد کر دیا معلوم ہوا صرف مالک بننے سے آزاد نہیں ہوتا ہے بلکہ مالک بننے کے بعد آزاد کرنا ضروری ہے۔

جمہور فقہاء نے حضرت سمرہؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں " من ملک ذا رحم محرم فهو حر " اسی طرح حضرت ابن عمر کی روایت ہے جس کو امام نسائی نے نقل کیا ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں " عن ابن عمر انه علیه السلام قال من ملک ذا رحم محرم عتق علیه " ان دونوں حدیثوں میں نفس ملک پر اعتاق کا حکم لگایا گیا ہے مستقل آزادی کا کوئی ذکر نہیں ہے معلوم ہوا صرف مالک بننا ہی آزادی کے لئے کافی ہے۔

جواب

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت " فیعتقه " میں فاسببیت کے لئے ہے اس صورت میں ترجمہ اس طرح ہوگا کہ وہ اپنے باپ کو غلام پائے اور اس کو اس لئے خرید لے تا کہ اس کو آزاد کرے (واللہ اعلم وعلمہ اتم)

۳۷۹۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُهَيْلٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالُوا وَلَدٌ وَالِدَه

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ کوئی بیٹا اپنے والد کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

حمدت حمدا حامدا وحمیدا رعایة شکره دهرا مدیدا

الحمد للہ ثم الحمد للہ حمدا کثیرا کثیرا کہ میں آج بروز جمعہ بارہ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۵ جنوری عصر کے وقت صحیح مسلم جلد اول کی تشریح سے فارغ ہو گیا تحفۃ المنعم اردو شرح مسلم کی چار جلدوں (کچھ حصہ جلد پنجم کے ساتھ ہے) میں صحیح مسلم کی تقریباً جلد اول مکمل ہوگئی۔ تحفۃ المنعم کی شرح کی ابتداء میں نے جمعہ کے دن ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۵ فروری ۲۰۱۱ء میں کیا تھا۔

دو سال کے اس مختصر عرصہ میں دو جلدیں چھپ گئیں ہیں اور دو کا چھپنا تیار ہے میں اپنے مولا رب کریم کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس مہربان بادشاہ نے مجھ کمزور انسان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس قدسیہ کے سمجھنے سمجھانے کی توفیق عطا فرمائی، مولائے کریم! اس کو

قبول فرما اور میرے لئے نافع بنا اور عوام وخواص کے لئے باعث برکت بنا۔

اللهم لک الحمد کما ینبغی لجلال وجهک وعظیم سلطانک اللهم لک الحمد کله ولک الشکر کله ولک الملک کله ولک الخلق کله بیدک الخیر کله والیک یرجع الامر کله اسألک الخیر کله واعوذبک من الشر کله وصلی الله تعالیٰ علی اشرف الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین سید الاولین والاٰخرین وعلی اله واصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی

استاذ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ ۲۵ جنوری ۲۰۱۳ء

کتاب البیوع

بیوعات کا بیان

قال اللہ تعالی ﴿یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾

قال اللہ تعالیٰ ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ﴾

اسلام میں خرید وخت

اسلامی نقطۂ نظر سے انسان کی عملی زندگی کے دو محور اور دو بنیادیں ہیں (۱) پہلی بنیاد حقوق اللہ ہیں جسے عبادات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے (۲) دوسری بنیاد حقوق العباد ہیں جسے معاملات و بیوعات کہا جاتا ہے چونکہ حقوق اللہ کا تعلق کائنات انسانی میں ہر فرد و بشر سے ہے اس لئے اس عموم کی وجہ سے اس کو مقدم کیا جاتا ہے اور حقوق العباد کا دائرہ چونکہ اتنا عام نہیں ہے اس لئے اس کو مؤخر کیا جاتا ہے بعض محدثین نے کتاب النکاح اور اس کے ابواب کو کتاب البیوع پر مقدم کیا ہے اور فقہائے کرام کا بھی یہی طرز وطریقہ ہے لیکن بعض محدثین نے بیوعات کو مقدم رکھا ہے جیسا کہ صاحب مشکوۃ کا طرز وطریقہ ہے اس لئے آپ نے کتاب البیوع مقدم رکھا ہے۔

بیع وشراء کے ساتھ انسانی بقاء کا گہرا تعلق ہے اس لئے کہ انسان مدنی الطبع ہے یہ شہریت اور دیگر انسانوں سے میل جول رکھنے کی طرف محتاج ہے اور اس میں مختلف چیزوں کی ضرورت پیش آتی ہے اب اگر بیع وشراء مشروع اور جائز نہ ہو جائے تو اشیاء ضروریہ کو انسان اپنی ضرورت کے مطابق کسی سے چھین لیا کرے گا جس میں ظلم و فساد ہے اور یا سوال کرے گا جس میں شرافت نفس کی تذلیل ہے اور یا صبر کرے گا جس میں انسان کی ہلاکت کا خطرہ ہے کیونکہ سخت بھوک میں جب خوراک نہیں خریدے گا سخت سردی میں کپڑا نہیں خریدے گا تو مر جائے گا اس لئے اسلام نے انسانی بقاء کی خاطر بیع وشراء کو جائز بلکہ مامور بہ قرار دیا ہے نیز یہ بیع وشراء اور معاملات انسان کے معیار معلوم کرنے اور اس کے جانچنے کے لئے ایک کسوٹی ہے کیونکہ انسان کے صدق و دیانت اور کھرے کھوٹے ہونے کا پتہ معاملات سے چلتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ کسی نے حضرت عمر فاروق کے سامنے ایک شخص کی تعریف کی تو حضرت عمر فاروق نے پوچھا کہ کیا کبھی اس سے معاملات میں واسطہ پڑا ہے؟ اس نے کہا کہ معاملات میں تو واسطہ نہیں پڑا ہے مگر وہ اچھا آدمی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب اس سے معاملات میں واسطہ نہیں پڑا ہے پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ اچھا آدمی ہے کیونکہ اچھائی کا فیصلہ انسان کے معاملات پر کیا جاتا ہے۔

بہر حال انسان کے معاملات جب درست ہو جائیں تو اس کا پورا نظام درست ہو جاتا ہے کیونکہ جب وہ حلال ذریعہ سے مال حاصل کرے گا اور پیٹ میں حلال جائے گا تو اس کی نگاہ و فکر اور اس کی زبان و دماغ اور اس کے ظاہری اعضاء کے تمام حرکات و سکنات درست ہو

جاتے ہیں لیکن اگر اسی انسان کے پیٹ میں حرام چلا جائے تو اس کا باطنی اور ظاہری نظام تباہ ہو کر رہ جائے گا نہ ان کی نگاہ پاک ہوگی نہ زبان قابو میں ہوگی اور نہ اس کی سوچ وفکر صحیح ہوگی اور نہ اس کے ہاتھ پاؤں کی حرکات سکنات صحیح ہونگی۔

میں نے مشکوۃ شریف پڑھنے کے زمانے میں دیکھا کہ مسجد میں نماز کے انتظار میں صف میں بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے شخص نے دوسرے بوڑھے شخص کو تھپڑ مارا تو ہمارے استاد محترم حضرت مولانا فضل محمد صاحب سواتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بوڑھے عصا کے سہارے مشکل سے مسجد میں آتے ہیں یہ خود کسی کو کہاں مار سکتے ہیں بلکہ درحقیقت ان کے پیٹ میں حرام غذا پہنچ گئی ہے وہ اندر سے شرارت کروا رہی ہے حضرت مولینا احمد علی لاہوریؒ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ اسی فی صد گناہ حرام خوراک کی وجہ سے ہوتے ہیں بیس فی صد دوسری وجوہات سے ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے تصوف میں کوئی کتاب لکھی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا ہاں میں نے جامع صغیر کی کتاب البیوع تصوف میں لکھی ہے مطلب یہ تھا کہ جس شخص کے تمام معاملات درست ہو جائیں وہ سب سے بڑا صوفی ہے۔

اس پس منظر کو آپ یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ مثلا ایک گاڑی ہے اس کی ٹینکی میں آپ نے پیٹرول کے ساتھ ساتھ کچھ پانی اور کچرہ بھی بھر دیا اب یہ گاڑی کبھی بھی اپنی رفتار کو برقرار نہیں رکھ سکتی ہے وہ شور کرے گی قلابازیاں کھائے گی رکے گی پھر چلے گی پھر خراب ہو جائے گی بالکل اسی طرح انسان کا پیٹ ہے اس میں غلط غذا جائے گی تو انسان کا جسمانی ڈھانچہ متوازن نہیں رہ سکے گا۔

بہر حال اسلام اقتصادیات کو انسانی ضروریات کا حصہ تصور کرتا ہے لیکن اقتصادیات کو زندگی کا اصل مقصد نہیں سمجھتا اور نہ زندگی کا اصل مقصد بناتا ہے جب کہ سرمایہ دارانہ نظام اقتصادیات کو انسانی زندگی کا اصل نصب العین سمجھتا ہے اور اس کو انسانی زندگی کا محور بناتا ہے اسی طرح اسلام سرمایہ دارانہ نظام میں دوسرا فرق یہ ہے کہ اسلام ذاتی ملکیت کا قائل ہے لیکن اس میں تصرف کرنے میں شرائط اور قواعد وضوابط رکھتا ہے تاکہ سرمایہ صالح بن جائے جبکہ سرمایہ دارانہ نظام اگر چہ ذاتی ملکیت کا قائل ہے مگر اس میں کسی قاعدہ وقانون کا پابند نہیں بلکہ اپنی من مانی کرنے کا قائل ہے۔ رہ گیا سوشلزم اور کمیونزم کا نظام تو وہ کسی ذاتی ملکیت کا قائل نہیں ہے اس طرح اسلام کا نظام افراط وتفریط سے پاک مساوات اور عدل اور اعتدال پر قائم ہے۔

بیع کی تعریف

بیوع جمع ہے اس کا مفرد بیع ہے، بیع کا لفظ اضداد میں سے ہے اس کا اطلاق خریدنے پر بھی ہوتا ہے اور فروخت کرنے پر بھی ہوتا ہے اس لئے بیع کا پورا مفہوم اور ترجمہ خرید وفروخت ہے اسی طرح "شراء" کا لفظ بھی اضداد میں سے ہے اس کا اطلاق فروخت کرنے پر بھی ہوتا ہے اور خریدنے پر بھی ہوتا ہے۔

بیع کی شرعی تعریف اس طرح ہے ''البیع ھو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی ''یعنی آپس کی رضامندی سے مال کے بدلے مال کا لینادینا بیع کہلاتا ہے۔اگر جانبین میں مال نہ ہو تو بیع جائز نہیں اور اگر جانبین کی رضامندی نہ ہو تب بھی بیع جائز نہیں۔

بیع کی شرعی حیثیت اور اقسام

اس پر اجماع امت ہے کہ بیع جائز ہے اور سود حرام ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ فقہاء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر عاقل بالغ خود مختار آدمی کی بیع صحیح ہے، بیع کی بنیاد تین اشیاء پر قائم ہے (۱) اول ایجاب وقبول کا معاملہ ہے مثلاً ایک شخص بیچتا ہے دوسرا خریدتا ہے (۲) دوم بیع کا موجود ہونا (۳) سوم ثمن یعنی قیمت، ان تین ارکان کی وسعت کی وجہ سے بیع کی اقسام میں وسعت آجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ کتابوں میں البیوع یا البیوعات جمع کا صیغہ ذکر کیا جاتا ہے اور جہاں کتاب البیع مفرد کے لفظ کے ساتھ آیا ہے وہاں جنس مراد ہے جو قلیل وکثیر سب پر بولا جاتا ہے۔

بہرحال ان اقسام کثیرہ میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے تاکہ ایک اجمالی نقشہ قارئین حضرات کے ذہن میں آجائے سب سے پہلے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ بیع کی بڑی قسمیں چار ہیں۔

۱۔''بیع نافذ'' یہ وہ ہوتی ہے جس میں بائع ومشتری اور مبیعہ وثمن کی تمام شرائط پوری پائی جاتی ہوں۔

۲۔''بیع موقوف'' یہ وہ ہے جو مالک کی اجازت پر موقوف ہو۔

۳۔''بیع فاسد'' یہ وہ ہوتی ہے کہ ''باصلہ'' تو بیع جائز ہو لیکن ''بوصفہ'' جائز نہ ہو یعنی کسی خارجی امر کی وجہ سے بیع جائز نہ ہو جیسے سعی الی الجمعۃ کے وقت خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

۴۔''بیع باطل'' یہ وہ ہوتی ہے جو نہ اصل کے اعتبار سے جائز ہوتی ہے اور نہ وصف کے اعتبار سے جائز ہوتی ہے۔

بہرحال بیوعات کے اقسام کثیرہ کا بیان اس طرح ہے۔

(۱) بیع مطلق (۲) بیع سلم (۳) بیع الصرف (۴) بیع المقایضہ (۵) بیع المرابحہ (۶) بیع تولیہ (۷) بیع الوضعیہ (۸) بیع لازم (۹) بیع بالخیار (۱۰) بیع المزابنہ (۱۱) بیع المحاقلہ (۱۲) بیع العرایا (۱۳) بیع المصرات (۱۴) بیع ملامسہ (۱۵) بیع منابذہ (۱۶) بیع الاقالۃ (۱۷) بیع غرر (۱۸) بیع بالسنین (۱۹) بیع علی سوم الشراء (۲۰) بیع المزایدہ (۲۱) بیع حبل الحبلہ (۲۲) بیع بالنجش (۲۳) بیع تلقی الرکبان (۲۴) بیع حاضر لباد (۲۵) بیع الکالئی بالکالئی (۲۶) بیع العینہ۔

یہ تمام بیوعات آج کل معاشرہ میں رائج ہیں لیکن لوگ غافل ہیں، کتاب البیوع کی احادیث میں ان میں سے اکثر بیوعات کا ذکر آرہا ہے

ساتھ ساتھ تعارف بھی لکھا جائے گا۔

اسلام چونکہ زندہ وتابندہ مذہب ہے اور یہ کامل مکمل بلکہ اکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے اس میں انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی ضروریات اور پیچیدگیوں کا حل موجود ہے اسی سلسلہ میں اسلام ہر انسان کی لین دین اور خرید وفروخت کے ہر زاویہ کو مدنظر رکھتا ہے اور ہر وقت انسان کی رہنمائی کرتا ہے کہ اس طرح کرو اس میں فائدہ ہے اور اس طرح نہ کرو اس میں نقصان ہے۔ چنانچہ بیوعات میں نہ کرنے کی جو ممنوعہ صورتیں ہیں شریعت میں اس کی خوب وضاحت کی گئی ہے بعض صورتیں تو وہ ہیں جن کی ممانعت بطور حرام ہے اور بعض کی ممانعت بطور کراہت ہے اسی کو آئندہ ابواب میں بیان کیا جارہا ہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھنا ضروری ہے کہ عبادات میں لفظ باطل اور لفظ فاسد جب استعمال ہوتا ہے تو اس میں کوئی فرق نہیں دونوں الفاظ غیر مقبول اور ناجائز کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن بیوعات، اور معاملات کا معاملہ دوسرا ہے یہ الفاظ جب بیوعات میں آتے ہیں تو باطل اور فاسد میں فرق ہوتا ہے چنانچہ بیع فاسد وہ ہوتی ہے جو اصلاً صحیح ہوتی ہے مگر وصفاً صحیح نہیں ہوتی ہے اور بیع باطل وہ ہوتی ہے جو نہ اصلاً صحیح ہو اور نہ وصفاً صحیح ہو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیں کہ بیع فاسد میں فروخت شدہ چیز قبض کرنے کے بعد مشتری کی ملکیت میں آجاتی ہے اگرچہ حرام ہو لیکن بیع باطل میں کسی صورت میں فروخت شدہ چیز مشتری کی ملکیت میں نہیں آتی ہے ممنوع بیوعات میں یہ بھی ہے کہ جو چیز مال نہیں اس کی بیع صحیح نہیں جو چیز کسی کے ہاتھ میں نہیں اس کی بیع صحیح نہیں جو بیع نزاع اور جھگڑا پیدا کرتی ہے وہ جائز نہیں۔ معاملات میں جھوٹ دھوکہ اور عہد شکنی اور گالی گلوچ بھی مال حلال کو خراب کر دیتی ہے لہٰذا اس سے اجتناب بھی ضروری ہے اسی طرح بیوعات میں عقد بیع کے منافی شرط لگانا بھی باطل ہے۔

باب ابطال بيع الملامسة والمنابذة

بیع ملامسہ اور منابذہ باطل ہے

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۳۷۹۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا ہے

تشریح:

"والملامسة" زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ مثلاً دو آدمیوں کے درمیان سودے کی بات ہو رہی ہوتی تو ایک فریق مبیع کو ہاتھ لگا لیتا اب اس سے یہ سمجھا جاتا کہ بیع لازم ہوگئی اب دوسرے فریق کو ماننا پڑتا خواہ وہ خوش ہو یا ناخوش ہو، دونوں کی طرف سے غیر اختیاری بلکہ

جبری بیع ہو جاتی، حضور نے اسے منع فرما دیا۔ حدیث میں یہی صورت مذکور ہے دوسری صورت یہ ہوتی تھی کہ لپٹا ہوا کپڑا بائع لاتا تھا اور کھولے بغیر مشتری کے سامنے کر دیتا تھا یا اندھیرے میں سامنے کر دیتا تھا اور کہتا تھا اس کا چھو لینا خریدنا ہے جب وہ چھو لیتا تو بیع ہو جاتی خواہ خوش ہو یا ناخوش ہو۔

"المنابذة" منابذہ کی ایک صورت تو وہ ہوتی تھی جو اگلی حدیث میں مذکور ہے کہ ایک فریق اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینکتا تھا، وہ اس کی طرف اپنا کپڑا پھینکتا تھا اس سے بیع ہو جاتی آگے دیکھنے اور سٹو لنے کی اجازت نہ ہوتی، منابذہ کی دوسری صورت یہ ہوتی تھی کہ ایک شخص کسی کے سامان یا کپڑے پر کنکری پھینکتا تھا اس سے بیع لازم ہو جاتی ان بیوعات میں چونکہ طرفین کی رضامندی مفقود ہے نہ یہ بیع تعاطی ہے نہ اس میں ایجاب ہے نہ قبول ہے نہ اس میں خیار شرط ہے نہ خیار رؤیت ہے اس لئے اس کو حضور اکرم ﷺ نے ممنوع قرار دیا۔ ملامسہ اور منابذہ اگلی حدیثوں میں تعریف کے ساتھ مذکور ہے وہ سب سے عمدہ تعریفات ہیں۔

۳۸۰۰۔ وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث (بیع ملامسہ اور منابذہ کی ممانعت) ہی کی مثل روایت کرتے ہیں۔

۳۸۰۱۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُو أُسَامَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث (آپ ﷺ نے بیع ملامسہ و منابذہ سے منع فرمایا ہے) ہی کی مثل روایت کرتے ہیں۔

۳۸۰۲۔ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

اس سند کے ساتھ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے حسب سابق روایت نقل فرماتے ہیں۔

ملامسہ اور منابذہ کی تعریف

۳۸۰۳۔ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: نُهِيَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ،

أَمَّا الْمُلَامَسَةُ: فَأَنْ يَلْمِسَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ثَوْبَ صَاحِبِهِ بِغَيْرِ تَأَمُّلٍ، وَالْمُنَابَذَةُ: أَنْ يَنْبِذَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ثَوْبَهُ إِلَى الْآخَرِ، وَلَمْ يَنْظُرْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا إِلَى ثَوْبِ صَاحِبِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کی بیع سے منع فرمایا: ملامسہ اور منابذہ سے۔
ملامسہ تو یہ ہے کہ بائع (فروخت کنندہ) مشتری (خریدار) دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے کپڑے کو بغیر دیکھے بھالے ہاتھ لگائے (اور اسی سے بیع منعقد اور لازم کرلی جائے تو یہ ممنوع ہے)۔ اور منابذہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی جانب پھینک دے اور کوئی بھی اپنے ساتھی کے کپڑہ کو غور سے نہ دیکھے۔ (اور اسی کو تکمیل بیع کا ذریعہ سمجھ لیا جائے)۔

۳۸۰۴۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ، وَلِبْسَتَيْنِ، نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ فِي الْبَيْعِ، وَالْمُلَامَسَةُ: لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْآخَرِ بِيَدِهِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ، وَلَا يَقْلِبُهُ إِلَّا بِذَلِكَ، وَالْمُنَابَذَةُ: أَنْ يَنْبِذَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ بِثَوْبِهِ، وَيَنْبِذَ الْآخَرُ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ وَيَكُونُ ذَلِكَ بَيْعَهُمَا مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلَا تَرَاضٍ۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قسم کی بیوعات سے اور دو قسم کے لباسوں سے منع فرمایا ہے۔ بیع میں تو ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا ہے۔ ملامسہ کہتے ہیں کہ آدمی دوسرے کے کپڑے کو رات یا دن میں ہاتھ سے چھو کر دیکھ لے اور اسے الٹ پلٹ کر نہ دیکھے جب کہ منابذہ یہ ہے کہ آدمی کسی دوسرے کی طرف اپنا کپڑا پھینکے، اور دوسرا اس کی طرف اپنا کپڑا پھینکے اور اسی کو دونوں بیع سمجھ لیں بغیر کسی نظر (اور غور وفکر کے) اور بغیر رضامندی کے اقرار کے۔

تشریح:

''عن بیعتین و لبستین'' یعنی آنحضرت نے دو قسم کی بیوعات سے اور دو قسم کی ملبوسات سے منع فرمایا ہے دو قسم بیوعات کی تفصیل تو اس حدیث میں آگئی کہ ایک ملامسہ ہے ایک منابذہ ہے لیکن دو قسم ملبوسات کا بیان نہیں آیا ہے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ امام مسلم نے لبستین کی تفصیل کو کسی اور مقام پر ذکر کیا ہے، کتاب البیوع میں نہیں ہے جس سے بڑی پریشانی ہوتی ہے میں اس حدیث کا ترجمہ نقل کرتا ہوں جس میں اس دو قسم کے پہناوے کا ذکر ہے جس کو صاحب مشکوۃ نے متفق علیہ کہہ کر نقل کیا ہے۔
''ولبستین'' دو پہناوے میں سے ایک کا نام اشتمال الصماء اور دوسرے کا نام احتباء ہے حدیث کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ پہناوے

سے منع فرمایا ہے ان میں سے ایک تو کپڑے کو صماء کے طور پر پہننا ہے اور صماء کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ایک مونڈھے پر اس طرح کپڑا ڈال لے کہ اس کی دوسری سمت کہ جس پر کپڑا نہ ہو ظاہر و برہنہ رہے اور دوسرا پہناوا (جس سے منع کیا گیا ہے) یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے گرد اس طرح کپڑا لپیٹ لے کہ جب وہ بیٹھے تو اس کی شرمگاہ اس کپڑے سے بالکل عاری ہو۔"

اشتمال الصماء کی ایک تفسیر تو خود حدیث میں مذکور ہے جس کا ترجمہ لکھدیا گیا ہے اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو کسی چادر یا کمبل میں اس طرح لپیٹ کر رکھدیتا ہے کہ اس کے ہاتھ، پاؤں سب بندھے جاتے ہیں اور آدمی مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے اگر دشمن نے آکر دبا دیا تو یہ بے بس ہوگا۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع کر دیا یہ تفسیر زیادہ واضح ہے۔

"احتباء" یہ اس طرح بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ مثلاً کوئی آدمی زانوں کو کھڑا کر کے کولہوں پر بیٹھ جائے اور اوپر کے حصہ پر چادر ڈال کر نچلا حصہ کھلا رکھے اس طرح اس کا ستر کھلا رہے گا اس لئے منع کر دیا گیا۔ حدیث میں جن دو پہناوے سے منع کیا گیا ہے یہ دوسرا پہناوا ہے جس کا نام الاحتباء ہے۔

۳۸۰۵۔ وحَدَّثَنِيهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

اس سند کے ساتھ بھی حضرت شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

باب بطلان بيع الحصاة وبيع الغرر

کنکری پھینکنے اور دھوکہ والی بیع باطل ہے

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے۔

۳۸۰۶۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَأَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ

حضرت ابو ہریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکری پھینکنے کی بیع سے اور دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

تشریح:

"عن بيع الحصاة" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حصاۃ سے منع فرمایا ہے۔ حصاۃ کنکری کو کہتے ہیں بیع حصاۃ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ

مثلاً خریدار دوکاندار سے کہدے کہ جب میں تیرے اس مال پر کنکری پھینک دوں تو سمجھ لو کہ بیع ہوگئی یا دوکاندار خریدار سے کہتا ہے کہ میں نے اپنے مال میں سے ہر وہ چیز تجھ پر فروخت کردی جس پر تمہاری پھینکی ہوئی کنکری آکر گرے گی یا میں نے اپنی زمین کا وہ حصہ تجھ پر فروخت کیا جہاں تک تمہاری کنکری جاکر گر جائے یہ جاہلیت کی بیوعات تھیں حضور نے منع فرمادیا، بیع منابذہ اور بیع حصاۃ تقریباً ایک ہی چیز ہے۔ "وعن بیع الغرر" یہ وہ بیع ہوتی ہے جس میں مبیع مجہول یا بائع کے قبضہ میں نہ ہو جیسے سمندر میں مچھلیوں کا بیچنا یا ہواؤں میں پرندوں کو فروخت کرنا اول قسم میں جہالت ہے دوسری قسم قدرت سے باہر ہے اس بیع میں دھوکہ ہے اس لئے منع ہے غرر سے بڑا دھوکہ مراد ہے چھوٹے اور معمولی غرر سے تو کوئی نہیں بچ سکتا ہے نیز بڑا غرر مفضی الی النزاع ہے چھوٹا نہیں ہے۔

باب تحریم بیع حبل الحبلة

حبل الحبلہ کی بیع حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۷۰۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبل الحبلہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

تشریح:

"حبل الحبلة" "حَبَلہ" حا پر زبر ہے اور با پر بھی زبر ہے سکون پڑھنا غلط ہے۔ حبل اور حمل پیٹ کے اندر علوق اور بچے کو کہتے ہیں لغوی طور پر لفظ حبل عورتوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور لفظ حمل عورتوں اور حیوانات دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

"حبل الحبلة" اس بیع کی دو صورتیں ہوتی تھیں۔

پہلی صورت یہ تھی کہ کوئی شخص اپنی کوئی چیز فروخت کرتا تھا اور پیسہ وصول کرنے کے لئے اجل اور مدت اس طرح مقرر کرتا تھا کہ جب اونٹنی کا بچہ پیدا ہو جائے اور اس بچے کا بچہ پیدا ہو جائے اس وقت پیسے ادا کرنے ہوں گے۔ امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ نے اسی تشریح کو پسند کیا ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے یہ تفسیر منقول ہے یہ جاہلیت کی بیوعات میں سے ایک بیع تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس لئے منع کیا کہ اس میں اجل مجہول ہے جو مفضی الی النزاع ہے۔ اگلی حدیث میں حضرت ابن عمرؓ نے یہی تفسیر فرمائی ہے یہ بیع گوشت کے لین دین میں ہوتی تھی اس لئے لحم جزور کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ اس کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

حبل الحبلہ کی دوسری تفسیر اس طرح ہے کہ اونٹنی کے پیٹ میں جو حمل ہے اس کے پیٹ میں جو حمل ہوگا اس کو کوئی شخص فروخت کرتا ہے یہ

بیع ناجائز ہے کیونکہ اس میں مبیع مجہول ہے کیا معلوم کہ بچہ آتا ہے یا نہیں اور اس کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے یا نہیں یہ جہالت در جہالت ہے اس لئے منع کر دیا گیا، امام احمد بن حنبلؒ نے اسی تفسیر کو پسند کیا ہے اور امام ترمذی نے اسی کو راجح قرار دیا ہے اور حدیث کے ظاہری الفاظ بھی اس کی تائید کرتے ہیں مگر ساتھ والی روایت میں حضرت ابن عمرؓ نے خود جو تفسیر بیان فرمائی ہے وہ بہت واضح ہے بہرحال ممانعت کی وجہ یا جهالة الاجل فی الثمن ہے یا جهالة المبیع ہے۔

۳۸۰۸۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَتَبَايَعُونَ لَحْمَ الْجَزُورِ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ، وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تَحْمِلَ الَّتِي نُتِجَتْ، فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہلِ جاہلیت اونٹوں کے گوشت کی بیع حبل الحبلہ تک کی کیا کرتے تھے۔ اور حبل الحبلہ یہ ہے کہ اونٹنی بچہ جنے پھر وہ مادہ ہونے کی صورت میں حاملہ ہو جائے (تو اس پیدا ہونے والے بچہ کے حمل تک کی بیع کر لیا کرتے تھے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا۔

باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیه

اپنے بھائی کے سودے پر سودا لگانا منع ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۸۰۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے''۔

تشریح:

''لا یبیع'' یہ مضارع نفی کا صیغہ ہے اور یہاں نفی بمعنی نہی ہے اور ایک نسخہ میں لا یبع مجزوم بھی واقع ہے، بیع علی البیع کی ایک صورت یہ ہے کہ بائع اور مشتری کی بیع مکمل ہو چکی ہے صرف بیع میں خیار ہے اب ایک شخص مدۃ خیار میں آ کر بائع سے کہتا ہے کہ اس بیع کو فسخ کر دو اور مجھ پر فروخت کر دو میں تم کو اس مشتری کی قیمت سے زیادہ قیمت دیدوں گا، یہ جائز نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور اس سے آپس میں بغض و حسد کا میدان قائم ہو جاتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بائع اور مشتری کی بیع بالخیار مکمل ہو چکی ہے مگر ایک شخص آ کر مشتری سے کہتا ہے کہ اس بیع کو فسخ کر دو میں اس سے بہتر مبیعہ تم کو دیدوں گا اور پیسہ بھی تم کو زیادہ دیدوں گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح بیع علی البیع کی ممانعت ہے اسی طرح شراء علی الشراء کی بھی ممانعت ہے کیونکہ آنحضرت نے اس کو منع کیا ہے اور اس سے آپس کی عداوتیں پیدا ہو جاتی ہیں لہذا یہ عمل مکروہ ہے۔

اگلی روایت میں ''ولا یخطب علی خطبة'' کے الفاظ میں پیغام نکاح کی بات ہے کہ جب تک ایک مسلمان کی گفتگو جاری ہے دوسرے مسلمان کو اس پر پیغام نکاح دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے عداوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس روایت کے آخر میں ''الا ان یاذن له'' کے الفاظ آئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بائع خود اس شخص کو اجازت دیتا ہے کہ میں نے بیع میں خیار رکھا تھا اب میں بیع نہیں کروں گا تم کرو یا میں نے پیغامِ نکاح دیا تھا اب میں نکاح نہیں کروں گا تم نکاح کا پیغام دیدو تو یہ جائز ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اجازت کا یہ حکم بیوعات کو اور نکاح کے پیغامات سب کو شامل ہے اور اگر اس کا تعلق صرف پیغام نکاح کے ساتھ ہو تو پھر تو بات واضح ہے اس کے بعد روایات میں ''لا یسوم'' اور ''لا یسام'' کے الفاظ آئے ہیں وہ بھی سودا لگانے کے معنی میں ہے ''سیمة'' کے لفظ سے بھی سودا مراد ہے بیع مزایدہ جس کو نیلام کہتے ہیں اس کی صورت ان سے مختلف ہے وہ جائز ہے۔

۳۸۱۰۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبِعِ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ ہی بھائی کے پیغام پر پیغام نکاح دے الا یہ کہ اس کی اجازت ہو''۔

۳۸۱۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس بات سے کہ آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ تاؤ کرے''۔

۳۸۱۲۔ وحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْعَلَاءِ، وَسُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِمَا، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ح وحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ، عَنْ

أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ، وَفِي رِوَايَةِ الدَّوْرَقِيِّ:عَلَى سِيمَةِ أَخِيهِ

ان مختلف اسانید سے بھی سابقہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو اپنے بھائی کے نرخ پر نرخ کرنے سے منع فرمایا۔

۳۸۱۳۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:لَا يُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ لِبَيْعٍ، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا، فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۱۔''قافلہ سے بالا ہی بالا بیع کے لیے نہ ملا جائے۲۔نہ تم میں سے کوئی، دوسرے کی بیع پر بیع کرے۳۔تناجش بھی مت کرو۴۔شہر والا گاؤں والے کے مال کو فروخت نہ کرے۵۔اونٹ اور بھیڑ بکری کے تھنوں میں دودھ بغیر دوہے جمع کر کے مت رکھو، جس نے اس کے بعد جانور خریدا تو اسے دودھ دوہنے کے بعد دونوں باتوں کا اختیار ہے، چاہے اگر راضی ہو تو اسے ہی رکھ لے اور اگر راضی نہ ہو تو وہ جانور اور مزید ایک صاع (اناج وغیرہ کا) واپس کردے۔

عمل نجش کی تعریف اور حکم

تشریح:

''ولا تناجشوا'' اس حدیث میں پانچ بڑے مسائل کا ذکر ہے لیکن علامہ نووی نے تلقی الجلب کے لئے آئندہ الگ عنوان باندھا ہے تو تلقی الرکبان کی تفصیل وہیں پر ہوگی اسی طرح لا یبیع حاضر لباد کے لئے بھی الگ عنوان باندھا ہے وہاں پر تفصیل لکھی جائے گی اسی طرح ''و لا تصروا الابل'' کے لیے مسئلہ کے لئے وہاں الگ باب باندھا ہے اس کی تفصیل بھی وہاں پر ہوگی یہاں صرف ولا تناجشوا کا مسئلہ ہے اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

''النجش'' نون پر فتحہ ہے اور جیم ساکن ہے اور فتحہ بھی جائز ہے لغت میں نجش کا معنی اثارۃ الصید من مکان الی مکان ہے یعنی شکار کو ادھر سے ادھر بھگانے پر برانگیختہ کرنا بعض علماء نے نجش کا لغوی معنی دھوکہ بتایا ہے بعض علماء نے مدح کرنا لکھا ہے۔رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص:۱۴۳ پر اس کے مصنف نے نجش کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی ہے۔''ھو ان یزید فی الثمن لا لرغبۃ بل لیخدع غیرہ ''یعنی نجش اس کو کہتے ہیں کہ ایک ایسا شخص سودا کے بھاؤ کو مشتری پر بڑھائے جو خود خریدنا نہیں چاہتا ہے تاکہ دوسرے کو

خریدنے پر بطور دھوکہ برانگیختہ کرے۔ اس عمل میں مشتری کو سودا خریدنے پر برانگیختہ کرنا بھی ہے اس کے ساتھ دھوکہ بھی ہے اور بے جا سامان کی مدح وتعریف بھی ہے اور یہ تینوں مفہوم نجش کے لغوی معنیٰ میں بھی ہیں اور اصطلاحی تعریف میں بھی ہیں۔ عام طور پر نجش میں دھوکہ مشتری کو دیا جاتا ہے فقہاء کے ہاں بالاتفاق نجش حرام ہے اگر بائع اور ناجش دونوں کے گٹھ جوڑ سے یہ عمل ہوا ہو تو دونوں گناہ گار ہوں گے ورنہ صرف ناجش گناہ گار رہو گا علماء نے لکھا ہے کہ ناجش کے لئے تعزیر ناگزیر ہے۔

بیع نجش کا حکم

نجش کے نتیجہ میں اس بیع کا حکم یہ ہے کہ احناف وشوافع کے نزدیک نفس بیع صحیح اور جائز ہے مگر یہ عمل مکروہ اور گناہ ہے لیکن حنابلہ ومالکیہ اور اہل ظواہر کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور مشتری کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے احناف وشوافع فرماتے ہیں کہ قانوناً فسخ بیع کا حق نہیں ہے ہاں دیانۃً اور اخلاقاً ہے۔ بہر حال غرر ودھوکہ کی دو قسمیں ہیں ایک غرر فعلی ہے دوسرا غرر قولی ہے غرر فعلی میں بیع کو دیانۃً فسخ کیا جاتا ہے اور غرر قولی میں قضاءً فسخ کیا جاتا ہے یہاں غرر فعلی ہے لہذا فسخ دیانۃً ہے۔

۱۸۱۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ التَّلَقِّي لِلرُّكْبَانِ، وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَأَنْ تَسْأَلَ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا، وَعَنِ النَّجْشِ وَالتَّصْرِيَةِ، وَأَنْ يَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے تلقی، رکبان (قافلہ سے بالا بالا ملے) سے، شہری کا دیہاتی کے سامان کو فروخت کرنے سے، اور اس بات سے کہ عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے اور تناجش وتصریہ سے اور اس بات سے کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ کرے۔ (طلاق کا مطالبہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص دوسری شادی کرنا چاہے اور وہ نکاح کے لیے شرط لگادے کہ پہلی کو طلاق دو گے تو نکاح کروں گی۔ یہ جائز نہیں ہے)۔

۱۸۱۵۔ وحَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ ح وحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالُوا جَمِيعًا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي حَدِيثِ غُنْدَرٍ، وَوَهْبٍ: نُهِيَ، وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الصَّمَدِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى، بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذٍ، عَنْ شُعْبَةَ

اس اسناد کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل حضرت شعبہ رحمہ اللہ سے روایت نقل کی گئی ہے۔

۳۸۱۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ النَّجْشِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے: تناجش سے۔ (یعنی خریدنے کی نیت نہ ہو بلکہ صرف دھوکہ دہی کے لئے سامان کی زائد قیمت لگائی جائے۔)

باب تحريم تلقی الجلب

تلقی الجلب حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۸۱۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى أَنْ تُتَلَقَّى السِّلَعُ حَتَّى تَبْلُغَ الْأَسْوَاقَ، وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ نُمَيْرٍ، وقَالَ الْآخَرَانِ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ التَّلَقِّي،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر تجارتی قافلوں سے سامان کے لیے ملنے سے منع فرمایا قبل اس کے کہ وہ بازاروں میں پہنچ جائیں۔

تشریح:

"تلق السلع" سلع سودا اور مال تجارت کو کہتے ہیں تلقی الرکبان اور تلقی الجلب اور تلقی البیوع اور تلقی السلع سب کا مفہوم اور معنی ایک ہے وہ مال تجارت جو فروخت کی غرض سے کسی شہر میں باہر سے لایا جارہا ہو۔

جلب جمع ہے اس کا مفرد جالب ہے جیسے خدم اور خادم ہے تلقی جلب کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً تاجروں کو معلوم ہو جائے کہ شہر کی منڈیوں کی طرف باہر سے ایک تجارتی قافلہ غلہ لیکر آرہا ہے منڈی میں پہنچنے سے پہلے ہی شہر کا ایک تاجر باہر جا کر ان سے سودا کر کے سارا غلہ خرید لیتا ہے اسلام نے اس کو منع کر دیا ہے اور منع کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس سے شہر والوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے غلے کا دام بڑھ جائے گا کیونکہ مال کھلی منڈی کے بجائے ایک شخص کے پاس چلا جائے گا تو وہ اس میں من مانی کرے گا ممانعت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں خود قافلے والوں کو بھی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ کیونکہ ان کو شہر کا بھاؤ معلوم نہیں ہوگا اور شہر کا تاجر ان کو غلط ریٹ بتا کر غلہ خرید لے گا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ کو ممنوع قرار دیا ہے ان دو حکمتوں کے پیش نظر اس عمل کے مکروہ ہونے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ اھ

احناف بھی اس کو مکروہ کہتے ہیں لیکن اوپر جو دو حکمتیں مذکور ہوئیں اس کے پیش نظر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر شہر والوں کو نقصان نہ ہو نیز قافلہ کا بھی کوئی نقصان نہ ہو تو پھر اس طریقہ میں کراہت نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تلقی رکبان کو کبھی بھی جائز نہیں کہا لیکن حدیث میں ممانعت کی جو علت مذکور ہے جو ضرر عوام الناس ہے اگر وہ علت نہ ہو تو پھر ممانعت بھی نہیں ہوگی۔

بہرحال مسلم شریف کی اگلی روایت میں ہے کہ اگر قافلہ والوں کے ساتھ دھوکہ کیا گیا تو وہ شہر میں آ کر اس سودا کو فسخ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں جیسا آئندہ فھو بالخیار کا لفظ آ رہا ہے۔ جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر غبن فاحش کے درجہ میں خسارہ ہوا ہے تو قافلہ والے سودا کو ختم کر سکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اخلاقاً و مروۃً اور دیانۃً حکم یہی ہے جو حدیث میں مذکور ہے لیکن قضاء کے طور پر ان کو سودا فسخ کرنے کا حق نہیں ہوگا انہوں نے ہوش و حواس سے سودا کیا ہے جو لازم ہوگیا ہے وہی شریعت میں بیوعات کے لئے عام ضابطہ ہے۔ نیز یہ غرر فعلی ہے اس میں سودا دیانۃً فسخ کیا جاتا ہے غرر قولی میں قضاءً فسخ ہوتا ہے حدیث میں جو خیار کا لفظ ہے یہ بھی بتاتا ہے کہ بیع فاسد نہیں ہے کیونکہ بیع فاسد میں خیار نہیں ہوتا ہے۔ علماء نے تلقی رکبان کی مسافت بھی بتائی ہے بعض نے دو فرسخ شہر سے باہر جانے کو تلقی کہا ہے بعض نے دو دن اور بعض نے ایک میل کہا ہے۔

۳۸۱۸۔ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ.

ان حضرات نے بھی حضرت ابن عمر سے سابقہ حدیث ہی کی طرح روایت منقول کی ہے

۳۸۱۹۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُبَارَكٍ، عَنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ نَهَى عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوعِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی بیوع سے منع فرمایا ہے۔

۳۸۲۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَلَقَّى الْجَلَبُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے منع فرمایا ہے۔

۳۸۲۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي هِشَامٌ الْقُرْدُوسِيُّ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ، فَمَنْ تَلَقَّاهُ فَاشْتَرَى مِنْهُ، فَإِذَا أَتَى سَيِّدُهُ السُّوقَ، فَهُوَ بِالْخِيَارِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تجارتی قافلوں سے بالا ہی بالا مت ملو، جس

نے ایسا کیا اور قافلہ سے مال خرید لیا، پھر مال کا سابقہ مالک بازار میں آ گیا تو اسے اختیار ہے"۔ (اگر اس نے مال کم قیمت پر فروخت کر دیا جب کہ مارکیٹ میں اس کی قیمت زیادہ ہے تو وہ اپنا نقصان پورا کرنے کا مستحق ہے)

باب تحریم بیع الحاضر للبادی

دلاّل بن کر شہری کا دیہاتی کے لئے مال بیچنا منع ہے

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۸۲۲۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وقَالَ زُهَيْرٌ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "شہری آدمی دیہاتی کا مال نہ فروخت کرے"۔ حضرت زہیرؒ نے اپنی روایت میں فرمایا کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے شہری کو دیہاتی کا مال بیچنے سے"۔

تشریح:

"حاضر" حاضر سے مراد شہری آدمی ہے جو شہر کے تمام احوال اور خرید و فروخت کے تمام معاملات کو جانتا ہو اور "باد" سے وہ آدمی مراد ہے جو دیہات میں رہتا ہو یا دیہ نشین ہو شہر کے احوال سے ناواقف ہو یعنی شہری آدمی دلال بن کر دیہاتی کے مال کو فروخت نہ کیا کرے مطلب یہ ہے کہ مثلاً شہری آدمی کسی گنوار کے لئے اس کا مال بیچتا ہے یہ ناجائز ہے علماء نے اس بیع کی دو تفسیریں لکھی ہیں۔ پہلی تفسیر و مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شہری اپنے آپ پر یہ بات لازم کرتا ہے کہ وہ مال سستا ملنے کی غرض سے ہمیشہ دیہاتی سے سودا خریدے گا تاکہ منافع زیادہ ہو صاحب ہدایہ نے یہی تعریف لکھی ہے اس صورت میں اس بیع کی ممانعت اس وقت ہوگی جب کہ شہر والوں کو مال کی سخت ضرورت ہو یا شہر میں قحط ہو۔

اس بیع کی دوسری تفسیر اور دوسرا مطلب عام محدثین اور فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ مثلاً کوئی شہری آدمی کسی دیہاتی سے کہتا ہے کہ تم اپنا غلہ وغیرہ میرے پاس رکھو میں خوب مہارت کے ساتھ نفع بخش حالات میں تسلی سے تیرے لئے فروخت کروں گا اب یہ شہری آدمی گویا دیہاتی کے لئے وکیل بن گیا حدیث میں بھی اس کو دلال اور وکیل و سمسار کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ حدیث کی یہ تفسیر اور یہ مطلب واضح اور راجح ہے خاص کر جب "لباد" میں لام توکیل پر دلالت کرتا ہو شمس الائمہ حلوانی اور ابن ہمام و ابن نجیم رحمہم اللہ نے صاحب ہدایہ کا قول مرجوح قرار دیا ہے۔ یہ بیع اور یہ عمل جمہور کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن اگر کسی نے اس طرح عمل کیا اور فروخت کیا تو بیع صحیح ہوگی البتہ آدمی

گناہ گار ہوگا مگر امام احمد بن حنبل اور اہل ظواہر کے ہاں یہ بیع باطل واجب الفسخ ہوگی جمہور کہتے ہیں قضاء کے طور پر بیع صحیح ہے البتہ دیانت کے طور پر فسخ ہو سکتی ہے فقہاء کے ہاں یہ ضابطہ ہے کہ غرر دھوکہ کی دو قسمیں ہیں ایک غرر فعلی ہے دوسرا غرر قولی ہے غرر فعلی میں بیع دیانۃً فسخ کیا جا سکتا ہے اور غرر قولی میں قضاء فسخ کیا جاتا ہے یہاں غرر فعلی ہے۔ اگلی روایت میں سمسار کا لفظ آیا ہے جو دلال کے معنی میں ہے۔ تلقی الجلب اور بیع حاضر لباد کی جو بیوعات ہیں اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس میں احتکار اور ذخیرہ اندوزی کا مکروہ مقصد پوشیدہ پڑا ہے اسی لئے اگلی روایت میں ہے کہ بیٹا باپ کے لئے اور بھائی اپنے بھائی کے لئے یہ بیع نہیں کر سکتا ہے۔

۳۸۲۳۔ وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ، وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، قَالَ: فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا قَوْلُهُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ: لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس بات سے کہ قافلوں سے بالا بالا کر معاملہ کر لیا جائے، اور اس سے کہ شہری، دیہاتی کا مال فروخت کرے"۔ (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ شہری، دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے، اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

۳۸۲۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقِ اللهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ، غَيْرَ أَنَّ فِي رِوَايَةِ يَحْيَى: يُرْزَقُ،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "شہری، دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے، لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ بعض کو بعض کے ذریعہ سے رزق عطا فرماتا ہے"۔

۳۸۲۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

حضرت جابرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ حدیث ہی کی طرح اس طریق سے بھی روایت کرتے ہیں۔

۳۸۲۶۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: نُهِينَا أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ أَوْ أَبَاهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ہمیں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ شہری، دیہاتی کا مال فروخت نہ

کرے، خواہ وہ اس کا بھائی یا باپ ہی ہو۔

۳۸۲۷۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ:قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ:نُهِينَا عَنْ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں منع کیا گیا ہے اس سے کہ شہری، دیہاتی کا مال فروخت کرے"۔

بَابُ حُكْمِ بَيْعِ الْمُصَرَّاةِ

تھن میں دودھ روک کر جانور بیچنے کا حکم

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۸۲۸۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً فَلْيَنْقَلِبْ بِهَا، فَلْيَحْلُبْهَا، فَإِنْ رَضِيَ حِلَابَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِلَّا رَدَّهَا وَمَعَهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے تصریہ کی ہوئی بکری خریدی، تو اسے لے کر واپس جائے اور اس کا دودھ دوہے، پھر اگر اس کے دودھ کی مقدار پر راضی ہو تو اس بکری کو روک لے اپنے ہی پاس اور اگر راضی نہ ہو تو لوٹا دے اور اس کے بدلے ایک صاع کھجور بھی دیدے"۔

تشریح:

"شاة مصراة "یعنی جس شخص نے مصراۃ بکری خریدلی تو وہ کیا کرے، اس باب میں مصرات کا مسئلہ بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے لیکن پہلے مصرات کے عمل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف ضروری ہے۔

بیع مصرات کی لغوی واصطلاحی تعریف

مصرات باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے صَرّٰی یُصَرِّیْ تَصْرِیَةً وَمُصَرَّاۃً کسی چیز کے روکنے اور بند کرنے کو کہتے ہیں۔ یقال صریت الماء فی الحوض ای حبستہ اس کی اصطلاحی تعریف اس طرح ہے۔

"ھو حبس الضرع لیغتر بہ المشتری "یعنی کسی جانور کا دودھ ایک دو دن تک تھن میں روکے رکھنا تاکہ جب مشتری اس کو دیکھے تو دھوکہ میں آکر سمجھے کہ یہ تو دودھ کا خزانہ ہے اس عمل کو تحفیل بھی کہتے ہیں اور ایسے جانور کو مصراۃ اور محفلۃ کہتے ہیں مصراۃ صفت ہے اس کا

موصوف ناقۃ مصراۃ ہے، یا بقرۃ مصراۃ ہے یا شاۃ مصراۃ ہے تصریہ کے اس عمل سے مشتری کو دھوکہ دیا جاتا ہے اس لئے اسلام نے اس کو منع کر دیا ہے اور اس عمل کو حرام قرار دیا ہے۔

حدیث کا مطلب اور خلاصہ اس طرح ہے کہ تصریہ ناجائز اور حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص اس طرح عمل کر لے اور بعد میں مشتری کو معلوم ہو جائے کہ اس میں تصریہ کا عمل کیا گیا ہے تو مشتری کو دو باتوں کا اختیار ہے یا تو اسی طرح عیب دار جانور کو اپنے پاس رکھے اس لئے کہ سودا تو ہو گیا ہے اور یا جانور کو واپس کر دے اور ایک صاع کھجور ساتھ واپس کر کے بائع کو دیدے یہ حدیث کا مطلب ہے اب یہ بحث ہے کہ دھوکہ خوردہ مشتری کو فسخ بیع کا اختیار ہے یا نہیں اور اگر اختیار ہے تو کیا جانور واپس کرنے کے ساتھ کچھ اور چیز واپس کرنا بھی ضروری ہے یا نہیں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور امام ابو یوسف یعنی جمہور فرماتے ہیں کہ مشتری کو خیار عیب رکھنے کے بغیر یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیع کو فسخ کر دے کیونکہ تصریہ عیب ہے اور عیب کے معلوم ہونے پر مشتری مختار ہوتا ہے کہ یا مبیع اپنے پاس رکھے یا واپس کر دے لیکن چونکہ مشتری نے کئی دنوں تک جانور کا دودھ پیا ہے اس لئے اس کے بدلے میں جانور کے لوٹانے کے ساتھ ایک صاع تمر بھی لوٹا دے۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جانور کو بائع کی طرف واپس کرنے کی صورت میں یہ صرف اقالہ ہے مشتری کی طرف سے بائع پر نہ کوئی جبر ہو سکتا ہے نہ ان کو فسخ بیع کا اختیار ہے اور نہ کوئی جرمانہ ہے نہ صاع ہے نہ تمر دسمراء ہے۔

دلائل

جمہور نے زیر بحث ظاہری حدیث کو لیا ہے اور پھر بہت زیادہ غصے کا اظہار کیا ہے کہ احناف نے صریح حدیث کو چھوڑ کر قیاس کو اپنایا ہے۔ مگر احناف نے بیوعات کے قواعد کلیہ اور اصولیہ شرعیہ کو دیکھ کر اس پر عمل کیا ہے اور جزئیات میں تاویل کی ہے قرآن عظیم میں ایک ضابطہ اس طرح ہے ﴿فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم﴾ ایک ضابطہ یہ بھی ہے ﴿وجزاء سیئة سیئة بمثلها﴾ ایک ضابطہ یہ بھی ہے ﴿فان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به﴾۔

ان تمام آیات میں کسی نقصان کی صورت میں تاوان دینے میں مثل اور مساوات کو لازم کر دیا گیا ہے خواہ مثل صوری ہو یا معنوی ہو ادھر مسئلہ مصرات میں جانور کے دودھ کے مقابلہ میں ایک صاع کھجور واپس کرنا نہ مثل صوری ہے اور نہ معنوی ہے کیونکہ دودھ ذوات امثال میں سے ہے تو کھجور کے بجائے دودھ ہی واپس کرنا چاہئے اور اگر کھجور ہی واپس کرنا ہے تو دودھ کی قیمت کے برابر کھجور واپس کرنا چاہئے ایک صاع کو متعین کرنا بیوعات کے اصول کے خلاف ہے کیونکہ دودھ کبھی کم ہو سکتا ہے کبھی زیادہ ہو سکتا ہے مثلاً مشتری نے دو سو روپے کا

دودھ پیا یا بیس روپے کا دودھ پیا اور پھر ایک صاع واپس کر دیا یہ تو نہ مثل صوری ہے اور نہ مثل معنوی یعنی قیمت ہے۔

نیز اس میں یہ عجیب صورت بھی پیش آسکتی ہے کہ مثلاً ایک کمزور بکری ہو اس کی قیمت ہی ایک صاع کھجور کے برابر ہو جب بکری واپس کردی گئی اور ایک صاع کھجور بھی واپس کر دیا گیا تو اس میں بدل اور مبدل منہ کا اجتماع ایک آدمی کے ہاتھ میں آگیا جو ناجائز ہے اور بیوعات کے اصول کے خلاف ہے۔

ائمہ احناف نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو بطور ضابطہ تمام ائمہ نے قبول کیا ہے حدیث یہ ہے "الخراج بالضمان" اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نفع اور منافعہ اس شخص کا حق ہے جس پر تاوان آتا ہے مصرات کی صورت میں اگر بکری مرگئی تو تاوان مشتری پر آتا ہے لہٰذا اس بکری کا نفع جو دودھ ہے وہ بھی مشتری کا حق ہے پھر اس کے بدلے میں کھجور بطور تاوان دینا اس حدیث کے ضابطہ کے خلاف ہے ائمہ احناف نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے "الغنم بالغرم" اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ نفع کا تعلق تاوان سے ہے جو شخص تاوان کا ذمہ دار ہے وہی منافع کا حق دار ہے۔ زیر بحث مسئلہ میں تاوان کا ذمہ دار مشتری ہے لہٰذا قواعد بیوع کے تحت اس پر دودھ پینے کا بدلہ دینا لازم نہیں ہے۔

جواب

ائمہ احناف نے حدیث مصراۃ کا محمل چند وجوہ سے بیان کیا ہے۔

(۱) یہ حکم دیانت کے طور پر ہے عدالت اور قضاء کے طور پر نہیں ہے محقق ابن ہمام نے ایک ضابطہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ غرر اور دھوکہ کی دو قسمیں ہیں ایک غرر قولی ہے دوسری غرر فعلی ہے غرر قولی کی وجہ سے مشتری بائع پر مبیع کو قضاءً بزور عدالت واپس کر سکتا ہے اور غرر فعلی میں وہ بائع پر مبیع کو دیانۃً واپس کر سکتا ہے لیکن جبراً و قضاءً واپس نہیں کر سکتا ہے گویا یہاں آنحضرت کا فرمان دیانۃً کے اصول کے تحت ہے۔

(۲) یہ حکم اخلاقاً حسن اخلاق کے قبیل سے ہے اور اس پر تین دن تک خیار والی روایت دال ہے کیونکہ خیار عیب تین تک محدود نہیں ہے گویا یہ استحبابی حکم ہے۔

(۳) مصراۃ کا یہ حکم ربوا کی حرمت سے پہلے کا ہے جب ربوا حرام ہوا تو مصرات بھی حرام ہوا۔

(۴) یہ حدیث بیوعات کے اصولی قواعد سے معارض ہے لہٰذا متروک الظاہر ہے بلکہ یہ صلح کی ایک صورت ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو اس دھوکہ والے عمل سے روکنے کے لئے حکمت کے تحت استثنائی طور پر اس طرح فیصلہ فرمایا ہے اور یہ لوگوں کے حالات کے عین مطابق ہے اور آج بھی اس دھوکہ سے بچاؤ کے لئے اس فیصلہ سے بہتر کوئی فیصلہ ہو نہیں سکتا ہے۔ باقی اصول کی جن کتابوں میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی ابوہریرہؓ غیر فقیہ ہیں اور غیر فقیہ راوی کی روایت اگر قیاس سے معارض ہو تو قیاس

مقدم ہوتا ہے یہ قول احناف کے مسلک کے خلاف ہے ائمہ احناف تو صحابی کے قول کو بھی قیاس پر مقدم مانتے ہیں چہ جائے کہ مرفوع حدیث ہو، مسلک احناف کے بڑے ائمہ میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی ہے صرف امام محمد کے شاگرد عیسی بن ابان کی طرف یہ قول منسوب ہے اور یہ نسبت بھی غلط ہے لہذا ہم توبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالی سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہؓ جیسے فقیہ صحابی بلکہ صحابہ کے مفتی کو غیر فقیہ کہدیں نعوذ باللہ من ذلک۔

بہر حال عوام الناس جو بکرا پیڑیوں میں مصرات جانوروں سے لوگوں کو دھوکے دیتے ہیں وہ کسی پر مخفی نہیں ہیں اس قسم کے دھوکوں کا علاج صرف یہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے ان احادیث میں بیان فرمایا ہے جب بائع کو قطعی طور پر معلوم ہو کہ کل یا پرسوں اس کا جانور واپس آسکتا ہے تو وہ تصریہ کا یہ دھوکہ کبھی نہیں کرے گا فقہاء کے اجتہادی تحقیقات اپنی جگہ پر قابل احترام ہیں لیکن امر واقعی یہی ہے جو ان احادیث میں مذکور ہے۔ آنے والی روایات میں "سمراء" کا لفظ ہے اس سے گندم مراد ہے یعنی گندم نہ ہو بلکہ کھجور ہی کو ساتھ واپس کرنا ہوگا "لقحة" اس جمع لقاح ہے دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

۳۸۲۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنِ ابْتَاعَ شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ فِيهَا بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا، وَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث منقول ہے اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے تصریہ کی ہوئی بکری خریدی تو اس کو تین دن کا خیار ہے اگر چاہے تو رکھ لے اور اگر چاہے تو واپس کردے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دیدے۔

۳۸۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي الْعَقَدِيَّ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، لَا سَمْرَاءَ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے تصریہ کی ہوئی بکری خریدی تو اس کو تین دن کا خیار ہے پس اگر اس کو واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع اناج کا دیدے لیکن گندم نہ دے۔

۳۸۳۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ، إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ، لَا سَمْرَاءَ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تصریہ کی ہوئی بکری خریدے اس کو دو باتوں کا خیار ہے اگر چاہے تو رکھ لے اور اگر چاہے تو واپس کردے اور ایک صاع کھجور دیدے لیکن گندم نہ دے۔

۳۸۳۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: مَنِ اشْتَرَى مِنَ الْغَنَمِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ

ان اسناد کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں لفظ شاۃ کی بجائے غنم کا لفظ ہے

۳۸۳۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا، وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا مَا أَحَدُكُمُ اشْتَرَى لِقْحَةً مُصَرَّاةً أَوْ شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا، إِمَّا هِيَ، وَإِلَّا فَلْيَرُدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ

حضرت ہمام بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیفہ ان احادیث پر مشتمل ہے جو ہم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیں، پھر ان میں سے چند احادیث ذکر کیں اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کسی نے دودھ چڑھی ہوئی اونٹنی یا بکری خریدی تو اسے دودھ دوہنے کے بعد دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ چاہے تو اسے ہی رکھ لے اور چاہے تو اسے مالک کو لوٹا دے اور ساتھ میں ایک صاع کھجور بھی لوٹائے۔

باب بطلان بيع المبيع قبل القبض

مبیعہ کو قبل القبض بیچنا باطل ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پندرہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۸۳٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، وَقُتَيْبَةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلَهُ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے کوئی اناج وغیرہ خریدا تو وہ اسے آگے فروخت مت کرے یہاں تک کہ اس کو پورا پورا وصول کرلے"۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: "میں ہر چیز کو اسی پر قیاس کرتا ہوں" (یعنی ہر چیز میں یہی حکم ہے)۔

تشریح:

"حتی یستوفیہ" یہ استیفاء باب استفعال سے ہے پورا پورا لینے کے معنی میں ہے قبض کرنا مراد ہے اس باب میں اس مقصد کے لئے "حتی یقبض" کا لفظ بھی آیا ہے اور "حتی یکتال" اور "حتی ینقلوہ" اور "حتی یحولہ" کے الفاظ بھی آئے ہیں تمام الفاظ کا مطلب و مقصد یہی ہے کہ مبیعہ کو قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے یعنی مشتری کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے فروخت کردے مبیع قبل القبض کے ناجائز ہونے میں تمام فقہاء متفق ہیں البتہ اس کی تفصیلات میں فقہاء کا آپس میں اختلاف ہے اختلاف بیان کرنے سے پہلے مبیعہ کے قبضہ میں لینے کے بارے میں امام شافعی کا ایک جامع مانع عمدہ کلام ہے اس کو نقل کرتا ہوں جس کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ جو اشیاء ہاتھ سے قبضہ میں لیے جاسکتے ہیں جیسا کہ دراہم ودنانیر اور کپڑا وغیرہ ہیں تو اس کا قبض کرنا یہ ہے کہ اس کو ہاتھ میں لیکر قبض کیا جائے اور جو اشیاء ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل نہیں کیا جاسکتا ہے جیسا کہ زمین ہے اور درختوں پر لگے ہوئے پھل ہیں تو اس کا قبض کرنا اس طرح ہے کہ مشتری کے لئے اس کے حاصل کرنے کی رکاوٹوں کو ہٹایا جائے اور مبیعہ کا تخلیہ ہو جائے اور جو اشیاء عام عادت کے مطابق ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل کیا جاسکتا ہے اور عموماً منتقل کیا جاتا ہے جیسے لکڑیوں کے گھٹے اور حیوان اور غلے ہیں تو اس کا قبض کرنا اس طرح ہے کہ ان اشیاء کو ایسے مقام کی طرف منتقل کیا جائے جو بائع کے دسترس سے باہر ہو اس تفصیل سے خفی اشارہ ملتا ہے کہ استیفاء اور قبض میں تھوڑا سا فرق ہے وہ یہ کہ قبض استیفاء کی نسبت خاص ہے اور استیفاء عام ہے کیونکہ مبیعہ کو وزن کرنے یا پیمانہ کرنے سے مشتری کے حوالہ ہو جاتا ہے اگر چہ مشتری نے اس کو بائع کے پاس رہنے دیا ہو یہاں استیفاء مکمل ہو جاتا ہے لیکن قبض اس وقت ہوتا ہے کہ مشتری اس کو اپنے قبضہ میں کر لے بعض علماء نے کہا ہے کہ مفہوم کے اعتبار سے دونوں مترادف ہیں کوئی فرق نہیں۔ بہر حال فقہاء کے اختلاف کو ملاحظہ فرمائیں۔

فقہاء کرام کا اختلاف

اس پر تو تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر مبیع غلہ اور طعام ہے تو قبل القبض اس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور اگر مبیع غلہ و طعام کے علاوہ ہے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے امام شافعی اور امام محمد فرماتے ہیں کہ جس طرح غلہ و طعام کا قبل القبض بیچنا جائز نہیں ہے اسی طرح دیگر غیر منقولہ اشیاء زمین اور گھر وغیرہ کا بیچنا بھی قبضہ سے پہلے جائز نہیں ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک غلہ و طعام کے علاوہ تمام اشیاء کا بیچنا قبل القبض جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک منقولہ اشیاء کا بیچنا قبل القبض ناجائز ہے لیکن غیر منقولہ اشیاء مثلاً زمین اور گھر وغیرہ کا بیچنا قبض سے پہلے جائز ہے۔

دلائل

شوافع حضرات نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے اسی طرح آنے والی احادیث میں بھی ”حتی یستوفیه اور حتی یکتاله“ کے الفاظ آئے ہیں اور حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ولا احسب کل شیء الا مثله“ یعنی تمام اشیاء کا یہی حکم ہے ان تمام روایات سے شوافع استدلال کرتے ہیں۔

امام مالکؒ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حکم کو صرف غلہ وطعام میں منحصر مانا ہے دیگر اشیاء میں پابندی نہیں ہے۔

ائمہ احناف وحنابلہ فرماتے ہیں کہ زیر بحث حدیث میں جو غلہ وطعام کا ذکر ہے یہ منقولہ اشیاء کی طرف اشارہ ہے۔لہذا تمام منقولہ اشیاء میں قبل القبض بیع ناجائز ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ممانعت کی اصل علت خوف ہلاکت مبیع ہے اور یہ علت منقولہ اشیاء میں فوری طور پر ہے تو حکم ہوا کہ پہلے قبض کرلو پھر فروخت کرو اور غیر منقولہ اشیاء میں فوری طور پر ہلاکت کا خوف نہیں ہے لہذا اس کے قبض کرنے سے پہلے اس کا بیچنا جائز ہے احناف یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر چیز کے قبض کرنے کی الگ صورت ہوتی ہے بعض چیزوں میں صرف دیکھنے سے قبضہ آجاتا ہے اس کا نقل کرنا ممکن نہیں ہوتا جیسے زمین وغیرہ اور بعض میں نقل کرنا قبضہ کہلاتا ہے بعض میں تولنا یا ناپنا قبضہ کہلاتا ہے اس لئے احناف نے منقولہ اور غیر منقولہ کا قاعدہ نکال کر حکم کو عام کردیا تاکہ حدیث کی تمام صورتوں پر عمل ہو سکے شوافع نے صرف ایک صورت اپنائی ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے جس طرح حکم کو منقولہ غیر منقولہ تمام اشیاء میں عام مانا ہے یہ ان کی اپنی رائے اور اجتہاد ہے کہ آپ نے غلے پر غیر غلہ کو قیاس کیا۔احناف نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بیع قبل القبض میں ممانعت کی علت ربح فیما لم یضمن ہے جو ناجائز ہے کیونکہ نفع ہے اور نقصان نہیں ہے۔آئندہ روایتوں میں حضرت ابن عمر نے طعام کا ذکر کیا ہے کسی اور چیز کا ذکر نہیں ہے۔بہرحال اگر مبیع مشتری کے سامنے وزن کیا جائے یا ناپ لیا جائے تو مشتری کے لئے دوبارہ وزن کرنا اور ماپ یا کیل کرنا ضروری نہیں ہے۔اگر کوئی کرے تو استحبابی حکم ہے۔

”قال ابن عباس واحسب کل شیء مثله“ یعنی تمام اشیاء کا حکم طعام کی طرح ہے کہ نہی عن البیع قبل القبض طعام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جس چیز کو بھی جس نے خرید لیا وہ اس کو قبض کرنے سے پہلے فروخت نہیں کرسکتا ہے آئندہ حدیث میں حضرت ابن عباس نے خود اس کی وجہ بتائی ہے۔

۳۸۳۵۔حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ وَهُوَ الثَّوْرِيُّ، كِلَاهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ان اسناد کے ساتھ بھی سابقہ حدیث (جس نے کوئی اناج وغیرہ خریدا تو وہ اس کو آگے فروخت نہ کرے یہاں تک کہ اس کو پورا پورا وصول کرلے) ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۳۸۳۶۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ ابْنُ رَافِعٍ:حَدَّثَنَا، وقَالَ الْآخَرَانِ:أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:وَأَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ بِمَنْزِلَةِ الطَّعَامِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کوئی اناج وغیرہ خریدے تو اس کو آگے قبضہ سے پہلے فروخت نہ کرے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں ہر چیز کو غلہ کے حکم کی طرح ہی سمجھتا ہوں۔

۳۸۳۷۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ إِسْحَاقُ:أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرَانِ:حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَكْتَالَهُ، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ:لِمَ؟ فَقَالَ:أَلَا تَرَاهُمْ يَتَبَايَعُونَ بِالذَّهَبِ وَالطَّعَامُ مُرْجَأً، وَلَمْ يَقُلْ أَبُو كُرَيْبٍ:مُرْجَأً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے اناج وغیرہ خریدا تو اسے فروخت نہ کرے حتیٰ کہ اسے وزن کرلے"۔ حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ کیوں؟ یہ حکم کس وجہ سے ہے؟ فرمایا کہ: کیا تم دیکھتے نہیں کہ لوگ سونے وغیرہ کو کھانے (اناج وغیرہ) کے بدلے میعاد پر فروخت کرتے ہیں۔ (ابو کریب نے میعاد ذکر فرمایا)۔

تشریح:

"حتی یکتالہ" یہ کیل سے ہے پیمانہ کرنے کے معنی میں ہے "یتبایعون بالذھب" حضرت ابن عباس سے ان کے شاگرد طاؤس نے پوچھا کہ پیمانہ کرنے سے پہلے اور قبض کرنے سے پہلے فروخت کرنا کیوں منع ہے اس کے جواب میں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ لوگ سونے سے خرید و فروخت کرتے ہیں اور طعام اور گندم ادھار میں دیتے ہیں یعنی غلے کا سونے سے معیادی بیع کرتے ہیں۔ شارحین لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے اس کلام میں بے حد ابہام اور تشویشناک اختصار ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت ابن عباس کا مقصد یہ ہے کہ مثلاً مشتری نے بائع سے ایک سو دینار کے بدلے غلہ خرید لیا اور پھر اس کو قبض کیے بغیر بائع کے پاس چھوڑ دیا اور کچھ عرصہ بعد اس کو ایک سو بیس دینار پر فروخت کر دیا تو گویا مشتری نے ایک سو دینار کو ایک سو بیس دینار کے بدلے فروخت کر دیا جو سود ہے اس لیے یہ ناجائز ہے۔

"فـوجـا" یہ ارجاء سے ہے ادھار کے معنی میں ہے "جـزافـا" یعنی قافلوں سے ہم اندازے سے غلہ خرید لیتے تھے تو آنحضرت نے منع کر دیا جب تک کہ ہم اس کو قبضہ کر کے منتقل نہ کریں۔ یہ آنے والی روایت کا جملہ ہے جزاف میں جیم پر تینوں حرکات ہیں ڈھیر کی صورت میں غلہ بیچنا بھی جزاف ہے کیونکہ ڈھیر کو اندازہ لگا کر فروخت کیا جاتا ہے۔

۳۸۳۸۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے اناج وغیرہ خریدا تو اسے فروخت نہ کرے یہاں تک کہ اس پر پورا پورا قبضہ کر لے"۔

۳۸۳۹۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَبْتَاعُ الطَّعَامَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْنَا مَنْ يَأْمُرُنَا بِانْتِقَالِهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي ابْتَعْنَاهُ فِيهِ، إِلَى مَكَانٍ سِوَاهُ، قَبْلَ أَنْ نَبِيعَهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اناج خریدا کرتے تھے تو آپ ﷺ ہمارے پاس ایک آدمی بھیجتے تھے جو ہمیں حکم دیتا تھا کہ ہم اس خریدے ہوئے اناج کو اس جگہ سے جہاں خریدا تھا منتقل کر لیں کسی دوسری جگہ پر قبل اس کے ہم اس اناج کو آگے کسی کے ہاتھ فروخت کریں۔

۳۸٤۰۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اشْتَرَى طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ، قَالَ: وَكُنَّا نَشْتَرِي الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ جِزَافًا، فَنَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَبِيعَهُ حَتَّى نَنْقُلَهُ مِنْ مَكَانِهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے اناج وغیرہ خریدا تو جب تک اسے مکمل طور پر قبضہ میں نہ لے، آگے فروخت مت کرے"۔ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ قافلہ والوں سے اناج وغیرہ ڈھیر کی صورت میں خریدتے تھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں اس کو فروخت کرنے سے منع فرما دیا یہاں تک کہ اس اناج کو اس جگہ سے کہیں اور منتقل کر دیں۔

۳۸٤۱۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اشْتَرَى طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ

وَيَقْبِضَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اناج غلہ وغیرہ خرید اتو جب تک اس پر پورا پورا قبضہ نہ کر لے آگے فروخت نہ کرے''۔

۳۸۴۲۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، وقَالَ عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ خریدنے کے بارے میں فرمایا: اس کو قبضہ سے پہلے فروخت نہ کرو۔

۳۸۴۳۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُمْ كَانُوا يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذَا اشْتَرَوْا طَعَامًا جِزَافًا أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يُحَوِّلُوهُ۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کو اس بات پر مار پڑتی تھی کہ جب وہ اناج وغیرہ ڈھیر کی صورت میں خریدتے تھے اور اس ڈھیر کو اس کی جگہ سے کہیں اور منتقل کئے بغیر آگے فروخت کرتے تھے۔

تشریح:

''یضربون'' یعنی لوگ اس بات پر مارے جاتے تھے کہ وہ غلہ خرید لے اور قبضہ لینے سے پہلے بیچ دے مبیع کو قبضہ کرنے کے لئے اس باب میں ''ینقلوہ'' کا لفظ بھی آیا ہے ''یحولوہ'' کا لفظ بھی آیا ہے ''یکتالہ'' اور ''یستوفیہ'' کا لفظ بھی آیا ہے اور ''یقبضہ'' کا لفظ بھی آیا ہے سب کا مطلب ایک ہی ہے ''جزاف'' ڈھیر کو کہتے ہیں اس میں مبیعہ کی مقدار میں جہالت ہے جو مفضی الی النزاع ہے یہ ممانعت کی ایک وجہ ہے اور قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت کرنا ممانعت کی دوسری وجہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شرعی حکم کی خلاف ورزی کرنے پر تعزیر اور سزا دینا جائز ہے اور بازاروں کے معاملات پر نگاہ رکھنا حکومت کا فرض ہے۔

۳۸۴۴۔ وحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ أَبَاهُ، قَالَ: قَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ابْتَاعُوا الطَّعَامَ جِزَافًا، يُضْرَبُونَ فِي أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ، وَذَلِكَ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ، وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يَشْتَرِي الطَّعَامَ جِزَافًا، فَيَحْمِلُهُ إِلَى أَهْلِهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگ جب اناج وغیرہ خریدتے ڈھیر کی صورت میں تو اس بات پر مار پڑتی تھی کہ وہ اسی جگہ پر اناج کی فروخت شروع کردیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مکانوں تک نہ لیجائیں۔ حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبیداللہ سے روایت ہے کہ ان کا والد اناج غلہ ڈھیر کی صورت میں خرید کر اپنے گھر لے آتے تھے۔

تشریح:

"یئووہ" یہ ایواء سے ہے ٹھکانہ دینے کے معنی میں ہے یہاں منتقل کرنا اور محفوظ کرنا اور قبضہ میں لینا مراد ہے "جزافا" دیگر احادیث کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غلہ کو اندازے سے خرید لیتے تھے اور پھر قبضہ کر کے گھر لے جاتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس طرح خرید و فروخت جائز ہے ممانعت کی صورت وہ ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کیا جائے، جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع میں اصل کے اعتبار سے مجازفت جائز ہے البتہ قبضہ میں لینے سے پہلے اس مال کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، نیز فقہاء کے درمیان مجازفت کے جواز کی تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے ائمہ احناف کے نزدیک اموال ربویہ میں مجازفت جائز نہیں ہے اموال ربویہ کے علاوہ میں اندازے کے ساتھ ایک جنس کے غلہ میں مجازفت کے ساتھ خرید و فروخت جائز ہے (کذافی تکملہ)

۳۸۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اشْتَرَى طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَكْتَالَهُ، وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ: مَنِ ابْتَاعَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص نے اناج خریدا، جب تک اسے وزن نہ کرے آگے مت فروخت کرے"۔

تشریح:

"حتی یکتالہ" یعنی اگر کسی نے غلہ کو خرید لیا تو جب تک اس کو پیمانہ نہ کرے اس وقت تک اس کو نہ بیچے علماء لکھتے ہیں کہ مستحب یہی ہے کہ پیمانہ کے بعد گھر میں دوبارہ پیمانہ کرے لیکن اگر کسی کے سامنے پیمانہ کرلیا گیا ہو تو اس غلہ کو دوبارہ پیمانہ کرنا لازم نہیں ہے پیمانہ کے بغیر فروخت کرسکتا ہے البتہ قبضہ کرنا ضروری ہے، ہاں نئے مشتری کے لئے پیمانہ کر کے دینا وہ الگ بات ہے۔

۳۸۴۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ الْمَخْزُومِيُّ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ لِمَرْوَانَ: أَحْلَلْتَ بَيْعَ الرِّبَا، فَقَالَ مَرْوَانُ: مَا فَعَلْتُ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَحْلَلْتَ بَيْعَ الصِّكَاكِ، وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يُسْتَوْفَى، قَالَ: فَخَطَبَ مَرْوَانُ النَّاسَ، فَنَهَى عَنْ بَيْعِهَا، قَالَ سُلَيْمَانُ: فَنَظَرْتُ إِلَى حَرَسٍ يَأْخُذُونَهَا مِنْ أَيْدِي النَّاسِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے مروان (حاکم مدینہ) سے کہا کہ تو نے تو سودی بیع کو حلال کر دیا ہے مروان نے کہا کہ میں نے کیا کر دیا ہے؟ ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ تو نے سندات (چیکوں) کی بیع جائز کر دی ہے، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ پورا پورا قبضہ نہ کر لے۔ یہ سن کر مروان نے لوگوں کو خطبہ دیا اور ایسی بیع سے منع کر دیا۔ حضرت سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا پولیس کے آدمیوں کو کہ لوگوں سے سندات کے کاغذ لیتے پھر رہے ہیں۔

تشریح:

"قال لمروان" یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن حکم پر جو مدینہ کا گورنر تھا یہ اعتراض کیا کہ "احللت الربا" یعنی تم نے ربوا اور سُود کو لوگوں کے لئے حلال کر دیا؟ مروان بن حکم نے کہا "ما فعلت" یعنی میں نے کیا کیا جس سے لوگوں کے لئے سُود حلال ہوگا؟ "احللت بیع الصکاک" صکاک جمع ہے اس کا مفرد صک ہے یہ فارسی لفظ ہے جو چیک کے معنی میں ہے مراد سند اور پروانہ اور رسید ہے یہ دستور ہر زمانہ میں رائج رہا ہے کہ مثلاً حکومت یا کوئی ادارہ یا بینک کوئی چیک اور رسید دیتا ہے مگر رقم وصول کرنے میں کچھ مدت باقی ہوتی ہے اس شخص کو جلدی ہوتی ہے تو وہ رقم کی رسید کسی پر فروخت کرتا ہے اور اس میں کمی زیادتی ہوتی ہے یہ تو آج کل کی صورت ہے بنو امیہ کے عہد حکومت میں حکومت جب کسی کو رسید دیتی تھی کہ اس شخص کو فلاں تاریخ میں اس رسید پر اتنا غلہ ملے گا وہ شخص اس رسید کو نقد رقم پر فروخت کرتا تھا کہ مشتری مقررہ تاریخ پر غلہ وصول کرلے گا اب یہ مشتری اس چیک اور رسید کو کسی دوسرے شخص پر زیادہ رقم کے عوض فروخت کرتا تھا۔ مثلاً یہ رسید پہلے مشتری نے ایک سو درہم کے عوض خریدی تھی اور دوسرے شخص پر ایک سو بیس درہم کے عوض فروخت کر دی اس کو حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ یہ سُود ہے کیونکہ مال کو قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت کر دیا اور اس میں اضافی پیسہ وصول کیا گیا حالانکہ یہ چیک خود نہ طعام ہے اور نہ مبیع ہے یہ صرف غلہ کی ضمانت ہے صکاک چونکہ خالی رسید ہے اس کے بیچنے سے یہاں حقوق مجردہ کے فروخت کرنے کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ آیا اس کا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

حقوق مجردہ کی فروخت کا مسئلہ

حقوق مجردہ بیچنے کا مسئلہ انتہائی پیچیدہ ہے میں بطور خلاصہ چند کلمات لکھتا ہوں چند صورتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) مثلاً کسی کے پاس ایسی سند یا رسید ہو جس میں کسی نے اس کے ساتھ وعدہ کیا ہو کہ فلاں تاریخ کو مجھ سے اتنا آٹا لے لینا اب اس شخص نے یہ سند اور رسید کسی پر فروخت کر دیا احناف کے ہاں تو یہ ناجائز ہے کیونکہ یہ بیع المبیع قبل القبض ہے ہاں شوافع کے نزدیک اس چیک کا

فروخت کرنا جائز ہے مگر اگلا شخص اس کو فروخت نہیں کرسکتا ہے (تکملہ)
(۲) نشر واشاعت کے حقوق کے بیچنے میں فقہاء کرام کی عبارات مختلف ہیں بعض فقہاء نے حقوق کی بیع کو مطلقاً ناجائز کہا ہے لیکن بعض
فقہاء نے اس کو جائز کہا ہے۔
(۳) حق شفعہ حق ولاحق قصاص حق طلاق ان حقوق کی خرید وفروخت یا کسی اور کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اس میں بعض میں
مصالحت بالمال جائز ہے جیسے طلاق کے عوض خلع کرکے مال لیا قصاص میں مصالحت کرکے دیت لیا یہ جائز ہے مگر ان حقوق کا فروخت
کرنا جائز نہیں ہے۔
(۴) لزوم مال کے حقوق مثلاً کسی شخص کے لئے حکومت نے انعام کا اعلان کیا اور رسید دیدی تو اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بیع
قبل القبض ہے زیر بحث حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں اسی کو ناجائز کہا گیا ہے۔
(۵) تصنیف وتالیف اور طباعت کے حقوق کے بارے میں متاخرین فقہاء نے فتویٰ دیا ہے کہ اس میں صرف مصنف کو اجازت ہے کہ وہ
اس حقوق کے عوض مالی منافع حاصل کرے لیکن حقوق طبع ونشر کی بیع جائز نہیں ہے (تکملہ)
"فنظرت الی احرس "سلیمان نے کہا کہ میں دیکھتا کہ حکومت کے کارندے اور چوکیدار لوگوں سے یہ رسید چھین کر حکومت کے پاس
جمع کراتے تھے تاکہ لوگ ان رسیدوں کے بیچنے کا کاروبار شروع نہ کریں بعد میں ضرورت کے تحت ان کی رسید ان کو واپس کیے جاتے تھے
یا اس سے واجب غلہ ان کو دیا جاتا تھا۔

٣٨٤٧۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِذَا ابْتَعْتَ طَعَامًا، فَلَا تَبِعْهُ حَتَّى تَسْتَوْفِيَهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ: "جب تم اناج خریدو تو پورا پورا قبضہ کرنے سے قبل فروخت مت کیا کرو"۔

تشریح:

"حتی تستوفیہ" یعنی جب تم نے غلہ خرید لیا تو اس کو اس وقت تک فروخت نہ کرو جب تک تم اس کو مکمل طور پر قبضہ میں نہ لو اس باب کی
عام احادیث سے یہی حکم ملتا ہے کہ مبیع کے قبض کرنے سے پہلے اس کا بیچنا منع ہے آج کل بین الاقوامی بیوعات ٹیلیفون کے ذریعہ سے ہوتی
ہیں جاپان سے مال درآمد کیا جاتا ہے تو قبض کرنے اور دیکھنے سے پہلے کئی دفعہ وہ فروخت ہوجاتا ہے یہ تمام بیوعات فاسدہ ہیں اور امت
مسلمہ اس میں آلودہ ہے حالانکہ اگر خریدنے والا جاپان کی تجارتی منڈی میں اپنا نمائندہ مقرر کرلے اور وہ جاکر اس مال کو قبض کرلے تو اس
طرح یہ بیع جائز ہوجائے گی لیکن بے حس مسلمان اتنی زحمت بھی نہیں کرتے ہیں اور فاسد بیوعات کے ذریعہ سے مال پاکستان پہنچاتے ہیں

اور مسلمان اپنا حلال پیسہ دیکر ناجائز مال خرید لیتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں جس کا اعمال پر برا اثر پڑتا ہے، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی فیصد گناہ حرام غذا کے کھانے سے ہوتے ہیں اور بیس فیصد دیگر خواہشات کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

باب تحريم بيع صرة التمر المجهولة المقدار بتمر

غیر معلوم الوزن کھجور کے ڈھیر کو کھجور کے عوض بیچنے کا حکم

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۸۴۸۔حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ، أَخْبَرَهُ، قَالَ:سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ:نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الصُّبْرَةِ مِنَ التَّمْرِ، لَا يُعْلَمُ مَكِيلَتُهَا، بِالْكَيْلِ الْمُسَمَّى مِنَ التَّمْرِ،

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے: ''کھجور کے ایسے ڈھیر کو جس کا وزن معلوم نہ ہو، معلوم الوزن کھجور کے ڈھیر کے عوض فروخت کرنے سے''۔

تشریح:

''الصبرة من التمر'' صاد پر پیش ہے با ساکن ہے غلے کے ڈھیر کو کہتے ہیں خواہ کھجور ہو یا گندم ہو یا جو اور مکئی ہو، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تصریح موجود ہے کہ کھجور کے مقابلہ میں کھجور کو جہالت کے ساتھ بیچنا حرام ہے علماء لکھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں جب مماثلت اور برابری نہ ہو تو یہ حقیقی تفاضل کے قائم ہوگا کیونکہ حدیث میں ''الا سواء بسواء '' کے الفاظ آئے ہیں اور یہی حکم دیگر غلوں کا ہے کیونکہ یہ اموال ربویہ ہیں اس کی بیع میں جہالت مفضی الی النزاع ہے۔

۳۸۴۹۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ:نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِثْلِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ:مِنَ التَّمْرِ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح (حسب سابق) منع فرمایا لیکن اس حدیث مبارکہ کے آخر میں من التمرة کا لفظ نہیں ہے۔

باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین

بائع اور مشتری کے لئے خیار مجلس کا حق ثابت ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۸۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْبَيِّعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ، مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو دوسرے پر اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہو جائیں سوائے اس بیع کے جس میں اختیار کی شرط رکھی گئی ہو۔

تشریح:

"اَلْبَیِّعَان" یہ تثنیہ ہے اس کا مفرد بیع ہے با پر زبر ہے اور ی پر کسرہ اور شد ہے تو بیع بائع کے معنی میں ہے جس طرح ضیق ضائق کے معنی میں ہے یہ بائع اور مشتری کو کہتے ہیں۔

خیار کی تعریف:

"کل واحد منہما بالخیار" خیار اختیار سے مشتق ہے دو چیزوں میں سے کسی اچھی چیز کا انتخاب کر کے پسند کرنے کو لغوی طور پر خیار کہتے ہیں۔ فقہاء کی اصطلاح میں خیار کی تعریف اس طرح ہے "کسی تجارتی معاملہ کو باقی رکھنے یا اسے فسخ کرنے کا نام خیار ہے"۔ یہ اختیار بیع و شراء میں بائع اور مشتری دونوں کو حاصل ہوتا ہے۔

خیار کی قسمیں

ا۔ خیار شرط:۔

عقد مکمل ہونے کے بعد طرفین کو اس معاملہ کے باقی رکھنے یا ختم کرنے کا نام خیار شرط ہے۔ امام ابوحنیفہ و شافعی کے نزدیک خیار شرط کا مدت تین دن تک ہے امام احمد اور صاحبین کے نزدیک بائع اور مشتری کی مرضی ہے زیادہ مدت رکھے یا کم رکھے امام مالک کے نزدیک حسب ضرورت مدت کم یا زیادہ ہو سکتی ہے۔

۲۔ خیار عیب:۔

کسی خرید ہوئی چیز میں عیب ظاہر ہونے پر مشتری کو اسے رکھنے یا واپس کرنے کے اختیار کا نام خیار عیب ہے۔

۳۔خیار رویت:۔ بے دیکھی چیز کو خریدنے کے بعد جب مشتری نے دیکھ لیا تو اس کو رکھنے یا واپس کرنے کا جو اختیار مشتری کو حاصل ہوتا ہے اس کا نام خیار رویت ہے۔

۴۔خیار تعیین:۔

چند چیزوں کے سودے میں بعض کے رکھنے اور بعض کو واپس کرنے کا جو اختیار مشتری کو ہوتا ہے یہ خیار تعیین ہے۔

۵۔خیار قبول:۔

بائع کے ایجاب کے بعد مشتری کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا جو اختیار ہوتا ہے یہ خیار قبول ہے۔

۶۔خیار مجلس:۔

کسی مجلس میں بائع ومشتری کے درمیان معاملہ طے ہو جانے کے بعد مجلس کے اختتام تک ہر ایک کو اس عقد کے ختم کرنے یا باقی رکھنے کے اختیار کا نام خیار مجلس ہے۔خیار کے اس آخری قسم میں فقہاء کرام کا بڑا اختلاف ہے۔

خیار مجلس میں فقہاء کا اختلاف

شوافع اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ بائع اور مشتری عقد کے بعد جب تک مجلس میں بیٹھے ہوں ہر ایک کو عقد کے فسخ کرنے یا باقی رکھنے کا اختیار حاصل ہے ہاں مجلس برخاست ہونے کے بعد فسخ کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور ''مالم یتفرقا'' میں تفرق بالابدان مراد ہے۔

احناف اور مالکیہ فرماتے ہیں کہ ایجاب وقبول کے بعد جب عقد مکمل ہو جائے تو اب کسی کو فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے خواہ وہ دونوں مجلس ہی میں کیوں نہ بیٹھے ہوں اور ''مالم یتفرقا'' سے تفرق بالاقوال مراد ہے۔

فقہاء کے اختلاف کی بنیاد اسی زیر بحث حدیث پر ہے مگر طرز دلائل طرز استدلال اور اجتہادی فکر الگ الگ ہے اور حدیث میں جانبین کی فکر اور طرز استدلال کی گنجائش ہے لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث صرف ایک جانب کے فقہاء کی دلیل ہے اگر چہ ظاہری الفاظ کو دیکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث شوافع اور حنابلہ ہی کی دلیل ہے چنانچہ ان حضرات نے خیار مجلس کے ثبوت کے لئے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے وہ خیار کے لفظ سے خیار مجلس مراد لیتے ہیں اور مالم یتفرقا میں تفرق ابدان کا تفرق مراد لیتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ عقد کے بعد بائع اور مشتری جب تک مجلس میں بیٹھے رہیں گے ان کو عقد کے فسخ کرنے کا اختیار حاصل رہے گا لیکن اگر جسمانی طور پر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تو اب عقد کے فسخ کرنے کا اختیار دونوں سے ختم ہو جائے گا اور الا بیع الخیار یا الا ان یختار ا کا جو استثناء ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں نے عقد کے بعد تین دن وغیرہ کی خیار شرط رکھی ہے تو اب مجلس برخاست ہونے کے بعد بھی وہ خیار باقی رہے گا اس طرح ان حضرات نے حدیث کا مفہوم ومضمون بیان کیا ہے جو بالکل واضح ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(۱) احناف اور مالکیہ نے اس حدیث کے ساتھ ساتھ ترمذی ابوداؤد کی حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، الفاظ اس طرح ہیں "ولا یحل لہ ان یفارق صاحبہ خشیۃ ان یستقیلہ" یہ لفظ واضح طور پر اقالہ پر دلالت کر رہا ہے معلوم ہوا کہ مجلس میں اگر ایک فریق عقد کو فسخ کرنا چاہتا ہے تو یہ اقالہ ہوگا اور اقالہ میں دوسرے ساتھی کی رضامندی ضروری ہے کیونکہ عقد بیع مکمل ہو چکا ہے

(۲) احناف اور مالکیہ نے زیر بحث ابن عمرؓ کی روایت میں خیار سے خیار قبول مراد لیا ہے اور یتفرقا سے تفرق بالاقوال مراد لیا ہے کہ جب تک مجلس میں ایجاب کے بعد دوسرا فریق قبول نہیں کرتا تو ان کو اختیار حاصل ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے اگر قبول کر لیا تو عقد تام ہو گیا اور اگر قبول نہ کیا تو عقد نامکمل رہ گیا امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے خیار قبول ہی مراد لیا ہے اگرچہ حدیث کے آنے والے الفاظ الا بیع الخیار اس توجیہ کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

بہر حال تفرق بالاقوال لیکر اس حدیث سے احناف استدلال کر سکتے ہیں جس سے خیار مجلس کا دعویٰ کی نفی ہو جاتی ہے۔

(۳) احناف اور مالکیہ نے بیوعات اور عقود و فسوخ کے اصولی قواعد سے بھی استدلال کیا ہے اور یہ استدلال بہت مضبوط ہے فرماتے ہیں کہ تمام عقود کی حقیقت ایجاب و قبول ہے ایجاب و قبول کے علاوہ کوئی اور چیز کسی عقد کا رکن نہیں ہے بیع میں بھی اسی طرح ہے جب بیع کے یہ دونوں رکن متحقق ہو گئے تو عقد مکمل ہو گیا اب قرآن کریم کی آیت کے حکم کے مطابق ایفاء عقد ضروری ہے۔ ارشاد ہے ﴿یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود﴾ اب اگر کوئی فریق بیع فسخ کرنا چاہتا ہے تو یہ اقالہ ہوگا جو بائع کی رضا پر موقوف ہے۔ اور اقالہ عقد کے مکمل ہونے کی دلیل ہے قالہ علی القاری فی المرقات۔

(۴) احناف و مالکیہ نے سنن ترمذی کی ایک حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں صاف الفاظ ہیں کہ حضور نے عقد بیع کے بعد دیہاتی کو اختیار حق دیا اگر یہ حق خود حاصل تھا تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو کیوں دیا؟ الفاظ یہ ہیں ان رسول اللہ خیر اعرابیا بعد البیع

(۵) احناف اور مالکیہ نے ایک عقلی دلیل بھی پیش کی ہے فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی طرفین مجلس عقد میں گھنٹوں گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں ادھر مارکیٹ میں منٹوں منٹوں کے حساب سے قیمتوں میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے اب یہ حضرات بیٹھے ہوئے ہوں گے کہ قیمت بڑھ گئی ہوگی یا گھٹ چکی ہوگی اب ایک فریق عقد کو فسخ کرے گا اور دوسرا انکار کرے گا اس طرح تنازعہ پیدا ہوگا نیز عقد بیع کی حیثیت مشکوک ہو کر رہ جائے گی کہ کسی وقت بھی اس کو ختم کیا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ نے اس صورت کو اخلاقیات کے قبیل سے قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ خیار مجلس قانونی حیثیت سے نہیں ہے اخلاقی اعتبار سے ہے۔ یہ توجیہ بہت اچھی ہے۔

جواب

چونکہ احناف بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں لہذا اس کے جواب کی ضرورت نہیں تاہم شارحین حدیث نے ایک جواب دیا ہے

کہ یہاں ما لم یتفرقا سے تفرق بالاقوال مراد ہے نہ کہ تفرق بالابدان تفرق بالاقوال میں یہ لفظ حقیقت ہے اور تفرق بالابدان میں مجاز ہے تو حقیقت پر جب تک عمل ہوسکتا ہے مجاز کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے تفرق بالاقوال اس طرح ہوتا ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد عقد بیع کی بات کے علاوہ دیگر باتیں شروع ہوگئیں طرفین دیگر باتوں میں لگ گئے۔

بعض روایات میں مالم یتفرقا من بیعھما کے الفاظ موجود ہیں جو اس بات کا قرینہ ہے کہ تفرق بالاقوال مراد ہے نیز ابراہیم نخعی سے منقول ہے "مالم یتفرقا عن منطق البیع"۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر خیار مجلس مراد ہے تو یہ اخلاقیات کے طور پر استحبابی امر ہے قانون وقاعدہ نہیں ہے جس طرح شیخ الہند کا جواب ہے "الا بیع الخیار" یہ استثناء ماقبل حدیث کے پورے مفہوم سے ہے حدیث سے مفہوم ہو رہا تھا کہ تفرق کے بعد خیار باقی نہیں رہتا تو اس جملہ میں استثناء آگیا کہ اگر کوئی شرط رکھی گئی ہے تو پھر اس شرط کا لحاظ کرنا ہوگا یہ مطلب تمام فقہاء کے مسلک کے مطابق ہے۔

اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ بائع نے مشتری کو عقد کے وقت کہہ دیا کہ ابھی سوچ سمجھ کر فیصلہ کرلو بعد میں اختیار نہیں ہوگا مشتری نے کہا کہ میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرلیا ہے اس طرح کہنے کے بعد ایجاب اور قبول کے بعد کسی کے خیار مجلس کا حق باقی نہیں رہے گا یہ مطلب شوافع نے بیان کیا ہے۔ بہر حال احناف خیار سے خیار قبول مراد لیتے ہیں اور تفرق سے تفرق بالاقوال مراد لیتے ہیں اور المتبایعان سے مشغولین فی البیع مراد لیتے ہیں۔

۳۸۵۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ح وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ، كِلَاهُمَا، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ۔

ان مختلف طرق سے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہی سابقہ حدیث (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے پر اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہوجائیں سوائے اس بیع کے جس میں اختیار کی شرط رکھی گئی ہو) روایت کی گئی ہے۔

۳۸۵۲۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، وَكَانَا جَمِيعًا، أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ، فَإِنْ خَيَّرَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذَلِكَ، فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ، وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ تَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ، فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب دو آدمی بیع کریں تو دونوں میں سے ہر ایک کو جدا ہونے سے پہلے پہلے تک اختیار حاصل ہے (بیع کو ختم کرنے کا) یا یہ کہ ایک دوسرے کو اختیار دے، اور دونوں اس پر بیع کرلیں تو اب بیع واجب ہوگئی (کیونکہ ایک نے دوسرے کو نفاذِ بیع کا اختیار دے کر اپنا حق خیار ختم کردیا) اور اگر دونوں بیع کے بعد جدا ہوگئے اور کسی نے بھی بیع کو چھوڑا نہیں (فسخ نہیں کیا) تب بھی بیع لازم ہوگئی۔

۳۸۵۳۔وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ زُهَيْرٌ:حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ:أَمْلَى عَلَيَّ نَافِعٌ، سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِذَا تَبَايَعَ الْمُتَبَايِعَانِ بِالْبَيْعِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مِنْ بَيْعِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَكُونُ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ، فَإِذَا كَانَ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ، فَقَدْ وَجَبَ، زَادَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ:قَالَ نَافِعٌ:فَكَانَ إِذَا بَايَعَ رَجُلًا، فَأَرَادَ أَنْ لَا يُقِيلَهُ، قَامَ فَمَشَى هُنَيَّةً، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو آدمیوں نے خرید و فروخت کا معاملہ کیا تو دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے بیع کے بارے میں (ختم کرنے یا باقی رکھنے کا) جب تک کہ جدا نہ ہوجائیں۔ یا یہ کہ دونوں کے درمیان کسی ایک کے اختیار پر بیع ہورہی ہو تو اب بیع واجب ہوگئی۔ حضرت ابن ابی عمر کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ابن عمرؓ جب کسی آدمی سے کوئی معاملہ کرتے اور یہ چاہتے کہ معاملہ ختم ہوجائے تو اٹھ کر چند قدم چلتے پھر واپس لوٹ آتے تاکہ مجلس جدا ہوجائے اور فریق ثانی کا بیع کے فسخ کرنے کا حق بھی ختم ہوجائے)۔

تشریح:

''او یکون بیعھا عن خیار'' اس جملہ کا مطلب جمہور کے ہاں اس طرح ہے کہ بائع اور مشتری میں کسی ایک نے دوسرے کو اختیار دیا کہ الگ ہونے سے پہلے اس بیع کو یا نافذ کردو یا فسخ کردو تو دوسرے نے بیع کو نافذ کردیا تو اب تفرق مجلس کی ضرورت باقی نہیں رہی بیع مکمل ہوگئی۔''لا یقیلہ'' یہ اقالہ کرنے کے معنی میں ہے''ھنیۃ'' ایک روایت میں ھنیھۃ بھی ہے یہ ھنۃ کی تصغیر ہے تھوڑا وقفہ مراد ہے اس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خیار سے خیارِ مجلس مراد ہے جب مجلس بدل جائے گی خیار ختم ہوجائے گا۔

۳۸۵٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى:أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرُونَ:حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعُ الْخِيَارِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہر دو متعاقدین (معاملہ کرنے والے) کے درمیان بیع اس وقت تک واجب نہ ہوگی جب تک کہ دونوں (اس مجلس سے) جدا نہ ہو جائیں سوائے بیع خیار کے۔ (جس میں کسی ایک فریق کے اختیار پر بیع ہوتی ہے تو وہ بیع فوراً لازم ہو جاتی ہے۔)

باب الصدق فی البیع والبیان

بیع وبیان میں سچ اختیار کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے اکثر شارحین نے یہاں باب نہیں باندھا ہے اور اس کی ضرورت بھی نہیں ہے مگر علامہ نووی نے باب باندھا ہے

۳۸۵۵۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَا:حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا،

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بیع وشراء کرنے والے فریقین کو جدا ہونے سے پہلے پہلے تک (بیع ختم کرنے وغیرہ کا) اختیار ہے، پھر اگر دونوں سچ بات کریں اور (شئی کی) حقیقت بیان کر دیں گے تو ان کے معاملہ میں برکت کر دی جائے گی اور اگر جھوٹ بولیں گے اور عیب وغیرہ کو چھپائیں گے تو ان کی بیع سے برکت مٹا دی جائے گی''۔

تشریح:

''البیعان'' بائع اور مشتری کے معنی میں ہے ''صدقا'' یعنی بائع اور مشتری نے ایک دوسرے کو سچ سچ بتا دیا مثلاً بائع نے تصدیق کر دی کہ مشتری نے اس طرح کہا ہے اور اس کو صحیح صحیح بیان کر دیا اور اگر بائع کے مبیع میں کوئی عیب ہو تو اس کو بھی صاف صاف بتا دیا اور مشتری نے مقدار ثمن میں سچ سچ کہہ دیا اور اگر ثمن میں کوئی کھوٹ اور عیب ہو اس کو بھی بیان کر دیا تو بیع میں برکت ہوگی ورنہ برکت مٹ جائے گی

حکیم بن حزام سے متعلق امام مسلم نے ایک عجوبہ بیان کیا کہ یہ جوف کعبہ میں پیدا ہو گئے تھے پھر عمر اتنی لمبی ہو گئی کہ ایک سو بیس سال تک چلی گئی

۳۸۵۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ، يُحَدِّثُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ، قَالَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ: وُلِدَ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ، وَعَاشَ مِائَةً وَعِشْرِينَ سَنَةً

اس سند سے بھی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں: ''امام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: حضرت حکیم بن حزام کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور ایک سو بیس برس تک زندہ رہے۔

باب من یخدع فی البیع

دھوکہ شدہ شخص کی بیع کا حکم

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۳۸۵۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرُونَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ بَايَعْتَ، فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ، فَكَانَ إِذَا بَايَعَ يَقُولُ: لَا خِيَابَةَ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی کا تذکرہ کیا گیا کہ وہ بیع وغیرہ میں (عموماً) دھوکہ کھا جاتا ہے (اپنی سادہ لوحی کی بناء پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ: ''جب تک تم کسی سے بیع وشراء کیا کرو تو کہہ دیا کرو کہ: دھوکہ نہیں ہے (دین میں)''۔ چنانچہ اس کے بعد جب بھی وہ بیع کرتے تو یہی کہتے کہ: دھوکہ نہیں ہو (دین میں)۔

تشریح:

''ذکر رجل'' یعنی ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے خرید وفروخت میں لوگ دھوکہ دیتے ہیں اور میں دھوکہ ہو جاتا ہوں اس کا کیا علاج ہے۔ جس شخص نے اپنا یہ تذکرہ کیا وہ شخص حضرت حبان بن منقذ انصاری تھے ان کی عمر ۱۳۰ سال تھی بعض غزوات میں ان کے سر میں پتھر لگا تھا جس سے ان کی قوت خیالی متاثر ہوئی تھی ان کو خرید وفروخت کا بہت شوق تھا مگر تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے اکثر دھوکہ کھا جاتے تھے ان کے خاندان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان پر بیع وشراء کی پابندی لگائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے جب ان سے بات فرمائی تو اس نے کہا یا رسول اللہ میں بیع وشراء سے باز نہیں آسکتا ہوں تب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب بیع وشراء کا عقد کرو گے تو یہ کہا کرو "لا خــــلابة "یعنی میرے ساتھ دھوکہ نہیں ہوگا اگر کسی نے دھوکہ کیا تو تین دن تک مجھے واپس کرنے کا اختیار ہوگا میں تجربہ کار لوگوں کو دکھاؤں گا اگر سودا مناسب ہوگا تو نافذ ورنہ واپس کروں گا "ای لا خــداع فــی الـدیـن لان الـدیـن النصیحة "گویا یہ الفاظ اس شخص کے لئے بطور شرط تھے اس لئے بعض روایات میں ولی الخیار ثلاثة ایام کے الفاظ بھی اس لفظ کے ساتھ ہیں، اس وجہ سے لوگ اس شخص کے ساتھ دھوکہ کرنے سے بچتے تھے اسی مقصد کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوتے تھے بعض شارحین نے حدیث کا یہی مطلب لیا ہے۔

بعض شارحین نے لکھا ہے کہ "لا خــــلابة " کہنے سے خیار شرط رکھنا مقصود نہیں تھا بلکہ خیار شرط کے لئے یہ الفاظ بطور تمہید تھے شرط کا ذکر الگ ہوتا تھا۔ جمہور کے نزدیک اس لفظ سے خیار شرط ثابت نہیں ہوتا اس کا ذکر الگ سے کرنا ضروری ہے اس لفظ کے بولنے سے مقصود اتنا ہوتا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص تجربہ کار نہیں اس لئے اس کے ساتھ دھوکہ نہ کیا جائے اس وقت لوگ اچھے تھے اس وضاحت کے بعد دھوکہ نہیں کرتے تھے۔ یہ شخص الثغ بھی تھے تو کبھی لا خلابة کبھی لا خیابة کبھی لا خذابة اور کبھی لا خیانة کے الفاظ بولتے تھے۔ اب فقہی نقطۂ نظر سے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بوقت بیع یہ الفاظ کہہ دیئے اور پھر اس کے ساتھ دھوکہ ہو گیا تو وہ بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ ایسا شخص کسی صورت میں بیع فسخ نہیں کر سکتا ہاں احناف اس کے قائل ہیں کہ اگر کسی کے ساتھ غبن فاحش ہو گیا تو اس کو حق حاصل ہے کہ بیع فسخ کرے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں " اقـول الـغبـن الـفـاحـش یـفـسـد البیع ویثبت الخیار عند القائل به وقال ابو ثور اذا کان الغبن فاحشا لا یتغابن الناس بمثله فسد البیع "(مرقات)

۳۸۰۸۔حَدَّثَنَا أَبُو بَکْرِ بْنُ أَبِی شَیْبَةَ، حَدَّثَنَا وَکِیعٌ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّی، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، کِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِینَارٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، وَلَیْسَ فِی حَدِیثِهِمَا:فَکَانَ إِذَا بَایَعَ یَقُولُ:لَا خِیَابَةَ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ جب وہ بیع کرتے تو یہ کہتے کہ لا خیابة یعنی دھوکہ نہیں ہے (دین میں)۔

باب النهي عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها

پھلوں میں پختگی ظاہر ہونے سے پہلے بیچنا منع ہے

اس باب میں امام مسلم نے تیرہ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۸۵۹۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ،

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا پھلوں کی بیع کرنے سے اس سے قبل کہ اس کی صلاحیت ظاہر ہو۔(بور آنے سے قبل بیع وشراء سے منع فرمایا) بائع کو فروخت کرنے سے اور خریدار کو خریدنے سے منع فرمایا۔

تشریح:

"يبدو صلاحها" یعنی جب تک پھلوں میں پختگی ظاہر نہ ہو اس سے پہلے اس کا بیچنا حرام ہے "بدو الصلاح" کی تفسیر شوافع کے ہاں یہ ہے کہ پھل پکنا شروع ہو جائیں۔احناف نے یہ تفسیر کی ہے کہ پھل عام آفات اور تباہی سے محفوظ ہو جائیں۔

اس حدیث میں یبدو الصلاح کا لفظ آیا ہے دیگر روایات میں اور بھی الفاظ آئے ہیں مثلاً (۱) حتی یزهو (۲) حتی یبیض (۳) حتی تزهی (۴) حتی تحمر (۵) حتی یحمار (۶) حتی یشتد (۷) حتی یسود۔ان تمام احادیث اور تمام الفاظ سے ایک ہی بات بیان کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ بدو الصلاح سے پہلے بیع نہ کرو یعنی جب تک پھل کسی آفت سے مامون ومحفوظ نہ ہو اس کو فروخت نہ کرو اور آفت سے محفوظ ہونے کے لئے مختلف علامات ہیں بعض پھل اور کھیتیاں سفید ہونے پر آفت سے محفوظ ہو جاتی ہیں بعض سرخ ہونے پر بعض سیاہ ہونے پر اور بعض پیلے ہو جانے پر محفوظ ہو جاتی ہیں ان مختلف الفاظ سے اسی مختلف حقائق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

کھیت اور پھلوں کے بیچنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں (۱) بیع قبل بدو الصلاح (۲) بیع بعد بدو الصلاح۔پھر دو صورتوں میں تین تین صورتیں ہیں (۱) یعنی "بیع بشرط القطع" کہ بائع شرط لگائے کہ پھل فوراً درخت سے کاٹو گے (۲) "بیع بشرط الترک" یعنی عقد میں یہ شرط ہو کہ درخت پر یہ پھل فلاں وقت تک لگے رہیں گے (۳) بیع بالاطلاق یعنی عقد میں نہ قطع ثمر کا ذکر ہو اور نہ ترک ثمر کا ذکر ہو۔اس طرح کل چھ صورتیں بن گئیں تین قبل بدو الصلاح کی اور تین بعد بدو الصلاح کی اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف بھی ہے

فقہاء کرام کا اختلاف

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بعد بدو الصلاح کی تینوں صورتیں جائز ہیں اور قبل بدو الصلاح تینوں صورتیں ناجائز ہیں البتہ قبل بدو الصلاح کی ایک صورت عقلاً مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے یعنی بشرط القطع کیونکہ اس میں نزاع کا امکان نہیں ہے۔

مالکیہ کے اقوال میں انضباط نہیں ہے اس لئے اس کو نہیں لکھا۔

احناف کے نزدیک دارومدار قطع ثمر اور ترک ثمر پر ہے اگر بیع بشرط قطع الثمر ہو تو قبل بدو الصلاح بھی جائز ہے اور بعد بدو الصلاح بھی جائز ہے اور اگر بیع بشرط ترک الثمر ہو تو قبل بدو الصلاح بھی ناجائز ہے اور بعد بدو الصلاح بھی ناجائز ہے۔

دلائل

شوافع نے احادیث الباب سے استدلال کیا ہے اور بدو الصلاح کو صحت بیع کے لئے غایہ قرار دیا ہے۔

احناف فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل ایک حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع وشــــرط یہ معروف حدیث ہے اس میں بیع کے صلب عقد میں شرط لگانے سے ممانعت آئی ہے یہاں یہ شرط عقد بیع کے منافی ہے اور اس میں مشتری کے لئے فائدہ ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میں پھل خریدتا ہوں مگر اس شرط پر کہ اتنے عرصہ تک پھل اپنے درختوں پر لگے رہنے دو گے اس طرح بیع اور شرط ناجائز ہے۔

جواب

زیر بحث احادیث کا تعلق بشرط ابقاء الثمر سے ہے جو ناجائز ہے احناف کا مسلک ان احادیث کے موافق ہے دیگر صورتوں سے بحث نہیں ہے۔ امام طحاویؒ نے ان احادیث کو بیع سلم پر حمل کیا ہے کیونکہ سلم میں بدو الصلاح اتفاقاً ضروری ہے بہر حال فقہاء کرام کے اجتہادی اختلافات کی وجہ سے حدیث کے سمجھنے میں پیچیدگی آگئی ہے ورنہ احادیث کا مطلب تو واضح ہے کہ پھلوں کے ظہور سے پہلے بیع ناجائز ہے اور ظہور کے بعد جائز ہے۔

۳۸۶۰۔حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی سابقہ حدیث ہی کی مثل اس سند سے روایت مروی ہے۔

۳۸۶۱۔وحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوَ، وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتَّى يَبْيَضَّ، وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس میں سرخی یا زردی آجائے (جو علامت ہے پھل کے پکنے کی) اس طرح گندم کی بالی کی بیع سے منع فرمایا حتی کہ سفید ہو جائے اور آفت (قدرتی) سے محفوظ ہو جائے۔ اور بائع و خریدار دونوں کو منع فرمایا (کہ نہ بائع فروخت کرے نہ خریدار خریدے)۔

۳۸۶۲۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَتَذْهَبَ عَنْهُ الْآفَةُ، قَالَ: يَبْدُوَ صَلَاحُهُ: حُمْرَتُهُ وَصُفْرَتُهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''پھل مت فروخت کرو یہاں تک کہ اس کا بور ظاہر ہو جائے اور اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ختم ہو جائے''۔ فرمایا کہ اس کی صلاح ہونے سے مراد یہ ہے کہ پھل سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔

۳۸۶۳۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ يَحْيَى، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، لَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ،

ان اسناد کے ساتھ بھی یہی سابقہ حدیث مروی ہے لیکن اس روایت میں صلاحیت کی علامت (سرخی یا زردی) ذکر نہیں کی۔

۳۸۶۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الْوَهَّابِ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث عبدالوہاب کی مثل روایت بیان فرماتے ہیں۔

۳۸۶۵۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ، وَعُبَيْدِ اللهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مالک وعبیداللہ کی مثل روایت بیان فرماتے ہیں۔

۳۸۶۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرُونَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''پھل کو اس کی صلاح ظاہر ہونے تک مت فروخت کرو''۔

۳۸۶۷۔ وحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَزَادَ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ،

فَقِيلَ لِابْنِ عُمَرَ:مَا صَلَاحُهُ؟ قَالَ:تَذْهَبُ عَاهَتُهُ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔لیکن اس اضافہ کے ساتھ کہ حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا گیا کہ اس کی صلاح سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ:اس کی آفت یعنی ضائع ہونے کا اندیشہ جاتا رہے۔

۳۸۶۸۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ:نَهَى أَوْ نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيبَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہمیں پھلوں کو فروخت کرنے سے یہاں تک کہ وہ خوش ذائقہ نہ ہو جائیں (ضائع ہونے کے اندیشہ سے محفوظ ہو جائیں)۔

۳۸۶۹۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَا:حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ:نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ ان پھلوں کی صلاح ظاہر ہو جائے۔

۳۸۷۰۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ:سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ، فَقَالَ:نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَأْكُلَ مِنْهُ، أَوْ يُؤْكَلَ، وَحَتَّى يُوزَنَ، قَالَ:فَقُلْتُ:مَا يُوزَنُ؟ فَقَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ: حَتَّى يُحْزَرَ

حضرت ابو البختری فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کھجور کے درختوں کی بیع کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کھجور کے درختوں کی بیع سے یہاں تک کہ وہ اس قابل ہو جائیں کہ ان کے پھلوں کو کھایا جا سکے۔ میں نے کہا کہ وزن کرنے کے کیا معنی؟ تو ان کے پاس موجود ایک شخص نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اندازہ کر لیا جائے۔

تشریح:

"او یوکل" یعنی پھل کھانے کے قابل ہو جائے "وحتی یوزن" اور پھل وزن کرنے کے قابل ہو جائے اس پر اشکال تھا کہ درخت پر لگا ہوا پھل کس طرح وزن کیا جا سکتا ہے یہی سوال مجلس میں بیٹھے ہوئے کسی شخص نے کیا ہے جس کا جواب مجلس ہی کے کسی شخص نے یہ دیا

ہے کہ "حتـــی یـــحـــزر" حزر یحزر نصر سے ہے اندازہ کرنے کے معنی میں ہے۔ جس کو دوسرے الفاظ میں یخرص سے یاد کیا گیا ہے اور درختوں پر پھلوں کا اندازہ کرنا عرب کے ہاں مشہور تھا بہرحال یہ پھل تیار ہونے کی طرف اشارہ ہے اسی طرح "یبیـــض" بھی تیاری کی طرف اشارہ ہے "یطیب" کا مطلب بھی یہی ہے "العاھة" آفت اور تباہی کو کہتے ہیں "المبتاع" مشتری کو کہتے ہیں۔

۳۸۷۱۔حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا تَبْتَاعُوا الثِّمَارَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "پھلوں کو مت فروخت کرو۔ یہاں تک کہ ان کی صلاح (پکنے کے آثار) ظاہر ہو جائیں"۔

باب تحریم بیع الرطب بالتمر الا فی العرایا

عرایا کے علاوہ تر کھجور کو خشک کھجور کے بدلے بیچنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھبیس احادیث کی ڈھیر لگادی ہے

۳۸۷۲۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَاللَّفْظُ لَهُمَا، قَالَا:حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے پھل کی صلاح ظاہر ہونے سے قبل اس کے بیچنے سے۔ اور اس بات سے کہ تر کھجور کو خشک کھجور کے عوض فروخت کیا جائے۔

تشریح:

"بیع الثمر بالتمر" ثمر سے تر کھجور مراد ہیں اور تمر سے خشک کھجور مراد ہیں گویا یہ بیع الرطب بالتمر کی ممانعت ہے یعنی درختوں پر لگی ہوئی تر کھجور زمین پر پڑی ہوئی خشک کھجور کے بدلے میں بیچنا منع ہے کیونکہ درخت پر لگی ہوئی کھجور میں جہالت ہے لہذا یہ مزابنہ کی طرح ہے جو سود ہے اسی سے عرایا کا استثناء کیا گیا ہے جو اس باب کا بنیادی مسئلہ ہے اور عنوان کا مطلب یہی ہے کہ عرایا کی اجازت ہے۔

عرایا اور عریہ کی تعریف اور حکم

۳۸۷۳۔قَالَ ابْنُ عُمَرَ:وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا، زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِي رِوَايَتِهِ:أَنْ تُبَاعَ۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم سے زید بن ثابتؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرایا میں اس کی اجازت دی ہے اور ابن نمیر کی روایت میں یہ اضافہ موجود ہے کہ عرایا کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

تشریح:

''رخص فی بیع العرایا'' یعنی درختوں پر تر کھجور کو خشک کھجور کے بدلے میں فروخت کرنا منع کیا گیا ہے لیکن عرایا میں اس طرح بیع کی اجازت دی گئی ہے۔ اس پر تمام فقہاء کا اختلاف ہے کہ عرایا جائز ہے البتہ عرایا کی توضیح وتشریح اور اس کی تفسیر وتصویر میں فقہاء کا اختلاف ہوا ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک عرایا کی تفسیر

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اصل میں عریہ ان محتاج لوگوں کے لئے تھا جن کے پاس نہ کوئی باغ ہوتا تھا نہ کوئی پیسہ ہوتا تھا ہاں ان کے پاس خشک کھجوریں ہوتی تھیں جب کھجوروں کا موسم آتا تھا تو ان کو رطب کھانے کا شوق ہوتا تھا خریدنے کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ خشک کھجوروں کے بدلے ہمیں رطب مل جائے حضور اکرم ﷺ نے اجازت فرمادی اور یہ شرط لگادی کہ خشک کھجوروں کا وزن معلوم ہو کیل معلوم ہو اور یہ معاملہ پانچ وسق میں ہو چونکہ یہ ضرورت کے تحت اجازت تھی لہٰذا ضرورت کے پیش نظر اس کو بیع مزابنہ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ورنہ حقیقت میں یہ مزابنہ ہی ہے گویا مزابنہ دو قسم پر ہے ایک مزابنہ ناجائز ہے دوسرا مزابنہ جائز ہے جس کا نام عریہ ہے۔

امام مالک کے نزدیک عرایا کی تفسیر

امام مالکؒ سے عریہ کی دو تفسیریں منقول ہیں پہلی تفسیر وتصویر یہ ہے کہ عریہ کی صورت اس طرح ہوتی تھی کہ مثلاً ایک شخص کا بڑا باغ ہوتا تھا اس بڑے باغ میں کسی دوسرے شخص کے بطور ملکیت کھجور کے چند درخت ہوتے تھے عرب کا دستور تھا کہ پھل اتارنے کے موسم میں وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اپنے باغوں میں آکر خیمے لگا کر رہتے تھے اب یہ مشکل پیش آتی تھی کہ باغ میں وہ شخص بھی آیا جایا کرتا تھا جن کے چند درخت مملوک ہوتے تھے اس سے بڑے باغ والے کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے وہ اس شخص کو خشک کھجور دے کر ان سے ان کے درخت خرید لیتا تھا چونکہ یہ خالص مجبوری تھی اس لئے حضور اکرم ﷺ نے اس کی اجازت دیدی گویا یہ مزابنہ ہی کی ایک صورت ہے لیکن مجبوری کے پیش نظر اس کو مزابنہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔

امام مالک سے عریہ کی دوسری تفسیر جو احناف نے لی ہے

امام مالکؒ نے عریہ کی دوسری تفسیر اس طرح بیان فرمائی ہے کہ اس وقت مثلاً باغ کا مالک اپنے باغ میں سے کسی شخص کو بطور ہبہ وعطیہ چند

کھجور دیا کرتا تھا پھر موہوب لہ شخص کے آنے جانے سے صاحب باغ کو تکلیف ہوتی تھی اس وجہ سے صاحب باغ اپنے گھر سے اس کو خشک کھجور دیکر اس کو فارغ کرتا تھا اس مجبوری کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے مزابنہ کی اس صورت کی اجازت فرمائی تھی ائمہ احناف نے عریہ کی یہی تفسیر اپنائی ہے لیکن مالکیہ اور احناف کی تنقیح اور تخریج میں تھوڑا سا فرق ہے وہ یہ کہ مالکیہ اس کو بیع جدید کہتے ہیں اور اس کو بالکل مزابنہ قرار دیتے ہیں مگر ضرورت کی وجہ سے اس کو مزابنہ سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔

لیکن ائمہ احناف اس صورت کو ہبہ وعطیہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں ایک ہبہ کا دوسرے ہبہ کے ساتھ تبادلہ ہو گیا ہے تو یہ استرداد الھبة بالھبة ہے یہ اگر چہ بیع کی صورت ہے مگر حقیقت میں عطیہ ہے یہاں مزابنہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور حدیث میں مزابنہ سے عرایا کا استثناء منقطع ہے اور مستثنیٰ منقطع مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوتا لہذا عرایا مزابنہ میں بالکل داخل نہیں ہے کیونکہ مزابنہ کی ممانعت بہت ساری احادیث میں آئی ہے امام شافعیؒ کی تفسیر کے مطابق عریہ کا مزابنہ میں داخل ہونے کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے اور مزابنہ ربوا ہے تو جس طرح ربوٰ حرام ہے اس کا شبہ بھی ناجائز اور حرام ہے لہذا وہ تفسیر اچھی نہیں ہے صاحب قاموس متشدد شافعی ہے انہوں نے عریہ کی تعریف عطیہ سے کی ہے کہ عریہ عطیہ ہے علامہ ابن منظور نے لسان العرب میں لکھا ہے۔

أَعْرَاهُ النَّخْلَةَ وَهَبَ لَهُ ثَمَرَةَ عَامِهَا؛

یعنی سال بھر کے لئے پھل عطیہ کرنے کا نام عریہ ہے۔

ایک شاعر عرایا کے بارے میں کہتا ہے؛

لیست بسنها و لا رجبية ولكن عرايا في السنين الجوائح

سنھا اس درخت کو کہتے ہیں جو ایک سال پھل دے دوسرے سال نہ دے اور رجبیہ اس درخت کو کہتے ہیں جس کے خوشوں کے ارد گرد سخت کانٹے جمع کر دیئے گئے ہوں تاکہ کوئی چور اسے کاٹ نہ سکے۔ جوائح جائحہ کی جمع ہے آسمانی آفت اور قحط کو کہتے ہیں یعنی ممدوح کے عطا کردہ درخت نہ غیر پھلدار ہیں اور نہ کانٹے دار ہیں بلکہ قحط کے سالوں میں خالص عطیہ ہے۔ امام لغت ابوعبیدؒ فرماتے ہیں العرية العطية امام لغت ازھر بھی اسی طرح تفسیر فرماتے ہیں ابن سیدہ نے بھی عریہ کو عطیہ کہا ہے اور جوہری بھی عریہ کو عطیہ کہتے ہیں۔ صحاح میں بھی اسی طرح قول منقول ہے امام طحاوی نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں واضح طور پر عریہ کی تصویر عطیہ کی ہے فرماتے ہیں "رخص في العرايا في النخلة والنخلتين توهبان للرجل يبيعها بخرصها تمرا "۔

احناف نے امام مالک کی اس تفسیر کو اس لئے لیا ہے کہ امام مالک اہل مدینہ کی لغت کو سب سے بہتر جانتے تھے اور اہل مدینہ میں عریہ کی یہی تفسیر شائع تھی لہذا اس کا لینا سب سے بہتر ہے۔

اعتراض

یہاں یہ سوال کیا گیا ہے کہ احناف کی تفسیر کے مطابق ہبہ سے رجوع کرنا لازم آتا ہے کہ باغ کے مالک نے پہلے درخت ہبہ کردیئے پھر رجوع کر کے خشک کھجور دیدیا یہ کیسے جائز ہوا؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پہلے والے ہبہ سے رجوع نہیں کیا گیا بلکہ اس کو نسخ کر دیا گیا ہے کیونکہ اب تک اس کا قبضہ نہیں ہوا تھا تو یہ استرداد الھبۃ بالھبۃ ہے ایک عطیہ کے بدلے دوسرا عطیہ دیا اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس حدیث کے بعد والی حدیث میں پانچ وسق سے کم میں عریہ کا حکم دیا گیا ہے چونکہ عریہ احتیاج اور ضرورت کے پیش نظر جائز قرار پایا ہے اور ضرورت اسی مقدار میں پوری ہوتی تھی اس لئے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع میں انگریزی سیر کے حساب سے ساڑھے تین سیر غلہ آتا ہے اور پانچ وسق میں چھبیس من غلہ آتا ہے۔

٣٨٧٤۔وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ، قَالَا:أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ،عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ:وَحَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ سَوَاءً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھلوں کو ان کی صلاح ظاہر ہونے سے قبل مت خریدا کرو اور درخت پر لگی کھجور کو اتری ہوئی کھجور کے عوض مت خریدا کرو۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی حدیث مروی ہے۔

٣٨٧٥۔وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ:أَنْ يُبَاعَ ثَمَرُ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ، وَالْمُحَاقَلَةُ:أَنْ يُبَاعَ الزَّرْعُ بِالْقَمْحِ، وَاسْتِكْرَاءُ الْأَرْضِ بِالْقَمْحِ قَالَ:وَأَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ:لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ وَقَالَ سَالِمٌ:أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّهُ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ، أَوْ بِالتَّمْرِ، وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي غَيْرِ ذَلِكَ.

حضرت سعید بن المسیب (مرسلا) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے مزابنہ اور محاقلہ سے۔ مزابنہ یہ ہے کہ کھجور کے درخت پر موجود پھل کو کٹے ہوئے پھل کے عوض فروخت کیا جائے اور محاقلہ یہ ہے کہ بالیوں میں لگا ہوا گیہوں کٹے ہوئے گیہوں کے عوض فروخت کیا جائے اور آپ ﷺ نے منع فرمایا اس بات سے کہ زمین کو گیہوں کے عوض کرایہ پر دیا جائے۔ اور حضرت سعیدؒ نے فرمایا کہ مجھے سالم بن عبداللہؓ نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: پھلوں کو ان کی صلاح ظاہر ہونے سے قبل مت خریدو، نہ ہی کھجور کے عوض درخت پر موجود کھجور کو خریدو۔ اور حضرت سالمؒ نے فرمایا کہ مجھے عبداللہؓ نے زید بن ثابت کے حوالہ سے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عریہ کی بیع میں اس کی اجازت دی ہے کہ تر کھجور کو خشک کے عوض فروخت کیا جائے، لیکن عریہ کی علاوہ میں اس کی اجازت نہیں دی۔

تشریح:

''نهى عن بيع المزابنة'' المزابنہ یہ لفظ زبن سے ہے دفع کے معنی میں ہے کیونکہ اس عقد میں جس شخص نے دھوکہ کھایا وہ مطلع ہونے کے بعد عقد کو دفع اور فسخ کرنا چاہتا ہے اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ درخت پر لگے ہوئے تازہ میوہ کو خواہ وہ عام پھل ہوں یا خاص کھجور ہوں اسی جنس کے رکھے ہوئے خشک میوہ کے عوض بیچنے کا نام مزابنہ ہے اس سے ذرا مختصر تعریف اس طرح ہے درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کو اسی جنس کے اترے ہوئے پھلوں کے بدلہ میں بیچنے کا نام مزابنہ ہے۔

بہرحال درختوں پر لگا ہوا پھل ہو یا کھیت ہو یا اسی قسم کی دیگر اشیاء ہوں سب پر مزابنہ صادق آتا ہے کبھی مزابنہ کا اطلاق محاقلہ پر بھی ہوتا ہے۔ مزابنہ کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں درختوں پر لگا ہوا پھل معلوم نہیں ہے اس میں جہالت ہے صرف اندازہ سے دیا جا رہا ہے اور ہر وہ بیع جس میں مبیعہ یا ثمن مجہول ہو وہ مفضی الی النزاع ہوتی ہے اور مفضی الی النزاع بیع جائز نہیں ہے لہذا مزابنہ جائز نہیں محاقلہ کی ممانعت کی وجہ بھی یہی ہے مزابنہ اور محاقلہ کی تعریف خود حدیث میں مذکور ہے لہذا اسی کو دیکھنا چاہئے۔

''والمحاقلة'' باب مفاعلہ سے ہے حقل زرخیز زمین کو بھی کہتے ہیں اور حقل مزارعت اور کاشت کاری کو بھی کہتے ہیں یہاں کھیتی باڑی معاملہ۔ ہے اس کی اصطلاحی تعریف اس طرح ہے کھڑی ہوئی کھیتی کو اسی جنس کے نکلے ہوئے غلہ کے بدلہ میں بیچنے کا نام محاقلہ چنانچہ احتمال سود، امکان نزاع اور جہالت مبیع کی وجہ سے یہ بیع ناجائز ہے۔

''واستكراء الارض'' زمین کو کرایہ پر دینے کو استکراء الارض کہتے ہیں یہاں زمین سے برآمد شدہ غیر معین گندم کے بدلے میں زمین کو مزارعت پر دینے کے لئے یہ لفظ بولا گیا ہے باب مزارعت میں تفصیل آ رہی ہے۔ یہاں محاقلہ کی دو تفسیریں مذکور ہیں، پہلی تفسیر یہ ہے کہ کھڑی فصل کو تیار شدہ گندم کے بدلے میں فروخت کیا جائے، دوسری تفسیر واستكراء الارض بالقمح ہے یعنی زمین سے حاصل شدہ

گندم کی تہائی یا ربع پر زمین کو دینا یہ ممنوع مزارعت کی ایک صورت ہے۔

۳۸۷۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَبِيعَهَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب عریہ کو اجازت دی کہ وہ کھجور کے عوض اندازہ (خرص) کر کے فروخت کر دے۔

۳۸۷۷۔وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يُحَدِّثُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، حَدَّثَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَأْخُذُهَا أَهْلُ الْبَيْتِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا، يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا،

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ میں رخصت دی اس بات کی کہ ایک گھر کے لوگ اندازہ کر کے کھجور اور اس کے عوض کھانے کے لئے رطب (تر کھجور) لے لیں۔

۳۸۷۸۔وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ:سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ،

ان اسناد کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ہی منقول ہے۔

۳۸۷۹۔وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَالْعَرِيَّةُ:النَّخْلَةُ تُجْعَلُ لِلْقَوْمِ فَيَبِيعُونَهَا بِخَرْصِهَا تَمْرًا۔

حضرت یحیٰ بن سعید سے اس سند سے یہی حدیث منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں انہوں نے فرمایا کہ: عریہ یہ ہے کہ کھجور کا ایک درخت کسی کو دیا جائے پھر وہ اندازہ کر کے اس کے پھلوں کو خشک کھجور کے عوض فروخت کر ڈالے۔

تشریح:

”تجعل للقوم “یعنی عریہ کھجور کے ان درختوں کا نام ہے جو کوئی شخص کسی قوم کے لئے دیتا تھا وہ لوگ پھر اس کو فروخت کیا کرتے تھے یہ لفظ بالکل واضح ہے کہ عریہ عطیہ ہے طحاوی میں ایک روایت ہے”تو هبان للرجل “یہ تو ہبہ کرنے میں نص ہے اور صراحت ہے ساتھ والی روایت میں۔ یحیٰ نے عریہ کی جو تشریح کی ہے وہ شوافع کی تشریح ہے۔

۳۸۸۰۔وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ

بِخَرْصِهَا تَمْرًا، قَالَ يَحْيَى: الْعَرِيَّةُ: أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ ثَمَرَ النَّخَلَاتِ لِطَعَامِ أَهْلِهِ رُطَبًا بِخَرْصِهَا تَمْرًا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کی بیع رخصت دی اندازہ کر کے کھجور کا۔

حضرت یحیی کہتے ہیں کہ: عریہ یہ ہے کہ آدمی کھجور کے درختوں پر لگے ہوئے پھل کو خرید لے تاکہ اپنے گھر والوں کو رطب (تر کھجور) کھلائے، خشک کھجور کے عوض اندازہ کر کے۔

۳۸۸۱۔وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا میں اجازت عطا فرمائی اس بات کی کہ اندازہ سے ناپ تول کر کے پھل کو خریدا جائے۔

۳۸۸۲۔وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَقَالَ: أَنْ تُؤْخَذَ بِخَرْصِهَا۔

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث مروی ہے اور فرمایا: اس کے اندازے کے ساتھ لیا جائے۔

۳۸۸۳۔وحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا۔

حضرت نافع رحمہ اللہ سے اسی سند کے ساتھ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ کر کے خریدنے کی اجازت دی عرایا میں۔

۳۸۸٤۔وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ دَارِهِمْ مِنْهُمْ سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَقَالَ: ذَلِكَ الرِّبَا تِلْكَ الْمُزَابَنَةُ، إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ، النَّخْلَةِ وَالنَّخْلَتَيْنِ يَأْخُذُهَا أَهْلُ الْبَيْتِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا۔

حضرت بشیر بن یسار رحمہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ایسے صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو ان کے گھر میں رہتے تھے، ان میں سے ایک سہل بن ابی حثمہ ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کھجور کو کھجور کے عوض

فروخت کرنے سے (یعنی درخت پر لگی کھجور کو کٹی کھجور کے عوض) اور فرمایا کہ یہ ربوا (سود) ہے۔ اور یہی مزابنہ ہے۔
مگر یہ کہ آپ ﷺ نے عریہ کی بیع میں اس معاملہ کی اجازت دی کہ ایک یا دو کھجور کے درخت کے پھلوں کو کوئی شخص اپنے گھر والوں کے لئے کٹی ہوئی کھجور کے عوض اندازہ سے لے لے تاکہ وہ تر کھجور کھائیں۔

۳۸۸۵۔ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُمْ قَالُوا: رَخَّصَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا،

رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ انہوں (صحابہؓ) نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے عریہ کی بیع میں اندازہ کر کے کھجور دینے کی اجازت عطا فرمائی۔

۳۸۸۶۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا، عَنِ الثَّقَفِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ دَارِهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى، فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى، غَيْرَ أَنَّ إِسْحَاقَ، وَابْنَ الْمُثَنَّى جَعَلَا مَكَانَ الرِّبَا الزَّبْنَ، وقَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ: الرِّبَا،

رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا: بقیہ روایت سابقہ حدیث کے مثل بیان فرمائی البتہ اسحاق اور ابن مثنی نے ربا کی جگہ زبن کا لفظ بولا اور ابن عمر نے ربا کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۳۸۸۷۔ وحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت سہل بن ابی حثمہؓ نے نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیثوں کی مثل روایت بیان کی ہے۔

۳۸۸۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ، مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ، أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ، وَسَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ، حَدَّثَاهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، إِلَّا أَصْحَابَ الْعَرَايَا، فَإِنَّهُ قَدْ أَذِنَ لَهُمْ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور سہل بن ابی حثمہؓ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے کہ (درخت پر لگی ہوئی کھجور کو کٹی ہوئی خشک کھجور کے عوض بیچی جائے)۔ الا یہ کہ عرایا والے ہوں کہ انہیں اس کی اجازت دی گئی ہے۔

۳۸۸۹۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَاللَّفْظُ لَهُ، قَالَ: قُلْتُ لِمَالِكٍ: حَدَّثَكَ دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ فِي خَمْسَةٍ، يَشُكُّ دَاوُدُ، قَالَ: خَمْسَةٌ أَوْ دُونَ خَمْسَةٍ، قَالَ: نَعَمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع العرایا میں اندازہ سے پانچ وسق سے کم میں مزابنہ کی اجازت دی ہے یا پانچ وسق میں اجازت دی ہے۔(یہ شک رِاوی داؤد بن الحصین کا ہے)

۳۸۹۰۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ: بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔اور مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لگی کھجور کو کٹی ہوئی کھجور کے عوض اندازہ کر کے بیچا جائے اور درخت پر لگے ہوئے انگور کو خشک انگور (کشمش) کے عوض کر کے بیچا جائے۔

۳۸۹۱۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، بَيْعِ ثَمَرِ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعِ الْعِنَبِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا، وَبَيْعِ الزَّرْعِ بِالْحِنْطَةِ كَيْلًا،

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے مزابنہ سے، اور مزابنہ یہ ہے کہ درخت کی کھجور کو کٹی ہوئی کھجور کے عوض اندازہ سے بیچا جائے۔اور تر انگور کو خشک انگور کے عوض اندازہ سے فروخت کیا جائے اور کھیت میں لگے گیہوں کی (جو بالی میں ہوتا ہے) صاف اور نکلے ہوئے گیہوں کے عوض پیمانہ کر کے فروخت کیا جائے۔

۳۸۹۲۔وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

اس اسناد کے ساتھ بھی سابقہ روایت ہی کی مثل منقول ہے۔

۳۸۹۳۔حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ: بَيْعُ ثَمَرِ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْعِنَبِ كَيْلًا، وَعَنْ كُلِّ ثَمَرٍ بِخَرْصِهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔آگے سابقہ حدیث کے مانند بیان

کیا اور فرمایا کہ ہر پھل کو اسی طریقہ سے اسی کی جنس کے پھل کے ساتھ اندازہ سے بیچنا مزابنہ کہلاتا ہے۔

۳۸۹۴۔حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا:حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ أَنْ يُبَاعَ مَا فِي رُءُوسِ النَّخْلِ بِتَمْرٍ بِكَيْلٍ مُسَمًّى، إِنْ زَادَ فَلِي، وَإِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ کٹی ہوئی کھجور کو درخت پر لگی ہوئی کھجور کے عوض متعین کیلی سے بیچا جائے (مثلاً چار وسق یا پانچ صاع وغیرہ) اور یوں کہہ دیا جائے کہ زیادہ نکلے تو میرا اور کم نکلے تو نقصان میرا ہی ہوگا۔

تشریح:

"ان زاد فلی" یہ مقولہ بائع کا ہے تو مطلب یہ ہے کہ بائع کہتا ہے کہ اگر درخت پر لگی کھجور زمین پر پڑی کھجور سے زیادہ نکلی تو وہ زیادہ میرا حق ہوگا اور اگر درخت کی کھجور زمین پر پڑی کھجور سے کم پڑ گئیں تو اس کا حصہ پورا پورا کرنا میرے ذمہ ہوگا یہ جوا بازی اور قمار کی صورت ہے جو ناجائز ہے اور مزابنہ میں حرمت کی وجہ یہی غلط شرط اور پھر جہالت ہے۔

۳۸۹۵۔وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا:حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔

۳۸۹۶۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ:نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ، أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَتْ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا، وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَبِيبٍ كَيْلًا، وَإِنْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ، نَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ، وَفِي رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ: أَوْ كَانَ زَرْعًا،

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا یعنی یہ کہ کوئی شخص اپنے باغ کے پھل کو اگر کھجور ہو اور درخت پر لگی ہو کٹی ہوئی کھجور کے عوض اندازہ سے وزن کر کے۔ اور اگر انگور کی بیل کی بیل پر انگور ہو تو اسے خشک انگور کے عوض اندازہ سے وزن کر کے اور اگر کھیت میں لگا ہوا گندم ہو تو اسے کٹے ہوئے گندم (اناج) کے عوض بیچے۔ آپ ﷺ نے ان سب سے منع فرمایا ہے اور قتیبہ کی روایت میں او کان زرعا کے الفاظ ہیں۔

۳۸۹۷۔وحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، ح وحَدَّثَنِي ابْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنِي الضَّحَّاكُ، ح وحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ

عُقْبَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ، بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ

اس اسناد کیساتھ بھی سابقہ روایتوں (کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا) ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا عَلَيْهَا ثَمَرٌ

جس نے کھجور کے درخت کو بیچا جبکہ اس پر پھل لگا ہو

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۳۸۹۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ، فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص پیوندکاری کیا ہوا کھجور کا درخت فروخت کرے تو اس کا پھل بائع کے لئے ہی ہوگا الا یہ کہ خریدار اس کی شرط لگادے (بیع کے وقت کہ پھل میں لوں گا)۔

تشریح:

"قَدْ أُبِّرَتْ" تابیر باب تفعیل سے مستعمل ہے اور مجرد میں نصر ینصر سے بھی آتا ہے اصلاح اور پیوندکاری کے معنی میں ہے عرب لوگوں کی عادت تھی کہ کھجور کے باغ میں نر درخت کے پھول کو مادی درخت کے پھولوں اور کلیوں میں پیوند لگا کر جوڑتے تھے جس سے فصل زیادہ آتی تھی کھجور میں انسانوں کی طرح نر اور مادہ کے درخت ہوتے ہیں اگر پورے باغ میں نر کھجور کا ایک درخت بھی نہ ہو تو باغ کی فصل خراب ہوجاتی ہے۔ اب مسئلہ یہ آتا ہے کہ اگر کسی نے درختوں میں پیوندکاری کی اور تابیر کے بعد یا پہلے درخت کو فروخت کیا تو ان درختوں پر آنے والا پھل باغ کے مالک بائع کا ہوگا یا خریدنے والے مشتری کا ہوگا اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور کے نزدیک اگر نخل مؤبر کو فروخت کیا تو درخت پر موجود ثمر بائع کا حق ہے ہاں اگر مشتری شرط لگائے کہ درخت کے ساتھ پھل بھی میرا ہوگا تو وہ اس کا ہوگا اور اگر باغ کے مالک نے نخل غیر مؤبر کو فروخت کیا اور پھل لگا ہوا ہے تو یہ پھل مشتری کا حق ہے ہاں اگر بائع نے شرط لگائی کہ پھل میرا ہوگا تو وہ اس کا ہوگا، یاد رہے جس پھل میں اختلاف ہے یہ وہی پھل ہے جو درختوں پر بیع کے وقت موجود ہے، جمہور کے نزدیک اگر یہ موجود پھل تابیر کے نتیجہ میں آیا ہے تو یہ بائع کا ہے اور اگر تابیر کے بغیر آیا ہے تو یہ مشتری کا ہے ہاں اگر مشتری شرط لگائے وہ الگ بات ہے۔ احناف اس میں فرق نہیں کرتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ تابیر ہو یا نہ ہو موجودہ پھل بائع کا حق ہے ہاں اگر مشتری شرط لگائے تو وہ الگ بات ہے۔ اس باب کی ساری احادیث میں جو "المبتاع" کا لفظ آیا ہے اس سے مشتری مراد ہے۔

دلائل

جمہور زیر بحث حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور استدلال مفہوم مخالف کے طور پر ہے کہ اگر تابیر شدہ نخل ہے تو پھل بائع کا ہے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر تابیر شدہ نخل نہیں ہے تو پھل بائع کا نہیں بلکہ مشتری کا ہے۔

ائمہ احناف نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے جو مؤطا امام محمد میں مذکور ہے الفاظ یہ ہیں "عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اشتری ارضاً فیھا نخل فالثمر للبائع الا ان یشترط المبتاع" اس حدیث میں تابیر کی کوئی قید نہیں ہے۔ نیز احناف نے اس باب کی احادیث سے بھی استدلال کیا ہے اگرچہ اس میں تابیر کا ذکر ہے۔

جواب

ہم نے بارہا کہا ہے کہ ہمارے ہاں مفہوم مخالف حجت نہیں ہے تو اس سے استدلال معتبر نہیں ہے۔ نیز درختوں پر جو پھل لگا ہے اس میں اتصال قرار نہیں ہے بلکہ یہ اتصال انفصال اور قطع کے لئے ہے لہٰذا مشتری کے شرط لگانے کے بغیر یہ بائع کا حق ہے۔

۳۸۹۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا نَخْلٍ اشْتُرِيَ أُصُولُهَا وَقَدْ أُبِّرَتْ، فَإِنَّ ثَمَرَهَا لِلَّذِي أَبَّرَهَا، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الَّذِي اشْتَرَاهَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس تابیر شدہ کھجور کے درخت کی جڑیں کوئی خرید لے تو اس کی کھجوریں اسی کی ہوں گی جس نے اسے تابیر کیا ہے، سوائے اس کے کہ خریداری کی یہ شرط لگادے کہ کھجور میری ہوگی)۔

۳۹۰۰۔ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: أَيُّمَا امْرِئٍ أَبَّرَ نَخْلًا، ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا، فَلِلَّذِي أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بھی کھجور کے درخت کی تابیر (پیوند کاری) کرے پھر اس کی جڑوں کو (مراد درخت ہے) فروخت کردے تو کھجور تابیر کرنے والے (بائع) کی ہوگی سوائے اس کے کہ خریدار شرط لگادے"۔

۳۹۰۱۔وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا:حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۳۹۰۲۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، قَالَا:أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلَّذِي بَاعَهَا، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ،

اس سند سے بھی سابقہ حدیث اس اضافہ کے ساتھ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص کوئی غلام خرید ے تو اس غلام کا مال بائع کی ملک میں ہی رہے گا الا یہ کہ خریدار شرط لگا دے''۔

تشریح:

''فمالہ''یعنی کسی شخص نے اپنا غلام فروخت کر دیا تو اس غلام کے پاس جو زائد کپڑے چادر یا نقد روپیہ ہے وہ اس کے مالک بائع کا ہے اس حدیث میں یہ مسئلہ تأبیر نخل کے مسئلے کے پیش نظر ذکر کیا گیا ہے جس طرح تابیر کا مسئلہ ہے اسی طرح غلام کا مسئلہ ہے۔

سوال: یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں غلام کے لئے مال ثابت کیا گیا ہے حالانکہ غلام کسی مال کا مالک نہیں ہوتا ہے۔

جواب: یہاں''فمالہ ''کا لفظ اور دوسری ایک حدیث میں و لہ مال کا لفظ بطور مجاز ہے اس سے ظاہری قبضہ مراد ہے یہ نسبت ملکیت کے لئے نہیں ہے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ اس عبد سے عبد ماذون فی التجارۃ مراد لیا جاسکتا ہے اور وہ مال کا مالک ہو جاتا ہے بہر حال غلام کے پاس جو کپڑے بوٹ چادر وغیرہ ہیں یہ بوقت فروخت اس کے بائع مالک کے ہیں ہاں اگر''المبتاع''یعنی مشتری سودا میں یہ شرط لگائے کہ غلام کے ساتھ یہ اضافی سامان بھی میرا ہوگا تو پھر اس کو ملے گا۔

۳۹۰۳۔وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ يَحْيَى:أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرَانِ:حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ،

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جس نے تأبیر شدہ درخت خریدا تو اس درخت کا پھل بھی اسی شخص (بائع) کا ہے جس نے تأبیر کی) منقول ہے۔

۳۹۰۴۔وحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي سَالِمُ

بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ أَبَاهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح (سابقہ حدیث کی طرح) سنا ہے۔

باب النهي عن المحاقلة والمزابنة وعن المخابرة

محاقلہ، مزابنہ اور مزارعت سے ممانعت کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۳۹۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالُوا جَمِيعًا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا يُبَاعُ إِلَّا بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ، إِلَّا الْعَرَايَا،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے محاقلہ سے مزابنہ سے، مخابرہ سے اور پھل کی صلاح ظاہر ہونے سے قبل بیع سے اور اس بات سے منع فرمایا کہ پھلوں کو سوائے دینار اور درہم کے کسی پھل ہی کے عوض نہ فروخت کیا جائے، سوائے عرایا کے۔

تشریح:

''عن المحاقلة'' یہ باب مفاعلہ سے ہے حقل سے بنا ہے حقل زرخیز زمین کو بھی کہتے ہیں اور مزارعت وکاشت کاری کو بھی کہتے ہیں، یہاں کھڑی فصل کے خوشوں میں معاملہ کرنا مراد ہے جس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کھڑی ہوئی کھیتی کو اسی کی جنس کے نکلے ہوئے غلہ کے بدلے میں بیچنے کا نام محاقلہ ہے۔

''والمزابنة'' یہ زبن سے دفع کے معنی میں ہے اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ درخت پر لگے ہوئے تازہ پھل کو اسی جنس کے رکھے ہوئے خشک پھل کے عوض بیچنے کا نام مزابنہ ہے مزابنہ اور محاقلہ ایک ہی چیز ہے فرق اتنا ہے کہ محاقلہ کھیتوں میں ہوتا ہے اور مزابنہ درختوں میں ہوتا ہے۔

''والمخابرة'' یہ لفظ خیبر سے بنا ہے خیبر جب مسلمانوں نے یہود سے فتح کرلیا تو آنحضرت نے یہود کو جلاوطن کرنا چاہا یہود نے درخواست کی کہ اب خیبر کی زمینیں مسلمانوں کی ہوگئیں لیکن ہم کو اس پر برقرار چھوڑا جائے ہم زمینوں کو آباد کریں گے آدھا غلہ ہمارا اور آدھا مسلمانوں کا ہوگا اس پر ان کو برقرار رکھا گیا اسی بٹائی کے معاملہ کو مخابرہ کہتے ہیں اور اسی کا نام مزارعت ہے اگلی حدیثوں میں محاقلہ

اور مزارعہ کی تعریفات آنے والی ہیں یہاں مزارعت کی چند صورتوں کا بیان اور فقہاء کا اختلاف بیان کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

مزارعت کا بیان

مزارعت پانچ اقسام پر ہے دوصورتوں کے جواز پر اتفاق ہے اور دوصورتوں کے عدم جواز پر اتفاق ہے اور ایک صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ اگر مزارعت کی اجرت نقد یعنی نقد روپے ہو تو یہ اتفاقاً جائز ہے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اگر اجرت معاوضہ میں طعام مضمون ہو یعنی گھر سے غلہ دینے کا وعدہ ہو تو یہ بھی اتفاقاً جائز ہے (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اگر ماخرج متعین کو اجرت مقرر کیا یعنی کھیت کی پیداوار میں سے مثلاً پانچ من معاوضہ میں مقرر کرلیا تو یہ اتفاقاً ناجائز ہے۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر معاوضہ میں مزارعت والی زمین کا متعین حصہ مقرر کرلیا تو یہ صورت بھی اتفاقاً ناجائز ہے۔

(۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ اگر اجرت ماخرج جزء مشاع ہے یعنی پیداوار کا تیسرا یا چوتھا حصہ مقرر کیا ہے تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے

مزارعت میں فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مزارعت کی یہ صورت بھی ناجائز ہے امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مزارعت کی یہ صورت جائز ہے۔

دلائل

جمہور نے ان تمام روایات سے استدلال کیا ہے جن میں مزارعت پر زمین دینے کی ممانعت وارد ہے خصوصاً حضرت رافع بن خدیج کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ جمہور مزارعت کو قفیز الطحان پر بھی قیاس کرتے ہیں وہ منع ہے تو مزارعت بھی منع ہے قفیز الطحان چکی میں غلہ کی پسائی پر اسی غلہ سے اجرت لینے کو کہتے ہیں۔

امام احمد اور صاحبین نے کتاب المساقات کی احادیث سے استدلال کیا ہے نیز وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے یہود خیبر کے ساتھ جو معاملہ کیا تھا وہ مزارعت کا معاملہ تھا یہی وجہ ہے کہ مزارعت کو مخابرہ بھی کہتے جس کا مادہ خیبر ہے ان حضرات نے حضرت طاؤس کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو مزارعت کے جواز پر قطعی دلیل ہے۔ یہ حضرات ابن عمرؓ کی آنے والی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ یہ حضرات مزارعت کے اس معاملہ کو مضاربت پر بھی قیاس کرتے ہیں کہ مضاربت میں بھی مال ایک آدمی کا ہوتا ہے اور محنت دوسرے آدمی کی ہوتی ہے شریعت نے اس کو لوگوں کی مجبوری کے پیش نظر جائز قرار دیا ہے لہذا مزارعت میں بھی لوگوں کی مجبوری کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، نیز امت نے سلفاً خلفاً مزارعت کے معاملہ کو قبول کیا ہے یہ بھی ایک قسم جواز کی دلیل ہے کیونکہ

"ماراٰہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن" بہر حال دلائل کے اعتبار سے اگر چہ جمہور مضبوط ہوں گے لیکن امت کی ضرورت کی وجہ سے فتویٰ صاحبین اور امام احمدؒ کے قول پر ہے اب جمہور کے دلائل کا جواب اور ان کو صحیح محمل پر حمل کرنا باقی ہے۔

جواب

جن روایات میں مخابرہ اور مزارعت کی ممانعت مذکور ہے اس ممانعت کا تعلق ان صورتوں کے ساتھ ہے جو صورتیں بالاتفاق ناجائز ہیں یعنی اوپر مذکور تیسری اور چوتھی صورت مراد ہے چنانچہ آنے والی روایات میں اس کا واضح فرق موجود ہے ویسے جمہور مساقات کے جواز کے قائل ہیں تو مزارعت بھی مساقات کی طرح ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں حضور اکرم ﷺ نے مزارعت کی ممانعت اس لئے فرمائی تھی کہ انصار مروت واخلاق کے تحت اپنی زمینیں مزارعت کے بجائے منحہ اور عطیہ کے طور پر مہاجرین کو دیدیں تا کہ مہاجرین انصار کے دہقان بن کر ان کے حوصلے پست نہ ہوں لہذا اس ممانعت کا تعلق حسن اخلاق سے ہے قانونی طور پر ممانعت نہیں ہے چنانچہ آنے والی روایات اس پر دلالت کرتی ہیں

٣٩٠٦۔ وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، وَأَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُمَا سَمِعَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس طریق کے ساتھ بھی یہی سابقہ حدیث منقول ہے۔

٣٩٠٧۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى تُطْعِمَ، وَلَا تُبَاعُ إِلَّا بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ، إِلَّا الْعَرَايَا قَالَ عَطَاءٌ: فَسَّرَ لَنَا جَابِرٌ، قَالَ: أَمَّا الْمُخَابَرَةُ: فَالْأَرْضُ الْبَيْضَاءُ، يَدْفَعُهَا الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فَيُنْفِقُ فِيهَا، ثُمَّ يَأْخُذُ مِنَ الثَّمَرِ، وَزَعَمَ أَنَّ الْمُزَابَنَةَ: بَيْعُ الرُّطَبِ فِي النَّخْلِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَالْمُحَاقَلَةُ فِي الزَّرْعِ عَلَى نَحْوِ ذَلِكَ، يَبِيعُ الزَّرْعَ الْقَائِمَ بِالْحَبِّ كَيْلًا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا: "مخابرہ سے، محاقلہ سے، مزابنہ سے اور کھجور کی بیع سے جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہوں، اور اس بات سے منع فرمایا کہ کھجور کو دینار اور درہم کے علاوہ کسی چیز کے عوض نہ فروخت کیا جائے سوائے عرایا کے" حضرت عطاء کہتے ہیں کہ جابرؓ نے ہم سے اس کی تفصیل اس طرح بیان کی فرمایا: مخابرہ یہ ہے کہ کوئی شخص خالی زمین کو کسی آدمی کو دے کہ وہ اس میں خرچ کرے، (بیج، پانی وغیرہ) پھر وہ (دینے والا) اس کی پیداوار میں سے کچھ (حصہ) وصول کرلے (بطور کرایہ)۔ اور انہوں نے بتلایا کہ

مزابنہ یہ ہے کہ درخت میں لگی ہوئی تر کھجور کو کٹی کہلاتی ہے یعنی کھیت میں کھڑی فصل میں لگے دانہ کو کٹے ہوئے (گندم) کے عوض فروخت کیا جائے اندازہ سے۔

محاقلہ مزابنہ مخابرہ کی تعریفات

۳۹۰۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ، كِلَاهُمَا عَنْ زَكَرِيَّا، قَالَ ابْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْمَكِّيُّ، وَهُوَ جَالِسٌ عِنْدَ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ، وَالْمُخَابَرَةِ، وَأَنْ تُشْتَرَى النَّخْلُ حَتَّى تُشْقِهَ، وَالْإِشْقَاهُ: أَنْ يَحْمَرَّ، أَوْ يَصْفَرَّ، أَوْ يُؤْكَلَ مِنْهُ شَيْءٌ، وَالْمُحَاقَلَةُ: أَنْ يُبَاعَ الْحَقْلُ بِكَيْلٍ مِنَ الطَّعَامِ مَعْلُومٍ، وَالْمُزَابَنَةُ: أَنْ يُبَاعَ النَّخْلُ بِأَوْسَاقٍ مِنَ التَّمْرِ، وَالْمُخَابَرَةُ: الثُّلُثُ وَالرُّبُعُ وَأَشْبَاهُ ذَلِكَ، قَالَ زَيْدٌ: قُلْتُ لِعَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ: أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَذْكُرُ هَذَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ مزابنہ اور مخابرہ سے منع فرمایا اور اس بات سے کہ کھجور کے درخت خریدے جائیں جب تک کہ ان کے پھل سرخ یا زرد نہ ہو جائیں یا اس کا کچھ پھل کھانے کے قابل ہو جائے۔ اور محاقلہ یہ ہے کہ کھیت کو گندم کے ایک معلوم حصہ کے عوض فروخت کیا جائے۔ اور مزابنہ یہ ہے کہ کھجور کے درختوں کو اس کی پیداوار (کھجور) کے بعض وسق (خاص پیمانہ) کے عوض فروخت کیا جائے۔ مخابرہ یہ ہے کہ زمین کو اس کے پیداوار کے ثلث (ایک تہائی ۱/۳) یا ربع وغیرہ (ایک چوتھائی ۱/۴) حصہ کے عوض بٹائی (کرایہ) پر دیا جائے۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ میں نے عطاءؒ بن ابی رباح سے پوچھا کہ کیا آپ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے ذکر کرتے سنا ہے؟ فرمایا کہ ہاں!

۳۹۰۹۔ وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُخَابَرَةِ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى تُشْقِحَ، قَالَ: قُلْتُ لِسَعِيدٍ: مَا تُشْقِحُ؟ قَالَ: تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ، وَيُؤْكَلُ مِنْهَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ، محاقلہ اور مخابرہ سے منع فرمایا اور پھلوں کی بیع سے منع فرمایا جب تک کہ وہ ''مشقوح'' نہ ہو جائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن میناء سے کہا کہ ''مشقوح'' ہونے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ: وہ سرخ یا زرد ہو جائیں اور ان میں سے بعض کو کھایا جا سکے (کھانے کے قابل

ہو جائیں)۔

۳۹۱۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ، وَاللَّفْظُ لِعُبَيْدِ اللهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ، وَالْمُعَاوَمَةِ، وَالْمُخَابَرَةِ قَالَ: أَحَدُهُمَا بَيْعُ السِّنِينَ هِيَ الْمُعَاوَمَةُ وَعَنِ الثُّنْيَا، وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ، معاومہ (تشریح گزر چکی) اور مخابرہ سے منع فرمایا ہے۔ اور بیع السنین (کئی سالوں کی بیع) ہی معاومہ کہلاتی ہے۔ اور بیع میں استثناء کرنے سے منع فرمایا (یعنی ایک مقدار مجہول کے استثناء کی شرط لگانے سے منع فرمایا) اور عرایا میں اس کی اجازت دی۔

تشریح:

"والمعاومة" محاقلہ، مزابنہ اور مخابرہ کے معنی اس سے پہلے بیان ہو چکے ہیں یہاں اس حدیث میں "معاومہ" کا لفظ آیا ہے یہ باب مفاعلہ سے ہے اس کے مادہ میں لفظ "عام" پڑا ہے جو سال کے معنی میں ہے جیسے مشاہرہ میں "شہر" کا لفظ پڑا ہے۔ علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ کھجور وغیرہ کے درختوں کے پھلوں کو دو سال یا تین سال یا اس سے زیادہ سالوں کے لئے فروخت کرنے کا نام معاومہ ہے یہ بیع ناجائز ہے اس لئے کہ مبیعہ کا وجود نہیں ہے اور معدوم کی بیع ناجائز ہے کیونکہ یہ مفضی الی النزاع ہے اسی کو بیع السنین کہتے ہیں جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ "الثنیا" استثناء کرنے کے معنی میں ہے مثلاً ایک شخص کسی چیز کو فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز تم پر فروخت کردی مگر ایک حصہ فروخت نہیں کیا ہیع میں اسی استثناء کو ثنیا کہا گیا ہے اس سے بیع میں جہالت آتی ہے جو مفضی الی النزاع ہے اس لئے ممنوع ہے ہاں اگر مبیع سے بائع کوئی متعین چیز کا استثناء کرے اور کہہ دے کہ اس چیز کو میں تجھ پر فروخت کرتا ہوں لیکن اس میں سے پانچ کلو فروخت نہیں کرتا تو یہ جائز ہے۔

۳۹۱۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَذْكُرُ بَيْعُ السِّنِينَ هِيَ الْمُعَاوَمَةُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح (سابقہ روایت کی طرح) فرمایا۔ لیکن اس روایت میں بیع معاومہ کی تعریف (کہ وہ کئی سالوں کی بیع ہے) ذکر نہیں ہے۔

باب کراء الارض

زمین کو کاشت کے لئے معاوضہ پر دینے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے تیس احادیث کو بیان کیا ہے

۳۹۱۲۔ وحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا رَبَاحُ بْنُ أَبِي مَعْرُوفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ، وَعَنْ بَيْعِهَا السِّنِينَ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيبَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے اور کئی برس کے لئے بیع کرنے سے منع فرمایا ہے اور (درخت پر لگے ہوئے) پھل کو پکنے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح:

''عن کراء الارض'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کاشت کرنے کے لئے کرایہ اور معاوضہ پر کسی کو دینے سے منع فرمایا ہے زمین کو کرایہ پر دینا یہ ہے کہ مالک اپنی زمین کو کسی شخص کو دیدے اور ان سے کہدے کہ تم اس میں کھیتی باڑی کرو اور اس سے حاصل شدہ غلہ کی ایک معلوم مقدار مجھے دیا کرو یہ ناجائز ہے اس کی تفصیل اس سے پہلے مزارعت کی اقسام میں گزر چکی ہے یہ درحقیقت مزارعت ہی ہے صرف الفاظ میں فرق ہے چنانچہ مزارعہ مخابرہ مساقات اور کراء الارض ایک ہی حقیقت کے لئے مختلف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں امام مسلم نے مزارعت کی احادیث کو انتہائی تفصیل سے ذکر کیا ہے ان میں سے بعض صورتیں ناجائز ہیں اور بعض جائز ہیں فقہاء کا اختلاف پہلے بیان کیا گیا ہے۔

''بیع بالسنین'' یہ اور المعاومہ ایک ہی چیز ہے کئی سالوں کے لئے زمین کو ٹھیکے پر دینا مراد ہے یہ بھی ناجائز ہے۔

''حتی یطیب'' یعنی پھل ظاہر ہو کر کھانے کے قابل ہو جائے تو اس کے بعد باغ کو فروخت کرنا جائز ہے۔

۳۹۱۳۔ وحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کراء الارض (زمین کو زراعت کے لئے کرایہ پر دینے) سے منع فرمایا ہے۔

۳۹۱۴۔ وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ لَقَبُهُ عَارِمٌ وَهُوَ أَبُو النُّعْمَانِ السَّدُوسِيُّ،

حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، فَإِنْ لَمْ يَزْرَعْهَا، فَلْيُزْرِعْهَا أَخَاهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کی کوئی (زرعی) زمین ہو تو اسے چاہئے کہ خود اس میں زراعت کرے، اور اگر خود زراعت نہ کرے تو اس کا (مسلمان) بھائی اس کی زمین میں زراعت کرے (بغیر معاوضہ کے)۔

۳۹۱۵۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا هِقْلٌ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ لِرِجَالٍ فُضُولُ أَرَضِينَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ كَانَتْ لَهُ فَضْلُ أَرْضٍ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک آدمی کی کچھ فاضل (زائد از ضرورت) زمینیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس زائد از ضرورت زمین ہو اسے چاہئے کہ یا تو خود اس میں زراعت کرے یا اسے اپنے مسلمان بھائی کو دیدے (کھیتی باڑی کے لئے) پھر اگر وہ نہ لے تو اپنی زمین اپنے ہی پاس رکھے''۔

تشریح:

''فضول ارضین'' ''فضول فاضل سے ہے زائد زمین مراد ہے ارضین جمع ہے اس کا مفرد ارض ہے زمین کو کہتے ہیں یعنی مدینہ منورہ میں انصار کے پاس زائد زمینیں تھیں انہوں نے چاہا کہ مہاجرین بٹائی پر ان زمینوں کو کاشت کریں آنحضرت نے اس کو پسند نہیں کیا اور حکم دیا کہ جس کے پاس زائد زمین ہے وہ یا تو اس کو خود کاشت کرے اور یا اپنے بھائی کو بطور عطیہ اور منحہ دیدے اگر مفت میں کاشت کے لئے نہیں دینا چاہتا ہے تو زمین کو اپنے پاس رکھے اور میرے صحابہ مہاجرین جو جند الاسلام ہیں اور جہاد کے لئے ہجرت کر کے آئے ہیں ان کو اپنا دہقان نہ بنائے اس باب کی تمام احادیث میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے اور ''فلیمنحها'' کا یہی مطلب ہے کہ بطور عطیہ چھوڑ دے یا خود کاشت کرے ابتدائے اسلام میں مزارعت کی ممانعت اسی حکمت کے تحت تھی بہر حال بعد میں تو آنحضرت نے انصار کو یہ حکم دیا کہ تم کاشت بھی کرو اور تیار غلہ لا کر مہاجرین کو دیا کرو سب نے اس پر عمل کیا اور ایثار و قربانی کا نمونہ قائم کیا فتح خیبر کے بعد آنحضرت نے خود یہود خیبر کے ساتھ مزارعت کا معاملہ کیا جو جائز ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

۳۹۱۶۔ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، أَخْبَرَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُؤْخَذَ لِلْأَرْضِ

أجرٌ، أَوْ حَظٌّ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس بات سے کہ (زرعی) زمین کا کرایہ وصول کیا جائے یا اس سے کوئی فائدہ حاصل کیا جائے۔

۳۹۱۷۔حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَزْرَعَهَا وَعَجَزَ عَنْهَا، فَلْيَمْنَحْهَا أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، وَلَا يُؤَاجِرْهَا إِيَّاهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس کی کوئی (زرعی) زمین ہو تو اس کو چاہئے کہ اس میں زراعت کرے اور اگر خود زراعت کی استطاعت نہیں رکھتا اور اس سے عاجز ہے تو اپنے مسلمان بھائی کو دیدے لیکن اس سے زمین کا کرایہ نہ وصول کرے''۔

۳۹۱۸۔وحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ:سَأَلَ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَطَاءً، فَقَالَ:أَحَدَّثَكَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ النَّبِيَّ قَالَ:مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيُزْرِعْهَا أَخَاهُ، وَلَا يُكْرِهَا، قَالَ:نَعَمْ

حضرت ہمام کہتے ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ نے عطا بن ابی رباح سے پوچھا کہ کیا آپ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کی کوئی (زرعی) زمین ہو تو اسے خود زراعت کرنا چاہیے یا یہ کہ اپنے (مسلمان) بھائی کو دیدے (زراعت کے لئے) لیکن اسے کرایہ پر نہ دے''۔فرمایا کہ ہاں!

۳۹۱۹۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُخَابَرَةِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے (مخابرہ کی تعریف گزر چکی ہے)

۳۹۲۰۔وحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، قَالَ:سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ:إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ أَرْضٍ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيُزْرِعْهَا أَخَاهُ، وَلَا تَبِيعُوهَا، فَقُلْتُ لِسَعِيدٍ:مَا قَوْلُهُ، وَلَا تَبِيعُوهَا يَعْنِي الْكِرَاءَ؟ قَالَ:نَعَمْ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے پاس کوئی فاضل (فالتو) زرعی زمین پڑی ہو تو یا تو خود زراعت کرے یا اپنے کسی مسلمان بھائی سے زراعت کروائے، لیکن اسے فروخت نہ کرو۔

سلیم (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن میناء سے پوچھا کہ بیچنے سے کیا مراد ہے؟ کیا کرایہ پر دینا؟ فرمایا کہ ہاں

۳۹۲۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا نُخَابِرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنُصِيبُ مِنَ الْقِصْرِيِّ وَمِنْ كَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ فَلْيُحْرِثْهَا أَخَاهُ، وَإِلَّا فَلْيَدَعْهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ عہد مبارک میں مخابرہ کیا کرتے تھے (زمین کو بٹائی پر دیا کرتے تھے) پھر پیداوار ہونے اور فصل کی کٹائی کے بعد زارع یعنی زراعت کرنے والے سے پیداوار میں سے) وہ اناج لے لیا کرتے تھے جو کوٹنے کے بعد خوشوں میں رہ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے (اس پر) فرمایا: ''جس کی کوئی زرعی زمین ہو اسے چاہئے کہ خود زراعت کرے یا اپنے (مسلمان) بھائی سے زراعت کروائے ورنہ ایسے ہی چھوڑ دے (کرایہ پر نہ چلائے)''۔

تشریح:

''فنصیب من القصری'' قاف پر زیر ہے صاد ساکن ہے راء پر کسرہ ہے اور ی پر شد ہے ''قبطی'' کے وزن پر ہے وھی طائفۃ قصیرۃ من الارض تکون اسمنھا ارضا واجودھا نبتا یعنی زمین کا وہ مختصر ٹکڑا جو سب سے زیادہ زرخیز ہوتا تھا زمین کا مالک اس کو روک لیتا تھا کہ اس خطہ کا غلہ میرا ہوگا باقی کاشت کار کا بٹائی پر ہوگا بسا اوقات اسی میں غلہ آتا تھا اور باقی زمین میں کاشت کار کی محنت ضائع ہو جاتی اور اس کو مزدوری میں کچھ نہ ملتا اس لئے نبی اکرم ﷺ نے اس کو منع کر دیا تا کہ دہقان کا نقصان نہ ہو اسی کو ساتھ والی حدیث میں ''ماذیانات'' سے یاد کیا گیا ہے وہ بھی زمین کی اطراف میں پانی کے نالوں کے پاس عمدہ جگہ ہوتی تھی۔ مزارعت کی ناجائز صورتوں میں یہی صورتیں ہیں مطلق مزارعت منع نہیں ہے قصری اس غلہ کو بھی کہتے ہیں جو روندنے کے بعد خوشوں میں رہ جاتا ہے مگر یہاں وہ مراد نہیں ہے۔

۳۹۲۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ ابْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ، حَدَّثَهُ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: كُنَّا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَأْخُذُ الْأَرْضَ بِالثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ بِالْمَاذِيَانَاتِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ فَقَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، فَإِنْ لَمْ يَزْرَعْهَا فَلْيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، فَإِنْ لَمْ يَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَلْيُمْسِكْهَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم زمین پانی کی نالیوں کے کناروں پر ہونے والی پیداوار کے ایک تہائی یا چوتھائی حصہ پر لیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس بارے

میں فرمایا: ''جس کی کوئی زمین ہو تو اسے چاہئے کہ خود زراعت کرے اور اگر خود نہیں کرتا تو اپنے مسلمان بھائی کو بغیر عوض کے دیدے (زراعت کے لئے) اور اگر بغیر عوض کے نہیں دیتا تو یونہی پاس رکھے (معاوضہ پر نہ چلائے)۔

۳۹۲۳۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَهَبْهَا، أَوْ لِيُعِرْهَا،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ: ''جس کی کوئی زمین ہو تو یا تو وہ ہبہ کردے کسی کو (زراعت کے لئے) یا عاریتاً (بغیر معاوضہ کے) دیدے (تا کہ دوسرا اس سے فائدہ اٹھالے اور زمین بے کار نہ پڑی رہے)۔

۳۹۲٤۔وحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوَّابِ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ فَلْيُزْرِعْهَا رَجُلًا۔

حضرت اعمش رحمہ اللہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ وہ شخص اس میں کھیتی کرے یا کسی اور شخص کو کاشت کرادے۔

۳۹۲۵۔وحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ بُكَيْرًا، حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ، حَدَّثَهُ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ، قَالَ بُكَيْرٌ: وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: كُنَّا نُكْرِي أَرْضَنَا، ثُمَّ تَرَكْنَا ذَلِكَ حِينَ سَمِعْنَا حَدِيثَ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر چلانے سے منع فرمایا ہے۔
حضرت بکیر کہتے ہیں کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ انہوں نے ابن عمر سے سنا فرماتے تھے کہ ہم اپنی زمین کو کرایہ پر چلاتے تھے۔ پھر جب ہم نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث سنی تو اس کو ترک کر دیا۔

۳۹۲٦۔وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْأَرْضِ الْبَيْضَاءِ سَنَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالی زمین کو دو یا تین برسوں کے لئے فروخت کرنے (پٹہ پر دینے) سے منع فرمایا ہے۔

۳۹۲۷۔وحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالُوا:

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيقٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ السِّنِينَ، وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ: عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ سِنِينَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع السنین (کئی سالوں کی بیع) سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کی چند سالوں کے لئے بیع سے منع فرمایا ہے۔

۳۹۲۸۔حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے پاس کوئی زمین ہو تو اسے خود زراعت کرنی چاہئے یا اپنے (مسلمان) بھائی کو بلاعوض دیدے (زراعت کے لئے) اور اگر وہ نہ لے تو پھر اپنے پاس روک رکھے

۳۹۲۹۔ وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ نُعَيْمٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَنْهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْحُقُولِ، فَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: الْمُزَابَنَةُ: الثَّمَرُ بِالتَّمْرِ، وَالْحُقُولُ: كِرَاءُ الْأَرْضِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ مزابنہ سے اور حقول سے منع فرماتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مزابنہ تو یہ ہے کہ کھجور کو کھجور کے عوض فروخت کیا جائے (یعنی کٹی ہوئی کو درخت پر لگی ہوئی کے عوض) اور حقول زمین کو کرایہ پر زراعت کے لئے دینا ہے۔

۳۹۳۰۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

۳۹۳۱۔وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ، مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ: اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ فِي رُءُوسِ النَّخْلِ، وَالْمُحَاقَلَةُ: كِرَاءُ الْأَرْضِ۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے بیع مزابنہ سے اور محاقلہ سے۔ بیع مزابنہ تو درخت پر لگی کھجور کو فروخت کرنا ہے۔ اور محاقلہ زمین کو کرایہ پر چلانا ہے۔

۳۹۳۲۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا، وَقَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: كُنَّا لَا نَرَى بِالْخِبْرِ بَأْسًا حَتَّى كَانَ عَامُ أَوَّلَ، فَزَعَمَ رَافِعٌ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُ،

حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا فرماتے تھے کہ ہم مخابرہ میں کوئی حرج نہیں سمجھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر کی حکومت کا پہلا سال ہوا تو رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا کہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

۳۹۳۳۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، وَزَادَ فِي حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ: فَتَرَكْنَاهُ مِنْ أَجْلِهِ۔

اس سند سے سابقہ حدیث (کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم بیع مخابرہ میں کوئی حرج نہیں سمجھا کرتے تھے یہاں تک کہ پہلا سال ہوا تو رافع بن خدیج نے دعویٰ کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے) منقول ہے لیکن حضرت ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ ہم نے اس وجہ سے زمین کو بٹائی پر دینا چھوڑ دیا۔

۳۹۳۴۔وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَقَدْ مَنَعَنَا رَافِعٌ نَفْعَ أَرْضِنَا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رافعؓ نے اپنی زمینوں کے نفع اٹھانے سے (کرایہ پر چلانے کی صورت میں) منع کیا ہے۔

۳۹۳۵۔وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي إِمَارَةِ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ، حَتَّى بَلَغَهُ فِي آخِرِ خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ، أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ، يُحَدِّثُ فِيهَا بِنَهْيٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ، وَأَنَا مَعَهُ، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَتَرَكَهَا ابْنُ عُمَرَ بَعْدُ، وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْهَا بَعْدُ قَالَ: زَعَمَ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا،

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ، نبی ﷺ اور حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت

میں اور معاویہؓ کے ابتدائی دور میں بھی اپنی زرعی زمینوں کو کرایہ پر چلایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اخیر زمانہ خلافت معاویہؓ میں انہیں یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اس بارے میں نبی ﷺ سے نہی کی احادیث روایت کرتے ہیں تو (ایک مرتبہ) ابن عمرؓ، رافعؓ کے پاس حاضر ہوئے میں بھی ان کے ہمراہ تھا، ابن عمرؓ نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ: "رسول اللہ ﷺ کراء الارض، زمین کو کرایہ پر چلانے سے منع فرماتے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد ابن عمرؓ نے اس معاملہ کو ترک کردیا۔ اور جب ان سے اس بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے کہ: "ابن خدیج کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

۳۹۳۶۔ وحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، وَزَادَ فِي حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ: فَتَرَكَهَا ابْنُ عُمَرَ بَعْدَ ذَلِكَ، فَكَانَ لَا يُكْرِيهَا۔

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ لیکن ابن علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا اور وہ زمین کرایہ پر نہ دیتے تھے۔

۳۹۳۷۔ وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ إِلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ حَتَّى أَتَاهُ بِالْبَلَاطِ، فَأَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ،

حضرت نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے ہمراہ رافع بن خدیج کے پاس گیا۔ یہاں تک کہ بلاط (مسجد نبوی ﷺ کے قرب میں ایک معروف جگہ کا نام ہے جہاں دو یہودیوں کو زنا کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا، پتھروں والی زمین ہے) میں ان کے پاس پہنچے تو رافع رضی اللہ عنہ نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے زرعی زمینوں کو کرایہ پر چلانے سے منع فرمایا ہے۔

۳۹۳۸۔ وحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي خَلَفٍ، وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَتَى رَافِعًا، فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنِ النَّبِيِّ

حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے تو انہوں نے یہی (سابقہ) حدیث نبی کریم ﷺ سے ذکر کی۔

۳۹۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي ابْنَ حَسَنِ بْنِ يَسَارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَأْجُرُ الْأَرْضَ، قَالَ: فَنُبِّئَ حَدِيثًا عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: فَانْطَلَقَ بِي مَعَهُ إِلَيْهِ،

قَالَ:فَذَكَرَ عَنْ بَعْضِ عُمُومَتِهِ، ذَكَرَ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ، قَالَ:فَتَرَكَهُ ابْنُ عُمَرَ فَلَمْ يَأْجُرْهُ،

حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ زمین کو اجارہ پر چلایا کرتے تھے انہیں رافعؓ کی حدیث کے بارے میں خبر دی گئی تو وہ میرے ساتھ رافعؓ کے پاس چلے۔ وہاں پر رافعؓ نے اپنے بعض چچاؤں کے حوالہ سے یہ کہا کہ نبی ﷺ نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ابن عمرؓ نے یہ معاملہ چھوڑ دیا اور زمین کو اجارہ پر نہیں چلاتے تھے۔

۳۹۴۰۔وحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَقَالَ:فَحَدَّثَهُ عَنْ بَعْضِ عُمُومَتِهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث مروی ہے اور حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے اپنے چچاؤں سے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کی۔

۳۹۴۱۔وحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ قَالَ:أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، كَانَ يُكْرِي أَرَضِيهِ، حَتَّى بَلَغَهُ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ يَنْهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ، فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ، فَقَالَ:يَا ابْنَ خَدِيجٍ، مَاذَا تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي كِرَاءِ الْأَرْضِ، قَالَ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ لِعَبْدِ اللهِ:سَمِعْتُ عَمَّيَّ، وَكَانَا قَدْ شَهِدَا بَدْرًا، يُحَدِّثَانِ أَهْلَ الدَّارِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ، قَالَ عَبْدُ اللهِ:لَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْأَرْضَ تُكْرَى، ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللهِ أَنْ يَكُونَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَحْدَثَ فِي ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلِمَهُ، فَتَرَكَ كِرَاءَ الْأَرْضِ۔

حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ اپنی زمین کو کرایہ پر دیتے تھے یہاں تک انہیں یہ اطلاع پہنچی کہ رافع بن خدیج الانصاریؓ کرایہ پر زمین مزارعت کے لئے دینے سے منع کرتے ہیں تو عبداللہ رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور کہا کہ اے ابن خدیج! تم رسول اللہ ﷺ سے کراء الارض کے متعلق کیا روایت کر رہے ہو؟ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عبداللہؓ سے کہ میں نے اپنے دو چچاؤں سے جو کہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے سنا گھر والوں سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے کراء الارض سے منع فرمایا ہے۔ اس پر عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں تو جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں زمین کرایہ پر دی جاتی تھی۔ لیکن بعد ازاں ابن عمرؓ کو یہ خدشہ لاحق ہو گیا کہ ممکن ہے کہ رسول اللہ نے اس سے متعلق کوئی نیا حکم جاری فرمایا ہو اور وہ ان کے (ابن عمرؓ) کے علم میں نہ آیا ہو۔ لہٰذا اس خدشہ

کے لاحق ہونے کی بناء پر کراء الارض کا معاملہ ترک فرمادیا۔ (یہ حضرت ابن عمرؓ کا ورع وتقویٰ تھا کہ محض ایک خدشہ کی بناء پر ذاتی علم کی بناء پر جائز کام کو ترک فرمادیا)۔

تشریح:

"سمعت عمی " یہ عم کا تثنیہ ہے جو یائی متکلم کی طرف مضاف ہے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے دو چچا مراد ہیں ایک کا نام ظہیر تھا دوسرے کا نام مہیر تھا حضرت ابن عمرؓ پہلے مزارعت کا معاملہ کرتے تھے بعد میں بھی ان کے پاس جواز کی مضبوط دلیل تھی لیکن آپ نے خیال کیا کہ شاید حضرت رافع نے آخر میں آنحضرت سے ممانعت سنی ہو اس لئے احتیاطاً مزارعت کو چھوڑ دیا۔

"احدث" کا مطلب یہی ہے کہ شاید بعد میں نیا حکم آیا ہو اس سے پہلے ایک حدیث میں ارضا بیضا کا لفظ آیا ہے وہ خالی زمین مراد ہے جو کاشت کے قابل ہو مگر ابھی خالی پڑی ہو "بالبلاط" یہ مدینہ میں ایک جگہ کا نام تھا جو مسجد نبوی کے پاس تھی جہاں پتھر کا فرش بنا ہوا تھا

باب کراء الارض بالطعام

غلہ کے بدلے زمین کو بٹائی پر دینے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۳۹۴۲۔وحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: كُنَّا نُحَاقِلُ الْأَرْضَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَنُكْرِيهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ، وَالطَّعَامِ الْمُسَمَّى، فَجَاءَنَا ذَاتَ يَوْمٍ رَجُلٌ مِنْ عُمُومَتِي، فَقَالَ: نَهَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَمْرٍ كَانَ لَنَا نَافِعًا، وَطَوَاعِيَةُ اللهِ وَرَسُولِهِ أَنْفَعُ لَنَا، نَهَانَا أَنْ نُحَاقِلَ بِالْأَرْضِ فَنُكْرِيَهَا عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ، وَالطَّعَامِ الْمُسَمَّى، وَأَمَرَ رَبَّ الْأَرْضِ أَنْ يَزْرَعَهَا، أَوْ يُزْرِعَهَا، وَكَرِهَ كِرَاءَهَا وَمَا سِوَى ذَلِكَ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں حاقلہ کیا کرتے تھے یعنی زمین کو (کھیتوں کو) ایک تہائی اور ایک چوتھائی پیداوار یا متعین حصہ اناج کے عوض۔ ایک روز میرے چچاؤں میں سے کوئی ایک آیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع فرمادیا ہے جو ہمارے واسطے بڑا نفع بخش تھا، البتہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہمارے لئے زیادہ نفع کا باعث ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں زمین کو محاقلہ کرنے سے منع فرمادیا۔ اور آپ نے زمین کے مالک کو حکم دیا کہ یا تو خود زراعت کرے یا کسی سے زراعت کروائے لیکن اس کا کرایہ پر چلانا یا اور کسی طرح سے اس سے فائدہ اٹھانا برا جانا ہے۔

٣٩٤٣۔وحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَعْلَى بْنُ حَكِيمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، يُحَدِّثُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: كُنَّا نُحَاقِلُ بِالْأَرْضِ فَنُكْرِيهَا عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ، ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ،

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم زمین کو کرایہ پر دیتے تھے تو تہائی اور چوتھائی حصہ کرایہ وصول کرتے تھے (بقیہ حصہ ابن علیہ کی روایت کی طرح بیان کی)۔

٣٩٤٤۔وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

حضرت یعلی بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ان اسناد وطرق کے ساتھ یہی سابقہ حدیث مروی ہے۔

٣٩٤٥۔وحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَقُلْ: عَنْ بَعْضِ عُمُومَتِهِ

حضرت یعلی بن حکیم رحمہ اللہ سے اس طریق سے بھی سابقہ روایت مروی ہے لیکن اس روایت میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے اپنے چچاؤں کا واسطہ بیان نہیں فرمایا۔

٣٩٤٦۔حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ، مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ رَافِعٍ، أَنَّ ظُهَيْرَ بْنَ رَافِعٍ وَهُوَ عَمُّهُ قَالَ: أَتَانِي ظُهَيْرٌ، فَقَالَ: لَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا، فَقُلْتُ: وَمَا ذَاكَ؟ مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَهُوَ حَقٌّ، قَالَ: سَأَلَنِي: كَيْفَ تَصْنَعُونَ بِمَحَاقِلِكُمْ؟ فَقُلْتُ: نُؤَاجِرُهَا يَا رَسُولَ اللهِ عَلَى الرَّبِيعِ، أَوِ الْأَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ أَوِ الشَّعِيرِ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوا، ازْرَعُوهَا، أَوْ أَزْرِعُوهَا، أَوْ أَمْسِكُوهَا،

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظہیر بن رافع جو رافع کے چچا تھے میرے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسے کام سے منع کر دیا ہے جس میں ہمارے لیے سہولت وفائدہ تھا۔ میں نے کہا وہ کیا کام ہے؟ اور رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہی حق ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم نہر کے کناروں پر اُگنے والی اشیاء کے عوض یا کچھ وسق کھجور یا جَو کے عوض زمین کو کرایہ پر دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کرو، یا تو خود زراعت کرو ورنہ دوسرے سے

کرواؤ (خود نفع نہ لو) یا یہ کہ زمین یونہی پڑے رہنے دیا کرو"۔

۳۹۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ، عَنْ رَافِعٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا، وَلَمْ يَذْكُرْ، عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرٍ

حضرت رافعؓ نے نبی کریم ﷺ سے یہی حدیث بیان کی ہے اور اپنے چچا ظہیر کا درمیان میں واسطہ ذکر نہیں فرمایا۔

تشریح:

"ظہیر" اس سے پہلے روایات میں عمومتی کے الفاظ مذکور ہیں جو چچا کے معنی میں ہے دو چچاؤں کا لفظ بھی آیا ہے لیکن نام کی تصریح نہیں تھی یہاں ایک چچا کا نام ظہیر مذکور ہے اور دوسرے کا نام شارحین نے مُہیر ذکر کیا ہے "کان بنا رافقا" یعنی مزارعت کا معاملہ ہمارے لئے نفع بخش تھا لیکن اللہ اور اس کے رسول کا حکم زیادہ نافع ہے اس لئے رافع بن خدیج کے منع کرنے پر ہم مزارعت سے باز آگئے اس باب کی احادیث جمہور کی دلیل ہے کہ مزارعت جائز نہیں ہے لیکن آئندہ ابواب میں جواز کی احادیث آرہی ہیں اور فتویٰ اسی پر ہے جو امام احمد بن حنبلؒ اور صاحبین کا مسلک ہے۔

باب كراء الارض بالذهب والورق

زمین کو سونے اور چاندی کے بدلے بٹائی پر دینے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۳۸۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ، أَنَّهُ سَأَلَ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ، فَقَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ، قَالَ: فَقُلْتُ: أَبِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ؟ فَقَالَ: أَمَّا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَلَا بَأْسَ بِهِ

حضرت حنظلہ بن قیس سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے زمین کو کرایہ پر دینے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے زمین کرایہ پر دینے سے منع فرمایا میں نے عرض کیا، کیا سونے اور چاندی کے عوض بھی کرایہ پر دینے سے منع ہے؟ تو انہوں نے کہا: کہ سونے اور چاندی کے بدلہ کرایہ پر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

۳۹۴۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي حَنْظَلَةُ بْنُ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ،

فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ، إِنَّمَا كَانَ النَّاسُ يُؤَاجِرُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ، وَأَقْبَالِ الْجَدَاوِلِ، وَأَشْيَاءَ مِنَ الزَّرْعِ، فَيَهْلِكُ هَذَا، وَيَسْلَمُ هَذَا، وَيَسْلَمُ هَذَا، وَيَهْلِكُ هَذَا، فَلَمْ يَكُنْ لِلنَّاسِ كِرَاءٌ إِلَّا هَذَا، فَلِذَلِكَ زُجِرَ عَنْهُ، فَأَمَّا شَيْءٌ مَعْلُومٌ مَضْمُونٌ، فَلَا بَأْسَ بِهِ.

حضرت حنظلہ بن قیس الانصاری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے کراء الارض کے متعلق دریافت کیا کہ اگر سونے یا چاندی کے عوض کرایہ پر دیا جائے؟ تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ نہر اور پانی کی نالیوں کے کناروں پر ہونے والی پیداوار کے عوض اور بعض دیگر زرعی اشیاء کے عوض اجارہ پر زمین دیا کرتے تھے۔ پھر یہ ہوتا کہ کبھی یہاں کی پیداوار ضائع ہو جاتی تو کبھی وہاں کی۔ حتی کہ لوگوں کو کچھ نہ ملتا سوائے بچے کچھے پیداواری حصہ کے۔ اسی لئے آپ نے اس بارے میں ڈانٹا اور فرمایا کہ اگر اس کا عوض ضمانت والی معلوم چیز ہو سکتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

تشریح:

''المـاذیانات '' یہ کلام عجمی لغت کا ہے عرب نے اس کو استعمال کیا ہے نہر کے کناروں اور اطراف کو کہتے ہیں ''واقبـال الجداول '' اقبال قبل کی جمع ہے اوائل اور ابتدائی حصوں کو کہا جاتا ہے ''جداول'' جمع ہے اس کا مفرد جدول ہے چھوٹی نہروں کو کہتے ہیں یعنی نہروں کے اوائل اور ابتدائی حصوں کو مزارعت کے عوض میں دیا کرتے تھے اس میں مزارع کو نقصان ہوتا تھا کیونکہ یہ معاملہ مجہول تھا اس لئے منع کر دیا گیا اور جب طعام معلوم ہو نقد رقم معلوم ہو تو پھر مزارعت جائز ہے ان احادیث میں انتہائی صراحت کے ساتھ مزارعت کی اجازت دیدی گئی ہے اور ممنوعہ صورتوں کی علت اور حکمت بھی بیان کی گئی ہے۔

۳۹۵۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ، يَقُولُ: كُنَّا أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ حَقْلًا، قَالَ: كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ عَلَى أَنَّ لَنَا هَذِهِ، وَلَهُمْ هَذِهِ، فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ هَذِهِ، وَلَمْ تُخْرِجْ هَذِهِ، فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ، وَأَمَّا الْوَرِقُ فَلَمْ يَنْهَنَا،

حضرت حنظلہ الزرقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ انصار میں سب سے زیادہ محاقلہ (کھیتوں کو زراعت کے لئے دینا) ہمارے یہاں تھا، اور ہم اس بنیاد پر کرایہ پر زمین دیا کرتے تھے کہ اس حصہ کی پیداوار تو ہماری ہوگی اور تمہارے (عامل اور مزارعوں) لئے اس حصہ کی پیداوار ہوگی۔ بعض اوقات یہ ہوتا کہ ایک حصہ میں تو پیداوار ہوتی اور اس دوسرے حصہ میں نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمادیا۔ البتہ چاندی (سونے یا کسی اور مال متقوم) کے عوض کرایہ پر دینے سے منع نہیں فرمایا۔

۳۹۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ نے بھی اس سابقہ حدیث کو روایت کیا ہے۔

بَابٌ فِي الْمُزَارَعَةِ وَالْمُؤَاجَرَةِ

۳۹۵۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، كِلَاهُمَا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَعْقِلٍ عَنِ الْمُزَارَعَةِ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَارَعَةِ، وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ: نَهَى عَنْهَا، وَقَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ مَعْقِلٍ وَلَمْ يُسَمِّ عَبْدَ اللهِ

حضرت عبداللہ بن السائب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے مزارعہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ثابت بن الضحاک نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعہ سے منع فرمایا ہے۔ اور حضرت ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے اس سے منع فرمایا اور کہتے ہیں کہ ابن معقل سے میں نے پوچھا اور عبد اللہ کا نام نہیں لیا۔

۳۹۵۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْقِلٍ، فَسَأَلْنَاهُ عَنِ الْمُزَارَعَةِ، فَقَالَ: زَعَمَ ثَابِتٌ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَارَعَةِ، وَأَمَرَ بِالْمُؤَاجَرَةِ، وَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهَا

حضرت عبداللہ بن السائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے تو ان سے مزارعہ کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعہ سے منع فرمایا ہے اور مواجرہ (اجرت پر) زمین کو چلانے کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں۔

باب الارض تمنح

زمین کو منحہ کے طور پر دینے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۹۵۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، أَنَّ مُجَاهِدًا، قَالَ لِطَاوُسٍ: انْطَلِقْ

بِنَا إِلَى ابْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، فَاسْمَعْ مِنْهُ الْحَدِيثَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَانْتَهَرَهُ، قَالَ: إِنِّي وَاللهِ لَوْ أَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْهُ مَا فَعَلْتُهُ، وَلَكِنْ حَدَّثَنِي مَنْ هُوَ أَعْلَمُ بِهِ مِنْهُمْ، يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَأَنْ يَمْنَحَ الرَّجُلُ أَخَاهُ أَرْضَهُ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا خَرْجًا مَعْلُومًا

حضرت عمرو کہتے ہیں کہ مجاہد نے طاؤس سے فرمایا کہ ہمارے ہمراہ رافع بن خدیج کے بیٹے کے پاس چلے جاؤ میں نے ان کے والد کی بیان کردہ حدیث سننا چاہتا ہوں جو انہوں نے نبی ﷺ سے نقل کی ہے (مزارعت سے متعلق) تو طاؤس نے مجاہد کو جھڑک دیا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! اگر میں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے مزارعت سے منع فرمایا ہے تو میں نہ کرتا لیکن مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا ہے جو ان سے (رافع سے) زیادہ اس بارے میں جانتا ہے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی اپنی زمین اپنے (مسلمان) بھائی کو ہدیۃً زراعت کے لئے دے تو یہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ اس پر معاوضہ لے لے (معلوم ہوا کہ یہ صرف اولیٰ اور غیر اولیٰ کا فرق ہے جائز ناجائز کا نہیں)۔

۳۹۵۵۔ وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، وَابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ طَاوُسٍ، أَنَّهُ كَانَ يُخَابِرُ، قَالَ عَمْرٌو: فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، لَوْ تَرَكْتَ هَذِهِ الْمُخَابَرَةَ، فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُخَابَرَةِ، فَقَالَ: أَيْ عَمْرُو، أَخْبَرَنِي أَعْلَمُهُمْ بِذَلِكَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهَا، إِنَّمَا قَالَ: يَمْنَحُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا خَرْجًا مَعْلُومًا،

حضرت عمرو اور طاؤس کے بیٹے سے مروی ہے کہ طاؤس مخابرہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرو کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! کاش آپ یہ مخابرہ کرنا چھوڑ دیتے، کیونکہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے۔ حضرت طاؤس نے فرمایا کہ اے عمرو! مجھے ان لوگوں سے زیادہ علم والے شخص نے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا ہے کہ: آدمی کا اپنی زمین اپنے بھائی کو زراعت کے لئے ہدیۃً دینا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ اس پر کوئی متعین پیداوار ی حصہ وصول کرے''۔

۳۹۵۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، جَمِيعًا، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، ح وحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ شُعْبَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ

دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث (کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اگر اپنے بھائی کو زمین ہبہ کردے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے معین خراج اور کرایہ وصول کرے) منقول ہے۔

۳۹۵۷۔وحَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، قَالَ عَبْدٌ:أَخْبَرَنَا، وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ:حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:لَأَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ أَرْضَهُ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا كَذَا وَكَذَا لِشَيْءٍ مَعْلُومٍ، قَالَ:وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:هُوَ الْحَقْلُ، وَهُوَ بِلِسَانِ الْأَنْصَارِ الْمُحَاقَلَةُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنی زمین اپنے بھائی کو ہدیۃً زراعت کے لئے دے دے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اس بات سے کہ اس پر اتنا اتنا معلوم و متعین شدہ حصہ وصول کرے''۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد حقل ہے جسے انصار کی زبان میں محاقلہ کہا جاتا ہے

۳۹۵۸۔وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَإِنَّهُ أَنْ يَمْنَحَهَا أَخَاهُ خَيْرٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کی کوئی زمین ہو تو وہ اگر اسے کسی کو ہدیۃً دیدے زراعت کے لئے (یعنی اس پر کوئی حصہ پیداوار وصول نہ کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے''۔

تشریح:

''ان یمنحھا'' یعنی زمین کو اپنے بھائی کے لئے بطور منحہ اور بطور عطیہ دینا اس سے بہتر ہے کہ اس کو دہقان بنا کر بٹائی پر دیدے ان روایات میں اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے کہ آنحضرت نے ایک حکمت و مصلحت کے پیش نظر مزارعت کی حوصلہ شکنی اور عطیہ کی حوصلہ افزائی فرمائی مزارعت کی ممانعت مقصود نہیں تھی بلکہ صرف ہمدردی مقصود تھی۔

کتاب المساقاة والمزارعة

مساقات اور مزارعت کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

مساقات باب مفاعلہ کا مصدر ہے اس کا مجرد سقی ہے سیراب کرنے کو کہتے ہیں اصطلاح میں مساقات اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنا باغ سنبھالنے کے لئے کسی کو اس باغ کے مجموعی پھلوں کے چوتھائی یا تہائی کے عوض دیتا ہے۔اسی طرح معاملہ پر اپنی زمین کسی کو کھیتی باڑی کے لئے بٹائی پر دینے کا نام مزارعت ہے مساقات ومزارعت ایک ہی چیز ہے دونوں کا فقہی حکم بھی تقریباً ایک ہی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ مساقات کا معاملہ باغات میں ہوتا ہے اور مزارعت کا معاملہ کھیتوں میں ہوتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک مساقات جائز ہے اس کے ضمن میں مزارعت بھی جائز ہے امام ابوحنیفہ ؒ نے مزارعت کی طرح مساقات کو بھی ناجائز کہا ہے مگر فتویٰ صاحبین اور جمہور کے قول پر ہے جس طرح مزارعت میں ہے۔امام بخاری نے مزارعت کے اثبات کے لئے صحیح بخاری میں سلف صالحین کے بہت سارے اقوال کو جمع کیا ہے میں اس کو عربی میں نقل کرتا ہوں ترجمہ آسان ہے چنانچہ فرماتے ہیں "باب المزارعة بالشطر ونحوه "وقال قيس بن مسلمؒ عن ابی جعفر قال ما بالمدينة اهل بيت هجرة الا يزرعون على الثلث والربع وزارع علیؓ وسعد بن مالكؓ وعبد الله بن مسعودؓ وعمر بن عبد العزيز والقاسم وعروة وال ابی بكر وال عمر وال علی وابن سيرين وقال عبد الرحمن بن الاسود كنت اشارك عبد الرحمن بن يزيد فی الزرع وعامل عمر الناس علی ان جاء عمر بالبذر من عنده فله الشطر وان جاء وا بالبذر فلهم كذا وقال الحسنؒ لا بأس ان تكون الارض لاحدهما فينفقان جميعا فما خرج فهو بينهما ورای ذلك الزهری وقال الحسن لا بأس ان يجتنی القطن على النصف وقال ابراهيم وابن سيرين وعطاء والحكم والزهری وقتادة لا بأس ان يعطی الثوب بالثلث والربع ونحوه (بخاری ج ۱/ ۳۱۳)

باب معاملة رسول الله صلى الله عليه وسلم اهل خيبر بشطر ما يخرج

آنحضرت ﷺ کا اہل خیبر کے ساتھ بٹائی پر معاملہ

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۹۵۹۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ، عَنْ

عُبَیْدِ اللہِ، أَخْبَرَنِی نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللہِ ﷺ عَامَلَ أَھْلَ خَیْبَرَ بِشَطْرِ مَا یَخْرُجُ مِنْھَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر سے معاملہ کیا کہ زمینوں کی پیداوار پھلوں کی ہو یا غلہ واناج وغیرہ کی اس میں سے نصف ہماری ہوگی"۔

تشریح:

خیبر ایک بستی کا نام ہے جو مدینہ سے ۶۰ میل شمال میں واقع ہے پہلے یہ جگہ یہود مدینہ کا مرکزی مقام تھا اب چند گاؤں ہیں جس میں زیادہ تر یہود کے جانشین شیعہ رافضی رہتے ہیں کھجور کے باغات کے لئے یہ مشہور علاقہ ہے سات ہجری میں خیبر فتح ہوا تھا اکثر علاقے جنگ کے زور پر لئے گئے تھے۔ کچھ اطراف کے علاقے صلح کے تحت ہاتھ آئے تھے امام ابوحنیفہ حضور اکرم ﷺ کے اس معاملہ کو خراج مقاسمہ پر حمل کرتے ہیں اور خیبر کی فتح کو صلح کے طور پر مانتے ہیں اس لئے مزارعت جائز نہیں ہے۔ صاحبین کہتے ہیں کہ خیبر جنگ و جہاد کے نتیجہ میں فتح ہوا تھا حضور اکرم ﷺ کا یہود کے ساتھ معاملہ خراج مقاسمہ کے طور پر نہیں تھا بلکہ یہ بٹائی اور مزارعت کا معاملہ تھا اس لئے یہ جائز ہے۔ صاحبین کی رائے واضح ہے خیبر بزور شمشیر فتح ہوا تھا پھر حضور اکرم ﷺ سے یہود نے وہیں پر رہنے کی درخواست کی حضور اکرم نے فرمایا کہ زمین اب مسلمانوں کی ہے البتہ تم بطور مزارعت یہاں رہو جب اللہ چاہے گا پھر تم نکلو گے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں یہود کو خیبر سے نکال دیا۔ اس باب کی احادیث مزارعت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔

سوال

فقہ حنفی میں مذکور ہے کہ مزارعت کا معاملہ صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے اگر حقیقت یہی ہے تو پھر فقہ کی کتابوں میں فقہی جزئیات میں کیوں لکھا جاتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مزارعت کا فلاں مسئلہ ایسا ہے فلاں ایسا نہیں ہے جب امام صاحب کے نزدیک اصولی طور پر مزارعت جائز نہیں تو پھر ان فقہی تفصیلات کی کیا ضرورت ہے؟

جواب

علامہ حاوی مقدسیؒ نے لکھا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مزارعت بالکل منع نہیں ہے بلکہ جائز مع الکراھۃ ہے وکرھھا ابو حنیفۃ ولہ نہیہ عنہ اشد النہی (فیض الباری ج ۳)

خلاصہ یہ کہ امام صاحبؒ نے مزارعت کے نفس جواز کی وجہ سے جزئیات کو بیان کیا ہے اگر چہ ان کے نزدیک مزارعت جائز مع الکراہت ہے مساقات میں بھی آپ اپنے موقف پر قائم رہے ہیں مگر جمہور نے مساقات میں رائے بدل دی اور جواز کا فتویٰ دیدیا بہر حال امام احمد

بن حنبل اور صاحبین کے مسلک پر تمام فقہاء نے فتویٰ دیا ہے اب امام ابوحنیفہؒ پر یہ اعتراض کرنا لغو ہے کہ مساقات کی آحادیث ان پر تردید اور حجت ہیں یاد رہے کہ صوبہ سرحد کے لوگ دہقانوں پر اضافی بوجھ ڈالتے ہیں اور طرح طرح کے فوائد حاصل کرتے ہیں جو ظلم سے کم نہیں۔اس طور پر مزارعت جائز نہیں ہے مگر یہ عدم جواز خارجی مفاسد کی وجہ سے ہے اصل مزارعت جائز ہے۔

٣٩٦٠-وحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:أَعْطَى رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ، فَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ كُلَّ سَنَةٍ مِائَةَ وَسْقٍ، ثَمَانِينَ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ، وَعِشْرِينَ وَسْقًا مِنْ شَعِيرٍ، فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ قَسَمَ خَيْبَرَ، خَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يُقْطِعَ لَهُنَّ الْأَرْضَ وَالْمَاءَ، أَوْ يَضْمَنَ لَهُنَّ الْأَوْسَاقَ كُلَّ عَامٍ، فَاخْتَلَفْنَ، فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَرْضَ وَالْمَاءَ، وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَوْسَاقَ كُلَّ عَامٍ، فَكَانَتْ عَائِشَةُ، وَحَفْصَةُ مِمَّنِ اخْتَارَتَا الْأَرْضَ وَالْمَاءَ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر (کی زمینوں کو) یہود کے حوالہ کر دیا اس معاملہ پر کہ جو بھی پیداوار ہوگی پھلوں اور زرعی اجناس کی تو نصف آپ ﷺ کو دیں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہر سال سو وسق دیا کرتے تھے ۸۰ وسق کھجور کے اور بیس وسق جَو کے۔ جب حضرت عمرؓ والی خلافت ہوئے تو خیبر کی زمینیں تقسیم کر دیں اور نبی ﷺ کی ازواج کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو ان کے لئے بھی زمین اور پانی کا حصہ الگ کر دیا جائے گا یا چاہیں تو (حسب سابق) اس حصہ زمین کی پیداوار وسق کی صورت میں انہیں دے دی جائیگی۔اس پر ازواج میں مختلف رائیں ہوئیں بعض نے زمین اور پانی کا حصہ الگ لے لیا اور بعض نے ہر سال پیداوار وسق کی صورت میں لینے کو اختیار کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ اور حفصہ نے زمین اور پانی کا حصہ الگ لے لیا تھا۔

تشریح:

"قسم خیبر" یعنی جب عمر فاروق خلیفہ ہو گئے اور آپ نے خیبر سے یہود کو جلاوطن کیا تو خیبر کی زمین جو غانمین مجاہدین کا حق تھا ان پر تقسیم کیا اس میں جو ازواج مطہرات کا حق بنتا تھا اس میں ان کو آپ نے اختیار دیدیا کہ جو تیار غلہ لینا چاہتی ہیں ان کو غلہ ملے گا اور جو زمین اور اس کے ساتھ کھیتی باڑی کے لئے پانی لینا چاہتی ہیں ان کو وہ ملے گا چنانچہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے زمین اور پانی کا حق لیا مگر یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت نے خیبر کی زمین میں اپنا حق جو چھوڑا تھا اس میں میراث نہیں چل سکتی تھی تو ازواج مطہرات کو جو کچھ دیا گیا یہ میراث کے طور پر نہیں بلکہ سالانہ نفقہ کے طور پر تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ کا واضح فرمان تھا "ما ترکت بعد نفقة نسائی فهو صدقة" آنحضرت نے خیبر کی زمین کو غانمین پر تقسیم کیا تھا مگر پھر مجموعہ زمین کو یہود کے پاس بٹائی پر تاحکم ثانی چھوڑ دیا تھا حضرت عمر نے

یہود کو شام کے علاقہ تیماء کی طرف جلاوطن کیا تو زمین کا حصہ جن کا تھا ان کو دیدیا تقسیم کرنے سے یہی مراد ہے "تیماء" یہ جگہ شام اور وادی القریٰ کے درمیان واقع ہے "واریحاء" یہ جگہ اردن کے علاقہ الغور میں واقع ہے۔

۳۹۶۱۔وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا خَرَجَ مِنْهَا مِنْ زَرْعٍ أَوْ ثَمَرٍ، وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ فَكَانَتْ عَائِشَةُ، وَحَفْصَةُ مِمَّنِ اخْتَارَتَا الْأَرْضَ وَالْمَاءَ، وَقَالَ: خَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْطِعَ لَهُنَّ الْأَرْضَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَاءَ،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے وہاں کی زمینوں کی پیداوار کے نصف پر معاملہ فرمایا خواہ زرعی اجناس ہوں یا پھل۔ آگے سابقہ حدیث کی مانند ذکر کیا۔ آخر میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج رضی اللہ عنہن کو زمین لینے کا اختیار دیا گیا تھا۔ لیکن پانی کا ذکر نہیں فرمایا۔

۳۹۶۲۔وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا افْتُتِحَتْ خَيْبَرُ سَأَلَتْ يَهُودُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِرَّهُمْ فِيهَا، عَلَى أَنْ يَعْمَلُوا عَلَى نِصْفِ مَا خَرَجَ مِنْهَا مِنَ الثَّمَرِ وَالزَّرْعِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُقِرُّكُمْ فِيهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا، ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ، وَابْنِ مُسْهِرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، وَزَادَ فِيهِ، وَكَانَ الثَّمَرُ يُقْسَمُ عَلَى السُّهْمَانِ مِنْ نِصْفِ خَيْبَرَ، فَيَأْخُذُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُمُسَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں اسی علاقہ میں رہنے دیا جائے اس شرط پر کہ وہ ان زمینوں میں زراعت کریں گے اور پیداوار کا نصف خواہ پھل ہوں یا زرعی اجناس دیا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ ہم تمہیں ٹھہرنے کی اجازت دیتے ہیں جب تک ہم چاہیں تمہیں رہنے دیں گے۔ آگے حسب سابق بیان کیا۔ آخر میں فرمایا: کہ چنانچہ پھل کی پیداوار کے دو حصے کئے جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے خمس (پانچواں حصہ) لیا کرتے تھے۔

۳۹۶۳۔وحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ دَفَعَ إِلَى يَهُودِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَأَرْضَهَا، عَلَى أَنْ يَعْتَمِلُوهَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَلِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرُ ثَمَرِهَا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہود کو خیبر کے کھجور کے باغات اور زرعی زمینیں دیدیں اس معاملہ پر کہ وہ زراعت کریںگے اپنے اموال سے اور رسول اللہ ﷺ کو پیداوار کا نصف دیں گے۔

٣٩٦٤ـ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَجْلَى الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَأَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا، وَكَانَتِ الْأَرْضُ حِينَ ظُهِرَ عَلَيْهَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُسْلِمِينَ، فَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا، فَسَأَلَتِ الْيَهُودُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِرَّهُمْ بِهَا، عَلَى أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا، فَقَرُّوا بِهَا حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ إِلَى تَيْمَاءَ وَأَرِيحَاءَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے یہود و نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے جلا وطن کر دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر پر غلبہ حاصل کر لیا تھا تو اس وقت یہود کو وہاں سے نکالنے کا ارادہ کیا تھا، جب کہ فتح اور غلبہ کے بعد وہاں کی زمینیں اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی ملکیت میں آگئی تھیں۔ لہٰذا آپ ﷺ نے یہود کے انخلاء اور جلا وطنی کا ارادہ کیا لیکن یہود نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں وہیں رہنے دیں وہ زمینوں پر محنت کریں گے جب کہ پیداوار کا نصف پھل آپ کو دیں گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہیں وہاں ٹھہرنے کی اجازت مشروط طور پر دے رہے ہیں کہ جب تک ہم چاہیں گے (وہاں ٹھہرے رہو) چنانچہ وہ وہیں رہتے رہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جلا وطن کر کے تیماء اور اریحاء (جو دو بستیاں ہیں) میں منتقل کر دیا۔

باب فضل الغرس والزرع

کھیتی باڑی اور درخت لگانے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

٣٩٦٥ـ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا إِلَّا كَانَ مَا أُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَا أَكَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ، وَلَا يَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان جو بھی درخت لگاتا ہے اور اس میں

سے کوئی کھاتا ہے تو لگانے والے کے لئے وہ صدقہ ہوتا ہے اور جو چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہے اور جو درندے کھالیں گے وہ بھی صدقہ ہے اور جو پرندے چگ لیں گے وہ بھی لگانے والے کے لئے صدقہ ہے حتیٰ کہ اسے جو بھی کم کرے گا (یعنی اسے کھا کر کم کرے گا) تو اس کے لئے وہ صدقہ ہوگا۔

٣٩٦٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ مُبَشِّرٍ الْأَنْصَارِيَّةِ فِي نَخْلٍ لَهَا، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ غَرَسَ هَذَا النَّخْلَ؟ أَمُسْلِمٌ أَمْ كَافِرٌ؟ فَقَالَتْ: بَلْ مُسْلِمٌ، فَقَالَ: لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا، وَلَا يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ، وَلَا دَابَّةٌ، وَلَا شَيْءٌ، إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ام مبشر الانصاریہ رضی اللہ عنہا کے باغات میں داخل ہوئے اور ان سے کہا کہ اس کھجور کے درخت کو کس نے اگایا تھا؟ مسلم نے یا کافر نے؟ انہوں نے فرمایا کہ مسلمان نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جو بھی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے انسان کھائے یا چوپائے کھائیں یا کوئی بھی کھائے تو وہ اس لگانے والے کے لئے صدقہ ہوتا ہے۔

٣٩٦٧۔ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: لَا يَغْرِسُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ غَرْسًا، وَلَا زَرْعًا، فَيَأْكُلَ مِنْهُ سَبُعٌ أَوْ طَائِرٌ أَوْ شَيْءٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِ أَجْرٌ، وقَالَ ابْنُ أَبِي خَلَفٍ: طَائِرٌ شَيْءٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ: ''مسلمان کوئی درخت نہیں اگاتا نہ ہی کوئی کھیتی کرتا ہے پھر اس میں سے کوئی درندہ یا پرندہ یا کوئی اور کھائے مگر یہ کہ وہ لگانے والے کے لئے اجر کا باعث ہوگا''۔

تشریح:

''طائر او شیء'' اس روایت میں طائر او شیء مذکور ہے مگر ابن ابی خلف کی روایت میں او نہیں ہے بلکہ طائر شیء ہے بہر حال او کا لفظ ضروری ہے مطلب یہ ہے کہ پرندہ کھائے یا کوئی چیز کھائے فصل اگانے والے کو ثواب ملے گا۔ اس سے پہلی والی ایک روایت میں ''ولا یرزؤہ'' کا لفظ مذکور ہے رزأ یرزأ فتح یفتح سے ہے کسی کو نقصان پہنچانا اور دردمند اور غمگین بنانا مراد ہے یعنی اس کی فصل کو نقصان پہنچا کر اس کو غمگین بنا دیا اس کا نقصان کیا تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے، ان احادیث میں غرس کا لفظ مذکور ہے اور زرع کا لفظ الگ مذکور ہے کیونکہ غرس کا تعلق درختوں اور باغات سے ہے اور زرع کا تعلق کھیتی باڑی سے ہے۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ ثواب تو تب ملتا ہے کہ آدمی ثواب کی نیت کرے نیت کے بغیر ثواب کیسے ملتا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ کھیتی باڑی کی یہی تو عظیم فضیلت ہے کہ آدمی فصل اگاتا ہے اس میں اپنا فائدہ مقصود ہوتا ہے مگر اس عمل کا فائدہ اتنا عام ہوجاتا ہے کہ اس سے مخلوق خدا میں سے جس کو بھی کوئی فائدہ پہنچ گیا اس شخص کی نیت کے بغیر اس کو ثواب مل گیا حتی کہ چوری کی چوری کرنے سے بھی اس کو ثواب ملے گا کیونکہ اس خوان عام بچھانے کا اصل محرک یہی کھیتی باڑی کرنے والا ہے پھر یہ صدقہ جاریہ ہے آدمی دنیا سے جا چکا ہے مگر درختوں کا پھل جاری رہے گا۔ بندہ نے قلندر آباد میں پھلدار ساٹھ درخت لگائے ہیں اللہ تعالیٰ نافع بنائے۔

۳۹۶۸۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ مَعْبَدٍ حَائِطًا، فَقَالَ: يَا أُمَّ مَعْبَدٍ، مَنْ غَرَسَ هَذَا النَّخْلَ؟ أَمُسْلِمٌ أَمْ كَافِرٌ؟ فَقَالَتْ: بَلْ مُسْلِمٌ، قَالَ: فَلَا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا، فَيَأْكُلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ، وَلَا دَابَّةٌ، وَلَا طَيْرٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ،

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ام معبدؓ کے باغ میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ اے ام معبد! یہ کھجور کے درخت کس نے لگائے؟ مسلمان نے یا کافر نے؟ انہوں نے فرمایا کہ مسلمان نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جو بھی درخت وغیرہ اگاتا ہے اور اس میں سے انسان، چوپائے اور پرندے کھاتے ہیں تو اگانے والے کے لئے اس میں صدقہ کا ثواب ہوگا قیامت تک۔

۳۹۶۹۔وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، ح وحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، زَادَ عَمْرٌو فِي رِوَايَتِهِ، عَنْ عَمَّارٍ، ح وَأَبُو كُرَيْبٍ فِي رِوَايَتِهِ: عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، فَقَالَا: عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ، وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ فُضَيْلٍ: عَنِ امْرَأَةِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ، وَفِي رِوَايَةِ إِسْحَاقَ: عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، قَالَ: رُبَّمَا قَالَ: عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَرُبَّمَا لَمْ يَقُلْ، وَكُلُّهُمْ قَالُوا: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِ حَدِيثِ عَطَاءٍ، وَأَبِي الزُّبَيْرِ، وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ

ان مختلف چار اسناد وطرق سے بھی سابقہ حدیث (نبی کریم ﷺ ام معبدؓ کے باغ میں داخل ہوئے اور فرمایا: اے ام معبد! یہ کھجور کے درخت کس نے لگائے؟ مسلمان نے یا کافر نے؟ انہوں نے فرمایا: مسلمان نے۔ آپ نے فرمایا: مسلمان جو بھی درخت وغیرہ اگاتا ہے اور اس میں سے انسان، چوپائے اور پرندے کھاتے ہیں تو اگانے والے کے لئے اس میں قیامت تک صدقہ کا ثواب ہوگا) مروی ہے۔

۳۹۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ، وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ، أَوْ إِنْسَانٌ، أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ،

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو مسلمان بھی درخت اگائے یا کھیتی لگائے اور اس میں سے پرندے، انسان یا چوپائے کھائیں تو اگانے والے کے لئے صدقہ کا ثواب ہوگا۔

۳۹۷۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ، وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ، أَوْ إِنْسَانٌ، أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی انصار میں ایک عورت ام مبشر کے باغ میں تشریف لے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس باغ کو مسلمان نے لگایا ہے یا کافر نے؟ تو انہوں نے فرمایا: مسلمان نے، بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی۔

تشریح:

''دخل نخلا'' یعنی نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک باغ میں داخل ہوگئے ''لام مبشر'' یہ خاتون حضرت زید بن حارثہ کی بیوی تھی یہ انصاریہ ہے اسی کو سابقہ روایت میں ام معبد کے نام سے ذکر کیا گیا ہے اور ''امرأۃ زید بن حارثہ'' کے نام سے بھی ذکر کیا گیا ہے آنحضرت نے اس خاتون سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ اس باغ کی کاشت کاری کس نے کی ہے آیا مسلمان نے کی ہے یا کسی کافر نے کی ہے مقصد یہ تھا کہ اگر کافر نے کی ہے تو اس کو ثواب نہیں ملتا ہے لیکن اگر کسی مسلمان نے کی ہے تو اس کو اس کاشت پر ثواب ملتا ہے خواہ پرند چرند حیوان انسان اور کسی کیڑے مکوڑے نے اس سے کھالیا یا کسی نے چوری کرلیا بہر حال کھیتی باڑی سے ملک آباد ہوجاتا ہے اور صنعت وحرفت سے بھی ملک آباد ہوجاتا ہے کافروں نے مسلمانوں سے یہ دونوں چیزیں چھین لی اور مسلم ممالک کو تباہ کرکے رکھ دیا اب پاکستان میں زراعت بھی تباہ حال ہے اور صنعت بھی تباہ ہے۔

باب وضع الجوائح

آسمانی آفت کا نقصان کس پر ہوگا؟

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۹۷۲۔حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ، أَخْبَرَهُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنْ بِعْتَ مِنْ أَخِيكَ ثَمَرًا، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَوْ بِعْتَ مِنْ أَخِيكَ ثَمَرًا، فَأَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ، فَلَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا، بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيكَ بِغَيْرِ حَقٍّ؟،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اگر تم اپنے بھائی کے ہاتھ پھل فروخت کرو پھر اس پر کوئی آفت آجائے تو تیرے لئے حلال نہیں کہ تو اس سے کچھ قیمت وصول کرے۔ تم کس چیز کے بدلہ میں اپنے بھائی کا مال وصول کروگے بغیر حق کے"۔

تشریح:

"فاصابته جائحة" جوائح کی جمع جائحہ ہے جائحہ اس آسمانی یا زمینی آفت کو کہتے ہیں جو پھلوں پر واقع ہو کر انہیں ضائع کر دیتی ہے مثلاً کسی باغ کے پھلوں میں کوئی بیماری پیدا ہوگئی یا سیلاب آگیا یا طوفان آگیا یا بارش اور برف باری یا ژالہ باری ہوگئی جس کی وجہ سے پورے باغ کا پھل تباہ و برباد ہوگیا ایسی مصیبت کو جائحہ کہتے ہیں۔

باغ کے پھلوں کی تباہی کا ذمہ دار کون ہوگا؟

پھلوں کی خرید و فروخت میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ پھل ابھی درختوں پر لگا ہوتا ہے اور اس کا سودا ہو جاتا ہے اب سودا ہونے کے بعد اگر پھلوں پر آسمانی یا زمینی آفت آجائے اور پھل تباہ اور ضائع ہو جائے تو یہ نقصان کس کا ہوگا آیا بائع ذمہ دار ہوگا یا مشتری ذمہ دار ہوگا تو اس مسئلہ کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) اگر پھلوں کو قبل بدو الصلاح فروخت کیا اور شرط لگائی کہ پھل درختوں پر لگا رہے گا اب اس پر آفت آگئی تو یہ نقصان بائع کا ہے مشتری سے ثمن نہیں لیا جائے گا کیونکہ یہ بیع فاسد ہے۔

(۲) اگر پھلوں کی فروخت بدو الصلاح سے پہلے ہوئی یا بعد میں ہوئی لیکن یہ شرط لگائی گئی کہ مشتری اس کو کاٹ لیگا مگر ابھی تک مشتری نے پھل کو قبضہ نہیں کیا تھا کہ پھل تباہ ہوگیا اس کی ذمہ داری بھی بائع پر آئے گی مشتری پر کچھ نہیں آئے گا۔

(۳) اگر مشتری نے پھل خرید لیا قبضہ بھی کر لیا مگر ابھی اتارا نہیں تھا کہ آفت آگئی تو اتفاقاً یہ نقصان مشتری پر آئے گا۔

(۴) اگر بائع نے تیار پھل فروخت کر دیا اور پھل کاٹنے نہ کاٹنے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا اور بائع کی طرف سے مشتری کے لئے پھل کاٹنے کا کوئی مانع نہیں تھا مگر مشتری نے نہیں کاٹا اور پھل تباہ ہو گیا تو اب ضمان کس پر آئے گا اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اور امام شافعی کا جدید قول یہ ہے کہ اس صورت میں نقصان کا ذمہ دار مشتری ہے اس پر تاوان آئے گا امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ ہلاک شدہ مال کا ایک تہائی تک نقصان مشتری پر آئے گا اور ایک تہائی سے زائد نقصان کا بوجھ بائع پر آئے گا۔ امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں یہ نقصان بائع کا ہوگا۔

دلائل

امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے اس باب کے بعد باب وضع الدین کی پہلی ابوسعید خدریؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں یہ ہے کہ ایک مشتری کو پھلوں میں آفات سماویہ کی وجہ سے سخت نقصان پہنچا تو آنحضرت نے اس کے قرض کے لئے چندہ کی اپیل فرمائی، طرز استدلال اس طرح ہے کہ اگر پھلوں کی تباہی کا ذمہ دار خود مشتری نہ ہوتا تو ان کے لئے چندہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ امام مالکؒ نے اس باب کی احادیث سے استدلال کیا ہے جس میں واضح طور پر مذکور ہے کہ تاوان اور نقصان کا ذمہ دار بائع ہے جب مشتری کو مال نہیں ملا تو اس سے کس قانون کے تحت ثمن لیا جائے گا؟ لہذا نقصان کا ذمہ دار بائع ہے ہاں اگر ایک تہائی یا اس سے کم مال کا نقصان ہو گیا تو اس کا ذمہ دار مشتری ہوگا کیونکہ عام طور پر باغات کے پھلوں میں کچھ نہ کچھ نقصان ہوتا ہی ہے لہذا یہ قلیل نقصان مشتری کا ہوگا امام مالکؒ نے عام احادیث سے اس قدر نقصان کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے بھی باب کی مذکورہ احادیث سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر چہ بائع نے تیار پھل کسی شرط کے بغیر فروخت کر دیا ہے لیکن بائع پر واجب ہے کہ پھلوں کو حوالہ کرنے تک اور اتارنے تک وہ پھلوں کو اپنے درختوں پر لگا رہنے دے بلکہ ان کے نزدیک اس عرصہ میں باغ کو پانی دینا بھی بائع کے ذمہ پر ہے لہذا اس حالت میں جو پھل ہلاک ہو گیا یہ بائع کے قبضہ میں ہلاک ہو گیا لہذا مشتری پر کچھ بھی نہیں ہے باب کی ظاہری احادیث حنابلہ اور مالکیہ کے حق میں ہیں۔

جواب

احناف اور شوافع ان احادیث کو ان صورتوں پر حمل کرتے ہیں جس میں بالاتفاق ضمان بائع پر آتا ہے یا امر "بوضع الجوائح" کا حکم مروّت کے تحت استحبابی حکم ہے پہلا جواب واضح ہے۔ احناف اور شوافع نے بیوعات کے قواعد کلیہ کو دیکھا ہے جو بیوعات کے عام اصول ہیں۔

۳۹۷۳۔ وحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ
اس طریق سے بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۳۹۷۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ، فَقُلْنَا لِأَنَسٍ: مَا زَهْوُهَا؟ قَالَ: تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ، أَرَأَيْتَكَ إِنْ مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيكَ؟
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کھجور کے فروخت کرنے سے یہاں تک کہ وہ سرخ ہو جائے (پک جائے)۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انسؓ سے کہا کہ کھجور کا پکنا کیا ہے؟ فرمایا کہ سرخ یا زرد ہو جائے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پھل کو روک لے (کسی آفت سماوی کے ذریعہ) تو کس چیز کے عوض تمہارے لئے اپنے بھائی کا مال لینا حلال ہوگا؟

۳۹۷۵۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى تُزْهِيَ، قَالُوا: وَمَا تُزْهِيَ؟ قَالَ: تَحْمَرُّ، فَقَالَ: إِذَا مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ فَبِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيكَ؟
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کی فروخت کو پکنے (رنگ پکڑنے) سے قبل منع فرمایا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ رنگ پکڑنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ سرخ ہو جائے۔ اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی پھل کو روک لے (خریدار کے استعمال سے پہلے ہی پھل پر آسمانی آفت یا کوئی دوسری مصیبت آگئی اور وہ پھل ضائع ہو گیا) تو کس چیز کے عوض تم اپنے بھائی کا مال اپنے لئے حلال کرو گے۔

۳۹۷۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنْ لَمْ يُثْمِرْهَا اللهُ، فَبِمَ يَسْتَحِلُّ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ؟
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ پھل نہ اگائے تو کس چیز کے عوض تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کا مال حلال کرے گا''؟۔

۳۹۷۷۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ، وَعَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ، وَاللَّفْظُ لِبِشْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيقٍ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ وَهُوَ صَاحِبُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ سُفْيَانَ، بِهَذَا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آفت کے ذریعہ ہونے والے نقصان کی تلافی کا حکم فرمایا ہے

تشریح:

''امر بوضع الجوائح '' یعنی آفات سماویہ کی تباہی کے بوجھ اور تاوان کو نبی اکرم ﷺ نے کالعدم قرار دیا ہے یہاں احادیث میں ''تزھی '' کا لفظ آیا ہے اس سے پھلوں کا پکنا اور سرخ اور پیلا ہونا مراد ہے گزشتہ احادیث میں اس کے لئے ''تشقح '' اور ''تشقہ'' کے الفاظ آئے اس کا مطلب راوی نے ''حتی تحمار وتصفار '' سے بیان کیا ہے یہاں تزھی کا مطلب بھی یہی ہے پکنا مراد ہے۔

''قال ابراھیم '' ان کی کنیت ابواسحق ہے اور یہ امام مسلم کے خاص شاگرد ہیں جنہوں نے صحیح مسلم کی روایت امام مسلم سے کی ہے۔'' وھو صاحب مسلم '' اس سے راوی یہی حقیقت ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ ابراہیم سے مراد امام مسلم کا خاص شاگرد ہے، اس عبارت کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اوپر والی روایت میں امام مسلم نے ایک واسطہ کے بعد سفیان بن عیینہ سے روایت لی ہے یہاں امام مسلم کے شاگرد ابراہیم نے بھی ایک واسطہ کے بعد سفیان بن عیینہ سے روایت لی ہے اس طرح شاگرد سند کی بلندی میں اپنے استاذ کے مساوی بن گئے وہاں بشر بن الحکم وغیرہ کا واسطہ ہے اور یہاں عبدالرحمن بن بشر واسطہ ہے۔ اسی سند کی بلندی کی طرف اشارہ ہے کہ شاگرد کمال والا ثابت ہوا

باب استحباب الوضع من الدين

قرض کے وصول کرنے میں کمی کرنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۳۹۷۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا، فَكَثُرَ دَيْنُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ، فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِغُرَمَائِهِ: خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ، وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ،

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص کے پھلوں پر جو اس نے (درخت پر لگے ہی) خرید لیا تھا کوئی آفت آگئی اور اس پر قرضوں کا بوجھ پڑ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو صدقہ دو، لہذا لوگوں نے اسے صدقہ دیا لیکن وہ صدقہ پہلے قرض کی رقم کے برابر نہ پہنچ سکا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ: جو کچھ تم اس کے پاس پاؤ وہ لے لو اس کے علاوہ تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔

تشریح:

"اضیب رجل "یعنی ایک شخص کو پھلوں میں آفات سماویہ سے بہت زیادہ نقصان پہنچا اور وہ مشتری تھا یہ شخص حضرت معاذ تھے اور ان کے قرض خواہ یہود تھے((الأُبیّ))"وفاء دینه "یعنی چندہ اتنا ہو گیا کہ اس سے اس شخص کا قرض پورا نہیں ہوا۔"لغرمائه "یہ غریم کی جمع ہے قرض خواہ کو کہتے ہیں"ولیس لکم "یعنی جتنا ہو گیا یہی لے لو اس سے زیادہ تم کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ یہ شخص دیوالیہ ہے اس چندہ کرنے سے اور پھر اس کو دیوالیہ قرار دینے سے ثابت ہو گیا کہ آفت سماویہ میں مشتری تاوان کا ذمہ دار ہوتا ہے یہی احناف اور شوافع کی دلیل ہے اختلاف پہلے گزر چکا ہے فقہاء نے اس حدیث سے دیوالیہ قرار دینے کا ضابطہ اخذ کیا ہے اور یہ واضح ضابطہ ہے۔

۳۹۷۹۔حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

ان اسناد کے ساتھ بھی سابقہ روایت ہی کی مثل منقول ہے۔

۳۹۸۰۔وحَدَّثَنِي غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِنَا، قَالُوا:حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أُمَّهُ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَتْ:سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ:سَمِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُومٍ بِالْبَابِ، عَالِيَةٍ أَصْوَاتُهُمَا، وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْآخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِي شَيْءٍ، وَهُوَ يَقُولُ:وَاللهِ لَا أَفْعَلُ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ:أَيْنَ الْمُتَأَلِّي عَلَى اللهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوفَ؟ قَالَ:أَنَا، يَا رَسُولَ اللهِ، فَلَهُ أَيُّ ذَلِكَ أَحَبَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دروازہ پر جھگڑے کی بلند آوازیں سنیں کہ ایک شخص دوسرے سے کچھ کمی کا مطالبہ کر رہا تھا اور کسی معاملہ میں نرمی چاہ رہا تھا اور دوسرا کہہ رہا تھا کہ اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا۔رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے ان دونوں کے پاس اور فرمایا کہ:کہاں ہے وہ شخص جو اس قدر مبالغہ و تاکید کے ساتھ اللہ کی قسم کھا رہا تھا کہ ایک نیکی کا کام نہیں کرے گا؟ اس نے کہا یارسول اللہ! میں یہ ہوں۔اور اس (میرے مقروض) کو یہ اختیار ہے جیسا چاہے کرے۔(پہلے تو اپنے قرض میں ذرا کمی و نرمی نہیں کر رہا تھا۔لیکن نبی ﷺ کی بات سن کر فوراً کہہ اٹھا کہ یارسول اللہ! مقروض کو میری طرف سے یہ اختیار ہے جیسا چاہے کرے (قرض کی رقم کم کر کے دیر سے ادا کرے اسے اختیار ہے)

"غیر واحد من اصحابنا "اس روایت میں امام مسلم نے اپنے شیخ کا نام نہیں لیا ہے شاید وہ امام بخاری ہوں کیونکہ یہ حدیث امام

بخاری نے متصل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں نہ تو امام بخاری کا نام لیا ہے اور نہ ان کے نام سے کوئی حدیث نقل کی ہے، یہاں اس حدیث پر شارحین نے منقطع ہونے کا حکم لگایا ہے اور صحیح مسلم میں بقول نووی بارہ احادیث منقطع ہیں تاہم یہاں اس حدیث میں ابہام ہے یہ منقطع نہیں ہے، کسی مبہم استاد سے امام مسلم نے نقل کیا ہے لیکن امام مسلم نے کتاب الحج میں اس حدیث کو اسماعیل سے بغیر کسی واسطہ کے نقل کیا ہے تو انقطاع وابہام ختم ہوگیا ہے،"عن ابی الرجال "یہ اس شخص کا لقب ہے کنیت نہیں ہے اس کا یہ لقب اس لئے پڑ گیا کہ اس کے دس بیٹے تھے جو سب کے سب رجال اور بالغ مرد تھے۔

"یستوضع "سین اور تا طلب کے لئے یعنی قرض سے کچھ کم کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔"ویسترفقہ "یعنی اس سے نرمی کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے کہ قرض مانگنے میں زیادہ سختی نہ کرو، یہ معاملہ حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابن ابی حدرد کے درمیان تھا حضرت کعب کا قرض تھا اور ابن ابی حدرد دینے میں سستی کر رہا تھا ابن ابی حدرد کا نام عبداللہ بن ابی حدرد تھا قبیلہ اسلم سے ان کا تعلق تھا کئی دفعہ مسجد کے اندر ان دونوں کا شور ہوگیا تھا پھر آنحضرت ﷺ نے دونوں کے درمیان فیصلہ فرمادیا۔"این المتالی "متالی اسم فاعل کا صیغہ ہے ایلاء کے معنی میں ہے جو قسم کو کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر قسم کھانے والا کون ہے کہ میں نیک کام نہیں کروں گا؟

"فلہ ایّ ذلک احب "یعنی حضرت کعب بن مالک نے فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ قسم کھانے والا میں ہوں آپ ناراض نہ ہوں میری طرف سے اس شخص کو اختیار ہے کہ جو یہ چاہتا ہے میں وہی کروں گا"ای فَلِخَصْمِي مَا اَحَبَّ مِنْ وَضْعِ الدَّيْنِ وَمِنَ الرِّفْقِ "یا دین کم کردوں گا یا نرمی سے مانگوں گا جو ان کی مرضی ہو وہی کروں گا۔آنے والی روایات میں خوب تفصیل ہے۔

۳۹۸۱۔حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَخْبَرَهُ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ، وَنَادَى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، فَقَالَ:يَا كَعْبُ، فَقَالَ:لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ بِيَدِهِ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ، قَالَ كَعْبٌ:قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ قُمْ فَاقْضِهِ،

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ابن ابی حدرد سے مطالبہ وتقاضا کیا ایک قرض کا جو اس پر تھا یہ تقاضا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں کیا اور اس مطالبہ کے دوران دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں ان کی آوازیں سن لیں آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور دروازہ کا پردہ اٹھا کر کعب بن مالک کو پکارا اے کعب! انہوں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ

نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ اپنے قرض سے آدھا کم کر دو۔ حضرت کعبؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! میں نے کر دیا۔
چنانچہ رسول اللہ نے اب ابن ابی حدرد سے کہا کہ اٹھو اور ان کا قرضہ ادا کرو۔

تشریح:

''ابن ابی حدرد'' ان کا نام عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی تھا ''سجف حجرته'' سین پر کسرہ ہے اور فتحہ بھی ہے جیم ساکن ہے دروازہ کے پردہ کو کہتے ہیں مگر اس پردہ کو سجف کہتے ہیں جو دو پلوں پر مشتمل ہو درمیان سے الگ الگ ہو۔
''وضع الشطر'' یعنی ہاتھ سے آنحضرت نے اس طرح اشارہ فرمایا گویا آپ آدھے قرض کو معاف کرنے کے لئے کسی چیز کو کاٹنے کا اشارہ دے رہے ہیں، حضرت کعب نے آنحضرت کے اشارہ کو سمجھ لیا اور آدھا قرض معاف کر لیا آنحضرت نے زبان سے آدھے قرض کی بات نہیں کی تھی یا ''اشار'' بمعنی قال ہے تو پھر زبان سے بات ہوئی ہوگی امام بخاری نے اشارہ مراد لیا ہے۔
''قم فاقضه'' آنحضرت نے مدیون عبداللہ بن ابی حدرد کو زبان مبارک سے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اور جا کر فوراً اس کا قرض ادا کرو کلام کا انداز اسی طرح ہے شارحین نے لکھا ہے کہ یہ قرض دو اوقیہ تھا تو ایک اوقیہ معاف ہو گیا ایک ادا کر دیا گیا۔

۳۹۸۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَقَاضَى دَيْنًا لَهُ عَلَى ابْنِ أَبِي حَدْرَدٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ وَهْبٍ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی حدردؓ کے اوپر ان کا مال لازم تھا۔ وہ ان سے ملے اور انہیں لپٹ گئے، دونوں میں گفتگو ہونے لگی یہاں تک کہ آوازیں بلند ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے کعب! اور ہاتھ سے اشارہ فرمایا گویا کہہ رہے ہوں کہ نصف کر دو (یعنی اپنا قرض آدھا کر دو) چنانچہ انہوں نے اپنے قرض کا آدھا حصہ وصول کر لیا اور آدھا چھوڑ دیا۔

۳۹۸۴۔ قَالَ مُسْلِمٌ: وَرَوَى اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ كَانَ لَهُ مَالٌ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ، فَلَقِيَهُ، فَلَزِمَهُ، فَتَكَلَّمَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا كَعْبُ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُولُ النِّصْفَ، فَأَخَذَ نِصْفًا مِمَّا عَلَيْهِ، وَتَرَكَ نِصْفًا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا کچھ مال عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی پر قرض تھا وہ اس سے ملے تو اس کو پکڑ لیا اور دونوں میں گفتگو شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ آوازیں بلند ہو گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گز

رہے تو فرمایا: اے کعب اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا گویا کہ آپ ﷺ نصف کا فرما رہے ہیں میں نے اپنے قرض میں سے آدھا وصول کرلیا اور آدھا چھوڑ دیا۔

"قال مسلم "یعنی امام مسلمؒ نے فرمایا کہ لیث بن سعد نے کہا کہ مجھے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا ہے امام مسلمؒ نے یہاں جس روایت کو بیان کیا ہے یہ معلق ہے کیونکہ آپ نے سند کا ابتدائی حصہ حذف کردیا ہے صحیح مسلم میں تین احادیث معلق ہیں ایک یہی حدیث ہے دوسری کتاب الحدود میں آرہی ہے اور تیسری باب التیمم میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس روایت کو باب الصلح میں یوں متصل نقل کیا ہے "عن یحی بن بکیر عن اللیث الخ لہٰذا تعلیق ختم ہوگئی۔

باب من ادرک ماله بعينه عند المشتری فهو احق به

جو شخص مفلس مشتری کے پاس اپنا بیچا ہوا مال پائے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۳۹۸٤۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَوْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ قَدْ أَفْلَسَ أَوْ إِنْسَانٍ قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کہ میں نے آپ سے سنا فرمایا کہ: "جو شخص اپنا مال بعینہ کسی ایسے آدمی کے پاس پائے جو مفلس (دیوالیہ) ہوگیا ہو یا مفلس انسان کے پاس پائے تو وہ اس کے لینے کا زیادہ حق دار ہے بہ نسبت دوسرے کے"۔

تشریح:

"او انسان "یہاں پر راوی کے شک کے لئے ہے راوی کو شک ہوگیا کہ "عند رجل "کا لفظ ہے یا "عند انسان "کا لفظ ہے "قد افلس" یعنی وہ آدمی مفلس ہوگیا افلس معروف کا صیغہ ہے یعنی وہ شخص مفلس ہوگیا افلاس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہے یعنی عدیم الفلوس ہوگیا اس کو دیوالیہ بھی کہتے ہیں کہ عدالت نے فیصلہ سنادیا کہ یہ آدمی دیوالیہ ہے لہٰذا اس کو تنگ نہ کرو یہ صیغہ فُلِّسَ باب تفعیل سے مجہول بھی مذکور ہے۔ "فهو احق به "یعنی بائع اپنے فروخت کردہ مال کا زیادہ مستحق ہے مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے کسی سے کچھ سودا مثلاً الماری یا گاڑی ادھار لے لی ابھی پیسہ ادا نہیں کیا تھا کہ قاضی نے اس کو دیوالیہ قرار دیا۔ اب وہ سودا اس مفلس کے پاس جوں کا توں

موجود ہے کہ اتنے میں اس مفلس کے قرض خواہ پہنچ گئے اور ان میں وہ شخص بھی آ گیا جس نے مفلس کو سودا کا مال دیا تھا اور مال موجود ہے اس سودا کو فسخ کر کے وہ شخص اپنا مال واپس لے سکتا ہے یا نہیں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص اپنا مال لے سکتا ہے عقد کو فسخ کرے اور اپنا مال اٹھا کر لے جائے باقی غرماء کا اس مال میں کوئی حق نہیں ہے یہ شخص احق بمالہ ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص اپنا مبیع واپس نہیں لے سکتا ہے بلکہ اب یہ غریم باقی غرماء کے ساتھ مطالبہ میں برابر کا شریک ہے اب یہ مال فروخت کیا جائے گا اور پیسہ لا کر تمام قرض خواہوں پر تقسیم کیا جائے گا۔

صاحبین امام زہری، حسن بصری اور عمر بن عبدالعزیز کا مسلک بھی یہی ہے۔

دلائل

جمہور نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جو اپنے مدعا پر واضح تر دلیل ہے ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ اسی حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بیع وشراء کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ کچھ اور ہے کیونکہ بیع وشراء کے بعد یہ مال مالک کے ہاتھ سے نکل گیا اب اس کا مالک مشتری ہے جو مفلس ہے اب اس مال میں اس کا سابق مالک اور غریم دوسرے غرماء کے ساتھ برابر کا شریک ہوگا۔ اس سلسلہ میں احناف نے طحاوی کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے الفاظ یہ ہیں۔

عن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سرق له متاع او ضاع له متاع فوجده في يد رجل بعينه فهو احق به ويرجع المشتري على البائع بالثمن (طحاوی ج ۲ ص ۲۴۴)

یہی روایت ابن ماجہ میں ان الفاظ سے مذکور ہے "اذا ضاع للرجل متاع او سرق له متاع فوجده في يد رجل يبيعه فهو احق به فيرجع المشتري على البائع بالثمن"۔

ائمہ احناف حضرت علی کے قول سے بھی استدلال کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔ "هو اسوة للغرماء اذا وجد بعينها"

ان روایات کا مطلب یہی ہے کہ اگر کسی چور نے کسی شخص کا مال چوری کر کے فروخت کیا اور مالک نے مشتری کے ہاتھ میں اپنا مال پایا تو اس مشتری سے یہ مالک اپنا مال لے سکتا ہے اس میں یہ سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اپنا مال واپس کر دے اور دیگر دائنین اس کے ساتھ شریک نہ ہوں پھر مشتری اپنا پیسہ بائع سے واپس کرے گا جس نے مال چوری کیا تھا اور اس پر فروخت کیا تھا۔

جواب

جمہور نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ائمہ احناف اس کو عاریت یا مال مرہون یا مال مغصوب یا مال مسروق پر حمل کرتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بیع الخیار پر محمول ہے کہ خیار کے دوران بائع کو پتہ چلا کہ مشتری مفلس ہوگیا ہے تو وہ اپنا فروخت کردہ مال واپس کر سکتا ہے گویا یہ حدیث خیار فسخ البیع سے متعلق ہے بہرحال یہ ایک تاویل ہے، اور حق یہ ہے کہ یہ تاویلات اس باب کی احادیث کے بعض کلمات کے پیش نظر بہت بعید ہیں جمہور کا مسلک واضح ہے آیندہ حدیث میں ''ولم یفرقہ'' کا لفظ آیا ہے یعنی مشتری نے اس مال میں تصرف نہیں کیا ہو کہ اس کو الگ کر دیا ہو اگر تصرف کر کے الگ کر دیا پھر بائع حق دار نہیں ہوگا۔

٣٩٨٥۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ، وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، قَالَا:حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، كُلُّ هَؤُلَاءِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ زُهَيْرٍ، وقَالَ ابْنُ رُمْحٍ مِنْ بَيْنِهِمْ فِي رِوَايَتِهِ:أَيُّمَا امْرِءٍ فُلِّسَ

ان مختلف اسناد سے بھی سابقہ حدیث (آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنا مال بعینہ کسی ایسے آدمی کے پاس پائے جو مفلس ہوگیا ہو یا مفلس انسان کے پاس پائے تو وہ اس کے لینے کا زیادہ حق دار ہے بہ نسبت دوسرے شخص کے) مروی ہے (اور اس روایت میں یہ ہے کہ جس آدمی کو غریب قرار دیا گیا۔)

٣٩٨٦۔حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَهُوَ ابْنُ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ الْمَخْزُومِيُّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حُسَيْنٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَهُ، عَنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الرَّجُلِ الَّذِي يُعْدِمُ، إِذَا وُجِدَ عِنْدَهُ الْمَتَاعُ، وَلَمْ يُفَرِّقْهُ:أَنَّهُ لِصَاحِبِهِ الَّذِي بَاعَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں روایت فرماتے ہیں جو نادار ہوگیا ہو کہ اس کے پاس اگر سامان پایا جائے اور اس نے اس میں کوئی تصرف نہ کیا ہو تو وہ اسی کا ہوگا جس نے اسے فروخت کیا تھا۔

٣٩٨٧۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَا:حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا أَفْلَسَ الرَّجُلُ، فَوَجَدَ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی آدمی مفلس ہوجائے پھر دوسرا آدمی اپنا مال بعینہ اس کے پاس پائے تو وہی اس کا زیادہ مستحق ہے''۔

۳۹۸۸۔وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، ح وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، أَيْضًا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، وَقَالَا: فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنَ الْغُرَمَاءِ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔لیکن اس روایت میں فرمایا: کہ وہ شخص دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اس کا زیادہ مستحق ہے۔

۳۹۸۹۔وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ، وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ، قَالَ حَجَّاجٌ: مَنْصُورُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِذَا أَفْلَسَ الرَّجُلُ، فَوَجَدَ الرَّجُلُ عِنْدَهُ سِلْعَتَهُ بِعَيْنِهَا، فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب آدمی مفلس ہو جائے اور اس کے پاس کوئی آدمی اپنا سامان بعینہٖ پائے تو اس کا وہی زیادہ مستحق ہے“۔

باب فضل انظار المعسر

تنگ دست مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت

اس باب میں امام مسلم نے نو احادیث کو بیان کیا ہے

۳۹۹۰۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، أَنَّ حُذَيْفَةَ، حَدَّثَهُمْ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَقَالُوا: أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: لَا، قَالُوا: تَذَكَّرْ، قَالَ: كُنْتُ أُدَايِنُ النَّاسَ فَآمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوا الْمُعْسِرَ، وَيَتَجَوَّزُوا عَنِ الْمُوسِرِ، قَالَ: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: تَجَوَّزُوا عَنْهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم سے پہلے امتوں میں فرشتے ایک شخص کی روح لے چلے تو اس سے کہا کہ: یاد کر کیا تو نے کوئی نیکی کا کام کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔فرشتوں نے کہا یاد کر! (شاید کوئی نیکی یاد آجائے) اس نے کہا کہ: میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے جوانوں کو حکم دیتا تھا کہ (قرض کی وصولی میں) تنگ دست کو مہلت دیا کریں اور مالدار کے ساتھ آسانی کا معاملہ کیا کریں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ: ”تم بھی اس سے درگزر کرو (اس سے سہولت کا معاملہ کرو)۔

تشریح:

"تلقت الملائكة" یعنی گزشتہ ملت کے کسی شخص کی روح کو فرشتے موت کے بعد اٹھا کر لے گئے "تذکر" یہ امر کا صیغہ ہے یعنی یاد کرو تم نے کبھی کوئی نیکی کی ہے؟ "اداین" یہ معاملہ اور لین دین کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا ادھار وغیرہ کا معاملہ کیا کرتا تھا "فتیانی" یہ فتی کی جمع ہے غلام اور کاروبار پر مقرر جوان مراد ہیں یعنی اپنے نوکر چاکر کو حکم دیا کرتا تھا کہ نرمی کرو۔
"ینظروا" یہ انظار باب افعال سے ہے مہلت دینے کے معنی میں ہے کہ تنگ دست سے قرض مانگنے میں ان کو مہلت دو۔ "و یتجوزوا" تجاوز درگزر کرنے کے معنی میں ہے یعنی مالدار کے معاملہ میں چشم پوشی سے کام لیا کرو۔

۳۹۹۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ حُجْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: اجْتَمَعَ حُذَيْفَةُ، وَأَبُو مَسْعُودٍ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: رَجُلٌ لَقِيَ رَبَّهُ، فَقَالَ: مَا عَمِلْتَ؟ قَالَ: مَا عَمِلْتُ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ رَجُلًا ذَا مَالٍ، فَكُنْتُ أُطَالِبُ بِهِ النَّاسَ فَكُنْتُ أَقْبَلُ الْمَيْسُورَ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمَعْسُورِ، فَقَالَ: تَجَاوَزُوا عَنْ عَبْدِي، قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: هَكَذَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ۔

ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت حذیفہ اور ابو مسعودؓ دونوں کہیں جمع ہوئے تو حذیفہؓ نے فرمایا کہ: "ایک آدمی اپنے رب عزوجل سے ملا تو اس نے فرمایا کہ: تو نے کیا (نیک) عمل کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے کوئی نیکی نہیں کی الا یہ کہ میں مالدار آدمی تھا، تو (اپنے قرض کا) جب لوگوں سے مطالبہ کرتا تو مالدار سے تو معمولی سا قبول کر لیتا تھا (یعنی اس سے جو کچھ سہولت سے مل جایا کرتا تو وہ لے لیا کرتا تھا، سختی نہیں کرتا تھا اور جب کہ تنگ دست سے درگزر کیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فرشتوں سے) تم بھی میرے بندے سے درگزر سے کام لو"۔ یہ سن کر حضرت ابو مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔

تشریح:

"کنت اطالب" یہاں کچھ عبارت محذوف ماننا ہوگا یعنی میں لوگوں سے لین دین کرتا تھا پھر اپنا حق مانگتا تو "اقبل الميسور" میسور کا مطلب آسان ہے یہ یُسر سے ہے مطلب یہ کہ میں اپنے مدیون اور مقروض سے اتنا ہی قبول کرتا تھا جتنا کہ اس کے لئے دینا آسان ہوتا تھا "المعسور" یہ مشکل کے معنی میں ہے یعنی مدیون کے لئے جو مال دینا مشکل ہوتا تھا میں اس کو معاف کر دیتا تھا اور درگزر کرتا تھا۔ بہر حال میسور اور معسور مدیون آدمی کی صفت نہیں ہے بلکہ دین کی صفت ہے کیونکہ میسور اور معسور آدمی کی صفت نہیں بنتی ہے بلکہ قرض کی صفت ہے کہ قرض میں سختی یا نرمی ہو بعض نے مدیون کی صفت بنائی ہے جو زیادہ آسان ہے۔

۳۹۹۲۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَجُلًا مَاتَ، فَدَخَلَ الْجَنَّةَ، فَقِيلَ لَهُ:مَا كُنْتَ تَعْمَلُ؟ قَالَ:فَإِمَّا ذَكَرَ وَإِمَّا ذُكِّرَ فَقَالَ:إِنِّي كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، فَكُنْتُ أُنْظِرُ الْمُعْسِرَ، وَأَتَجَوَّزُ فِي السِّكَّةِ أَوْ فِي النَّقْدِ فَغُفِرَ لَهُ، فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ:وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''ایک آدمی مرنے کے بعد جنت میں داخل ہو گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تو کیا عمل کرتا تھا؟ راوی فرماتے ہیں یا تو اسے خود یاد آ گیا یا اسے یاد دلایا گیا تو اس نے کہا: میں لوگوں سے لین دین کیا کرتا تھا تو لینے میں تنگ دست کو مہلت دیتا تھا اور دراہم و دنانیر یعنی نقد میں درگزر کرتا تھا۔ اس کی مغفرت اس عمل پر کر دی گئی۔

تشریح:

''فاما ذکر'' یعنی اس کو خود یاد آ گیا یا اس کو یاد دلایا گیا۔''فی السکۃ'' ای الدرھم المضروب' دراہم و دنانیر مراد ہیں۔

''او النقد'' اس سے بھی دراہم اور دنانیر مراد ہیں اس صورت میں یہاں ''او'' شک کے لئے ہے راوی کو ان الفاظ میں شک ہو گیا ہے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ ''النقد'' عام ہے دراہم اور دنانیر میں محدود نہیں ہے تو پھر راوی کو شک نہیں ہوا بلکہ خاص کے بعد عام لفظ حدیث میں آیا ہے۔

۳۹۹۳۔حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ:أُتِيَ اللهُ بِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِهِ آتَاهُ اللهُ مَالًا، فَقَالَ لَهُ:مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ:وَلَا يَكْتُمُونَ اللهَ حَدِيثًا، قَالَ:يَا رَبِّ آتَيْتَنِي مَالَكَ، فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، وَكَانَ مِنْ خُلُقِي الْجَوَازُ، فَكُنْتُ أَتَيَسَّرُ عَلَى الْمُوسِرِ، وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ، فَقَالَ اللهُ:أَنَا أَحَقُّ بِذَا مِنْكَ، تَجَاوَزُوا عَنْ عَبْدِي ، فَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ الْجُهَنِيُّ، وَأَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ، هَكَذَا سَمِعْنَاهُ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کے بندوں میں سے کسی ایسے بندہ کو لایا گیا جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: تم نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اس نے کہا اور بندے اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے۔ اے میرے رب! آپ نے اپنا مال مجھے عطا فرمایا تھا۔ میں لوگوں سے لین دین کیا کرتا تھا، میری عادت درگزر کرنے کی تھی لہٰذا میں مالدار آدمی سے وصولی میں تو سہولت دیتا تھا اور تنگ دست کو مہلت دیا کرتا تھا (فوری وصولی کا تقاضا نہیں کرتا تھا)۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میں زیادہ مستحق ہوں اس بات کا تجھ سے (کہ

تیرے ساتھ درگزر سے کام لوں اور فرشتوں سے فرمایا) میرے بندہ سے درگزر سے کام لو"۔ عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ اور ابو مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے اسی طرح سنا ہے۔ حضرت ابو مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

تشریح:

"الاشج" یہ لفظ ہمیشہ مرفوع آتا ہے کیونکہ یہ ابو سعید کی صفت بنتی ہے اشج اس شخص کو کہتے ہیں جس کے چہرہ پر زخم کا نشان ہو۔

"اتی اللہ بعبد" یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا گیا جو مالدار تھا "الجواز" یعنی درگزر اور چشم پوشی کرنا میری طبیعت تھی یہ آدمی مسلمان تھا مگر اور کوئی نیکی نہیں کی تھی۔

"فقال عقبۃ بن عامر" اس سند میں یہاں وہم ہوگیا ہے اور وہم ابو خالد احمر کو ہوگیا ہے کیونکہ یہاں عقبہ بن عامر کہنا غلط ہے وہ الگ صحابی ہے اس روایت میں ان کا نام نہیں ہے اسی طرح ابو مسعود انصاری کوئی الگ آدمی نہیں ہے بلکہ یہاں عقبہ بن عمرو نام ہے اور ابو مسعود انصاری اس کی کنیت ہے یہ ایک ہی آدمی ہے دارقطنی نے اس وہم کا ذکر کیا ہے "من فی" ای من فم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فم اصل میں فوہ تھا اعلال کے بعد فی ہو گیا۔

۳۹۹۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرُونَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُوسِبَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ، إِلَّا أَنَّهُ كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ، وَكَانَ مُوسِرًا، فَكَانَ يَأْمُرُ غِلْمَانَهُ أَنْ يَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُعْسِرِ، قَالَ: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: نَحْنُ أَحَقُّ بِذَلِكَ مِنْهُ، تَجَاوَزُوا عَنْهُ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص کا حساب لیا گیا تو اس کی کوئی نیکی نہیں پائی گئی سوائے اس کے کہ وہ لوگوں سے معاملہ کیا کرتا تھا اور مالدار آدمی تھا تو وہ اپنے لڑکوں کو حکم دیتا تھا کہ (وصولی میں) تنگ دست مقروض سے درگزر کیا کریں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: ہم اس سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اس سے درگزر سے کام لیں۔

۳۹۹۵۔ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ مَنْصُورٌ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وقَالَ ابْنُ جَعْفَرٍ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ وَهُوَ ابْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ،

فَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ: إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، لَعَلَّ اللهَ يَتَجَاوَزُ عَنَّا، فَلَقِيَ اللهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایک آدمی لوگوں سے قرض کا لین دین کیا کرتا تھا، وہ اپنے لڑکوں سے کہتا کہ جب تم کسی نادار مفلس شخص کے پاس پہنچو (جو قرض ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو) تو اس سے چشم پوشی سے کام لیا کرو، شاید (اسی عمل کے بدلہ) اللہ تعالیٰ ہم سے بھی درگزر فرمائے۔ چنانچہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملا (موت کے بعد) تو اللہ نے بھی اس سے درگزر فرمایا۔

۳۹۹۶۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (سابقہ حدیث کی مثل) سنا ہے۔

۳۹۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْهَيْثَمِ خَالِدُ بْنُ خِدَاشِ بْنِ عَجْلَانَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ، طَلَبَ غَرِيمًا لَهُ، فَتَوَارَى عَنْهُ ثُمَّ وَجَدَهُ، فَقَالَ: إِنِّي مُعْسِرٌ، فَقَالَ: آللّٰهِ؟ قَالَ: آللّٰهِ؟ قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ، أَوْ يَضَعْ عَنْهُ،

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو قتادہؓ نے اپنے ایک مقروض کو طلب کیا تو وہ چھپ گیا۔ پھر کسی وقت اسے پالیا تو اس نے کہا کہ میں نادار اور تنگ دست ہوں اور کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! اللہ کی قسم (میں نادار ہوں) حضرت ابو قتادہؓ نے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ: جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے کرب وسختی سے نجات دے تو اسے چاہئے کہ وہ مفلس ونادار (مقروض) کو مہلت دے یا اس کے قرض میں کمی کردے"۔

تشریح:

"فتوارى" یہ چھپنے کے معنی میں ہے قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے شرم کے مارے سامنے نہیں آسکتا تھا تو چھپ گیا "اللّٰہ" یہ لفظ قسم کے ساتھ سوال کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اصل میں باللہ ہے با کو حذف کرکے آللہ کہا جاتا ہے یعنی خدا کی قسم کھا کر کہدو تم واقعی تنگ دست ہو؟ "ان ينجيه" یہ انجاء سے نجات دینے کے معنی میں ہے "من كرب" یہ کربہ کی جمع ہے ایسے شدید غم کو کہتے ہیں کہ جس سے آدمی کا سانس بند ہو جائے۔ "فلينفس" یہ تنفیس باب تفعیل سے ہے غم دور کرنے کے معنی میں ہے "اى فليفرج عنه" یعنی اس کو

قرض ادا کرنے میں مہلت دیدے بعض قرض معاف کردے یا سارا معاف کردے "یضع" کا یہی مطلب ہے۔

۳۹۹۸۔وحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوبَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ
ان اسناد کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

باب تحريم مطل الغنى وصحة الحوالة

مالدار کا قرض میں ٹال مٹول کرنا حرام ہے اور حوالہ جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

۳۹۹۹۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ،
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مالدار شخص کا (ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور جب تم میں سے کسی کو کسی مالدار کے پیچھے لگا دیا جائے حوالہ کردیا جائے (قرض کی وصولی کے لئے) تو اس کو چاہئے کہ اس کے پیچھے لگ جائے"۔

تشریح:

"مطل الغنی" مطل نصر ینصر سے ٹال مٹول اور تاخیر کو کہتے ہیں یعنی مالدار آدمی ہے قرض ادا کرنے پر قادر ہے کوئی شرعی عذر نہیں ہے اور وہ کسی کا قرض ادا نہیں کرتا تو یہ اس کی طرف سے ظلم ہے اور ظالم کو بطور سزا قید و بند کی سزا دی جاسکتی ہے۔

"واذا اتبع" یہ مجہول کا صیغہ ہے اتباع سے ہے حوالہ دینے کے معنی میں ہے "علی ملیء" ملاء سے ہے مالدار آدمی کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کا کسی دوسرے شخص پر قرض ہے اور اس مقروض کا کسی اور پر قرض ہے تو یہ مقروض اپنے قرض خواہ سے کہتا ہے کہ بھائی فلاں شخص پر میرا قرض ہے تم اپنا قرض ان سے لیلو اور یہ حوالہ قبول کرلو تو اگر وہ شخص مالدار ہو اور کوئی دوسری رکاوٹ نہ ہو تو اس حوالہ کو قبول کرنا چاہئے۔"فلیتبع" کا یہی مطلب ہے کہ قبول کرلے۔

۴۰۰۰۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَا جَمِيعًا: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت نقل فرماتے ہیں۔

الحمدللہ یہاں تک صحیح مسلم کی چار ہزار احادیث کی تشریح مکمل ہوگئی ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۲ مطابق فروری ۲۰۱۱ء کو میں نے اس شرح کی ابتداء کی تھی اور آج ۵ ربیع الثانی ۱۴۳۴ مطابق فروری ۲۰۱۳ء کو میں یہاں تک پہنچا ہوں، الحمدللہ حمداً کثیراً۔

باب تحریم فضل بیع الماء الذی یکون بالفلاۃ

ضرورت سے زائد جنگل کا پانی بیچنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۰۰۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زائد از ضرورت پانی کی فروخت سے منع فرمایا ہے

۴۰۰۲۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ ضِرَابِ الْجَمَلِ، وَعَنْ بَيْعِ الْمَاءِ وَالْأَرْضِ لِتُحْرَثَ، فَعَنْ ذَلِكَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے اونٹ سے جفتی کرانے کی بیع کرنے اور پانی وزمین کو فروخت کرنے سے تاکہ اس میں زراعت کی جائے ان سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

تشریح:

''ضراب الجمل'' اونٹ کو اونٹنی پر چھوڑنے اور چڑھانے کے عمل کو ضراب کہتے ہیں کسی حیوان مذکر کو مؤنث پر چڑھانے اور جفتی کرانے کا کرایہ اور عوض لینا ایک مکروہ اور قبیح عمل ہے جو حرام ہے ''وعن بیع الماء'' اس کی تفصیل آنے والی ہے ''والارض للحرث'' ای نھی عن اجارتھا للحرث اس کی تفصیل گزر چکی ہے یہ مزارعت ہے۔

۴۰۰۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ كِلَاهُمَا، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''زائد از ضرورت پانی سے منع نہ کیا جائے تاکہ اس کے ذریعہ گھاس کو روکا جائے''۔

٤٠٠٤۔وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ الْكَلَأَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''زائد از ضرورت پانی کو منع نہ کرو کہ اس کے ذریعہ چارہ، گھاس روک لو''۔

٤٠٠٥۔وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُسَامَةَ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا يُبَاعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُبَاعَ بِهِ الْكَلَأُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''زائد از ضرورت پانی کو گھاس فروخت کرنے کے لئے مت فروخت کرو''۔

تشریح:

''فضل الماء '' فضل سے وہ پانی مراد ہے جو ضرورت سے زائد ہو ضرورت سے گھریلو ضرورت اور مزارعت کی ضرورت اور حیوانات کی ضرورت مراد ہے اس سے زائد پانی کا لوگوں سے روکنا منع ہے پھر یہ وہ پانی ہے جو غیر مملوکہ عام زمین میں ہوتا ہے جس کا کوئی خاص مالک نہیں ہوتا ہے پس جو کوئی اس پانی تک پہنچ گیا وہ اس کا حقدار ہوگا وہ اس کو اپنی کھیتی اور جانوروں کو پلائے جو بچ گیا اس کا روکنا منع ہے ہاں جو پانی کسی کی ملکیت میں ہو جائے وہ اس کو روک سکتا ہے خواہ اس کی ضرورت سے زائد کیوں نہ ہو البتہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مملوک اور غیر مملوک پانی میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ پانی جہاں بھی ہو اس کو منع کرنا جائز نہیں ہے البتہ عام فقہاء نے لکھا ہے کہ جو پانی گھڑے یا مشکیزہ میں محفوظ کر لیا گیا ہو وہ یہاں شامل بحث نہیں ہے وہ ذاتی ملکیت ہے آئندہ تفصیل آرہی ہے ''لیباع به الکلاء '' کلاء گھاس کو کہتے ہیں خواہ خشک ہو یا تر ہو ''عشب'' تر گھاس کو کہتے ہیں۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یہ حیلہ نہیں کر سکتا ہے کہ زائد پانی کو روک لے تا کہ اس بہانہ سے اپنی گھاس کو فروخت کردے کیونکہ لوگ گھاس کے لئے جب جانور لاتے ہیں تو گھاس چرنے کے بعد پانی کی ضرورت پڑتی ہے اب یہ شخص گھاس کو تو منع نہیں کر سکتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ میں پانی کی اجازت نہیں دیتا ہوں لوگ اس سے پانی خرید کر جانوروں کو پلاتے ہیں اس طرح گویا پانی بیچنے کے ضمن میں اس شخص نے گھاس فروخت کر دیا اسی کی ممانعت ہے۔

عام پانی کی چار قسموں کا بیان

(۱) پانی کی پہلی قسم: جیسے چشمہ کنواں یا دریا کا پانی ہے یا بڑی نہروں کا پانی ہے یہ پانی ہر قسم انفرادی ملکیت سے آزاد ہے اس میں تمام انسان برابر کے حق دار ہیں اس پانی کو روک کر فروخت کرنا مطلقاً ممنوع ہے۔

(۲) پانی کی دوسری قسم: یہ وہ عام نہریں ہیں جس کو لوگوں نے کھود کر بنائی ہیں اس کا حکم بھی قسم اول کی طرح ہے۔

(۳) پانی کی تیسری قسم: اس سے وہ پانی مراد ہے جو کسی کی مملوکہ زمین میں حوض اور کنوؤں کی صورت میں ہو اس سے زراعت کا حق صرف مالک زمین کو حاصل ہے البتہ انسانوں اور حیوانوں کے پینے پلانے کا حق سب انسانوں کو حاصل ہے مالک کو یہ حق نہیں کہ انسانوں کو پینے پلانے سے کسی کو روکے اس باب کی احادیث میں جس پانی کا ذکر ہے وہ یہی پانی ہے۔

(۴) پانی کی چوتھی قسم: اس سے وہ پانی مراد ہے جو کسی نے اپنے برتن یا ٹینکی وغیرہ میں بھر لیا ہو اس قسم پانی کی بیع وشراء اتفاقاً جائز ہے کیونکہ یہ انفرادی ملکیت ہے چنانچہ اس کا مالک اس پانی سے لوگوں کو اور جانوروں کو روک سکتا ہے۔ الا یہ کہ کوئی اضطراری صورت ہو۔

خودرو گھاس کی تین اقسام ہیں

گھاس کی پہلی قسم: یہ گھاس کی وہ قسم ہے جو کسی کی مملوکہ زمین میں نہیں بلکہ جنگل کی ارض مباحہ میں خود بخود نکل آئی ہو یہ انفرادی ملکیت سے آزاد ہے جس نے بھی کاٹ لیا وہ اس کا مالک ہو جائے گا تمام انسان اس میں شریک ہیں۔

گھاس کی دوسری قسم: یہ وہ گھاس ہے جو کسی کی مملوکہ زمین میں خود بخود نکل آئی ہو مالک نے اس کے اُگانے میں کوئی محنت یا حفاظت نہیں کی ہو اس گھاس سے زمین کا مالک کسی کو روک تو نہیں سکتا ہے البتہ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میری زمین میں اندر قدم نہ رکھو یہ ان کا حق ہے لیکن ان سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمیں گھاس کی ضرورت ہے یا ہمیں اندر داخل ہونے اور کاٹنے کی اجازت دیدو یا خود کاٹ کر ہمیں دیدو آج کل لوگوں کی گھاس میں چونکہ لوگ تحظیر وحفاظت کرتے ہیں باڑ لگاتے ہیں تو شاید یہ ذاتی ملکیت میں آتی ہے۔

(۳) گھاس کی تیسری قسم: یہ وہ گھاس ہے جو کسی نے کوشش کر کے اپنی زمین میں اُگائی ہو یہ گھاس اس شخص کی ذاتی ملکیت ہے اس کی خرید وفروخت جائز ہے اور لوگوں کو روکنا بھی جائز ہے بہر حال دیہات کے ماہر فقیہ علماء ان مسائل کو بہتر حل کر سکتے ہیں یہ شہری علماء کا کام نہیں ہے۔

باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن ومهر البغي

کتے کی قیمت نجومی کی مٹھائی اور کنجری کی کمائی حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۴۰۰۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ،

حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ کتے کی قیمت، فاحشہ کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے۔

تشریح:

"نهى عن ثمن الكلب" یعنی آنحضرت ﷺ نے کتے کی قیمت لینے سے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ کتے کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، اب فقہی نقطہ نظر سے اس میں یہ تفصیل ہے کہ تمام فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ کلب عقور یاولے کتے کی خرید وفروخت ناجائز ہے اسی طرح شوقیہ پالے ہوئے کتوں کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے اور ایسے کتوں کو گھروں میں رکھنا بھی ناجائز ہے۔ البتہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ شریعت نے جن کتوں کو گھروں میں رکھنے اور پالنے کی اجازت دی ہے جیسے کلب معلم ہے کلب صید ہے کلب ماشیہ ہے اور کلب حراسہ ہے آیا ان کا خرید نا بیچنا جائز ہے یا نہیں اور اسکا ثمن اور قیمت حلال ہے یا حرام ہے اس میں اختلاف ہے

فقہاء کرام کا اختلاف

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور راجح قول کے مطابق امام مالک ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کتوں کی بیع وشراء مطلقاً ناجائز ہے خواہ کتے معلم ہوں یا غیر معلم ہوں یا چوکیداری کے لئے ہوں یا کسی دوسرے کام کے لئے ہوں سب ناجائز ہیں اور اس کا حاصل شدہ پیسہ حرام ہے۔

امام ابوحنیفہ وصاحبین اور ایک قول میں امام احمد وامام مالک فرماتے ہیں کہ شریعت نے جن کتوں کو گھروں میں پالنے کی اجازت دی ہے نیز ان کتوں کے ساتھ کوئی انسانی منفعت وابستہ ہو جیسے کلب معلم ہے یا چوکیداری کا کتا ہے یا جاسوسی کا کتا ہے تو ایسے کتوں کی خرید و فروخت جائز ہے اور اس سے حاصل شدہ پیسہ حلال ہے۔

دلائل

شوافع اور ان کے موافقین کی دلیل زیر بحث حدیث ہے جس میں واضح طور پر کتے کی قیمت لینے کی ممانعت آئی ہے اسی طرح ان احادیث

Scanned with CamScanner

سے بھی ان حضرات نے استدلال کیا ہے جن میں لفظ خبیث استعمال کیا گیا ہے۔

احناف اوران کے موافقین کی پہلی دلیل نسائی کی حدیث ہے ''عن جابرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن ثمن السنور والکلب الا کلب الصید" (نسائی)

احناف کی دوسری دلیل مسند احمد اورنسائی کی یہ حدیث ہے ''عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن ثمن الکلب الا الکلب المعلم (احمد ونسائی)

احناف کی تیسری دلیل مسند امام اعظم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''عن ابن عباسؓ قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید " (مسند امام اعظم)

احناف کی چوتھی دلیل ابن شہاب زہری کا فتویٰ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کا شکاری کتا قتل کیا تو قاتل پر اس کی قیمت کا تاوان آئے گا (طحاوی) اسی طرح حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے چالیس دراہم کتے کے تاوان میں وصول کئے تھے۔ حضرت ابن عمر کا فیصلہ مستدرک حاکم اور طحاوی میں مذکور ہے کہ آپ نے کلب صید کے قتل پر چالیس درہم کا معاوضہ رکھا تھا اور کلب ماشیہ کے قتل پر دو مینڈھے رکھے تھے ادھر قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ کتے کی قیمت جائز ہے کیونکہ جب شریعت نے کتے سے نفع اٹھانے کے لئے اس کا پالنا جائز قرار دیا تو اس کا مال ہونا بھی ثابت ہوگیا اور جب کوئی چیز شریعت کی نظر میں مال ہو تو اس کا خریدنا اور بیچنا بھی جائز ہے۔ پوری تفصیل طحاوی درز جاجۃ المصابیح میں ہے۔

جواب

احناف زیر بحث حدیث کا ایک جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس ممانعت کا تعلق ابتدائے اسلام سے ہے جب کتوں کے بارے میں بڑی سختی تھی پھر وہ سختی ختم ہوگئی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ کتے کی ثمن پر خبیث کا اطلاق ہوا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ اطلاق تو کسب الحجام پر بھی ہوا ہے حالانکہ حضور اکرم نے خود حجام کو سینگی کھینچنے پر اجرت عطا فرمائی تھی اگر شوافع حضرات یہ کہدیں کہ کتا نجس العین ہے اس لئے قیمت حرام ہے تو ہم کہیں گے کہ ہاتھی بھی نجس ہے اس کی قیمت کو کیوں جائز کہتے ہو؟

''ومھر البغی ''یعنی کنجری اور رنڈی کا خرچہ ممنوع اور حرام ہے اس حدیث میں مہر کا لفظ آیا ہے اس سے اجرت اور معاوضہ مراد ہے اس پر صورۃ مہر کا اطلاق ہوا ہے ورنہ یہ بھڑ وائیکس ہے معروف مہر مراد نہیں ہے اس کاروبار کو تمام فقہاء نے حرام پر حمل کیا ہے کہ بازاری اور کنجری عورت نے اپنے بازاری پیشہ سے جو پیسہ کمایا ہے وہ حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے کیونکہ اس نے ناجائز جسم فروشی کی ہے۔

''حلوان الکاھن '' کاہن وہ شخص ہوتا ہے جو مستقبل کے بارہ میں غیب کی خبریں دیتا ہے جس کو نجومی اور دست شناس بھی کہتے ہیں ان کو

اس عمل کے معاوضہ میں جو کچھ دیا جاتا ہے اس کو حلوان کہہ دیا گیا یعنی نجومی کی مٹھائی اور شیرینی، بہر حال نجومی کے پاس جانا اس سے مستقبل کے بارہ میں پوچھنا اور اس کی بات کو ماننا سب حرام ہیں یہ نجومی خود انسان ہے اس کو غیب کا علم کیسے ہوسکتا ہے بابا سعدی نے گلستان میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک نجومی کے گھر میں ایک بدکار آدمی گھس آیا تھا اور نجومی کی بیوی کے ساتھ گپ شپ میں مزے لے رہا تھا اور نجومی بازار میں لوگوں کو آسمانوں کی باتیں بتا رہا تھا بابا سعدیؒ نے اس کو مخاطب کر کے کہا۔

تو بر اوج فلک چہ دانی چیست
چوں نہ دانی کہ در سرائے تُو کیست

یعنی تم آسمان کے برجوں پر کیا معلوم کرو گے جب کہ تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اس وقت تیرے گھر میں کیا ہو رہا ہے اقبال مرحوم نے انسان کو تقدیر کا تابع بتایا ہے نہ کہ ستاروں کے تابع چنانچہ فرمایا۔

تیری تقدیر کو انجم شناس کیا جانے
تُو خاکِ زندہ ہے تُو تابع ستارہ نہیں

۴۰۰۷۔وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ، مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا مَسْعُودٍ

حضرت زہری رحمہ اللہ سے اس طریق سے بھی سابقہ حدیث (کہ آپ ﷺ نے کتے کی قیمت، فاحشہ کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا ہے) مروی ہے۔

۴۰۰۸۔وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، قَالَ:سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، يُحَدِّثُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ:سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:شَرُّ الْكَسْبِ مَهْرُ الْبَغِيِّ، وَثَمَنُ الْكَلْبِ، وَكَسْبُ الْحَجَّامِ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "بدترین کمائی فاحشہ کی کمائی، کتے کی قیمت اور حجام کی کمائی ہے۔

۴۰۰۹۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ قَارِظٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ، وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ،

حضرت رافع بن خدیج، رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''کتے کی قیمت ناپاک ہے ،فاحشہ کی کمائی ناپاک ہے اور پچھنے لگانے والے کی اجرت ناپاک ہے''۔

تشریح:

''ثمن الکلب خبیث'' لغوی اعتبار سے لفظ خبیث ناپاک پر بولا جاتا ہے لیکن فقہی اصطلاح میں فقہاء کرام اور مجتہدین اس لفظ کو موقع وکل کے لحاظ سے کبھی حرام پر حمل کرتے ہیں کبھی مکروہ پر حمل کرتے ہیں کبھی خلاف اولی اور ناپسندیدہ عمل پر حمل کرتے ہیں چنانچہ اس حدیث میں ''ثمن الکلب'' میں فقہاء احناف نے اس لفظ کو مکروہ پر حمل کیا ہے اور دیگر ائمہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق حرام پر حمل کیا ہے اختلاف پہلے لکھا جاچکا ہے زیر بحث حدیث میں ''کسب الحجام خبیث'' کے لفظ میں فقہاء نے لفظ خبیث کو خلاف اولی پر حمل کیا ہے ''مهر البغی'' اس میں مہر سے مراد اجرت اور معاوضہ ہے اس پر صورۃ مہر کا اطلاق ہوا ہے ورنہ یہ بھڑوا ٹیکس ہے معروف مہر مراد نہیں ہے۔ یہاں اس لفظ کو تمام فقہاء نے حرام پر حمل کیا ہے کہ بازاری اور کنجری عورت نے اپنے بازاری پیشہ سے جو پیسہ حاصل کیا ہے وہ حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے کیونکہ اس نے ناجائز جسم فروشی کی ہے حجام کے کسب کو خلاف اولی اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو بلند اخلاق اور بلند مقام دیتا ہے لہذا اسلام مسلمانوں کے لئے ایسا پیشہ اختیار کرنا پسند نہیں کرتا جس کے اختیار کرنے سے مسلمان کی بلند پروازی میں کوتاہی آتی ہے مثلاً لوگ کہیں گے فلاں صاحب نے کتوں کا فارم کھولا ہے فلاں صاحب نے بلیوں کی خرید وفروخت کا فارم کھولا ہے اور فلاں صاحب خون کھینچ کھینچ کر روزی کمارہا ہے اس سے مسلمان کی شان رفیع کو نقصان پہنچتا ہے جیسا کہ اقبال مرحوم نے کہا ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی — جس رزق سے آتی ہے پرواز میں کوتاہی

۴۰۱۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

اس طریق سے بھی سابقہ حدیث (کتے کی قیمت، فاحشہ کی کمائی اور پچھنے لگانے کی اجرت ناپاک ہے) منقول ہے۔

۴۰۱۱۔ وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمِثْلِهِ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے مذکورہ حدیث (کتے کی قیمت، فاحشہ کی کمائی اور پچھنے لگانے والی کی اجرت ناپاک ہے) ہی کی مثل روایت بیان کرتے ہیں۔

۴۰۱۲۔ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَأَلْتُ

جَابِرًا، عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ؟ قَالَ: زَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ

حضرت ابوالزبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کتے اور بلی کی قیمت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ڈانٹا ہے (یعنی ان کی قیمت کے لینے اور استعمال کرنے سے)

باب الامر بقتل الكلاب وبيان نسخه

کتوں کے قتل کا حکم اور پھر منسوخ ہونے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے بائیس احادیث کو بیان کیا ہے

۴۰۱۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کا حکم فرمایا ہے۔

تشریح:

"امر بقتل الكلاب" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کا ایک پس منظر ہے وہ یہ کہ حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ جبریل امین نے آنحضرت کے پاس آنے اور وحی لانے کا وعدہ کیا مگر وقت پر نہیں آئے آنحضرت پریشان ہوگئے گھر سے باہر جاتے اور اندر آتے اور فرماتے کہ فرشتہ تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا جبریل کیوں نہیں آئے پھر آپ کو خیال آیا کہ گھر میں چارپائی کے نیچے کتے کا بچہ ایک پلا بیٹھا ہوا ہے آپ نے اس کو باہر نکلوا دیا اور جگہ دھلوائی تو اتنے میں جبریل امین آگئے اور فرمایا کہ ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں اس کے بعد آنحضرت نے کتوں کے بارے میں دو سخت احکامات جاری فرمادیئے ایک یہ کہ کتے کا جوٹھا سات بار پانی سے دھونا ہوگا ساتویں بار مٹی ملا کر دھونا ہوگا تب جا کر برتن پاک ہوگا۔

دوسرا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جاری کیا کہ کتا جہاں ملے اس کو قتل کردو چنانچہ صحابہ کرام نے مدینہ کے اندر اور پھر مدینہ سے باہر کتوں کا پیچھا کیا یہاں تک کہ اگر کسی مسافر دیہاتی کے ساتھ اس کا کتا بھی ملتا تو اس کو بھی قتل کردیتے تھے اس سے عرب معاشرہ کے دل ودماغ سے کتوں کی محبت کو بھی ہٹانا مقصود تھا جب آنحضرت نے دیکھا کہ لوگوں کے دلوں سے کتوں کی محبت دور ہوگئی اور خوب نفرت بیٹھ گئی پھر وہ سخت حکم منسوخ ہوگیا چنانچہ اس نفرت کا اتنا اثر پڑ گیا کہ اب تک کتے مدینہ شہر میں نہیں آتے ہیں اسی طرح مکہ مکرمہ کے پورے شہر میں کتا نہیں آتا ہے پھر وہ سخت حکم منسوخ ہوگیا اور کتوں کے مارنے بھگانے سے آنحضرت نے منع فرمادیا اور فرمایا "مالي وللكلاب" "مجھے کتوں سے کیا غرض تھا" اور آگے حضرت ابن مغفلؓ کی روایت میں ہے "ما بالهم وبال الكلاب" یعنی ان صحابہ کا کتوں کے ساتھ کیا کام ہے

اب کتوں کا پیچھا چھوڑیں، اس باب میں وہ احادیث بیان ہوں گی جن سے کتوں سے متعلق احکام معلوم ہوں گے کہ کس قسم کا کتا پالنا جائز ہے اور کس قسم کا ناجائز ہے اور کس قسم کا کتا مارنا جائز ہے اور کس کا مارنا جائز نہیں ہے تمام احادیث کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کی حفاظت کے لئے اور شکار کے لئے کھیت کی حفاظت کے لئے کتا پالنا جائز ہے شوقیہ کتا پالنا مطلقاً منع ہے۔

کتوں کے مارنے میں استثناء کا مسئلہ

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ پاگل کتے کا مارنا جائز ہے البتہ جن کتوں سے کوئی خطرہ اور ضرر پہنچانے کا احتمال نہ ہو تو ان کے قتل کرنے میں علماء کا اختلاف ہے شوافع میں سے امام الحرمین نے کہا کہ آنحضرت نے پہلے ہر قسم کے کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا پھر عام کتوں کے مارنے سے منع کردیا البتہ کالا بھجنگ کتے کے مارنے کا حکم دیا پھر آخر میں شریعت کا حکم اس پر جا کر برقرار رہا کہ جن کتوں میں ضرر اور نقصان پہنچانے کا خطرہ نہیں ہے ان کا مارڈالنا منع ہے خواہ وہ کالا بھجنگ ہو یا کوئی اور ہو، آئندہ حضرت ابن مغفلؓ کی حدیث کو اس مسئلہ کے لئے دلیل بنائی جاتی ہے۔

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں ابتداء میں تو ہر قسم کے کتوں کے مارنے اور قتل کرنے کا حکم تھا پھر سیاہ کالے کتے کے علاوہ ہر قسم کتوں کے قتل کرنے کی ممانعت آگئی اسی طرح ابتدا میں ہر قسم کتوں کے پالنے کی ممانعت تھی پھر شکاری اور حفاظت والے کتوں کے پالنے کی اجازت دیدی گئی۔ (کذا فی النووی)

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک عام کتوں کا مارنا جائز نہیں ہے البتہ پاگل کتے کا مارنا جائز بلکہ ضروری ہے اسی طرح اگر کسی علاقہ میں کتوں کی کثرت ہوجائے اور بیمار و مردار قسم کے کتوں سے عوام کو تکلیف پہنچتی ہو تو پھر کتا مار مہم شروع کرنا چاہئے۔ اور احادیث میں جن کتوں کے پالنے رکھنے کی اجازت دی گئی ہے ان کا مارنا جائز نہیں ہے فقہاء نے گھر کی چوکیداری کا کتا بھی مستثنیٰ قرار دیکر اس کے پالنے کو جائز کہا ہے۔

۴۰۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، فَأَرْسَلَ فِي أَقْطَارِ الْمَدِينَةِ أَنْ تُقْتَلَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا روایت منقول ہے آخر میں یہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت مدینہ کے اطراف میں کتوں کے مارنے کے لئے بھیجی۔

۴۰۱۴۔ وحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ أُمَيَّةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، فَنَنْبَعِثُ فِي

الْمَدِينَةِ وَأَطْرَافِهَا فَلَا نَدَعُ كَلْبًا إِلَّا قَتَلْنَاهُ، حَتَّى إِنَّا لَنَقْتُلُ كَلْبَ الْمُرَيَّةِ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ يَتْبَعُهَا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کتوں کے مارنے کا حکم فرمایا کرتے تھے، چنانچہ مدینہ اور اس کے اطراف میں کتوں کا پیچھا کیا جاتا تھا اور ہم کسی کتے کو نہیں چھوڑتے تھے اسے قتل کر دیتے تھے یہاں تک کہ ہم اس کتے کو جو دیہاتی لوگوں کے اونٹوں کے ریوڑ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا بھی مار ڈالتے تھے۔

"ننبعث" یہ انبعاث باب انفعال سے جمع متکلم کا صیغہ ہے اٹھنے اور پھیلنے کے معنی میں ہے یعنی ہم کھڑے ہو کر پھیلنے لگ جاتے اور مدینہ اور اس کے اطراف میں ہر قسم کے کتوں کو قتل کر دیا کرتے تھے "کلب المریة" میم پر ضمہ ہے را پر زبر ہے اور ی پر شد ہے یہ "المراة" کی تصغیر ہے عام شارحین نے اتنا ہی لکھا ہے کہ "المریة" المراۃ کی تصغیر ہے آگے کسی نے کچھ بھی نہیں لکھا ہے کہ مطلب کیا ہے اس لفظ کا ترجمہ جس مترجم نے بھی کیا ہے اس میں عورت کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے بلکہ دودھ دینے والی اونٹنی یا اونٹوں کے ریوڑ سے ترجمہ کیا ہے میں نے لغات کی کتابوں میں جتنا بھی دیکھا تو اس میں لکھا ہے کہ ضرب یضرب سے مَرِیَ یَمْرِیْ مَرْیًا دودھ نکالنے کے لئے اونٹنی وغیرہ کے تھنوں پر ہاتھ پھیرنے کو کہتے ہیں تاکہ دودھ تھن سے اتر کر پستانوں میں آجائے پھر زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی کو الناقة المریة کہا گیا جس کی جمع مرایا آتی ہے۔ اس قسم اونٹنی کے ساتھ عموماً ایک کتا ہوتا تھا جو حفاظت کے لئے پیچھے چلتا تھا اسی کو "کلب المریة" کہہ دیا گیا ہے جو اس حدیث میں ہے اس اعتبار سے پوری عبارت اس طرح بنے گی "كَلْبُ النَّاقَةِ الْمُرِيَّةِ" پھر عام اونٹوں کے ریوڑ سے اس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے جو عام ترجموں میں پایا جاتا ہے میں حیران ہوں کہ یہاں عورت کہاں سے آگئی اور اس کی تصغیر کہاں سے آئی پھر تو اس طرح ترجمہ ہونا چاہئے تھا چھوٹی بیکاری عورت کا کتا حالانکہ یہ ترجمہ کسی نے نہیں کیا ہے۔

۴۰۱۶ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ، أَوْ كَلْبَ غَنَمٍ، أَوْ مَاشِيَةٍ، فَقِيلَ لِابْنِ عُمَرَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: أَوْ كَلْبَ زَرْعٍ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنَّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ زَرْعًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتوں کے قتل کا حکم فرمایا تھا سوائے شکاری کتے اور بھیڑ بکریوں مویشیوں کے ساتھ رہنے والے کتے کے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اس میں یہ اضافہ بھی فرماتے ہیں کہ کھیتوں کی حفاظت کے لئے رکھے جانے والے کتے کے مارنے کا حکم فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اصل میں ابو ہریرہؓ کے پاس زراعتی زمین ہے۔

تشریح:

"الا کلب صید" یہ چند کتوں کے قتل نہ کرنے اور گھر میں رکھنے پالنے کا استثناء ہے شکاری کتا شکاری آدمی کے لئے پالنا جائز ہے۔

''کلب غنم ''یعنی بکریوں کے ریوڑ کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا جائز ہے یہ عجیب کتا ہوتا ہے میں نے بار ہا دیکھا ہے یہ بکریوں کے ساتھ چلتا رہتا ہے بکریوں کے اندر رہتا ہے اور حفاظت کرتا ہے کہ کہیں لومڑی یا بھیڑیا شیر وغیرہ درندہ بکریوں کو نقصان نہ پہنچائے یہ بکریوں پر عاشق رہتا ہے''او کلب ماشية ''ماشیہ عام جانوروں کو کہا گیا ہے جس کی حفاظت کے لئے کتا پالا جاتا ہے''او کلب ذرع '' کھیت اور فصل کی حفاظت کے لئے رکھا ہوا کتا مراد ہے اس کو کلب الحرث بھی کہتے ہیں یہ کتا رات کو ریچھ وغیرہ سے فصل کی حفاظت کرتا ہے اس کے بھونکنے سے ریچھ بھاگ جاتا ہے۔

''ان لابی هريرة زرعا ''حضرت ابن عمرؓ کے سامنے کسی نے اس کتے کے رکھنے کا ذکر کیا جو کھیت کی حفاظت کرتا ہو تو حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ جی ہاں ابو ہریرہ کی فصل اور کھیت ہے۔

سوال: یہاں منکرین حدیث ملحدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو صحابہ ایک دوسرے کی روایت پر شک کرتے تھے کہ یہ ان کی طرف سے بنائی ہوئی بات ہے جس طرح ابن عمر نے کہا کہ ابو ہریرہ چونکہ کھیتی باڑی کرتے ہیں اس لئے کلب زرع کی حدیث بنائی لہذا احادیث کا اعتبار نہیں ہے۔

جواب: اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت ابو ہریرہ کی بات کو قابل اعتماد سمجھ کر فرمایا کہ چونکہ ابو ہریرہ کی کھیت ہے لہذا کھیت کی حفاظت کی حدیث کو انہوں نے خوب غور سے سنا اور یاد رکھا کیونکہ وہ اس مسئلہ میں مبتلا بہ ہے گویا ہر آدمی اپنے فن سے متعلق مسئلہ کو خوب یاد رکھتا ہے لہذا ہمیں یاد نہیں رہا ابو ہریرہ کو یاد رہا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی نقل کیا ہے صرف ابو ہریرہ کی بات نہیں ہے نیز حضرت ابن عمرؓ نے جب حضرت ابو ہریرہ سے یہ اضافہ سنا تو بعد میں خود بھی کلب زرع کے لفظ کو ذکر فرماتے تھے لہذا یہ ابو ہریرہ کی حدیث کی تردید نہیں ہے بلکہ تسلیم ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حدیث کو صحیح مانتے ہوئے دل لگی کے طور پر فرمایا کہ جی ہاں ابو ہریرہ صاحب زرع ہے اس لئے کلب زرع کی بات کر رہے ہیں اس طرح دل لگی کی بات علماء اور فقہاء آپس میں کرتے ہیں یہ ایک لطیفے اور مزاح کا انداز ہوتا ہے کسی چیز کا انکار نہیں ہوتا ہے۔

''الاسود البهيم ''یعنی کالا بھجنگ کتے کو مار کر''ذی النقطتين ''جس کتے کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوتے ہیں وہ شیطان ہے اس کو مار کر اس قسم کا کتا معروف ہوتا ہے جو کالا کلوٹا ہوتا ہے مگر آنکھوں کے اوپر سفید یا پیلے یا مٹیالے رنگ کے دو داغ ہوتے ہیں خود آنکھیں نیلی ہوتی ہیں اس کو لوگ چار چشم کتا بولتے ہیں انتہائی مکروہ ڈراؤنا اور قبیح منظر ہوتا ہے انتہائی ضرر رساں ہوتا ہے اور ہر قسم فائدہ

سے خالی ہوتا ہے بس شیطان کی شکل ہوتی ہے چونکہ یہ کتا انتہائی مضر ہوتا ہے اور فائدہ سے خالی ہوتا ہے اس لئے اس کو شیطان کہا گیا ہے یہ الفاظ اگلی روایت میں ہیں یہاں اس کی شرح کر لی۔

٤٠١٧۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، ح وحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ:أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، حَتَّى إِنَّ الْمَرْأَةَ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِيَةِ بِكَلْبِهَا فَنَقْتُلُهُ، ثُمَّ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا، وَقَالَ:عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ الْبَهِيمِ ذِي النُّقْطَتَيْنِ، فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کتوں کے قتل کرنے کا حکم فرمایا۔حتی کہ اگر کوئی عورت جنگل سے اپنے کتے کو لے کر آتی تو ہم اسے بھی قتل کر ڈالتے تھے۔بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے مارنے سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ: آئندہ صرف سیاہ دو نقطے والے کتوں کو مارو اس لئے کہ وہ شیطان ہوتا ہے۔

٤٠١٨۔حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، سَمِعَ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ الْمُغَفَّلِ، قَالَ:أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، ثُمَّ قَالَ:مَا بَالُهُمْ وَبَالُ الْكِلَابِ؟، ثُمَّ رَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ، وَكَلْبِ الْغَنَمِ،

حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے مارنے کا حکم فرمایا تھا، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بھی کتے تمہارا کیا بگاڑتے ہیں؟ لہذا شکاری اور مویشیوں کے کتے کو قتل نہ کرنے کا حکم فرمایا۔

٤٠١٩۔وحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ فِي حَدِيثِهِ:عَنْ يَحْيَى، وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الْغَنَمِ، وَالصَّيْدِ، وَالزَّرْعِ۔

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔اس میں کھیت کی حفاظت کرنے والے کتے کا بھی ذکر ہے۔

٤٠٢٠۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ، أَوْ ضَارٍ، نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے کوئی کتا پالا تو اس کے اجر میں سے روزانہ دو قیراط کی کمی ہوتی رہتی ہے الا یہ کہ مویشیوں کی حفاظت کا کتا ہو یا شکاری ہو"۔

تشریح:

"من اقتنی" یہ اقتناء سے ہے پالنے کے معنی میں ہے یعنی جس شخص نے شوقیہ کتا پالا تو روزانہ اس کے نیک عمل سے دو قیراط کی مقدار ثواب کم ہوتا جائے گا۔"کلب ماشیۃ" بکریوں وغیرہ کے ریوڑ میں ایک کتا ہوتا ہے جو بکریوں کی حفاظت کے لئے رکھا جاتا ہے اس کو کلب ماشیہ کہتے ہیں"او کلب ضار" یہ اس شکاری کتے کو کہتے ہیں جو شکار کا اتنا شوق رکھتا ہو گویا شکار اس کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہو بعض روایات میں یہ لفظ ضاریا آیا ہے بعض میں ضاری آیا ہے بعض میں صائد آیا ہے بعض میں ضاریۃ ہے سب سے مراد شکاری کتا ہے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ صائد سے پہلے رجل موصوف بھی محذوف مانا جاسکتا ہے یعنی کلب رجل صائد شکار کرنے والے آدمی کا کتا۔

علماء نے لکھا ہے کہ ضار ضری یضری سمع یسمع سے ضرواۃ اس شکاری کتے کو کہتے ہیں کہ شکار اس کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہو۔

"کلب ضار" اس میں موصوف کی اضافت اپنی صفت کی طرف ہے ای کلب صید یعنی شکاری کتا۔"کلب ضاریۃ" کا لفظ بھی ہے اس میں ضاریۃ کا موصوف محذوف ہے اَیْ کَلْبٌ مِنْ کِلَابٍ ضَارِیَۃٍ یعنی شکاری کتوں کی جماعت کا ایک شکاری کتا۔

ایک روایت میں الاکلب ضاری ہے اور ایک میں ضاریا ہے تو ضاری کی لغت قلیل الاستعمال ہے زیادہ مشہور "ی" کا حذف کرنا ہے یعنی کلب ضار اور جس روایت میں ضاریا منصوب ہے تو وہ کلبا ضاریا ہے جو اصل پر ہے۔

"قیراطان" یہ تثنیہ ہے اس کا مفرد قیراط ہے قیراط ایک وزن کا نام ہے جو نصف دانگ یا بقول بعض دینار کے ۶/۱ یا بقول بعض دینار کے دسویں حصہ کے آدھے کے برابر ہوتا ہے یا بقول بعض ایک قیراط پانچ دانہ جو کے برابر ہے قیراط بطور حقارت چھوٹی سی چیز پر بھی بولا جاتا ہے اور بطور تعظیم بڑی چیز پر بھی بولا جاتا ہے۔شوقیہ کتا پالنے سے اس لئے ثواب گھٹتا ہے کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے ہیں تو ثواب متأثر ہو جاتا ہے۔دوسرا یہ کہ کتا لوگوں کو ایذا دیتا ہے کاٹتا ہے بھونکتا ہے ڈراتا ہے تو ثواب کا نقصان ہو جاتا ہے۔

سوال: یہاں اعتراض ہے کہ بعض احادیث میں ایک قیراط ثواب کم ہو جانے کا ذکر ہے اور بعض میں دو قیراط گھٹنے کا ذکر ہے جو بظاہر تعارض ہے۔

جواب: اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق کتے کی ایذا رسانی سے ہے اگر کتا زیادہ ایذا دیتا ہے تو دو قیراط ثواب ضائع ہو جاتا ہے اگر کم ایذا دیتا ہے تو ایک قیراط ثواب گھٹتا ہے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق مکان و مقام سے ہے کہ مقدس و مبارک مقام میں کتا رکھنے سے دو قیراط جائیں گے اور عام مقام میں ایک قیراط جائے گا یا پہلے ایک قیراط کی وحی آئی پھر دو قیراط کی وحی آئی کوئی تعارض نہیں ہے۔

۴۰۲۱۔وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا، إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ، أَوْ

مَاشِيَةٍ، نَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ۔

حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد (ابن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے شکاری یا مویشیوں کی حفاظت کے علاوہ کوئی کتا پالا تو اس کے اجر میں سے روزانہ دو قیراط کی کمی ہوتی رہتی ہے"۔

۴۰۲۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرُونَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا، إِلَّا كَلْبَ ضَارِيَةٍ، أَوْ مَاشِيَةٍ، نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے کوئی کتا پالا الا یہ کہ شکار کیلئے یا جانوروں کے ریوڑ کی حفاظت کے لئے ہو تو اس کے ثواب میں روزانہ دو قیراط کم کر دیے جاتے ہیں۔

۴۰۲۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرُونَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا، إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ، أَوْ كَلْبَ صَيْدٍ، نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ، قَالَ عَبْدُ اللهِ، وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَوْ كَلْبَ حَرْثٍ۔

حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کوئی کتا پالا مویشیوں کی حفاظت اور شکار کرنے والے کتے کے علاوہ تو اس کے اجر میں سے روزانہ ایک قیراط کم ہو جایا کرے گا۔ حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے (اس استثناء میں) زراعت (کھیتی) کی حفاظت کرنے والا کتا بھی شامل کیا ہے۔

۴۰۲۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا، إِلَّا كَلْبَ ضَارٍ، أَوْ مَاشِيَةٍ، نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ، قَالَ سَالِمٌ: وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُولُ: أَوْ كَلْبَ حَرْثٍ، وَكَانَ صَاحِبَ حَرْثٍ۔

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس میں دو قیراط کا ذکر ہے جب کہ اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ حضرت سالم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ کھیتی کی حفاظت کرنے والا کتا بھی (یعنی اس کے رکھنے سے وہ وعید نہیں ہوگی) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کھیت والے تھے (اس لئے انہوں نے کھیتی کی حفاظت کے کتے کے ذکر کو بھی یاد رکھا)۔

۴۰۲۵۔حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا أَهْلِ دَارٍ اتَّخَذُوا كَلْبًا، إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ، أَوْ كَلْبَ صَائِدٍ، نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِمْ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ۔

حضرت سالم بن عبداللہ، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس گھر والے نے بھی کتا رکھا جانور کی حفاظت کرنے والے اور شکاری کتے کے علاوہ تو ان کے عمل میں سے روزانہ دو قیراط کمی ہو جائے گی (یعنی اعمال صالحہ کے اجر میں کمی ہوگی)۔

۴۰۲۶۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْحَكَمِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا، إِلَّا كَلْبَ زَرْعٍ، أَوْ غَنَمٍ، أَوْ صَيْدٍ، يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کتا رکھا کھیت، جانور اور شکار کے کتے کے علاوہ تو اس کے اجر میں روزانہ ایک قیراط کم کر دیا جائے گا''۔

۴۰۲۷۔وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا، لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ، وَلَا مَاشِيَةٍ، وَلَا أَرْضٍ، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ قِيرَاطَانِ كُلَّ يَوْمٍ، وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي الطَّاهِرِ: وَلَا أَرْضٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے شکاری اور مویشیوں کی حفاظت کرنے والے اور (زرعی) زمین کی حفاظت کرنے والے کتے کے علاوہ کوئی کتا پالا تو اس کے ثواب میں سے ہر روز دو قیراط کمی کر دی جائے گی''۔ اور ابو طاہر کی روایت میں کھیتی کا ذکر نہیں ہے۔

۴۰۲۸۔حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ، أَوْ صَيْدٍ، أَوْ زَرْعٍ، انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَذُكِرَ لِابْنِ عُمَرَ قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: يَرْحَمُ اللهُ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ صَاحِبَ زَرْعٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کتا پالا مویشیوں والے کتے اور شکاری یا زراعت کی حفاظت کرنے والے کتے کے علاوہ تو اس کے اجر میں سے ہر روز ایک قیراط کمی کر دی جائے گی
حضرت زہری کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے حضرت ابو ہریرہؓ کے اس قول کا ذکر کیا گیا (کہ وہ زراعت والے کتے

کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں) تو انہوں نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ ابو ہریرہؓ پر رحم فرمائے وہ خود زراعت والے تھے۔

۴۰۲۹۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ، إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ، أَوْ مَاشِيَةٍ،

اس سند سے بھی سابقہ حدیث (جس نے کتا پالا تو اس کے عمل سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا سوائے کھیتی یا مویشی کے کتے کے) منقول ہے۔ الفاظ کی معمولی تغیر کے ساتھ۔

۴۰۳۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمِثْلِهِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے اس طریق کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت مروی ہے۔

۴۰۳۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا حَرْبٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث (جس شخص نے کتا رکھا شکاری اور مویشی کتے کے علاوہ تو اس کے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم کر دیا جاتا ہے) ہی منقول ہے۔

۴۰۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سُمَيْعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو رَزِينٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا، لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ، وَلَا غَنَمٍ، نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے شکاری کتے یا بکریوں کی حفاظت کے کتے کے علاوہ اور کوئی کتا رکھا تو روزانہ اس کے عمل میں سے ایک قیراط کی کمی واقع ہوتی رہے گی۔

۴۰۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ شَنُوءَةَ، مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا، لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا، وَلَا ضَرْعًا، نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ، قَالَ: آنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: إِي وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ،

حضرت سفیان بن ابی زہیر جو شنوءہ قبیلہ کے افراد میں سے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ: "جس نے کوئی ایسا کتا پالا جو اس کی کھیتی کی حفاظت سے بھی اسے بے نیاز نہ کرے اور نہ ہی تھنوں کی حفاظت سے بے نیاز کرے تو اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط کمی ہو جاتی ہے"۔ ان سے حضرت سائب بن یزیدؓ نے پوچھا کہ کیا آپ نے خود رسول اللہ سے یہ سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں! اس مسجد کے رب کی قسم۔

تشریح:

"رجل من شنوءۃ" یہ ازد شنوءۃ قبیلہ کا نام ہے سفیان بن ابی زہیر اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اگلی روایت میں سفیان بن ابی زہیر الشنئی اسی قبیلہ کی طرف نسبت واقع ہے اس نسبت کو الشنوی بھی کہہ سکتے ہیں اس میں زیادہ آسانی ہے۔

"آنت سمعت" اس میں ایک ہمزہ دوسرے میں مدغم ہو گیا ہے اصل میں اانت سمعت ہے یعنی کیا آپ نے خود آنحضرت سے سنا ہے کہ آپ نے زرع اور ضرع دونوں کو ذکر کیا تھا اور ایک قیراط ثواب کم ہونے کا ذکر کیا تھا" ای ورب ھذا المسجد "یعنی اس مسجد کے رب کی قسم میں نے اس حدیث کو خود نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے اس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ زرع اور حرث کے الفاظ صرف ابو ہریرہ نے نقل نہیں کیے بلکہ دیگر صحابہ نے بھی آنحضرت سے سن کر نقل کیا ہے لہذا منکرین کا اعتراض بے جا ہے۔

٤٠٣٤ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ، أَنَّهُ وَفَدَ عَلَيْهِمْ سُفْيَانُ بْنُ أَبِي زُهَيْرٍ الشَّنَئِيُّ، فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِثْلِهِ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس سفیان بن ابی زہیر نے آکر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جیسی (سابقہ) حدیث بیان فرمائی ہے۔

باب حِلِّ اجرة الحجامة

پچھنے لگانے کا معاوضہ حلال ہے

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

٤٠٣٥ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ؟ فَقَالَ: احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ، وَكَلَّمَ أَهْلَهُ، فَوَضَعُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ،

وَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ هُوَ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمْ

حضرت حمید سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حجام کی کمائی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور ابوطیبہ نے آپ کے پچھنے لگائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطیبہ کو دو صاع اناج دینے کا حکم فرمایا ابوطیبہ نے اس کا ذکر اپنے لوگوں سے کیا تو انہوں نے اس کے لگان کے اندر کمی کر دی۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "تم لوگ جتنے بھی علاج کرتے ہو ان میں سب سے افضل (صحت بخش) علاج پچھنے لگوانا ہے"۔ یا فرمایا: "سب سے بہتر علاج ہے"۔

تشریح:

"ابو طیبہ" یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حجام تھے یہ سر منڈانے اور سینگی لگانے کے کام کے ماہر تھے "امر له بصاع" اس سے معلوم ہوا ہے کہ حجام کا پیشہ حلال ہے ورنہ حضور اجرت نہ دیتے۔ "من خراجه" خراج ٹیکس کو کہتے ہیں عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے غلاموں کو مختلف پیشوں میں لگاتے تھے اور ان کے ساتھ یہ طے کرتے تھے کہ روزانہ کی کمائی میں اتنا حصہ ہمارا ہوگا اتنا تمہارا ہوگا ابوطیبہ بنو بیاضہ کے غلام تھے انہوں نے اس پر جو ٹیکس لگایا تھا حضور اکرم نے اسے کم کرنے کی سفارش کی انہوں نے کم کر دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین تھے یہاں ایک رحمت کا ظہور ہو گیا۔ اگلی روایت میں "عن ضريبته" کا لفظ آیا ہے وہ بھی خراج اور ٹیکس کے معنی میں ہے۔ "کسب الحجام" اردو وغیرہ عجمی لغات میں حجام وحجامت نائی کے سر منڈانے وغیرہ کو کہتے ہیں مگر عربی میں یہ لفظ صرف خون نکالنے اور پچھنے لگانے کے لئے استعمال ہوتا ہے اب حجام کی اجرت اور کمائی کا جہاں تک تعلق ہے تو اس سے پہلے ایک باب کی حدیث میں اس کو خبیث کہا گیا ہے جس سے حرام ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن دیگر احادیث اور زیر بحث حدیث کی وجہ سے جمہور فقہاء نے کسب حجام کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے جہاں اس کو خبیث کہا گیا ہے وہ نہی تنزیہی پر محمول ہے کیونکہ اس پیشہ میں کمتری ہے بلندی نہیں ہے اسلام مسلمانوں کو بلند پیشوں کی ترغیب دیتا ہے بہر حال اپنے ہاتھ کی کمائی کا اعلیٰ مقام ہے سب سے افضل زراعت ہے یا ہاتھ کی کمائی ہے یا تجارت ہے ایک حدیث میں مال غنیمت کا حصہ سب سے پاکیزہ کمائی قرار دیا گیا ہے بہر حال انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا "يا ايها الرسل كلوا من الطيبت واعملوا صالحا" یعنی حلال کمائی سے کھاؤ اور نیک عمل کرو اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بعض مشہور انبیاء کرام کی آمدن کے ذرائع اور پیشہ کو بیان کیا جائے۔

مختلف انبیاء کرام کی آمدن کے ذرائع

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں مختلف انبیاء کرام کے پیشے اس طرح لکھے ہیں۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کا پیشہ زراعت تھا۔ (۲) حضرت ادریس علیہ السلام کا پیشہ اور ذریعہ معاش درزی کا کام تھا۔ (۳) حضرت نوح

علیہ السلام کا پیشہ اور ذریعہ معاش تجارتی کا کام تھا۔ (۴) حضرت ہود اور صالح علیہما السلام دونوں کا پیشہ تجارت تھا۔ (۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیشہ اور ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھی۔ (۶) حضرت لوط علیہ السلام کا بھی یہی پیشہ تھا۔ (۷) حضرت شعیب علیہ السلام کا پیشہ اور ذریعہ معاش بکریوں کا پالنا تھا۔ (۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیشہ بھی بکریوں کا پالنا تھا۔ (۹) حضرت داؤد علیہ السلام کا پیشہ زرہ بنانا تھا۔ (۱۰) حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیشہ ٹوکریاں بنانا تھا (۱۱) حضرت پاک محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ معاش جہاد فی سبیل اللہ تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے رزق کو آپ کے نیزے کے نیچے رکھا تھا چنانچہ مدنی دور میں آپ کو یہ روزی عطا کی گئی۔ (تفسیر عزیزی ج ا ص ۲۴۵)

۴۰۳۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سُئِلَ أَنَسٌ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ؟ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ، قَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ، وَلَا تُعَذِّبُوا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ۔

حضرت حمید کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حجام کی کمائی کی بابت دریافت کیا گیا الخ آگے حسب سابق بیان کیا اس فرق کے ساتھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تمہارے تمام علاجوں میں بہترین علاج پچھنے لگوانا ہے اور قسط بحری (عود ہندی) ہے لہذا اپنے بچوں کو حلق دبانے کا عذاب مت دو"۔

تشریح:

"القسط البحری" القسط کو عربی میں کست بھی کہتے ہیں اور اس کو عود ہندی بھی کہتے ہیں اس کو اردو اور پشتو میں "کوٹ" بھی کہتے ہیں ہندوستان اور پاکستان وکشمیر کے پہاڑوں میں ایک جڑی بوٹی ہے اس کو انگیٹھی میں ڈال کر دھوئیں سے خوشبو حاصل کی جاتی ہے مگر اصلاً یہ جڑی ہے اور دوائی ہے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک بحری ہے جو سفید ہوتی ہے اور ایک ہندی ہے جو سیاہ ہوتی ہے سیاہ بہت گرم ہوتی ہے "صبیانکم بالغمز" یعنی اپنے بچوں کو دبانے سے عذاب نہ دو اس کی تفصیل یہ ہے کہ بچوں کے گلے اور حلق میں ایک پھوڑا اور دانہ نکل آتا ہے اس پھوڑے کو "عذرة" کہتے ہیں بچے کو سخت تکلیف ہوتی ہے مائیں بچوں کے حلق میں انگلی ڈال کر تالو کو زور سے دباتی ہیں تاکہ یہ دانہ ختم ہو جائے اس دبانے کو حدیث میں "الغمز" کہا گیا ہے اس دبانے سے بچوں کو سخت ترین اذیت پہنچتی ہے آنحضرت نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو بلکہ قسط "یعنی کوٹ" کو پیس لو اور پھر پانی میں ملا کر بچوں کی ناک میں بطور سعوط یہ دوا ڈالا کرو بچوں کے حلق کی یہ بیماری دبانے کی تکلیف دینے کے بغیر ختم ہو جائے گی اگلی حدیث میں "واستعط" کا لفظ ہے یعنی آنحضرت نے حجامہ بھی کرایا اور پھر کوئی دوا بطور سعوط بھی استعمال فرمائی۔

۴۰۳۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: دَعَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم غُلَامًا لَنَا حَجَّامًا، فَحَجَمَهُ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ، أَوْ مُدٍّ، أَوْ مُدَّيْنِ، وَكَلَّمَ فِيهِ

فَخُفِّفَ عَنْ ضَرِيبَتِهِ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمارا ایک غلام بلایا جو حجام تھا، اس نے آپ کے پچھنے لگائے تو آپؐ نے اس کے لئے ایک صاع یا ایک مد اناج دینے کا حکم فرمایا اور اس کے بارے میں گفتگو کی تو اس کے لگان میں کمی کر دی گئی

۴۰۳۸۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا الْمَخْزُومِيُّ، كِلَاهُمَا عَنْ وُهَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ، وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ، وَاسْتَعَطَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اس کی اجرت عطا فرمائی جب کہ ناک میں بھی دوا چڑھائی۔

۴۰۳۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَجَمَ النَّبِيَّ ﷺ عَبْدٌ لِبَنِي بَيَاضَةَ، فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ ﷺ أَجْرَهُ، وَكَلَّمَ سَيِّدَهُ فَخَفَّفَ عَنْهُ مِنْ ضَرِيبَتِهِ، وَلَوْ كَانَ سُحْتًا لَمْ يُعْطِهِ النَّبِيُّ ﷺ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے بنی بیاضہ کے ایک غلام نے پچھنے لگائے تو نبی ﷺ نے اسے اجرت دی اور اس نے اپنے مالک سے ذکر کیا تو اس نے اس کے لگان میں کمی کر دی۔ اور اگر حجامت کی اجرت حرام ہوتی تو نبی ﷺ اسے اجرت نہ دیتے۔

باب تحريم بيع الخمر

شراب کی خرید وفروخت حرام ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۰۴۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى أَبُو هَمَّامٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ بِالْمَدِينَةِ، قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُعَرِّضُ بِالْخَمْرِ، وَلَعَلَّ اللهَ سَيُنْزِلُ فِيهَا أَمْرًا، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهَا شَيْءٌ فَلْيَبِعْهُ وَلْيَنْتَفِعْ بِهِ، قَالَ: فَمَا لَبِثْنَا إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى حَرَّمَ الْخَمْرَ، فَمَنْ أَدْرَكَتْهُ هَذِهِ الْآيَةُ وَعِنْدَهُ مِنْهَا شَيْءٌ فَلَا يَشْرَبْ، وَلَا يَبِعْ، قَالَ: فَاسْتَقْبَلَ النَّاسُ بِمَا

كَانَ عِنْدَهُ مِنْهَا فِي طَرِيقِ الْمَدِينَةِ فَسَفَكُوهَا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ شراب کی حرمت کی طرف تعریض (اشارہ) فرماتے ہیں، شاید اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی واضح حکم نازل فرمانے والے ہیں۔ لہذا جس کسی کے پاس بھی ذرا بھی شراب ہو اسے چاہئے کہ فروخت کرڈالے اور اس سے فائدہ (فروخت کرکے قیمت حاصل کرنے کا) اٹھالے''۔ فرماتے ہیں کہ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب حرام کردی ہے، لہذا جس کو یہ آیت پہنچ جائے اور اس کے پاس تھوڑی سی بھی شراب ہو تو اسے نہ پئے نہ ہی فروخت کرے'' فرماتے ہیں کہ چنانچہ جس کے پاس جتنی بھی شراب تھی وہ مدینہ کے راستوں میں لے آئے اور اسے بہادیا۔

تشریح:

''یعرض بالخمر ''یعنی اللہ تعالیٰ شراب کی حرمت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور شاید اس کی حرمت کا حکم نازل ہوجائے لہذا تم حرمت سے پہلے اپنی شراب کو نمٹالو، عرب معاشرہ میں شراب پینا پانی کی طرح عام تھا جب اسلام آیا تو شراب تدریجاً حرام کی گئی سب سے پہلے تو مکہ مکرمہ میں انگور اور کھجور سے کشید شدہ شراب کو ''سکرا ورزقا حسنا ''قرار دیا گیا پھر ہجرت کے بعد مدینہ میں شراب کے بارے میں سوال کیا گیا تو قرآن کی آیت آئی ''ویسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما (سورۃ بقرہ ۲۱۹)

اس اشارہ سے عام عقلاء نے اسے چھوڑ دیا کیونکہ نقصان زیادہ تھا اس کے بعد ایک بار پھر شراب کی حوصلہ شکنی کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا یایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون (سورۃ نساء ۴۳) اس اشارہ سے اکثر اوقات میں شراب کی ممانعت ہوگئی۔ اس کے بعد کچھ بڑے واقعات ہوگئے تو آنحضرت نے دعا مانگ لی کہ مولیٰ! شراب کے بارے میں واضح حکم نازل فرمادے اس پر حرمت کی واضح آیت اتر آئی یایھا الذین امنو انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (مائدہ ۹۰)

پھر صحابہ کرام نے اطاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب نالوں کی شکل میں بہہ رہی تھی شراب کی تعریف اور مسائل ان شاء اللہ تعالیٰ باب الاشربہ میں آئیں گے۔ ''فاستقبل الناس ''یعنی لوگ شراب کی طرف متوجہ ہوگئے اور اسے لاکر گلیوں میں بہادیا ''فسفکوھا ''ای راقوھا یعنی بہادیا۔

٤٠٠٤۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

وَعْلَةَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ أَنَّهُ جَاءَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ، وَاللَّفْظُ لَهُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَغَيْرُهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَعْلَةَ السَّبَإِيِّ، مِنْ أَهْلِ مِصْرَ، أَنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، عَمَّا يُعْصَرُ مِنَ الْعِنَبِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ رَجُلًا أَهْدَى لِرَسُولِ اللهِ ﷺ رَاوِيَةَ خَمْرٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: هَلْ عَلِمْتَ أَنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَهَا؟ قَالَ: لَا، فَسَارَّ إِنْسَانًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: بِمَ سَارَرْتَهُ؟، فَقَالَ: أَمَرْتُهُ بِبَيْعِهَا، فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي حَرَّمَ شُرْبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا، قَالَ: فَفَتَحَ الْمَزَادَةَ حَتَّى ذَهَبَ مَا فِيهَا،

حضرت عبدالرحمٰن بن وعلۃ السبائی جو مصر کے رہنے والے تھے ان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے انگور کے کشید شدہ شراب کے متعلق دریافت کیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شراب کی ایک مشک ہدیہ پیش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے؟'' اس نے کہا نہیں! اس کے بعد اس شخص نے کسی دوسرے آدمی کے کان میں چپکے سے کچھ کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیا سرگوشی کی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس کو بیچنے کو کہا ہے فرمایا کہ: جس چیز کا پینا حرام ہے اس کی فروختگی بھی حرام ہے۔ (یہ سن کر) اس آدمی نے مشکیزہ کا منہ کھول دیا اور جو کچھ بھی شراب اس میں تھی اس کو بہا دیا۔

تشریح:

''السبائی'' قوم سبا کی طرف منسوب ہے ''راویۃ خمر'' ای قربۃ ممتلئۃ یہ اس مشکیزہ کو کہتے ہیں جو کھوتا اونٹ پر لادا جاتا ہے اس لئے ایسے اونٹ کو بھی راویہ کہتے ہیں ''فسار انسانا'' یعنی کسی شخص نے چپکے سے کان میں بات کی۔

''بم ساررتہ'' یعنی تم نے اس شخص کے کان میں کیا کہدیا؟ ''المزادۃ'' یہ مشکیزہ کو کہتے ہیں۔

۴۰۴۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَعْلَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح (سابقہ) حدیث روایت کی ہے۔

۴۰۴۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا، وَقَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتِ الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْتَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ نَهَى عَنِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی آخری آیات (وہ آیات جن میں حرمت ربوا (سود) کا حکم ہے) نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے انہیں پڑھ کر سنایا اور بعد ازاں لوگوں کو شراب کی تجارت سے منع فرما دیا۔

تشریح:

"من آخر سورة البقرة" یہ حرمت ربا اور سود سے متعلق آیتیں تھیں "فاقتراهن" یعنی نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کے سامنے حرمت سود کی آیات پڑھ کر سنائیں "ثم نهى" اس کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شراب کی حرمت سود کی حرمت کے بعد آئی ہے مگر اس طرح وہم نہیں کرنا چاہئے اصل میں شراب بہت پہلے حرام قرار دی گئی تھی اور اس کی حرمت کی آیت سورۃ مائدہ میں اتری ہے البتہ حرمت سود کی آیات جب آنحضرت نے پڑھ کر سنائیں تو اس کے ساتھ دوبارہ شراب کی حرمت اور اس کی تجارت کی حرمت کو بیان کیا کیونکہ دونوں کی حرمت میں مناسبت تھی اگلی حدیث میں بھی یہ وہم پیدا ہوتا ہے۔

٤٠٤٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ، قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا، قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْمَسْجِدِ فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی آخری آیات (حرمت ربوا والی) نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور شراب کی تجارت کو حرام قرار دے دیا"۔

باب تحريم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام

شراب و مردار و خنزیر اور بتوں کی تجارت حرام ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

٤٠٤٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ، وَالْمَيْتَةِ، وَالْخِنْزِيرِ، وَالْأَصْنَامِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ، فَإِنَّهُ يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: لَا، هُوَ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ: قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا أَجْمَلُوهُ، ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ والے سال مکہ مکرمہ میں یہ فرماتے سنا کہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور (پتھر وغیرہ کے) بتوں کی تجارت کو حرام کر دیا ہے''۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیونکہ اس کی چربی کا کشتیوں کے نیچے لیپ کیا جاتا ہے اور جلد پر بطور تیل لگائی جاتی ہے جب کہ لوگ اس کے تیل کو چراغ جلانے میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ یہ سب (استعمالات) بھی حرام ہیں۔ بعد ازاں اسی موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہودیوں کو تباہ کرے کہ جب اللہ نے ان پر مردار کی چربی کو حرام فرمایا تو انہوں نے یہ کیا کہ چربی کو پگھلا کر اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کھانے لگے''۔

تشریح:

''عام الفتح'' فتح مکہ کا سال مراد ہے مکہ مکرمہ رمضان آٹھ ہجری میں فتح ہوگیا تھا اس موقع پر آنحضرت نے چند بنیادی اعلانات فرمائے تھے اسی میں ان چار چیزوں کی خرید و فروخت کا اعلان بھی تھا صحابہ کرام نے ان چیزوں میں بیع کی حرمت کو قبول کیا مگر مردار کی چربی سے خارجی فوائد اٹھانے کا پوچھا اور کہا ''ارایت شحوم المیتۃ'' یعنی کیا مردار جانور کی چربی میں ہم تجارت کر سکتے ہیں؟ کیونکہ اس کی ہمیں بہت ضرورت ہے ایک فائدہ یہ کہ ''یطلی بھا السفن'' یہ مجہول کا صیغہ ہے طلاء سے ہے کسی چیز کو نرم کرنے کے لئے اس پر تیل وغیرہ ملا جاتا ہے یہاں چربی کے بارے میں یہی پوچھا گیا ہے کہ کشتیوں کے کام آتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ کہ ''یدھن بھا الجلود'' یعنی جسم کی کھالوں کو نرم کرنے کے لئے اس پر یہ چربی ملی جاتی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ کہ ''یستصبح بھا الناس'' یعنی لوگوں کی روشنی کے کام آتی ہے چراغوں میں ڈال کر چراغ روشن کئے جاتے ہیں ''ھو حرام'' یعنی اس چربی کی خرید و فروخت حرام ہے یا اس سے انتفاع حرام ہے، جمہور کے ہاں مطلق انتفاع حرام ہے شوافع کے ہاں صرف بیع حرام ہے مطلق انتفاع حرام نہیں ہے لیکن جمہور کا قول راجح ہے ابن ماجہ میں تصریح ہے ''لا ھن حرام'' یہ سب اشیاء حرام ہیں بہر حال یہ حدیث تین اجناس کی حرمت کو شامل ہے (۱) وہ مشروبات جو عقلوں کو برباد کرتی ہیں (۲) وہ ماکولات جس کے کھانے میں خباثت ہو اور وہ انسانی طبائع کو متاثر کر کے اس میں فساد پیدا کرتے ہوں (۳) وہ اعیان و اجسام جو ادیان کو برباد کرتے ہیں اور شرک و فتنہ کی دعوت دیتے ہیں۔

بہر حال علماء نے لکھا ہے کہ کفار کے اجساد کو فروخت کر کے ان سے مردہ لاش کی رقم وصول کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشیاء کی حرمت کے اعلان کے بعد یہود کے ایک حیلہ کا ذکر کیوں کیا اس کی کیا

مناسبت ہے؟

جواب: مردار کی چربی کے بارے میں جو سوال کیا گیا اس میں ایک حیلہ سامنے آتا ہے کہ ہم مردار نہیں کھائیں گے اس میں تجارت بھی نہیں کریں گے مگر اس کی چربی کو پگھلا کر اس سے مختلف ضرورتوں میں خارجی فائدہ اٹھائیں گے اس میں تو تجارت بھی نہیں ہے صرف اس چربی کو کشتیوں میں کھالوں میں اور چراغوں میں استعمال کرنا ہے یہ کیسا؟ آنحضرت نے جواب میں یہود کے حیلے کو ذکر فرمایا کہ ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اس کو پگھلا دیا اور کہا یہ چربی نہیں ہے بلکہ یہ تو تیل ہے تم بھی ایسا نہ کہو کہ ہم چربی نہیں کھائیں گے اور نہ اس میں تجارت کریں گے بلکہ یہ خارجی فوائد اٹھائیں گے یہ بھی ایک حیلہ ہے "اجملوہ" ای اذابوہ یعنی یہود نے حیلہ کر کے چربی کو پگھلا دیا اور پھر کہا کہ یہ تیل ہے یہ چربی نہیں ہے یہ جائز ہے صاحب روح المعانی نے آیت "فاضرب بہ ولا تحنث" کے تحت روح المعانی میں لکھا ہے کہ حیلہ جب بھی کسی شرعی حکم کے ختم کرنے کے لئے کیا جائے گا تو وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا مثلاً سقوط زکوٰۃ کے لئے حیلہ کرنا وغیرہ وغیرہ تو اس طرح حیلے حرام ہیں البتہ اگر آدمی اپنے کسی فعل کو جائز کرنے یا کسی ناگوار چیز کو اپنے سے دفع کرنے کے لئے کوئی حیلہ کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (روح المعانی)

بہر حال کسی شرعی حکم کے توڑنے یا کسی مسلمان بھائی کے حق کے دبانے کے لئے کوئی حیلہ جائز نہیں ہے۔

٤٠٤٦۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال (سابقہ) حدیث لیث کی طرح سنا۔

٤٠٤٧۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ سَمُرَةَ بَاعَ خَمْرًا، فَقَالَ: قَاتَلَ اللهُ سَمُرَةَ، أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ، فَجَمَلُوهَا، فَبَاعُوهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت سمرہؓ نے شراب فروخت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ کی مار پڑے سمرہ پر، کیا اسے علم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ یہود پر پھٹکار ڈالے کہ ان پر چربی حرام کی گئی تھی، انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کر دیا (یہ کہنے کو کہ ہم نے

چربی تو فروخت نہیں کی تیل فروخت کیا ہے)۔

تشریح:

"بلغ عمران سمرة" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچ گئی کہ حضرت سمرہ بن جندب نے شراب کو فروخت کیا اور پیسہ کھالیا حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ سمرہ غارت ہو جائے یہ تو اس نے ناجائز حیلہ کر کے شراب ہی کو استعمال کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہود پر حیلہ کی وجہ سے لعنت کی بددعا فرمائی۔

سوال: حضرت سمرہ بن جندب نے شراب میں کیا حیلہ کیا تھا جس پر عمر فاروق ناراض ہو گئے؟

جواب: حضرت سمرہ نے جو شراب فروخت کی تھی اس میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ حضرت سمرہ نے یہ شراب اہل کتاب سے جزیہ کی قیمت میں حاصل کیا تھا ان کا خیال تھا کہ اس طرح بیچنا جائز ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ شاید سمرہ نے انگور کا شیرہ فروخت کیا تھا اس پر خمر کا اطلاق کیا گیا کیونکہ اس طرح شیرہ پر باعتبار مایؤل الیہ خمر کا اطلاق ہوتا ہے، یہ تاویل و جواب کمزور ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت سمرہ نے شراب کو سرکہ بنا کر سرکہ کو فروخت کر دیا تھا مگر حضرت عمر خمر کو سرکہ بنانا جائز نہیں سمجھتے تھے اس لئے سخت وعید سنائی یہ جواب بہت عمدہ ہے (فتح الباری)

۴۰۴۸۔ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ يَعْنِي ابْنَ الْقَاسِمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

ان اسناد کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۰۴۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِمُ الشُّحُومَ، فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ کرے کہ ان پر اللہ نے چربی کو حرام قرار دے دیا تھا، انہوں نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کھانے کا طریقہ بنالیا"۔

۴۰۵۰۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، حُرِّمَ عَلَيْهِمُ الشَّحْمُ، فَبَاعُوهُ وَأَكَلُوا ثَمَنَهُ

اس سند کیساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ کرے کہ ان پر اللہ نے چربی کو حرام قرار دیا تھا انہوں نے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھانے کا طریقہ بنالیا۔

مناسبت ہے؟
جواب: مردار کی چربی کے بارے میں جو سوال کیا گیا اس میں ایک حیلہ سامنے آتا ہے کہ ہم مردار نہیں کھائیں گے اس میں تجارت بھی نہیں کریں گے مگر اس کی چربی کو پگھلا کر اس سے مختلف ضرورتوں میں خارجی فائدہ اٹھائیں گے اس میں تو تجارت بھی نہیں ہے صرف اس چربی کو کشتیوں میں کھالوں میں اور چراغوں میں استعمال کرنا ہے یہ کیسا؟ آنحضرت نے جواب میں یہود کے حیلے کوذکر فرمایا کہ ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اس کو پگھلا دیا اور کہا یہ چربی نہیں ہے بلکہ یہ تو تیل ہے تم بھی ایسا نہ کہو کہ ہم چربی نہیں کھائیں گے اور نہ اس میں تجارت کریں گے بلکہ یہ خارجی فوائد اٹھائیں گے یہ بھی ایک حیلہ ہے "اجملوہ" ای اذابوہ یعنی یہود نے حیلہ کر کے چربی کو پگھلا دیا اور پھر کہا کہ یہ تیل ہے یہ چربی نہیں ہے یہ جائز ہے صاحب روح المعانی نے آیت "فاضرب به ولا تحنث" کے تحت روح المعانی میں لکھا ہے کہ حیلہ جب بھی کسی شرعی حکم کے ختم کرنے کے لئے کیا جائے گا تو وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا مثلا سقوط زکوۃ کے لئے حیلہ کرنا وغیرہ وغیرہ تو اس طرح حیلے حرام ہیں البتہ اگر آدمی اپنے کسی فعل کو جائز کرنے یا کسی ناگوار چیز کو اپنے سے دفع کرنے کے لئے کوئی حیلہ کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (روح المعانی)
بہر حال کسی شرعی حکم کے توڑنے یا کسی مسلمان بھائی کے حق کے دبانے کے لئے کوئی حیلہ جائز نہیں ہے۔

٤٠٤٦۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال (سابقہ) حدیث لیث کی طرح سنا۔

٤٠٤٧۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ سَمُرَةَ بَاعَ خَمْرًا، فَقَالَ: قَاتَلَ اللهُ سَمُرَةَ، أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ، فَجَمَلُوهَا، فَبَاعُوهَا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت سمرہؓ نے شراب فروخت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: "اللہ تعالی کی مار پڑے سمرہ پر، کیا اسے علم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اللہ تعالی یہود پر پھٹکار ڈالے کہ ان پر چربی حرام کی گئی تھی، انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کر دیا (یہ کہنے کو کہ ہم نے

چربی تو فروخت نہیں کی تیل فروخت کیا ہے)۔

تشریح:

"بلغ عمران سمرة "یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچ گئی کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ نے شراب کو فروخت کیا اور پیسہ کھالیا حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ سمرہ غارت ہو جائے یہ تو اس نے ناجائز حیلہ کر کے شراب ہی کو استعمال کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر حیلہ کی وجہ سے لعنت کی بددعا فرمائی۔

سوال: حضرت سمرہ بن جندبؓ نے شراب میں کیا حیلہ کیا تھا جس پر عمر فاروق ناراض ہو گئے؟

جواب: حضرت سمرہ نے جو شراب فروخت کی تھی اس میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ حضرت سمرہؓ نے یہ شراب اہل کتاب سے جزیہ کی قیمت میں حاصل کیا تھا ان کا خیال تھا کہ اس طرح بیچنا جائز ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ شاید سمرہ نے انگور کا شیرہ فروخت کیا تھا اس پر خمر کا اطلاق کیا گیا کیونکہ اس طرح شیرہ پر باعتبار مایئول الیہ خمر کا اطلاق ہوتا ہے، یہ تاویل و جواب کمزور ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت سمرہ نے شراب کو سرکہ بنا کر سرکہ کو فروخت کر دیا تھا مگر حضرت عمر خمر کو سرکہ بنانا جائز نہیں سمجھتے تھے اس لئے سخت وعید سنائی یہ جواب بہت عمدہ ہے (فتح الباری)

۴۰۴۸۔ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ يَعْنِي ابْنَ الْقَاسِمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

ان اسناد کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۰۴۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِمُ الشُّحُومَ، فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ کرے کہ ان پر اللہ نے چربی کو حرام قرار دے دیا تھا، انہوں نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کھانے کا طریقہ بنالیا"۔

۴۰۵۰۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، حُرِّمَ عَلَيْهِمُ الشَّحْمُ، فَبَاعُوهُ وَأَكَلُوا ثَمَنَهُ

اس سند کیساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ کرے کہ ان پر اللہ نے چربی کو حرام قرار دیا تھا انہوں نے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھانے کا طریقہ بنالیا۔

باب الربا

سُود کا بیان

امام مسلم نے اس باب میں پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

قال الله تعالیٰ ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾

قال الله تعالیٰ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾

ربا کی تعریف

ربا الف مقصورہ کے ساتھ ربا یربو النصر سے ہے۔عرب کے مشہور قبائل اہل حیرہ کی لغت میں یہ لفظ واو کے ساتھ ربوا لکھا جاتا ہے پھر اہل حیرہ نے اہل حجاز کو یہ لغت سکھائی لہذا مصاحف میں یہ لفظ واو کے ساتھ لکھا گیا ہے عرب کی ایک لغت میں یہ لفظ "رما" میم کے ساتھ ہے وہ بھی جائز ہے ربا کو "ربیة" بھی کہتے ہیں۔لغت میں ربا زیادت اور بڑھوتری کے معنی میں ہے۔ربا کی اصطلاحی تعریف اس طرح ہے۔

"اَلرِّبَا هُوَ فَضْلٌ خَالٍ عَنِ الْعِوَضِ شُرِطَ لِاَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ"۔

میر سید شریفؒ نے اپنی کتاب التعریفات میں ربا کی یہی تعریف لکھی ہے۔

بعض علماء نے یہ تعریف کی ہے "الربا هو مبادلة المال بالمال مع الفضل بلا عوض" ربا ایک عام مفہوم ہے جس میں بلا عوض اضافی مال حاصل کیا جاتا ہے مروجہ سود اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ اور اس کی قسموں میں سے ایک قسم ہے لہذا ربوا کا ترجمہ سود سے کرکے اس میں منحصر کرنا غلط فہمی کو جنم دیتا ہے۔

لفظ ربوا کا اطلاق

قرآن وحدیث میں ربوا کا لفظ پانچ مفہومات اور پانچ معانی پر بولا گیا ہے۔

(۱) پہلا مفہوم ربا النسیئة ہے اور اسی کا نام القرض ہے جس کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور سورت بقرہ کی آخری حصہ میں اس کی حرمت پر کئی آیات اتری ہیں جیسے سورۃ بقرہ کی آیت ۲۷۵ اور آیت ۲۷۸ اور آیت ۲۷۹ اور آیت ۲۸۰ میں مکمل تفصیل مذکور ہے ربا القرض کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ایک شخص دوسرے شخص کو ایک مقررہ مدت تک قرض روپے دیتا تھا اور یہ شرط لگاتا تھا کہ جب قرض واپس کروگے تو اتنا پیسہ زیادہ دوگے اور اگر مقرر وقت پر قرض ادا نہ کیا تو پھر اس کا دوگنا دوگے مثلاً دو ہزار کی جگہ چار ہزار دوگے جاہلیت میں ربوا کی یہی صورت مشہور تھی اور قرآن عظیم میں اسی کی حرمت پر آیات نازل ہوئی ہیں آج کل ربا القرض میں سودی کاروبار خوب زوروں پر ہے بنکاری نظام کی بنیاد اسی سود پر قائم رہے۔

بینکوں کاظلم

اعانت اور ہمدردی کے نام سے دنیا کے بینک جوظلم کرتے ہیں اس کی معمولی سے جھلکی آپ اس طرح سمجھ لیں کہ اگر انصاف سے دیکھا جائے اور پھران بینکوں سے پوچھا جائے کہ جس غریب کوکسی بینک نے جو قرض پیسہ دیا ہے کیا یہ بینک اس شخص کی صرف مدد کررہا ہے یا شراکت سے کاروبار کررہا ہے اگر بینک کی طرف سے اس غریب کی اعانت و مدد مقصود ہے تو سال دوسال بعد جب بینک اپنا قرض واپس لیتا ہے تو انصاف اور ہمدردی کا تقاضا تو یہ ہے کہ بینک صرف اپنا قرض پیسہ واپس لے لے یہ بینک اس غریب سے شرح سود میں زیادہ پیسہ کیوں لیتا ہے؟ معلوم ہوا کہ بینک اپنے ہمدردی کے دعوے میں جھوٹا ہے اسی طرح سمجھ لو وہ آدمی بھی جھوٹا ظالم ہے جو کسی غریب کو مدد کے نام قرض دیتا ہے اور اس پر اضافی پیسہ وصول کرتا ہے اور اگر بینک نے کسی غریب کا پیسہ اس لئے لیکر بینک میں جمع کیا ہے تاکہ ان کے ساتھ منافع میں شراکت کرے تو انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ بینک اس غریب کے ساتھ نفع ونقصان میں شریک ہوجاتا حالانکہ وہ ایسا نہیں کرتا معلوم ہوا کہ بینکوں کا یہ دعویٰ کہ ہم غریبوں کی مدد کرتے ہیں جھوٹا دعویٰ ہے ان کا کاروبار جھوٹا ہے ان کے چلانے والے جھوٹے ہیں اور سود ایک ایسا ناسور ہے جس سے غریبوں کے بدن کا خون چوسا جاتا ہے اب بتائیے کیا یہ بینک عوام کی سہولت کے لئے ہیں؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں، بلکہ اب تو ورلڈ آئی ایم ایف بینک مسلمان ملکوں کے ایمان کا سودا کر کے قرض فراہم کرتے ہیں۔

ربوا کی دوسری قسم ربوا المعاملات اور ربا الفضل ہے جس کی تفصیل آیندہ باب الصرف میں الذہب بالذہب میں آرہی ہے۔

۴۰۵۱ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ، إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ، إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کیا کرو الا یہ کہ برابر برابر ہو اور باہمی طور پر کمی زیادتی مت کیا کرو، نہ ہی چاندی کو چاندی کے عوض فروخت کیا کرو سوائے اس کے کہ برابر سرابر ہو، اور باہمی طور پر کمی زیادتی مت کرو، نہ ہی ادھار سودا کیا کرو (سونے چاندی کا)“۔

تشریح:

”لاتبیعوا الذهب“ سونا چاندی خواہ جس قسم کا ہو عمدہ ہو یا ردی ہو ٹوٹا ہو یا سالم ہو زیورات ہوں یا غیر زیور ہو سب برابر ہیں اس کے تبادلے میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ برابر سرابر ہو کم وزیادہ نہ ہو دوسری شرط یہ کہ نقد ہاتھوں ہاتھ ہو ادھار نہ ہو۔

”ولا تشفو“ یہ صیغہ باب افعال سے أشف يشف بھی ہے اور شف يشف ضرب یضرب سے بھی ہے زیادہ کرنے کو کہتے ہیں ای لا

تزیدوا بعضھا علی بعض و لا تفضلوا لیکن یہ اضداد میں سے ہے لہٰذا کم کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے بہر حال سونے چاندی کے معاملات کے لئے یہ پہلی شرط ہے کہ کم و بیش نہ ہو بلکہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے چاندی برابر سرابر ہو۔

"غائبا بناجز" یعنی نقد کے مقابلے میں ادھار نہ بیچو یہ سونا چاندی کے لئے دوسری شرط ہے "ورق" چاندی کو کہتے ہیں "یاثر ھذا" یعنی ابوسعید خدری اس کو نقل کرتے ہیں "فقال" یعنی عبداللہ بن عمر نے کہا "ان ھذا" یعنی لیثی مجھے بتاتا ہے کہ آپ اس طرح روایت کرتے ہیں۔

۴۰۵۲۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي لَيْثٍ: إِنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَأْثُرُ هَذَا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ، فَذَهَبَ عَبْدُ اللهِ، وَنَافِعٌ مَعَهُ، وَفِي حَدِيثِ ابْنِ رُمْحٍ: قَالَ نَافِعٌ: فَذَهَبَ عَبْدُ اللهِ وَأَنَا مَعَهُ وَاللَّيْثِيُّ، حَتَّى دَخَلَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا أَخْبَرَنِي أَنَّكَ تُخْبِرُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَعَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَأَشَارَ أَبُو سَعِيدٍ بِإِصْبَعَيْهِ إِلَى عَيْنَيْهِ وَأُذُنَيْهِ، فَقَالَ: أَبْصَرَتْ عَيْنَايَ، وَسَمِعَتْ أُذُنَايَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ، إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا شَيْئًا غَائِبًا مِنْهُ بِنَاجِزٍ، إِلَّا يَدًا بِيَدٍ،

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بنی لیث کے ایک آدمی نے کہا کہ ابوسعید الخدریؓ، رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں (حدیث آگے آرہی ہے) یہ سن کر حضرت عبداللہؓ اور ان کے ہمراہ نافع بھی تھے۔ نافع فرماتے ہیں کہ میں بھی عبداللہؓ کے ہمراہ تھا حتی کہ حضرت ابوسعید الخدریؓ کے پاس داخل ہوئے اور ان سے فرمایا کہ مجھے اس (نافع) نے بتلایا کہ آپ بتلاتے ہیں "کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کو چاندی کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے الا یہ کہ برابر برابر ہو، اور سونے کو سونے کے عوض فروخت کرنے سے بھی منع فرمایا ہے الا یہ کہ برابر برابر ہو"۔ یہ سن کر حضرت ابوسعید الخدریؓ نے اپنی انگلیوں سے اپنی آنکھوں اور کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سونے کو سونے اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کیا کرو الا یہ کہ برابر برابر ہو اور کم یا زیادہ مت کیا کرو اور نہ ہی ادھار فروخت کیا کرو الا یہ کہ ہاتھ در ہاتھ ہو"۔

۴۰۵۲۔حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ

ابْنِ عَوْنٍ، كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ، بِنَحْوِ حَدِيثِ اللَّيْثِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے سابقہ حدیث (سونے کو سونے اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کیا کرو مگر برابر برابر کم یا زیادہ اور ادھار فروخت نہ کرو) ہی بیان فرماتے ہیں۔

۴۰۵۴۔ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ، وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ، إِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ
حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض مت فروخت کیا کرو الا یہ کہ وزن میں دونوں برابر ہوں، ایک جیسے ہوں (معیار کے اعتبار سے) برابر برابر ہوں''۔

۴۰۵۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ، وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، يَقُولُ: إِنَّهُ سَمِعَ مَالِكَ بْنَ أَبِي عَامِرٍ، يُحَدِّثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا تَبِيعُوا الدِّينَارَ بِالدِّينَارَيْنِ، وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دینار کو دو دینار سے مت فروخت کرو نہ ایک درہم کو دو درہم کے عوض بیچو''۔

باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقداً

بیع صرف کا بیان

امام مسلم نے اس باب میں بارہ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۰۵۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، أَنَّهُ قَالَ: أَقْبَلْتُ أَقُولُ مَنْ يَصْطَرِفُ الدَّرَاهِمَ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: أَرِنَا ذَهَبَكَ، ثُمَّ ائْتِنَا، إِذَا جَاءَ خَادِمُنَا، نُعْطِكَ وَرِقَكَ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: كَلَّا، وَاللهِ لَتُعْطِيَنَّهُ وَرِقَهُ، أَوْ لَتَرُدَّنَّ إِلَيْهِ ذَهَبَهُ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: الْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ

رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ،

حضرت مالک بن اوس الحدثان سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں یہ کہتا ہوا آیا کہ کون ہے جو روپوں کو سونے کے عوض فروخت کرے؟ تو طلحہ بن عبید اللہؓ نے جو اس وقت حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ اپنا سونا ہمیں دکھاؤ (دیدو) اور پھر ذرا ٹھہر کر ہمارے پاس آنا، جب ہمارا خادم آجائے تو تمہیں چاندی کے روپے دیدیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً فرمایا کہ: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، یا تو اس کے چاندی کے روپے ابھی دے دو یا اُس کا سونا اسے واپس کردو۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سونے کو چاندی کے عوض بیچنا سود ہے الا یہ کہ ہاتھ در ہاتھ ہو، گندم کو گندم کے عوض بیچنا ربوا ہے الا یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو، جَو کو جَو کے عوض بیچنا ربوا ہے الا یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو، کھجور کو کھجور کے عوض فروخت کرنا سود ہے الا یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو"۔

تشریح:

"یصطرف" یہ صیغہ باب استفعال سے ہے اس کا مادہ صرف ہے ای من یبیع الدراھم بمقابلۃ الذھب یعنی سونے کے مقابلہ میں دراہم کا سودا کون کرتا ہے میرے پاس سونا ہے وہ لیلے اور مجھے دراہم دیدے اور بیع صرف کرلے۔ "ارنا ذھبک" یعنی تم اپنا سونا دکھادو تاکہ ہم دیکھ لیں اور پھر خرید لیں چنانچہ اس نے دیدیا تو طلحہ بن عبید اللہ اس کو اپنے ہاتھوں میں الٹا پلٹتا رہا پھر کہنے لگا کہ اچھا ہے جب خیبر کے پاس غابہ کے علاقہ سے ہمارا خزانچی آجائے گا تو ہم آپ کو اس کے عوض میں چاندی دیدیں گے اس میں چونکہ بیع صرف میں ادھار کا معاملہ بن رہا تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے جب سنا تو غصہ ہو کر فرمانے لگے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا تم ابھی ابھی اس کو چاندی ادا کردو ورنہ اس شخص کو اس کا سونا واپس کردو کیونکہ بیع صرف میں ادھار کرنا جائز نہیں ہے۔

"الا ھاء وھاء" علامہ زمخشری نے فائق میں لکھا ہے کہ یہ کلمہ آواز کے لئے ہے جس کا معنی "خذ" ہے جس طرح ھاؤم اقرأوا کتابیہ میں ہے ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ یہ کلمہ مد کے ساتھ ہے یعنی ہاتھوں ہاتھ اور دست بدست اس کا ترجمہ ہے ای الا نقداً ویداً بید گویا یہ اسم فعل ہے جو امر کے معنی میں ہے ہر ساتھی دوسرے کو کہتا ہے لے لو وہ کہتا ہے یہ لے لو بہر حال بیع اور اموال ربویہ میں اسی طرح مجلس ہی میں تقابض ضروری ہے۔

۴۰۵۷۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَإِسْحَاقُ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

حضرت زہری رحمہ اللہ سے اس طریق سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔

۴۰۵۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ،

قَالَ: كُنْتُ بِالشَّامِ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ، فَجَاءَ أَبُو الْأَشْعَثِ، قَالَ: قَالُوا: أَبُو الْأَشْعَثِ، أَبُو الْأَشْعَثِ، فَجَلَسَ، فَقُلْتُ لَهُ: حَدِّثْ أَخَانَا حَدِيثَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: نَعَمْ، غَزَوْنَا غَزَاةً وَعَلَى النَّاسِ مُعَاوِيَةُ، فَغَنِمْنَا غَنَائِمَ كَثِيرَةً، فَكَانَ فِيمَا غَنِمْنَا آنِيَةٌ مِنْ فِضَّةٍ، فَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا أَنْ يَبِيعَهَا فِي أَعْطِيَاتِ النَّاسِ، فَتَسَارَعَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ، فَبَلَغَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ، فَقَامَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، عَيْنًا بِعَيْنٍ، فَمَنْ زَادَ، أَوِ ازْدَادَ، فَقَدْ أَرْبَى، فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوا، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ: أَلَا مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ قَدْ كُنَّا نَشْهَدُهُ وَنَصْحَبُهُ فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُ، فَقَامَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَأَعَادَ الْقِصَّةَ، ثُمَّ قَالَ: لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ أَوْ قَالَ: وَإِنْ رَغِمَ مَا أُبَالِي أَنْ لَا أَصْحَبَهُ فِي جُنْدِهِ لَيْلَةً سَوْدَاءَ، قَالَ حَمَّادٌ هَذَا أَوْ نَحْوَهُ،

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شام میں ایک حلقہ کے اندر بیٹھا تھا اس میں مسلم بن یسار بھی تھے، اسی دوران ابوالاشعث آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ ہم سے ہمارے بھائی عبادہ بن الصامت کی حدیث بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا اچھا! ''ہم نے ایک غزوہ میں جہاد کیا، لشکر کے امیر معاویہؓ تھے، جہاد میں ہمیں مال غنیمت بہت کثرت سے ملا، ان میں ایک چاندی کا برتن بھی تھا، حضرت معاویہؓ نے ایک آدمی کو حکم فرمایا کہ اسے فروخت کر کے لوگوں کی تنخواہوں میں لگا دو، لوگوں نے اسے لینے میں جلدی کی حضرت عبادہ بن الصامت کو اس کی اطلاع پہنچی تو وہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض، گندم کو گندم کے عوض، جو کو جو کے عوض، کھجور کو کھجور کے عوض اور نمک کو نمک کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا الا یہ کہ برابر برابر ہوں، نقدا نقد ہوں، سو جس نے اس میں زیادتی کی یا زیادہ لیا تو اس نے سود لیا۔ یہ سن کر لوگوں نے جو کچھ بھی لیا تھا وہ واپس کر دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع پہنچی تو وہ کھڑے ہو گئے اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب کر کے ایسی احادیث بیان کر رہے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کی صحبت اٹھانے اور آپ کے دربار میں ہمہ وقت حاضر ہونے کے باوجود نہیں سنیں''۔ (اشارہ تھا حضرت عبادہؓ کی مذکورہ حدیث کی طرف) یہ سن کر حضرت عبادہؓ کھڑے ہو گئے اور اسی حدیث کے واقعہ کو دوبارہ بیان کیا اور فرمایا کہ: ''ہم رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی احادیث کو ضرور بالضرور بیان کرتے رہیں

ہے اگر چہ معاویہ یا فرمایا کہ معاویہ کی ناک خاک آلودہ ہو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں تاریک رات میں معاویہ کے لشکر کے ساتھ نہ رہوں''۔

تشریح:

''قال ''یعنی ابوقلابہ راوی نے کہا کہ''قالوا''یعنی حاضرین مجلس نے کہا کہ''ابوالاشعث''یعنی کیا یہ ابوالاشعث آگئے''فقلت ابو الاشعث ''تو میں نے کہا کہ جی ہاں یہ ابوالاشعث آگئے ہیں۔ یہ صحیح مسلم کا ایک نسخہ ہے دوسرا نسخہ اس طرح ہے''قال ابو الاشعث ابو الاشعث''یعنی حاضرین مجلس نے کہا ار ے ابوالاشعث آگئے ابوالاشعث آگئے، یہ نسخہ بہت عمدہ اور واضح ہے۔

''فقلت له''ابوقلابہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالاشعث سے کہا کہ آپ ہمارے ان بھائیوں کے سامنے حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث بیان کردیجئے اور ممکن ہے کہ''یا اخانا''کا لفظ منادی ہے یعنی اے ہمارے بھائی عبادہ کی حدیث بیان کیجئے حرف ندا محذوف ہے۔

''قال نعم ''یعنی ابوالاشعث نے کہا کہ جی ہاں میں بیان کرتا ہوں''وعلی الناس معاویة ''حضرت معاویہ شام کے گورنر تھے اور خلافت حضرت عمر فاروق کی تھی''آنیة من فضة ''یعنی مال غنیمت میں چاندی کے بہت سارے برتن مل گئے۔

''اعطیات الناس ''یہ جمع الجمع ہے جو اعطیہ کی جمع ہے جس کا مفرد عطاء ہے یہ اس وظیفہ کا نام ہے جو حکومت کی طرف سے لوگوں کو سال کے بعد یا چھ ماہ کے بعد ملتا ہے گو یا یہ مؤجل تنخواہ ہے حضرت معاویہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ مال غنیمت میں لوگوں کو جو برتن ملے ہیں یہ ان سے ان کے وظیفے کے بدلے خریدلو جب وظیفہ ملے گا پھر کمی بیشی کا حساب ہوگا مگر سودا ابھی سے کرلو اس صورت میں چاندی کے بدلے چاندی کا سودا ہور ہا تھا جو ادھار تھا اور بیع صرف میں اس طرح ادھار کرنا جائز نہیں ہے اسی پر حضرت عبادہ نے شدید نکیر فرمائی ہے اور چھ اشیاء کا تذکرہ فرمایا اور برابری کا ذکر کیا اور دست بدست کا ذکر کیا''زاد او ازداد ''یعنی جس نے اس میں زیادتی کی یا زیادہ لیا ''فقد ربی ''یعنی اس نے سود کیا''ای فعل فعل الربی ''

''فلم نسمعها ''حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ ہم ہر وقت حاضر بھی رہے اور آنحضرت کے ساتھ بھی رہے پھر بھی ہم نے نہیں سنا یہ لوگ کس طرح ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں؟ علماء نے لکھا ہے کہ عدم سماع اور عدم علم کسی چیز کے عدم کے لئے دلیل نہیں بن سکتی ہے۔

''وان رغم ''یعنی اگر چہ حضرت معاویہ ناخوش ہوجائے بلکہ ان کی ناک خاک آلود ہوجائے ہم پھر بھی آنحضرت سے سنی ہوئی حدیث بیان کریں گے''فی جنده ''یعنی اس کے لشکر میں شریک ہوکر ہم تاریک راتوں میں جہاد نہ بھی کریں یہ ہمیں برداشت ہے مگر آنحضرت کی تعلیم کو ہم نہیں چھپا سکتے ہیں۔

''ولیلة سوداء ''اس سے جہاد مراد ہے جہاد زیادہ تر سیاہ راتوں میں ہوتا ہے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں معاویہ کے ساتھ جہاد میں نہ رہوں میں تو نبی اکرم ﷺ اور شریعت کے حکم کو مقدم سمجھوں گا۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ کو اگر یہ حدیث نہیں پہنچی ہو تو یہ تو ایک عذر ہے لیکن جب حضرت عبادہ نے سخت انداز میں حدیث بیان کر کے ان کو تنبیہ کی پھر بھی حضرت معاویہ نے بات کیوں نہ مانی؟

جواب: اس مسئلہ میں حضرت معاویہ کی ایک اجتہادی رائے تھی وہ اسی پر قائم رہے جس طرح حضرت اسامہ کی اجتہادی رائے تھی کہ بیع صرف میں نقد میں تفاضل جائز ہے ادھار میں جائز نہیں ہے وہ اسی پر قائم رہے۔

۴۰۵۹ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيِّ، عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

حضرت ایوب رحمہ اللہ سے اس طرق سے بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۰۵۹ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ، فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سونے کو سونے کے بدلہ، چاندی کو چاندی کے بدلہ، گیہوں کو گیہوں کے بدلہ، جو کو جو کے بدلہ، کھجور کو کھجور کے بدلہ، اور نمک کو نمک کے بدلہ برابر برابر ٹھیک ٹھیک نقدا نقد فروخت کیا جا سکتا ہے، اور جب ان اقسام میں اختلاف جنس کے ساتھ تبادلہ ہو تو جس طرح چاہو فروخت کرو صرف یہ کہ نقد سودا ہونا ضروری ہے"۔ (مقصد یہ ہے کہ اگر سونے کی گیہوں کے عوض فروخت کرتا ہے تو اس میں برابر برابر ہونے کی قید نہیں ہے۔ مختلف اجناس کے باہمی تبادلہ کے اندر "مثلا بمثل" کی شرط نہیں لگائی البتہ فرمایا کہ اس میں بھی نقد ہونا ضروری ہے۔

تشریح:

"الذھب بالذھب" اگر بیاع فعل محذوف مان لیا جائے تو الذھب اس کا نائب فاعل مرفوع ہوگا اور اگر بیعوا امر کا صیغہ محذوف مان لیا جائے تو الذھب منصوب ہوگا آخر تک اعراب اسی طرح ہوگا۔ اس حدیث کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جنس اور قدر کا مطلب کیا ہے؟ آپ یوں سمجھیں کہ لین دین اور تجارت کا معاملہ جن چیزوں سے متعلق ہوتا ہے وہ تین قسم کی ہیں (۱) یا تو ان کا لین دین وزن سے ہوتا ہے (۲) یا کسی برتن وغیرہ کے ناپنے اور پیمانہ سے ہوتا ہے (۳) یا وہ چیز یں نہ ناپنے میں آتی ہیں اور نہ وزن میں آتی ہیں۔

پہلی قسم کی مثال سونا چاندی وغیرہ ہے اس کو موزونی کہتے ہیں۔ دوسری قسم کی مثال غلہ ہے اس کو مکیلی کہتے ہیں تیسری قسم کی مثال وہ اشیاء ہیں جن میں نہ وزن ہے اور نہ کیل ہے یعنی نہ موزونی ہیں نہ مکیلی ہیں پھر یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ شریعت نے جس چیز کو موزونی یا مکیلی کہدیا ہے وہ ہمیشہ موزونی اور مکیلی رہے گی زمانہ کے بدلنے سے اس کو بدلا نہیں جا سکتا نہ لوگوں کے رواج سے اس کو بدلا جا سکتا ہے پھر یہ بات بھی سمجھ لیں کہ کسی چیز میں وزن اور کیل کی صفت کو قدر کہتے ہیں اور کسی چیز کی حقیقت اور ماہیت کو جنس کہتے ہیں مثلا غلہ کا غلہ ہونا اس کی حقیقت ہے کپڑے کا کپڑا ہونا اس کی حقیقت ہے چاندی کا چاندی ہونا اس کی حقیقت ہے اسی حقیقت اور ماہیت کو جنس کہتے ہیں تو لین دین کی اشیاء یا قدر میں آتی ہیں اور یا جنس میں آتی ہیں مزید وضاحت آئندہ تفصیل مذاہب میں آئے گی۔

اب زیر بحث حدیث کی طرف آئیے اس حدیث میں چھ اشیاء کا ذکر ہے کہ اس میں سود آتا ہے لہذا اس میں نہ تفاضلا تبادلہ جائز ہے اور نہ نسیئۃ تبادلہ جائز ہے اب فقہاء کرام کی آراء میں اختلاف آ گیا کہ آیا یہاں تفاضل اور نسیئہ بیچنے کی جو ممانعت آئی ہے یہ انہیں چھ اشیاء تک محدود ہے یا اس کے علاوہ دیگر اشیاء میں بھی سود کا حکم جاری ہوگا غیر مقلدین کے روحانی پیشوا داؤد ظاہری اور اس کے علاوہ شیخ قتادہ اور طاؤس کا خیال ہے کہ سود کی ممانعت کا حکم انہیں چھ اشیاء میں محدود ہے اس کے علاوہ کسی چیز کی طرف بوجہ علت ممانعت متعدی نہیں ہوگی اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان کے ہاں مکئی کے بدلے میں مکئی میں تفاضل جائز ہوگا کیونکہ حدیث میں مکئی کا نام نہیں آیا ہے اسی طرح معاملہ چاول وغیرہ کا ہے گویا احادیث میں جن اشیاء کا نام آیا نہیں ہے وہ اصل حالت پر باقی رہ گئیں ہیں۔

ان حضرات کے علاوہ تمام فقہاء کرام اور ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ ان چھ اشیاء میں سود کی حرمت کسی علت کی وجہ سے ہے اگر وہ علت دیگر اشیاء میں پائی گئی تو ان میں بھی سود کی حرمت آئے گی اب ان چھ اشیاء میں سود کی حرمت کی علت تلاش کرنے میں اور اسے متعین کرنے میں ان فقہاء کے درمیان اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے ہر ایک نے اپنے اجتہاد کی روشنی میں علت کا تعین کیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ ان چھ اشیاء میں سونے اور چاندی کی الگ علت ہے اور باقی چار اشیاء کی علت الگ ہے اب فقہاء کا اختلاف ملاحظہ ہو۔

حرمت سود کی علت نکالنے میں فقہاء کا اختلاف

امام شافعی کے ہاں اور ایک قول میں امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں ان چھ اشیاء میں علت ثمنیت اور طعم یعنی غذائیت ہے ذہب وفضہ میں ربا کی علت ثمنیت ہے اور باقی چار میں طعم یعنی غذائیت ہے اس قول وعلت کی روشنی میں ان حضرات کے نزدیک ربا الفضل اور ربا المعاملات تمام مطعومات میں جاری ہوگا خواہ وہ مطعوم مکیلی ہو یا موزونی یا عددی ہو سب میں سود آئے گا مثلاً انار، سیب اخروٹ اور انڈے جو عددی اشیاء ہیں سب میں سود آئے گا اسی طرح ترکاریوں میں سود آئے گا لیکن اگر مطعوم نہیں بلکہ لوہا ہے اسٹیل ہے تانبا ہے تو اس میں سود نہیں آئے گا۔

۲۔ مالکیہ کے ہاں ان چھ اشیاء میں حرمت سود کی علت ثمنیت اور قوت وادخار ہے پہلے دو میں ثمنیت علت ہے باقی چار میں قوت وادخار علت ہے قوت کا مطلب کھانے کی چیز ہے اور ادخار کا مطلب یہ ہے کہ اکثر سال میں وہ چیز محفوظ رہ سکتی ہو لہٰذا ترکاری اور پھل وغیرہ میں ان کے ہاں سود نہیں ہوگا کیونکہ یہ اشیاء پائیدار نہیں جو ذخیرہ نہیں ہو سکتی ہیں اگر چہ اس میں قوت ہے۔

۳۔ ائمہ احناف اور ایک قول میں امام احمد فرماتے ہیں کہ ان چھ اشیاء میں حرمت سود کی علت قدر مع الجنس ہے جیسے پہلے لکھا گیا ہے کہ قدر کا اطلاق موزونی اور مکیلی دونوں اشیاء پر ہوتا ہے تو ان چھ اشیاء میں پہلے دونوں چیزوں میں علت وزن ہے لہٰذا دنیا کی تمام موزونی اشیاء میں سود جاری ہوگا باقی چار اشیاء میں حرمت سود کی علت کیل ہے لہٰذا دنیا کی تمام مکیلی اشیاء میں سود جاری ہوگا۔

اب مع الجنس کا مطلب یہ ہوا کہ وزن مع الجنس پایا گیا کہ دونوں طرف سے سونا ہے یا چاندی ہے تو اس میں وزن بھی ہے اور جنس بھی ہے ایسی صورت میں اس کی خرید وفروخت میں تفاضل بھی حرام ہے اور ایک نقد دوسرا ادھار بھی حرام ہے یہی صورت اور یہی حکم کیل مع الجنس کا بھی ہے مثلاً گندم ہے مقابلہ میں بھی گندم ہے اب دونوں مکیلی ہیں اور جنس بھی متحد ہے لہٰذا تفاضلاً بھی اس کا معاملہ حرام ہے اور ادھار کرنا بھی حرام ہے۔

اس ضابطہ کی روشنی میں حرمت سود کا حکم ہر موزون اور ہر مکیلی اشیاء تک عام ہو جائے گا خواہ وہ مطعومات کی قسم سے ہوں یا غیر مطعومات میں سے ہوں جیسے غلہ ہے یا چونا ہے روئی ہے یا اون ہے لوہا ہے یا پیتل اور تانبا ہو ان اشیاء میں جنس اور قدر کے اتحاد واختلاف کی وجہ سے اس کے حکم پر اثر پڑتا ہے یہاں کل چار صورتیں بن جاتی ہیں۔

۱۔ دو چیزوں میں اتحاد جنس بھی ہو اور اتحاد قدر بھی ہو مثلاً سونے کے بدلے میں سونا ہو اور گندم کے بدلے میں گندم ہو اس میں دو چیزیں ناجائز ہیں یعنی تفاضل بھی ناجائز ہے اور ادھار کرنا بھی ناجائز ہے ہاں اگر ہاتھوں ہاتھ ہو اور مساوی ہو تو جائز ہے۔

۲۔ اتحاد جنس ہو مگر اتحاد قدر نہ ہو مثلاً انڈوں کے بدلے انڈے ہوں تو اس میں تفاضل جائز ہے انڈے نہ مکیلی ہیں اور نہ موزونی ہیں اس میں تفاضل جائز ہے مگر ادھار ناجائز ہے۔

۳۔ اتحاد قدر ہو اتحاد جنس نہ ہو مثلاً چاول کے بدلے چنے ہیں قدر موجود ہے کہ دونوں مکیلی ہیں لیکن اتحاد جنس نہیں چاول الگ جنس ہے چنے الگ جنس ہے اس میں بھی تفاضل جائز ہے مگر ادھار ناجائز ہے۔

۴۔ نہ اتحاد جنس ہو نہ اتحاد قدر ہو جیسے انڈوں کے بدلے اخروٹ ہوں تو اس میں تفاضل بھی جائز ہے اور ادھار لینا دینا بھی جائز ہے۔

احناف کے ہاں ان چھ اشیاء میں اول دو چیزیں موزونی ہیں اور باقی چار اشیاء مکیلی ہیں یہ بات کئی دفعہ لکھی گئی ہے کہ قدر سے مراد وزن اور کیل ہے اور جن اشیاء کو شریعت نے موزونی یا مکیلی کہا ہے وہ ہمیشہ اسی طرح رہیں گی اگر چہ لوگوں کا رواج بدل گیا ہو۔

دلائل

شوافع نے کہا کہ مال میں بنیادی وصف اس کی ثمنیت ہے جس سے مال کی بقاء وابستہ ہے اور انسان کی بقاء طعام سے وابستہ ہے لہذا اس حدیث میں حرمت سود کے لئے ثمنیت اور طعم کو بطور علت بیان کیا گیا ہے مالکیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اگر صرف طعم کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا تو صرف ایک مطعوم کا ذکر کرنا کافی ہوتا چار کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی جب چار کا ذکر کیا گیا تو معلوم ہوا کہ طعم کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے اور وہ ادخار ہے تو سود کی حرمت کی علت ثمنیت کے ساتھ اقتیات وادخار بھی ہے مالکیہ کہتے ہیں کہ مذکورہ حدیث میں مذکورہ اشیاء کی ترتیب اس طرح ہی کہ گندم اور جو کے ذکر کرنے سے اقسام حبوب کی طرف اشارہ ہے اور تمر سے تمام قابل ذخیرہ حلاوات کی طرف اشارہ ہے جیسے عسل وغیرہ اور ملح سے تمام مصالحہ جات کی طرف اشارہ کیا گیا۔

ائمہ احناف نے مذکورہ احادیث کے اشارات سے استنباط واجتہاد کرکے جنس وقدر کو حرمت سود کے لئے علت بنادیا ہے اور یہ اجتہاد نہایت مناسب اور جامع ہے مسلم شریف کی بعض احادیث میں لفظ وزن اور کیل کی صراحت موجود ہے جو اس علت کی تائید ہے۔

"اختلفت "یعنی ان چھ اقسام میں جب جنس میں اختلاف آجائے تو پھر تفاضل جائز ہے ادھار نا جائز ہے "اختلفت الوانہ "اگلی روایت میں یہ لفظ ہے یہ بھی اختلاف اصناف کے معنی میں ہے دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

٤٠٦١ ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ، أَوِ اسْتَزَادَ، فَقَدْ أَرْبَى، الْآخِذُ وَالْمُعْطِي فِيهِ سَوَاءٌ".

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سونے کو سونے کے عوض، چاندی کو چاندی، گیہوں کو گیہوں، جو کو جو کھجور کو کھجور اور نمک کو نمک کے عوض برابر برابر نقد نقد فروخت کیا جائے، لہذا جو شخص بھی ان اشیاء میں اضافہ کردے یا زیادتی طلب کرے تو اس نے سودی معاملہ کیا۔ اور اس میں لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں"۔

٤٠٦٢ ـ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ الرَّبَعِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس طریق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سونا سونے کے بدلے برابر برابر، بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی۔

٤٠٦٣ـحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: التَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ، أَوِ اسْتَزَادَ، فَقَدْ أَرْبَى، إِلَّا مَا اخْتَلَفَتْ أَلْوَانُهُ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کھجور کو کھجور، گندم کو گندم، جو کو جو، اور نمک کو نمک کے عوض برابر برابر نقد فروخت کیا جائے، لہٰذا جو بھی زیادہ دے یا زیادہ لے تو اس نے سود پا لیا، الا یہ کہ ان کے رنگ مختلف ہو جائیں''۔

٤٠٦٤ـوحَدَّثَنِيهِ أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يَذْكُرْ يَدًا بِيَدٍ

حضرت فضیل بن غزوانؒ نے بھی اس سند کے ساتھ سابقہ حدیث ذکر کی ہے لیکن یدا بید کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔

٤٠٦٥ـحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَهُوَ رِبًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سونے کو سونے کے عوض فروخت کیا جائے تو تول (وزن) برابر ہو (یعنی ایک طرف ۵۰ گرام ہے تو دوسری طرف بھی ۵۰ گرام ہونا ضروری ہے) برابر برابر ہو اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت کیا جائے تو بھی تول کر برابر برابر ہونا ضروری ہے، لہٰذا جو زیادہ دے یا زیادہ لے تو وہ ربا ہے

٤٠٦٦ـحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي تَمِيمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ لَا فَضْلَ بَيْنَهُمَا، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ لَا فَضْلَ بَيْنَهُمَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دینار کو دینار کے عوض بیچو تو ان میں زیادتی واضافہ نہیں ہو سکتا، درہم کو درہم کے عوض بیچنے میں بھی زیادتی واضافہ نہیں ہوگا''۔

٤٠٦٧ـحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ أَبِي تَمِيمٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

اس طریق سے بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

باب النهی عن بیع الورق بالذهب دینا

سونے کے بدلے چاندی کوادھار بیچنا منع ہے

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۰۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، قَالَ: بَاعَ شَرِيكٌ لِي وَرِقًا بِنَسِيئَةٍ إِلَى الْمَوْسِمِ، أَوْ إِلَى الْحَجِّ، فَجَاءَ إِلَيَّ فَأَخْبَرَنِي، فَقُلْتُ: هَذَا أَمْرٌ لَا يَصْلُحُ، قَالَ: قَدْ بِعْتُهُ فِي السُّوقِ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ، فَأَتَيْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَنَحْنُ نَبِيعُ هَذَا الْبَيْعَ، فَقَالَ: مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فَهُوَ رِبًا، وَائْتِ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ تِجَارَةً مِنِّي، فَأَتَيْتُهُ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: مِثْلَ ذَلِكَ

حضرت ابو المنہال (عبدالرحمٰن بن مطعم البنانی) فرماتے ہیں کہ میرے ایک شریک (کاروباری پارٹنر) نے کچھ چاندی موسم حج تک کے ادھار پر فروخت کی، وہ میرے پاس آیا اور مجھے بتلایا تو میں نے اس سے کہا کہ یہ معاملہ تو درست نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے بھرے بازار میں فروخت کیا ہے کسی ایک نے بھی اس سے منع نہیں کیا (اگر یہ درست نہ ہوتا تو کوئی تو منع کرتا)۔ یہ سن کر میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو ہم لوگ یہ معاملہ کیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس معاملہ میں اگر نقد النقد ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور ادھار ہو تو وہ ''ربوا'' ہے براء بن عازب نے کہا کہ تم زید بن ارقم کے پاس جاؤ کیونکہ وہ مجھ سے بڑے تاجر ہیں (ان کو اس بارے میں زیادہ علم ہوگا) چنانچہ میں (براء بن عازب کے پاس سے) زیدؓ بن ارقم کے پاس گیا اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

۴۰۶۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيبٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الْمِنْهَالِ، يَقُولُ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: سَلْ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ، فَهُوَ أَعْلَمُ، فَسَأَلْتُ زَيْدًا، فَقَالَ: سَلِ الْبَرَاءَ، فَإِنَّهُ أَعْلَمُ، ثُمَّ قَالَا: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ دَيْنًا

حضرت حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ میں نے ابوالمنہال سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے صرف (سونے کو چاندی یا چاندی کو سونے کے عوض بیچنا) کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ''زید بن ارقم

سے سوال کرو کیونکہ وہ زیادہ جانتے ہیں" چنانچہ میں نے حضرت زیدؓ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: کہ براءؓ سے پوچھو کیونکہ وہ زیادہ عالم ہیں۔ بعد ازاں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کو سونے کے عوض ادھار فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے"۔

۴۰۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَشْتَرِيَ الْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا، وَنَشْتَرِيَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، قَالَ: فَسَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَدًا بِيَدٍ؟ فَقَالَ: هَكَذَا سَمِعْتُ.

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت ابو بکرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے چاندی کو چاندی اور سونے کو سونے کے عوض فروخت کرنے سے الا یہ کہ برابر برابر ہو اور ہمیں حکم فرمایا کہ ہم چاندی خریدیں سونے کے بدلہ میں جس طرح چاہیں"۔ ایک شخص نے ان (راوی) سے پوچھا کہ کیا نقد بہ نقد ضروری ہے؟ فرمایا کہ ایسا ہی میں نے سنا ہے"۔

۴۰۷۱۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ، قَالَ: نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح منع فرمایا ہے (جیسا کہ سابقہ حدیث میں منع فرمایا ہے۔

تشریح:

"دَيْنًا" ادھار: بوزن دیۃ کے معنی میں ہے اس باب کی احادیث یہ بات واضح ہو گئی کہ سونے اور چاندی کا کاروبار ایک دوسرے کے مقابلہ میں کرنا ایک شرط کے ساتھ جائز ہے وہ شرط یہ ہے کہ دونوں میں ادھار نہ ہو اگر دونوں نقد ہیں تو "کیف شئتم" کے پیش نظر تفاضلاً کا جائز ہے مثلاً دس گرام چاندی ہے اور پندرہ گرام سونا ہے اور نقد ہے ہاتھوں ہاتھ ہے تو جنس کے بدل جانے کی وجہ سے جائز ہے لیکن اس میں ادھار کرنا منع ہے انہیں دو باتوں کی تفصیل اس باب کی احادیث میں بیان کی گئی ہے، اس باب کی احادیث میں ہے کہ براء بن عازب نے مسئلہ پوچھنے والے سے کہا ہے کہ تم اس مسئلہ کو زید بن ارقم سے معلوم کرو کیونکہ وہ مجھ سے بڑے تاجر ہیں معلوم ہوا کہ صحابہ میں جو زیادہ تاجر ہوتا تھا وہ زیادہ تجارت کے مسائل جانتا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر تاجر پر لازم کیا تھا کہ جو شخص جس چیز میں تجارت کرنے کا ارادہ

تجارت کے مکمل مسائل کا علم سیکھے گا اس طرح پورے تاجر دکانوں میں بیٹھ کر عالم بن گئے، مدینہ منورہ میں براء بن عازب اور زید بن ارقم ابتداء میں تجارت میں شریک تھے پھر دونوں الگ الگ تاجر بن گئے لیکن زید بن ارقم تجارت میں ان سے بڑے تاجر بن گئے، صحابہ کرام کے تواضع کو دیکھئے کہ علم کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ دوسرے کو بڑا عالم کہتے ہیں۔ آج کل تو اس کو عیب سمجھا جاتا ہے مسئلہ معلوم نہ بھی ہو پھر بھی غلط سلط بتاتے ہیں۔

باب القلادة فيها خرز وذهب

اس ہار کا حکم جس میں جواہر اور سونے کا جڑاؤ ہو

اس باب میں امام مسلمؒ نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۰۷۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عُلَيَّ بْنَ رَبَاحٍ اللَّخْمِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بِقِلَادَةٍ فِيهَا خَرَزٌ وَذَهَبٌ، وَهِيَ مِنَ الْمَغَانِمِ تُبَاعُ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالذَّهَبِ الَّذِي فِي الْقِلَادَةِ فَنُزِعَ وَحْدَهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ

حضرت فضالہ بن عبید الانصاری الاوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''خیبر کے مقام پر (جنگ کے بعد) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ہار جو پتھر اور سونے کا جڑاؤ تھا لایا گیا، وہ مال غنیمت میں حاصل ہوا تھا اور اب فروخت کیا جار ہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس ہار میں جڑے ہوئے سونے کو جدا کیا گیا پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اب سونے کو سونے کے عوض وزن کے اعتبار سے برابر کر کے فروخت کرو''۔

تشریح:

''فیھا خرز'' یعنی اس ہار میں جواہرات اور احجار کریمہ جڑے ہوئے تھے اور سونا جڑا ہوا تھا یہ ہار مال غنیمت میں ہاتھ آئے تھے۔ ''تباع'' یعنی جن کے حصہ میں تقسیم کے بعد آئے تھے وہ لوگ اس کو فروخت کر رہے تھے ''فنزع وحدہ'' آنحضرت نے حکم دیا کہ اس ہار سے سونا الگ کیا جائے اور پھر اس سونے کو وزن کر کے الگ سونے کے بدلے برابر سرابر فروخت کیا جائے۔ اگلی حدیث میں ہے کہ ہار کو سونے سے الگ کیا جائے اور پھر سونے کو برابر سرابر سونے سے بدلا جائے تاکہ سونے میں کمی زیادتی نہ آجائے کیونکہ یہ بیع صرف میں تفاضل ہے جو ناجائز ہے۔ ''لا تباع حتی تفصل'' اس کی صورت اس طرح ہے کہ ہار سے سونا الگ کیا جائے اور پھر مساوی طور پر سونے سے بدلا جائے سونے کے علاوہ جو قلادہ ہے اور اس میں احجار کریمہ اور جواہرات ہیں اس کی الگ قیمت لگائی جائے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے

فقہاء کا اختلاف

امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ اور اسحاق بن راہویہ کا مسلک یہ ہے کہ ہار سے سونا الگ کیا جائے اور پھر اس کے برابر منفرد سونے پر فروخت کیا جائے یہ جائز ہے لیکن ہار کے ساتھ جڑا ہوا سونا الگ سونے پر فروخت نہیں کیا جا سکتا ہے خواہ منفرد سونا زیادہ ہو یا کم ہو۔
امام ابوحنیفہ ۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر منفرد اور الگ سونا جڑاؤ والے سونے سے زیادہ ہو تو یہ بیع جائز ہے اور اگر کم ہو یا مساوی ہو تو بیع جائز نہیں ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ منفرد سونا جڑے ہوئے سونے کے عوض میں آجائے گا اور جو زیادہ بچ گیا وہ ہار کے بقیہ اجزاء کے عوض میں آجائے گا تو بیع جائز ہو جائے گی ورنہ جائز نہیں ہوگی تفصیل کچھ دیر بعد آرہی ہے۔

دلائل

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ کی دلیل اس باب کی یہ احادیث ہیں جن میں واضح طور پر مذکور ہے کہ جب تک ہار کا سونا الگ نہ کیا جائے اور اس کا وزن معلوم نہ کیا جائے اس وقت تک بیع جائز نہیں ہے۔
امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کی دلیل بنیادی طور پر کچھ آثار صحابہ ہیں چنانچہ طحاوی میں حضرت ابن عباس سے یوں روایت منقول ہے "عن سعيد بن جبير عن ابن عباس انه اشترى السيف المحلي بالفضة" "واخرجه ايضاً ابن ابي شيبة بلفظ لا باس ببيع السيف المحلي بالدراهم (طحاوی) اسی طرح ایک صحابی طارق بن شہاب فرماتے ہیں "كنا نبيع السيف المحلي بالفضة ونشتريه "(ابن ابی شیبہ) اسی طرح ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے یوں نقل کیا ہے "قال كان خباب فينا وكان ربما اشترى السيف المحلي بالورق" (ابن ابی شیبہ)
واخرج عبدالرزاق في مصنفه عن ابراهيم النخعي قال اذا كانت الحلية اقل من الثمن فلا باس به (كذا في التكملة) ائمہ احناف کے پاس بیوعات کے بنیادی قواعد میں سے ایک عقلی اور قیاسی دلیل بھی ہے وہ یہ کہ جب مثلاً ایک طرف تلوار ہے جو سونا جڑی ہوئی ہے اور دوسری طرف خالص سونا ہے تلوار میں جڑا ہوا سونا پچاس گرام وزن کا ہے اور خالص سونا پچپن گرام ہے تو یہ بیع جائز ہوگی کیونکہ پچاس گرام سونا پچاس گرام کے مقابلہ میں ہو جائے گا اور پانچ گرام تلوار وغیرہ کے مقابلہ میں ہو جائے گا، یہ بیوعات کے قواعد کے مطابق ہے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے لیکن اگر خالص اور منفرد سونا جڑاؤ والی تلوار کے سونے سے کم ہے یا ہم وزن ہے تو یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ جب منفرد سونا جڑے ہوئے سونے کے عوض میں ہو جائے گا تو تلوار کے عوض میں کچھ نہیں آئے گا لہذا یہ ناجائز ہے۔

جواب

احناف اس باب کی احادیث کی ممانعت کو اس صورت پر حمل کرتے ہیں کہ جب منفرد اور خالص سونا جڑاؤ والے سونے سے کم ہو یا اس کے

برابر ہو اس صورت میں ربوا اور سود ہو جاتا ہے خود حضرت فضالہ بن عبید کی ساتھ والی روایت میں تصریح ہے کہ میں نے ایک ہار خریدا اور بارہ دینار دیا جب ہار کا سونا الگ کیا گیا تو وہ بارہ دینار سے زیادہ نکلا جب میں نے آنحضرت سے مسئلہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا، معلوم ہوا کہ ان حدیثوں کی ممانعت کا تعلق جن صورتوں سے ہے احناف بھی ان صورتوں کو ناجائز کہتے ہیں۔

"فی کفۃ" کاف پر کسرہ ہے ف پر شد اور فتحہ ہے ترازو کے ایک پلڑے کو کہتے ہیں یہ لفظ اس باب کی آخری حدیث میں ہے۔

۴۰۷۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ أَبِي شُجَاعٍ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا، فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ، فَفَصَّلْتُهَا، فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنِ اثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: لَا تُبَاعُ حَتَّى تُفَصَّلَ،

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوۂ خیبر کے دن ایک ہار سونا اور پتھر جڑا ہوا خریدا بارہ دینار میں۔ پھر میں نے اس کو جدا کیا تو وہ بارہ دینار (اشرفیوں) سے زیادہ پایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "جب تک سونا جدا نہ کرلیا جائے بیچا نہ جائے"۔

۴۰۷۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

حضرت سعید بن یزید رحمہ اللہ سے اس طریق سے سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت مروی ہے۔

۴۰۷۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنِ الْجُلَاحِ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي حَنَشٌ الصَّنْعَانِيُّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ، نُبَايِعُ الْيَهُودَ الْوُقِيَّةَ الذَّهَبَ بِالدِّينَارَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ، إِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ بن عبید فرماتے ہیں کہ خیبر کے دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور ایک اوقیہ سونا دو یا تین دیناروں کے عوض فروخت کر رہے تھے یہود کے ہاتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کرو الا یہ کہ وزن میں برابر ہو"۔

۴۰۷۶۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَعَافِرِيِّ، وَعَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، وَغَيْرِهِمَا، أَنَّ عَامِرَ بْنَ يَحْيَى الْمَعَافِرِيَّ، أَخْبَرَهُمْ، عَنْ حَنَشٍ، أَنَّهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ فِي غَزْوَةٍ، فَطَارَتْ لِي وَلِأَصْحَابِي قِلَادَةٌ فِيهَا ذَهَبٌ وَوَرِقٌ وَجَوْهَرٌ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهَا، فَسَأَلْتُ

فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ، فَقَالَ: انْزِعْ ذَهَبَهَا فَاجْعَلْهُ فِي كِفَّةٍ، وَاجْعَلْ ذَهَبَكَ فِي كِفَّةٍ، ثُمَّ لَا تَأْخُذَنَّ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ

حضرت حنش رحمہ اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں فضالہؓ بن عبید کے ہمراہ تھے، میرے اور میرے ساتھیوں کے حصہ میں ایک ہار آیا جو سونا، چاندی اور جواہرات سے جڑا ہوا تھا، میں نے چاہا کہ میں اسے خرید لوں (کیونکہ اس میں دیگر افراد بھی شریک تھے) میں نے اس بارے میں فضالہؓ بن عبید سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ: اس کا سونا جدا کرلو ایک پلڑے میں اسے رکھ دو، دوسرے پلڑے میں اپنا سونا (جس کے عوض تم خریدو گے) رکھ دو، پھر ہرگز مت لینا الا یہ کہ برابر ہو (وزن میں) کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز نہ لے الا یہ کہ برابر ہو (یعنی زیادتی کے ساتھ نہ لے)۔

باب بيع الطعام مثلاً بمثل

غلوں کی خرید وفروخت میں بھی برابری ضروری ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے بارہ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۰۷۷۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، ح وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا النَّضْرِ، حَدَّثَهُ أَنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيدٍ، حَدَّثَهُ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ أَرْسَلَ غُلَامَهُ بِصَاعِ قَمْحٍ، فَقَالَ: بِعْهُ، ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ شَعِيرًا، فَذَهَبَ الْغُلَامُ، فَأَخَذَ صَاعًا وَزِيَادَةَ بَعْضِ صَاعٍ، فَلَمَّا جَاءَ مَعْمَرًا أَخْبَرَهُ بِذَلِكَ، فَقَالَ لَهُ مَعْمَرٌ: لِمَ فَعَلْتَ ذَلِكَ؟ انْطَلِقْ فَرُدَّهُ، وَلَا تَأْخُذَنَّ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَإِنِّي كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، قَالَ: وَكَانَ طَعَامُنَا يَوْمَئِذٍ الشَّعِيرَ، قِيلَ لَهُ: فَإِنَّهُ لَيْسَ بِمِثْلِهِ، قَالَ: إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُضَارِعَ

حضرت معمر بن عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے غلام کو ایک صاع گیہوں دے کر بھیجا اور اس سے کہا کہ اسے فروخت کر کے اس کے عوض جو خرید لاؤ۔ وہ غلام چلا گیا اور ایک صاع سے کچھ زائد جو لے آیا۔ جب وہ معمر کے پاس آیا اور انہیں بتلایا تو معمر نے اس سے کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ واپس جاؤ اور اسے واپس کردو اور ہرگز مت لینا سوائے اس کے مثلاً بمثل (یعنی بالکل برابر ہو) کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ: ''اناج کو اناج کے عوض برابر برابر ہی فروخت کیا جائے'' اور ان دنوں ہمارا اناج جو ہی تھا، اس پر لوگوں نے ان سے کہا کہ جو تو گیہوں کی مثل نہیں (دونوں الگ الگ جنس ہیں اس میں برابری کیا ضرورت ہے)۔

فرمایا کہ" مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں دونوں ایک ہی جنس کا حکم نہ رکھتے ہوں

تشریح:

"بصاع قمح" گندم کو قمح کہتے ہیں یعنی اس نے اپنے غلام کو ایک صاع گندم دیا اور کہا کہ اس کے بدلے جو خرید کر کے آؤ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مالک نے گندم کو پیسوں کے بدلے فروخت کرنا چاہا مگر غلام نے جو کے بدلے بیچا۔

"وزيادة بعض صاع" یعنی ایک صاع گندم کے بدلے ایک صاع سے کچھ زیادہ جو خرید کر لایا" لیس بمثله" یعنی کسی نے کہا گندم اور جو تو ایک جنس اور ایک مثل نہیں ہے تو یہ جائز ہوگا حضرت معمر نے کہا" اخاف ان یضارع "ای یشابہ یعنی میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ان دو جنسوں میں مماثلت اور مشابہت ہوگی تو میں سود میں پڑ جاؤں گا، اس حدیث سے امام مالک نے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ گندم اور جو دونوں ایک جنس ہے لہذا ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ کرنے میں کمی زیادتی جائز نہیں ہے ورنہ سود آئے گا۔

لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ گندم اور جو دو الگ الگ جنس ہیں لہذا اس میں تفاضل جائز ہے اس سے پہلے حدیث کے الفاظ گزرے ہیں فاذا اختلفت هذه الاجناس فبيعوا كيف شئتم اھ یہاں اس صحابی کا یہ عمل اس کے تقویٰ اور احتیاط پر محمول ہے خود بھی وہ فرماتے ہیں کہ مجھے تفاضل کا خوف ہے یہ خود احتیاط کی طرف اشارہ ہے۔

۴۰۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، يُحَدِّثُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ، حَدَّثَاهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَخَا بَنِي عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ، فَاسْتَعْمَلَهُ عَلَى خَيْبَرَ، فَقَدِمَ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا؟ قَالَ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا لَنَشْتَرِي الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ مِنَ الْجَمْعِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا تَفْعَلُوا، وَلَكِنْ مِثْلًا بِمِثْلٍ، أَوْ بِيعُوا هَذَا وَاشْتَرُوا بِثَمَنِهِ مِنْ هَذَا، وَكَذَلِكَ الْمِيزَانُ

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی عدی الانصاری کے ایک شخص کو خیبر کا گورنر بنا کر بھیجا وہ وہاں سے عمدہ قسم کی کھجور لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا خیبر کی تمام کھجور اسی معیار کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، واللہ، یارسول اللہ! ہم ایسا کرتے ہیں کہ ایک صاع یہ عمدہ کھجور (ادنیٰ معیار کی) کھجور کے دو صاع دے کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مت کیا کرو۔ بلکہ مثلاً بمثل (برابر برابر) ہونا ضروری ہے (کیونکہ ایک ہی جنس میں تفاضل ربوا ہے) یا اس طرح کیا کرو کہ ایک کھجور کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسری کھجور خریدو (آپس میں

کھجور کا تفاضل کے ساتھ تبادلہ مت کیا کرو) اسی طرح تول کر فروخت کرنے میں بھی برابر وزن رکھو۔

تشریح:

"اخابنی عدی "یعنی بنو عدی کا ایک آدمی تھا جس کا نام سواد بن غزیہ تھا" بتمر جنیب "یعنی عمدہ قسم کی کھجور لے کر آئے جس کے ساتھ کسی قسم کی کھجور کا اختلاط نہیں ہوتا ہے "من الجمع "ای التمر المختلط یعنی مختلف اقسام پر مشتمل مخلوط کھجور کے دو صاع دیکر اس کھجور کا ایک صاع لیتے ہیں آیندہ روایت میں تمر الخلط اسی کو کہا گیا ہے۔ "لا تفعلوا "یعنی ایسا نہ کرو یہ تو خالص سُود ہے البتہ عام کھجور کو فروخت کردو اور پھر اس کے پیسوں سے عمدہ کھجور خرید لو۔ "وکذلک المیزان "یعنی یہ معاملہ تو مکیلات کا ہے اسی طرح معاملہ موزونات کا بھی ہے کہ اس کا بھی متفاضلاً خرید و فروخت نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ پہلے ایک موزون کو فروخت کیا جائے پھر اس کے پیسوں سے دوسرا موزون خریدا جائے۔

۴۰۷۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا؟، فَقَالَ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَلَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر کا گورنر بنایا۔ وہ وہاں سے بہت اعلیٰ قسم کی کھجور لے کر آئے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ: کیا خیبر کی تمام کھجور اسی معیار کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں واللہ! یا رسول اللہ! ہم ادنیٰ کھجور کے دو صاع دیکر ایک صاع اعلیٰ لیتے ہیں یا تین صاع ادنیٰ دیکر دو صاع اعلیٰ لے لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ایسا مت کیا کرو۔ جمع (ادنیٰ) کھجور کو فروخت کرو دراہم کے عوض۔ پھر ان دراہم سے جنیب (عمدہ کھجور) خرید لیا کرو۔

۴۰۸۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الْوُحَاظِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، وَاللَّفْظُ لَهُمَا جَمِيعًا، عَنْ يَحْيَى بْنِ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ، يَقُولُ: جَاءَ بِلَالٌ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مِنْ أَيْنَ هَذَا؟ فَقَالَ بِلَالٌ: تَمْرٌ كَانَ عِنْدَنَا رَدِيءٌ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِمَطْعَمِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ

عِنْدَ ذَلِكَ:أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا، لَا تَفْعَلْ، وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ التَّمْرَ فَبِعْهُ بِبَيْعٍ آخَرَ، ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ، لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ سَهْلٍ فِي حَدِيثِهِ عِنْدَ ذَلِكَ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ ایک مرتبہ برنی کھجور (جو سب سے اعلیٰ قسم کی ہوتی ہے اور آج اسی نام سے پائی جاتی ہے) لے کر آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: یہ کہاں سے لائے ہو؟ بلالؓ نے فرمایا کہ: ہمارے پاس خراب قسم کی کھجور تھی میں نے وہ دو صاع کھجور دے کر ایک صاع یہ کھجور لے لی آپ کے کھانے کے واسطے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہائے افسوس! یہ تو عین ربوا ہے۔ ایسا مت کرو، البتہ تم کھجور خریدنا چاہو تو پہلے اپنی کھجور بیچ دو بعد ازاں اس کی قیمت سے (جو کھجور خریدنا چاہو) وہ خرید لو''۔

تشریح:

''بتمر برنی'' یہ عجمی لفظ ہے جو فارسی ہے اصل میں ''بر'' نیک ہے بر پھل کو کہتے ہیں اور نیک عمدہ اور اچھے کو کہتے ہیں یعنی عمدہ پھل، پھر عرب نے اس میں تصرف کر کے برنی بنادیا وھو نوع جید من التمر ''لمطعم'' یہ مصدر میمی ہے ای لطعام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''أَوَّهْ'' ہمزہ پر زبر ہے واؤ پر شد ہے اور ھا ساکن ہے غم اور درد کے وقت یہ کلمہ بولا جاتا ہے اردو میں اُؤ ھُو بولا جاتا ہے۔

''عین الربا'' یعنی یہ تو خالص سود ہے۔

۴۰۸۱۔حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ، عَنْ أَبِي قَزَعَةَ الْبَاهِلِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ:أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ، فَقَالَ:مَا هَذَا التَّمْرُ مِنْ تَمْرِنَا؟، فَقَالَ الرَّجُلُ:يَا رَسُولَ اللهِ، بِعْنَا تَمْرَنَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ مِنْ هَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:هَذَا الرِّبَا فَرُدُّوهُ، ثُمَّ بِيعُوا تَمْرَنَا وَاشْتَرُوا لَنَا مِنْ هَذَا

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور لائی گئی تو آپ نے فرمایا: یہ ہماری والی (مدینہ کی) کھجور تو نہیں ہے؟ (یعنی یہ کھجور تو ہمارے ہاں کی کھجور سے بہت عمدہ ہے) ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے اپنی کھجور کے دو صاع کو اس کھجور کے ایک صاع کے عوض بیچ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو ربوا ہے، اسے واپس کرو پھر یوں کرو کہ ہماری کھجور کو فروخت کر دو اور اس کی حاصل شدہ قیمت سے ہمارے واسطے کھجور لے لو''۔

۴۰۸۲۔حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ:كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ، فَكُنَّا نَبِيعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:لَا

صَاعَيْ تَمْرٍ بِصَاعٍ، وَلَا صَاعَيْ حِنْطَةٍ بِصَاعٍ، وَلَا دِرْهَمَ بِدِرْهَمَيْنِ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہمیں جمع یعنی مخلوط کھجور کے دو صاع ملا کرتے تھے اور جمع کھجور میں سب اقسام کی کھجوریں ملی ہوتی تھیں۔ ہم اسے فروخت کرتے تھے اس طرح کہ دو صاع کے عوض ایک صاع (اعلیٰ کھجور لیا کرتے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا: دو صاع کھجور کے عوض ایک صاع کھجور، دو صاع گندم کے عوض ایک صاع گندم اور دو درہم کے بدلہ ایک درہم کا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے"۔

۴۰۸۳۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: أَيَدًا بِيَدٍ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا بَأْسَ بِهِ، فَأَخْبَرْتُ أَبَا سَعِيدٍ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: أَيَدًا بِيَدٍ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا بَأْسَ بِهِ، قَالَ: أَوَ قَالَ ذٰلِكَ؟ إِنَّا سَنَكْتُبُ إِلَيْهِ فَلَا يُفْتِيكُمُوهُ، قَالَ: فَوَاللّٰهِ لَقَدْ جَاءَ بَعْضُ فِتْيَانِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِتَمْرٍ، فَأَنْكَرَهُ، فَقَالَ: كَأَنَّ هٰذَا لَيْسَ مِنْ تَمْرِ أَرْضِنَا قَالَ: كَانَ فِي تَمْرِ أَرْضِنَا، أَوْ فِي تَمْرِنَا الْعَامَ بَعْضُ الشَّيْءِ، فَأَخَذْتُ هٰذَا وَزِدْتُ بَعْضَ الزِّيَادَةِ، فَقَالَ: أَضْعَفْتَ، أَرْبَيْتَ، لَا تَقْرَبَنَّ هٰذَا، إِذَا رَابَكَ مِنْ تَمْرِكَ شَيْءٌ فَبِعْهُ، ثُمَّ اشْتَرِ الَّذِي تُرِيدُ مِنَ التَّمْرِ

حضرت ابونضرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے صرف کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا نقد النقد کے متعلق دریافت کر رہے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ (اگر نقد النقد ہو) تو کوئی حرج نہیں۔ میں نے اس بات کی خبر ابوسعید رضی اللہ عنہ کو دی اور کہا کہ میں نے ابن عباسؓ سے اس بارے میں پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابوسعیدؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا ابن عباسؓ نے ایسا کہا؟ ہم عن قریب ابن عباسؓ کو لکھیں گے تو وہ تمہیں ایسا فتویٰ نہ دیں گے۔ اور فرمایا کہ: اللہ کی قسم! بعض نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجور لے کر حاضر ہوئے تو آپ کو وہ کھجور نامانوس لگی اور فرمایا کہ: یہ تو ہماری زمین کی کھجور نہیں لگتی؟ انہوں نے کہا کہ اس سال ہماری کھجور میں کچھ نقص ہو گیا تھا، لہذا میں نے اپنی جانب سے زیادہ کھجور دے کر یہ کھجور (جو مقدار میں کم اور معیار میں اچھی تھی) لے لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو زیادہ دیا وہ تو سود ہو گیا۔ ہرگز اس کے قریب مت جانا، جب تم کو اپنی کھجور میں گمان اور اندیشہ ہو (عیب ونقصان کا) تو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے پھر وہ کھجور خرید لو جو تم چاہتے ہو"۔

تشریح:

"عن الصرف" ابونضرہ ایک تابعی ہے ممکن ہے کہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا شاگرد ہو یا اس نے ویسے ایک سائل کی حیثیت سے حضرت

ابن عباس سے بیع صرف کے بارے میں پوچھا اور مقصود یہ تھا کہ کیا بیع صرف یعنی سونے کے بدلے میں سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی ہو تو کیا اس میں تفاضل جائز ہے؟ حضرت ابن عباس نے پوچھا کہ کیا یہ سودا ہاتھوں ہاتھ نقد ہے ابونضرہ نے کہا جی ہاں، نقد میں تفاضل کا پوچھتا ہوں حضرت ابن عباس نے فرمایا ''لا باس بہ'' یعنی نقد میں تفاضل جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں'' او قال ذلک'' یعنی ابونضرہ نے جب حضرت ابوسعید خدری کو حضرت ابن عباس کا فتویٰ بتایا تو ابوسعید خدری نے کہا کہ اچھا ابن عباس نے یہ فتویٰ دیدیا ہے؟ میں ابھی ابھی ان کو لکھتا ہوں پھر وہ تم کو اس طرح کوئی فتویٰ نہیں دے گا۔ ''بتمر'' حضرت ابوسعید خدری نے حضرت ابن عباس کے موقف کورد کرنے اور اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے آنحضرت کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کیا کہ اس وقت ایک جوان کچھ کھجور لائے جو عمدہ تھیں ''فانکرہ'' آنحضرت نے اس کو ناآشنا سمجھا گویا کہ یہ مدینہ کی کھجوریں نہیں ہیں آنحضرت نے اس جوان سے استفسار کیا تو اس نے کہا کہ اس سال ہمارے باغ میں پھلوں میں کچھ بیماری لگی تھی ''بعض الشیء'' سے یہی بیماری مراد ہے۔ ''اربیت'' یعنی تم نے اس شخص کو سود دیدیا کیونکہ کھجور میں جید اور ردی برابر ہیں'' ای فعلت فعل الربوا''

''لا تقربن ھذا'' یعنی اس طرح سودا کے قریب بھی نہ جاؤ'' اذا رابک'' یعنی جب تم کو کھجور میں کوئی شک ہو جائے اور تردد ہو جائے ردی کھجور کو فروخت کردو اور اس کے پیسوں سے عمدہ کھجور خریدو۔

۴۰۸۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، وَابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّرْفِ، فَلَمْ يَرَيَا بِهِ بَأْسًا، فَإِنِّي لَقَاعِدٌ عِنْدَ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: مَا زَادَ فَهُوَ رِبًا، فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ لِقَوْلِهِمَا، فَقَالَ: لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: جَاءَهُ صَاحِبُ نَخْلِهِ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ طَيِّبٍ، وَكَانَ تَمْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا اللَّوْنَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: أَنَّى لَكَ هَذَا؟ قَالَ: انْطَلَقْتُ بِصَاعَيْنِ فَاشْتَرَيْتُ بِهِ هَذَا الصَّاعَ، فَإِنَّ سِعْرَ هَذَا فِي السُّوقِ كَذَا، وَسِعْرَ هَذَا كَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلَكَ، أَرْبَيْتَ، إِذَا أَرَدْتَ ذَلِكَ، فَبِعْ تَمْرَكَ بِسِلْعَةٍ، ثُمَّ اشْتَرِ بِسِلْعَتِكَ أَيَّ تَمْرٍ شِئْتَ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ أَحَقُّ أَنْ يَكُونَ رِبًا، أَمِ الْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ؟، قَالَ: فَأَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ بَعْدُ فَنَهَانِي، وَلَمْ آتِ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَحَدَّثَنِي أَبُو الصَّهْبَاءِ، أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْهُ بِمَكَّةَ فَكَرِهَهُ

حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر اور ابن عباس سے صرف کے متعلق دریافت کیا تو ان کے خیال میں اس میں کوئی قباحت نہ تھی (یعنی سونے کو چاندی کے عوض فروخت کرنے میں اگرچہ تفاضل وزیادتی کے ساتھ ہو) پھر میں ایک بار حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو ان سے اس بارے میں دریافت کیا، فرمانے

لگے کہ: ''زیادتی کے ساتھ ربوا ہے''۔ میں نے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کے قول کی وجہ سے ان کی بات کا انکار کیا تو فرمانے لگے کہ میں تمہیں وہی بات بیان کر رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے: ''آپ کی خدمت میں ایک باغ والا ایک صاع عمدہ کھجور لے کر حاضر ہوا، جب کہ نبی ﷺ کی کھجور اس قسم کی تھی (ابوسعیدؓ کے پاس کچھ کھجور جو معیاری نہ تھی پڑی تھی اس کی طرف اشارہ فرمایا) لہذا نبی ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ اس نے کہا کہ میں دو صاع کھجور بیچ کر چلا اور اس کے عوض یہ ایک صاع کھجور لے لی، کیونکہ بازار میں اس کھجور کی قیمت یہ ہے اور اس کھجور کی قیمت یہ ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا ستیا ناس! تو نے تو سودی معاملہ کر دیا۔ جب ایسا کرنا چاہے تو یوں کیا کر کہ اپنی کھجور کو کسی اور سامان کے عوض فروخت کر دو اور پھر اس سامان کے عوض جونسی کھجور چاہے خرید لیا کر''۔ پھر ابوسعیدؓ نے فرمایا کہ: (اب تم خود سوچ لو کہ) کھجور کا معاملہ زیادہ سودی ہے یا چاندی کا جب کہ چاندی کے عوض فروخت کی جائے؟ (زیادتی کے ساتھ یعنی چاندی اور سونے کا معاملہ سود کا زیادہ مستحق ہے) ابونضرہ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد میں ابن عمر کے پاس آیا تو انہوں نے بھی مجھے اس سے منع فرمادیا لیکن میں ابن عباسؓ کے پاس نہیں گیا۔ بعد ازاں ابو الصہباء نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں ابن عباسؓ سے اسی بارے میں سوال کیا تھا تو انہوں نے اسے ناپسندیدہ قرار دیا تھا۔

تشریح:

''فتنکرت ذلک'' یعنی میں نے ابوسعید خدری کی بات کو اچھا نہیں سمجھا ''لقولھما'' کیونکہ یہ بات ابن عباس اور ابن عمر کے قول کے مخالف تھی تو اس کی وجہ سے میں نے ابوسعید خدری کی بات کو غیر معروف سمجھا ''اذ جاء ہ صاحب نخلۃ'' یعنی آنحضرت کے پاس کھجور کے باغ میں کام کرنے والا آگیا یہ باغ نبی اکرم ﷺ کا تھا جو بنو نضیر کے علاقہ میں واقع تھا جس سے آنحضرت گھر کا خرچ پورا فرماتے تھے ''ھذا اللون'' یعنی آنحضرت کے پاس جو کھجوریں تھیں اس شخص نے بھی اسی نوع کی کھجور پیش کیے مگر ایک نوع ہونے کے باوجود اس شخص کی کھجور زیادہ عمدہ تھی اسی لئے آنحضرت نے ان سے پوچھا کہ یہ کہاں سے لائے ہو؟ جب اس نے ایک صاع سے دو صاع کے تبادلے کا بتادیا تو آنحضرت نے فرمایا تم نے سود دیا۔

''ام الفضۃ بالفضۃ'' یعنی ابوسعید خدری نے فرمایا کہ تم خود سوچ لو کھجور کو کھجور کے بدلے میں زیادہ لینا دینا جب سود ہے تو چاندی کو چاندی کے بدلے میں زیادہ لینا دینا تو بطریق اولیٰ سود ہے ''فنھانی'' یعنی پھر میں جب ابن عمر کے پاس گیا تو اس نے بھی مجھے اس طرح بیع صرف سے منع کر دیا شاید ان کو حضرت ابوسعیدؓ کی بات پہنچ گئی ہوگی۔ ''فکرھہ'' یعنی ابوالصہباء نے مکہ مکرمہ میں جب یہ مسئلہ حضرت ابن عباس سے پوچھا تو اس نے بھی اس کو مکروہ اور ناپسند اور ناجائز قرار دیا یہ حضرت ابوسعید خدری کے فتوے کا اثر تھا۔

۴۰۸۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ،

وَاللَّفْظُ لِابْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، مَنْ زَادَ، أَوِ ازْدَادَ، فَقَدْ أَرْبَى، فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ غَيْرَ هَذَا، فَقَالَ: لَقَدْ لَقِيتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ: أَرَأَيْتَ هَذَا الَّذِي تَقُولُ؟ أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَقَالَ: لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَمْ أَجِدْهُ فِي كِتَابِ اللهِ، وَلَكِنْ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ۔

حضرت ابوصالح فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ: "دینار، دینار کے عوض، اور درہم، درہم کے عوض برابر سرابر فروخت کیا جاسکتا ہے پس جس نے زیادہ دیا یا زیادہ کا مطالبہ کیا تو اس نے سودی معاملہ کیا"۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ ابن عباسؓ تو کچھ اور کہتے ہیں اس معاملہ میں (یعنی ان کے نزدیک صرف یعنی سونے چاندی کی بیع اگر نقد ہے تو کمی بیشی (تفاضل) کے ساتھ جائز ہے) ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابن عباسؓ سے ملا تھا اور ان سے کہا تھا کہ اس معاملہ میں تمہاری جو رائے ہے کیا اس کے متعلق تم نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کچھ پایا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہ تو میں نے رسول اللہ سے اس بارے میں کچھ سنا اور نہ ہی اللہ کی کتاب میں اس کے متعلق کچھ پایا لیکن مجھ سے اسامہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کہ ربوا تو ادھار میں ہوتا ہے"۔ (اس سے مجھے خیال ہوا کہ نقد میں کمی بیشی جائز ہے)۔

تشریح:

"الرباء فی النسیئۃ" حضرت ابن عباس سے جب حضرت ابوسعید خدریؓ نے قرآن وحدیث کی دلیل مانگی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اسامہ بن زید سے سنا وہ فرماتے تھے کہ بیع صرف میں سود نقد میں نہیں بلکہ ادھار میں ہے قرآن وحدیث تو آپ حضرات مجھ سے زیادہ جانتے ہو میرے پاس اس سے کوئی دلیل نہیں ہے بس صرف اسامہ بن زید سے سنا تو اس پر اعتماد کیا آئندہ نہیں کروں گا۔ خلاصہ یہ کہ احادیث مشہورہ کثیرہ کی وجہ سے حضرت اسامہ کی روایت کو منسوخ ماننا پڑے گا اور پوری امت نے اس پر جب عمل نہیں کیا تو گویا اس کو منسوخ قرار دیا گیا۔

سوال: جب بیع صرف میں مساوات کا حکم اور ہاتھوں ہاتھ سودا کا حکم واضح طور پر احادیث میں تھا تو حضرت اسامہ کو اس میں کیوں اشتباہ ہوگیا کہ نقد میں تفاضل جائز ہے اور ادھار میں جائز نہیں ہے؟

جواب: حضرت اسامہ کی رائے کا تعلق مختلف الجنس اشیاء سے ہے وہ ان کو مختلف الجنس اشیاء پر حمل کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ مختلف الجنس اشیاء میں نقداً نقد تفاضل جائز ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت اسامہ کی روایت مجمل ہے ہوسکتا ہے وہ ان کی کوئی اجتہادی رائے

ہو جس طرح حضرت معاویہ کی اجتہادی رائے تھی کہ سونے چاندی کے جڑاؤ والے برتن خریدنا اور پھر وظیفہ حاصل ہونے پر قیمت ادا کرنا جائز ہے اس کو بھی صحابہ نے نہ مانا اور حضرت اسامہ کی بات کو بھی نظر انداز کیا ادھر حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عبادہ بن صامت کی روایات واضح اور مفسر ہیں لہٰذا اس کو اپنانا پڑے گا۔

٤٠٨٦۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو، قَالَ إِسْحَاقُ:أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرُونَ:حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ:أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ:إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اسامہ بن زیدؓ نے بتلایا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: بلاشبہ ربوا تو ادھار کے معاملہ میں ہوتا ہے۔

٤٠٨٧۔حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، قَالَا:حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:لَا رِبًا فِيمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ربوا تو ادھار میں ہوا کرتا ہے"۔

٤٠٨٨۔حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا هِقْلٌ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ:حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، لَقِيَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ لَهُ:أَرَأَيْتَ قَوْلَكَ فِي الصَّرْفِ، أَشَيْئًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمْ شَيْئًا وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:كَلَّا، لَا أَقُولُ أَمَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِهِ، وَأَمَّا كِتَابُ اللهِ فَلَا أَعْلَمُهُ، وَلَكِنْ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:أَلَا إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباسؓ سے ملے اور ان سے فرمایا کہ: صرف کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا اس بارے میں آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سن رکھا ہے یا اللہ کی کتاب میں اس سے متعلق کچھ پایا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: جہاں تک رسول اللہ کی احادیث کا تعلق ہے تو آپ زیادہ جاننے والے ہیں، اور کتاب اللہ کی بات یہ ہے کہ میں نہیں جانتا (کہ اس بارے میں کچھ ہے یا نہیں) لیکن مجھ سے تو اسامہ بن زیدؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "یاد رہے! ربوا تو

ادھار میں ادا کرتا ہے"۔

باب لعن آكل الربا ومؤكله

سود کھانے کھلانے والوں پر لعنت کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

۴۰۸۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ، قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، قَالَ: سَأَلَ شِبَاكٌ إِبْرَاهِيمَ، فَحَدَّثَنَا عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ، قَالَ: قُلْتُ: وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ؟ قَالَ: إِنَّمَا نُحَدِّثُ بِمَا سَمِعْنَا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سود کھانے والے، سود کھلانے والے (یعنی سود دینے والے) پر لعنت فرمائی ہے۔ حضرت علقمہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اور اس کے لکھنے والے اور گواہ بننے والوں پر؟ فرمایا کہ جتنا ہم نے سنا وہ بیان کر دیا (یعنی ان کے بارے میں نے میں آپ ﷺ سے نہیں سنا)۔

تشریح:

"آكل الربا" یعنی سود لینے والا خود کھائے یا نہ کھائے "ومؤكله" یعنی سود دینے والا اور کاروبار کرنے والا "هم سواء" یعنی سودی کاروبار میں کھانے والا کھلانے والا اس معاملہ کی دستاویز لکھنے والا اس پر گواہ بننے والا سب سود کے گناہ میں برابر کے شریک ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح ملازمت کرنا حرام ہے جس میں سود کا معاملہ یا حساب کتاب کرنا پڑتا ہو اور یہ عمل حرام ہونے کی وجہ سے اس پر معاوضہ یا تنخواہ بھی حرام ہے چنانچہ سودی بینکوں اور مروجہ انشورنس کمپنیوں اور ایسے مالی اداروں میں بھی ایسی ملازمت جائز نہیں ہے جس میں سود کا حساب کتاب کرنا پڑے اور اس عمل پر تنخواہ لینا بھی حرام ہے۔

۴۰۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ (گناہ میں) سب برابر ہیں۔

باب اخذ الحلال وترک الشبہات

حلال مال کے حصول اور مشتبہ مال کے چھوڑنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۰۹۱۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: وَأَهْوَى النُّعْمَانُ بِإِصْبَعَيْهِ إِلَى أُذُنَيْهِ إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ، وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى، يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ، صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ، فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور حضرت نعمانؓ نے اپنی انگلیوں سے کانوں کی طرف اشارہ کیا (یہ بتلانے کے لئے کہ خوب اچھی طرح سنا ہے) فرمایا کہ: ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور دونوں کے درمیان مشتبہ اشیاء ہیں جنہیں لوگوں کی اکثریت نہیں جانتی، لہذا جو مشتبہ اشیاء سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کرلیا اور جو مشتبہ چیزوں میں جا پڑا تو حرام میں بھی جا پڑا جیسے ایک چرواہا جو اپنی بھیڑوں کو ''حمی'' کے ارد گرد چرائے تو قریب ہے کہ وہ اس ''حمی'' میں چرنے لگیں۔
یاد رکھو ہر بادشاہ کی ''حمی'' ہوتی ہے اور آگاہ رہو! اللہ کی ''حمی'' (باڑھ) اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ یاد رکھو! جسد انسانی میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ جب وہ صحیح ہو جاتا ہے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ یاد رکھو! وہ گوشت کا لوتھڑا قلب ہے۔''

تشریح:

''واهوی'' یہ جھکانے کے معنی میں ہے یعنی حضرت نعمان صحابی نے اس حدیث کے مضمون کو مضبوط بنانے کے لئے اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں کی طرف جھکا کر اشارہ کیا اور کہا کہ میں نے اس حدیث کو ان کانوں سے خود سنا ہے گویا حدیث کی تصدیق زبان سے بھی کی اور کانوں کے سننے سے بھی کی تاکہ کسی کو اس حدیث میں شک نہ ہو پھر بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الحلال بین'' وهو الذی توجد فیه دلائل الحل فقط یعنی واضح حلال وہ اشیاء ہیں جن کی حلت پر شریعت کے واضح دلائل موجود ہوں اس میں کسی قسم کا کوئی

شبہ نہ ہو جیسے نکاح کرنا اور حلال جانور کا گوشت کھانا وقت پر سوجانا اور مخلوق خدا کی خدمت کرنا وغیرہ وغیرہ۔

"والحرام بین "وھو الذی توجد فیہ دلائل الحرمۃ فقط۔ یعنی واضح دلائل موجود ہوں اس میں کوئی شک یا شبہ نہ ہو جیسے زنا کرنا چوری کرنا جھوٹ بولنا اور چغلی کھانا وغیرہ۔

"وبینھما مشتبھات " وھی ما تعارضت فیھا ادلۃ الحل والحرمۃ ولم یتضح وجہ الترجیح ۔یعنی مشتبہات وہ امور ہیں جن میں حل وحرمت کے دونوں پہلو پائے جاتے ہیں مثلاً ایک پہلو کو دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حلال ہے اور اگر دوسرے پہلو کو دیکھا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حرام ہے اب اس میں شبہ پیدا ہو گیا جس کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے ہیں اور نہ اس کے بارہ میں کچھ فیصلہ کر سکتے ہیں ہاں جید علماء اور مجتہدین اپنی قوت اختیار سے ایک طرف کو راجح قرار دیکر فیصلہ کر لیتے ہیں یا مثلاً ایسے دلائل ہیں کہ مجتہدین کے اجتہاد کی اس میں گنجائش ہوتی ہے تو ایک مجتہد کے اجتہاد کے پیش نظر وہ اشیاء حلال ہو جاتی ہیں اب اس میں شبہ آ گیا تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو ترک کیا جائے مندرجہ بالا دونوں قاعدوں کی دو مثالیں یوں سمجھیں کہ جیسے ایک شخص کے پاس کچھ روپے حلال کمائی کے ہیں اور کچھ حرام کمائی کے ہیں تو سب سے اجتناب کرنا بہتر ہے۔ یا کسی عورت نے گواہی دیدی کہ میں نے فلاں لڑکے اور لڑکی کو دودھ پلایا ہے لہٰذا ان کا نکاح صحیح نہیں ہے اب ایک طرف سے اس عورت کا کہنا ہے دوسری طرف قاعدہ یہ ہے کہ ایک عورت کی گواہی معتبر نہیں ہے لہٰذا اس کے نکاح میں جائز و ناجائز کا شبہ آ گیا تو ترک کرنا بہتر ہے۔ یہاں تین صورتیں بن جاتی ہیں۔

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ مشتبہ اشیاء کو حرام سمجھا جائے صرف حالت اضطرار میں جان بچانے کے لئے استعمال کیا جائے آج کل بازار کی اشیاء کی یہی حیثیت ہے۔

۲۔ایسی مشتبہ اشیاء کو مباح سمجھا جائے کہ استعمال کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہے۔

۳۔ایسی مشتبہ اشیاء کو نہ حرام سمجھا جائے نہ حلال سمجھا جائے جس طرح مشتبہ حالت میں ہیں اسی پر چھوڑ دیا جائے۔

ہمارے استاد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن مسلم شریف کے درس میں اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے کہ آج کل بین الاقوامی طور پر بیوعات کا پورا نظام فاسد ہے لہٰذا ہم اپنا حلال پیسہ بھی دیکر جس چیز کو خریدیں گے وہ حلال نہیں ہوگا اس لئے حکم یہ ہے کہ جان بچانے کے لئے حالت مخمصہ میں بقدر حاجت کھانا چاہئے اور پھر استغفار کرنا چاہئے۔

حضرت سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس حدیث سے متعلق شاہ انور شاہ کاشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس حدیث کی تشریح امام شافعیؒ یا امام احمد بن حنبل فرماتے تو کچھ حق ادا ہو جاتا ہمارے امکان سے بالاتر ہے پھر فرمایا کہ علامہ شوکانی نے اس کی شرح لکھی ہے مگر وہ تنگ ہے تنگ! معالم السنن میں علامہ خطابی نے جو تشریح لکھی ہے اور تقی الدین ابن دقیق العید نے جو تشریح لکھی ہے اور مصباح السیادۃ میں اس حدیث کی جو تشریح لکھی گئی ہے اگر وہ سب ملا کر دیکھا جائے تو اس حدیث کا فی الجملہ حق ادا ہو جائے گا۔

بہر حال یہ حدیث امہات اسلام میں سے ہے اگر یہ حدیث اسلام کی بنیادی احادیث میں سے تیسری حدیث ہے تو یہ ثلث الاسلام کہلائی جائے گی اور اگر یہ حدیث بنیادی احادیث میں چوتھی ہے تو پھر یہ ربع الاسلام کہلائی جائے گی۔ انما الاعمال الخ اور من حسن المرا الخ اور یہ زیر بحث حدیث اسلام کی بنیادی احادیث میں سے ہیں۔

''کما الراعی'' اس حدیث میں مشتبہات کا جوذکر آ گیا تھا اس کی وضاحت کے لئے یہ مثال پیش کی گئی ہے کہ مثلاً کوئی بادشاہ ہے اس کی ایک چراہ گاہ ہے جو ممنوعہ علاقہ ہے اب جو لوگ اس کے قریب قریب جا کر بکریاں چراتے ہیں تو ممکن ہے کوئی بکری اندر گھس جائے اور نقصان کرے لہذا اس طرح شبہ کی جگہ کے قریب بکریاں لیجانا اور چرانا اچھا نہیں بالکل اسی طرح اللہ تعالی نے احکامات میں سے بعض اشیاء کو حرام قرار دیا ہے تو جو لوگ حیلے بہانے کر کے اس کے قریب قریب گھومتے پھرتے ہیں ان کے لئے خطرہ ہے کہ کہیں وہ لوگ حرام میں واقع نہ ہوں۔

''حمی'' باڑھ اور بچاؤ کو کہتے ہیں فصل کو جانوروں سے بچانے کے لئے اس کے اردگرد جو کانٹا دار تار لگایا جاتا ہے اسی کو حمی کہا گیا ہے۔

شیخ علی متقیؒ نے اس حدیث کی روشنی میں جائز و ناجائز حدود کے پانچ مراحل پر مشتمل ایک ترتیب اس طرح لکھی ہے (۱) ضرورت (۲) مباح (۳) مکروہ (۴) حرام (۵) کفر۔ فرماتے ہیں کہ جب انسان اپنی بقاء اور اپنی عزت کی حفاظت کی حد تک ضروری اشیاء پر اکتفا کرتا ہے تو وہ ہر فتنہ اور ہر خطرہ سے محفوظ رہتا ہے لیکن اگر انسان اپنی ضروری حد سے تجاوز کر کے آگے گزر جاتا ہے تو وہ حد ضرورت سے حد مباح میں جا کر پڑ جاتا ہے اور اگر وہ حد اباحت پر بھی قناعت نہیں کرتا تو وہ حد کراہت میں جا کر داخل ہو جاتا ہے اور جب وہ حد کراہت پر بھی قناعت نہیں کرتا اور آگے بڑھ جاتا ہے تو وہ حد حرام میں جا کر گر جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس سے اگلے مرحلے میں وہ حد کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

''الا وھی القلب'' حدیث کے اس آخری جملہ میں بطور نتیجہ بتایا گیا کہ حرام اور مشتبہ اشیاء کے استعمال سے انسانی جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے وہ متاثر ہو جاتا ہے حرام غذا سے اس پر ظلمت طاری ہو جاتی ہے اور وہ ٹکڑا خراب ہو جاتا ہے وہ پورے جسم کے لئے بمنزلہ پاور ہاؤس ہے اگر وہ خراب ہو گیا تو پورا جسم خراب ہو جائے گا وہ ٹکڑا بمنزلہ بادشاہ ہے اگر بادشاہ کے ارادے اچھے نہیں رہے تو جسم کے کسی بھی عضو کا ارادہ صحیح نہیں رہ سکتا فرمایا وہ دل ہے اس کے احساسات وجذبات اور رجحانات سے پورا جسم حرکت کرتا ہے لہذا اس کی اصلاح کی کوشش کرو حرام اشیاء سے بچو اور حلال اشیاء استعمال کرو تا کہ دل صالح رہے اور جب دل صالح رہے گا تو اس کے خدام یعنی جسم کے تمام اعضاء صالح رہیں گے۔

۴۰۹۲۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ،

اس طریق سے بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۰۹۳۔ وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، وَأَبِي فَرْوَةَ الْهَمْدَانِيِّ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعِيدٍ، كُلُّهُمْ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا الْحَدِيثِ، غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ زَكَرِيَّاءَ أَتَمُّ مِنْ حَدِيثِهِمْ وَأَكْثَرُ،

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہی سے یہ (سابقہ) حدیث دوسرے راویوں سے بھی مروی ہے لیکن زکریا کی روایت کردہ حدیث ان تمام روایات میں سب سے زیادہ مکمل اور پوری ہے۔

۴۰۹۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ نُعْمَانَ بْنَ بَشِيرِ بْنِ سَعْدٍ، صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ بِحِمْصَ، وَهُوَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ زَكَرِيَّاءَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، إِلَى قَوْلِهِ: يُوشِكُ أَنْ يَقَعَ فِيهِ

حضرت نعمان بن بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ صحابی رسول سے روایت ہے کہ وہ حمص میں لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے''۔ بقیہ حدیث زکریا عن شعبی کے واسطہ سے ان کے اس قول یوشک ان یقع فیہ (قریب ہے کہ وہ اس (حرام) میں واقع ہو جائے) تک بیان فرمائی۔

تشریح:

''صاحب رسول اللہ'' نعمان بن بشیر صحابی ہیں یہاں اس تصریح کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ قاضی عیاض نے کہا کہ یحیٰ بن معین نے کہا ہے کہ اہل مدینہ کے نزدیک نعمان بن بشیر کی سماع آنحضرت سے ثابت نہیں ہے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ نسبت اور یہ حکایت غلط ہے کیونکہ تمام اہل عراق اور جمہور علماء کرام کے نزدیک نعمان بن بشیر کی سماع ثابت ہے یہاں زیر بحث حدیث میں سمعت رسول اللہ کا لفظ موجود ہے جو سماع کی تصریح ہے شاید اس باب کی پہلی حدیث میں حضرت نعمان نے کانوں میں انگلیاں دیکر سماع کو اسی لئے ثابت کیا کہ کچھ لوگوں کو اس میں شبہ تھا حدیث نمبر ۴۰۹۱ کو پڑھو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

''بحمص'' یعنی نعمان بن بشیر نے حمص میں خطبہ کے دوران اس حدیث کو بیان کیا اس پر یہ اشکال ہے کہ صحیح ابوعوانہ میں ہے کہ نعمان

بن بشیر نے اس حدیث کو کوفہ میں خطبہ کے دوران بیان کیا اس تعارض کا کیا جواب ہے؟ تو علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ نعمان بن بشیر کوفہ کے گورنر بھی رہے ہیں تو وہاں بیان کیا اور حمص کے گورنر بھی رہے ہیں تو حمص میں بھی بیان کیا "یوشک" باب افعال سے قریب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

باب بیع البعیر واستثناء رکوبه

اونٹ کی بیع اور اس پر سواری کے استثناء کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دس احادیث کو بیان کیا ہے

۴۰۹۵۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، عَنْ عَامِرٍ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَا، فَأَرَادَ أَنْ يُسَيِّبَهُ، قَالَ:فَلَحِقَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا لِي، وَضَرَبَهُ، فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهُ، قَالَ:بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ، قُلْتُ:لَا، ثُمَّ قَالَ:بِعْنِيهِ، فَبِعْتُهُ بِوُقِيَّةٍ، وَاسْتَثْنَيْتُ عَلَيْهِ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي، فَلَمَّا بَلَغْتُ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ، فَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ، ثُمَّ رَجَعْتُ، فَأَرْسَلَ فِي أَثَرِي، فَقَالَ:أَتُرَانِي مَاكَسْتُكَ لِآخُذَ جَمَلَكَ، خُذْ جَمَلَكَ، وَدَرَاهِمَكَ فَهُوَ لَكَ،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ وہ اپنے اونٹ پر جو تھکا ہوا تھا جا رہے تھے، انہوں نے ارادہ کیا کہ اسے چھوڑ دیں۔ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ پیچھے سے مجھے آملے، آپ نے میرے واسطے دعا کی اور اسے مارا تو وہ ایسا دوڑنے لگا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں دوڑا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اس اونٹ کو میرے ہاتھ ایک اوقیہ چاندی کے عوض بیچ دو۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ نے پھر فرمایا کہ: اسے مجھے فروخت کردو۔ چنانچہ پھر میں نے ایک اوقیہ کے عوض اسے فروخت کردیا لیکن اپنے گھر پہنچنے تک اس پر سواری کا استثناء کرلیا۔ جب میں گھر پہنچا تو اونٹ کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی نقد قیمت عطاء کردی تو میں واپس لوٹ گیا۔ آپ نے میرے پیچھے ایک آدمی بھیج کر (مجھے بلوایا) اور فرمایا کہ: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ قیمت کے معاملہ میں کمی کی ہے؟ (یعنی بھاؤ تاؤ کے وقت جو بات چیت ہوئی تھی اس کی طرف اشارہ کیا) اپنا اونٹ بھی واپس لے لو اور یہ دراہم بھی تمہارے ہیں"۔

تشریح:

"اعیٰ" سفر اور لاغری کی وجہ سے جب جانور تھک کر چلنے سے عاجز آجائے اس کو اعیا کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے "ان یسیبه" یعنی حضرت جابر نے ارادہ کیا کہ چلنے سے عاجز اس اونٹ کو یہیں پر جنگل میں چھوڑ دیں "فدعا لی" یعنی نبی اکرم ﷺ نے میرے لئے دعا

فرمائی" وضربه "اور لاٹھی سے اونٹ کو مارا۔

"بــوقية "اس کو اوقیہ بھی کہتے ہیں ایک اوقیہ چالیس دراہم کا ہوتا ہے یہاں سوال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جابر کو ان کے اونٹ کے معاوضہ میں جو ثمن ادا کیا ہے اس میں بہت اضطراب ہے ایک اوقیہ کا ذکر بھی ہے کبھی چار دنانیر کا لفظ آتا ہے کبھی پانچ اوقیہ اور اس سے کچھ زیادہ کا ذکر ملتا ہے کبھی دو اوقیہ اور دو درہم کا ذکر آتا ہے پانچ اوقیہ کا ذکر بھی ہے اب ایک واقعہ میں قیمت کا اتنا اختلاف سمجھ سے بالاتر ہے اور نہ اس کو کسی ایک محمل پر حمل کیا جاسکتا ہے قاضی عیاض نے بہت کوشش کی ہے مگر شارحین نے اس کی کوشش کو تکلف پر حمل کیا ہے علامہ اُبی مالکی نے بھی کافی حد تک جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر واضح جواب نہیں دے سکا مجموعی روایات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اصل سودا ایک اوقیہ پر ہوا ہے پھر آنحضرت نے ثمن ادا کرتے ہوئے کچھ زیادہ دیا ہے یہ اصل بنیاد ہے اس کے علاوہ راویوں نے روایت بالمعنی کیا ہے تو فرق آگیا ہے فرق کی وجہ یہ ہے کہ سکوں میں بہت تفاوت ہوتا ہے تو جس نے جس سکہ کو بیان کیا ہے اس کا اصل بھی ایک اوقیہ ہے باقی تعبیرات اسی اوقیہ کی ہیں۔"فاستثنيت حملانه "یعنی مدینہ تک سوار ہو کر چلنے کو میں نے بیع سے مستثنیٰ کیا یعنی اونٹ کو اس شرط پر فروخت کیا کہ مدینہ تک حضرت جابر اس پر سوار ہو کر جائیں گے ظاہر حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی سواری کو خواہ جانور ہو یا گاڑی ہو اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ فلاں وقت تک یہ فروخت شدہ چیز میرے استعمال میں رہے گی یہ شرط جائز ہے یا ناجائز ہے۔فقہاء کا اس بارے میں اس طرح اختلاف ہے

فقہاء کا اختلاف

امام مالکؒ کے نزدیک اگر مسافت کم ہو تو اس طرح مشروط بیع جائز ہے جیسے یہاں مدینہ تک مسافت کم تھی اور اگر مسافت زیادہ ہو تو پھر ناجائز ہے۔امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس طرح مشروط بیع مطلقاً جائز ہے۔امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک اس طرح مشروط بیع مطلقاً ناجائز ہے۔

دلائل

امام احمد بن حنبلؒ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس سے جواز معلوم ہوتا ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع وشرط "۔

جواب

جمہور کی طرف سے زیر بحث حدیث کے کئی جوابات ہیں۔

(۱) ایک جواب یہ ہے کہ یہ شرط صلب عقد میں نہیں تھی بلکہ عقد ہو جانے کے بعد حضرت جابر نے مدینہ تک سوار ہونے کی اجازت مانگ لی

تو حضور نے دیدی حدیث کے الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں "فبعتہ فاستثنیت حملانہ" دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ شرط حضرت جابر نے نہیں لگائی تھی بلکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی طرف سے ان کو ایک رعایت دی تھی اس حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ آئے ہیں "قد اعرتک ظہرہ الی المدینۃ"۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر مدیون خستہ حال تھے نئی شادی بھی ہوئی تھی حضور اکرم ﷺ نے چاہا کہ ان کی مدد کریں لیکن ان کی عزت نفس کا خیال رکھا اور صورۃً بیع کی شکل بنائی اور پھر اونٹ اور پیسہ دونوں واپس فرمادیا تو یہ حضرت جابر کی خصوصیت کا ایک خصوصی جزئی واقعہ ہے اس سے بیوعات کے قواعد کلیہ کو متاثر نہیں کیا جاسکتا ہے بعض نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ یہ واقعہ بیع میں شرط کی حرمت سے پہلے زمانے کا ہے۔

"اترانی" یعنی میرے بارے میں تیرا کیا خیال اور کیا گمان ہے ہمزہ استفہام انکار کے لئے ہے "ماکستک" یہ مماکسہ سے ہے کم دینے اور نقصان کرنے کے معنی میں ہے یعنی میں نے تیرا نقصان کیا اور کم قیمت دیدی۔ "لاخذ جملک" یعنی تاکہ تجھ سے تیرا اونٹ سستے داموں لے لوں ایسا نہیں ہے لو اپنا اونٹ بھی لے لو اور پیسہ بھی لے لو۔

۴۰۹۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، أَخْبَرَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ عَامِرٍ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس طریق سے (سابقہ) حدیث ابن نمیر کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۰۹۷۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ، قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَتَلَاحَقَ بِي وَتَحْتِي نَاضِحٌ لِي قَدْ أَعْيَا، وَلَا يَكَادُ يَسِيرُ، قَالَ: فَقَالَ لِي: مَا لِبَعِيرِكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: عَلِيلٌ، قَالَ: فَتَخَلَّفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَزَجَرَهُ وَدَعَا لَهُ، فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْإِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيرُ، قَالَ: فَقَالَ لِي: كَيْفَ تَرَى بَعِيرَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: بِخَيْرٍ قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ، قَالَ: أَفَتَبِيعُنِيهِ؟ فَاسْتَحْيَيْتُ، وَلَمْ يَكُنْ لَنَا نَاضِحٌ غَيْرُهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ عَلَى أَنَّ لِي فَقَارَ ظَهْرِهِ حَتَّى أَبْلُغَ الْمَدِينَةَ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي عَرُوسٌ، فَاسْتَأْذَنْتُهُ، فَأَذِنَ لِي فَتَقَدَّمْتُ النَّاسَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى انْتَهَيْتُ، فَلَقِيَنِي خَالِي، فَسَأَلَنِي عَنِ الْبَعِيرِ، فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا صَنَعْتُ فِيهِ، فَلَامَنِي فِيهِ، قَالَ: وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ لِي حِينَ اسْتَأْذَنْتُهُ: مَا تَزَوَّجْتَ؟ أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟ فَقُلْتُ لَهُ: تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا، قَالَ: أَفَلَا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُلَاعِبُكَ

وَتُلَاعِبُهَا؟، فَقُلْتُ لَهُ:يَا رَسُولَ اللهِ، تُوُفِّيَ وَالِدِي أَوِ اسْتُشْهِدَ وَلِي أَخَوَاتٌ صِغَارٌ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ إِلَيْهِنَّ مِثْلَهُنَّ فَلَا تُؤَدِّبُهُنَّ، وَلَا تَقُومُ عَلَيْهِنَّ، فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا لِتَقُومَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّبَهُنَّ، قَالَ:فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْبَعِيرِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا (واپسی کے سفر میں) آپ مجھ سے آملے، میری سواری ایک اونٹ تھا جو بالکل عاجز ہو چکا تھا چلنے سے اور ذرا بھی چلنے کے قابل نہ تھا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے اونٹ کو کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ بیمار ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ سن کے پیچھے ہوئے اور اسے ڈانٹا اور پھر اس کے لئے دعا فرمائی۔ (آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے) اس کے بعد وہ اونٹ ہمیشہ دوسروں سے آگے ہی چلنے لگا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ اپنے اونٹ کو (اب) کیسا پاتے ہو؟ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ ﷺ کی برکت اس کے شامل حال ہوگئی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھ پر فروخت کرو گے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے شرم آئی کیونکہ ہمارے پاس کوئی دوسرا اونٹ پانی لانے والا نہیں تھا۔ آخر میں نے کہا جی ہاں! فروخت کرتا ہوں، چنانچہ میں نے آپ ﷺ کو فروخت کر دیا اس وضاحت کے ساتھ کہ مدینہ پہنچنے تک اس پر سواری کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دولہا ہوں (یعنی حال ہی میں شادی کی ہے) میں نے آپ ﷺ سے اجازت مانگی (جلدی جانے کی) چنانچہ آپ نے اجازت دی، میں لوگوں سے آگے نکل گیا اور (سب سے پہلے) مدینہ پہنچ گیا۔ راہ میں میرے ماموں مجھ سے ملے تو انہوں نے مجھ سے اونٹ کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے سارا معاملہ کے بارے میں بتلا دیا۔ انہوں نے مجھے ملامت کی اس بارے میں (کہ اونٹ کیوں فروخت کیا وغیرہ)۔ فرماتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی تھی (جلدی جانے کی) تو آپ نے فرمایا تھا کہ تم نے کس سے شادی کی؟ باکرہ (کنواری) سے یا شادی شدہ سے؟ میں نے عرض کیا تھا کہ شادی شدہ سے، فرمایا کہ کنواری سے کیوں نہ کی کہ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے یا فرمایا کہ شہید ہو چکے ہیں (یہ راوی کا شک ہے) اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں تو مجھے یہ ناپسند ہوا کہ انہی جیسے لڑکی سے شادی کر کے لے آؤں جو نہ تو انہیں آداب سکھا سکے نہ ہی ان کی نگرانی وحفاظت کر سکے۔ اسی وجہ سے میں نے شادی شدہ عورت سے نکاح کیا تاکہ وہ (تجربہ کار ہونے کی بناء پر) ان کی نگرانی وحفاظت کرے اور انہیں آداب زندگی سکھائے۔ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میں صبح ہی آپ کی خدمت میں اونٹ لے کر پیش ہو گیا۔ آپ نے مجھے اس کی قیمت عطا فرمانے کے بعد اونٹ بھی مجھے واپس ہی کر دیا۔

۴۰۹۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: أَقْبَلْنَا مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَلَّ جَمَلِي، وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ، وَفِيهِ ثُمَّ قَالَ لِي: بِعْنِي جَمَلَكَ هَذَا، قَالَ: قُلْتُ: لَا، بَلْ هُوَ لَكَ، قَالَ: لَا، بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ: قُلْتُ: لَا، بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: لَا، بَلْ بِعْنِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: فَإِنَّ لِرَجُلٍ عَلَيَّ أُوقِيَّةَ ذَهَبٍ، فَهُوَ لَكَ بِهَا، قَالَ: قَدْ أَخَذْتُهُ، فَتَبَلَّغْ عَلَيْهِ إِلَى الْمَدِينَةِ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِبِلَالٍ: أَعْطِهِ أُوقِيَّةً مِنْ ذَهَبٍ وَزِدْهُ، قَالَ: فَأَعْطَانِي أُوقِيَّةً مِنْ ذَهَبٍ، وَزَادَنِي قِيرَاطًا، قَالَ: فَقُلْتُ: لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَكَانَ فِي كِيسٍ لِي فَأَخَذَهُ أَهْلُ الشَّامِ يَوْمَ الْحَرَّةِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو آئے تو راہ میں میرا اونٹ بیمار ہوگیا۔ آگے حسب سابق پورا قصہ بیان کیا اور اس میں فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اپنا اونٹ میرے ہاتھ فروخت کردو۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں (فروخت نہیں) بلکہ یہ ویسے ہی آپ کے لئے ہے (میں آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا ہوں) آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اسے مجھے فروخت کرو۔ میں نے پھر عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! یہ یونہی آپ کی خدمت میں پیش ہے فرمایا کہ نہیں! بلکہ اسے مجھے فروخت کردو۔ میں نے عرض کیا کہ پھر میرے اوپر ایک آدمی کا ایک اوقیہ کا سونا قرض ہے، یہ اونٹ اسی سونے کے عوض آپ کو فروخت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے لے لیا۔ بس تم اسی اونٹ پر مدینہ پہنچو گے۔ فرماتے ہیں کہ میں جب مدینہ پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے فرمایا کہ اسے ایک اوقیہ سونا دے دو بلکہ ذرا زیادہ ہی دو۔ چنانچہ انہوں نے ایک اوقیہ سونا دے کر مزید ایک قیراط (جو ایک خاص پیمانہ ہے) دیا۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا عطا کیا ہوا یہ زائد سونا مجھ سے کبھی نہیں جدا ہوگا (یعنی بطور تبرک ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گا) چنانچہ فرماتے ہیں کہ وہ ہمیشہ میرے پاس ایک تھیلے میں رہتا تھا حتی کہ واقعہ حرہ کے دن اہل شام نے اسے چھین لیا۔

تشریح:

"في كيس" یعنی میں نے یہ قیراط بطور تبرک تھیلی میں رکھا تھا اس سے تبرک با ثار الصالحین ثابت ہوتا ہے "فاخذه اهل الشام يوم الحرة" یعنی واقعہ حرہ میں یزید کی شامی افواج نے لوٹ مار کے دوران میری تھیلی لے لی اور برکت کی یہ قیراط مجھ سے ضائع ہوگئی۔

واقعہ حرہ کی تفصیل

مدینہ منورہ کی مشرقی جانب میں مدینہ سے متصل تقریبا دو کلومیٹر کے فاصلہ پر ارض حرہ واقع ہے آنحضرت نے اس مقام پر کھڑے ہو کر

پیشگوئی فرمائی تھی کہ یہاں میری امت کے سب سے اچھے لوگ شہید ہوں گے علامہ ابی کے مطابق واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب حضرت معاویہ کی وفات کے بعد یزید خلیفہ بنے اور اس کا شراب پینا اور فسق وفجور ظاہر ہو گیا تو اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی تو یزید نے ان کی طرف مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار اٹراکو لشکر دیکر مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور کہا کہ تین دن تک ان کو بیعت بحال کرنے کی دعوت دیدو اگر انہوں نے بیعت کر لی تو تم ان کو چھوڑ کر مکہ پر ابن زبیر کے خلاف لڑنے کے لئے جاؤ اگر اہل مدینہ نے بیعت سے انکار کیا تو پھر ان سے خوب لڑو جب تم غالب آجاؤ تو مدینہ کو تین دن تک لوٹ مار کے لئے مباح کر و مال ومتاع اور اسلحہ وطعام خوب لوٹ لو تین دن کے بعد باز آجاؤ۔ مسلم بن عقبہ نے ایسا ہی کیا مگر اہل مدینہ نے لڑنے کی تیاری کی بیشمار لشکروں کو اکٹھا کیا مسلم بن عقبہ کی افواج حرہ کی جانب سے لڑنے کے لئے آئیں شدید جنگ کے بعد اہل مدینہ پسپا ہو گئے، شامی افواج اہل مدینہ کے گھروں میں داخل ہو گئیں عورتوں کے زیورات چھین لئے عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری سے پوچھا کہ اس دن کتنے آدمی مارے گئے تھے؟ اس نے کہا کہ قریش اور انصار کے خاص خاص سات سو آدمی مارے گئے اور اس کے علاوہ عام لوگوں میں سے دس ہزار سے زیادہ مارے گئے، شیخ یحیٰ بن سعید کہتے ہیں کہ واقعہ حرہ میں سات سو علماء کرام اور حفاظ قرآن شہید کر دیے گئے اس دن اسی ۸۰ صحابہ شہید کر دیے گئے اس دن کے بعد بدری صحابہ میں سے کوئی زندہ نہیں رہا اور شامی افواج نے حضرت جابر کی تھیلی چھین لی۔ راجح یہی ہے کہ یہ تھیلی گھروں میں لوٹ مار کے دوران لی گئی (الابی ج ۵ ص ۵۱۵) شامی افواج کی یہ چڑھائی یزید کی حکومت کے آخری ایام ۶۳ھ میں واقع ہوئی مکہ پر کاروائی کے دوران یزید مر گیا۔

۴۰۹۹ ۔حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَتَخَلَّفَ نَاضِحِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَقَالَ فِيهِ: فَنَخَسَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ لِي: ارْكَبْ بِاسْمِ اللهِ، وَزَادَ أَيْضًا قَالَ: فَمَا زَالَ يَزِيدُنِي وَيَقُولُ: وَاللهُ يَغْفِرُ لَكَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں آپ کے ہمراہ تھے، میرا اونٹ (دوسروں سے) پیچھے رہ گیا تھا...... آگے حسب سابق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کو ٹھیس ماری پھر مجھ سے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر سوار ہو جاؤ۔ آخر میں یہ اضافہ بھی فرمایا کہ آپ ﷺ مجھے زیادہ سونا دیتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ: "اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے"۔

۴۱۰۰ ۔وحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: لَمَّا أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ أَعْيَا بَعِيرِي، قَالَ: فَنَخَسَهُ، فَوَثَبَ، فَكُنْتُ بَعْدَ ذَلِكَ أَحْبِسُ خِطَامَهُ لِأَسْمَعَ حَدِيثَهُ، فَمَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ، فَلَحِقَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بِعْنِيهِ، فَبِعْتُهُ مِنْهُ بِخَمْسِ أَوَاقٍ،

قَالَ: قُلْتُ: عَلَى أَنَّ لِي ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ، قَالَ: وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ أَتَيْتُهُ بِهِ، فَزَادَنِي وُقِيَّةً، ثُمَّ وَهَبَهُ لِي،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میرا اونٹ عاجز ہو چکا تھا (چلنے سے) آپ نے اسے ٹھونگ ماری تو وہ کودنے لگا (مارے تیزی کے) حتی کہ اس کے بعد تو میں اس کی مہار کو کھینچ کر رکھتا تا کہ آپ کی حدیث سن سکوں لیکن میں اس پر قادر نہ ہو پاتا۔ حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آ ملے اور آپ نے فرمایا کہ: اس اونٹ کو میرے ہاتھ فروخت کر دو میں نے آپ کو پانچ اوقیہ چاندی کے عوض فروخت کر دیا اور معاملہ کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ مدینہ تک تم اس پر سواری بھی کر سکتے ہو، فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ آ گیا تو اونٹ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ایک اوقیہ چاندی زیادہ عطا فرمائی اور پھر اس اونٹ کو بھی واپس مجھے ہبہ کر دیا۔

۴۱۰۱۔حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَافَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ أَظُنُّهُ قَالَ: غَازِيًا، وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ، وَزَادَ فِيهِ قَالَ: يَا جَابِرُ، أَتَوَفَّيْتَ الثَّمَنَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: لَكَ الثَّمَنُ، وَلَكَ الْجَمَلُ، لَكَ الثَّمَنُ، وَلَكَ الْجَمَلُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کیا آپ کے بعض اسفار میں سے کسی سفر میں راوی کہتے ہیں کہ شاید جہاد کا سفر تھا۔ آگے سارا قصہ بیان کیا حسب سابق اس اضافہ کے ساتھ کہ آپؐ نے فرمایا: ''اے جابر! کیا تم نے پوری پوری قیمت وصول کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا کہ اس کی قیمت بھی تمہاری اور یہ اونٹ بھی تمہارا ہو گیا۔ قیمت بھی لے لو اور اونٹ بھی لے لو۔

تشریح:

''فی بعض اسفارہ'' اس سفر سے کونسا سفر مراد ہے؟ اس میں ایک قول یہ ہے کہ عمرۃ القضاء سے واپسی پر اونٹ کی کمزوری پھر مضبوطی اور پھر فروخت کا قصہ پیش آیا، امام بخاری کے نزدیک یہ واقعہ غزوۂ تبوک سے واپس آنے پر پیش آیا تھا ابن حزم اور ابن اسحٰق کے نزدیک یہ قصہ ذات الرقاع سے واپس لوٹنے پر پیش آیا تھا اگلی روایت میں یہ تصریح ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام صرار تک پہنچ گئے تھے تو صرار کا لفظ واضح طور پر بتاتا ہے کہ یہ غزوہ کہیں نجد کی طرف ہوا تھا کیونکہ صرار کا علاقہ عراق سے مدینہ کی طرف واپس آنے میں راستے میں پڑتا ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان میں نہیں ہے یہی ان شاء اللہ واضح ہے کہ نجد کے کسی غزوہ سے واپسی پر راستے میں یہ قصہ پیش آیا۔ ان روایات میں ایک لفظ ''فنخسہ'' ہے یہ حیوان کو پیچھے کی طرف سے لاٹھی کے نوکدار حصے سے مارنے کو کہتے ہیں ایک لفظ ''فقار ظہرہ'' ہے

فقار ریڑھ کی ہڈی اور مہروں کو کہتے ہیں مراد سواری ہے۔ "فــوثب" "تیز دوڑنے اور اچھلنے کودنے کو کہتے ہیں" اتــوفیــت الثمن " یعنی تم نے اپنا پیسہ پورا پورا لے لیا؟ "فــحــرت" یعنی گائے کو ذبح کرلیا گائے میں نحر بھی جائز ہے لیکن عام طریقہ ذبح ہے اس لئے نحرت سے مراد ذبحت ہے اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ بیع میں ایسی شرط لگانا جائز ہے جس میں دوسرے کی منفعت کے لئے رکاوٹ نہ ہو اور ایسی شرط کہ جس میں بائع یا مشتری کی منفعت ہو یا تنازع کا باعث ہو تو ایسی شرط سودا کو فاسد کردیتی ہے۔

٤١٠٢۔حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ:اشْتَرَى مِنِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا بِوُقِيَّتَيْنِ، وَدِرْهَمٍ أَوْ دِرْهَمَيْنِ، قَالَ:فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا أَمَرَ بِبَقَرَةٍ، فَذُبِحَتْ فَأَكَلُوا مِنْهَا، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ أَمَرَنِي أَنْ آتِيَ الْمَسْجِدَ، فَأُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَوَزَنَ لِي ثَمَنَ الْبَعِيرِ، فَأَرْجَحَ لِي،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اونٹ خرید فرمایا۔ دو اوقیہ اور ایک درہم چاندی کے عوض یا دو درہم کے عوض۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرار کے مقام پر (جو عراق کی طرف سے آتے ہوئے مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے) پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گائے ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ اسے ذبح کیا گیا اور سب نے اس میں کھایا۔ بعد ازاں جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو مجھ کو حکم فرمایا کہ مسجد آجاؤں اور دو رکعت نماز پڑھوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اونٹ کی قیمت (جو چاندی تھی) وزن کر کے وزن سے زائد مجھے عطا فرمائی۔

٤١٠٣۔حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا مُحَارِبٌ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ:فَاشْتَرَاهُ مِنِّي بِثَمَنٍ قَدْ سَمَّاهُ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْوُقِيَّتَيْنِ، وَالدِّرْهَمَ وَالدِّرْهَمَيْنِ، وَقَالَ:أَمَرَ بِبَقَرَةٍ فَنُحِرَتْ، ثُمَّ قَسَمَ لَحْمَهَا

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی قصہ کو روایت فرماتے ہیں اس اضافہ کے ساتھ کہ فرمایا: آپ نے مجھ سے اونٹ خریدا خود قیمت متعین فرما کر۔ اور اس کی مقدار دو اوقیہ اور ایک درہم اور دو درہم کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور فرمایا کہ گائے ذبح کرنے کا حکم فرمایا تو اسے ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا گیا۔

٤١٠٤۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ:قَدْ أَخَذْتُ جَمَلَكَ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيرَ، وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ

مذکورہ بالا حدیث ہی منقول ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ میں نے تمہارا

اونٹ چار دینار میں لے لیا اور اس کی سواری کا حق مدینہ تک تمہیں ہے۔

باب جواز اقتراض الحیوان

جانوروں کا قرض لینا جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۱۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْلَفَ مِنْ رَجُلٍ بَكْرًا، فَقَدِمَتْ عَلَيْهِ إِبِلٌ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ، فَأَمَرَ أَبَا رَافِعٍ أَنْ يَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ أَبُو رَافِعٍ فَقَالَ: لَمْ أَجِدْ فِيهَا إِلَّا خِيَارًا رَبَاعِيًا، فَقَالَ: أَعْطِهِ إِيَّاهُ، إِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً،

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے اونٹ کا بچھڑا بطور قرض لیا۔ پھر آپ کے پاس کہیں سے صدقہ کے اونٹ آگئے تو آپ نے ابورافع کو حکم فرمایا کہ اس شخص کو اس کا بچھڑا ادا کر دو۔ ابورافع آپ ﷺ کے پاس لوٹ آیا اور کہا کہ: میں تو ان اونٹوں میں سوائے پورے سات برس کے جوان اونٹوں کے کوئی (بچھڑا) نہیں پاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: وہی دے دو۔ اس لئے کہ لوگوں میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرض کی ادائے گی میں اچھے ہوں۔

تشریح:

"بکرا" جوان اونٹ کو کہتے ہیں اور جب ساتویں سال کی عمر کو پہنچ جائے پھر اس کو "رباعی" کہتے ہیں "ابورافع" یہ آنحضرت کے غلام کا نام ہے جو اس معاملہ میں گویا وکیل تھے "استسلف" باب استفعال میں سین اور تا طلب کے لئے بھی آتا ہے اور مبالغہ کے لئے بھی آتا ہے یہاں مبالغہ کے معنی میں ہے قرض لینے کے معنی میں ہے ای استقرض علی سبیل الدین۔ اب یہ مسئلہ ہے کہ جانور کو بطور قرض لینا جائز ہے یا نہیں تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جانور کو بطور قرض لینا جائز ہے یا نہیں تو ائمہ ثلاثہ امام مالک شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک جائز ہے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حیوان کا بطور قرض لینا دینا جائز نہیں ہے۔

دلائل

جمہور علماء نے اس باب کی تمام احادیث سے استدلال کیا جو بالکل واضح دلیل ہے ائمہ احناف نے آثار صحابہ سے استدلال کیا ہے مثلاً مصنف عبدالرزاق میں حضرت عمر کی ایک روایت ہے جس میں آپ نے ربا کی چند صورتوں کو بیان کیا اور فرمایا کہ حیوان میں سلم کرنا بھی ربا ہے الفاظ یہ ہیں "وان یسلم فی السن" یعنی جانور میں سلم کرنا سود ہے جب سلم کرنا سود قرار دیا تو قرض دینا بطریق اولی سود ہے گیا تو ناجائز ہوا اسی طرح مصنف عبدالرزاق کی روایت "عن ابراهیم النخعی ان عبد الله بن مسعود کره السلف فی الحیوان وعن عبد الرحمن بن القاسم ان عمر بن الخطاب کرهه اخرجه عبد الرزاق۔ خلاصہ یہ کہ اگر حیوان کا قرض لینا دینا جائز ہوتا تو یہ اکابر صحابہ مثل عمر و ابن مسعود و حذیفہ بن یمان اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم اس کو ناجائز نہ کہتے۔

بہرحال ائمہ احناف نے ایک عقلی دلیل سے بھی استدلال کیا ہے اور اس باب کی احادیث کو بیت المال کے لئے قرض لینے پر محمول کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا بدلہ بیت المال کے اونٹوں سے دیا گیا ہے یہ شاید کوئی جہادی مجبوری تھی اور بیت المال کے حقوق کے معاملہ میں وہ وسعت ہوتی ہے جو ذاتی معاملہ میں نہیں ہوتی ہے۔ اس باب کی احادیث کو اس محمل پر حمل کرنا زیادہ واضح ہے اس سے کہ ہم ان احادیث کو منسوخ کہدیں۔

۴۱۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اسْتَسْلَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا بِمِثْلِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَإِنَّ خَيْرَ عِبَادِ اللهِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً

اس سند کے ساتھ بھی مذکورہ بالا حدیث منقول ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو معاملات کی ادائیگی اچھے طریقہ سے کریں"۔

۴۱۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارِ بْنِ عُثْمَانَ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ حَقٌّ، فَأَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا، فَقَالَ لَهُمْ: اشْتَرُوا لَهُ سِنًّا، فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ، فَقَالُوا: إِنَّا لَا نَجِدُ إِلَّا سِنًّا هُوَ خَيْرٌ مِنْ سِنِّهِ، قَالَ: فَاشْتَرُوهُ، فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ، فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ، أَوْ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر ایک شخص کا کوئی حق تھا اس کی وصولی میں اس نے بہت

شدت سے کام لیا، نبی ﷺ کے صحابہ نے ارادہ کیا کہ اسے سزا دیں۔ لیکن رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ: ''حقدار کو کچھ (سخت بات وغیرہ) کہنے کا حق ہوتا ہے''۔ (ارفع اخلاق نبوی کی نا قابل بیان مثال) پھر فرمایا کہ: اس کے لئے ایک اونٹ خریدو اور اسے اس شخص کے حوالے کردو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہمیں تو اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ کے علاوہ دوسرا اونٹ نہیں ملتا۔ فرمایا کہ ''وہی بہتر اونٹ خرید کر اسے دیدو اس واسطے کہ تم میں بہتر شخص وہ ہے جو ادائیگی میں بہتر ہو''۔

٤١٠٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اسْتَقْرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سِنًّا، فَأَعْطَى سِنًّا فَوْقَهُ، وَقَالَ: خِيَارُكُمْ مَحَاسِنُكُمْ قَضَاءً

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اونٹ کسی سے بطور قرض لیا۔ اور اس کو اس اونٹ سے بہتر اونٹ واپس کیا اور فرمایا کہ تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو معاملات کو بہتر طریقہ سے کرنیوالے ہیں

٤١٠٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ يَتَقَاضَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا، فَقَالَ: أَعْطُوهُ سِنًّا فَوْقَ سِنِّهِ، وَقَالَ: خَيْرُكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص ایک اونٹ کا تقاضا کرتے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسے اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ دیدو۔ اور فرمایا تم میں بہترین شخص بہترین معاملہ کرنے والا ہے۔

٤١١٠۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، وَابْنُ رُمْحٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنِيهِ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: جَاءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْهِجْرَةِ، وَلَمْ يَشْعُرْ أَنَّهُ عَبْدٌ، فَجَاءَ سَيِّدُهُ يُرِيدُهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: بِعْنِيهِ، فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ أَسْوَدَيْنِ، ثُمَّ لَمْ يُبَايِعْ أَحَدًا بَعْدُ حَتَّى يَسْأَلَهُ: أَعَبْدٌ هُوَ؟

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک غلام حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ پر ہجرت کرنے پر بیعت کی۔ آپ ﷺ کو اس کے غلام ہونے کا پتہ نہ تھا، اس کا مالک اسے لینے کے لئے آگیا تو آپؐ نے مالک سے فرمایا کہ: اسے مجھے فروخت کردو''۔ چنانچہ آپ نے دو سیاہ فام حبشی غلاموں کے عوض اسے خرید لیا۔ اس کے بعد آپ کا معمول یہ ہوگیا کہ جب تک یہ پوچھ نہ لیتے کہ وہ غلام تو نہیں ہے؟ کسی کو بھی بیعت نہ فرماتے تھے۔

تشریح:

"بعبدین" یعنی ایک غلام کو دو کے بدلے میں خرید لیا۔

غلام چونکہ کسی انسان کی ملکیت میں ہوتا ہے اس لئے وہ مولیٰ کی اجازت کے بغیر نہ جہاد میں جا سکتا ہے نہ حج کر سکتا ہے اور نہ ہجرت کر سکتا ہے زیر بحث حدیث میں یہی مسئلہ ہے کہ ایک غلام نے آنحضرت کے ہاتھ پر ہجرت کرنے کی بیعت لی حضور اکرم ﷺ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ غلام ہے اور اس لیے مولیٰ کی اجازت ضروری ہے بعد میں اس کا مالک آ گیا حضور اکرم ﷺ کے مکارم اخلاق نے برداشت نہیں کیا کہ غلام کو مایوس کریں اور واپس مالک کے ہاتھ میں دیدیں چنانچہ آنحضرت نے دو غلام مالک کو دیئے اور اس غلام کو خرید لیا۔ اس حدیث میں ہجرت کا جو لفظ آیا ہے۔ اس کے دو مطلب لیے جا سکتے ہیں ایک یہ کہ اس غلام نے اپنے علاقہ سے ہجرت کرنے اور حضور کی خدمت میں رہنے پر بیعت لی، ملا علی قاری کے کلام سے اس مطلب کی طرف اشارہ ہوتا ہے اگرچہ ہجرت کا یہ مفہوم عام نہیں ہے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ غلام نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر بیعت لی یہ مفہوم عام اور مشہور ہے اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ ایک غلام کو دو غلاموں کے عوض لینا دینا جائز ہے اس میں تفاضل جائز ہے اور جانوروں کا بھی یہی حکم ہے بلکہ تمام اموال "غیر ربویہ" کا حکم اسی طرح ہے بشرطیکہ لین دین نقد ہو ادھار نہ ہو ادھار میں فقہاء کا معمولی سا اختلاف ہے کہ آیا جانور کا جانور کے بدلے ادھار لین دین جائز ہے یا نہیں صحابہ کرام کا ایک طبقہ اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک حیوان کے بدلے حیوان میں ادھار کرنا جائز نہیں ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ ان حضرات نے حضرت سمرہ بن جندب کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ادھار لین دین کرنے کی ممانعت آئی ہے صحابہ و تابعین کے ایک طبقہ نے جانوروں میں ادھار لین دین کرنے کو جائز قرار دیا ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے احناف کی دلیل مع متن و تشریح ملاحظہ ہو۔

وعن سمرة بن جندب ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع الحيوان بالحيوان نسيئة (رواه الترمذي وأبوداؤد وابن ماجه والدارمي)

اور حضرت سمرہ ابن جندب کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے جانور کا جانور کے بدلے میں ادھار لین دین کرنے سے منع فرمایا ہے "(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

ائمہ احناف نے اس حدیث کو سود کے ابواب میں بنیاد کے طور پر لیا ہے اور بیوعات کے قواعد کلیہ کی حفاظت کے لئے کئی جزئی احادیث میں تاویل کی ہے یہاں حدیث میں واضح طور پر ادھا کا لفظ موجود ہے تو جہاں یہ لفظ نہیں ہے وہاں بھی اس کو مراد لیا جائے گا تاکہ احادیث میں تطبیق آ جائے۔

باب الرهن

گروی رکھنے کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۱۱۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا بِنَسِيئَةٍ، فَأَعْطَاهُ دِرْعًا لَهُ رَهْنًا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کھانا (غلہ) ادھار خریدا تو اسے بطور رہن (گروی) اپنی زرہ دے دی۔

تشریح:

"فاعطاه درعا رهنا" یعنی آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں ابوشحم یہودی سے ۳۰ صاع جو ادھار لیا اور بطور وثیقہ اپنی زرہ ان کے پاس گروی رکھدی آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا اور یہ زرہ یہودی کے پاس بطور گروی پڑی ہوئی تھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفہ بننے کے بعد جو کی قیمت ادا کر دی اور زرہ چھڑا لیا۔

رہن کی تعریف اور مسائل

﴿وان كنتم على سفر ولم تجدوا كاتبا فرهن مقبوضة﴾ (البقرہ ۲۸۳)

رہن لغت میں حبس الشی کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں "جعل الشيء محبوسا بحق يمكن استيفائه منه" رہن کو گروی کہتے ہیں رہن کا مسئلہ قرآن سے ثابت ہے جس طرح ﴿فرهن مقبوضة﴾ آیت میں صراحت ہے۔

"ورهنه درعا له" اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک مسئلہ یہ کہ کسی چیز کو ادھار خریدنا اور پھر اس کے بدلے میں اپنی کوئی چیز بطور رہن رکھنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ گروی کا معاملہ جس طرح سفر میں مشروع ہوا تو حضر میں بھی جائز ہے قرآن میں ﴿وان كنتم على سفر﴾ کی قید احترازی نہیں بلکہ یہ قید اتفاقی ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ اہل ذمہ کیساتھ لین دین کے معاملات جائز ہیں بشرطیکہ ان کے پاس جو مال ہے وہ حلال کا ہو۔ ہاں اہل حرب کے ساتھ لین دین کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ ان پر اسلحہ فروخت کرنا بلکہ خام لوہا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مطلقاً کسی کافر پر ایسی چیز فروخت کرنا جائز نہیں ہے جس سے ان کے مذہب کی تقویت ہوتی ہو آج کل تیل دنیا کا بڑا اسلحہ ہے تمام

ملکی بنیاد تیل پر ہے لہذا کفار پر تیل فروخت کرنا بھی اس اصول کے تحت جائز نہیں ہے جو کراچی سے افغانستان سپلائی ہوتا ہے۔
آنحضرت ﷺ نے یہودی سے معاملہ یا تو اس لئے کیا کہ مسلمانوں کے پاس غلہ نہیں تھا یہودی لوگ مدینہ کے غلہ پر قابض تھے یا آنحضرت نے بیان جواز کے لئے اس یہودی سے معاملہ کیا۔
زید نے مثلاً بکر سے ایک لاکھ روپے قرض لیئے بکر نے بطور اعتماد اور وثیقہ زید کی زمین اپنے پاس رکھ لی کہ قرض ادا کرنے تک یہ زمین میرے پاس رہے گی تو زید راہن ہے بکر مرتہن ہے اور زمین مرھونہ ہے اور یہ معاملہ رہن ہے۔

کیا شیء مرھون سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟

یہ مسئلہ امام مسلم نے نہیں چھیڑا ہے لہذا اس کے لئے کوئی حدیث نہیں لائے امام بخاری نے اس کے لئے ایک حدیث پیش کی ہے میں اس حدیث کو متن ترجمہ اور تشریح کے ساتھ پیش کرتا ہوں کیونکہ شیء مرھون سے لوگ ناجائز فائدے اٹھاتے ہیں جو سود کے زمرہ میں آتا ہے۔
”وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظھر یرکب بنفقتہ اذا کان مرھونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان مرھونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقۃ“ (رواہ البخاری)
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”اگر سواری کا جانور گروی ہو تو اس پر جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے اس کے بدلے میں اس پر سواری کی جائے اور اگر دودھ والا جانور گروی ہو تو اس پر جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے اس کے بدلے اس کا دودھ پیا جائے اور جو شخص سواری کرے اور دودھ پئے وہی اس کے مصارف کا ذمہ دار ہے“۔ (بخاری)
”الظھر“ ظہر پیٹھ کو کہتے ہیں مراد جانور کی پیٹھ ہے اور جانور کی پیٹھ سے اس پر سوار ہونا مراد ہے جیسے اونٹ کی سواری ہوتی ہے ”یرکب“ سے اسی حقیقت کا اظہار مقصود ہے۔
”بنفقتہ“ باسببیت کے لئے ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا جانور کسی کے پاس بطور رہن رکھ لے اس جانور کے مصارف اور خرچ چونکہ راہن کے ذمہ ہوتا ہے اس لئے وہ جانور سے بار برداری اور سواری کا کام لے سکتا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کا یہی مطلب بیان کیا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام شافعی کا مسلک ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے ہیں وہ فرماتے ہیں اگر گروی میں رکھے ہوئے جانور پر نفقہ اور خرچ راہن کرتا ہے تو راہن اس سے سواری وغیرہ کا فائدہ اٹھا سکتا ہے یہ مطلب تو وہی ہے جو اوپر جمہور نے بیان کیا ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر مرتہن اس جانور پر خرچ اور نفقہ کرتا ہے تو وہ بھی اس مرہون جانور سے فائدہ اٹھا سکتا ہے زیر بحث حدیث سے یہ مطلب بھی اخذ کیا جا سکتا ہے لیکن انتفاع بالمرہون میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک مرہون چیز سے مطلقاً نفع اٹھانا مرتہن کے لئے ناجائز ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ کے نزدیک جانور کے دودھ اور اس پر سواری کی حد تک مرتہن فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ عام فائدہ اٹھانا جائز نہیں

دلائل

جمہور نے آنے والی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ راہن اس مرہون شی کا مالک ہے وہی اس کے نفع اور نقصان کا ذمہ دار ہے معلوم ہوا مرتہن کا یہ کام نہیں ہے جمہور نے اس مشہور حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں آیا ہے "کل قرض جر نفعاً فھو ربا" ظاہر ہے مرتہن نے راہن کو قرض دیا ہے اور راہن نے بطور وثیقہ اپنی کوئی چیز مرتہن کے پاس رکھوائی اگر مرتہن اس سے فائدہ اٹھائیگا تو یہ اپنے قرض سے فائدہ اٹھانا ہوا جو حرام ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے اگرچہ دلیل محتمل ہے۔

جواب

زیر بحث حدیث میں مرتہن کے ساتھ معاملہ کرنا مراد ہے وہ اس طرح کہ مرتہن جتنا دودھ حاصل کرے گا اس کا معاوضہ اس سے لیا جائیگا اور اس کے قرض سے منہا کیا جائے گا یہ معاملہ جائز ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ زیر بحث حدیث اس وقت پر محمول ہے جب ربا کی حرمت کا حکم نہیں آیا تھا جب ربا کی حرمت کا حکم آگیا تو انتفاع مرہون بھی حرام قرار دیا گیا لہذا آنے والی روایت سے اور حرمت ربوا سے یہ حدیث منسوخ ہوگئی ہے۔

سوال: ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر راہن مرتہن کو انتفاع بالمرہون کی اجازت دیدے تو پھر یہ نفع جائز ہوگا قصہ کیا ہے؟۔

جواب: فقہاء نے یہ اصل اور ضابطہ لکھا ہے کہ "المعروف کا لمشروط" لہذا جن ممالک میں رہن کا معاملہ مرہون سے انتفاع ہی کے لئے کیا جاتا ہو تو وہاں مرہون سے انتفاع کی کوئی گنجائش نہیں ہے جیسے ہمارے ضلع مانسہرا اور بٹگرام میں ہوتا ہے یہ انتفاع جائز نہیں ہے کوئی کسی کو اجازت دے یا نہ دے لیکن جن ممالک میں مرہون سے انتفاع کا تصور بھی نہ ہو وہاں اگر راہن مرتہن کو اجازت دیدے کہ مرہون سے فائدہ اٹھاؤ تو اس صورت میں جائز ہوسکتا ہے شاید ہدایہ کی عبارت کا مقصد بھی یہی ہو۔

۴۱۱۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے اس میں لوہے کی زرہ کا ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ

ﷺ نے ایک یہودی سے اناج خرید ااور لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

٤١١٣۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، أَخْبَرَنَا الْمَخْزُومِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: ذَكَرْنَا الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، فَقَالَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے مدت معلومہ کے ادھار پر اناج خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھ دی۔

٤١١٤۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ حَدِيدٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی سابقہ حدیث ہی کی مثل نبی کریم ﷺ سے روایت فرمائی ہے لیکن اس روایت میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ وہ زرہ لوہے کی تھی۔

تشریح:

"من حديد" بعض روایتوں میں "من حديد" کا لفظ ہے اور بعض میں نہیں ہے امام مسلم نے احتیاط کی بنیاد پر تذکرہ کیا ہے۔

"ذكرنا الرهن في السلم" یعنی ابراہیم نخعی کی مجلس میں ہم نے اس بحث کو چھیڑا کہ آیا بیع سلم کے ضمن میں رہن کرنا جائز ہے یا نہیں تو انہوں نے اس حدیث کو ذکر کیا کہ آنحضرت نے یہودی سے مؤجل غلہ خرید لیا اور ابھی تک پیسہ ادا نہیں کیا تھا کہ یہودی نے زرہ مانگ لیا اور بطور گروی رکھدیا یہاں پر سوال یہ ہے کہ اس باب کی احادیث میں رہن فی السلم کیسے ثابت ہوسکتا ہے جب کہ یہاں سلم متحقق نہیں ہے کیونکہ سلم تو یہ ہے کہ قرض پہلے کسی کو دیدو اور غلہ آئندہ لے لو جس کو بیع الآجل بالعاجل کہا جاتا ہے یہاں تو آنحضرت نے یہودی سے طعام لیا ہے اور پیسہ قرض رہ گیا ہے اس کے بعد یہودی نے زرہ بطور رہن اپنے قبضہ میں لیکر رکھا ہے اس معاملہ سے ابراہیم نخعی نے "رہن فی السلم" کو کس طرح ثابت کیا ہے اس کا جواب حافظ ابن حجر نے یہ دیا ہے کہ یہاں ابراہیم نخعی کے سامنے سلم کا لفظ قرض کے لئے استعمال کیا گیا ہے مطلب یہ ہوگیا کہ قرض کے عوض زرہ بطور رہن رکھ لیا۔ اس توجیہ سے باب کی احادیث سمجھ میں آجاتی ہیں، عام احادیث میں بھی قرض کا معاملہ ہے نہ کہ سلم کا چنانچہ مسند بزار میں اس کی تفصیل ہے خلاصہ یہ کہ آنحضرت کے مہمان آگئے آپ ﷺ نے اپنے غلام ابورافع کو بھیجا کہ کہیں سے غلہ کا انتظام کرلو ابورافع کہتے ہیں کہ میں ایک یہودی کے پاس گیا اور کہا کہ آنحضرت کے مہمان آگئے ہیں تم مجھے غلہ بیچ کر دیدو یا قرض دیدو یہودی نے کہا میں اس طرح نہیں دے سکتا ہوں ہاں رہن رکھ لو تو میں غلہ دیدوں گا، ابورافع آنحضرت کے پاس آگئے اور قصہ سنادیا آنحضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں آسمان میں بھی امین مشہور ہوں زمین میں بھی امین مشہور ہوں اگر یہودی غلہ

فروخت کرتا یا قرض دیتا تو میں معاوضہ ضرور ادا کرتا اب تم میری زرہ لے لو اور جا کر ان کے پاس بطور گروی رکھ دو اور نماء ۱۱ کا اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ یہ معاملہ قرض میں گروی رکھنے کا تھا لہذا ابراہیم نخعی کی مجلس میں جو سلم کا لفظ آیا ہے وہ قرض کے معنی میں ہے حافظ ابن حجر نے صحیح کہا ہے (مسند بزار)

باقی سلم کے ضمن میں رہن جائز ہے یا نہیں ہے وہ الگ مسئلہ ہے بعض سلف نے اس کو نا جائز کہا ہے بعض نے جائز کہا ہے اسی طرح مجاہد اور داؤد ظاہری کے نزدیک رہن حضر میں جائز نہیں ہے صرف سفر میں جائز ہے جمہور کے نزدیک حضر و سفر ہر حالت میں جائز ہے یہ احادیث جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

باب السلم

بیع سلم کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

٤١١٥ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى، قَالَ عَمْرٌو: حَدَّثَنَا، وَقَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ، فَقَالَ: مَنْ أَسْلَفَ فِي تَمْرٍ، فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے (ہجرت کے وقت) تو وہاں کے لوگ پھلوں کے اندر سال دو سال کی مدت کے لئے بیع سلف کیا کرتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی کھجور کے اندر بیع سلف کیا کرے اسے چاہئے کہ کیل اور وزن اور مدت سب کے تعین کے ساتھ کرے۔

تشریح:

''وهم يسلفون '' یعنی اہل مدینہ اپنے باغات میں اور پھلوں میں بیع سلم کا کاروبار کرتے تھے سلم اور سلف اس بیع کو کہتے ہیں جس میں قیمت پیشگی دی جاتی ہے اور مال دینے کے لئے ایک معین وقت مقرر کیا جاتا ہے، اہل اسلام اور تمام فقہاء نے سلم کے جواز پر اتفاق کیا ہے چنانچہ چند تفصیلات پیش خدمت ہیں۔

قال الله تعالیٰ ﴿يايها الذين امنوا اذا تداينتم بدين الى اجل مسمى فاكتبوه الخ﴾ (بقرہ آیت ۲۸۲) سلم لغت میں تسلیم سے ہے سپرد کرنے کے معنی میں ہے اور اصطلاح میں سلم کی تعریف یہ ہے ''السلم هو بيع الآجل بالعاجل '' آجل ادھار کے معنی

میں ہے جس سے مبیع مراد ہے اور عاجل نقد کے معنی میں ہے جس سے ثمن مراد ہے سلم کو سلف بھی کہتے ہیں اردو میں اس کو بدھنی بھی کہتے ہیں اس بیع میں خریدار یعنی مشتری کو رب سلم کہتے ہیں اور بائع کو مسلم الیہ کہتے ہیں مبیع کو مسلم فیہ کہتے ہیں اور ثمن کو راس المال کہتے ہیں۔

بیع سلم قرآن وحدیث سے ثابت ہے اوراوپر مذکورہ آیت قرآن کی سب سے لمبی آیت بیع سلم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ بیع سلم میں چونکہ مبیع غائب ہوتا ہے اس لئے بیوعات کے اصول اور قواعد کے یہ خلاف ہے لیکن انسانوں کی سخت مجبوری کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ مبیع کی جہالت کو کم کرنے کے لئے سلم میں کئی شرطیں رکھی گئیں ہیں تا کہ مبیع معدوم کا فی الجملہ وجود ہو جائے، کل سولہ شرائط ہیں جن میں چھ کا تعلق راس المال یعنی قیمت سے ہے اور دس کا تعلق مسلم فیہ یعنی مبیع سے ہے راس المال یعنی قیمت سے متعلق چھ شرائط یہ ہیں

(۱) ثمن کی جنس بیان کرنا کہ درہم ہیں یا دینار ہیں یا روپے ہیں (۲) نوع کو بیان کرنا یعنی یہ بتانا کہ یہ روپے چاندی کے ہیں یا گلٹ کے ہیں یا نوٹ ہیں (۳) صفت بیان کرنا کہ روپے کھرے ہیں یا کھوٹے ہیں۔ (۴) مقدار بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ روپے سو (۱۰۰) ہیں یا دوسو (۲۰۰) ہیں (۵) یہ شرط کہ روپے نقد ادا کرنا ہوگا ادھار نہ ہو (۶) مجلس عقد میں بائع کا ثمن پر قبضہ کرنا۔

مسلم فیہ یعنی مبیع سے متعلق چند شرائط یہ ہیں۔

(۱) مبیع کی جنس کو بیان کرنا مثلاً یہ بیان کرنا کہ گندم ہے یا چاول ہے یا مکئی ہے (۲) نوع بیان کرنا یعنی یہ بتا دینا کہ گندم فلاں قسم یا فلاں جگہ کے ہیں مکئی فلاں قسم زیڑیا ڈوگریا کاغانی ہے (۳) مبیع کی مقدار بیان کرنا کہ دس من گندم ہے یا پانچ من ہے (۴) مدت کا بیان کہ اتنے وقت کے بعد فلاں تاریخ کو ادا کرنا ہوگا مگر ایک ماہ سے کم وقت مقرر کرنا جائز نہیں (۵) مبیع کے سپرد کرنے کی جگہ متعین کرنا بشرطیکہ مبیع وزن دار اور باردار چیز ہو جس کا بوجھ ہو۔ (۶) وقت عقد سے تا وقت ادا وہ چیز بازاروں میں موجود ہو معدوم نہ ہو۔

۴۱۱۶۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُسْلِفُونَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَسْلَفَ فَلَا يُسْلِفْ إِلَّا فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ بیع سلف کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ نے ان سے ارشاد فرمایا: ”جو کوئی بیع سلف کرے تو صرف معلوم و متعین کیل اور متعین وزن کے ساتھ کرے“۔

۴۱۱۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ، وَلَمْ يَذْكُرْ: إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ،

اس طریق سے بھی سابقہ روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں متعین مدت کا ذکر موجود نہیں ہے۔

۴۱۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ

الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، بِإِسْنَادِهِمْ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، يَذْكُرْ فِيهِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

حضرت ابن عیینہ رحمہ اللہ کی روایت کے مثل ابن ابی نجیح سے بھی یہ حدیث روایت کی گئی ہے لیکن اس روایت میں مدتِ مقررہ کا ذکر نہیں فرمایا۔

باب تحریم الاحتکار فی الاقوات

غذائی اجناس میں ذخیرہ اندوزی حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۴۱۱۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، يُحَدِّثُ أَنَّ مَعْمَرًا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ، فَقِيلَ لِسَعِيدٍ: فَإِنَّكَ تَحْتَكِرُ، قَالَ سَعِيدٌ: إِنَّ مَعْمَرًا الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُ هَذَا الْحَدِيثَ، كَانَ يَحْتَكِرُ۔

حضرت یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ معمر نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس نے ذخیرہ اندوزی کی تو وہ گناہ گار ہے''۔ سعید سے کہا گیا کہ آپ بھی تو ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں؟ اس پر سعید نے فرمایا: کہ معمر جنہوں نے یہ حدیث بیان کی وہ خود بھی ذخیرہ اندوزی کیا کرتے تھے۔

تشریح:

''ان معمرا کان یحتکر'' یعنی کسی نے سعید بن مسیبؒ پر اعتراض کیا کہ آپ احتکار اور ذخیرہ اندوزی کرتے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے استاذ شیخ معمر بھی احتکار کرتے تھے حضرت سعید بن مسیب کا مقصد یہ ہے کہ میں جو احتکار کرتا ہوں یہ ممنوع اور ناجائز احتکار نہیں ہے اس قسم احتکار تو میرے استاذ شیخ معمر بھی کرتے تھے اگر یہ ناجائز ہوتا تو وہ کبھی بھی یہ احتکار نہ کرتے کیونکہ اس نے احتکار کی حرمت والی حدیث خود نقل کی ہے مطلب یہ ہے کہ ممنوعہ احتکار غذائی اجناس میں ہوتا ہے ہم اس میں احتکار نہیں کرتے ہیں علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ سعید بن مسیب اور ان کے شیخ معمر زیتون کے تیل میں احتکار کرتے تھے ان کے نزدیک احتکار کی ممانعت والی حدیث غذائی اجناس پر محمول ہے امام ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ سعید بن مسیب گٹھلیوں پتوں اور بیج میں احتکار کرتے تھے یہ تو اس باب کی احادیث سے متعلق بات تھی اب احتکار میں فقہاء کرام کی تحقیقات ملاحظہ ہوں۔

احتکار کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

لغوی طور پر احتکار حکر سے ہے جو روکنے کے معنی میں ہے احتکار کی اصطلاحی تعریف ملا علی قاری نے اس طرح کی ہے۔''الاحتکار هو حبس الطعام حين احتياج الناس به حتى يغلو ''۔یعنی لوگوں کے احتیاج کے وقت غلہ کو اس غرض سے ذخیرہ کرنا تا کہ مہنگا ہو جائے یہ اصطلاحی احتکار ہے ذرا تفصیل سے یوں سمجھیں کہ ہر ایسی چیز مہنگا بیچنے کے لئے روکے رکھنا جو انسان یا حیوان کی غذائی ضرورت میں کام آتی ہو آج کل کی اصطلاح میں اس کو ناجائز ذخیرہ اندوزی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

احتکار کا حکم

شریعت نے احتکار اور ذخیرہ اندوزی کو حرام قرار دیا ہے لیکن یہ حرمت چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ احتکار غذائی اجناس میں ہو دوسری اشیاء میں احتکار جمہور کے نزدیک حرام نہیں ہے۔البتہ امام مالک کے نزدیک جانوروں کے چارہ میں بھی احتکار مکروہ ہے۔

(۲) دوسری شرط یہ کہ جس مال میں ذخیرہ اندوزی کوئی شخص کر رہا ہے وہ مال اس نے خریدا ہو، اگر اس نے خریدا نہیں بلکہ اپنی زمین کا غلہ ہے یا باغات کے پھل ہیں تو اس میں احتکار منع نہیں ہے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ ذخیرہ کردہ غلہ اسی شہر کا ہو اگر دوسرے شہر سے غلہ لایا گیا ہے تو اس میں احتکار امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ غلہ عموماً اسی شہر میں آتا ہے جگہ قریب ہے تو پھر ناجائز ہے اگر ایسا نہ ہو تو پھر جائز ہے۔گویا صاحبین کا مسلک قریب قریب ہے۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ اس ذخیرہ کرنے سے شہر کے عوام کو ضرر لاحق ہوتا ہو تنگی آتی ہو، اگر ایسا نہیں تو پھر جائز ہے۔

۴۱۲۰۔حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ:لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ

حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا مگر گناہ گار شخص''۔

۴۱۲۱۔قَالَ إِبْرَاهِيمُ:قَالَ مُسْلِمٌ:وحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ أَبِي مَعْمَرٍ أَحَدِ

بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى۔

اس سند سے بھی حضرت معمر بن ابی معمر سے روایت ہے کہ جو قبیلہ عدی بن کعب میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سابقہ حدیث سلیمان بن بلال عن یحیٰ بیان فرمائی۔

تشریح:

"حدثنی بعض اصحابنا" اس روایت پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں انقطاع ہے علامہ غسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں چودہ احادیث منقطع ہیں یہ ان میں سے ایک ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے بھی لکھا ہے کہ اس طرح روایت کرنے کو منقطع نہیں کہہ سکتے ہیں ہاں یہ روایت عن المجھولین ہے کیونکہ امام مسلم نے بعض اصحابنا کہا ہے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ جہالت اس روایت کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے کیونکہ امام مسلم نے اس روایت کو متابعات میں ذکر کیا ہے اسی طرح اصل روایت کو امام مسلم نے قابل اعتماد راویوں سے صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

باب النهي عن الحلف في البيع

بُیوعات میں قسمیں کھانے کی ممانعت

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۴۱۲۲۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ الْأُمَوِيُّ، ح وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، كِلَاهُمَا عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلرِّبْحِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "قسم (حلف) سامان کو تو نکالنے اور چلانے والی ہے لیکن منافع کو مٹانے والی ہے"۔

تشریح:

"مَنْفَقَةٌ" سمع اور نصر سے ہے یقال نفق البيع خرید وفروخت رائج ہونا میم پر فتحہ ہے نون ساکن ہے اور ق پر زبر ہے مفعلۃ کے وزن پر ہے مبالغہ کا صیغہ ہے ای سبب في انفاق المتاع ورواجه في ظن الحالف "مَمْحَقَةٌ" میم پر فتحہ ہے دوسرا میم ساکن ہے اور قاف پر زبر ہے یہ بھی مبالغہ کے لئے ہے ای سبب قوی لمحق بركة البيع اس حدیث میں بیوعات میں زیادہ قسمیں کھانے کی ممانعت ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ زیادہ قسمیں کھانا ویسے بھی مکروہ ہے، اور سودا سلف کو رواج دینے کے لئے اور مکروہ ہوجاتا ہے اور ان

قسموں سے گاہک کو دھوکہ دینے سے اس میں مزید قباحت آجاتی ہے تو تین کراہتوں کی وجہ سے زیادہ قسمیں کھانے کی ممانعت آگئی ہے آخری حدیث میں ینفق کا صیغہ باب تفعیل سے ہے یعنی جھوٹی قسم پہلے سودا کورواج دیتی ہے پھراس کو مٹا کر رکھ دیتی ہے۔

۴۱۲۳۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ إِسْحَاقُ:أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرَانِ:حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ:إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ، فَإِنَّهُ يُنَفِّقُ، ثُمَّ يَمْحَقُ۔

حضرت ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "تم بیع وغیرہ میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچتے رہو کہ وہ مال کو تو نکلوا دیتی ہے (فروخت کروا دیتی ہے) لیکن بعد میں نفع کو مٹا دیتی ہے"۔(یعنی اس کی نحوست سے اس سودے کی برکت ختم ہو جاتی ہے)۔

باب الشفعة

یہ باب شفعہ کے بیان میں ہے

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

شفعہ لغت میں ملانے اور جفت بنانے کو کہتے ہیں اصطلاح فقہ میں پڑوس وشراکت کی بنیاد پر دوسرے کی زمین یا مکان کو اپنی زمین یا مکان کے ساتھ ملانے کے حق کو شفعہ کہتے ہیں جس شخص کو یہ حق حاصل ہوتا ہے اس کو شفیع کہتے ہیں اور اس حق کا نام شفعہ ہے۔ اسلام ایک کامل مکمل بلکہ اکمل دین ہے یہ انسانی معاشرہ کے ہر پہلو پر محیط ہے اور انسانوں کے مسائل کا پورا پورا حل پیش کرتا ہے اسلام امن وآشتی اور محبت ومروت پر مبنی معاشرہ تشکیل دیتا ہے محلوں میں لوگوں کا پڑوس انسانی زندگی کا سب سے حساس مسئلہ ہے اگر پڑوس سے کسی کو خطرہ ہو تو وہ آدمی نہ کاروبار کر سکتا ہے نہ سروس کر سکتا ہے بلکہ وہ اپنے گھر کا چوکیدار بن کر رہ جائے گا اور اس کی معاشرتی زندگی تباہ ہو جائے گی اس لئے اسلام نے انسانوں کو خواہ مسلم ہو یا ذمی ہو شفعہ کا حق دیا ہے تاکہ ان کے پڑوس میں ان کے مزاج کے خلاف کوئی آدمی نہ آسکے اسی دفع ضرر کے پیش نظر امت کا اس پر اجماع ہے کہ شفعہ ایک جائز حق ہے البتہ اس کی تفصیلات میں فقہاء کا کچھ اختلاف ہے۔

شفعہ کا حق کن اشیاء میں ہے؟

احناف وشوافع اور جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شفعہ کا حق صرف غیر منقولہ اشیاء میں ہوتا ہے منقولہ اشیاء میں شفعہ کا حق نہیں ہے یہ حضرات ان تمام احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں دار عقار اور حائط جیسے الفاظ آئے ہیں جو غیر منقولہ اشیاء ہیں بلکہ بعض روایات

میں ان اشیاء کے علاوہ دیگر اشیاء کی نفی موجود ہے جیسے لا شفعة الا فی دار او عقار۔

بعض حضرات کے نزدیک منقولہ اشیاء میں بھی حق شفعہ حاصل ہوتا ہے ان حضرات نے حضرت ابن عباس کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں "الشفعة فی کل شیء" (ترمذی) جمہور اس کا جواب یہی دیتے ہیں کہ یہ کل حقیقی افرادی نہیں ہے بلکہ کل مجموعی اضافی ہے جس سے غیر منقولہ اشیاء زمین وغیرہ مراد ہیں۔

اقسام شفعہ میں فقہاء کا اختلاف

امام مالکؒ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک حق شفعہ صرف شریک فی نفس المبیع کو ہوتا ہے ہمسایہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

ائمہ احناف کے نزدیک ہمسایہ کو شفعہ کا حق حاصل ہے کیونکہ تین قسم کے لوگوں کو شفعہ کا حق ملتا ہے اول شریک فی نفس المبیع کو شفعہ کا حق حاصل ہے یعنی بیچی جانے والی زمین یا مکان میں دونوں شریک ہوں۔ دوم شریک فی موافق المبیع کو شفعہ کا حق حاصل ہے یعنی بیچی جانے والی زمین اور مکان میں تو شریک نہیں لیکن زمین و مکان کے راستہ اور پانی وغیرہ حقوق و منافع میں دونوں شریک ہوں سوم حق الجار ہے کہ پڑوس کی وجہ سے شفعہ کا حق حاصل ہے ان تین درجات میں شفعہ کی ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے شفعہ کا حق نفس مبیع میں شریک کو ملے گا اگر وہ شفعہ نہ کرے تو پھر منافع مبیع میں جو شریک ہے اس کو شفعہ کا حق ملے گا اگر وہ بھی دست بردار ہو جائے تو پھر پڑوسی کو شفعہ کا حق ملے گا احناف پڑوسی کو حق شفعہ دینے کے قائل ہیں جمہور اس کا انکار کرتے ہیں۔

دلائل

جمہور نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب شراکت ختم ہو جائے مشترک چیز تقسیم ہو جائے راستے الگ الگ ہو جائیں تو پھر شفعہ نہیں یعنی پڑوس کا کوئی اعتبار نہیں ہے ملکیت کا اعتبار ہے بخاری کی اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن جابر قال قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالشفعة فی کل ما لم یقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة (بخاری)

ائمہ احناف کے پاس بہت دلائل ہیں الجار احق بسقبہ (رواہ البخاری) سے احناف نے استدلال کیا ہے اسی طرح حضرت جابرؓ کی حدیث سے بھی احناف نے استدلال کیا ہے الفاظ یہ ہیں الجار احق بشفعته ینتظر بھا وان کان غائبا اذا کان طریقھما واحد (رواہ الترمذی) یہ واضح تر احادیث ہیں اس لئے جمہور کے لئے گنجائش نہیں کہ اس کو نظر انداز کرے ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے جو احناف کی دلیل ہے (ترمذی ج ۱ ص ۲۵۲)

جواب

جمہور نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے احناف اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حق الجار میں شفعہ کی نفی نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ تقسیم کے بعد نفس المبیع میں شفعہ کا حق ختم ہو جاتا ہے حق الجار کے شفعہ کے حق کی نفی نہیں ہے یعنی محدود نفی ہے عام نفی نہیں ہے۔

٤١٢٤ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ لَهُ شَرِيكٌ فِي رَبْعَةٍ، أَوْ نَخْلٍ، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يُؤْذِنَ شَرِيكَهُ، فَإِنْ رَضِيَ أَخَذَ، وَإِنْ كَرِهَ تَرَكَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کا کوئی شریک ہو کسی زمین یا باغ میں تو جب تک کہ وہ اپنے شریک کو اطلاع نہ دیدے اسے اپنا حصہ فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر اگر وہ لینا چاہے تو لے لے اور اگر ناپسند ہو تو چھوڑ دے''۔

تشریح:-

''ربعة'' یہ لفظ زمین اور مکان دونوں پر بولا جاتا ہے''اور حائط'' باغ کو کہتے ہیں ربعة اور حائط دونوں کے الفاظ شرکة سے بدل ہے اس لئے مجرور ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای هی ربعة الخ

''یـؤذن ''ایذان سے ہے اطلاع واعلان کے معنی میں ہے یعنی ایک ساتھی اپنا حصہ بیچنا چاہے تو ان کو چاہئے کہ اپنے شریک ساتھی کو فروختگی کی اطلاع کرے اگر اطلاع نہ کیا تو اس کا شریک شفعہ کا حق رکھے گا اگر اطلاع کے وقت ساتھی نے فوراً شفعہ کا دعویٰ نہ کیا یا انکار کیا تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا حکومت پاکستان کے قانون میں چھ ماہ کی مہلت ہے پھر شفعہ کا حق نہیں رہتا ہے۔ پاکستان میں ایبٹ آباد اور اس سے ملحقہ علاقوں میں لوگوں نے شفعہ کو مخلوق خدا کو تنگ کرنے کا ذریعہ بنایا ہے خواہ مخواہ شفعہ کرتے ہیں۔ اور مشتری کو عدالت کے ذریعہ تنگ کر کے پیسہ وصول کرتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ منقولہ اشیاء میں شفعہ نہیں ہوتا ہے غیر منقولہ اراضی اور مکانات میں ہوتا ہے۔''فـان رضـی ''یعنی اگر پڑوسی راضی ہو گیا تو بیچنے والے سے زمین خود لے لے ورنہ چھوڑ دے پھر شفعہ کا حق نہیں ہوگا۔ اگلی روایت میں ''فـان ابـی '' کا لفظ آیا ہے یعنی اگر بیچنے والے نے شریک کے اطلاع کرنے سے انکار کیا اور اس پر زمین فروخت کے لئے پیش نہیں کیا اور بیچ دیا تو اب اس کا شریک اس زمین کا زیادہ حق دار ہے یہاں تک کہ اس کو اطلاع ہو جائے اور وہ نہ لے تو پھر حق دار نہیں ہے یعنی اب شفعہ کا حق نہیں رہے گا۔

٤١٢٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ، قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ شِرْكَةٍ لَمْ تُقْسَمْ، رَبْعَةٍ أَوْ حَائِطٍ، لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يُؤْذِنَ شَرِيكَهُ، فَإِنْ شَاءَ أَخَذَ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ، فَإِذَا بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا ہے حق شفعہ کا ہر اس شراکت میں جسے تقسیم نہ کیا جاسکتا ہو کسی زمین یا باغ کی شراکت میں۔ ایک شریک کو جائز نہیں کہ وہ اپنے شریک کو اطلاع دیئے بغیر فروخت کردے۔ پھر اگر دوسرا شریک چاہے تو خود ہی لے لے اور جو چاہے تو چھوڑ دے۔ اور جس نے شریک کو بغیر اطلاع دیئے فروخت کردیا تو وہ شریک اس کا زیادہ حقدار ہے (کہ اس خریدار سے اسی قیمت پر خود لے لے حق شفعہ استعمال کرتے ہوئے)۔

٤١٢٦ ـ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شِرْكٍ، فِي أَرْضٍ، أَوْ رَبْعٍ، أَوْ حَائِطٍ، لَا يَصْلُحُ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يَعْرِضَ عَلَى شَرِيكِهِ، فَيَأْخُذَ أَوْ يَدَعَ، فَإِنْ أَبَى، فَشَرِيكُهُ أَحَقُّ بِهِ حَتَّى يُؤْذِنَهُ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حق شفعہ ہر شرکت میں ہوتا ہے زمین میں، گھر میں اور باغ میں، ایک شریک کے لئے درست نہیں کہ وہ (اپنا حصہ) فروخت کرے حتی کہ اسے اپنے دوسرے شریک کے سامنے پیش کرے، پھر وہ (چاہے) تو خود لے لے یا (چاہے) تو چھوڑ دے۔ پھر اگر وہ انکار کردے تو دوسرا شریک اس کا زیادہ مستحق ہے یہاں تک کہ اس کو اطلاع ہوجائے''۔

باب غرز الخشب في جدار الجار

پڑوسی کی دیوار میں چھت کا شہتیر گاڑنا

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

٤١٢٧ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَمْنَعْ أَحَدُكُمْ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ، قَالَ: ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَا لِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ، وَاللهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی اپنے ہمسایہ کو اپنی دیوار

میں چھت کی لکڑی گاڑنے سے روکے نہیں"۔ اس کے بعد ابو ہریرہؓ نے فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں تم لوگوں کو اس حکم سے غفلت برتتے ہوئے دیکھتا ہوں، اللہ کی قسم! میں اسے تمہارے درمیان کرتا رہوں گا (یعنی تم اس حدیث سے جی چراتے ہو لیکن میں یہ حدیث بیان کرتا رہوں گا)۔

تشریح:

"لا یمنع احدکم " یعنی چھت کا شہتیر پڑوسی کی دیوار پر ایک پڑوسی رکھنا چاہتا ہے تو اس کو روکنا نہیں چاہئے اس مسئلہ کا پس منظر اس طرح ہے کہ بعض مکانات میں ایک دیوار کے ساتھ دو پڑوسیوں کے مکانات ہوتے ہیں کبھی بیچ کی دیوار دونوں میں مشترک ہوتی ہے اور کبھی ایک پڑوسی کی ملکیت میں ہوتی ہے اس صورت میں اگر دوسرا پڑوسی اس پر اپنی چھت کی لکڑی رکھنا چاہتا ہے تو اس حدیث میں حکم ہے کہ اس دیوار کا مالک اس کو منع نہ کرے علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب دیوار وغیرہ کو نقصان نہیں پہنچتا ہو اگر نقصان پہنچتا ہو تو پھر منع کرسکتا ہے۔

فقہاء کرام میں سے امام احمد بن حنبل اور عام محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث کا یہ حکم وجوب کے لئے ہے کہ منع کرنا منع ہے لیکن امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحباب کے طور پر ہے کیونکہ ایک صحیح اور صریح حدیث میں ہے کہ لا یحل مال امرأ الا بطیب نفس منه (مشکوۃ) "مالی اراکم "یعنی میں تم کو کیوں دیکھتا ہوں کہ تم اس حکم سے اعراض کرتے ہو اور اس کو بوجھ محسوس کرتے ہو اس جملہ سے بھی معلوم ہو گیا کہ یہ استحبابی حکم تھا ورنہ واجب حکم سے کوئی اعراض نہیں کرسکتا تھا خاص صحابہ اور تابعین کے مبارک دور کے لوگوں کے متعلق یہ خیال نہیں ہوسکتا ہے۔ "بین اکتافکم "اس جملے کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ میں اس سنت کا اعلان کھل کر کروں گا اور تم پر حجت قائم کروں گا "هی کنایة عن الجهر بهذه السنة واقامة الحجة علی الناس باعلانها "(منۃ المنعم) اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ میں اس حکم کو ضرور بضرور تم پر نافذ کروں گا تم چاہو یا نہ چاہو میں جبراً وقہراً تم پر یہ قانون جاری کروں گا کیونکہ میں اس وقت مدینہ کا گورنر ہوں میں اس طرح کرسکتا ہوں ای لاجعلن تلک الخشبة بین اکتافکم واجراء هذه السنة وتنفیذها قهرا وکرها وکان ابو هریرة اذذاک امیراً

۴۱۲۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، ح وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

حضرت زہیر رحمۃ اللہ علیہ سے ان اسناد کے ساتھ سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

باب تحریم غصب الارض

کسی کی زمین غصب کرنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۴۱۲۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، طَوَّقَهُ اللهُ إِيَّاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی کی زمین میں سے بالشت بھر بھی ظلماً چھینی اللہ تعالی اس ظلم کی وجہ سے قیامت کے روز اسے سات زمینوں کا طوق پہنائیں گے

تشریح:

"غصب" لغت میں چھیننے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں بطور ظلم وزبردستی کسی کا مال چھیننے کا نام غصب ہے اس میں چھیننے والا غاصب ہوتا ہے جس سے چھینا گیا ہو وہ مغصوب ہوتا ہے اور غصب شدہ مال کو مغصوب کہتے ہیں۔

"سبع ارضین" یعنی سات زمینوں میں سے اتنا ہی حصہ اس غاصب کے گلے میں بطور طوق ڈالا جائے گا اس جملہ کے دو مفہوم ہیں پہلا مفہوم یہ ہے کہ سات زمینوں میں سے بمقدار غصب کاٹ کر غاصب کے گلے میں طوق کر دیا جائے گا۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ غاصب کو غصب کردہ زمین میں ساتویں زمین نیچے تک دھنسایا جائے گا تو غصب کردہ حصہ اس شخص کے گلے کا طوق بنے گا اور اس کو جکڑ لے گا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ غاصب کو زمین اٹھانے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس حدیث سے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ غصب ایک بڑا جرم ہے اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے اس میں ہر شخص کے مال وجان کی حفاظت ہے لہذا اس میں غصب کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ خواہ ایک بالشت زمین ہو یا اس سے بھی کم ہو یا کوئی اور چیز ہو جس میں ظلم ہو رہا ہو۔

۴۱۳۰۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، أَنَّ أَرْوَى خَاصَمَتْهُ فِي بَعْضِ دَارِهِ، فَقَالَ: دَعُوهَا وَإِيَّاهَا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ، طُوِّقَهُ فِي سَبْعِ أَرَضِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اللَّهُمَّ، إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَأَعْمِ بَصَرَهَا، وَاجْعَلْ قَبْرَهَا فِي دَارِهَا، قَالَ: فَرَأَيْتُهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُولُ: أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، فَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِي فِي الدَّارِ مَرَّتْ عَلَى بِئْرٍ فِي الدَّارِ

فَوَقَعَتْ فِيهَا، فَكَانَتْ قَبْرَهَا۔

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اروی بنت اویس ان سے مکان کے معاملہ میں لڑائی (اور جھگڑا کیا) تو انہوں نے فرمایا کہ: اسے چھوڑ دو اور جو (یہ جھوٹا دعویٰ کر رہی ہے) وہ اسے ہی دیدو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ: جس نے کسی کی بالشت بھر زمین بھی ناحق حاصل کی، قیامت کے روز اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے اور اس کی قبر اس کے گھر ہی میں بنا دے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اندھی ہو چکی ہے دیوار ٹٹول ٹٹول کر چلتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے سعیدؓ بن زید کی بددعا لگ گئی ہے۔ ایک روز وہ اپنے گھر میں چل رہی تھی کہ گھر میں واقع ایک کنویں پر سے گزری تو اس میں گر کر مرگئی اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔

تشریح:

''سعید بن زید'' یہ شان والے صحابی ہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں انہوں نے زمین کے کسی ٹکڑے کے غصب کرنے سے متعلق تفصیل سے حدیث بیان فرمائی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے ساتھ ایک معاملہ پیش آیا تھا جو زیر بحث حدیث میں مذکور ہے وہ یہ کہ ایک بوڑھی عورت تھی جس کا نام اروی تھا اس نے حضرت سعید بن زید کے گھر پر دعویٰ کیا کہ اس میں سعید نے میری زمین دبالی ہے اس نے زمین لوٹانے کا مطالبہ کیا اور قریش کے معززین کا ایک وفد بھی حضرت سعید کے پاس بھیجا اور اگلی روایت میں ہے کہ اس نے مروان کی عدالت میں کیس بھی کر دیا چنانچہ مروان نے حضرت سعید کو بلالیا حضرت سعید بن زید نے مروان بن حکم سے کہا کہ کیا میں کسی کی زمین غصب کر سکتا ہوں جب کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود حدیث سنی ہے مروان نے کہا کونسی حدیث ہے؟ حضرت سعید نے یہ حدیث بیان فرمائی تو مروان نے کہا اس حدیث کے بعد آپ سے کچھ ثبوت نہیں مانگوں گا بہر حال حضرت سعید نے زمین واپس نہیں لی زمین اور گھر دونوں اس عورت کے حوالہ کر دیا اور اس کے لئے بددعاء کی کیونکہ یہ عورت ظالمہ تھی اور ظالم کے لئے بددعاء جائز ہے چنانچہ وہ عورت برباد ہوگئی اسی زمین کے کنوئیں میں گر گئی وہیں اس کی قبر بن گئی۔

۴۱۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ أَرْوَى بِنْتَ أُوَيْسٍ، ادَّعَتْ عَلَى سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَخَذَ شَيْئًا مِنْ أَرْضِهَا، فَخَاصَمَتْهُ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، فَقَالَ سَعِيدٌ: أَنَا كُنْتُ آخُذُ مِنْ أَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِي سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: وَمَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، طُوِّقَهُ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ، فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: لَا أَسْأَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هَذَا، فَقَالَ: اللَّهُمَّ، إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَعَمِّ بَصَرَهَا، وَاقْتُلْهَا فِي

أَرْضِهَا، قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتَّى ذَهَبَ بَصَرُهَا، ثُمَّ بَيْنَا هِيَ تَمْشِي فِي أَرْضِهَا، إِذْ وَقَعَتْ فِي حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ.

حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ اروی بنت اویس نے حضرت سعید بن زید پر دعویٰ کردیا کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین غصب کرلی ہے اور یہ مقدمہ مروان بن الحکم کے پاس لے گئی (جو حکمران تھا مدینہ طیبہ کا بنوامیہ کے دور میں) حضرت سعیدؓ نے فرمایا کہ: میں اس کی زمین پر قبضہ کروں گا؟ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سننے کے بعد بھی؟ مروان نے کہا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ: ''جس نے بالشت بھر زمین بھی کسی کی تنہا حاصل کرلی قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ مروان نے کہا اس کے بعد آپ سے کسی گواہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔ تو سعیدؓ نے فرمایا! اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی بینائی زائل کرکے اندھا کردے اور اسے اس کی زمین میں ہی قتل کردے۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ جب تک اس کی بینائی ختم نہ ہوگئی اسے موت نہیں آئی اور پھر اسی اندھے پن کی حالت میں اپنی زمین پر چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر کر مرگئی۔

۴۱۳۲۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ.

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ: ''جس نے کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً غصب کرلی، قیامت کے روز اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا''۔

۴۱۳۳۔وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ، إِلَّا طَوَّقَهُ اللهُ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شخص کسی کی زمین بالشت برابر بھی ناحق نہ لے، ورنہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے سات زمینوں کا طوق پہنائیں گے''۔

۴۱۳۴۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا حَرْبٌ وَهُوَ ابْنُ شَدَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ، حَدَّثَهُ، وَكَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمِهِ خُصُومَةٌ فِي أَرْضٍ، وَأَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الْأَرْضَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ، طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ،

حضرت محمد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت ابوسلمہؓ نے ان سے یہ حدیث بیان کی اور ان کا اپنی قوم سے کسی زمین کا جھگڑا چل رہا تھا اور اسی بارے میں وہ (معلوم کرنے کے لئے) حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تھے تو انہوں نے ابو سلمہؓ سے بیان کیا اور کہا کہ اے ابوسلمہ! اس زمین سے اجتناب ہی کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس نے ایک بالشت کے برابر زمین بھی کسی پر ظلم کیا اسے سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا''۔

۴۱۳۵۔ وحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ، أَخْبَرَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ، حَدَّثَهُ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر خدمت ہوئے (بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی)۔

باب قدر الطريق اذا اختلفوا فيه

گلیوں میں اختلاف کی صورت میں راستہ کی مقدار

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

۴۱۳۶۔ حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِي الطَّرِيقِ، جُعِلَ عَرْضُهُ سَبْعَ أَذْرُعٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب راستہ کے متعلق تمہارے اندر اختلاف ہو جائے تو اس کا عرض (چوڑائی) سات ہاتھ رکھ دیا جائے''۔

تشریح:

''فاذا اختلفتم'' مطلب یہ ہے کہ اگر کسی محلہ میں یا مشترکہ زمین میں یا خالی علاقے میں تعمیرات کا سلسلہ شروع ہو جائے تو درمیان میں راستہ اور سڑک چھوڑنے کے لئے آپس کا مشورہ اور اتحاد کر کے راستہ چھوڑ دینا چاہئے لیکن اگر لوگوں کا آپس میں اپنے مشوروں میں اختلاف ہو جائے تو پھر ضابطہ کے تحت وہی حکم نافذ کیا جائے گا جو اس حدیث میں ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ سات ذراع راستہ چھوڑ دینا چاہئے شرعی ذراع ایک ہاتھ کے برابر ہوتا ہے جو کہنی سے انگلیوں تک ہے شرعی ذراع ایک فٹ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ اس حدیث سے شہروں کے نقشوں اور بلدیاتی ضابطوں کے لئے بنیاد فراہم ہو جاتی ہے سات ذراع کی حد ایک ضابطہ ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر راستہ اس سے زیادہ ہو تو اس کو کوئی آ کر قبضہ کر لے اس طرح قبضہ کرنا جائز نہیں ہے۔

کتاب الفرائض

میراث کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾

فرائض جمع ہے اس کا مفرد فریضۃ ہے فریضۃ فرض سے مشتق ہے جو قطع اور کاٹنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور مقدر ومقرر کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے یہاں الفرائض سے علم المیراث مراد ہے جس کی اصطلاحی تعریف اس طرح ہے "المقدرات الشرعیۃ فی المتروکات المالیۃ" یعنی میراث کا وہ حصہ جو قرآن وحدیث نے مقرر کیا ہے۔ قرآن میں اس کو فریضہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور حدیث میں ہے "وافرضکم زید" ای اعلمکم بعلم المیراث" اسی لئے اس علم کو علم الفرائض کہتے ہیں۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ میت کے ترکہ کے ساتھ چار حقوق متعلق ہوتے ہیں اس کی ترتیب اس طرح ہے۔

(۱) سب سے پہلے میت کی تجہیز وتکفین ہے اس پر جو خرچ آتا ہے وہ قرض سے مقدم ہے۔

(۲) تجہیز وتکفین کے بعد اگر میت کے ذمہ کسی کا قرض ہو یا کوئی مطالبہ ہو اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

(۳) اس کے بعد جو مال بچا تو پھر اس میں سے تہائی حصہ میں میت کی وصیت جاری ہوگی اگر اس نے وصیت کی ہو۔

(۴) اس کے بعد جو مال بچا تو وہ سب کے سب میت کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ میراث کی تقسیم کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے ذوی الفروض کو ان کے مقرر کردہ حصے دیے جائیں ذوی الفروض کل بارہ ہیں۔ میت کے ترکہ میں سے ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ عصبات میں تقسیم ہوگا ذوی الفروض پہلے درجہ کے وارث ہیں اور عصبات دوسرے درجہ کے وارث ہیں۔ اب اگر کسی میت کے وارثوں میں نہ تو ذوی الفروض موجود ہوں نہ عصبات موجود ہوں تو پھر اس کا ترکہ ذوی الارحام میں تقسیم کیا جائے گا گویا ذوی الارحام وراثت کا تیسرا درجہ ہے اول درجہ ذوی الفروض کا ہے دوسرا درجہ عصبات کا ہے اور تیسرا درجہ ذوی الارحام کا ہے احناف اور حنابلہ میراث میں اسی ترتیب کے ساتھ ذوی الارحام کے حق کے قائل ہیں۔

موانع میراث چار ہیں (۱) اول غلامی ہے غلام نہ کسی کا وارث ہوسکتا ہے اور نہ کوئی اس کا وارث ہوسکتا ہے کیونکہ غلام شرعی طور پر کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا ہے (۲) دوسری چیز ناحق قتل ہے اگر کوئی وارث اپنے مورث کو قتل کرتا ہے تو شرعاً قاتل میراث سے محروم ہوجاتا ہے۔ (۳) اختلاف مذہب دو مذہبوں کا اختلاف ہر ایک کو دوسرے مذہب والے کی میراث سے محروم کردیتا ہے مثلاً مسلمان اور یہودی یا عیسائی یا قادیانی رافضی۔ (۴) اختلاف دارین یعنی میت اور وارث کے ملک ووطن کا مختلف ہونا میراث سے محروم کردیتا ہے مثلاً ایک شخص دارالاسلام میں رہتا ہے اور دوسرا دارالحرب میں رہتا ہے تو دونوں ایک دوسرے کی میراث سے محروم رہیں گے لیکن یہ حکم غیر مسلم

کے لئے ہے مسلم وارث اور مورث میں اختلاف دارین کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا صریح حکم ہے کہ عورتوں کا میراث میں حق ہے اگرچہ آج کل اکثر مسلمان اس حکم کو نظر انداز کرتے ہیں قیامت میں حساب ہوگا۔

باب لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم

نہ مسلمان کافر کا وارث ہوسکتا ہے اور نہ کافر مسلمان کا

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے

۴۱۳۷۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان کافر اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا''۔

تشریح:

''لا یرث المسلم الکافر '' علامہ نووی اور دیگر علماء نے لکھا ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا ہے مثلاً قادیانی اپنے مسلمان باپ کا وارث نہیں ہوسکتا، اب رہ گیا یہ مسئلہ کہ کیا ایک مسلمان کسی کافر کا وارث ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے ائمہ اربعہ اور جمہور علما کے نزدیک مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوسکتا ہے جس طرح زیر بحث حدیث میں ہے کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہوسکتا ہے اور نہ مسلمان کافر کا وارث ہوسکتا ہے۔ لیکن حضرت معاذؓ اور بعض تابعین جیسے سعید بن میسب اور ابراہیم نخعی کے نزدیک مسلمان کافر کا وارث ہوسکتا ہے زیر بحث حدیث جمہور کی دلیل ہے۔ اب مسئلہ مرتد کے مال کا ہے کہ اس کا وارث کون ہوگا تو امام شافعی مالک واحمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک مرتد کا حالت اسلام میں کمایا ہوا سارا مال بیت المال میں جائیگا بیت المال اس کا وارث ہے۔ دوسرا قول صاحبین کا ہے کہ جو مال بھی مرتد کا ہے خواہ اسلام کی حالت میں کمایا ہے یا ارتداد کے وقت کمایا ہے سارا مال اس کے ورثاء کا حق ہے۔ تیسرا قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حالت اسلام میں کمایا ہوا مال ورثاء کا ہے اور حالت ارتداد کے وقت کمایا ہوا مال بیت المال کا ہے۔

باب الحقوا الفرائض باھلھا

حصۂ میراث صاحبِ حق کو پہنچاؤ

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۱۳۸۔حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ وَهُوَ النَّرْسِيُّ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حصہ والوں کو ان کے حصے دیدو، پھر جو بچے وہ اس شخص کا ہے جو میت کے زیادہ قریب ہے''۔

تشریح:

''الفرائض باھلھا'' فرائض جمع ہے اس کا مفرد فریضۃ ہے فریضہ اصحاب الفروض کے حصۂ میراث کو کہتے ہیں ذوی الفروض ان افراد کو کہتے ہیں جن کے لئے قرآن عظیم نے الگ الگ حصے مقرر کیے ہیں ذوی الفروض بارہ ہیں۔

''الحقو الفرائض'' یہ جمع ہے اس کا مفرد فریضہ ہے یہاں فریضہ سے مراد میراث کا وہ حصہ ہے جو ذوی الفروض کو ملتا ہے پھر فرائض کا اطلاق مطلق میراث پر بھی ہونے لگا۔

وارثوں کی تین قسمیں ہیں (۱) ذوی الفروض (۲) عصبات (۳) ذوی الارحام۔ ذوی الفروض وہ وارث ہیں جن کا حصۂ میراث قرآن وحدیث یا اجماع امت سے مقرر کیا گیا ہو عصبات یہ عصبۃ کی جمع ہے اس وارث کو کہتے ہیں جو ذوی الفروض سے بچے ہوئے باقی ماندہ مال کا مستحق ہوتا ہے ذوی الارحام اس وارث کو کہتے ہیں جو ذوی الفروض اور عصبات کے علاوہ ہوتا ہے۔ ذوی الفروض کی کل تعداد بارہ ہے جن میں چار مرد اور آٹھ عورتیں شامل ہیں، چنانچہ چار مردوں کی تفصیل اس طرح ہے (۱) میت کا باپ (۲) میت کا دادا (۳) میت کا اخیافی بھائی یعنی ماں شریک بھائی (۴) میت کا شوہر۔

ذوی الفروض میں سے آٹھ عورتوں کی تفصیل اس طرح ہے

(۱) میت کی بیوی (۲) میت کی بیٹی (۳) میت کی پوتی (۴) میت کی عینی بہن یعنی ماں باپ شریک بہن (۵) میت کی علاتی بہن یعنی باپ شریک بہن (۶) اخیافی بہن یعنی ماں شریک بہن (۷) میت کی ماں (۸) میت کی جدۂ صحیحہ۔

''باھلھا'' یعنی فرائض کے یہ حصے ان کے مستحقین اصحاب فرائض کو دیدو۔ قرآن عظیم میں مذکور یہ حصے کل چھ ہیں (۱) نصف (۲) ربع (۳) ثمن (۴) ثلثان (۵) ثلث (۶) سدس۔ حدیث مذکور میں اسی تفصیل کی طرف اشارہ ہے مزید تفصیل سراجی میں ہے۔

"فما بقی" "یعنی ذوی الفروض سے جو مال بچ گیا: اقرب عصبات کو ملے گا قریبی عصبہ کی موجودگی میں بعید عصبہ کو کچھ نہیں ملے گا وہ حاجب ہے "اولی" "یعنی اقرب اور قریب تر مراد ہے۔

"رجل ذکر"

سوال: ۔یہاں یہ اعتراض ہے کہ "رجل" کے ذکر کرنے کے بعد ذکر کا ذکر کرنا بے موقع ہے کیونکہ رجل مذکر ہی ہوتا ہے۔

جواب: اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ رجل کا اطلاق عموماً بالغ مرد پر ہوتا ہے حالانکہ میراث کا تعلق چھوٹے بچوں سے بھی ہوتا ہے اس وہم کو دور کرنے کے لئے رجل کے بعد ذکر کی تاکید اور وضاحت کردی گئی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ذکر کے لفظ بڑھانے سے خنثیٰ سے احتراز مقصود ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ صرف تاکید کے لئے ہے۔

۴۱۳۹۔حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "حصہ والوں کو ان کے حصے دیدو اور ذوی الفروض جو مال چھوڑ دیں تو وہ اس شخص کا ہے جو میت کے زیادہ قریب ہے۔

۴۱۴۰۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ، قَالَ إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا، وَقَالَ الْآخَرَانِ:أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللهِ، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سارا مال (میراث) حصہ والوں کے درمیان تقسیم کردو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی بیان کردہ تقسیم کے مطابق، پھر جو مال بچ جائے تو وہ اس شخص کا ہے جو میت سے زیادہ قریب ہے (رشتہ داری کے اعتبار سے)

۴۱۴۱۔وحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَبُو كُرَيْبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ وُهَيْبٍ، وَرَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ

حضرت وہیب رحمہ اللہ اور روح بن قاسم کی روایت کی طرح ان اسناد سے بھی حدیث مروی ہے

باب میراث الکلالۃ

کلالہ کی میراث کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۴۱۴۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: مَرِضْتُ فَأَتَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ يَعُودَانِي مَاشِيَيْنِ، فَأُغْمِيَ عَلَيَّ، فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ صَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ، فَأَفَقْتُ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ أَقْضِي فِي مَالِي؟ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا، حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ).

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میں بیمار پڑ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر دونوں پیدل چلتے ہوئے میری عیادت کے لئے تشریف لائے، مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر بہا دیا جس کی وجہ سے مجھے بے ہوشی سے افاقہ ہوگیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے مال میں کیسے فیصلہ کروں؟ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتی کہ آیت میراث (یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ) نازل ہوگئی"۔

تشریح:

"ماشیین" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر دونوں میری عیادت کے لئے آرہے تھے اس حال میں کہ دونوں پیدل تھے یعنی یعودانی سے حال واقع ہے مسلم شریف کا ایک نسخہ ماشیان بھی ہے وہ مرفوع ہے اور خبر واقع ہے اس کی مبتدا "وھما" ہے جو محذوف ہے ای وھما ماشیان دونوں نسخے صحیح ہیں۔ "من وضوئه" اس میں واؤ پر زبر ہے وضو سے بچا ہوا پانی مراد ہے۔

"فافقت" یعنی میں بیہوشی سے ہوش میں آگیا "کیف اقضی فی مالی" حضرت جابر چونکہ بے ہوش ہوگئے تھے تو ان کا خیال آیا کہ میں اس مرض میں فوت نہ ہو جاؤں اس لئے اپنے مال کی میراث کے متعلق سوال کیا کیونکہ یہ کلالہ تھے اس لئے بھی میراث کی تقسیم کی فکر زیادہ تھی "نزلت اية الميراث" یعنی میراث کی آیت نازل ہوگئی اور مسئلہ حل ہوگیا۔

سوال: یہاں ایک بنیادی سوال ہے وہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے بارے میں آیت نازل ہوگئی اور جب آیت کا ذکر فرمایا تو ایک جگہ "یستفتونک قل الله یفتیکم فی الکلالة" سورۃ النساء سورت نساء کی آیت ۱۷۶ کا ذکر کیا اور دوسری جگہ یوصیکم الله فی اولادکم سورت نساء کی آیت ۱۱ کا ذکر کیا یہ واضح تعارض ہے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس کا جواب شارحین نے یہ دیا ہے کہ حضرت جابر نے صرف اتنا کہا کہ میرے بارے میں میراث کی آیت نازل ہوگئی انہوں نے کسی آیت کو نہ پڑھا ہے اور نہ نشاندہی کی ہے آگے اس کی تفسیر وتفصیل میں حضرت جابر کی روایت کے نقل کرنے والوں میں ایک سفیان بن عیینہ کا نام آتا ہے اور ایک ابن جریج کا نام آتا ہے دونوں نے محمد بن منکدر اور اس نے حضرت جابر سے روایت نقل کی ہے، اب سفیان بن عیینہ اور ابن جریج نے آیتوں کے نقل کرنے میں اختلاف کیا ہے ابن عیینہ نے یستفتونک والی آیت نقل کردی اور اسی کو آیت میراث سمجھ لیا اس میں کلالہ کا ذکر واضح طور پر موجود ہے شیخ ابن جریج نے یوصیکم اللہ والی آیت نقل کردی اس نے اس کو میراث والی آیت سمجھ لیا اس میں بھی آگے جاکر دوسری آیت میں کلالہ کا ذکر ہے لیکن شارحین کہتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ کی روایت کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ اس میں براہ راست کلالہ کا بیان ہے جو حضرت جابر کی حالت سے وابستہ ہے کیونکہ اس میں جن بہنوں کا بیان ہے وہ سگی بہنیں ہیں اور حضرت جابر کی سگی بہنیں تھیں اس کے برعکس ابن جریج نے جس آیت کو ذکر کیا ہے اس میں کلالہ کی سگی بہنوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ وہاں شریک بہنوں کا حکم ہے خلاصہ یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ کی نقل کردہ آیت ورروایت راجح ہے لہذا تعارض نہیں ہے۔

کلالہ کی تعریف

کلالہ کے مفہوم اور تعیین میں علماء کے چند اقوال ہیں۔

(۱) پہلا قول جمہور کا ہے وہ یہ کہ کلالہ اس مورث اور میت کو کہتے ہیں جس کا نہ کوئی والد حیات ہو اور نہ کوئی ولد اولاد ہو ای لا یکون للمیت ولد ولا والد جمہور کے نزدیک اسی کو کلالہ کہتے ہیں اس کے بھائی اس کے وارث ہوں گے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ کلالہ اس طرح میت کے وارثوں کو کہتے ہیں جو ان کے بہن بھائی ہوتے ہیں اس حدیث میں "انما یرثنی کلالۃ" کے الفاظ سے لوگوں نے یہ مطلب لیا ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس طرح میت کے مال کو کلالہ کہتے ہیں پہلا قول راجح بلکہ متعین ہے لفظ کلالہ کے مبدأ اشتقاق میں بھی اختلاف ہے بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ یہ "کـــل" سے مشتق ہے جو بوجھ اور تھکاوٹ کے معنی میں ہے جس میں کمزوری کی طرف اشارہ ہے اور کلالہ اکیلے ہونے کی وجہ سے گویا کمزور بھی ہے اور تھکا ہوا بھی ہے اور لوگوں پر بوجھ بھی ہے اور اس کا نسب اتنا عاجز آگیا کہ آگے نہیں بڑھ سکا عربی عبارت اس طرح ہے "وقیل من الکل وھو الاعیاء والتعب سمی بذلک لان نسبه کل، وتعب فلم یجاوزہ الی ما بعدہ" بعض اہل لغت نے کلالہ کو "تکلل" سے مشتق مانا ہے جو احاطہ کے معنی میں ہے "ای ھوا حاطہ الشیء باطرافہ" مناسبت یہ ہے کہ کلالہ کے ورثہ نے بھی اس کے اطراف کو گھیر رکھا ہے اوپر نیچے کوئی نہیں اطراف میں بھائی بہن ہیں۔

۱٤٤۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ،

قَالَ:أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ:عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ فِي بَنِي سَلِمَةَ يَمْشِيَانِ، فَوَجَدَنِي لَا أَعْقِلُ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ مِنْهُ، فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَنَزَلَتْ:(يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے بنو سلمہ میں میری عیادت فرمائی دونوں حضرات پیدل چل کر تشریف لائے تو مجھے بے ہوش پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور وضو کیا پھر کچھ پانی کے چھینٹے مجھ پر مارے جس سے (آپ کی برکت سے) مجھے افاقہ ہو گیا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اپنے مال میں کیا کروں؟ اس موقع پر آیتِ میراث (یُوصِیکُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ) نازل ہو گئی۔

۱۴۴۴ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ:سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ:عَادَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا مَرِيضٌ، وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ مَاشِيَيْنِ، فَوَجَدَنِي قَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ، فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ صَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ، فَأَفَقْتُ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ:يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي؟ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کے ساتھ میری عیادت فرمائی، یہ دونوں حضرات پیدل چل کر تشریف لائے تو مجھے بے ہوش پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا پھر میرے اوپر وضو کا بچا ہوا پانی انڈیل دیا جس سے مجھے افاقہ ہوگیا دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں ۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اپنے مال کے اندر کس طرح کا معاملہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوئی جواب نہ دیا حتیٰ کہ آیتِ میراث (جس میں وراثت کے احکام بیان کئے گئے ہیں) نازل ہو گئی۔

۱۴۴۵ ۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ:دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضٌ لَا أَعْقِلُ، فَتَوَضَّأَ، فَصَبُّوا عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ، فَعَقَلْتُ، فَقُلْتُ:يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةٌ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ، فَقُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ:(يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) ، قَالَ:هَكَذَا أُنْزِلَتْ،

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں اتنا بیمار تھا کہ مجھے کچھ

ہوش نہ تھا، آپ نے وضوفرمایا اور وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر بہایا جس سے مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا میراث تو کلالہ ہوگا (کلالہ اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا نہ باپ ہو نہ اولاد) اس وقت آیت میراث نازل ہوئی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن المنکدر سے کہا کہ یہ آیت؟ (یَسْتَفْتُونَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیکُمْ فِی الْکَلَالَةِ فرمایا کہ ہاں! اسی طرح نازل ہوئی تھی۔

١٤٤٦ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، وَأَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي حَدِيثِ وَهْبِ بْنِ جَرِيرٍ: فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ، وَفِي حَدِيثِ النَّضْرِ، وَالْعَقَدِيِّ: فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرْضِ، وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ أَحَدٍ مِنْهُمْ قَوْلُ شُعْبَةَ لِابْنِ الْمُنْكَدِرِ۔

حضرت شعبہ رحمہ اللہ سے بھی ان اسناد کے ساتھ سابقہ حدیث منقول ہے۔ حضرت وہب بن جریرؒ کی حدیث میں ہے آیت فرائض نازل ہوئی۔ نضر اور عقدی کی حدیث میں آیت الفرض اور شعبہ کا قول ابن منکدر سے سوال کا" موجود ہے۔

١٤٤٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، خَطَبَ يَوْمَ جُمُعَةٍ، فَذَكَرَ نَبِيَّ اللهِ ﷺ، وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَا أَدَعُ بَعْدِي شَيْئًا أَهَمَّ عِنْدِي مِنَ الْكَلَالَةِ، مَا رَاجَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي شَيْءٍ مَا رَاجَعْتُهُ فِي الْكَلَالَةِ، وَمَا أَغْلَظَ لِي فِي شَيْءٍ مَا أَغْلَظَ لِي فِيهِ، حَتَّى طَعَنَ بِإِصْبَعِهِ فِي صَدْرِي، وَقَالَ: يَا عُمَرُ، أَلَا تَكْفِيكَ آيَةُ الصَّيْفِ الَّتِي فِي آخِرِ سُورَةِ النِّسَاءِ، وَإِنِّي إِنْ أَعِشْ أَقْضِ فِيهَا بِقَضِيَّةٍ يَقْضِي بِهَا مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَمَنْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ۔

حضرت معدان بن ابی طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر ابن الخطاب نے جمعہ کے دن خطبہ دیا جس میں نبی ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا تذکرہ کیا۔ پھر فرمایا میں اپنے بعد کلالہ سے زیادہ کوئی اہم چیز نہیں چھوڑتا۔ اور میں نے کسی مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ سے اتنی مراجعت نہیں کی جتنی مراجعت کلالہ کے بارے میں کی اور آپ نے بھی کسی بات میں مجھ سے اتنی سختی نہیں کی جتنی اس مسئلہ میں کی ہے، یہاں تک کہ آپ نے اپنی انگلی مبارک میرے سینے میں چبھوئی اور فرمایا: اے عمر! کیا تمہیں وہ گرمی کے موسم میں اترنے والی آیت کافی نہیں جو سورہ نساء کے آخر میں ہے؟ اس کے بعد حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر میں (کچھ عرصہ) زندہ رہا تو اس بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا جس کے موافق ہر شخص خواہ وہ

قرآن پڑھنے والا ہو یا قرآن نہ پڑھنے والا ہو فیصلہ کر سکے گا۔

تشریح:

"خطب یوم جمعة "یعنی عمر فاروقؓ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اس خطبہ میں آپ نے کلالہ سے متعلق اپنی تشویش کا ذکر کیا کلالہ سے متعلق بعض جزئیات اور بعض تفصیلات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آخر عمر تک تردد تھا اسی تردد کا اظہار آپ نے اس خطبہ میں کیا ہے آپ ﷺ نے کافی مراجعت کے باوجود حضرت عمر کا تردد ختم نہیں ہوا آنحضرت نے ان کے سینہ میں ہاتھ مار کر واضح کر دیا کہ کیا سورت النساء کی آیت الصیف تیرے لئے کافی نہیں ہے بقول نووی اس سے آنحضرت نے گویا اشارہ فرمادیا کہ اجتہاد کے لئے میدان کھلا ہے بنیادی طور پر آیۃ الصیف میں مسئلہ مذکور ہے اس کی تفصیلات تم خود ڈھونڈ لاؤ ہر ہر مسئلہ کے لئے واضح نص تو نہیں ہوتی ہے اجتہاد سے کام لینا پڑتا ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے شاید اسی حقیقت کی طرف اپنے اس کلام میں اشارہ فرمادیا ہے کہ "وانی وان اعش "یعنی اگر میں زندہ رہا تو میں کلالہ کے مسئلہ کی تفصیلات میں غور کروں گا اور اس طرح واضح مسئلہ لا کر فیصلہ کروں گا کہ ہر سطح کا آدمی اس کو سمجھ جائے گا، یہ جملہ حضرت عمر کا اپنا کلام ہے یہ حدیث کا حصہ نہیں ہے۔ حضرت عمر کا طویل خطبہ جو آپ نے دیا ہے اور اپنی موت کا اشارہ کیا ہے اور تشکیل حکومت کی بات کی ہے وہ خطبہ امام مسلم نے صحیح مسلم جلد اول کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ میں ذکر کیا ہے تحفۃ المنعم کی جلد دوم میں صفحہ نمبر ۵۶۳ پر حدیث نمبر ۱۲۶۱ کے تحت اس کی تفصیلات ہیں۔ علامہ ابی مالکی نے اجتہاد و استنباط کی ضرورت کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے ففیہ تفویض الاحکام الی اهل الاجتهاد وفیه الرد علی من منع الکلام فی تاویل القرآن واستنباط المعانی والاحکام منه (الابی ج ۵ ص ۵۲۶)

"آیة الصیف "یعنی وہ آیت جو موسم گرما میں نازل ہوئی یہ سورت نساء کی آیت کی طرف اشارہ ہے سورت نساء میں کلالہ سے متعلق دو آیتیں نازل ہوئی ہیں ایک سردی کے زمانہ میں نازل ہوئی اس کو آیۃ الشتاء کہتے ہیں جو سورت نساء کی ابتداء میں ہے اس میں کلالہ کے حکم کا زیادہ تفصیلات نہیں ہیں دوسری آیت الصیف ہے جو سورت نساء کی آخر میں ہے اس میں کلالہ کے حکم کی تفصیل کچھ زیادہ ہے۔

بہرحال آیة الصیف آیة الشتاء آیة اللیل آیة النهار آیة السفر آیة الحضر میں مختلف اوقات کی طرف آیتوں کے نزول کی نسبت ہوئی ہے اور یہ جائز ہے

۴۱۴۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، ح وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ رَافِعٍ، عَنْ شَبَابَةَ بْنِ سَوَّارٍ، عَنْ شُعْبَةَ، كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس سند کے ساتھ بھی سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

باب آخر آية انزلت آية الكلالة

قرآن کی آخری آیت کلالہ کی نازل ہوئی

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

٤١٤٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: آخِرُ آيَةٍ أُنْزِلَتْ مِنَ الْقُرْآنِ: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ)

حضرت براء رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کی آخری آیت جو نازل ہوئی وہ یہ ہے (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) تھی۔

قرآن کی کونسی سورت اور آیت آخر میں نازل ہوئی؟

تشریح:

"آخر آية انزلت" یعنی قرآن عظیم کی آخری آیت جو نازل ہوئی ہے وہ آیت کلالہ ہے "یستفتونک الخ" اور سورتوں میں جو آخری سورت نازل ہوئی ہے وہ سورت توبہ ہے۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس کی روایت سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے ساتھ اس حدیث کا تعارض ہے حدیث اس طرح ہے عن ابن عباس آخر آية انزلت على النبى صلى الله عليه وسلم آية الربا واتقوا يوما ترجعون فيه الى الله (بقرہ ۲۸۱)

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سورۃ النساء کی یہ آیت اس آیت کو جو سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت کہا گیا ہے تو یہ میراث کی آیتوں میں سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور سورۃ البقرہ کی آیت ربا کو جو آخر نزولا کہا گیا ہے وہ پورے قرآن کے نزول کے اعتبار سے آخری آیت ہے لہذا کوئی تعارض نہیں ہے سورت توبہ وہ سورت ہے جو کامل و مکمل سورت آخر میں نازل ہوئی۔

علامہ ابی مالکی نے سورتوں اور آیتوں کے آخری نزول کے بارے میں ایک عمدہ کلام نقل کیا ہے عربی عبارت کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

واخر سورة انزلت براءة قد فسر مراده بذلك وانها نزلت كاملة وقيل آخر سورة نزلت "اذا جاء نصر الله" يسمونها بسورة التوديع وقد اختلف فى وقت نزولها على اقوال اشبهها قول ابن عمر انه فى حجة الوداع ثم نزل بعدها "اليوم اكملت لكم دينكم" فعاش بعدها ثمانين يوما ثم نزلت بعدها "آية الكلالة" فعاش بعدها خمسين يوما ثم نزلت بعد ها لقد جاء كم رسول من انفسكم فعاش بعدها خمسة وثلاثين يوما ثم نزلت بعدها

واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ فعاش بعدھا احدی وعشرین یوماً وقال مقاتل سبعۃ ایام وذکر ھذا الترتیب ابو الفضل محمد بن یزید (الابی ج۵ ۷۶۵)

۴۱۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، يَقُولُ: آخِرُ آيَةٍ أُنْزِلَتْ: آيَةُ الْكَلَالَةِ، وَآخِرُ سُورَةٍ أُنْزِلَتْ: بَرَاءَةٌ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آخری نازل ہونے والی آیت، آیت کلالہ ہے اور آخری نازل ہونے والی سورت، سورۃ البراءۃ ہے (یعنی سورۃ توبہ)

۴۱۵۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، أَنَّ آخِرَ سُورَةٍ أُنْزِلَتْ تَامَّةً: سُورَةُ التَّوْبَةِ، وَأَنَّ آخِرَ آيَةٍ أُنْزِلَتْ: آيَةُ الْكَلَالَةِ،

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ آخری سورت جو (ایک ساتھ) پوری اتری سورۂ توبہ ہے اور آخری نازل ہونے والی آیت، آیت کلالہ ہے۔

۴۱۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ آدَمَ، حَدَّثَنَا عَمَّارٌ وَهُوَ ابْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، بِمِثْلِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: آخِرُ سُورَةٍ أُنْزِلَتْ كَامِلَةً

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سابقہ حدیث ہی کی روایت منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آخری پوری سورت نازل کی جانے والی۔

۴۱۵۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنْ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: آخِرُ آيَةٍ أُنْزِلَتْ: يَسْتَفْتُونَكَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آخری آیت جو نازل ہوئی ہے وہ "یستفتونک" ہے۔

باب من ترک مالا فلورثتہ

مال متروکہ ورثاء میت کا حق ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۱۵۴۔ وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ الْأُمَوِيُّ، عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ، ح وحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، وَاللَّفْظُ لَهُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمَيِّتِ عَلَيْهِ الدَّيْنُ، فَيَسْأَلُ: هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ مِنْ قَضَاءٍ؟ فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً، صَلَّى عَلَيْهِ، وَإِلَّا، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ، فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ، قَالَ: أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی مقروض میت لائی جاتی (نماز جنازہ کے لئے) تو آپ پوچھتے کہ کیا اس نے اپنے قرض کی ادائے گی کے لئے کچھ مال چھوڑا ہے؟ اگر آپ ﷺ کو بتایا جاتا کہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے ادائیگی کے لئے کہ اس سے قرض پورا ادا ہو سکتا ہے تو آپ اس پر نماز پڑھتے ورنہ صحابہؓ سے فرماتے کہ تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں اہل ایمان سے ان کے اپنے آپ سے زیادہ قریب ہوں، لہذا جو شخص بھی مقروض مرجائے تو اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جو مال وہ چھوڑ جائے وہ اس کے ورثاء (شرعی) کا ہے۔

تشریح:

''وفاء'' یعنی آنحضرت میت کے بارے میں پوچھتے تھے کہ اس نے اپنے قرض کے ادا کرنے کے لئے کوئی مال چھوڑا ہے یا نہیں اگر آنحضرت کو بتایا جاتا کہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جو قرض کے لئے پورا ہو سکتا ہے ''وفا'' اسی پورا ہونے کو کہا گیا ہے ''صلوا علی صاحبکم'' یعنی اپنے ساتھی کے جنازہ کی نماز تم پڑھو میں اس مدیون اور مقروض کا جنازہ نہیں پڑھاؤں گا آنحضرت نے اس طرح اعلان اس لئے فرمایا تاکہ لوگ اپنی زندگی میں اپنے قرض کے ادا کرنے کی کوشش کریں اور اس کا اہتمام لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے اور ان کو خوب تنبیہ ہو جائے ساتھ ساتھ آپ یہ کوشش بھی فرماتے تھے کہ کسی طرح کوئی شخص میت کی طرف سے قرض ادا کرنے کے لئے تیار ہو جائے تاکہ میت آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ پڑھانے کی برکت سے محروم نہ ہو جائے ''فلما فتح الله '' یعنی یہ معاملہ اس وقت ہوتا تھا کہ آنحضرت کے ہاتھ میں پیسہ نہیں تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے جہاد مقدس کے ذریعہ فتوحات کا دروازہ کھول دیا اور مال آ گیا تو پھر آنحضرت ﷺ بیت المال سے ان بے بس مدیون حضرات کی طرف سے خود قرض ادا فرماتے اور جنازہ پڑھاتے۔ اس باب کی ساری احادیث سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ ایسے لوگ جو مالی بوجھ میں مبتلا ہوں اور ان کی آمدنی نہ ہو تو ان کی خبر گیری اور ضروریات کا پورا کرنا حاکم وقت کی ذمہ داری ہے۔

اسلام اپنے معاشرہ میں اجتماعی معاشرتی عدل قائم کرنے کا داعی ہے قرون اولیٰ میں اس کا عظیم نمونہ موجود تھا آج مسلمان ملکوں کے حکمران اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو گئے ہیں تو معاشرہ کے اجتماعی عدل کا نمونہ مسلمانوں سے غیر مسلم ممالک نے چھین لیا جس کی وجہ

سے ان کے ہاں اجتماعی زندگی میں امن اور چین ہے اور ہماری ہاں بدامنی اور بے چینی ہے اسلام کا سکون اپنی جگہ لیکن معاشرتی، بین الاقوامی امن وسکون سے اسلامی ممالک محروم ہیں الا ماشاء اللہ۔ بہر حال کمزور انسانوں کے حقوق کا تحفظ حکام کی ذمہ داری ہے۔

٤١٥٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ح وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ هَذَا الْحَدِيثَ

حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہی سابقہ حدیث ان اسناد کے ساتھ بعینہ منقول ہے۔

٤١٥٦ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ، فَأَيُّكُمْ مَا تَرَكَ دَيْنًا، أَوْ ضَيَاعًا فَأَنَا مَوْلَاهُ، وَأَيُّكُمْ تَرَكَ مَالًا، فَإِلَى الْعَصَبَةِ مَنْ كَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے روئے زمین پر کوئی ایسا مؤمن نہیں کہ میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اس کے قریب نہ ہوں، لہذا تم میں سے جو کوئی قرض چھوڑ کر مر جائے یا اہل وعیال چھوڑ جائے تو اس کا ذمہ دار میں ہوں اور جو تم میں سے کوئی مال چھوڑ کر مر جائے تو وہ اس کے وارث کا ہے وہ جو بھی کوئی ہو''۔

تشریح:

''ان علی الارض ''ای ما علی الارض یہاں نافیہ ہے یعنی قسم بخدا زمین پر ایسا کوئی مؤمن نہیں کہ میں تمام انسانوں سے زیادہ اس کے قریب نہ ہوں یعنی میں سب سے زیادہ ان کا ہمدرد اور ان پر مہربان ہوں اور ان کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ محبوب ہوں اس سے قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے ﴿النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم﴾ آیندہ روایت میں فی کتاب اللہ کے الفاظ سے اسی آیت کی طرف اشارہ ہے۔''ضیاعا'' ایک روایت میں ضیعۃ کا لفظ ہے اس سے مراد میت کے وہ اولاد ہیں جو بے آسرا محتاج ہوں اور ضائع ہونے کے دہانے پہنچ چکے ہوں گویا ضائع ہو چکے ہوں اگلی روایت میں ''کل'' کا لفظ ہے اس سے بھی وہ اولاد مراد ہیں جو بوجھ بن رہے ہوں۔

''فانا مولاہ ''یعنی میں اس کا مددگار اور سرپرست ہوں''فالی العصبۃ ''یعنی میت نے جو مال چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کا ہے میں اس سے کچھ نہیں لوں گا یہاں عصبہ سے ورثاء مراد ہیں معروف عصبہ مراد نہیں ہیں۔

''من کان ''یعنی اس میت کے ورثاء کوئی بھی ہوں کیسے باشد میرا اس سے کوئی کام نہیں ہے وہ مال سنبھال لیں۔

اگلی روایت میں "فلیوثر بماله " کے الفاظ ہیں یہ مجہول کا صیغہ ہے اور عصبہ اس کا نائب فاعل ہے یعنی اس میت کے مال کی ترجیح اس کے ورثہ کو دی جائے وہ اس سے مستفید ہوں "من کان " یعنی جو کوئی بھی ورثہ ہوں اگلی روایت میں "فالینا " کا لفظ ہے ای علینا یعنی میت نے اولاد کا جو بوجھ چھوڑا ہے وہ ہمارے سر پر ہے ہم اس کے ذمہ دار ہیں اس "ضیاع" کو ادا کرنے کے لئے "ولیہ" کا لفظ بھی آیا ہے کہ اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

۴۱۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِالْمُؤْمِنِينَ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَأَيُّكُمْ مَا تَرَكَ دَيْنًا، أَوْ ضَيْعَةً، فَادْعُونِي فَأَنَا وَلِيُّهُ، وَأَيُّكُمْ مَا تَرَكَ مَالًا، فَلْيُؤْثَرْ بِمَالِهِ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانَ۔

حضرت ہمام بن منبہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جو ہم سے حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے بیان کی تھیں۔ پھر ان میں سے بعض احادیث کو بیان کیا جن میں یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں ہر مؤمن سے تمام لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق (یہ اشارہ ہے سورہ احزاب کی آیت النبی اولی بالمؤمنین الخ کی طرف) لہذا تم میں سے جو کوئی قرض یا اہل وعیال چھوڑ کر مرے تو مجھے بلاؤ میں اس کا ولی (ذمہ دار) ہوں۔ اور جو کوئی تم میں سے مال چھوڑ مرے تو اس کے وارث اور عصبہ (بالواسطہ رشتہ دار) اس مال کے وارث ہوں گے جو کوئی بھی ہوں"۔

۴۱۵۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِلْوَرَثَةِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو کوئی مال چھوڑ کر مر جائے تو وہ اس کے ورثاء کا ہے اور جو کوئی بوجھ چھوڑ کر مر جائے (قرض یا بال بچوں کا) تو اس کی خبر گیری ہماری طرف ہے)۔

۴۱۵۹۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ غُنْدَرٍ: وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا وَلِيتُهُ

حضرت شعبہ رحمہ اللہ سے بھی یہی سابقہ حدیث اس طرق سے مروی ہے صرف غندر (راوی) کی حدیث میں یہ ہے کہ جو بوجھ (قرض وغیرہ) چھوڑ جائے تو میں اس کا ولی ہوں۔

کتاب الھبات

ہبہ اور صدقہ کرنے کا بیان

ھبات جمع ہے اس کا مفرد ھبۃ ہے یہ وھب یھب ضرب یضرب سے مصدر ہے تخفیف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے شد کے ساتھ پڑھنا غلط ہے۔ رضاکارانہ طور پر کسی کو اپنے مال کا مالک بنانا ھبـــہ ہے اس کو صدقہ بھی کہتے ہیں اور عطیہ کا مطلب بھی یہی ہے میر سید جرجانیؒ نے التعریفات میں ہبہ کی اس طرح تعریف کی ہے: الھبۃ فی اللغۃ التبرع وفی الشرع تملیک العین بلا عوض

باب كراهة شراء الانسان ما تصدق به ممن تصدق عليه

صدقہ کی ہوئی چیز کو پھر اسی سے خریدنا مکروہ ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

۴۱۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، قَالَ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ عَتِيقٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَأَضَاعَهُ صَاحِبُهُ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: لَا تَبْتَعْهُ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ،

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ اپنے والد اسلم رضی اللہ عنہ سے (جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے) روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کی غرض سے) ایک نہایت عمدہ و نفیس گھوڑا صدقہ کیا تھا، اس کے مالک نے اسے تباہ کر دیا (اس کی ایسی قدر نہ کی جس کا مستحق تھا) مجھے خیال ہوا کہ اب شاید یہ اسے سستے داموں فروخت کرے گا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اس بارے میں تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''تم اسے مت خریدنا نہ ہی اپنے صدقہ کو واپس لوٹانا۔ کیونکہ اپنا صدقہ واپس لوٹانے والا اس کتے کی مانند ہے جو قے کر کے اسے چاٹ لے۔

تشریح:

''حملت علی فرس'' عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو اپنا گھوڑا صدقہ کر کے دیدیا تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر جہاد کرے ''عتیق'' یعنی عمدہ نفیس تیز رفتار گھوڑا تھا کہتے ہیں کہ اس گھوڑے کا نام ''ورد'' تھا یعنی گلاب ''فاضاعہ'' یعنی جس شخص کو دیا تھا اس

نے اس کو نہ چارہ کھلایا نہ دیکھ بھال کی اس طرح گھوڑا ضائع ہو گیا کام کا نہیں رہا۔

"بسرخص" حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ یہ شخص مجھے سستے داموں پر یہ گھوڑا فروخت کر کے دیدیگا کیونکہ میں نے ان کو ہدیہ صدقہ کر کے دیا تھا تو کچھ خیال رکھے گا۔ اب یہاں دو مسئلے ہیں ایک صدقہ ہے ایک ہبہ ہے علامہ نووی رحمہ اللہ نے دو باب قائم کر کے اس فرق کی طرف اشارہ کیا ہے یہاں صدقہ کا لفظ استعمال کیا ہے اور آیندہ باب میں ہبہ کا لفظ استعمال کیا ہے گویا حضرت عمر فاروق نے نے جو ہبہ کیا تھا وہ اصل میں صدقہ تھا ہبہ نہیں تھا یہاں اس باب کی احادیث میں صدقہ ہی کا لفظ مذکور ہے فی سبیل اللہ کے لفظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صدقہ ہے علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی الابی مالکی نے اس فرق کو خوب واضح کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت عمر کا عمل صدقہ تھا ہبہ نہیں اور صدقہ اور ہبہ میں فرق ہے چنانچہ لکھتے ہیں والھبة اعطاء الشیء لوجه المعطی والصدقة اعطاء الشیء لوجه الله تعالیٰ وحینئذ فالاظهر انه صدقة وان کان بلفظ الهبة لان عمر قصدبها وجه الله لا وجه المعطی وما قصد به وجه الله تعالیٰ فهو صدقة: قلت اذا کان الا ظهر ان الحمل صدقة فالنهی انما هو عن ابتیاع الصدقة حمل مالک هذا النهی علی الکراهة وقال الداؤدی هو حرام (الابی ج ۵ ص ۵۷۴)

یعنی ہبہ اور صدقہ میں یہ فرق ہے کہ ہبہ تو کسی چیز کو کسی شخص کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیا جاتا ہے اور صدقہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دیا جاتا ہے اس فرق کے بعد ظاہر یہ ہے کہ یہ صدقہ تھا اگرچہ بعض الفاظ ہبہ کے بھی ہیں کیونکہ حضرت عمر نے اس صدقہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ارادہ کیا تھا کسی انسان کی خوشنودی کا ارادہ نہیں کیا تھا اور قاعدہ یہی ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔

علامہ ابی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جب ظاہر یہی ہے کہ حضرت عمر نے جو اس شخص کو گھوڑا دیا تھا وہ صدقہ تھا تو پھر آنحضرت ﷺ کی طرف سے صدقہ کردہ چیز کی ممانعت تھی اس ممانعت کو امام مالکؒ نے کراہت پر حمل کیا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور شیخ داؤدی نے اس نہی کو حرام پر حمل کیا ہے۔ انتہی کلامہ۔

علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ ابن بطال نے فرمایا کہ اکثر علما نے حضرت عمر کی مذکورہ حدیث کی بناء پر صدقہ کی چیز کا واپس خریدنا مکروہ قرار دیا ہے امام مالک امام شافعی اور اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے خواہ صدقہ نافلہ ہو یا واجبہ ہو احناف کے نزدیک بھی صدقہ میں رجوع جائز نہیں ہے خواہ بیع کے ذریعہ سے ہو یا کسی اور طریقہ سے ہو (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۰۵)

خلاصہ یہ کہ جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ یہ بیع تو منعقد ہو جاتی ہے لیکن اگر اصل قیمت سے کم کی لالچ کی بنیاد پر خرید اتو یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ عود فی الصدقہ ہے اور اگر یہ لالچ نہ ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ امام مسلم اور امام بخاری کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ہبہ اور صدقہ میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں میں یکساں طور پر رجوع ناجائز ہے امام بخاری نے کتاب الہبہ میں قال بعض الناس کہہ کر احناف پر

سخت تنقید کی ہے احناف کے نزدیک صدقہ اور ہبہ میں فرق ہے صدقہ میں رجوع مطلقاً ناجائز ہے البتہ ہبہ میں قضاءً جائز ہے دیانۃً نامناسب ہے۔

٤١٦١ ـ وحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَزَادَ: لَا تَبْتَعْهُ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مذکورہ بالا روایت اس طریق سے مروی ہے اور اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ تو اسے مت خرید اگرچہ وہ تجھ کو ایک درہم ہی میں دیدے۔

٤١٦٢ ـ حَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَوَجَدَهُ عِنْدَ صَاحِبِهِ وَقَدْ أَضَاعَهُ، وَكَانَ قَلِيلَ الْمَالِ، فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: لَا تَشْتَرِهِ، وَإِنْ أُعْطِيتَهُ بِدِرْهَمٍ، فَإِنَّ مَثَلَ الْعَائِدِ فِي صَدَقَتِهِ، كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک گھوڑا صدقہ کیا، انہوں نے اسے اس کے مالک کے پاس اس حال میں پایا کہ اس نے گھوڑے کو تقریباً ضائع کر دیا تھا۔ وہ بہت تنگ دست تھا، انہوں نے (عمرؓ نے) ارادہ کیا کہ وہ گھوڑا خرید لے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور آپ سے سب ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: "مت خریدو۔ اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم میں ہی کیوں نہ دے دے کہ صدقہ لوٹانے والا اس کتے کی طرح ہوتا ہے جو اپنی قے کو چاٹ لے۔

٤١٦٣ ـ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَالِكٍ، وَرَوْحٍ أَتَمُّ وَأَكْثَرُ۔

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہی حدیث منقول ہے لیکن حضرت مالک رحمہ اللہ اور حضرت روحؒ والی روایت زیادہ مکمل اور پوری ہے۔

٤١٦٤ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ، فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: لَا تَبْتَعْهُ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں دیا تھا، پھر اسے فروخت

ہوتا ہوا پایا۔ ان کا ارادہ ہوا کہ خود ہی خرید لے، رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''مت خریدو، اپنے صدقہ کو واپس مت لوٹاؤ۔

٤١٦٥۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ رُمْحٍ، جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، ح وحَدَّثَنَا الْمُقَدَّمِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ۔

حضرت مالک کی روایت کے مثل حضرت ابن عمرؓ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے یہی مذکورہ بالا حدیث اس طریق سے بھی مروی ہے۔

٤١٦٦۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ، حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، ثُمَّ رَآهَا تُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهَا، فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ يَا عُمَرُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کیا، پھر اسے دیکھا کہ وہ فروخت کیا جارہا ہے، انہوں نے ارادہ کیا کہ اسے خرید لیں۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو رسول اللہ نے فرمایا: ''اے عمر! اپنے صدقہ کو واپس نہ لوٹاؤ۔

باب تحريم الرجوع في الهبة

ہبہ میں رجوع کی حرمت کا مسئلہ

اس باب میں امام مسلم نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

٤١٦٧۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الَّذِي يَرْجِعُ فِي صَدَقَتِهِ، كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيءُ، ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ فَيَأْكُلُهُ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو اپنے صدقہ کو واپس لے لے، اس کتے کی سی ہے جو قے کر کے پھر اسی قے میں لوٹ کر اسے چاٹے''۔

تشریح:

"کالکلب" حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو ایک اعلیٰ معیار پر رہنے کی ترغیب دی ہے اور یہ نشاندہی فرمائی ہے کہ مسلمانوں کا مقام اوران کی شان چونکہ بہت بلند ہے اس لئے ان کو ایسا کام ہرگز نہیں کرنا چاہئے جس سے ان کی ملی شرافت پر حرف آتا ہو اوران پر ایک بری مثال چسپاں ہوجاتی ہو اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ جب تم تحفہ وہدیہ کسی کو دو تو اس کو ہرگز واپس نہ کرو، یہ حرکت انسانی عزت وعظمت اوران کی شرافت کے لئے اس طرح قبیح ہے جس طرح ایک کتا پہلے کھاتا ہے پھر اس کو قے کرتا ہے اور پھر اس کو چاٹ چاٹ کر کھاتا ہے کسی شریف انسان کے لئے اس طرح کی مثال بہت بری مثال ہے یہ اس حدیث کا اخلاقی پہلو ہے۔ اب اس کا فقہی پہلو کیا ہے کیا ایک شخص جب کسی کو ہدیہ اور ہبہ کرتا ہے تو وہ اس میں رجوع کرسکتا ہے یا رجوع نہیں کرسکتا ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ صدقہ میں بالاتفاق رجوع ناجائز ہے البتہ ہبہ میں رجوع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہبہ میں رجوع کرنا نہ قضاءً جائز ہے نہ دیانۃً جائز ہے البتہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ باپ نے اگر بیٹے کو ہبہ کیا اور پھر واپس کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے بوقت ضرورت رجوع کرنا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہبہ میں رجوع کرنا جائز مع الکراہت ہے یعنی دیانۃً رجوع نہیں کرسکتا ہے قضاءً رجوع کرسکتا ہے البتہ اگر بیٹے کو ہبہ کیا ہے تو بوجہ قرابت رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ احناف کے ہاں سات مواقع ایسے ہیں کہ اس میں ہبہ کرنے کے بعد رجوع کرنے کی گنجائش نہیں ہے ان مواقع کی طرف "دمع حزقہ" کے مجموعہ حروف سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

"د" ۔حرف دال سے موہوب چیز میں زیادت متصل کی طرف اشارہ ہے یعنی موہوب لہ نے اس میں اپنا مال شامل کرلیا ہے اب واہب رجوع نہیں کرسکتا ہے۔

"م" ۔حرف میم سے واہب یا موہوب لہ کی موت کی طرف اشارہ ہے اس کی موت کی صورت میں رجوع نہیں ہوسکتا۔

"ع" ۔حرف عین سے ہبہ بالعوض کی طرف اشارہ ہے یعنی واہب نے ہبہ کے عوض کچھ معاوضہ لیا تو اب رجوع ممکن نہیں۔

"خ" ۔حرف خا سے خروج کی طرف اشارہ ہے کہ ہبہ کردہ چیز موہوب کے ہاتھ سے نکل گئی اب رجوع نہیں کرسکتا۔

"ز" ۔حرف زا سے زوجین کے ہبہ کی طرف اشارہ ہے کہ میاں بیوی نے ایک دوسرے کو ہبہ کیا اس صورت میں رجوع نہیں ہوسکتا ہے۔

"ق" ۔حرف قاف سے قرابت کی طرف اشارہ ہے اور قرابت محرمیت مراد ہے جیسے باپ بیٹا ماں بیٹا بھائی بہن اس صورت میں ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

"ہ" حرف ہ سے ہلاک کی طرف اشارہ ہے کہ موہوب چیز ہلاک ہوگئی اب رجوع ممکن نہیں ان سات صورتوں کے علاوہ ائمہ احناف کے نزدیک ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔

دلائل

جمہور نے زیر بحث حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہبہ میں رجوع کرنے کی تشبیہ کتے کی قے اور اس کے چاٹنے سے دی گئی ہے ظاہر ہے کہ یہ ایک قبیح اور حرام کام ہے لہذا رجوع فی الہبہ حرام ہے۔

ائمہ احناف نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "الرجل احق بهبته مالم يثب منها" (مستدرک حاکم بیہقی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرابت نسبی کی صورت میں رجوع جائز نہیں ورنہ گنجائش ہے۔

جواب

جمہور نے جس زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے احناف اس کو دیانت پر حمل کرتے ہیں اس میں رجوع فی الہبہ کی نہی اور ممانعت نہیں ہے صرف اس کی قباحت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ قباحت احناف کے نزدیک بھی ہے مگر کراہت تحریمی کی صورت میں ہے بالکل حرام کی صورت میں نہیں ہے کیونکہ اس حدیث سے حرمت کو کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے جب کہ کتے کے لئے حرمت وحلت کا کوئی ضابطہ نہیں ہے یہ صرف شناعت وقباحت کی طرف اشارہ ہے۔

بہر حال اس حدیث پر احناف بھی عمل کرتے ہیں صرف اجتہادی رنگ ڈھنگ میں فرق ہے جمہور حرام کہتے ہیں احناف مکروہ تحریمی کہتے ہیں ہبہ اور صدقہ میں فرق اس سے پہلے حدیث کی تشریح میں لکھا جا چکا ہے۔

۴۱۶۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، يَذْكُرُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ،

حضرت محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ سے بھی یہی مذکورہ بالا روایت بعینہ اس طریق سے مروی ہے۔

۴۱۶۹۔ وحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا حَرْبٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو، أَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَدَّثَهُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت محمد بن فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی مذکورہ بالا حدیث اس طریق سے بیان فرمائی ہے۔

۴۱۷۰۔ وحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو

وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: إِنَّمَا مَثَلُ الَّذِي يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ، ثُمَّ يَعُودُ فِي صَدَقَتِهِ، كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ يَأْكُلُ قَيْئَهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ اس شخص کی مثال جو صدقہ دے پھر اسے واپس لے لے اس کتے کی سی ہے جو قے کرکے پھر اپنے قے کو کھائے''۔

۴۱۷۱۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ قَتَادَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا (ہدیہ دے کر واپس لینے والا) اس آدمی کی مانند ہے جو اپنی قے کو چاٹے''۔

۴۱۷۲۔ وحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی مذکورہ بالا روایت اس طریق سے منقول ہے۔

۴۱۷۳۔ وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا الْمَخْزُومِيُّ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ، كَالْكَلْبِ يَقِيءُ، ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے ہبہ کو واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرکے اسے واپس (چاٹ) لے''۔

باب كراهية تفضيل بعض الاولاد فى الهبة

ہدیہ دینے میں اولاد کے درمیان فرق کرنا مکروہ ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے گیارہ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۱۷۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، يُحَدِّثَانِهِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا كَانَ لِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هَذَا؟

فَقَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: فَارْجِعْهُ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ ان کے والد (حضرت بشیر بن سعد الخزرجی) انہیں (نعمانؓ) کو لیکر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام ہدیہ دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اسی طرح (ایک غلام) ہدیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اسے بھی واپس لے لو''۔

تشریح:

''نحلت ابنی ''نحل عطیہ اور ہبہ کے معنی میں ہے یہاں عطیہ کرنے والا باپ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ ہیں اور جس کو عطیہ کرنا چاہا اس کا نام نعمان ہے وہ خود اپنا قصہ اس حدیث میں بیان کر رہا ہے بشیر کی بیوی کا نام عمرہ بنت رواحہ ہے نعمان اسی کے بطن سے تھا بشیر کی دوسری بیوی سے نعمان کے سوتیلے بھائی تھے۔ حضرت عمرۃ چاہتی تھی کہ ان کے بیٹے کے عطیہ پر حضور اکرم کی تصدیق وتصویب ہو اسی لئے حضرت بشیر نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا آنحضرت ﷺ نے ان سے معلوم کیا کہ دیگر اولاد کو بھی اسی طرح عطیہ کیا ہے؟ جب پتہ چلا کہ نہیں کیا ہے تو آنحضرت ﷺ نے تصدیق وتصویب سے انکار کیا اب اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اولاد کو کوئی چیز دینے میں برابری کرنا مستحسن ومستحب ہے امتیاز وفرق نہیں کرنا چاہئے لیکن کیا امتیاز کرنا حرام ہے یا مکروہ ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام احمد بن حنبلؒ امام بخاری اور اہل ظواہر کا مسلک یہ ہے کہ اس طرح امتیاز کرنا حرام ہے برابری کرنا واجب ہے۔ لیکن جمہور فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اس طرح امتیاز کرنا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے اور برابری کرنا مستحب ہے۔

دلائل

امام احمد امام بخاری اور اہل ظواہر زیر بحث حدیث کے اس لفظ سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لا اشهد على جور ''جور ظلم کو کہتے ہیں اور ظلم حرام ہے لہذا یہ امتیاز حرام ہے۔ جمہور نے اس واقعہ میں ایک جملہ سے استدلال کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''فاشهد عليه غيری ''یعنی میرے سوا کسی اور کو اس پر گواہ بنالو اگر یہ امتیاز حرام ہوتا تو حضور اکرم قطعاً اجازت نہ دیتے۔ نیز علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی اولاد میں حضرت عائشہ کو دیگر اولاد پر ترجیح دی نیز حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عاصم کو ترجیح دی اسی طرح عبدالرحمٰن بن عوف نے ام کلثوم کے بیٹے کو دیگر اولاد پر ترجیح دی اگر یہ بالکل حرام ہوتا تو یہ جلیل القدر صحابہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ ہاں اگر بعض اولاد کو ضرر پہنچانا مقصود ہو تو پھر حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

جواب

علامہ طیبی اور علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جس حدیث میں جور کا لفظ آیا ہے تو یہ حرمت کے لئے متعین نہیں ہے بلکہ جس طرح حرام پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح مکروہ پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے تو یہ امتیاز حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

"فارجعہ" یعنی اس عطیہ کو واپس کر دو اس لفظ میں واضح حکم موجود ہے کہ والد جب ولد کو عطیہ کرتا ہے تو رجوع کر سکتا ہے شوافع وغیرہ فقہاء کا یہی مسلک ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیٹا بھی قرابت والوں میں سے ہے لہذا باپ رجوع نہیں کر سکتا ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک ہبہ مکمل نہیں ہوا تھا یہ ہبہ تو آنحضرت ﷺ کی اجازت پر موقوف تھا لہذا فارجعہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ کرو دوسرا جواب یہ ہے کہ امام اور قاضی کو حق حاصل ہے کہ وہ اس طرح ہبہ کو فسخ کر دے خاص کر جب کہ اس میں دیگر اولاد کا نقصان اور ضرر ہو۔

٤١٧٥۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: أَتَى بِي أَبِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا، فَقَالَ: أَكُلَّ بَنِيكَ نَحَلْتَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَارْدُدْهُ،

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے والد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے اور عرض کیا" میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام ہبہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اپنے تمام بیٹوں کو ہبہ کیا؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے واپس لے لو۔

٤١٧٦۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَابْنُ رُمْحٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، ح وحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، أَمَّا يُونُسُ، وَمَعْمَرٌ، فَفِي حَدِيثِهِمَا: أَكُلَّ بَنِيكَ، وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ، وَابْنِ عُيَيْنَةَ: أَكُلَّ وَلَدِكَ، وَرِوَايَةُ اللَّيْثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ، وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ بَشِيرًا، جَاءَ بِالنُّعْمَانِ

ان مختلف اسناد وطریق سے بھی سابقہ حدیث (حضرت نعمان بن بشیر کے والد کو ہبہ کے متعلق اولاد کے درمیان مساوات کا حکم فرمایا) منقول ہے۔

۴۱۷۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ، قَالَ: وَقَدْ أَعْطَاهُ أَبُوهُ غُلَامًا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا هَذَا الْغُلَامُ؟ قَالَ: أَعْطَانِيهِ أَبِي، قَالَ: فَكُلَّ إِخْوَتِهِ أَعْطَيْتَهُ كَمَا أَعْطَيْتَ هَذَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَرُدَّهُ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انہیں ان کے والد نے ایک غلام ہدیہ دیا تھا۔ نبی ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیسا غلام ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے والد نے مجھے دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے والد سے فرمایا کہ کیا تم نے اسکے سب بھائیوں کو بھی ایسا ہی ہدیہ دیا ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ فرمایا کہ پھر تم اسے واپس کر دو۔

۴۱۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: تَصَدَّقَ عَلَيَّ أَبِي بِبَعْضِ مَالِهِ، فَقَالَتْ أُمِّي عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَانْطَلَقَ أَبِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ لِيُشْهِدَهُ عَلَى صَدَقَتِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَفَعَلْتَ هَذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: اتَّقُوا اللهَ، وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ، فَرَجَعَ أَبِي، فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے اپنا کچھ مال مجھے ہبہ کیا، میری والدہ عمرۃ بنت رواحہ نے کہا کہ میں خوش نہیں ہوں گی جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کو اس ہبہ پر گواہ نہ بنالو۔ چنانچہ میرے والد مجھے لیکر نبی ﷺ کی خدمت میں چلے تا کہ اس ہبہ پر آپ کو گواہ بنا لے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے یہ ہبہ اپنی سب اولا دکو کیا ہے؟ میرے والد نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ چنانچہ میرے والد واپس لوٹے اور ہبہ واپس لے لیا۔

۴۱۷۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، حَدَّثَنِي النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ، أَنَّ أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ، سَأَلَتْ أَبَاهُ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ مِنْ مَالِهِ لِابْنِهَا، فَالْتَوَى بِهَا سَنَةً ثُمَّ بَدَا لَهُ، فَقَالَتْ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى مَا وَهَبْتَ لِابْنِي، فَأَخَذَ أَبِي بِيَدِي وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمَّ هَذَا بِنْتَ رَوَاحَةَ أَعْجَبَهَا أَنْ أُشْهِدَكَ عَلَى الَّذِي وَهَبْتُ لِابْنِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَا بَشِيرُ أَلَكَ وَلَدٌ سِوَى هَذَا؟

قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ: أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هَذَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَا تُشْهِدْنِي إِذًا، فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ بنت رواحہ نے ان کے والد سے مطالبہ کیا اپنے بیٹے کے لئے ان کے مال میں سے کچھ ہدیہ کرنے کا۔ لیکن ان کے والد (بشیرؓ) ایک سال تک اس کو ٹالتے رہے لیکن پھر ان کو بھی یہی مناسب لگا (کہ ہدیہ دیدیں) میری والدہ نے کہا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم گواہ بنالو اس ہبہ پر جو تم میرے بیٹے کو کرو گے۔ چنانچہ میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑا میں چھوٹا سا لڑکا ہوا کرتا تھا ان دنوں۔ اور مجھے لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس لڑکے کی ماں یعنی بنت رواحہ یہ چاہتی ہے کہ میں آپ کو گواہ بناؤں اس ہبہ پر جو میں نے اپنے بیٹے کو کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ اے بشیر! کیا اس کے علاوہ بھی تمہاری دوسری اولاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا: ”کیا سب اولاد کو اسی طرح ہبہ کیا ہے؟ کہا کہ نہیں! فرمایا: ”پھر مجھے گواہ مت بناؤ اس لئے کہ میں ظلم کی بات پر گواہ نہیں بنتا۔

تشریح:

”لا اشهد على جور“ یعنی اولاد کے درمیان عطیہ میں برابری نہ کرنا ظلم ہے میں ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا تم کسی اور کو گواہ بنالو اس کلام میں توبیخ اور زجر ہے امام احمد امام بخاری اور اہل ظواہر اس کو حرام پر حمل کرتے ہیں مگر امام مالک امام شافعی اور جمہور فقہاء اس کو حرام کے بجائے کراہت پر حمل کرتے ہیں یہ دیگر نصوص کے پیش نظر اختلاف رائے پیدا ہوگیا جو اجتہاد کا مقام ہے منۃ المنعم کے مؤلف چونکہ غیر مقلد ہے تو کبھی کبھی عدم تقلید کی نفرت کو ظاہر کردیتے ہیں یہاں وہ حرمت پر زور دے رہے ہیں اور مکروہ کہنے والوں کو ظالم قرار دے رہے ہیں، عجیب آدمی ہے اتنے بڑے فقہاء پر اتنا بڑا حملہ کیسے کرتا ہے مثلاً یہاں لکھتے ہیں۔

واوله الجمهور بانه الميل عن الاعتدال والاستواء وهو قد يكون حراما وقد يكون مكروها قلت لا يصرف الجور الى المكروه الا بقرينة ولا قرينة هنا فصرف الجور عن معنى الظلم والحرام جور۔

سبحان اللہ! کتنی جرأت ہے تمام فقہاء کو ظالم کہدیا کم از کم ان بزرگ فقہاء کا خیال رکھنا تو چاہئے تھا والدين كله ادب دین تو سراسر ادب کا نام ہے فقہی اختلافات میں یہ زبان استعمال نہیں ہوتا ہے۔

٤١٨٠۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: أَلَكَ بَنُونَ سِوَاهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ هَذَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد سے فرمایا کہ کیا تمہارے اس کے

علاوہ دوسرے بیٹے بھی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا: پھر کیا سب کو اسی طرح ہدیہ دیا ہے؟ کہا کہ نہیں! فرمایا: کہ پھر میں ظلم کے معاملہ میں گواہ نہیں بنتا۔

٤١٨١۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِيهِ: لَا تُشْهِدْنِي عَلَى جَوْرٍ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد سے فرمایا: ''مجھے جور وزیادتی پر گواہ مت بناؤ''۔

٤١٨٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، وَعَبْدُ الْأَعْلَى، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ، وَاللَّفْظُ لِيَعْقُوبَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: انْطَلَقَ بِي أَبِي يَحْمِلُنِي إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اشْهَدْ أَنِّي قَدْ نَحَلْتُ النُّعْمَانَ كَذَا وَكَذَا مِنْ مَالِي، فَقَالَ: أَكُلَّ بَنِيكَ قَدْ نَحَلْتَ مِثْلَ مَا نَحَلْتَ النُّعْمَانَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَأَشْهِدْ عَلَى هَذَا غَيْرِي، ثُمَّ قَالَ: أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَلَا إِذًا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ گواہ رہیے کہ میں نے اپنے مال میں سے نعمان کو فلاں فلاں اتنا دیدیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اسی طرح ہدیہ کیا ہے جس طرح نعمان کو کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں! فرمایا کہ پھر اس معاملہ میں تم میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بناؤ۔ بعد ازاں فرمایا کہ: کیا تم اس بات پر خوش ہو گے کہ تمہارے سب بیٹے تمہارے ساتھ حسن سلوک میں برابر ہوں؟ کہنے لگے کیوں نہیں؟ فرمایا کہ پھر ایسا مت کرو (کہ صرف ایک کو نواز دو باقی کو محروم کر دو)۔

٤١٨٣۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ، حَدَّثَنَا أَزْهَرُ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: نَحَلَنِي أَبِي نُحْلًا، ثُمَّ أَتَى بِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُشْهِدَهُ، فَقَالَ: أَكُلَّ وَلَدِكَ أَعْطَيْتَهُ هَذَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَلَيْسَ تُرِيدُ مِنْهُمُ الْبِرَّ مِثْلَ مَا تُرِيدُ مِنْ ذَا؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ، قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: فَحَدَّثْتُ بِهِ مُحَمَّدًا، فَقَالَ: إِنَّمَا تَحَدَّثْنَا أَنَّهُ قَالَ: قَارِبُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والدؓ نے مجھے کچھ عطیہ دیا، پھر مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں آئے تاکہ آپ ﷺ کو اس ہدیہ پر گواہ بنالیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنے لڑکے کو یہی ہدیہ دیا ہے؟ میرے والد نے کہا کہ نہیں! فرمایا کہ کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہارے سب لڑکے تم سے حسن سلوک کریں جیسے اس لڑکے سے چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں! آنحضرت نے فرمایا کہ بس میں اس پر گواہ نہیں بنوں گا۔ ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے محمدؒ (بن سیرین) سے یہ حدیث بیان کی تو فرمایا کہ مجھے تو یہ حدیث اس طرح بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنی اولاد کے درمیان برابری کیا کرو''۔

۴۱۸۴۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ:قَالَتِ امْرَأَةُ بَشِيرٍ:انْحَلِ ابْنِي غُلَامَكَ وَأَشْهِدْ لِي رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:إِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ سَأَلَتْنِي أَنْ أَنْحَلَ ابْنَهَا غُلَامِي، وَقَالَتْ:أَشْهِدْ لِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:أَلَهُ إِخْوَةٌ؟ قَالَ:نَعَمْ، قَالَ:أَفَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ؟، قَالَ:لَا، قَالَ:فَلَيْسَ يَصْلُحُ هَذَا، وَإِنِّي لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلَى حَقٍّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بشیرؓ کی اہلیہ نے بشیرؓ سے کہا کہ میرے بیٹے (نعمانؓ) کو اپنا غلام ہبہ کر دو اور میرے واسطے اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنادو، چنانچہ وہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں کی بیٹی (میری بیوی) نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں اس کے بیٹے کو اپنا غلام ہبہ کر دوں اور وہ کہتی ہے کہ اس پر رسول اللہ ﷺ کو میرے لئے گواہ بنادو۔ رسول اللہ نے بشیرؓ سے پوچھا کہ کیا اس لڑکے (نعمان) کے اور بھائی بھی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! فرمایا کہ کیا تم نے سب کو وہ ہدیہ دیا ہے جو اسے دیا ہے؟ کہا کہ نہیں! فرمایا کہ پھر تو یہ بھی درست نہیں ہے۔ اور میں سوائے حق بات کے کسی پر گواہ نہیں بنتا۔

باب العُمْریٰ

عُمریٰ کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے سولہ احادیث کو بیان کیا ہے

۱۴۸۵۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:أَيُّمَا رَجُلٍ أُعْمِرَ عُمْرَى لَهُ وَلِعَقِبِهِ، فَإِنَّهَا لِلَّذِي أُعْطِيَهَا، لَا تَرْجِعُ إِلَى الَّذِي أَعْطَاهَا، لِأَنَّهُ أَعْطَى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيهِ الْمَوَارِيثُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص بھی کسی کے لئے عمریٰ

کرے اور اس کے ورثاء کے لئے تو وہ اسی کا ہو جائے گا جسے دیا گیا ہے۔ اور اس آدمی کو واپس نہیں ہوگا جس نے دیا ہے، اس لئے کہ اس نے ایسا عطیہ دیا ہے کہ اس میں میراث جاری ہوگی"۔

تشریح:

"اعمر عمری له" عمریٰ فُعلیٰ کے وزن پر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ کسی کو عمر بھر کے لئے اپنا گھر دیدینا، اور یہ الفاظ استعمال کرنا "هذه الدار لک عمریٰ" کہ میں نے یہ گھر عمر بھر کے لئے تجھے دیدیا اس کو استعمال کرو گویا عمریٰ ہبہ اور عطیہ اور تحفہ کی ایک صورت ہے۔ عمریٰ کا صیغہ اکثر باب افعال سے استعمال ہوتا ہے اس میں عطیہ کرنے والے کو مُعمِر کہتے ہیں اور جس کو عطیہ کیا گیا ہے اس کو مُعمَر لہ کہتے ہیں اور اس عطیہ کو عمریٰ کہتے ہیں۔

عمریٰ کے ہبہ کرنے کی تین صورتیں ہیں

(۱) اول صورت یہ ہے کہ جس میں مُعمَر لہ کے ورثہ کی تصریح ہو مثلاً عطیہ کرنے والے نے کہا "اَعْمَرْتُکَ هٰذِهِ الدَّارَ فَإِذَا مِتَّ فَهِيَ لِوَرَثَتِکَ"

(۲) دوسری صورت وہ ہے جو بالکل مطلق ہو "اَعْمَرْتُکَ هٰذِهِ الدَّارَ"

(۳) تیسری صورت وہ ہے جس میں گھر کی واپسی کی تصریح ہو مثلاً "اَعْمَرْتُکَ هٰذِهِ الدَّارَ فَإِذَا مِتَّ عَادَتْ إِلَيَّ"

فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور ایک قول کے مطابق امام احمد بن حنبل جمہور کے نزدیک عمریٰ تینوں صورتوں میں مطلقاً تملیک عین اور ہبہ ہے اور واپسی کی شرط فاسد ہے جو باطل ہے لہٰذا مُعمَر لہ کے مرنے کے بعد ان کے ورثہ اس کو لیں گے کوئی منع نہیں کرسکتا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عمریٰ تینوں صورتوں میں تملیک منافع ہے تملیک عین نہیں لہٰذا مُعمَر لہ کے مرنے کے بعد عمریٰ کا عین اصل مالک کی طرف واپس ہوجائے گا امام احمد و شافعی کے اور اقوال بھی ہیں مگر اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دلائل

امام مالکؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی آنے والی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں "فانها ترجع الى صاحبها" کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ روایت ۴۱۸۸ نمبر ہے۔ جمہور نے اس باب کی حضرت جابر کی تمام روایات سے استدلال کیا ہے جو اپنے مدعا پر واضح دلائل ہیں۔ جس میں مسئلہ کا بھی ذکر ہے اس کے حکم کا بھی ذکر ہے اور اس کی علت کا ذکر بھی ہے جو واضح تر دلیل ہے۔

جواب

امام مالکؒ نے حضرت جابر کی جس روایت سے استدلال کیا ہے وہ روایت دیگر صحیح روایات کے بھی خلاف ہے اور خود اس باب کی حضرت جابر کی روایات کے بھی خلاف ہے لہٰذا وہ قابل استدلال نہیں ہے۔ نیز وہ حضرت جابر کا اپنا قول اور اجتہاد ہے مرفوع حدیث نہیں ہے لہٰذا یہ دیگر مرفوع احادیث کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہے۔

٤١٨٦ ۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، قَالَا:أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَعْمَرَ رَجُلًا عُمْرَى لَهُ وَلِعَقِبِهِ، فَقَدْ قَطَعَ قَوْلُهُ حَقَّهُ فِيهَا، وَهِيَ لِمَنْ أُعْمِرَ وَلِعَقِبِهِ، غَيْرَ أَنَّ يَحْيَى قَالَ فِي أَوَّلِ حَدِيثِهِ:أَيُّمَا رَجُلٍ أُعْمِرَ عُمْرَى فَهِيَ لَهُ وَلِعَقِبِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص کسی کو عمریٰ کرے اور اس کے بعد اس کے ورثاء کے لئے بھی کرے تو اس کے اس قول نے اس کا حق ختم کر دیا اس چیز میں اور اب وہ چیز معمر لہ (جسے عمریٰ کیا گیا) اور اسکے ورثاء کی ہوگی“۔

٤١٨٧ ۔حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنِ الْعُمْرَى وَسُنَّتِهَا، عَنْ حَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيَّ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ:أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْمَرَ رَجُلًا عُمْرَى لَهُ وَلِعَقِبِهِ، فَقَالَ:قَدْ أَعْطَيْتُكَهَا وَعَقِبَكَ مَا بَقِيَ مِنْكُمْ أَحَدٌ، فَإِنَّهَا لِمَنْ أُعْطِيَهَا، وَإِنَّهَا لَا تَرْجِعُ إِلَى صَاحِبِهَا، مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ أَعْطَى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيهِ الْمَوَارِيثُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے کسی شخص کے لئے عمریٰ کیا اور اس کے ورثاء کے لئے اور اس سے یوں کہا کہ یہ (چیز) میں نے تمہیں اور تمہارے ورثاء کو دی جب تک کہ ان میں سے کوئی باقی رہے گا، تو اس کے اس قول کی وجہ سے یہ چیز اسی کی ہو جائے گی اور اپنے اصل مالک کی طرف واپس نہ لوٹے گی۔ کیونکہ اس نے ایسا عطیہ دیا ہے کہ اس میں میراث جاری ہوگی۔

٤١٨٨ ۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ، قَالَا:أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ:إِنَّمَا الْعُمْرَى الَّتِي أَجَازَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ

Scanned with CamScanner

يَقُولَ:هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ، فَأَمَّا إِذَا قَالَ:هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ، فَإِنَّهَا تَرْجِعُ إِلَى صَاحِبِهَا ، قَالَ مَعْمَرٌ:وَكَانَ الزُّهْرِيُّ يُفْتِي بِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "عمریٰ تو وہی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے جائز قرار دیا کہ (معمِر) کہے: یہ چیز تمہاری ہے اور تمہارے ورثاء کے لئے ہے، البتہ جب وہ یوں کہے کہ یہ چیز تمہاری زندگی بھر کے لئے ہے تو پھر وہ اپنے مالک کو واپس لوٹ جائے گی (معمولہ کی وفات کے بعد)۔ حضرت معمر کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہری اسی کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

۴۱۸۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِيمَنْ أُعْمِرَ عُمْرَى لَهُ وَلِعَقِبِهِ فَهِيَ لَهُ بَتْلَةٌ، لَا يَجُوزُ لِلْمُعْطِي فِيهَا شَرْطٌ، وَلَا ثُنْيَا، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ:لِأَنَّهُ أَعْطَى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيهِ الْمَوَارِيثُ، فَقَطَعَتِ الْمَوَارِيثُ شَرْطَهُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جس نے عمریٰ کیا تھا دوسرے شخص کو اور اس کے ورثاء کو فیصلہ فرمایا کہ وہ چیز پھر قطعی طور پر معمرلہ کی ملکیت ہو جاتی ہے اور دینے والے کے لئے جائز نہیں کہ اس میں کوئی شرط لگائے یا استثناء کرے۔ حضرت ابو سلمہ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ایک ایسا عطیہ دیا ہے جس میں ورثاء کا حق پڑ گیا ہے، لہذا میراث نے اس کی شرط کو کاٹ دیا۔

۴۱۹۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ:سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:الْعُمْرَى لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عمریٰ اس کی ملکیت ہے جسے ہبہ کی گئی ہے۔

۴۱۹۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ بِمِثْلِهِ،

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح (کہ عمریٰ اس کی ملکیت ہے جس کو ہبہ کی گئی ہے) فرمایا ہے۔

۴۱۹۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا بیان کیا ہے۔

٤١٩٣۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَاللَّفْظُ لَهُ، أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَمْسِكُوا عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ، وَلَا تُفْسِدُوهَا، فَإِنَّهُ مَنْ أَعْمَرَ عُمْرَى فَهِيَ لِلَّذِي أُعْمِرَهَا حَيًّا وَمَيِّتًا، وَلِعَقِبِهِ،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے اموال کو روکے رکھو اور اس میں فساد نہ کرو کیونکہ جس شخص نے عمر بھر کے لئے ہبہ کیا تو یہ اسی کے لئے ہے جس کو ہبہ کیا گیا ہے اور اس کے وارثوں کا ہے خواہ زندہ ہو یا مر جائے۔

٤١٩٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ أَيُّوبَ، كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي خَيْثَمَةَ، وَفِي حَدِيثِ أَيُّوبَ مِنَ الزِّيَادَةِ: قَالَ: جَعَلَ الْأَنْصَارُ يُعْمِرُونَ الْمُهَاجِرِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَمْسِكُوا عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی مذکورہ حدیث ابی خیثمہ نے بیان کی اس روایت ابو ایوب رحمہ اللہ میں یہ بھی ذکر ہے کہ انصار اپنی اشیاء مہاجرین کو عمریٰ کے طور پر دینے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مال کو روک کر رکھو"۔

٤١٩٥۔ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: أَعْمَرَتِ امْرَأَةٌ بِالْمَدِينَةِ حَائِطًا لَهَا ابْنًا لَهَا، ثُمَّ تُوُفِّيَ وَتُوُفِّيَتْ بَعْدَهُ، وَتَرَكَتْ وَلَدًا وَلَهُ إِخْوَةٌ بَنُونَ لِلْمُعْمِرَةِ، فَقَالَ وَلَدُ الْمُعْمِرَةِ: رَجَعَ الْحَائِطُ إِلَيْنَا، وَقَالَ: بَنُو الْمُعْمَرِ، بَلْ كَانَ لِأَبِينَا حَيَاتَهُ وَمَوْتَهُ، فَاخْتَصَمُوا إِلَى طَارِقٍ مَوْلَى عُثْمَانَ، فَدَعَا جَابِرًا فَشَهِدَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالْعُمْرَى لِصَاحِبِهَا، فَقَضَى بِذَلِكَ طَارِقٌ، ثُمَّ كَتَبَ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ فَأَخْبَرَهُ ذَلِكَ، وَأَخْبَرَهُ بِشَهَادَةِ جَابِرٍ، فَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: صَدَقَ جَابِرٌ، فَأَمْضَى ذَلِكَ طَارِقٌ، فَإِنَّ ذَلِكَ الْحَائِطَ لِبَنِي الْمُعْمَرِ حَتَّى الْيَوْمِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت نے اپنا ایک باغ اپنے ایک بیٹے کو بطور عمریٰ دیا، اس

کے بعد وہ بیٹا مر گیا اور ماں بھی مر گئی۔ اس بیٹے نے ایک لڑکا وارث چھوڑا جب کہ اس کے بھائی تھے جو معمرہ عورت کے بیٹے تھے۔ اب معمرہ کے بیٹوں نے کہا کہ یہ باغ واپس ہمیں مل گیا۔ جب کہ معمرلہ کے بیٹے نے کہا کہ نہیں یہ باغ تو ہمارے باپ کا ہے اس کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ یہ لوگ اپنا جھگڑا طارق مولیٰ عثمانؓ بن عفان کے پاس لے کر گئے، تو انہوں نے جابرؓ کو بلایا اور جابر نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے عمریٰ کے متعلق یہ فیصلہ دیا تھا کہ یہ اس ہی کا ہے جسے دیا جائے۔ چنانچہ طارق نے اسی کے مطابق فیصلہ دیا پھر عبدالملک کو خط لکھا اور اس سارے واقعہ کی خبر دی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی شہادت (گواہی) کو بھی خبر دی۔ عبدالملک نے کہا کہ حضرت جابرؓ نے سچ فرمایا۔ چنانچہ اس کے بعد طارق نے وہی حکم جاری کر دیا۔ وہ باغ آج تک معمرلہ کے بیٹے کے پاس ہے۔

۴۱۹۶۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ، قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ طَارِقًا، قَضَى بِالْعُمْرَى لِلْوَارِثِ لِقَوْلِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عمریٰ میراث ہے اس کے گھر والوں کی''۔

۴۱۹۷۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْعُمْرَى جَائِزَةٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عمریٰ جائز ہے''۔

تشریح:

''العمریٰ جائزۃ'' یعنی عمریٰ جائز ہے اگر کوئی شخص اپنا گھر یا زمین بطور عمریٰ کسی کو دیدیتا ہے تو اسلام میں یہ جائز ہے منع نہیں ہے امام مسلم نے اس جواز پر یہاں چار احادیث کو ذکر کیا ہے تین میں جائزۃ کا لفظ ہے اور ایک روایت میں میراث لاھلھا کے الفاظ ہیں جو اکیا جائزۃ کے مفہوم میں ہیں۔

سوال: زیر بحث حدیث میں اور اس کے بعد روایات میں العمریٰ جائزۃ کے الفاظ ہیں لیکن اس سے پہلے اس باب کی دو روایات میں عمریٰ کرنے کی ممانعت مذکور ہے مثلاً یہ الفاظ ہیں ''امسکوا علیکم اموالکم ولا تفسدوھا'' یعنی عمریٰ کا عطیہ نہ کرو اور اپنے اموال کو برباد نہ کرو بلکہ اپنے اموال کو اپنے پاس رکھو اس میں عمریٰ کی ممانعت ہے یہ ان روایات میں تعارض ہے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اصولاً تو وہی حکم ہے کہ العمریٰ جائزۃ یہ جائز ہے منع نہیں ہے لیکن جہاں ممانعت کی حدیث آئی ہے تو وہ نہی ارشادی ہے جو اس مصلحت پر مبنی ہے کہ اپنے گھر کو عمریٰ کہہ کر کسی کو مت دیا کرو کیونکہ عمریٰ تو نافذ ہے پھر پریشان ہو جاؤ گے اس لئے یہ اقدام نہ کرو لیکن

اگر کسی نے عمریٰ کیا تو وہ نافذ اور جائز ہوگا۔ اس باب کی نہی کی دونوں حدیثوں میں یہ ایک پس منظر بھی مذکور ہے وہ یہ کہ انصار اپنے گھر اول کو مہاجرین کے لئے بطور عمریٰ دیا کرتے تھے۔ تو آنحضرت نے انصار کو اس سے منع کر دیا کہ اس طرح یہ مکانات مہاجرین کی ذاتی ملکیت میں چلے جائیں گے ایسا نہ کرو مصلحت یہی ہے کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو مہاجرین کی مدد اگر کرنی بھی ہے تو اس طرح کرو کہ تمہارا مال تمہارے ہاتھ میں رہ جائے اور ان کی مدد بھی ہو جائے

۴۱۹۸۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:الْعُمْرَى مِيرَاثٌ لِأَهْلِهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ عمریٰ ورثاء کے لیے میراث ہے۔

۴۱۹۸۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:الْعُمْرَى جَائِزَةٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عمریٰ جائز ہے۔

۴۲۰۰۔وحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ:مِيرَاثٌ لِأَهْلِهَا، أَوْ قَالَ:جَائِزَةٌ

حضرت قتادہ سے بھی اس طریق سے یہی سابقہ حدیث مروی ہے کہ عمریٰ اس کے اہل وعیال کے لئے میراث ہے یا فرمایا: عمریٰ جائز ہے۔

کتاب الوصیة

وصیت کا بیان

قال اللہ تعالیٰ ﴿من بعد وصیة توصون بھا او دین﴾

وصایا جمع ہے اس کا مفرد وصیۃ ہے اصمعی کہتے ہیں کہ یہ ضرب یضرب سے ہے وصیت لغت میں ملنے اور ملانے کے معنی میں ہے اسی اتصل واوصل اور اس کی اصطلاحی تعریف میر سید نے التعریفات میں اس طرح کی ہے الوصیة تملیک مضاف الی ما بعد الموت (حرف الواو) یعنی کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنے وارثوں سے کہدے کہ فلاں فلاں کام کرو مثلاً میرے مال سے مسجد یا مدرسہ یا خانقاہ یا سرائے یا پل یا ہسپتال بنا دو یا کنواں کھودلو یا میرے ذمے فلاں عبادت باقی ہے اس کا انتظام کرلو۔

اسلام سے پہلے جاہلیت کے لوگ بھی وصیت کر دیا کرتے تھے لیکن وہ کسی ضابطے کے پابند نہیں تھے اس میں وہ وارثوں پر ظلم بھی کرتے تھے اسلام نے جاہلیت کی بے قاعدہ وصیتوں کو رد کر دیا ہے اور چند شرائط لگا کر وصیت کی شرعی حیثیت کو متعین کر دیا اور اجازت دیدی۔

باب وصیة الرجل مکتوبة عنده

آدمی کی وصیت اس کے پاس لکھی رہنی چاہیے

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۲۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا حَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، لَهُ شَيْءٌ يُرِيدُ أَنْ يُوصِيَ فِيهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ، إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کسی مسلمان شخص کے لئے صحیح نہیں ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس کے متعلق وہ وصیت کرنا چاہتا ہو اور وہ دو راتیں گزارے الا یہ کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہو"۔

تشریح:

"ما حق امرىء مسلم" یعنی کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ دو دن بھی لکھی ہوئی وصیت کے بغیر گزار دے بلکہ ہر وقت ان کے

پاس ان کی وصیت لکھی ہوئی ہونی چاہئے۔ اس حدیث سے وصیت کی شرعی حیثیت کا مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے کہ آیا یہ واجب ہے یا مستحب ہے۔

وصیت کی حیثیت میں فقہاء کا اختلاف

داؤد ظاہری اسحٰق بن راہویہ اور اہل ظواہر کے نزدیک وصیت کرنا واجب ہے۔

جمہور کے نزدیک وصیت کرنا مستحب ہے اگر چہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اس کی وصیت موجود ہو یا تکیہ کے نیچے رکھا ہوا ہو مگر واجب نہیں۔

دلائل

اسحٰق بن راہویہ اور اہل ظواہر نے قرآن کریم کی آیت ﴿کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین﴾ سے استدلال کیا ہے اس باب کی اکثر احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ آیت میراث سے وصیت کا پورا نظام منسوخ ہوگیا ہے اب ورثاء کے شریعت کی جانب سے حصے مقرر ہیں آدمی کی وصیت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی اسی طرح لا وصیۃ لوارث مشہور حدیث ہے اس سے بھی آیت میراث متاثر ہوسکتی ہے تو ابتداء اسلام میں اگر چہ وصیت کا نظام قائم تھا لیکن بعد میں منسوخ ہوگیا ہاں آیت میراث کے بعد بھی تہائی مال کی وصیت کرنے کا حق مالک کو حاصل ہے تاکہ اگر کوئی شخص زندگی کے آخری وقت میں وصیت کرنا چاہتا ہے یا صدقہ کرنا چاہتا ہے تو نیکی کے سارے دروازے اس پر کھلے ہوں۔

جواب

اہل ظواہر نے جس آیت وصیت سے استدلال کیا ہے یا اس باب کی احادیث سے استدلال کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صورت یا قرض کی وصیت پر محمول ہے یا امانت کی وصیت پر محمول ہے جو تمام فقہاء کے نزدیک ضروری ہے یا آیت مذکورہ میں وصیت سے استحبابی وصیت مراد ہے اور وصیت کے استحباب میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اس باب کی احادیث کا محمل بھی استحباب ہے یا یہ جواب ہے کہ ابتدائے اسلام میں وصیت کا حکم تھا پھر جب آیت میراث نازل ہوئی تو وصیت کے وجوب کا حکم منسوخ ہوگیا۔

٤٢٠٢۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، غَيْرَ أَنَّهُمَا قَالَا: وَلَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ، وَلَمْ يَقُولَا: يُرِيدُ أَنْ يُوصِيَ فِيهِ،

حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے اس طریق سے بھی یہی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔ اس روایت میں یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں وصیت ہوسکتی ہو۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ اس میں وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو

۴۲۰۳۔ وحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ، كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ، ح وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، ح وحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ، وَقَالُوا جَمِيعًا: لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ، إِلَّا فِي حَدِيثِ أَيُّوبَ، فَإِنَّهُ قَالَ: يُرِيدُ أَنْ يُوصِيَ فِيهِ، كَرِوَايَةِ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ

ان مختلف اسانید وطریق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مذکورہ بالا روایت مروی ہے کہ اس کے پاس وصیت کی کوئی چیز ہو ایوب (راوی) کی روایت میں یہ ہے کہ وہ وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یحییٰ عن عبید اللہ کی روایت کی طرح۔

۴۲۰۴۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ، يَبِيتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ، إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ عِنْدَهُ مَكْتُوبَةٌ، قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَلِكَ إِلَّا وَعِنْدِي وَصِيَّتِي،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "کسی بھی مسلمان آدمی کو یہ حق نہیں کہ اس کے پاس کوئی چیز وصیت کے لائق ہو اور وہ تین راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو"۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ میری وصیت میرے پاس نہ ہو۔

۴۲۰۵۔ وحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، ح وحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ

حضرت زہری رحمہ اللہ سے ان مختلف اسانید وطریق کے ساتھ یہی سابقہ حدیث عمرو بن حارث کی طرح مروی ہے۔

باب الوصیة بالثلث

تہائی مال کی وصیت کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دس احادیث کو بیان کیا ہے

٤٢٠٦ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: عَادَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ أَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، بَلَغَنِي مَا تَرَى مِنَ الْوَجَعِ، وَأَنَا ذُو مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي وَاحِدَةٌ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ: لَا، قَالَ: قُلْتُ: أَفَأَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهِ؟ قَالَ: لَا، الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ، إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا، حَتَّى اللُّقْمَةُ تَجْعَلُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي، قَالَ: إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ، إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، وَلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتَّى يُنْفَعَ بِكَ أَقْوَامٌ، وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ، اللَّهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ، لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ، قَالَ: رَثَى لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ أَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت فرمائی اور ایسے درد میں جس کی وجہ سے میں موت کے کنارے پہنچ گیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ مجھے کس قدر تکلیف ہے؟ میں صاحب مال آدمی ہوں اور سوائے ایک بیٹی کے کوئی وارث نہیں۔ کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کردوں؟ فرمایا کہ نہیں: میں نے عرض کیا پھر نصف کردوں؟ فرمایا: بس صرف ثلث (ایک تہائی) اور ثلث بھی زیادہ ہے۔ تم اپنے ورثاء کو غنی اور مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ بہتر ہے اس بات سے کہ انہیں محتاج چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔ اور تم اللہ کی رضا جوئی کے لئے جو بھی خرچ کرو گے دنیا میں، تمہیں اس پر اجر ملے گا، حتی کہ اس لقمہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا؟ (یعنی دیگر صحابہ کے بعد بھی زندہ رہوں گا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر تم پیچھے رہو گے اور پھر کوئی عمل ایسا کرو گے جس سے اللہ کی رضا مقصود ہوگی تو تمہارے درجات میں اضافہ ہوگا اور ممکن ہے کہ تم زندہ رہو تو تمہاری ذات سے بعض لوگوں کو نفع پہنچے اور بعض دوسروں کو نقصان۔

''اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت کو پورا فرما اور انہیں الٹے قدموں واپس مت پھیر دیجئے۔ لیکن افسوس تو سعد بن خولہؓ

پر ہے" فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے مکہ میں وفات پا جانے پر افسوس کا اظہار فرمایا۔

تشریح:

"قال" یعنی سعد بن ابی وقاص نے فرمایا کہ آنحضرت میری عیادت کے لئے آئے یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا یہ روایت صحیح ہے امام زہری کے تمام شاگردوں نے اسی طرح ذکر کیا ہے صرف سفیان بن عیینہ کو وہم ہو گیا تو اس نے فتح مکہ کا ذکر کیا۔

میرک شاہ نے لکھا ہے کہ عام الفتح کے الفاظ صحیح نہیں ہے بلکہ "عـــام حـجـة الـوداع" کے الفاظ صحیح ہیں کسی راوی سے سہو ہو گیا ہے "اشفیت" قاربت کے معنی میں ہے "اشفیت" ای قاربت الھلاک یعنی میں موت کے قریب پہنچ گیا تھا۔ "یعودنی" اس سے حضرت سعد کی شان بہت بڑھ جاتی ہے کہ سید الکونین آپ کی عیادت کے لئے گئے اور ان کے گھر میں ان کی عیادت کی بابا سعدیؒ نے ایسے موقع کے لئے کہا ہے۔

کلاہ گوشۂ دھقان بہ آفتاب رسید　　کہ سایہ بر سرش انداخت چوں تو سلطانے

"الا ابنتی" مطلب یہ کہ ذوی الفروض میں سے میراث لینے والی، اس وقت صرف میری بیٹی ہے۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ حضرت سعد ایک مالدار صحابی تھے اور ان کے کئی بیٹے تھے اور عصبہ میں سے بہت سارے وارث تھے پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ میرے ورثاء میں سے صرف ایک بیٹی ہے اور کوئی نہیں ہے؟۔

جواب: اس سوال کے کئی جوابات ہیں پہلا جواب جس کی طرف ملا علی قاری اور دیگر شارحین نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے ذوی الفروض میں سے صرف ایک بیٹی بتایا کہ ذوی الفروض میں سے ایک بیٹی ہے یہ مطلب نہیں کہ دیگر ورثہ نہیں کیونکہ عصبہ میں آپ کے بہت سارے ورثہ تھے خود اسی حدیث میں "ورثتک" کا لفظ آیا ہے اور "یتکففون" جمع کا صیغہ ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دیگر ورثہ تھے مگر وہ عصبہ میں تھے بلکہ ترمذی کی روایت میں "ولدتک" سے اولاد کا ذکر موجود ہے۔ دوسرا جواب بھی ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے جو آپ نے علامہ طیبی سے نقل کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرے ورثاء تو بہت ہیں لیکن جن کے بارہ میں مجھے خوف لاحق ہے اور میں اس میں پریشان ہوں وہ صرف میری بیٹی ہے کیونکہ یہ عاجز خاتون ہے جو میرے ورثاء میں سب سے زیادہ کمزور ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے اپنے اموال کو اپنے تمام بیٹوں پر تقسیم کیا تھا صرف یہ ایک بیٹی تھی جس کو میراث کا حصہ اب تک نہیں دیا گیا تھا اس لئے آپ نے اس کا ذکر کیا یہ جواب بہت اچھا اور واضح ہے مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس کو میں نے کہیں دیکھا ہے۔ ویسے مشکوۃ شریف میں اس باب کی فصل ثانی میں اولاد کے لفظ کے ساتھ کلھم اغنیاء بخیر کے ہیں یہ تو واضح حدیث ہے کہ حضرت سعد کے دیگر بیٹے تھے جن کو انہوں نے میراث تقسیم کر کے دیدی تھی اور وہ اغنیاء تھے ہاں میرے سامنے جو شروحات ہیں اس میں لکھا ہے کہ حضرت سعد

کی اولاد بعد میں پیدا ہوئی جیسے منۃ المنعم میں لکھا ہے ثم امد الله فی حیاته حتی ولد له فیما بعد من الذکور اربعة (۱) عمر (۲) عامر (۳) ومصعب (۴) ومحمد . وقیل بل اکثر من عشرة ومن الاناث اثنتا عشرة بہرحال اوپر والی باتیں زیادہ قابل اطمینان ہیں۔ "والثلث کثیر" فقہاء نے جگہ جگہ لکھا ہے کہ جہاں قلیل اور کثیر کی تعیین کرنی ہوتی ہے وہ ثلث ہی کی بنیاد پر کرتے ہیں ثلث سے کم کو قلیل اور ثلث سے زیادہ کو کثیر کہتے ہیں غبن فاحش میں بھی ثلث معیار ہے ثلث سے زیادہ غبن فاحش ہے اور کم نہیں ہے "اشفیت" ای قاربته و اشرفت علیه یعنی میں قریب الموت ہو کر موت کو جھانکنے لگا "یتکففون" ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگنے کو کہتے ہیں۔ "فی امراتک" یہ فم تھا اور فم اصل میں فوہ تھا واؤ کو یاء سے بدل دیا پھر یائے متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے دونوں میں یاء میں ادغام کا عمل ہوا تو فی مشدد ہو گیا۔ "اخلف" یعنی کیا میں اپنے ساتھیوں صحابہ سے پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا کہ وہ سارے مدینہ چلے جائیں گے اور میں مکہ میں مرجاؤں گا؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ پریشانی لاحق ہوگئی کہ کیا میری ہجرت خراب ہو جائے گی اس کے جواب میں "انک لن تخلف" کے جملہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیا کلام شروع فرمایا اور نیک عمل کرنے کی فضیلت بیان فرمائی بعض شارحین نے "اخلف بعد اصحابی" کا مطلب یہ لیا ہے کہ کیا میری عمر طویل ہوگی کہ تمام ساتھیوں کے بعد میں زندہ رہوں گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیادہ زندہ رہنے میں بہت فائدہ ہے تیرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایک قوم کو فائدہ پہنچائے گا یعنی مسلمانوں کو کہ آیندہ تیرے ہاتھ پر مسلمان ہونے والوں کو فائدہ ہوگا اور ایک قوم کو جو کفار ہوں گے ان کو ضرر اور نقصان ہوگا کہ تیرے ہاتھ سے مارے جائیں گے اور ذلیل ہو جائیں گے چنانچہ حضرت سعد کے ذریعہ سے پورا عراق اور فارس فتح ہوا لاکھوں انسان مسلمان ہو گئے اور لاکھوں انسان قتل ہو کر واصل جہنم ہو گئے تکریت کی جنگ میں اسی ۸۰۰۰۰ ہزار کافر مارے گئے جلولا کی جنگ میں ایک لاکھ مارے گئے اور قادسیہ کی عظیم جنگ میں بے شمار مارے گئے تو یہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی تھی جو پوری ہوگئی۔

"لکن البائس" بؤس فقر و فاقہ کو کہتے ہیں اور بدحالی کو بھی کہتے ہیں یہاں افسوس کے معنی میں ہے "سعد بن خولة" یہ ایک صحابی تھے بنو عامر سے اس کا تعلق تھا بدر میں شریک ہوئے تھے پھر حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں وفات پا گئے۔ "رثی له" یعنی آنحضرت نے ان کے لئے افسوس کیا اور ان پر ترس کھایا کہ یہ مکہ میں مر گئے اور ان کی ہجرت کو نقصان پہنچا واضح بات یہی ہے کہ حضرت سعد بن خولہ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ ہی میں سکونت اختیار کی اور مدینہ نہیں گئے اور مکہ میں موت آگئی۔

٤٢٠٧ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، ح وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ،

حضرت زہری رحمہ اللہ سے ان مختلف اسانید وطرق سے مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۲۰۸۔ وحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيَّ يَعُودُنِي، فَذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ، وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَمُوتَ بِالْأَرْضِ الَّتِي هَاجَرَ مِنْهَا

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن معمولی تغیر کیساتھ۔ اس میں حضرت سعد بن خولہ کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جس علاقہ سے ہجرت کی ہے اس میں موت کو پسند نہ فرماتے تھے۔

۴۲۰۹۔ وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنِي مُصْعَبُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَرِضْتُ، فَأَرْسَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْتُ: دَعْنِي أَقْسِمْ مَالِي حَيْثُ شِئْتُ، فَأَبَى، قُلْتُ: فَالنِّصْفُ؟ فَأَبَى، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ؟، قَالَ: فَسَكَتَ بَعْدَ الثُّلُثِ، قَالَ: فَكَانَ بَعْدُ الثُّلُثُ جَائِزًا،

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں بیمار ہوا تو نبی ﷺ کے پاس قاصد بھیجا اور کہلوایا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ اپنا کل مال جیسے چاہوں تقسیم کروں لیکن آپ نے انکار فرما دیا۔ میں نے پھر کہا کہ نصف مال؟ آپ نے اس سے بھی انکار فرما دیا۔ میں نے پھر عرض کیا ثلث (تہائی) مال؟ پھر آپ خاموش رہے ثلث کے بعد۔ چنانچہ اس کے بعد ثلث کی تقسیم جائز ہوگئی۔

تشریح:

"بعد الثلث" یعنی ایک تہائی کی بات جب میں نے کی کہ ایک تہائی مال بانٹ لوں تو آنحضرت خاموش ہو گئے گویا اس کی اجازت مل گئی "فکان بعد" یعنی اس قصہ کے بعد اور آنحضرت کے ایک ثلث پر سکوت کے بعد خود بخود یہ قانون بن گیا کہ "الثلث جائزا" یعنی ایک تہائی بانٹنا جائز قرار پایا اس میں کوئی پابندی نہیں رہی چنانچہ میت کو اپنے مال میں ایک تہائی میں ہر قسم تصرف کرنا جائز ہے۔

"وقال بیدہ" اشار بیدہ آنحضرت نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا یہ لفظ آئندہ روایت میں ہے۔

۴۲۱۰۔ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فَكَانَ بَعْدُ الثُّلُثُ جَائِزًا

حضرت سماک رحمہ اللہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ لیکن انہوں نے اس روایت میں فکان بعد الثلث جائزا (اس کے بعد تہائی جائز ہوگیا) ذکر نہیں فرمایا۔

۴۲۱۱۔ وحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ،

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالنِّصْفُ؟ قَالَ: لَا، فَقُلْتُ: أَبِالثُّلُثِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ۔

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت سعدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت فرمائی تو (اس موقع پر) میں نے عرض کیا کہ میں اپنے کل مال کی وصیت کرنا چاہتا ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا کہ پھر ثلث (تہائی) کی؟ فرمایا کہ ہاں! اور ثلث بھی زیادہ ہے''۔

۴۲۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ وَلَدِ سَعْدٍ، كُلُّهُمْ يُحَدِّثُهُ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ عَلَى سَعْدٍ يَعُودُهُ بِمَكَّةَ، فَبَكَى، قَالَ: مَا يُبْكِيكَ؟ فقال: قَدْ خَشِيتُ أَنْ أَمُوتَ بِالْأَرْضِ الَّتِي هَاجَرْتُ مِنْهَا، كَمَا مَاتَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا ثَلَاثَ مِرَارٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا، وَإِنَّمَا يَرِثُنِي ابْنَتِي، أَفَأُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَبِالثُّلُثَيْنِ؟، قَالَ: لَا، قَالَ: فَالنِّصْفُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَالثُّلُثُ؟ قَالَ: الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّ صَدَقَتَكَ مِنْ مَالِكَ صَدَقَةٌ، وَإِنَّ نَفَقَتَكَ عَلَى عِيَالِكَ صَدَقَةٌ، وَإِنَّ مَا تَأْكُلُ امْرَأَتُكَ مِنْ مَالِكَ صَدَقَةٌ، وَإِنَّكَ أَنْ تَدَعَ أَهْلَكَ بِخَيْرٍ أَوْ قَالَ: بِعَيْشٍ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَقَالَ: بِيَدِهِ،

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے تین بیٹوں سے جو سب کے سب حضرت سعدؓ سے ہی روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کی عیادت کے لیے ان کے پاس گئے تو حضرت سعدؓ رونے لگے، آپ نے فرمایا: کس وجہ سے روتے ہو؟ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ میں اس سرزمین ہی میں موت سے ہمکنار نہ ہو جاؤں جہاں سے میں ہجرت کر چکا ہوں۔ جیسے کہ سعدؓ بن خولہ کو موت آگئی (اس سرزمین میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما''۔ (تین مرتبہ فرمایا)۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ میرے پاس بہت سا مال ہے جب کہ میرے مال کی وارث میری بیٹی ہی ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ اپنے کل مال کی وصیت کر جاؤں (کسی کے لئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! میں نے عرض کیا کہ پھر دو تہائی مال میں کر دیتا ہوں؟ فرمایا کہ نہیں! میں نے عرض کیا کہ پھر نصف مال کی وصیت کر جاؤں؟ فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا کہ پھر ایک تہائی مال کی کر دوں؟ فرمایا کہ ہاں! ایک تہائی اور یہ تہائی زیادہ ہے۔ تم اپنے مال میں سے جو صدقہ کرتے ہو وہ تو تمہارے لئے صدقہ ہی ہے۔ اور تمہارا اپنے عیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے اور فرمایا کہ تم جو اپنی بیوی کو کھلاتے ہو وہ بھی تمہارے لئے صدقہ ہے اور تم اپنے گھر والوں کو

اچھی زندگی کے ساتھ چھوڑ دو یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے تم انہیں اس حال میں چھوڑ و کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں۔اور آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا۔

۴۲۱۳۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ وَلَدِ سَعْدٍ، قَالُوا: مَرِضَ سَعْدٌ بِمَكَّةَ، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ بِنَحْوِ حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ،

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے تینوں صاحبزادوں سے روایت ہے کہ حضرت سعدؓ مکہ میں بیمار ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس عیادت کیلئے تشریف لائے۔ بقیہ حدیث ثقفیؒ کی حدیث کی طرح بیان فرمائی۔

۴۲۱۴۔ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي ثَلَاثَةٌ مِنْ وَلَدِ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، كُلُّهُمْ يُحَدِّثُنِيهِ بِمِثْلِ حَدِيثِ صَاحِبِهِ، فَقَالَ: مَرِضَ سَعْدٌ بِمَكَّةَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الْحِمْيَرِيِّ۔

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں نے ایک دوسرے کی طرح حدیث بیان کی ہے کہ حضرت سعدؓ مکہ میں بیمار ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ (بقیہ روایت حدیث حمید کی طرح بیان کی)

۴۲۱۵۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَوْ أَنَّ النَّاسَ غَضُّوا مِنَ الثُّلُثِ إِلَى الرُّبُعِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ: كَبِيرٌ أَوْ كَثِيرٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''کاش کہ لوگ ایک تہائی سے کمی کر کے ایک چوتھائی تک آجائیں (یعنی ثلث کے بجائے چوتھائی حصہ کی وصیت کریں) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ثلث کی وصیت کرو اور ثلث زیادہ ہے''۔ اور حضرت وکیع کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ (ثلث) بہت ہے اور کثیر ہے۔

تشریح:

''لو ان الناس '' یہ لو تمنی کے لئے ہے یعنی کاش اگر لوگ ایک تہائی سے بھی کم مال میں وصیت کرتے تہائی سے چوتھائی میں آجاتے تو یہ بہت اچھا ہوتا''غضوا''ای نقصوا یعنی تہائی سے کم میں اتر آتے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہائی کو کثیر فرمایا تو کثیر کے بانٹنے سے کم کا بانٹنا زیادہ اچھا ہوتا حضرت ابو بکرؓ نے خمس مال کی وصیت کی حضرت علی نے بھی خمس کی وصیت کی حضرت ابن عمر اور اسحاق بن ربیع نے کی

وصیت کی اور بعض نے سدس کی وصیت کی اور بعض نے سدس کی وصیت کی اور بعض نے عشر کی وصیت کی اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ جس کے وارث زیادہ ہوں اس کو بالکل وصیت نہ کرنا مستحب ہے۔

باب وصول ثواب الصدقات الی المیت

میت کے لئے ایصال ثواب جائز ہے۔

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۲۱۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَبِي مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا، وَلَمْ يُوصِ، فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے اور مال چھوڑا ہے جس میں کوئی وصیت نہیں کی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کے گناہ بخشے جائیں گے؟ فرمایا: ہاں!

تشریح:

"ان یکفر عنه" یعنی ایصال ثواب کرنے سے میت کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا جبکہ اس نے مال تو چھوڑا ہے لیکن کوئی وصیت نہیں کی ہے "قال نعم" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایصال ثواب سے میت کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے گناہ بخشے جائیں گے۔

ایصال ثواب کا مسئلہ

عبادات دو قسم پر ہیں ایک قسم عبادات مالیہ ہیں جیسے زکوۃ ہے حج ہے عمرہ ہے، دوسری قسم عبادات بدنیہ ہیں جیسے صوم و صلوۃ ہیں عبادات مالیہ میں تو امت کا اتفاق ہے کہ اس میں میت کی طرف سے نیابت جائز ہے اور ورثہ کے ادا کرنے سے میت کو اس کا ثواب پہنچ جاتا ہے البتہ اس میں احناف کے ہاں یہ تفصیل ہے کہ میت نے مال چھوڑا ہے یا نہیں اگر مال چھوڑا ہے تو اس کے ورثاء پر لازم نہیں ہے کہ ان کی طرف سے حج کریں گے یا زکوۃ ادا کریں گے ہاں اگر ان کی اولاد بطور تبرع ایسا کرتی ہیں تو میت تک ثواب پہنچے گا اور اگر میت نے مال چھوڑا ہے تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ اس نے ان عبادات کی ادائیگی کی وصیت کی ہے یا نہیں کی ہے اگر وصیت نہیں کی ہے تو ورثاء پر لازم نہیں ہے کہ ان کی طرف سے یہ عبادات ادا کریں ہاں اگر تبرع کے طور پر ادا کرتے ہیں تو جائز ہے ثواب دونوں کو ملے گا اور اگر میت نے وصیت کی ہے اور اس کے ثلث مال میں یہ عبادات ادا ہو سکتی ہیں تو پھر ورثاء پر لازم ہے کہ اس وصیت کو پورا کریں تاہم ایک ثلث سے تجاوز نہ کریں ہاں اگر

تبرع کرتے ہیں تو دونوں کو ثواب ملے گا۔ اب رہ گیا عبادات بدنیہ کے ایصال ثواب کا مسئلہ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا ایصال ثواب تو جائز ہے لیکن اس میں نیابت جائز نہیں ہے یعنی میت کی طرف سے نماز پڑھنا یا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے ہاں ائمہ حنابلہ کے نزدیک میت کی طرف سے روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے میں نیابت بھی درست ہے۔ شوافع کی طرف منسوب ہے کہ وہ تلاوت قرآن کے ایصال ثواب کے قائل نہیں ہیں لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سختی سے تردید کی ہے اور کہا ہے کہ شوافع کے ہاں ہر قسم عبادات میں ایصال ثواب جائز ہے البتہ معتزلہ اور اہل سنت کے درمیان ایصال ثواب میں اختلاف ہے۔ معتزلہ مطلقاً ایصال ثواب کو نہیں مانتے ہیں خواہ عبادات مالیہ میں ہو یا عبادات بدنیہ میں ہو۔ اہل سنت والجماعت ایصال ثواب کے قائل ہیں۔ معتزلہ نے قرآن عظیم کی آیت ﴿ وان لیس للانسان الا ماسعی ﴾ (النجم ۳۹) سے استدلال کیا ہے یعنی انسان کو صرف اپنا عمل پہنچتا ہے دوسرے کا عمل نہیں پہنچتا۔

اہل سنت کے علماء اور فقہاء نے قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص سے استدلال کیا ہے اور زیر بحث حدیث اور اس کے ساتھ اس باب کی دیگر احادیث سے ایصال ثواب پر استدلال کیا ہے۔ باقی معتزلہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اس کے کئے ہوئے عمل کا ثواب ضرور ملے گا ایسا نہیں ہوگا کہ ان کا عمل ان سے لیکر کسی اور کو دیا جائے یا کسی اور کی نیکیاں یہ لے لے۔ آیت کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنا عمل خود کسی کو نہیں دے سکتا ہے مثال کے طور پر ایک آدمی کے مال سے زبردستی کے طور پر کسی کو نہیں دیا جاسکتا ہے لیکن اگر وہ اپنا مال خود کسی کو دینا چاہتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے معتزلہ بے عقل ہیں اور بے جا بحث کرتے ہیں۔

ایک جواب یہ ہے کہ کثیر احادیث اس آیت کے لئے مخصص ہیں کہ احادیث نے ایصال ثواب کی تخصیص کردی۔ ایصال ثواب اگر میت کے لئے ہے اور اس پر قرآن پڑھا جائے تو اس کا معاوضہ لینا جائز نہیں ہے اگر معاوضہ لیا تو میت کو کچھ ثواب نہیں پہنچے گا اور اگر تبرک کے لئے قرآن پڑھا تو اس پر معاوضہ لے سکتا ہے۔ استیجار علی الطاعات کا مسئلہ بارہا لکھا گیا ہے ضابطہ یہ ہے کہ دین کا ہر وہ منصب جو معاوضہ لینے کے بغیر ختم ہو جاتا ہے تو اس منصب کو باقی رکھنے کے لئے معاوضہ لینے کی گنجائش ہے جیسے امامت واذان اور تدریس کا معاوضہ ہے۔ متأخرین نے اس کے جواز کا قول بھی کیا ہے اور محدود اجازت بھی دی ہے اور جو دینی منصب معاوضہ کے بغیر ختم نہیں ہوتا اس پر معاوضہ لینا صحیح نہیں ہے جیسے ٹیوشن یا تراویح پر ختم قرآن کا معاوضہ ہے یہ درست نہیں ہے اس سے دین کا کوئی منصب ختم نہیں ہوتا ہے۔ ساتھ والی روایت میں "افتلتت" کا لفظ ہے یہ افتلات سے ہے اچانک مرجانے کو کہتے ہیں ای ماتت موتۃ فجاءۃ "نفسھا" اگر پہلے صیغہ معروف کا ہے تو یہ منصوب ہے اس کا مفعول بہ ہے یا یہ مرفوع ہے نائب فاعل ہے تو اس سے پہلے صیغہ مجہول کا ہے۔

۴۲۱۷ ـ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَإِنِّي أَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَلِي أَجْرٌ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ ناگہانی طور پر انتقال کر گئیں، میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات چیت کا موقع ملتا تو صدقہ ضرور کرتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا مجھے اجر ملے گا؟ فرمایا: ہاں!

۴۲۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَمْ تُوصِ، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، أَفَلَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا، قَالَ: نَعَمْ،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس سند سے بھی سابقہ حدیث (کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری والدہ ناگہانی طور پر انتقال کر گئیں اور کوئی وصیت نہیں کی اور میرا خیال ہے کہ اگر ان کو بات چیت کا موقع ملتا تو وہ صدقہ ضرور کرتیں) منقول ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ: کیا انہیں اجر ملے گا"۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں!

۴۲۱۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، ح وحَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، ح وحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، أَمَّا أَبُو أُسَامَةَ، وَرَوْحٌ، فَفِي حَدِيثِهِمَا: فَهَلْ لِي أَجْرٌ؟ كَمَا قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَأَمَّا شُعَيْبٌ، وَجَعْفَرٌ فَفِي حَدِيثِهِمَا: أَفَلَهَا أَجْرٌ؟ كَرِوَايَةِ ابْنِ بِشْرٍ

ان مختلف اسانید وطرق سے بھی مذکورہ بالا حدیث (کہ ایک شخص آ کر آپ ﷺ کو اپنی والدہ کے انتقال کی خبر دی اور سوال کیا کہ اگر میں اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں) مروی ہے اور معنی ومفہوم بھی ایک ہے۔

باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد موته

موت کے بعد انسان کو جس عمل کا ثواب پہنچتا رہتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

۴۲۲۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ هُوَ ابْنُ

جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین باتوں کے (ان کا ثواب جاری رہتا ہے) ایک تو صدقہ جاریہ کا، دوسرے اس علم کا جس سے نفع اٹھایا جارہا ہو، تیسرے نیک اولاد کا جو اس کے لئے دعا کرتی ہو''۔

تشریح:

''عملہ'' اس سے عمل کے ثواب کا منقطع ہونا مراد ہے یعنی مرنے کے بعد انسان کے ہر عمل کا ثواب بند ہوجاتا ہے ''الا من صدقة'' یہ ثلاثة کے لفظ سے بدل واقع ہے ''جارية'' یعنی صدقہ جاریہ مثلاً مسجد بنالی مدرسہ بنالیا پل بنالیا مسافر خانہ اور رباط بنالیا کنواں کھودا یہ ایسے اعمال ہیں جن کا ثواب جاری رہتا ہے ''او ولد صالح'' اولاد اس شخص کی کمائی میں سے ہے پھر ان کو تربیت دیکر صالح بنایا یہ ان کے محنت کا حصہ ہے تو جب تک یہ ولد باقی ہے اس شخص کا ثواب جاری رہے گا نیک اولاد دعا کرے یا نہ کرے ان کے نیک عمل کا ثواب باپ کو خود بخود پہنچتا رہتا ہے ''او علم ينتفع به'' یعنی اس کے علم سے کوئی بھی فائدہ اُٹھائے یا وہ اپنے علم سے خود فائدہ اٹھائے استاذ کو اور اس عالم کو دائمی ثواب ملتا رہے گا۔

باب الوقف

وقف کے مسائل کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

اپنی ذاتی ملکیت کو فقراء کے نام کرنے کا نام وقف ہے ''الوقف هو الحبس في اللغة وفي الشرع حبس العين على ملك الواقف والتصدق بالمنفعة عند ابي حنيفة وعندهما حبس العين عن التمليك مع التصدق بمنفعتها'' (تعریفات)

۴۲۲۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ هُوَ أَنْفَسُ عِنْدِي مِنْهُ، فَمَا تَأْمُرُنِي بِهِ؟ قَالَ: إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا، وَتَصَدَّقْتَ بِهَا، قَالَ: فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ، أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا، وَلَا يُبْتَاعُ، وَلَا يُورَثُ، وَلَا

يُوهَبُ، قَالَ: فَتَصَدَّقَ عُمَرُ فِي الْفُقَرَاءِ، وَفِي الْقُرْبَى، وَفِي الرِّقَابِ، وَفِي سَبِيلِ اللهِ، وَابْنِ السَّبِيلِ، وَالضَّيْفِ، لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ، أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ قَالَ: فَحَدَّثْتُ بِهَذَا الْحَدِيثِ مُحَمَّدًا، فَلَمَّا بَلَغْتُ هَذَا الْمَكَانَ: غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ، قَالَ مُحَمَّدٌ: غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا، قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: وَأَنْبَأَنِي مَنْ قَرَأَ هَذَا الْكِتَابَ أَنَّ فِيهِ: غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو خیبر میں کوئی زمین ملی۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے خیبر میں کچھ زمین ملی ہے اور ایسا مال مجھے کبھی نہیں ملا جو میرے نزدیک اس سے زیادہ قیمتی ہو، آپ اس کے بارے میں مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو زمین کی اصل (ملکیت) اپنے قبضہ میں رکھو اور اس کی (منفعت) کا صدقہ کردو۔ (یعنی زمین تمہاری ملکیت میں رہے البتہ اس سے حاصل ہونے والے منافع اور آمدنی صدقہ کردو)۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے صدقہ کردیا اس شرط پر کہ اس کی اصل (ملکیت) نہ فروخت کی جائے گی اور نہ ہی خریدی جائے گی، نہ اس میں وراثت ہوگی اور نہ ہی ہبہ کی جاسکے گی۔ اور اسے فقراء، اقارب میں غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے مہمانوں کے لئے صدقہ کردیا کہ جو کوئی اس کا متولی ہو وہ خود بھی اس میں سے حسب دستور کھائے یا کسی دوست وغیرہ کو کھلائے، لیکن اس کو مال اکٹھا کرنے کا ذریعہ نہ بنائے''۔ (راوی نے کہا کہ میں نے یہ حدیث جب محمد بن سیرینؒ کے سامنے بیان کی تو جب میں ''غیر متمول فیہ'' تک پہنچا تو محمد بن سیرین نے ''غیر متاثل'' فرمایا۔ ابن عون نے فرمایا کہ مجھ کو اس نے خبر دی جس نے یہ کتاب پڑھی کہ اس میں ''غیر متاثل مالا'' تھا)۔

تشریح:

''ارضا بخیبر'' خیبر کی غنیمت کی تقسیم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں ایک عمدہ زمین آئی تھی جس کا نام ''ثمغ'' تھا جو کھجور کا باغ تھا ''یستامرہ'' یعنی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لے رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ہر مسئلہ میں اپنے بڑوں سے مشورہ لینا چاہئے۔ ''انفس عندی'' یعنی اس سے زیادہ عمدہ اور نفیس مال میرے نزدیک کوئی نہیں ہے۔

''حبست اصلها'' یعنی اصل مال اپنے پاس رکھ لو اس کو روک کے رکھو اور اس کے منافع وقف کرلو اس جملہ سے وقف کی دو صورتوں کی طرف اشارہ ہوجاتا ہے چنانچہ وقف کی دو قسمیں ہیں۔

وقف کی پہلی قسم: ۔ وقف کی پہلی قسم یہ ہے کہ وقف کرنے والا اپنی چیز کی اصلی ملکیت اور اس کے منافع ہر اعتبار سے وقف کردے مثلاً زمین وقف کردی اور اس پر مسجد و مدرسہ یا قبرستان بنادیا اس قسم وقف میں جمہور علماء اور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ کسی صورت میں اس میں

رجوع جائز نہیں ہے اب یہ "الوقف لا یملک" کے حکم میں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلا گیا مالک کا نہیں رہا۔

وقف کی دوسری قسم:۔ وقف کی دوسری قسم اس طرح ہے کہ واقف کسی چیز کی ذات کے وقف کرنے کے بجائے اس کے منافع کو وقف کردیتا ہے مثلاً اپنی زمین کی پیداوار اور باغ کے پھلوں کو وقف کردیتا ہے اوپر جو تعریف عربی میں لکھی گئی ہے وہ اسی قسم کی تعریف ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک وقف کی یہ صورت بھی ناقابل رجوع ہے البتہ اس میں واقف صرف اپنی زمین یا باغ کی نگرانی کرتا ہے اور اپنی نگرانی میں زمین کا غلہ یا مکان کا کرایہ یا باغ کا پھل فقراء پر تقسیم کرتا ہے عرب ممالک میں اور خاص کر سعودی عرب میں اوقاف کی بالعموم یہی صورت ہوتی ہے۔ زیر بحث حدیث میں حضرت عمر کے وقف بھی اسی طرح ہے احناف بھی اس صورت میں رجوع کے قائل نہیں لہذا احناف کا مسلک اور جمہور کا مسلک وقف کے معاملہ میں ایک جیسا ہے، احناف کی طرف یہ نسبت غلط ہے کہ وہ وقف میں رجوع کے قائل ہیں ہاں اس دوسری صورت میں کئی جزئیات ہیں کسی ایک جزئیہ میں اگر امام ابوحنیفہؒ نے رجوع فی الوقف کا کہہ دیا ہو تو اس کو کلی حکم نہیں بنانا چاہئے جو کچھ بھی ہو احناف کا فتویٰ جمہور اور صاحبین کے مسلک کے مطابق ہے۔

"وفی القربی" وقف کرنے والے کے مستحق رشتہ دار مراد ہیں "ولیها" یعنی جو اس کی سرپرستی کرے "غیر متمول" یعنی مالدار بننے کی کوشش نہ کرے "قال محمد" یعنی محمد بن سیرین نے غیر متمول کی جگہ "غیر متأثل مالا" کا لفظ بولا ہے تأثل اصل میں جاگیر بنانے کو کہتے ہیں یقال تَأَثَّلَ اَیْ صَارَ لَهُ مَالٌ قَدِیْمٌ وَیُقَالُ تَأَثَّلَ اَیْ کَثُرَ مَالُهُ۔

۴۲۲۲۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا أَزْهَرُ السَّمَّانُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، وَأَزْهَرَ انْتَهَى عِنْدَ قَوْلِهِ: أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ، وَلَمْ يُذْكَرْ مَا بَعْدَهُ، وَحَدِيثُ ابْنِ أَبِي عَدِيٍّ فِيهِ مَا ذَكَرَ سُلَيْمٌ قَوْلَهُ: فَحَدَّثْتُ بِهَذَا الْحَدِيثِ مُحَمَّدًا إِلَى آخِرِهِ،

ان مختلف اسانید وطرق سے یہی مذکورہ بالا روایت ذکر کی گئی ہے جو کہ ازہر (راوی) کی روایت کے مطابق "غیر متمول فیہ" تک ختم ہوگئی ہے اور حضرت ابن عدیؒ سے روایت ہے کہ اس بارے میں سلیم نے ذکر کیا کہ میں نے یہ حدیث حضرت محمد بن سیرین سے آخر تک بیان کی۔

۴۲۲۳۔ وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: أَصَبْتُ أَرْضًا مِنْ أَرْضِ خَيْبَرَ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالًا أَحَبَّ إِلَيَّ، وَلَا أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهَا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ

بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ، وَلَمْ يَذْكُرْ فَحَدَّثْتُ مُحَمَّدًا وَمَا بَعْدَهُ

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو خیبر سے زمین ملی تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: مجھ کو ایسی زمین ملی جیسا کوئی مال مجھ کو نہ پسند ہے اور نہ ہی میرے نزدیک عمدہ ہے (بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی)

تشریح:

''اصبت ارضا'' اس باب کی احادیث میں وقف کے بنیادی احکامات کا بیان ہے مثلاً وقف میں اپنا عمدہ مال دینا چاہئے نیز یہ بھی جائز ہے کہ وقف کی نگرانی اپنے پاس رکھی جائے یہ بھی جائز ہے کہ بقدر ضرورت کچھ آمدن خود بھی استعمال کرے۔ اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ وقف مال نہ فروخت کیا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے نہ اس میں میراث چلتی ہے بلکہ ''الوقف لا یملک'' ضابطہ ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقف کبھی شخصی ہوتا ہے کہ اصل اور نفع دونوں کسی ایک مسکین کے ہاتھ میں دیدیا جائے اور کبھی عام مساکین کے لئے وقف کیا گیا ہے اور نگرانی اور سرپرستی اپنے پاس رکھی گئی ہے۔

باب ترک الوصیة لمن لیس له شیء وحدیث القرطاس

بے مال آدمی وصیت نہ کرے اور حدیث قرطاس کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۲۲۴ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى، هَلْ أَوْصَى رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: لَا، قُلْتُ: فَلِمَ كُتِبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الْوَصِيَّةُ؟ أَوْ فَلِمَ أُمِرُوا بِالْوَصِيَّةِ؟ قَالَ: أَوْصَى بِكِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ،

حضرت طلحہ بن مصرف فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: ''کیا رسول اللہ نے وصیت فرمائی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں! میں نے عرض کیا کہ پھر اہل اسلام کے لئے وصیت کو کیوں فرض (مقرر) کیا گیا؟ یا پھر مسلمانوں کو وصیت کا حکم کیوں دیا گیا؟ فرمایا کہ آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کی کتاب کی وصیت فرمائی۔

تشریح:

''ھل اوصی'' حضرت طلحہ بن مصرف عبداللہ بن ابی اوفی صحابی سے سوال کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے وفات کے وقت مال سے متعلق کوئی وصیت فرمائی تھی صحابی نے جواب دیا کہ ''لا'' یعنی آنحضرت نے کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی جس کا تعلق مال سے ہو۔

''فلم کتب'' یعنی جب آنحضرت نے کوئی مالی وصیت نہیں فرمائی تو اپنی امت پر وصیت کو کیوں واجب کردیا؟ حضرت طلحہ بن مصرف

اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی دونوں کا مسلک یہ تھا کہ وصیت کرنا واجب ہے اسی لئے کتب ای وجب کا لفظ استعمال کیا۔
"اوصی بکتاب اللہ" یعنی آنحضرت نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔

سوال: اس کے اس جملہ میں واضح طور پر مذکور ہے کہ آنحضرت نے وصیت کی تھی اور اسی حدیث میں پہلے "فقال لا" کے جملہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت نے وصیت نہیں کی تھی اس تعارض کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت کے بارے میں جو صحابی نے فرمایا کہ آپ نے وصیت نہیں کی تھی تو وہ مال کی وصیت کی نفی ہے کہ آپ نے نہ تہائی مال کی وصیت کی تھی نہ چوتھائی کی وصیت کی تھی کیونکہ آپ کے پاس مال ہی نہ تھا تو وصیت کس چیز کی فرماتے بنو نضیر کے علاقہ میں جو مال تھا یا خیبر کے پاس فدک کے علاقہ میں جو آپ کا مال تھا وہ آپ نے زندگی میں صدقہ کر کے ختم کر دیا تھا۔
تو صحابی نے وصیت کی جو نفی کی ہے وہ دو چیزوں سے نفی تھی ایک مال کی وصیت کی نفی تھی اور دوسرے خلافت کی وصیت کی نفی مقصود تھی کیونکہ صحابی نے سائل کے سوال سے یہی سمجھا تھا کہ ان کا سوال مال اور خلافت سے متعلق ہے پھر سائل نے سوال کیا کہ آنحضرت نے مسلمانوں کو وصیت کیوں کی اس کے جواب میں صحابی نے فرمایا کہ آنحضرت نے مسلمانوں کو کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی تھی جواب کا خلاصہ یہ نکلا کہ آنحضرت نے مال اور خلافت کی وصیت نہیں فرمائی تھی اور جو وصیت فرمائی تھی اس کا تعلق کتاب اللہ پر عمل کرنے، اہل بیت کی خیر خواہی جزیرۂ عرب سے مشرکین کے نکالنے کی وصیت سے تھا "ولم یوص" سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے تو احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

۴۲۲۵ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، كِلَاهُمَا عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ، قُلْتُ: فَكَيْفَ أُمِرَ النَّاسُ بِالْوَصِيَّةِ؟ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ، قُلْتُ: كَيْفَ كُتِبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الْوَصِيَّةُ؟
ان اسانید سے بھی مذکورہ بالا روایت مروی ہے حضرت وکیع رحمہ اللہ کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے کہا لوگوں کو وصیت کا حکم کیوں دیا گیا اور ابن نمیر کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے کہا: مسلمانوں پر وصیت کیوں فرض کی گئی۔

۴۲۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ دِينَارًا، وَلَا دِرْهَمًا، وَلَا شَاةً، وَلَا بَعِيرًا، وَلَا أَوْصَى بِشَيْءٍ
ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ کوئی دینار ترکہ میں چھوڑا، نہ درہم، نہ کوئی بکری، نہ اونٹ اور نہ ہی کسی چیز کی وصیت فرمائی۔

۴۲۲۷۔وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، كُلُّهُمْ عَنْ جَرِيرٍ ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، أَخْبَرَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ، جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

ان اسناد کے ساتھ بھی مذکورہ بالا حدیث (کہ رسول اللہ ﷺ نہ کوئی دینار و درہم چھوڑا اور نہ ہی کوئی اونٹ و بکری چھوڑی اور نہ ہی کسی چیز کی وصیت فرمائی) ہی کی مثل مروی ہے۔

۴۲۲۸۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى، قَالَ:أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ:ذَكَرُوا عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ وَصِيًّا، فَقَالَتْ:مَتَى أَوْصَى إِلَيْهِ؟ فَقَدْ كُنْتُ مُسْنِدَتَهُ إِلَى صَدْرِي أَوْ قَالَتْ:حَجْرِي فَدَعَا بِالطَّسْتِ، فَلَقَدِ انْخَنَثَ فِي حَجْرِي، وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُ مَاتَ، فَمَتَى أَوْصَى إِلَيْهِ؟

حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا گیا کہ حضرت علیؓ وصی تھے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ نے کب ان کو وصیت فرمائی ؟ میں آپ کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھی تھی یا میری گود میں سر رکھے ہوئے تھے، آپ نے ایک طشت منگوایا اور اسی دوران آپ میری گود میں گر گئے اور مجھے احساس بھی نہ ہوا کہ آپ ﷺ انتقال فرما چکے ہیں تو آخر کب ان کو وصیت فرمائی۔

تشریح:

''ان علیا کان وصیا '' یعنی کسی نے حضرت عائشہ کے پاس یہ تذکرہ کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ حضور اکرم کے وصی تھے یعنی آپ کو خلافت کی وصیت کی گئی تھی حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ وصیت کب کی تھی آنحضرت کا انتقال تو میرے گود میں ہوا تھا اس قسم کا سوال بار بار حضرت علی سے بھی کیا گیا ہے کہ آپ کو حضور اکرم نے کوئی خاص وصیت فرمائی تھی حضرت علی نے سختی سے اس کی تردید فرمائی یہ دعویٰ شیعہ روافض کی خباثت ہے جس پر آج تک وہ قائم ہیں اگر حضرت علی کو خلافت کی وصیت تھی تو پھر آپ خاموش کیوں رہے؟ سقیفہ بنو ساعدہ میں اس کا ذکر کیوں نہیں ہوا؟ اگر حضرت علی خاموش تھے تو ہزاروں صحابہ میں سے کسی نے اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا حضرت علی جب خلیفہ بن گئے اس وقت آپ نے اس ظلم کا تذکرہ کیوں نہیں کیا سارے صحابہ اور خاص کر حضرت عائشہ اور خود علی مرتضی اس وصیت کی سختی سے تردید کیوں کرتے ہیں مشہور بہادر حضرت علی کی یہ بڑی توہین ہے کہ آپ نے ساری عمر اس کا تقیہ کیا۔ افسوس اس پر ہے کہ شیعہ آج تک اذانوں میں ''وصی رسول اللہ'' کا من گھڑت جملہ دہراتے رہتے ہیں۔

''مسندته '' سند ٹیک لگانے کو کہتے ہیں یعنی میں آنحضرت کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھی تھی ''حجری '' ح پر فتحہ بھی ہے اور زیر بھی جائز ہے گود کو کہتے ہیں ''الطست '' یعنی آنحضرت نے طشتری منگوائی تھی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس میں تھوک پھینکنا چاہتے

ہے۔نسائی میں یہ ہے کہ بول کرنے کا ارادہ تھا یا ممکن ہے کسی اور مقصد کے لئے منگوایا تھا "انخنث" انخناث اعضاء کے ٹوٹنے اور مائل ہو کر گرنے کو کہتے ہیں یعنی اعضاء ڈھلک گئے "ای انکسر وانثنیٰ ومال" "ای ارادت عائشۃ انہ استرخی فانثنت اعضائہ

حدیث القرطاس

۴۲۲۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَوْمُ الْخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ ثُمَّ بَكَى حَتَّى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصَى، فَقُلْتُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ؟ قَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَجَعُهُ، فَقَالَ: ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدِي، فَتَنَازَعُوا وَمَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، وَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ؟ اسْتَفْهِمُوهُ، قَالَ: دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ، أُوصِيكُمْ بِثَلَاثٍ: أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ، قَالَ: وَسَكَتَ، عَنِ الثَّالِثَةِ، أَوْ قَالَهَا فَأُنْسِيتُهَا، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، بِهَذَا الْحَدِيثِ۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جمعرات کا دن (تمہیں کیا علم کہ) جمعرات کا دن کیا تھا۔ پھر یہ کہہ کر رونے لگے (اور اتنا روئے کہ) ان کی آنسوؤں سے کنکریاں تر ہوگئیں۔ میں نے عرض کیا کہ اے ابن عباس جمعرات کا دن کیا ہے؟ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی تکلیف اس روز بہت سخت ہوگئی تھی، آپ نے اسی حالت میں فرمایا: کہ میرے پاس (قلم دوات) لاؤ میں تمہارے واسطے کچھ لکھ دوں (لکھوا دوں) تاکہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ۔ یہ سن کر لوگوں میں اختلاف رائے ہوگیا حالانکہ پیغمبر کے سامنے کوئی تنازع کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور کہنے لگے کہ آپ علیہ السلام کا کیا حال ہے کیا آپ سے بھی کوئی لغو بات صادر ہوسکتی ہے؟ پھر پوچھ لو۔ آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے (اس سے جس میں تم مشغول ہو یعنی جھگڑے سے) میں تم کو تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔

۱۔ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو ۲۔ آنے والے وفود کا اسی طرح اعزاز کرنا جس طرح میں کیا کرتا ہوں ۳۔ اور تیسری بات کے بارے میں ابن عباسؓ خاموش ہوگئے یا فرمایا کہ میں اسے بھول گیا۔

تشریح:

"وما یوم الخمیس" یہاں یہ استفہام سوال کے لئے نہیں بلکہ اظہار غم کے لئے ہے اور افسوس کے لئے کہ آنحضرت جو کچھ لکھنا چاہتے تھے وہ کیوں نہ لکھا گیا حضرت ابن عباس نے بیان میں کسی اور موقع پر تذکرہ کیا ہے یہاں شبہ لگتا ہے کہ گویا حضرت ابن عباس اس واقعہ

میں موجود تھے ایسا نہیں ہے۔

"اکتب لکم کتابا" یعنی کوئی کاغذ لے آؤ تا کہ میں تمہارے لئے ایک تحریر تیار کروں تا کہ تم گمراہ نہ ہو، یہ مشہور حدیث ہے جو حدیث قرطاس کے نام سے مشہور ہے، اب سوال یہ ہے کہ تحریر کس چیز سے متعلق تھی؟ اس میں کئی اقوال ہیں مگر لوگوں میں مشہور یہی ہے کہ خلافت سے متعلق یہ تحریر تھی اگر چہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کو بعید کہدیا ہے۔

سوال: شیعہ شنیعہ بہت شور کرتے ہیں کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کی وصیت لکھی جارہی تھی مگر عمر نے نہیں چھوڑا اور لکھنے نہیں دیا اور علی کا حق مارا۔

پہلا جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ شیعہ تو کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غدیر خم میں خلافت مل چکی تھی پھر یہاں کون سی خلافت ملنے والی تھی جس کو شیعہ رورہے ہیں؟

دوسرا جواب: یہ ہے کہ چلو اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھنے سے روکا تو اس کے بعد بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک دنیا میں موجود تھے پھر کونسی چیز لکھنے سے مانع بنی، یہ واقعہ جمعرات کا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین روز کے بعد پیر کے دن وفات پاگئے تھے اگر یہ کوئی ضروری اور واجب حکم تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں لکھوا لیتے۔

تیسرا جواب: یہ ہے کہ یہ خلافت کے لکھنے کا معاملہ تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بدل گئی اور یہ خلافت لکھوانے کا ارادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے نہیں تھا بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے تھا جس پر کئی روایات واضح دلالت کرتی ہیں جیسے یابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق کے لئے خلافت کی تحریر لکھواتے اور اس کے بعد شیعہ انکار کردیتے تو شیعہ ڈبل کافر بن جاتے، شیعہ روافض کو تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ ان کو ڈبل کافر بننے سے بچالیا، اب یہ سنگل کافر رہ گئے! بہر حال صحابہ کرام کی رائے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بدل گئی، ویسے بھی موافقات عمر تو مشہور ہیں، یہ بھی موافقات عمر میں سے ایک ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ منظور تھا کہ خلافت کا معاملہ اس طرح حل ہو جائے کہ آزادانہ طور پر خود مسلمان اس کا فیصلہ کریں اور ابو بکر صدیق کو مسلمان خود منتخب کریں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابو بکر صدیق کے سوا کسی اور کو منتخب نہیں کریں گے۔ بیہقی میں سفیان بن عیینہ کی روایت ہے کہ یہ تحریر ابو بکر کی خلافت کی تھی۔

چوتھا جواب: یہ ہے کہ اس تحریر کے روکنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو اکیلے نہیں تھے گھر میں اہل بیت کے اور لوگ بھی تھے تو صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کیوں نشانہ بنایا جارہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تو خیال یہ ہوگا کہ شریعت مکمل ہو چکی ہے قرآن نازل ہوا ہے احادیث کا ذخیرہ موجود ہے اب کوئی ضروری کام بھی باقی نہیں ہے جس کا لکھنا اس وقت ضروری ہے، ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف

ہو رہی ہے اس کے پیش نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا، اس نیک ارادہ میں ان پر طعن کرنا ایسا ہی ہے جیسا شاعر نے کہا:

فعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ولکن عین السخط تبدی المساویا

یعنی جب نیت اچھی ہو تو آنکھیں ہر برائی سے اندھی ہو جاتی ہیں لیکن اگر نیت بری ہو تو آنکھوں کے سامنے صرف برائیاں ہوتی ہیں۔

سوال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب حکم تھا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیوں انکار کیا؟ کیا یہ ناجائز نہیں تھا؟

جواب: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت کی غرض سے انکار کیا اور منع کر دیا اگر یہ نقصان تھا اور ناجائز تھا تو صلح حدیبیہ میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی تحریر سے کچھ الفاظ مٹانے کا فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں انکار کیا؟ وہ انکار تو اس انکار سے زیادہ تھا، شیعہ کے نزدیک وہاں تو کچھ بھی نہیں اور یہاں سب کچھ ہو رہا ہے یہ بغض وعناد کیوں؟

باقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا رونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام یاد آنے پر تھا اس پر نہیں تھا کہ لکھا کیوں نہیں، اور ہو سکتا ہے کہ کسی اور وجہ سے رونے ہوں، رونے کے اسباب تو مختلف ہو سکتے ہیں۔ "الرزیۃ کل الرزیۃ" مصیبت کو رزیہ کہتے ہیں یعنی مکمل مصیبت اس وقت آئی تھی۔ "ما حال" یعنی جب لوگ آڑے آ گئے۔ "لغطھم" یہ اس شور کو کہتے ہیں جس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا ہو صرف شور کی آوازیں سنائی دیتی ہوں۔ "بل دمعہ الحصی" "بل" تر ہونے کو کہتے ہیں دمع آنسو کو کہتے ہیں اور الحصی کنکریوں کو کہتے ہیں یعنی آپ کے آنسوؤں سے کنکریاں تر ہو گئیں۔

"کتف" اس زمانہ میں کاغذ نہیں ہوتا تھا کھال یا چھال یا لکڑی یا پتھر یا ہڈی پر لکھا کرتے تھے یہاں ہڈی مراد ہے بکری کی دستی کی ہڈی چوڑی ہوتی ہے جو لکھائی کے لئے مناسب ہوتی ہے یا شانہ کی دوسری ہڈی مراد ہو سکتی ہے۔ یہ اس باب کی دیگر احادیث کے الفاظ ہیں۔

"اھجر استفھموہ" "اھجر" کے لفظ میں صحیح روایت یہی ہے کہ ہمزہ استفہام موجود ہے، اس پر فتحہ ہے، ہا پر بھی زبر ہے اور "جیم" و "را" پر بھی فتحہ ہے اس لفظ کے سمجھنے سمجھانے میں بہت دقت پیش آ رہی ہے چونکہ یہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے اس لئے شیعہ شنیعہ نے اس حدیث سے اپنے مذموم اغراض ومقاصد نکالنے اور اپنے بغض وعداوت کو ظاہر کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے کسی صحیح محمل پر حمل کرنے کے بجائے اس کو ایسے محمل پر حمل کرتے ہیں جس سے صحابہ اور بالخصوص عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کا موقع ہاتھ میں آتا ہو حالانکہ یہاں اس پورے قصہ میں اہل بیت بھی شریک گفتگو ہیں۔ اس لفظ کو غلط مفہوم پر حمل کر کے یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں نے کہا کہ کیا آنحضرت اَوْلٌ فَوْلٌ بولتے ہیں؟ کسی بحرانی کیفیت میں مبتلا ہیں؟ کسی ہذیان میں مصروف ہیں؟ یہ مفہوم نبی معصوم کے بارے میں بالکل غلط ہے اور نہ اس طرح نسبت کوئی مسلمان اپنے پیغمبر کی طرف کر سکتا ہے چہ جائے کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھر لیا جائے یا کسی بھی صحابی پر بہتان باندھا جائے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ کلام استفہام انکاری پر محمول ہے اور اس کلام کے

کرنے والا ان لوگوں کی سرزنش کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ کیا نبی مکرم کوئی غلط بات کہہ کر رہے ہیں یا کوئی بحرانی کیفیت میں بات کر رہے ہیں؟ یا کوئی فضول بات کر رہے ہیں؟ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ نبی معصوم کا کلام ہے اس کو سنو! اور اس کے سمجھنے کی کوشش کرو۔

تیسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ عرب محاورہ اور عرب دستور کے مطابق کلام ہے جس میں شدت بخار کی وجہ سے بعض دفعہ مریض اس طرح کلام کرتا ہے اس کو پشتو زبان میں ''گا کیرے'' کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ کہنے والا کہتا ہے کہ کچھ سمجھنے کی کوشش کرو آیا نبی مکرم ''گا کیرے'' فرما رہے ہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقات میں لکھتے ہیں والمراد به هنا ما يقع من كلام المريض مما لا ينتظم یعنی یہاں اس کلام ''اهجر'' کا مطلب ایک غیر مربوط اور غیر منظم کلام ہے جو مریض سے بے اختیار صادر ہوتا ہے۔ یہ کلام درحقیقت قاضی عیاض کا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس توجیہ سے بہتر کوئی توجیہ نہیں ہے اس کو قبائل کے لوگ بہتر سمجھتے ہیں۔ ''استفهموه'' کا مطلب یہی ہے کہ اس کلام کو سمجھ لو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔ ''يردون عليه'' یعنی صحابہ اور اہل بیت جو اس گھر میں موجود تھے وہ آنحضرت ﷺ کے کلام کو آپ پر لوٹاتے تھے کہ اس کلام کی ضرورت نہیں ہے۔ لو بھائی! یہ عام اہل بیت اور گھر میں موجود صحابہ کرام کی بات ہے اس میں تو تصریح ہے جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرف اشارہ کیا ہے۔

''اجيزوا الوفد'' یہ جائزہ سے ہے تحفہ اور انعام دینے کو کہتے ہیں آنحضرت آنے والے وفد کے لوگوں کو عطیہ سے نوازتے تھے اسی کی وصیت ہے وفد کا اکرام کرنا بھی اس میں ہے ''نظام اللؤلؤ'' موتیوں کی لڑی کو کہتے ہیں یعنی آنسوں موتیوں کی لڑی کی طرح بہہ رہے تھے۔ ''وسكت عن الثالثة'' یعنی سلیمان احول نے کہا کہ میرے استاذ سعید بن جبیر اس تیسری وصیت سے خاموش رہے یا اس نے بتایا مگر میں بھول گیا۔ علما لکھتے ہیں کہ یہ تیسری وصیت جیش اسامہ کو ہر حال میں روانہ کرنے کی وصیت تھی یہ زیادہ واضح ہے کچھ اور بھی لکھا گیا ہے۔ ''قال ابو اسحق'' یہ شخص صحیح مسلم کے ناقل اور راوی ہے یہاں علو سند کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جس طرح امام مسلم اور سفیان کے درمیان ایک واسطہ ہے اسی طرح سفیان اور ابو اسحٰق کے درمیان ایک واسطہ ہے جو حسن بن بشر ہے اس طرح ابو اسحٰق شاگرد سند بیان کرنے میں اپنے استاذ امام مسلم کے درجہ کے برابر پہنچ گئے ابو اسحاق کا نام ابراہیم ہے۔

٤٢٣٠ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: يَوْمُ الْخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ، ثُمَّ جَعَلَ تَسِيلُ دُمُوعُهُ، حَتَّى رَأَيْتُ عَلَى خَدَّيْهِ كَأَنَّهَا نِظَامُ اللُّؤْلُؤِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْتُونِي بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ أَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَقَالُوا: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَهْجُرُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جمعرات کا دن! جمعرات کا دن کیا تھا؟ اتنا کہا تھا کہ ابن عباس کے آنسو بہانے لگے۔ راوی فرماتے ہیں کہ حتی کہ میں نے دیکھا کہ ان کے چہرہ پر آنسو اس طرح بہہ رہے

ہیں گویا موتیوں کی لڑی۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (مرض کی شدت کے دوران) کہ میرے پاس ہڈی اور دوات یا تختی اور دوات لاؤ تا کہ میں تمہارے لئے کچھ کتاب (وصیت یا نصیحت) لکھوا دوں تا کہ اس کے بعد تمہیں کبھی گمراہی نہ ہو۔ یہ سن کر بعض صحابہؓ نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ شدتِ مرض میں ایسی بات فرما رہے ہیں (لہٰذا قلم دوات لانے ضرورت نہیں تا کہ آپ کو مزید تکلیف نہ ہو)۔

۴۲۳۱۔وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ عَبْدٌ:أَخْبَرَنَا، وقَالَ ابْنُ رَافِعٍ:حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّونَ بَعْدَهُ، فَقَالَ عُمَرُ:إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ، وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ، فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ، فَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ:قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:قُومُوا، قَالَ عُبَيْدُ اللهِ:فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ، يَقُولُ:إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وقت وفات قریب آ گیا تو اس وقت آپ کے گھر میں متعدد افراد تھے جن میں حضرت عمرؓ بن الخطاب بھی شامل تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ آؤ میں تمہیں ایک کتاب لکھ دیتا ہوں اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ پر اس وقت درد و تکلیف کی شدت ہے اور تمہارے پاس قرآن تو موجود ہی ہے۔ ہمارے واسطے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ یہ سن کر گھر میں موجود افراد کے درمیان اختلاف ہوا۔ بعض تو ان میں سے اس بات پر زور دے رہے تھے کہ دوات وغیرہ آپ کے قریب کر دو تا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے واسطے ایسی باتیں لکھوا دیں کہ تم ان کے بعد گمراہ نہ ہو۔ اور بعض حضرات حضرت عمرؓ کے موقف کے ہی قائل تھے۔ جب اس اختلاف کے دوران شور و شغب اور اختلاف زیادہ ہو گیا رسول اللہ ﷺ کے پاس تو آپ نے ارشاد فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ عبید اللہؒ (راوی) کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مصیبت، سب سے بڑی مصیبت تو یہ ہوئی کہ ان کا اختلاف اور شور و شغب رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اس تحریر کے درمیان حائل ہو گیا۔

کتاب النذور

نذر کے مسائل کا بیان

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (سورۃ حج ۲۹)

وقال تعالیٰ ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾ (سورۃ الدھر)

نذر ینذر باب نصر اور ضرب دونوں سے نذر ماننے کے معنی میں ہے باب افعال سے ڈرانے کے معنی میں آتا ہے یہاں نذر منت ماننے کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور نذور جمع کا صیغہ لاکر یہ بتادیا گیا کہ اس کی انواع کثیر ہیں تفسیر کبیر میں نذر کی تعریف اس طرح مذکور ہے "النذر ما الزمہ الانسان علی نفسہ" یعنی غیر واجب چیز کو اپنے اوپر لازم اور واجب کرنے کا نام نذر ہے۔ مثلاً کوئی یہ کہہ دے کہ میرا فلاں کام اگر ہو جائے تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لئے دو روزے لازم ہیں۔

نذر کی قسمیں

نذر کی دو قسمیں ہیں ایک نذر مطلق ہے یہ وہ ہوتی ہے جس میں منذور عمل کو کسی دن یا وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا ہو دوسری نذر مقید ہے یہ وہ ہوتی ہے کہ منذور عمل کو کسی دن مہینہ یا خاص وقت کے ساتھ مقید کیا جائے۔ پہلے کی مثال جیسے کوئی کہہ دے "للّٰہ علی صوم شہر" اور دوسری کی مثال اس طرح ہے "للّٰہ علی صوم رجب" نذر کی صحیح ہونے کے لئے تین شرائط ہیں۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ نذر ایسی چیز کی ہو جس کی جنس شریعت میں مشروع اور واجب ہو جیسے نماز روزہ حج وغیرہ۔ چنانچہ اگر کسی نے اس طرح نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں فلاں مریض کی عیادت کروں گا یہ نذر صحیح نہیں ہے کیونکہ عیادت شریعت میں ایسی جنس سے ہے جو واجب نہیں ہے۔

(۲) صحت نذر کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ منذور عمل گناہ کی قسم سے نہ ہو کیونکہ حدیث میں ہے "لا نذر فی معصیۃ" جیسے کوئی نذر مانے کہ میرا کام اگر ہو گیا تو میں فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھاؤں گا یا مولود پڑھواؤں گا یا گیارہویں دوں گا یا غوث اعظم کی نماز پڑھوں گا اس طرح نذروں کا پورا کرنا جائز نہیں لہذا اس سے نکلنے کے لئے کفارہ یمین ادا کر کے گناہ سے بچ جانا ضروری ہے

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کی نذر کوئی شخص مانتا ہے تو وہ فی الحال یا آئندہ اس کے ذمہ فرض یا واجب نہ ہو مثلاً یوں کہے کہ میرا کام اگر ہو گیا تو میں عشاء کی نماز پڑھوں گا یا رمضان کے روزے رکھوں گا۔ بہر حال ناجائز نذروں سے مسلمان کے لئے بچنا بہت ضروری ہے جیسے جائز نذروں کو پورا کرنا ضروری ہے۔ نذر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طاعت میں ہو اور طاعت مقصودہ میں ہو وسائل میں نہ

ہو اور زبان سے ہو الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہو صرف دل میں نیت کے ساتھ نہ ہو اور نذر کے پورا کرنے کا پکا ارادہ بھی ہو۔

باب الا مر بقضاء النذر

نذر پورا کرنے کا حکم

اس باب میں امام مسلم نے صرف دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

۴۲۳۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ، قَالَا: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: اسْتَفْتَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ، تُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاقْضِهِ عَنْهَا،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نذر کے متعلق مسئلہ دریافت کیا جو نذر ان کے والدہ کی تھی۔ اور وہ اسے پورا کیے بغیر فوت ہوگئی تھیں۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ: تم ان کی طرف سے پورا کرلو۔

تشریح:

"فاقضه عنها" یعنی اپنی ماں کی طرف سے وہ نذر ادا کرلو۔ حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ نے کیا نذر مانی تھی اس بارہ میں کوئی یقینی وضاحت نہیں ملی بعض علماء نے فرمایا کہ آپ نے روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں اعتاق عبد کی نذر تھی بعض نے کہا کہ صدقہ کی نذر مانی تھی۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ ان کی نذر مبہم تھی نذر معین اور نذر مطلق کا تذکرہ بھی نہیں تھا دارقطنی میں ایک روایت ہے کہ آپ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ اپنی والدہ کی طرف سے کنواں کھود کر وقف کردو چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور پھر فرمایا کہ "یہ سعد کی والدہ کیلئے ہے"۔ اب یہاں سے یہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص نے نذر پورا کرنے کی وصیت کی تو دیکھا جائے گا اگر نذر کا تعلق مال سے ہے تو میت کے ایک ثلث مال سے نذر پوری کی جائے گی۔ اور میت کے ورثاء پر تعمیل حکم لازم ہے اور اگر میت کا مال نہیں ہے تو ورثاء پر اس نذر کی ایفاء لازم نہیں ہے، ہاں اگر ورثاء بطور احسان ایفاء کرنا چاہتے ہیں تو یہ تبرع اور احسان ہے اور اگر نذر کا تعلق مال کے بجائے عبادات بدنیہ سے ہو تو اس کی وصیت پورا کرنا جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ "لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد" صریح حدیث وارد ہے۔ اہل ظواہر نے زیر بحث حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے کہ وارث پر مورث کی نذر پورا کرنا ہر حال میں لازم ہے

ایصال ثواب کا مسئلہ

اس حدیث کے اشاروں سے علماء نے ایصال ثواب کا مسئلہ نکالا ہے ایصال ثواب کا مطلب یہ ہے کہ زندوں کے اعمال کا ثواب مردوں تک پہنچتا ہے یا نہیں اس مسئلہ میں عرب وعجم کے علماء میں دو قسم کی آراء چلی آرہی ہیں مصر کے ایک عالم محمد احمد عبدالسلام نے اس مسئلہ پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "القراء ۃ للاموات هل يصل ثوابها اليهم ؟ " یہ کتاب آدھی سے کچھ زیادہ ایصال ثواب کی نفی میں ہے۔ اور آدھی سے کچھ کم آخری حصہ ایصال ثواب کے اثبات میں ہے۔

میں نے اس سے پہلے "باب وصول ثواب الصدقات الى الميت " کے تحت کافی تفصیل سے لکھا ہے لیکن یہاں کچھ مختلف انداز ہے اس لئے اس تحریر کو بھی ہدیہ ناظرین کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

ایصال ثواب سے متعلق اتنی بات ہے کہ اہل السنت والجماعت اور معتزلہ کے درمیان گزشتہ زمانوں میں یہ اختلاف زوروں پر تھا معتزلہ ایصال ثواب کا انکار کرتے تھے اور اہل سنت اثبات کرتے تھے، اب تو علماء ان مسائل کے لئے فارغ بھی نہیں ہیں دیگر فتنے بہت ہیں۔

بہرحال عبادات مالیہ پر اجماع ہے کہ اس کا ثواب مُردوں تک پہنچتا ہے اور عبادات بدنیہ میں فرائض وسنن اور واجبات کا ثواب کسی دوسرے کو نہیں بخشا جاسکتا کیونکہ یہ ہر آدمی کا ذاتی عمل ہے اور اس کی اپنی ذمہ داری ہے اب بات نوافل کی رہ گئی مثلاً نفلی نماز روزہ تلاوت قرآن وغیرہ تو جمہور علماء اس کے ایصال ثواب کے قائل وعامل ہیں البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ تلاوت قرآن کے ایصال ثواب کے قائل نہیں ہیں لیکن ایصال ثواب سے متعلق بہت احادیث وارد ہیں جو ان پر حجت ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر شوافع نے اس مسئلہ میں اپنے امام کا ساتھ نہیں دیا ہے علامہ نووی نے کہا ہے کہ شوافع ایصال ثواب کے قائل ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر تعیین تاریخ کو کوئی شخص ضروری سمجھتا ہو جیسے اہل بدعت کے ہاں تیجہ، ساتواں، چالیسواں اور گیارہویں تعین کے ساتھ وہ ضروری سمجھتے ہیں تو پھر ایصال ثواب درست ہے مردے کو ثواب پہنچ جائے گا ہاں اگر مردے کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن ہو تو اس پر قاری کے لئے کھانا یا عوض لینا جائز نہیں ہے اگر عوض لے لیا تو ثواب نہ قاری کو ملے گا اور نہ مردے کو ملے گا۔ ہاں اگر تبرک کے طور پر ختم قرآن ہو مثلاً نئے مکان ودکان میں تلاوت ہو تو تلاوت سے برکت آجاتی ہے اس کے عوض میں کھانا جائز ہے بشرطیکہ نابالغ یتیموں کا مال نہ ہو ایصال ثواب کے ختم قرآن کے لئے شرط ہے کہ ہر قسم کی نمود ونمائش، اور اشتہار وتشہیر اور غرض واغراض سے پاک ہو ورنہ جائز نہ ہوگا نہ ثواب ہوگا، ایصال ثواب اگر کئی اموات کے لئے کیا جائے تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے فتویٰ کے مطابق یہ ثواب سب پر تقسیم ہوگا دیگر مفتیان حضرات کا خیال ہے کہ ہر ایک کو پورا پورا ملے گا مثلاً دس مُردوں کو ایک قرآن کا ثواب بخشا تو ہر ایک کو پورے قرآن کا ثواب ملے گا ان مسائل کے لئے فتاویٰ رشیدیہ دیکھ لیا جائے خصوصاً ص ۲۳۰ وغیرہ۔

عقود رسم المفتی وغیرہ کتب سے ایک ضابطہ معلوم ہوتا ہے جو استیجار علی الطاعات سے متعلق ہے کہ ہر وہ طاعت وعبادت کہ اگر اس پر اجرت نہ لی جائے تو اس سے منصب شریعت کے ختم ہوجانے کا خطرہ ہے تو اس پر اجرت لینا بدرجہ مجبوری متاخرین کے نزدیک جائز ہے جیسے امامت، اذان تعلیم وتعلم اور تدریس ہے اور اگر شریعت کا کوئی منصب ختم نہیں ہوتا ہے جیسے تراویح اور ایصال ثواب کے ختمات وغیرہ تو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے کیونکہ تراویح تو چھوٹی سورتوں سے بھی پڑھائی جاسکتی ہے لہذا منصب شرعی کے ختم ہونے کا خطرہ نہیں۔ باقی عاملوں کا عمل اور تعویذات یہ طاعت نہیں بلکہ ایک علاج ہے اس پر اجرت لینا جائز ہے اگرچہ عوام الناس کے نزدیک باعث طعن ہے اور اس کا دھندہ بنانا اچھا نہیں ہے۔

۴۲۳۳۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، ح وحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَا:أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِ اللَّيْثِ، وَمَعْنَى حَدِيثِهِ

حضرت زہری رحمہ اللہ سے بھی مذکورہ بالا روایت ان اسانید وطرق سے مروی ہے کہ حضرت سعدؓ نے رسول اللہ سے اپنی والدہ کی نذر کے متعلق سوال فرمایا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کو اس نذر کے پورا کرنے کا حکم فرمایا۔

باب النهي عن النذور

نذر کی ممانعت کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔

۴۲۳۴۔ وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ إِسْحَاقُ:أَخْبَرَنَا، وقَالَ زُهَيْرٌ:حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ:أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَنْهَانَا عَنِ النَّذْرِ، وَيَقُولُ:إِنَّهُ لَا يَرُدُّ شَيْئًا، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الشَّحِيحِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نذر سے منع فرمایا کہ یہ کسی (آنے والے مصیبت وغیرہ) کو ٹال نہیں سکتی۔ البتہ اس کے ذریعہ بخیل سے مال نکلوایا جاتا ہے"۔

تشریح:

"ینھانا عن النذر" یعنی نبی اکرم ﷺ ہم کو نذر ماننے سے روکتے تھے اور فرماتے تھے کہ نذر کے ذریعہ سے تو کنجوس آدمی کا مال اس کے مال سے نکالا جاتا ہے۔

سوال: مذکورہ حدیث کے الفاظ میں نذر کی ممانعت صراحت کے ساتھ مذکور ہے حالانکہ قرآن عظیم نذر کے جواز اور اس کے ایفاء کا حکم دیتا ہے نیز احادیث کثیرہ سے نذر کے جواز کا پتہ چلتا ہے اب اس اعتراض کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یہاں اس حدیث میں سخی اور بخیل اور کنجوس کا موازنہ کیا گیا ہے اور دونوں کا تقابل بیان کیا گیا ہے کہ سخی آدمی کی شان یہ ہے کہ وہ بغیر غرض اور لالچ اور بغیر نذر کے اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال لٹاتا ہے وہ صرف اپنے رب کو راضی کرنا چاہتا ہے اور مال دینے کی عوض کوئی شرط نہیں لگاتا ہے۔

لیکن بخیل آدمی اور کنجوس مکھی چوس کو اس کی توفیق نہیں ہوتی ہے وہ اگر اپنے مال کو خرچ کرنا بھی چاہتا ہے تو اس کے لئے نذر کو واسطہ بنا دیتا ہے اور قلبی اغراض کی برآری کے لئے کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرا کام کر دیا یا اس نقصان سے بچا لیا تو میں اس کے نام پر اتنا پیسہ خرچ کر دوں گا تو اس حدیث میں سخی کی صفت ایثار کا بیان ہے اور کنجوس کے اغراض و مقاصد اور لالچ وسوداگری کا بیان ہے اس پورے پس منظر کو سامنے رکھ کر حدیث شریف میں نذر کی ممانعت کر دی گئی ہے اور اسی وجہ سے بعض علماء نے مطلقاً نذر ماننے کو مکروہ لکھا ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اصولی طور پر "نذر" ایک مشروع اور جائز امر ہے البتہ کچھ خارجی وجوہات کی وجہ سے نذر مکروہ ہو جاتی ہے۔

☆ چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب نذر ماننے والے نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ میرا کام کر دے گا تو میں یہ کام کروں گا ورنہ نہیں کروں گا اس طرح شرط لگانے سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے تو نذر مکروہ ہو جاتی ہے۔

☆ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اگر نذر ماننے والے کا یہ عقیدہ ہو کہ نذر سے تقدیر الٰہی بدل جائے گی اور خود یہ "نذر" نافع اور ضار ہے (جلب منفعت اور دفع مضرت کا کام کرتی ہے) تو اس طرح نذر ماننا حرام ہے اور اگر نذر ماننے میں عقیدہ تو خراب نہ ہو مگر صرف خود غرضی اور مطلب برآری مقصود ہو تو یہ نذر مکروہ ہے کیونکہ نیت میں خلوص نہیں اور اگر خالص نیت سے اطاعت کی غرض سے نذر ماننا ہے تو یہ مستحب ہے۔ بہر حال حدیث مذکور میں غلط عقیدہ کی وجہ سے نذر کی ممانعت آئی ہے اور خلوص نیت کے ساتھ نذر کی ترغیب دی گئی ہے مطلق نذر سے منع کرنا مقصود نہیں ہے زیر بحث حدیث میں "انه لا یرد شیئا" اور اگلی روایت میں "انه لا یرد من القدر شیئا" کے الفاظ میں جس علت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس سے علامہ طیبی کی تفصیل و توضیح کی تائید ہوتی ہے۔

۴۲۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ

ابنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: النَّذْرُ لَا يُقَدِّمُ شَيْئًا، وَلَا يُؤَخِّرُهُ، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "نذر کسی (مقدر چیز کو) نہ مقدم کرسکتی ہے نہ مؤخر کرسکتی ہے، البتہ اس کے ذریعہ بخیل آدمی سے مال نکلوایا جاتا ہے"۔

۴۲۳۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّذْرِ، وَقَالَ: إِنَّهُ لَا يَأْتِي بِخَيْرٍ، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ہمیں نذر سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: اس کی وجہ سے کوئی خیر نہیں آتی البتہ اس کے ذریعہ بخیل سے مال نکلوایا جاتا ہے"۔

۴۲۳۷۔ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ، كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرٍ

ان مختلف اسانید وطرق سے بھی سابقہ حدیث جریر ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۲۳۸۔ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا تَنْذِرُوا، فَإِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِي مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نذر مت مانا کرو اس لئے کہ نذر تقدیر کو ذرہ برابر بھی نہیں بدل سکتی، البتہ بخیل سے اس کے ذریعہ مال نکلتا ہے"۔

۴۲۳۹۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعَلَاءَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّذْرِ، وَقَالَ: إِنَّهُ لَا يَرُدُّ مِنَ الْقَدَرِ، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے نذر سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ: یہ تقدیر کو نہیں ٹالتی (جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا) البتہ اس کے ذریعہ بخیل سے مال نکل جاتا ہے۔

۴۲۴۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ النَّذْرَ لَا يُقَرِّبُ مِنِ ابْنِ آدَمَ شَيْئًا لَمْ يَكُنِ اللهُ قَدَّرَهُ لَهُ، وَلَكِنِ النَّذْرُ يُوَافِقُ الْقَدَرَ فَيُخْرَجُ بِذَلِكَ مِنَ الْبَخِيلِ مَا لَمْ يَكُنِ الْبَخِيلُ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''نذر کسی ایسی چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کے لئے مقدر نہیں فرمائی قریب نہیں کر سکتی البتہ نذر تقدیر کے موافق (تابع) ہوتی ہے اس کے ذریعے بخیل سے مال نکل جاتا ہے جس مال کو بخیل کبھی نکالنا نہیں چاہتا تھا۔

۴۲۴۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ، كِلَاهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ان اسانید کے ساتھ بھی مذکورہ بالا روایت اسی کی مثل روایت منقول ہے۔

باب لا وفاء لنذر في معصية الله تعالىٰ

اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر کا پورا کرنا جائز نہیں ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

۴۲۴۲۔ وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كَانَتْ ثَقِيفُ حُلَفَاءَ لِبَنِي عُقَيْلٍ، فَأَسَرَتْ ثَقِيفُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ ﷺ، وَأَسَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ رَجُلًا مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ، وَأَصَابُوا مَعَهُ الْعَضْبَاءَ، فَأَتَى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْوَثَاقِ، قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ: بِمَ أَخَذْتَنِي، وَبِمَ أَخَذْتَ سَابِقَةَ الْحَاجِّ؟ فَقَالَ: إِعْظَامًا لِذَلِكَ أَخَذْتُكَ بِجَرِيرَةِ حُلَفَائِكَ ثَقِيفَ، ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ، فَنَادَاهُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، يَا مُحَمَّدُ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَحِيمًا رَقِيقًا، فَرَجَعَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ: إِنِّي مُسْلِمٌ، قَالَ: لَوْ قُلْتَهَا وَأَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَنَادَاهُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، يَا مُحَمَّدُ، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ: إِنِّي جَائِعٌ فَأَطْعِمْنِي، وَظَمْآنُ فَأَسْقِنِي، قَالَ: هَذِهِ حَاجَتُكَ، فَفُدِيَ بِالرَّجُلَيْنِ، قَالَ: وَأُسِرَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَأُصِيبَتِ الْعَضْبَاءُ، فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ فِي الْوَثَاقِ وَكَانَ الْقَوْمُ يُرِيحُونَ نَعَمَهُمْ بَيْنَ يَدَيْ بُيُوتِهِمْ، فَانْفَلَتَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنَ الْوَثَاقِ، فَأَتَتِ الْإِبِلَ، فَجَعَلَتْ إِذَا دَنَتْ مِنَ الْبَعِيرِ رَغَا فَتَتْرُكُهُ حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى الْعَضْبَاءِ،

فَلَمْ تَرْغُ، قَالَ: وَنَاقَةٌ مُنَوَّقَةٌ فَقَعَدَتْ فِي عَجُزِهَا، ثُمَّ زَجَرَتْهَا فَانْطَلَقَتْ، وَنَذِرُوا بِهَا فَطَلَبُوهَا فَأَعْجَزَتْهُمْ، قَالَ: وَنَذَرَتْ لِلَّهِ إِنْ نَجَّاهَا اللهُ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا، فَلَمَّا قَدِمَتِ الْمَدِينَةَ رَآهَا النَّاسُ، فَقَالُوا: الْعَضْبَاءُ نَاقَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: إِنَّهَا نَذَرَتْ إِنْ نَجَّاهَا اللهُ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا، فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ، بِئْسَمَا جَزَتْهَا، نَذَرَتْ لِلَّهِ إِنْ نَجَّاهَا اللهُ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا، لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةٍ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ، وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ حُجْرٍ: لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ،

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو ثقیف، بنو عقیل کے حلیف تھے، بنو ثقیف نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے دو صحابیوں کو گرفتار کرلیا، اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنو عقیل کے ایک شخص کو گرفتار کرلیا۔ اور اس کے ساتھ آپ کی اونٹنی ''عضباء'' کو بھی حاصل کرلیا، پھر رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے ، وہ بندھا ہوا تھا زنجیروں میں جکڑا ہوا، اس نے پکارا۔ اے محمد! آپ اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ کہنے لگا کہ مجھے اور حجاج کے سردار عضباء (اونٹنی) کو تم نے کس جرم میں گرفتار کیا؟ آپ نے فیصلہ اس کی بات کو بہت بڑا سمجھتے ہوئے (کہ یہ شخص میری طرف نقض عہد اور حلف کی پاسداری نہ کرنے کو منسوب کر رہا ہے) فرمایا کہ: تجھے تیرے حلیف بنو ثقیف کے لوگوں کے جرم میں پکڑا ہے (جنہوں نے دو صحابہ کو گرفتار کرلیا تھا) یہ کہہ کر آپ ﷺ وہاں سے چل دیئے۔ اس نے پھر پکارا اے محمد! رسول اللہ نہایت نرم دل اور رحم دل تھے، آپ دوبارہ لوٹے اور اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگا میں مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ: کاش یہ بات تو اس وقت کہتا جب تو اپنے معاملہ کا مالک تھا تو تجھے پوری طرح کامیابی مل جاتی (یعنی جب تو آزاد تھا اس وقت یہ کہتا) یہ کہہ کر آپ ﷺ پھر روانہ ہوگئے تو وہ پھر پکارا اے محمد! اے محمد! آپ پھر دوبارہ اس کے پاس تشریف لے آئے، اور پوچھا اب کیا بات ہے؟ کہنے لگا میں بھوکا پیاسا ہوں مجھے کھانا کھلایئے اور پانی پلایئے۔ آپ نے فرمایا: یہ لے، تیری حاجت (پوری ہوگئی)۔ آخرکار اسے انہی دو افراد کی رہائی کے بدلہ میں چھوڑا گیا۔ جنہیں ثقیف نے قید کرلیا تھا۔ اسی طرح ایک انصاری خاتون قید کرلی گئی تھیں اور ان کے ساتھ ساتھ عضباء اونٹنی بھی گرفتار ہوگئی تھی۔ وہ خاتون قید میں تھیں، جب کہ کافر لوگ اپنے جانوروں کو آرام کے لئے فارغ کئے ہوئے تھے اپنے گھروں کے سامنے، ایک رات وہ خاتون قید سے فرار ہوگئیں اور اونٹوں کے پاس آئیں (جہاں اونٹ بندھے ہوئے تھے) وہ جونہی کسی اونٹ کے قریب جاتیں تو وہ آواز نکالنے لگتا وہ اسے چھوڑ کر آگے بڑھ جاتیں یہاں تک کہ عضباء تک پہنچ گئی، اس نے آواز نہ نکالی وہ بہت مسکین اونٹنی تھی، خاتون اس کی پشت پر بیٹھ گئیں اور اسے ڈانٹ ڈپٹ کی تو وہ چلنے لگی، اس اثناء میں کافروں کو خبر ہوگئی تو وہ اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے لیکن عضباء نے انہیں تھکا دیا (یعنی آگے نکل گئی اور ان کے ہاتھ نہ آئی) ان

خاتون نے اس وقت نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دیدی عضباء پر تو وہ اللہ عزوجل کی رضا کے لئے عضباء کو ذبح کردیں گی۔

جب وہ مدینہ آگئیں تو لوگوں نے اسے دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ارے یہ تو عضباء ہے، رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی ان خاتون نے کہا کہ انہوں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ عزوجل نے انہیں اس پر نجات عطا فرمائی تو وہ اسے ضرور ذبح کردیں گی۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ آپ سے ذکر کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''سبحان اللہ! بہت ہی برا بدلہ دیا اس عورت نے (کہ اونٹنی نے تو اس کی جان بچائی اور وہ اس کی جان کے درپے ہوگئی) نذر مان لی کہ اگر اللہ نے اسے نجات دی تو اسے ذبح کردے گی معصیت میں نذر کی تکمیل نہیں ہوتی نہ ہی اس چیز میں نذر پورا کرنا ضروری ہے جس کا انسان مالک نہیں ہوتا''۔ اور ابن حُجر رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں نذر نہیں ہے۔

تشریح:

''کانت ثقیف'' یعنی قبیلہ ثقیف اور قبیلہ بنوعقیل کا آپس میں عرب دستور کے مطابق معاہدہ تھا اور یہ دونوں ایک دوسرے کے حلیف تھے ثقیف کے لوگ طائف میں رہتے تھے بڑے جنگ جو لوگ تھے بنوعقیل بھی اسی اطراف میں تھے ان لوگوں کا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ تھا جب ثقیف نے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے دو مسلمانوں کو قید کرلیا تو گویا بنوعقیل کے ساتھ معاہدہ بھی ٹوٹ گیا پھر مسلمانوں نے بنوعقیل کا ایک شخص پکڑ لیا اس کے ساتھ اونٹنی تھی جس کو عضباء کہتے تھے یہ کوئی خاص نام نہیں تھا بلکہ اپنی صفات کی وجہ سے عضباء کہتے تھے کہ پیدائشی طور پر اس کے کان چھوٹے تھے بعد میں عضباء کے نام سے مشہور ہوگئی یہ شخص بڑا چالاک تھا بطور مال غنیمت یہ اونٹنی آنحضرت کو مل گئی تھی یہ اونٹنی قصواء کے علاوہ تھی قصواء پر سوار ہوکر آنحضرت نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تھی بنوعقیل کا پکڑا ہوا یہ شخص بڑا چالاک تھا۔ ''فی الوثاق'' یعنی رسیوں میں جکڑا پکڑا پڑا تھا ''بم اخذتنی'' اس شخص نے آنحضرت سے کہا کہ تم نے مجھے کیوں گرفتار کیا ہے اس شخص کا خیال تھا کہ ہمارے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ تھا اس کے باوجود مجھے پکڑنا معاہدہ کی خلاف ورزی ہے جو خیانت ہے۔ ''سابقۃ الحاج'' یعنی میرے ساتھ حاجیوں کے سردار اونٹنی کو کیوں پکڑ رکھا ہے جو حج کے سفر میں حاجیوں کے قافلے میں سب سے آگے چلتی ہے جو مبارک اونٹنی ہے عرب کے ہاں حاجیوں کے قافلے میں آگے نکلنے والا اونٹ یا اونٹنی بڑی مبارک سمجھی جاتی تھی اس شخص نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے گویا پوشیدہ اعتراض کررہا ہے کہ تم لوگ کتنے ظالم ہو کہ اس طرح اونٹنی کو بھی معاف نہیں کرتے ہو۔ ''إعظاما لذلک'' یعنی راوی نے کہا کہ اس گرفتار شخص نے اونٹنی کی تعریف اور اس کو حاجیوں کا سردار اس لئے کہا تا کہ وہ اس کے پکڑنے کو بڑا جرم بنا کر پیش کرے یہ مطلب سب سے زیادہ واضح ہے۔

"أَخَذْتُكَ" ای قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذتک بجریرۃ حلفائک یعنی تیرے حلیف بنوثقیف کے جرم میں تجھ کو پکڑا ہے "جریرۃ" جرم اور گناہ کو کہا گیا ہے۔"انی مسلم " یہ شخص کتنا چالاک ہے اپنے چھوٹنے کے لئے کس طرح حیلہ بنا رہا ہے اور کہتا ہے کہ جناب میں تو مسلمان ہوں اور مسلمان کو قید میں رکھنا جائز نہیں ہے"افلحت "یعنی گرفتار ہونے سے پہلے اگر تم اسلام قبول کرتے تو قتل سے بھی بچ جاتے اور غلامی سے بھی بچ جاتے اب گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کرنے کی وجہ سے تم قتل سے تو بچ جاؤ گے لیکن غلام بنائے جانے یا مفت میں چھوڑنے یا فدیہ لیکر چھوڑنے کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں یہ حق ساقط نہیں ہوگا۔

"ھذہ حاجتک "یعنی یہ انسانی شخصی اور ذاتی مجبوری ہے اس کو ہم پورا کریں گے اور تم کو کھانا کھلائیں گے"بالرجلین "یعنی دو مسلمانوں کے بدلے میں اس شخص کو چھوڑ دیا گیا۔

سوال: جب یہ شخص مسلمان ہوگیا تو اس کو فدیہ کے طور پر کفار کے پاس کیسے بھیج دیا کیا اس کے کافر ہونے کا خطرہ نہیں تھا؟

جواب: اس کا ایک جواب یہ ہے کہ جب کسی فتنہ کا خوف نہ ہو نہ مرتد ہونے کا خوف ہو تو اس طرح واپس بھیجنا جائز ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ شخص دل سے مسلمان نہیں ہوا ہو اس لئے اس کو واپس بھیجد یا آگے پیچھے کفر ہی کفر ہے۔

سوال: یہاں دوسرا سوال یہ ہے کہ اس پورے قصے کا نذر کے باب سے کیا تعلق ہے اس میں نذر کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو الگ الگ واقعے ہیں راوی نے دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے پہلا واقعہ تو اس قیدی کا ہے اور دوسرا واقعہ ایک اور قیدی عورت کا ہے جو اس روایت کے آخری حصہ میں مذکور ہے اس میں نذر کا قصہ ہے اس کی وجہ سے باب نذر میں دونوں قصوں کو بیان کیا گیا ہے۔

"قال واسرت امراۃ "یعنی اس حدیث کے بیان کرنے والے صحابی حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت کو کافروں نے قید کرلیا یہ عورت حضرت ابوذر غفاری کی بیوی تھی جو غزوۂ ذات قرد میں گرفتار ہوئی تھی ذات قرد چھ ہجری میں پیش آیا تھا۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ اس عورت کے گرفتار ہونے اور پھر عضباء اونٹنی کے لوٹ لینے کا آپس میں کیا جوڑ ہے اور اس کا اس حدیث کی ابتداء کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب اس پوری حدیث کی تفصیل بیان کرنے سے معلوم ہو جائے گا۔ اصل پس منظر یہ ہے کہ بنو عقیل کے آدمی کو جب تبادلے میں چھوڑ دیا گیا تو اس کے بعد دوسرے دشمنوں کی طرف سے دو واقعے پیش آگئے ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ دشمن نے مسلمانوں کی چراگاہ پر حملہ کر دیا اور وہی عضباء اونٹنی جو غنیمت میں آنحضرت کے حصہ میں آئی تھی اسے ہنکا کر لے گئے دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ دشمن ایک انصاری عورت کو گرفتار کرکے لے گئے اور یہ دشمن ایک ہی تھا لہٰذا انصاری عورت اور عضباء اونٹنی ایک ہی قبیلہ میں جاکر قیدی بن گئے

تھے۔حدیث کی تفصیل اب سمجھ میں آجائے گی۔الحمدللہ۔

"فی الوثاق "یعنی یہ مسلمان انصاری عورت رسیوں میں جکڑی پڑی تھی۔"یریحون نعمهم "یعنی کافر لوگ اپنے مال مویشیوں کو آرام پہنچانے کے لئے کسی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوٹ مار کرنے والا یہ قافلہ ابھی اپنے اصلی مقام پر نہیں پہنچا تھا اس لئے عضباء کا احراز ابھی تک نہیں ہوا لہذا آنحضرت ﷺ کو واپس مل گئی۔

"فانفلتت "یہ انفلات سے ہے چھوٹنے اور آزاد ہو کر بھاگنے کے معنی میں ہے "رغا" اونٹ کے بڑبڑانے اور خطرناک آواز نکالنے کے معنی میں ہے باب نصر ینصر سے ہے "فترکته "یہ صحابیہ خاتون اس آواز دینے اور بڑبڑانے والے اونٹ کو چھوڑ دیتی تھی کہ کہیں اس کے شور سے محلہ کے لوگوں کو معلوم نہ ہو جائے اور اس کو پکڑ نہ لے "فلم ترغ "عضباء نے کوئی آواز نہیں نکالی شاید یہ اونٹنی ابوذر غفاری کی اس بیوی سے مانوس تھی یا اس اونٹنی کو چلنے کا شوق تھا۔

"وناقة منوقة "اسم مفعول کا صیغہ ہے ای هی ناقة منوقة یعنی یہ سرکش اونٹنی نہیں تھی بلکہ سدھائی ہوئی تھی ای ناقة مذللة راوی نے آواز نہ کرنے کی علت یہی بتائی ہے اگلی روایت میں ناقة مجرسة کا لفظ آیا ہے جس کا ایک ترجمہ ناقه مجربة ہے یعنی چلنے میں تجربہ کار تھی دوسرا ترجمہ جرس کا ہے یعنی گھنٹی پڑی ہوئی اونٹنی تھی۔اگلی روایت میں نـاقة مـدربة کا لفظ بھی ہے جو تجربہ کار اور تربیت یافتہ کے معنی میں ہے منوقة مجرسة اور مدربة تینوں الفاظ باب تفعیل سے اسم مفعول کے صیغے ہیں۔

قال النووی المجرسة والمدربة والمنوقة والمذلول کله بمعنی واحد۔"فقعدت "یعنی یہ خاتون اس اونٹنی پر بیٹھ گئی "عجیزتها "پچھلے حصے کو کہتے ہیں یعنی اس اونٹنی کی دم کے پاس بیٹھ گئی اور اس کو ہنکا کر چلی گئی "ونذروه "یہ سمع یسمع سے ہے ذال پر کسرہ ہے یہ جاننے اور علم۔کے معنی میں ہے یعنی محلہ کے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ انصاری قیدی عورت بھاگ نکلی۔"فاعجزتهم "یعنی لوگوں نے بہت تلاش کیا مگر تلاش کرتے کرتے تھک گئے اس عورت نے ان کو تھکا کے رکھ دیا اور عاجز بنا دیا۔

"ونذرت "اس عورت نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا تو میں اسی اونٹنی کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کروں گی۔

"بئسما جزتها "یعنی اس عورت نے اس اونٹنی کو بہت ہی برا بدلہ دیدیا۔اس عورت نے یہ خیال کیا کہ جب اس اونٹنی کو میں وہاں سے لائی ہوں تو اب یہ میری ملکیت میں آگئی اس لئے اس نے نذر مانی کہ مدینہ پہنچ کر میں اس کا نحر کروں گی آنحضرت ﷺ کو جب اس کی نذر کی اطلاع کی گئی تو آنحضرت نے دو وجہ سے اس نذر کو نامعقول قرار دیا ایک تو اس وجہ سے کہ عضباء اونٹنی نے اس عورت کے ساتھ احسان کیا کہ اس کو زندہ بچا کر مدینہ پہنچا دیا اب یہ عورت اس احسان کا بدلہ ذبح کرنے اور نحر کرنے سے دے رہی ہے یہ بہت ہی برا بدلہ ہے جو یہ عورت اس اونٹنی کو دے رہی ہے۔دوسرا اس وجہ سے نامعقول قرار دیا کہ یہ اونٹنی تو اس عورت کی نہیں ہے یہ دوسرے کی چیز کی نذر کیسے مان رہی ہے؟ یہ تو نبی اکرم ﷺ کی تھی جو بنو عقیل کے ایک آدمی سے بطور غنیمت آنحضرت کو مل گئی تھی۔

نذر معصیت میں کفارہ کا حکم

"لا وفاء لنذر فی معصیة "یعنی نافرمانی اور معصیت کی نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ معصیت کی نذر ماننا جائز نہیں ہے مثلاً یہ نذر کسی نے مانی کہ اگر میرا گمشدہ بیٹا مل گیا تو میں شاہ دولہ کے مزار پر چادر چڑھاؤں گا رقص کروں گا، اس نذر کا پورا کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ معصیت کی نذر میں کفارہ ہے یا نہیں۔

فقہاء کا اختلاف

امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک نہ معصیت کی نذر جائز ہے نہ اس کا پورا کرنا جائز ہے اور نہ اس میں کفارہ ہے امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ معصیت کی نذر کا توڑنا ضروری ہے اور پھر اس کا کفارہ ادا کرنا بھی واجب ہے جو کفارہ یمین ہے۔

دلائل

"امام شافعی اور امام مالک زیر بحث حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ یہاں کفارہ کا ذکر نہیں ہے اگر نذر معصیت میں کفارہ ہوتا تو احادیث میں اس کا تذکرہ ہوتا۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر کی اگلی حدیث سے استدلال کیا ہے الفاظ یہ ہیں۔ "کفارة النذر کفارة الیمین "نیز حضرت عائشہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں صاف الفاظ ہیں کہ "لا نذر فی معصیة وکفارته کفارة الیمین "(ترمذی) اسی طرح حضرت ابن عباس کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو ابوداؤد میں ہے جس میں تین مرتبہ یہ لفظ ہے فکفارته کفارة یمین رواه ابو داؤد۔

ائمہ احناف کے بعض علماء نے اس قسم کی نذر کے کفارہ میں کچھ فرق کیا ہے وہ یہ کہ اس نذر میں اگر معصیت لذاتہ یعنی شرب خمر یا زنا کرنے کی نذر ہے تو نہ اس کا پورا کرنا جائز ہے نہ اس میں کفارہ ہے اور اگر نذر میں معصیت لغیرہ ہے مثلاً عیدین یا ایام تشریق میں روزوں کی نذر مان لی تو اس کے توڑنے میں کفارہ یمین آئے گا اس طرح دونوں قسم کی روایات پر عمل ہو گیا۔

جواب

بالا مذکورہ زیر بحث حدیث میں کفارہ دینے نہ دینے کا ذکر اگر نہیں ہے تو عدم ذکر عدم حکم کی دلیل تو نہیں ہے اگر زیر بحث حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے تو دیگر احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے لہذا کفارہ دینے کا حکم اپنانا پڑے گا ان حضرات نے جو حضرت عمران بن حصین کی روایت سے استدلال کیا ہے اس کا بھی یہی جواب ہے۔

لطیفہ:

کہتے ہیں امام ابوحنیفہ شیخ شعبی کے پاس آئے اور نذر معصیت کا مسئلہ پوچھا انہوں نے فرمایا کہ جب گناہ اور معصیت کی نذر مانی جائے تو اس میں کچھ بھی کفارہ نہیں امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ پھر ظہار میں کفارہ کیوں ہے حالانکہ وہ بھی گناہ ہے کیونکہ اپنی بیوی کو ماں کہنا کتنا برا ہے؟ شعبی حیران ہوئے اور فرمانے لگے "انت من الآرائیین" "آپ اصحاب رائے میں سے ہیں۔ شیخ شعبی امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں "ولا فیما لا یملک" یعنی جب انسان کی ملکیت میں کوئی چیز نہیں ہے وہ اس کی نذر نہیں مان سکتا ہے لہذا اس عورت کی یہ نذر صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اونٹنی اس کی ملکیت میں نہیں تھی یہ تو رسول اللہ ﷺ کی ملکیت میں تھی۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ ائمہ احناف کا فتویٰ ہے کہ جب کفار مسلمانوں کے مال کو چھین کر اپنے علاقے میں لے جائیں اور اس کا احراز کرلیں تو وہ اس کے مالک ہو جاتے ہیں پھر اگر مسلمانوں نے وہ مال واپس حاصل کیا تو وہ عام مجاہدین کے لئے مال غنیمت بنتا ہے یہاں عضباء اونٹنی کفار کی ملکیت میں چلی گئی تھی پھر بھی آنحضرت نے فرمایا کہ یہ اونٹنی میری تھی یہ عورت اس کی مالک نہیں بنی لہذا نذر صحیح نہیں ہے یہ قصہ شوافع نے اپنے مسلک کے لئے بطور دلیل پیش کیا ہے کہ مسلمان کا مال اگر حربی کفار چھین لے تو وہ لوگ اس مال کے مالک نہیں بنے ہیں یہ مال پہلے مالک کی ملکیت میں رہے گا تو اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: احناف کہتے ہیں کہ کفار نے اگر مسلمان کے مال کا احراز نہیں کیا یعنی اپنے ملک کے محفوظ مقامات تک نہیں پہنچایا ہو تب تو یہی حکم ہے جو شوافع کے ہاں ہے کہ کفار اس کے مالک نہیں بنیں گے اور یہ مال اصلی مالک کے ہاتھ سے نہیں نکلتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے کیونکہ کفار نے ناقہ عضباء کا احراز نہیں کیا تھا بلکہ وہ لوگ ابھی تک راستے ہی میں تھے اور ایک منزل میں آرام کر رہے تھے کہ رات کے وقت اس عورت نے عضباء کو چھین لیا اور واپس لایا اس حدیث میں جملہ ہے "والقوم یریحون نعمھم بین یدی بیوتھم" یہ بالکل واضح ہے کہ عضباء کا احراز کفار نے نہیں کیا تھا لہذا یہ احناف کی دلیل ہے ان کے مخالف نہیں ہے احراز نہ ہونے کی وجہ سے عضباء حضور اکرم ﷺ کی ملکیت میں تھی اس لئے آپ کو مل گئی اگر احراز ہو جاتا تو مسئلہ بدل جاتا۔

٤٢٤٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيِّ، كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَفِي حَدِيثِ حَمَّادٍ قَالَ: كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لِرَجُلٍ مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ، وَكَانَتْ مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ، وَفِي حَدِيثِهِ أَيْضًا، فَأَتَتْ عَلَى نَاقَةٍ ذَلُولٍ مُجَرَّسَةٍ، وَفِي حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ: وَهِيَ نَاقَةٌ مُدَرَّبَةٌ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث معمولی تغیرات کے ساتھ منقول ہے۔ اس میں یہ ہے کہ عضباء (اونٹنی) ایک بنو عقیل

کے شخص کی تھی اور سوابق الحجاج میں سے تھی۔ یعنی حجاج کی اونٹنیوں میں سب سے آگے رہتی تھی۔ مزید اس روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ عورت ایسی اونٹنی پر آئی جو مسکین تھی اور (اس کے گلے میں) گھنٹی ڈالی ہوئی تھی اور ثقفی کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ وہ اونٹنی سکھائی تھی۔

باب من نذر ان یذهب الی الكعبة ماشیا

جس نے بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانی

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

٤٢٤٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنِي ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، فَقَالَ: مَا بَالُ هَذَا؟ قَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ، قَالَ: إِنَّ اللهَ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے سہارے گھسٹتا ہوا چل رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس نے نذر مانی ہے پیدل چلنے کی (کعبۃ اللہ تک) آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اس بات سے کہ کوئی اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرے'' اور اسے سوار ہونے کا حکم فرمایا۔

تشریح:

''رای شیخا'' شیخ سے مراد بوڑھا اور کمزور شخص ہے ''یھادی'' یہ مجہول کا صیغہ ہے دو آدمیوں کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر مشکل چلنے کو کہتے ہیں ''بین ابنیه'' کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ ان کو کتنی تکلیف تھی ''بال'' بمعنی حال ہے اور ''نفسه'' تعذیب مصدر کے لئے مفعول بہ ہے۔

بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر کا مسئلہ

اگر کسی نے زیارت بیت اللہ کے لئے پیدل چلنے کی نذر مانی اور یوں کہا کہ ''میں پیادہ پا بیت اللہ جاؤں گا'' تو اس بارے میں علماء کرام کے اقوال مختلف ہیں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر پیدل جانے کی قدرت وطاقت ہے تو جائے ورنہ عجز اور مجبوری کی صورت میں سوار ہو جائے اور نذر توڑ کر دم ادا کرے اور یہی اس کا کفارہ ہے امام شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ عجز کی صورت میں کچھ نہیں اور قدرت کی

صورت میں اگر نذر توڑ کر سوار ہوا تو دم ہے۔امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس طرح نذر کے بعد پیدل چلنے کی قدرت ہو یا نہ ہو اس شخص پر پیدل چلنا لازم نہیں ہے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ وہ سوار ہو کر سفر کرے اور ایک دم بطور کفارہ ادا کرے" ان دونوں مسلکوں کی اتفاقی بات تو اتنی ہے کہ اس طرح نذر ماننے سے نذر منعقد ہو جاتی ہے اور پا پیادہ چلنا لازم ہے لیکن اگر کوئی اس پر عمل نہیں کرتا اور اس نذر کو توڑنا چاہتا ہے تو وہ کیا کرے تو شوافع فرماتے ہیں کہ مجبوری کی صورت میں دم ہے اور مجبوری نہ ہونے کی صورت میں پیدل چلنا متعین ہے مگر احناف فرماتے ہیں کہ پیدل چلنے پر قدرت کے باوجود اگر یہ شخص اس نذر کو توڑنا چاہتا ہے اور سوار ہو کر جانا چاہتا ہے تو ایسا کر سکتا ہے البتہ ایک دم ادا کرنا ہوگا ادنی دم بکری ہے اور جہاں بدنہ کا ذکر ہے تو وہ مستحب ہے۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نذر تو اس چیز کی مانی جاتی ہے جس کی جنس میں سے کوئی فعل شرعاً واجب ہو اور بیت اللہ کی طرف پیدل سفر کرنا کوئی واجب فعل نہیں ہے تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس شخص پر اس نذر میں کچھ بھی لازم نہ ہو حالانکہ عام علماء کے نزدیک اس نذر کے توڑنے میں اس شخص پر دم لازم ہے۔

جواب: قیاس کا تقاضا تو یہی ہے اور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا لیکن استحسان یعنی قیاس خفی کی وجہ سے یہ نذر معتبر قرار دیدی گئی ہے کیونکہ لوگوں کے عرف میں اس طرح کے الفاظ ادا کرنے سے حج یا عمرہ لازم سمجھا جاتا ہے اور قسم اور نذور میں عرف کا بڑا دخل ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک اثر منقول ہے کہ اس طرح نذر ماننے سے حج یا عمرہ لازم آتا ہے تو اس وجہ سے بھی قیاس کو چھوڑا گیا ہے۔

سوال: جب نذر توڑنے کا کفارہ قسم توڑنے کے کفارہ کی طرح ہے تو پھر اس نذر کے توڑنے کی وجہ سے دم کیوں لازم آتا ہے کفارہ قسم کیوں نہیں آتا؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ نذر کا یہ معاملہ حج وعمرہ سے وابستہ ہے اور حج وعمرہ میں جب نقصان آتا ہے تو اس کو دم سے ہی پورا کیا جا سکتا ہے۔"قال ونقائص النسک تجبر بالدم "گویا یہ حج وعمرہ کی خصوصیت ہے" کذا فی زجاجة المصابیح مختصرا"

باقی جس نے پیدل حج کی نذر مانی تو اس پر لازم ہے کہ گھر سے طواف زیارت تک پیدل جائے یہی راجح ہے اور اگر یہی نذر عمرہ کی مانی تو سر منڈانے تک پیدل رہے۔اگر کسی نے کہا کہ مجھ پر بیت اللہ تک پیدل چلنا اللہ کے لئے نذر ہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا کہ اس نے حج کی نیت سے کہا تھا یا عمرہ کی نیت سے کہدیا تھا یاد رہے یہ پیدل نذر اس وقت لازم آئے گی جب کسی نے مشی الی بیت اللہ کے الفاظ کہدیے اگر کسی نے "ذھاب الی بیت الله "کے الفاظ ادا کر دیئے تو کچھ بھی لازم نہیں آئے گا ہاں عرف کا اعتبار ہے۔

۴۲۴۵۔وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ

عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَ شَيْخًا يَمْشِي بَيْنَ ابْنَيْهِ، يَتَوَكَّأُ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَأْنُ هَذَا؟ قَالَ ابْنَاهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ارْكَبْ أَيُّهَا الشَّيْخُ، فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنْكَ، وَعَنْ نَذْرِكَ، وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ، وَابْنِ حُجْرٍ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو اپنے دو بیٹوں کے سہارے چلتا ہوا پایا (بیت اللہ کی طرف) تو دریافت فرمایا کہ اس کا کیا معاملہ ہے؟ (جو یہ اتنی مشکل اٹھا کر پیدل چل رہا ہے) اس کے بیٹوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان کے اوپر ایک نذر لازم تھی (بیت اللہ تک پیدل چلنے کی) نبی کریم نے ارشاد فرمایا: اے شیخ! آپ سوار ہو جایئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے (آپ کے پیدل چلنے سے) اور آپ کی نذر سے بے نیاز ہیں"۔

۴۲۴۶۔ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

حضرت عمرو بن ابی عمرو سے اس طریق سے سابقہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۲۴۷۔ وحَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى بْنِ صَالِحٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللهِ حَافِيَةً، فَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُهُ، فَقَالَ: لِتَمْشِ، وَلْتَرْكَبْ،

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: میری بہن نے نذر مانی کہ وہ بیت اللہ پیدل ننگے پاؤں چل کر جائے گی۔ پھر اس نے مجھے حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کے لئے مسئلہ دریافت کروں، میں نے آپ سے دریافت کیا تو فرمایا کہ: "اسے چاہئے کہ پیدل چلے (اور جب پیدل چلنا ممکن نہ رہے تو) سوار بھی ہو جائے"۔

تشریح:

"حافية" یعنی ننگے پاؤں حج کے لئے جانے کی نذر مانی "لتمش ولتركب" آنحضرت نے فتویٰ دیا کہ جب تک چل سکتی ہے تو پیدل چلتی رہے جب عاجز آجائے تو پھر سواری پر سوار ہو جائے۔ اسی روایت کے ایک طریق میں "حاسرة" کا لفظ بھی ہے ایک رویت میں "غير مختمرة" کا لفظ بھی ہے دونوں کا معنی سر کا کھلا ہونا دوپٹہ کا نہ ہونا ہے اس تفصیلی روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے اس روایت میں "ولتصم ثلاثة ايام" کے الفاظ بھی ہیں مسند احمد کی روایت میں "ولتهد بدنة" کے الفاظ ہیں اور "لتخرج راكبة ولتكفر عن يمينها" کے الفاظ بھی ہیں۔

زیر نظر صحیح مسلم کی روایت میں "لتمش ولتركب" کے الفاظ ہیں مجموعی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر کی بہن نے دو باتوں کی نذر مانی تھی ایک یہ کہ وہ سر پر دوپٹہ نہیں اوڑھیں گی دوسرے یہ کہ وہ پیدل ننگے پاؤں حج کو جائیں گی ترک اختمار یعنی دوپٹہ اوڑھنا چونکہ معصیت اور گناہ تھا اس لئے کہ عورت کے سر کے بال عورت ہے، اس کا ڈھانکنا ضروری ہے اور معصیت کی نذر کا توڑنا ضروری ہوتا ہے اور اس میں بالاتفاق کفارہ یمین آتا ہے اس لئے حدیث میں کفارہ یمین کا ذکر بھی آگیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص غلام آزاد کرنے یا مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا ہو تو اس کے لئے تین روزے ہیں تو تین روزوں کا ذکر آگیا۔

حضرت عقبہ کی بہن جب ترک مشی الی بیت اللہ کی نذر توڑ کر سوار ہوئیں تو اس کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے بطور کفارہ "دم" دینے کا حکم دیدیا کیونکہ نقائص حج کا کفارہ دم سے ادا کیا جاتا ہے تو حدیث میں ہدی اور بدنہ کا ذکر بھی آگیا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عقبہ کی بہن کو کفارہ یمین اور ہدی دونوں کا حکم دیا گیا تھا تو کفارہ یمین ترکِ اختمار پر اور ہدی ترکِ مشی پر تھا۔ بعض شارحین اس حدیث کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ جب کوئی شخص پیدل چلنے سے عاجز ہو تو دم دیدے اگر دم دینے پر قادر نہیں تو اس کے بدلے تین روزے رکھے۔

"لا يفارق عقبة" اس کا مطلب یہ ہے کہ ابوالخیر راوی حضرت عقبہ سے الگ نہیں ہوتے تھے ساتھ رہتے تھے لہٰذا سماع ثابت ہے حدیث قوی ہے۔

٤٢٤٨ ـ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ، حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: نَذَرَتْ أُخْتِي، فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُفَضَّلٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ حَافِيَةً، وَزَادَ وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ،

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری بہن نے نذر مانی (آگے حدیث مفضل کی طرح روایت ذکر کی) لیکن اس روایت میں ننگے پاؤں کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور یہ بھی اضافہ ہے کہ کہا ابوالخیر عقبہ سے جدا نہیں ہوئے تھے

٤٢٤٨ ـ وحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ، أَخْبَرَهُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ

حضرت یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ سے ان اسانید کے ساتھ عبدالرزاق کی روایت کردہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

معصیت کی نذر کا کفارہ کفارہ یمین ہے

٤٢٤٩ـ وحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، قَالَ يُونُسُ: أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔

کِتَابُ الْاَیْمَانِ

قسموں کے مسائل کا بیان

قال اللہ تعالی ﴿لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ ، فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام، ذلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم کذلک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تشکرون ﴾ (سورۃ مائدۃ:۸۹)

ایمان: یمین کی جمع ہے اور یمین قسم کو کہتے ہیں، یمین یسار کی ضد ہے قسم کو یمین اس لئے کہتے ہیں کہ عرب لوگ عہد و پیمان کے دوران ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے تھے اور یہ معاملہ دائیں ہاتھ سے ہوا کرتا تھا۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یمین کا لفظ لغوی طور پر قسم، دائیں ہاتھ اور قوت میں مشترک طور پر استعمال ہوتا ہے۔ علماء نے قسم کی اصطلاحی تعریف اس کی طرح کی ہے ''الیمین فی الشرع توکید الشیء بذکر اسم اللہ او صفتہ'' یہاں قسم سے متعلق چند ابحاث ہیں جن کو ترتیب کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

بحث اول اقسام قسم

قسم کی تین قسمیں ہیں اول یمین غموس دوم یمین لغو ہے سوم یمین منعقدہ ہے۔

(۱) یمین غموس اس کو کہتے ہیں کہ زمانہ ماضی پر کسی نے جھوٹی قسم کھائی کہ خدا کی قسم میں نے یہ کام کیا تھا حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ اس نے یہ کام نہیں کیا تھا یمین غموس میں کوئی کفارہ نہیں ہے یہ گناہ کبیرہ ہے اس کی وجہ سے جہنم میں اس شخص کو غوطے دیئے جائیں گے غمس وغموس، غوطہ کے معنی میں ہے۔

(۲) دوسری قسم یمین لغو ہے یہ وہ قسم ہے کہ باتوں باتوں میں قسم کے ارادہ کے بغیر آدمی کہدے واللہ باللہ یا کہدے خدا کی قسم یا قسم سے کہہ رہا ہوں یا آدمی نے اس طرح قسم کھائی کہ اس کا خیال زگمان یہ تھا کہ واقعی یہ کام ایسا تھا مگر اس کو غلطی ہوگئی وہ کام ایسا نہیں تھا یہ سب یمین لغو ہے اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ کبیرہ ہے اگر چہ مسلمان کو اس سے بھی بچنا چاہئے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت کے پیش نظر نہ جھوٹی قسم کھائی اور نہ سچی کھائی ہے۔

(۳) تیسری قسم یمین منعقدہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص خوب غور وخوض سے آیندہ زمانہ کے کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھاتا ہے اور پھر خود اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو یہ شخص حانث ہو جاتا ہے اب اس کو کفارہ یمین ادا کرنا پڑے گا عربی میں قسم کے الفاظ واللہ باللہ تاللہ ہیں

بحث دوم کفارۂ قسم

قسم توڑنے کا کفارہ اس طرح ہے کہ ایک غلام کو آزاد کیا جائے یا دس مسکینوں کو دو وقتہ متوسط کھانا کھلایا جائے یا دس مساکین کو کپڑے پہنائے جائیں اور اگر کوئی شخص ان تین قسم کے کفارات پر قادر نہیں تو وہ لگاتار تین روزے رکھے قسم توڑنے سے پہلے احناف کے ہاں کفارہ قسم نہیں ہے اسی طرح کافر کی قسم میں کفارہ نہیں ہے۔ بچے یا سوئے شخص یا دیوانے پاگل کی قسم کا اعتبار نہیں اس لئے اس میں کفارہ بھی نہیں۔

بحث سوم قسم کے الفاظ

قسم میں اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی یا اسم صفاتی استعمال ہوتا ہے لہٰذا اس کا احترام ضروری ہے کہ اس کو توڑا نہ جائے اور اللہ کے اسم مبارک کی بے ادبی نہ ہو جائے اور نہ اس مبارک نام کو چھوڑ کر کسی اور کو یہ عظمت دیکر اس کے نام کی قسم کھائی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ باپ دادا کے ناموں کی قسم کی ممانعت آئی ہے اسی طرح تمہاری جان یا سر کی قسم کھانا جائز نہیں جیسے کسی شاعر نے کہا۔

سر میرا تیرے سر کی قسم اٹھ نہیں سکتا اتنا ہوں تیرے تیغ کا شرمندۂ احسان

قسم کا مدار عرف پر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر قسم نہیں کھائی جاسکتی جو عرف عام میں قسم کے لئے استعمال نہیں کی جاتی ہوں جیسے رحمت، مغفرت وغیرہ صفات ہیں اور جن صفات کی قسم عرف میں کھائی جاتی ہو جیسے عظمت و بزرگی شان وغیرہ تو اس سے قسم واقع ہوتی ہے عام طور پر شریعت نے قسم کے الفاظ واللہ، باللہ، تاللہ بتائے ہیں "لعمرُ الله" کے لفظ سے بھی قسم کھائی جاتی ہے یہ بھی قسم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تجھے عمر دینے والے کی قسم۔ قسم میں ان شاء اللہ استعمال کرنے سے قسم کا اثر ختم ہو جاتا ہے بشرطیکہ یہ لفظ متصلاً استعمال کیا جائے، اس کو قسم میں استثناء کہتے ہیں۔

باب النهي عن الحلف بغير الله تعالىٰ

غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے

اس باب میں امام مسلم نے چھ حدیثوں کو بیان کیا ہے

۴۲۵۱۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، ح وحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، قَالَ عُمَرُ: فَوَاللهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْهَا ذَاكِرًا، وَلَا آثِرًا،

حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ: میں نے (اپنے

والد) حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ عزوجل نے تمہیں منع فرمایا ہے اس بات سے کہ تم اپنے آباء واجداد کی قسم کھاؤ"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جس دن میں نے رسول اللہ کو منع فرماتے سنا میں نے باپ دادا کی قسم کبھی نہیں کھائی نہ اپنی طرف سے نہ ہی کسی دوسرے کی طرف سے نقل کرتے ہوئے بھی۔

تشریح:

"ینھاکم ان تحلفوا بآبائکم" باپ دادا کا ذکر بطور مثال ہے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ باپ دادا کا ذکر یہاں اس وجہ سے ہوا ہے کہ عرب معاشرہ میں لوگ آباء واجداد کے ناموں کی قسمیں کھایا کرتے تھے اس لئے اس کو بطور خاص ممنوع قرار دیا گیا اور غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے کو اس لئے ناجائز قرار دیا گیا کہ مقسم بہ یعنی جن کے نام کی قسم کھائی جاتی ہے ان کی عظمت اور جلالت شان مقصود اور متصور ہوتی ہے اور یہ عظمت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص رکھنا چاہئے اور غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے سے تعظیم میں غیر اللہ کی مشابہت اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہوگی جو شرک کا ایک حصہ ہے۔

سوال: یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک موقع پر منقول ہے کہ آپ نے فرمایا "افلح وابیہ" اس کا ذکر اس حدیث سے واضح تعارض ہے کیونکہ اس میں آنحضرت نے غیر اللہ کے نام کی قسم کھائی ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس ممانعت سے پہلے کی بات ہے ممانعت بعد میں آئی ہے۔

یہاں ایک اور اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کئی چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہے ان کے لئے امور تکلیفیہ کی یہ پابندی نہیں ہے نیز اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسم کھائی ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر بطور گواہ پیش فرمائی ہیں وہاں دیگر تصورات نہیں ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے غیر اللہ کے نام قسم کھانے سے متعلق فرمایا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نام کی ایک دن میں سو قسمیں کھا کر توڑ دوں وہ اس سے بہتر ہے کہ میں غیر اللہ کی قسم کھا کر نبھاؤں "ذاکرا" ای قائلا ذلک من قبل نفسی "یعنی نہ اپنی طرف سے قصد وارادہ سے ایسی قسم کھائی" ولا آثرا "ای ولا حاکیا لہ عن غیری یعنی نہ کسی اور شخص کی کھائی ہوئی اس طرح قسم کو نقل کیا آنے والی روایتوں میں یہ تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پرانے دستور کے مطابق باپ دادا کی قسم کھائی تو آنحضرت نے منع کر دیا۔

٤٢٥٢ ـ وحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عُقَيْلٍ: مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهَا، وَلَا تَكَلَّمْتُ بِهَا، وَلَمْ يَقُلْ ذَاكِرًا، وَلَا آثِرًا،

حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے بھی یہ مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔ حضرت عقیل کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ میں نے جب نبی ﷺ کو غیر اللہ کی قسم سے منع کرتے ہوئے سنا ہے تو میں نے نہ تو اس طرح قسم کھائی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی گفتگو کی ہے زہیر نے مزید کچھ ذکر نہیں کیا۔

۴۲۵۳ ـ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ عُمَرَ وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ بِمِثْلِ رِوَايَةِ يُونُسَ، وَمَعْمَرٍ

حضرت سالم اپنے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت عمرؓ کو باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا..... آگے سابقہ حدیث یونس و معمر کے مثل بیان فرمایا۔

۴۲۵۴ ـ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي رَكْبٍ، وَعُمَرُ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَنَادَاهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَلَا إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَصْمُتْ ـ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو چند سواروں کے درمیان پایا، اور عمر اپنے والد کی قسم کھا رہے تھے، رسول اللہ نے انہیں پکارا کہ: خبردار! اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع فرمایا ہے اس بات سے کہ تم اپنے آباء کی قسم کھاؤ، جسے کوئی حلف اٹھانا ہو تو وہ اللہ کے نام کا حلف لے ورنہ خاموش رہے۔

۴۲۵۵ ـ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ، وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ رَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ، كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِمِثْلِ هَذِهِ الْقِصَّةِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ان مختلف اسانید وطرق سے بھی مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل مروی ہے۔

۴۲۵۶۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرُونَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفُ إِلَّا بِاللهِ، وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِآبَائِهَا فَقَالَ: لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو کوئی قسم کھانا چاہے اسے چاہئے کہ اللہ کے علاوہ کسی کے نام کی قسم نہ کھائے"۔ اور قریش اپنے آباؤ اجداد کی قسم کھایا کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "اپنے آباء و اجداد کی قسم مت کھاؤ۔

بَابُ مَنْ حَلَفَ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى، فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ

جس نے لات مناۃ کی قسم کھائی وہ تجدید ایمان کرے

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۴۲۵۷۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، ح وحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ، فَقَالَ فِي حَلِفِهِ: بِاللَّاتِ، فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ، فَلْيَتَصَدَّقْ ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے تم میں سے کوئی قسم کھائی اور قسم میں لات (جاہلیت کا بت) کے نام کی قسم کھائی اسے چاہئے کہ لا الہ الا اللہ کہے، اور جس نے دوست سے کہا کہ آؤ جوا کھیلیں اسے چاہئے کہ صدقہ دیدے"۔

تشریح:

"من حلف" یعنی لات مناۃ اور بتوں کے نام کی قسم کھانے کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھے "لات" جاہلیت کے مشہور بتوں میں سے ایک بت کا نام ہے جو ثقیف کا تھا اور جامع مسجد طائف کے بائیں مینار کی جگہ پر ثقیف نے کھڑا کر رکھا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لات ایک آدمی کا نام تھا جو حاجیوں کے لئے ایک بڑے پتھر پر بیٹھ کر ستو گھولتا تھا اور پھر حاجیوں کو پلاتا تھا جب یہ شخص مرگیا تو اس کی قبر پر لوگوں نے اسی جگہ میں گھر بنایا اور اس کی پوجا شروع کی اور اس کو لات معبود قرار دیا جب ثقیف کے لوگ مسلمان ہوئے تو حضور ﷺ

نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو اس کے گرانے کے لئے بھیجا آپ نے جا کر اس کو گرا دیا آج کل اس مقام پر طائف کی عظیم الشان مسجد قائم ہے جو مسجد ابن عباس کے نام سے مشہور ہے پرانی والی مسجد ابن عباس اب اس عظیم الشان مسجد کا صحن ہے اس مسجد کے عظیم الشان میناروں میں سے بائیں مینار کی جگہ پر لات کا بت ثقیف نے کھڑا کیا تھا جس کا اب نام ونشان نہیں۔ الحمد للہ حمداً کثیراً۔

لات اصل میں لت السویق سے بنا ہے ستو بھگونے کو کہتے ہیں اس پیشہ کی وجہ سے آدمی کو لات کہا گیا اس شخص کا اصل نام عامر تھا یا صرمہ تھا شاعر کہتا ہے

تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِيْرُ

بہرحال اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے سہواً اس طرح قسم کھائی اور غلطی سے یہ کلمہ زبان سے نکلا تو ''لا الہ الا اللہ'' بطور استغفار ہوگا اور اگر دل سے بطور عقیدہ اس طرح بتوں کی قسم کھائی تو یہ شخص مرتد ہو گیا اب تجدید ایمان اور مسلمان ہونے کے لئے ''لا الہ الا اللہ'' پڑھ لے۔

"اقامرک" مقامرہ قمار سے ہے "جوا" کھیلنے کے معنی میں ہے اگر کسی نے مسلمان کو جوا کھیلنے کی دعوت دیدی تو اس نے گناہ کی دعوت دے کر گناہ کا ارتکاب کیا اب اس کا کفارہ یہ ہے کہ یہ شخص صدقہ کرے، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جوا کھیلنے کی دعوت اور اس کی ترغیب دینا بھی گناہ ہے تو جو شخص خود اس قبیح فعل میں مبتلا ہوگا وہ کتنا گناہ گار بنے گا۔ بہرحال صدقہ کرنے کا یہ حکم استحباب پر محمول ہے۔

٤٢٥٨ـ وحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَحَدِيثُ مَعْمَرٍ مِثْلُ حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَلْيَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ، وَفِي حَدِيثِ الْأَوْزَاعِيِّ: مَنْ حَلَفَ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى، قَالَ أَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمٌ: هَذَا الْحَرْفُ يَعْنِي قَوْلَهُ تَعَالَى أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ، لَا يَرْوِيهِ أَحَدٌ غَيْرُ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: وَلِلزُّهْرِيِّ نَحْوٌ مِنْ تِسْعِينَ حَدِيثًا يَرْوِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا يُشَارِكُهُ فِيهِ أَحَدٌ بِأَسَانِيدَ جِيَادٍ

ان طرق سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ حضرت معمر کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو چاہئے کہ وہ کسی چیز کا صدقہ کرے۔ اور امام اوزاعی کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ جس نے لات وعزی کی قسم اٹھائی۔ ابوالحسین امام مسلم نے کہا کہ یہ حرف یعنی اس کا قول ''آؤ جوا کھیلیں اس کو چاہئے کہ صدقہ دے'' اس کو امام زہری رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا اور امام زہریؒ کے بارے میں فرمایا: انہوں نے نبی کریم ﷺ سے تقریباً اسی نوے احادیث روایت کی ہیں جن میں ان کا کوئی شریک نہیں جید اسناد کے ساتھ۔

تشریح:

"اَلْعُزّٰی" یہ بھی ایک مؤنث بت کا نام ہے لاۃ اور مناۃ سے یہ بت بعد میں بنایا گیا تھا ظالم بن اسعد نامی شخص نے اس کو ایجاد کیا اور پھر وادی نخلہ میں اس کو نصب کیا خاص جگہ کا نام "الحراض" تھا جو مکہ سے عراق جاتے ہوئے ذات عرق سے نو میل کے فاصلہ پر تھا اور اصل یہ کیکر کے درختوں کا ایک جھنڈ تھا لوگ ان مجموعہ کیکروں کو مقدس سمجھتے تھے اور نذرانے پیش کرتے تھے پھر اسی مقام میں عزیٰ کھڑا کیا گیا غطفان اور بنو حرمہ بن مرہ کے قبائل اور قریش کے لوگ اس بت کی تعظیم اور عبادت کرتے تھے فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو اس کے گرانے جلانے کے لئے بھیجا حضرت خالد نے اس کو جلا دیا اور اس بت کو اس طرح اشعار سنا کر تباہ کر دیا۔

يَاعُزّٰى كُفْرَانَكِ لَا سُبْحَانَكِ ‏ ‏ ‏ ‏ إِنِّي رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ أَهَانَكِ

اے عزیٰ اب تیری تعریف نہیں ہوگی بلکہ کفر کی جائے گی میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ اس نے تجھے ذلیل کر کے رکھا

"هذا الحرف" یعنی مندرجہ بالا جملہ تعال اقامرک کا صرف ابن شہاب زہری رحمہ اللہ نقل کر رہا ہے ان کے دیگر ساتھی اس میں ان کے ساتھ شریک نہیں تھے لیکن ابن شہاب زہری ثقہ اور قابل اعتماد راوی ہے ان کا تفرد قابل بھروسہ ہے اسی طرح ابن شہاب کی تقریباً نوے روایات ہیں جن میں وہ متفرد تھے لیکن سب قابل بھروسہ ہیں اس کلام سے امام مسلم نے ابن شہاب زہری کی توثیق کی ہے۔

۴۲۵۹ ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْلِفُوا بِالطَّوَاغِي، وَلَا بِآبَائِكُمْ

حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بتوں کے نام کی اور اپنے آباء واجداد کی قسمیں مت کھایا کرو"۔

غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کا حکم

تشریح:

"لَا تَحْلِفُوا بِالطَّوَاغِي" یہ طاغیۃ کی جمع ہے طاغیہ ہر سرکش اور حد سے نکلنے والے کو کہا جاتا ہے گویا کفار نے بتوں کی عبادت میں حق کی حد سے تجاوز کر کے سرکشی کی تو ان کی سرکشی سے بتوں کی طرف نسبت کر دی گئی طاغوت شیطان کو بھی کہتے ہیں تو ظاہر میں تو بت نظر آتے ہیں لیکن اس کے پیچھے شیطان جڑوں میں بیٹھا ہوا ہے تو یہ بت طاغوت ہیں۔ دور اسلام میں عرب نے ان بتوں کو طواغی اور طاغوت کے نام سے یاد کیا جیسے طاغیۃ دوس طاغیۃ عراق طاغیۃ احمس وغیرہ وغیرہ۔

اب یہاں یہ مسئلہ پیدا ہو گیا کہ اگر کسی نے دین اسلام کے علاوہ کسی ملت کی قسم کھائی یا اپنے آپ کو یہودی یا ہندو کہہ دیا تو اس قسم کی کیا

نیت ہے؟ امام مسلم نے یہاں اس حدیث کو نقل نہیں کیا ہے جس میں مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ کے الفاظ آئے ہیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ امام مسلم نے اس حدیث کو اپنے موضوع بحث کے مقام میں ذکر نہیں کیا بلکہ موضوع سے ہٹا کر کسی اور مقام میں ذکر کیا ہے جس سے ترتیب میں بہت خلل آگیا ہے تاہم لات اور عزی کی قسم کی مناسبت سے میں اس حدیث کی تشریح یہاں لکھتا ہوں ملاحظہ ہو "علی ملة غير الاسلام" ملت غیر اسلام پر قسم کھانا اس طرح ہے کہ مثلاً کوئی مسلمان کہدے کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں یہودی، نصرانی، ہندو، سکھ، قادیانی، آغا خانی ہوں گا، یا دین اسلام سے بیزار ہوں گا یا قرآن سے بیزار ہوں گا یا مکہ سے بیزار ہوں گا یا خدا اور کلمہ سے بیزار ہوں گا اب اگر اس شخص نے اس کے خلاف وہ کام کر دیا تو اب کیا ہوگا تو زیر بحث حدیث میں ہے کہ وہ شخص ایسا ہی ہو گیا۔

اب فقہاء میں سے بعض شوافع فرماتے ہیں کہ ظاہری حدیث کے اعتبار سے یہ شخص کافر ہو گیا کیونکہ اس نے اسلام کی حرمت کو پامال کیا اور کفر پر رضامندی کا اظہار کیا۔ لیکن جمہور کہتے ہیں کہ اس قسم سے یہ شخص کافر نہیں ہوگا کیونکہ کفر کا تعلق اعتقاد اور قصد وارادہ سے ہے اور اس شخص کا ارادہ کفر کا نہیں ہے بلکہ نفس کو روکنے کے لئے اس نے یہ عمل کیا ہے۔ اور اس شخص کی طرف سے یہ فعل زجر وتوبیخ کا ایک عمل ہے اس صورت میں جمہور کے نزدیک زیر بحث حدیث تشدید وتغلیظ پر محمول ہے جیسے "من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر" کی حدیث زجر وتوبیخ پر محمول ہے۔

درالمختار میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح قسم کھانے والا اگر اپنی قسم کے برعکس کام کرے تو وہ کافر نہیں ہوگا بشرطیکہ اس کا مقصد قسم کھانا ہو کافر بننا نہ ہو لیکن اگر وہ جانتا ہو کہ اس قسم کے خلاف کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور پھر بھی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں وہ رضا ورغبت کے ساتھ کفر پر راضی ہو گیا ہے۔

اب اس حدیث سے متعلق یہ بحث ہے کہ آیا یہ یمین ہے یا نہیں اور اس میں کفارہ ہے یا نہیں تو مالکیہ اور شوافع حضرات کے نزدیک چونکہ یہ یمین وقسم نہیں ہے لہذا اس میں کفارہ بھی نہیں ہے یہ شخص بہت بڑا گناہ گار ہو گیا ہے اس کو استغفار کرنے کی ضرورت ہے اور کوئی کفارہ نہیں ہے احناف وحنابلہ بلکہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے کیونکہ یہ قسم ہے اور قسم میں حانث ہونے کی صورت میں کفارہ ہوتا ہے

باب من حلف يمينا فرأى غيرها خيرا منها فليكفر عن يمينه

جس شخص نے قسم کھالی پھر اس سے بہتر کام دیکھا تو کیا کرے؟

اس باب میں امام مسلم نے بیس احادیث کو بیان کیا ہے

۴۲٦٠۔ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، وَاللَّفْظُ لِخَلَفٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ، وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ، قَالَ: فَلَبِثْنَا مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِإِبِلٍ، فَأَمَرَ لَنَا بِثَلَاثِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرَى، فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا: أَوْ قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ: لَا يُبَارِكُ اللهُ لَنَا، أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا، ثُمَّ حَمَلَنَا، فَأَتَوْهُ فَأَخْبَرُوهُ، فَقَالَ: مَا أَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلَكِنَّ اللهَ حَمَلَكُمْ، وَإِنِّي وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ، ثُمَّ أَرَى خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي، وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اشعری لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ سے سواری مانگنے کے لئے حاضر ہوا، آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں تمہیں سواری نہیں دوں گا نہ ہی میرے پاس سواری کے لئے کچھ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم مشیت خداوندی کے مطابق کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے، اسی اثناء میں آپ کے پاس کچھ اونٹ لائے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے تین سفید کوہان والے اونٹ ہمیں دینے کا حکم فرمایا: جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو ہم نے یا ہم میں سے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سواریوں میں برکت نہیں دے گا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری مانگنے کے لئے حاضر ہوئے تھے تو آپ نے ہمیں سواری نہ دینے کی قسم کھائی تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سواری دے دی۔ چنانچہ سب لوگ (دوبارہ) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری بات آپ کو بتلائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کہ ''میں نے تمہیں سوار نہیں کرایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے سوار کرایا ہے، اور اللہ کی قسم انشاء اللہ میں کوئی قسم نہیں کھاؤں گا مگر یہ کہ اگر اس سے بہتر کوئی اور امر سامنے آ گیا تو میں اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا اور جو بات زیادہ بہتر ہوگی اسے اختیار کرلوں گا''۔

تشریح:

''نستحملہ'' سین اور تا طلب کے لئے ہے یعنی ہم آنحضرت سے جہاد پر جانے کے لئے سواری مانگ رہے تھے یہ غزوۂ تبوک پر جانے کا موقع تھا تیس ہزار لشکر کو تیار کر کے روانہ کرنا بہت دشوار تھا۔ ای نطلب منه الابل التی تحملنا وتحمل اثقالنا

''بثلاث ذود'' ذود اونٹوں کی جماعت کو کہتے ہیں اپنے مادہ سے اس کا مفرد نہیں آتا ہے تین سے دس تک مجموعہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے

''غر الذری'' غر یہ اغر کی جمع ہے سفید اور روشن کو کہتے ہیں اصل میں غرہ گھوڑے کی پیشانی کے سفید داغ کو کہتے ہیں اس کے بعد ہر روشن چیز پر اس کا اطلاق ہونے لگا ''ذری'' یہ ذروۃ کی جمع ہے ہر چیز کے بلند حصہ کو کہتے ہیں یہاں کوہان کے بلند حصہ پر بولا گیا ہے راجح قول یہ ہے کہ یہ چھ اونٹ تھے یہاں تین کا لفظ اور بعد میں پانچ کا لفظ راجح نہیں ہے اس میں یا تاویل ہوگی یا راوی کے وہم پر محمول ہوگا۔

''لا یبارک اللہ لنا'' یعنی آنحضرت کی عدم رضا اور قسم کھانے کے بعد دینے سے ان اونٹوں کے استعمال میں برکت نہیں ہوگی کیونکہ ہم

نے آنحضرت کے سامنے بے جا اصرار کیا''ان شاء اللہ'' یہ بطور تبرک درمیان میں استعمال کیا ہے''ما انا حملتکم ''یعنی میں نے تم کو سوار نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو سوار کیا ہے۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت نے قسم کھائی تھی کہ میں تم کو سواری نہیں دوں گا پھر آپ نے اونٹ دیدیئے تو آپ حانث ہوگئے پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے تم کو اونٹ نہیں دیئے یہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کلام کا واضح مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کلام کا واضح مطلب یہ ہے کہ آنحضرت نے اپنے حانث ہونے کی نفی فرمائی ہے وہ اس طرح کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ تم کو اپنے ذاتی اور مملوک اونٹوں پر تم کو سوار نہیں کروں گا تو آپ نے اس پر عمل کیا اور حانث نہیں ہوئے اور جو اونٹ آپ نے دیئے وہ آپ کے ذاتی مملوک اونٹ نہیں تھے بلکہ بیت المال کے تھے اسی کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ اونٹ دیئے ہیں میں نے نہیں دیئے اور اگر یہ میرے ذاتی اونٹ بھی ہوتے اور میں حانث ہو جاتا تو میں اس کو بھی برداشت کرتا کیونکہ میں جب کسی چیز کی قسم کھاتا ہوں اور پھر اس سے بہتر کام کو دیکھتا ہوں وہ کام کر کے حنث اختیار کرتا ہوں اور پھر کفارہ ادا کرتا ہوں۔

''الا کفرت عن یمینی ''یعنی قسم کو برقرار نہیں رکھتا ہوں بلکہ اچھا کام کر کے اس قسم کو توڑ دیتا ہوں اور پھر کفارہ ادا کرتا ہوں اب اس کلام سے ایک اختلافی مسئلہ پیدا ہوگیا۔

مسئلة اداء الكفارة قبل الحنث

کفارہ یمین ادا کرنے میں بعض احادیث میں کفارہ دینے کے الفاظ پہلے آئے ہیں اور حانث ہونے کے الفاظ بعد میں آئے ہیں اور بعض احادیث میں حانث ہونے کے الفاظ پہلے مذکور ہیں اور کفارہ دینے کے الفاظ بعد میں آئے ہیں اسی وجہ سے فقہاء کا اس میں اختلاف ہوگیا کہ کفارہ قبل الحنث ہے یا بعد الحنث ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل جمہور فرماتے ہیں کہ قبل الحنث کفارہ ادا کیا جاسکتا ہے گویا قسم کھانے کی وجہ سے کفارہ لازم ہوگیا۔
امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قبل الحنث کفارہ ادا نہیں کیا جاسکتا ہے حانث ہونا کفارہ پر مقدم ہے جب تک آدمی حانث نہیں ہوتا کفارہ لازم نہیں آتا۔

دلائل

جمہور نے قرآن عظیم کی آیت سے استدلال کیا ہے ﴿ذلک کفارة ایمانکم اذا حلفتم ﴾طرز استدلال اس طرح ہے کہ آیت میں

حلف اور یمین کو کفارہ کے لئے سبب اور وجہ اور علت کے طور پر بیان کیا گیا ہے لہذا قسم کھاتے ہی کفارہ ادا ہو سکتا ہے حانث ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جمہور نے زیر بحث حضرت ابوموسی اشعری کی روایت اور آنے والی حضرت عدی بن حاتم کی روایت سے اور اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں کفارہ کا ذکر مقدم ہے اور حنث کا ذکر بعد میں ہے۔ ایک شاعر کا شعر بھی جمہور کے ذوق پر ہے۔

حلف الزمان لیأتین بمثله حنثت یمینک یا زمان فکفر

یعنی اے زمانہ! قسم کھاتے ہی تو حانث ہو گیا ہے حانث ہونے کی مزید ضرورت نہیں اب کفارہ ادا کرو۔

امام ابوحنیفہ نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو امام مسلم نے کسی اور جگہ نقل کی ہے مشکوۃ میں موجود ہے جس میں یہ الفاظ ہیں "فأت بالذی هو خیر وکفر عن یمینک" یہاں صراحت کے ساتھ پہلے حنث کا ذکر ہے اور پھر واؤ عاطفہ کے ساتھ کفارہ کا ذکر ہے امام ابوحنیفہ کی عقلی دلیل یہ ہے کہ کفارہ ادا کرنا جرم کی وجہ سے ہوتا ہے اور قسم کھانا کوئی جرم نہیں ہے کیونکہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام و علماء کرام کے کلام میں کثرت کے ساتھ قسم موجود ہے۔ جب قسم کھانا جرم نہیں تو وہ کفارہ کے لئے کیسے سبب بن گیا؟ ہاں حانث ہونا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بے اکرامی ہوگئی وہ کفارہ کے لئے سبب بن جاتا ہے تو جب تک حنث نہیں آتا کفارہ نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ نے زیر بحث باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں پہلے حنث کا ذکر ہے پھر کفارہ کا ذکر ہے۔ احناف نے جمہور پر ایک اشکال بھی کیا ہے جو در حقیقت ایک الزامی سوال ہے وہ یہ کہ مثلاً ایک شخص نے قسم کھائی اور پھر اپنی قسم کا پورا خیال رکھا اور حانث نہیں ہوا بلکہ اپنی قسم میں "بری الذمه" ہو گیا تو کسی کے نزدیک اس شخص پر کفارہ لازم نہیں ہے اگر صرف قسم کھانے سے کفارہ لازم آتا تو اس شخص پر حانث ہونے کے بغیر کفارہ دینا لازم تھا حالانکہ اس کے جمہور بھی قائل نہیں۔

جواب

جمہور نے جس آیت سے استدلال کیا ہے احناف فرماتے ہیں کہ وہاں ﴿اذا حلفتم﴾ کے بعد و حنثتم کا لفظ محذوف ہے یعنی قسم کھانے کے بعد جب حانث ہو جاؤ تو پھر کفارہ ادا کرو یہ محذوف اسی طرح ہے جس طرح ﴿اذا قمتم الی الصلوة﴾ میں وانتم محدثون محذوف ہے باقی احادیث میں واؤ مطلق جمع کے لئے ہے ترتیب کے لئے نہیں ہے یعنی کفارہ بھی ادا کرو اور حانث بھی ہو جاؤ اور نیک کام بھی کرو، ویسے عربی محاورہ کا ذوق بتاتا ہے کہ ان احادیث میں ترتیب کی کوئی پابندی نہیں لگائی گئی ہے۔ جمہور کا احترام اپنی جگہ مسلم ہے لیکن ان احادیث سے ان کا مسلک ثابت کرنا بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔

۴۲۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ، وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ

قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: أَرْسَلَنِي أَصْحَابِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ لَهُمُ الْحُمْلَانَ، إِذْ هُمْ مَعَهُ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ، وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوكَ، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّ أَصْحَابِي أَرْسَلُونِي إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ، فَقَالَ: وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ، وَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا أَشْعُرُ، فَرَجَعْتُ حَزِينًا مِنْ مَنْعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمِنْ مَخَافَةِ أَنْ يَكُونَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ عَلَيَّ، فَرَجَعْتُ إِلَى أَصْحَابِي، فَأَخْبَرْتُهُمُ الَّذِي قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ أَلْبَثْ إِلَّا سُوَيْعَةً إِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُنَادِي: أَيْ عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ فَأَجَبْتُهُ، فَقَالَ: أَجِبْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوكَ، فَلَمَّا أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خُذْ هَذَيْنِ الْقَرِينَيْنِ، وَهَذَيْنِ الْقَرِينَيْنِ، وَهَذَيْنِ الْقَرِينَيْنِ، لِسِتَّةِ أَبْعِرَةٍ ابْتَاعَهُنَّ حِينَئِذٍ مِنْ سَعْدٍ، فَانْطَلِقْ بِهِنَّ إِلَى أَصْحَابِكَ، فَقُلْ: إِنَّ اللهَ أَوْ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلَى هَؤُلَاءِ فَارْكَبُوهُنَّ، قَالَ أَبُو مُوسَى: فَانْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِي بِهِنَّ، فَقُلْتُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلَى هَؤُلَاءِ، وَلَكِنْ وَاللهِ لَا أَدَعُكُمْ حَتَّى يَنْطَلِقَ مَعِي بَعْضُكُمْ إِلَى مَنْ سَمِعَ مَقَالَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ سَأَلْتُهُ لَكُمْ، وَمَنْعَهُ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ، ثُمَّ إِعْطَاءَهُ إِيَّايَ بَعْدَ ذَلِكَ، لَا تَظُنُّوا أَنِّي حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا لَمْ يَقُلْهُ، فَقَالُوا لِي: وَاللهِ إِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ، وَلَنَفْعَلَنَّ مَا أَحْبَبْتَ، فَانْطَلَقَ أَبُو مُوسَى بِنَفَرٍ مِنْهُمْ، حَتَّى أَتَوُا الَّذِينَ سَمِعُوا قَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْعَهُ إِيَّاهُمْ، ثُمَّ إِعْطَاءَهُمْ بَعْدُ، فَحَدَّثُوهُمْ بِمَا حَدَّثَهُمْ بِهِ أَبُو مُوسَى سَوَاءً۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھیوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ میں آپ سے سواریاں مانگوں یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ جیش العسرۃ (تنگی والے لشکر) میں آپ کے ساتھ تھے یعنی غزوۂ تبوک میں۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں سوار کردیں (یعنی سواریاں عطا فرمادیں) آپ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمہیں کسی چیز پر سوار نہ کروں گا''۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اتفاق سے آپ اس وقت غصہ کی حالت میں تھے جس کا مجھے احساس نہ ہو (اور میں اپنا سوال داغ دیا) چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کی وجہ سے بہت غمگین ہوکر لوٹ گیا، اور مجھے یہ خوف بھی تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جی میں مجھ سے ناراض نہ ہوں، میں واپس اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بتلادی، ابھی مجھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اچانک میں نے بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنی وہ پکار

رہے تھے کہ اے عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ کا نام ہے) میں نے انہیں جواب دیا، کہنے لگے کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ نے بلایا ہے، چلو۔ جب میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''یہ دو بندھے ہوئے اونٹوں کا جوڑا لے لو، اور یہ اونٹوں کا جوڑا بھی لے لو اور یہ اونٹوں کا جوڑا بھی لے لو، چھ اونٹ آپ نے دیئے جنہیں آپ نے اسی وقت حضرت سعدؓ سے خریدا تھا۔ اور فرمایا کہ انہیں لیکر اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے یا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں ان اونٹوں کو بطور سواری عطا کیا ہے لہٰذا تم ان پر سواری کرو''۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں انہیں اپنے ساتھیوں کے پاس لے کر چلا اور ان سے کہا کہ رسول اللہ نے تمہیں یہ سواریاں عطا فرمائی ہیں، لیکن اللہ کی قسم! میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا (ان پر سواری کے لئے) یہاں تک کہ تم میں سے بعض لوگ میرے ساتھ نہ چلیں ان لوگوں کے پاس جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی پہلی مرتبہ والی بات سنی تھی جب میں نے آپ سے سوال کیا تھا اور آپ نے منع فرمادیا تھا، اب اس انکار کے بعد آپ نے یہ دیے دیئے ہیں تاکہ تم یہ گمان نہ کرو کہ میں نے تم سے کوئی ایسی بات بیان کی ہے جو آپ نے نہیں فرمائی۔ (مقصد یہ تھا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ تو اپنے ساتھیوں کو یہ کہا تھا کہ حضور علیہ السلام نے انکار فرمادیا ہے دوبارہ پھر آپ کے دیئے ہوئے اونٹ لے کر آگئے تو کہیں ان کے ساتھی یہ نہ سمجھیں کہ پہلی مرتبہ میں نے غلط بیانی کی تھی، اس لئے چاہا کہ اپنے بعض ساتھیوں کو سامنے لے جائیں ان لوگوں کے جنہوں نے پہلا انکار سنا تھا، تاکہ دلوں میں کوئی بدگمانی نہ رہے)۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! ہمارے نزدیک تو آپ بالکل سچے ہو، تم جو چاہتے ہو ہم ویسا ہی کریں گے، چنانچہ ابوموسیٰ ان میں بعض افراد کو لے کر چلے حتیٰ کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے انکار کرنے والی بات اور پھر دینے والی بات سنی تھی ان کے پاس آگئے تو ان لوگوں نے بھی وہی بات بیان کی جو ابوموسیٰ نے بیان کی تھی۔

تشریح:

''الحملان'' سواری کو کہتے ہیں ''جیش العسرۃ'' تنگی کا غزوہ غزوۂ تبوک کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں پانی کھانے اور سواری کی تنگی تھی ''وجد'' یہ ضرب یضرب سے موجدۃ غصہ ہونے کو کہتے ہیں۔ ''سویعۃ'' یہ ساعۃ کی تصغیر ہے یعنی تھوڑا سا وقت۔

''ای عبداللہ بن قیس'' یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کا نام ہے ''القرینتین'' دو اونٹوں کی جوڑی کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ بندھے ہوئے ہوں یا مشابہ ہوں آپ نے چھ اونٹوں کی طرف اشارہ فرمایا پھر ابوموسیٰ اشعری نے اپنے ساتھیوں کو اعتماد میں لینے کے لئے آنحضرت کے ساتھ پیش آنے والا معاملہ سب پر ظاہر کردیا ''ابتاعھن من سعد'' یہ سعد بن عبادہ ہیں کیونکہ سعد بن معاذ تو غزوۂ بنو قریظہ کے وقت شہید ہوگئے تھے اور صحابہ میں سعد بن عبادہ کے علاوہ اس وقت کوئی سعد نہیں تھا یعنی سعد بن عبادہ سے خرید لیے تھے۔

۴۲۶۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، وَعَنْ

الْقَاسِمِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ، قَالَ أَيُّوبُ: وَأَنَا لِحَدِيثِ الْقَاسِمِ، أَحْفَظُ مِنِّي لِحَدِيثِ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى فَدَعَا بِمَائِدَتِهِ وَعَلَيْهَا لَحْمُ دَجَاجٍ، فَدَخَلَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللهِ، أَحْمَرُ شَبِيهٌ بِالْمَوَالِي، فَقَالَ لَهُ: هَلُمَّ، فَتَلَكَّأَ، فَقَالَ: هَلُمَّ، فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْهُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا، فَقَذِرْتُهُ، فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ، فَقَالَ: هَلُمَّ أُحَدِّثْكَ عَنْ ذَلِكَ، إِنِّي أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ، فَلَبِثْنَا مَا شَاءَ اللهُ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَهْبِ إِبِلٍ، فَدَعَا بِنَا، فَأَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرَى، قَالَ: فَلَمَّا انْطَلَقْنَا، قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ: أَغْفَلْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمِينَهُ، لَا يُبَارَكُ لَنَا، فَرَجَعْنَا إِلَيْهِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا أَتَيْنَاكَ نَسْتَحْمِلُكَ، وَإِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا، ثُمَّ حَمَلْتَنَا أَفَنَسِيتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: إِنِّي وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ، لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ، فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا، فَانْطَلِقُوا فَإِنَّمَا حَمَلَكُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ،

حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار حضرت ابو موسیٰ کے پاس حاضر تھے، انہوں نے دسترخوان منگوایا جس پر مرغی کا گوشت رکھا تھا، اس اثناء میں ایک شخص بنو تیم اللہ کا سرخ رنگ کا غلاموں کی مشابہت والا اندر داخل ہوا ،ابو موسیٰ نے اس سے کہا کہ آؤ (اور کھانے میں شریک ہو جاؤ) اسے تأمل ہوا تو ابو موسیٰ نے دوبارہ فرمایا کہ آؤ، میں نے رسول اللہ کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے مرغی کو کچھ (نجاست وغیرہ) کھاتے دیکھا تو مجھے کراہت ہوئی اور میں نے قسم کھالی کہ اس کو نہیں کھاؤں گا، ابو موسیٰ نے فرمایا آؤ (کھاؤ، اور قسم کی فکر مت کرو) میں اس بارے میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ "میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے اشعری قبیلہ کے لوگوں کی جماعت کے ساتھ حاضر ہوا تھا، آپ سے سواری مانگنے کے لئے آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں سوار نہیں کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ جب تک اللہ کو منظور ہوا ہم وہیں ٹھہرے رہے۔ اس اثناء میں رسول اللہ کی خدمت میں غنیمت کے اونٹ لائے گئے (یعنی مال غنیمت کے اونٹ) آپ نے ہمیں بلایا اور پانچ سفید کوہان والے اونٹ ہمیں دینے کا حکم فرمایا، جب ہم (اونٹ لے کر واپس) چلے تو ہم میں سے بعض نے بعض سے یہ کہا کہ ہم نے رسول اللہ کو ان کی قسم سے غافل کر دیا (یعنی آپ نے تو ہمیں اونٹ نہ دینے کی قسم کھائی تھی) ہمیں ان اونٹوں میں برکت نہیں ہوگی، چنانچہ ہم واپس آپ کی خدمت میں لوٹے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب ہم آپ سے سواری مانگنے آئے تھے تو آپ نے حلف اٹھالیا تھا کہ ہمیں سوار نہ کریں گے، پھر ہم کو سوار کرا دیا (سواریاں دیدی) یا رسول اللہ! کیا آپ بھول گئے

ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میرا معاملہ یہ ہے کہ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ میں کوئی قسم نہیں کھاؤں گا الا یہ کہ اگر میں اس کے علاوہ میں کوئی بہتری دیکھوں تو اسی کام کو کروں گا اور اپنی قسم کو کھول دوں گا (کفارہ ادا کر کے) لہٰذا تم چلے جاؤ اس لئے کہ تمہیں اللہ عزوجل نے سوار کرایا ہے"۔ (لہٰذا اے تیمی شخص! تم نے مرغی کا گوشت نہ کھانے کی جو قسم کھائی ہے اسے توڑ دو اور گوشت کھالو)۔

تشریح:

"کنا عند ابی موسیٰ" حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے "تیم الله" یہ ایک قبیلہ کا نام ہے تیم اللات بھی اس کا نام ہے لات کی نسبت کو چھوڑ کر تیم اللہ استعمال کیا گیا داخل ہونے والا یہ آدمی اور مرغی کا گوشت نہ کھانے والا خود زہدم الجرمی ہے جو اس حدیث کا راوی ہے "فتلکا" ای امتنع و تردد فی اکل لحم الدجاج۔ "یاکل شیئا" ای من القاذورات "فقذرته" ای اسقبحته و کرهته یعنی مجھے اس سے گھن آتی ہے۔

"بنهب ابل" نہب سے مال غنیمت مراد ہے اب یہاں سوال یہ ہے کہ پہلے گزرا ہے کہ یہ اونٹ حضرت سعد سے خریدے گئے تھے اور یہاں ہے کہ یہ مال غنیمت سے حاصل ہوئے تھے یہ تعارض ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اونٹ مال غنیمت سے حاصل ہوئے تھے لیکن مال غنیمت کی تقسیم میں جو حصہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ملا تھا اس کو آپ نے فروخت کیا تھا "اغفلنا" یعنی ہم نے رسول اللہ ﷺ کو مشغول کردیا تو وہ اپنی قسم سے مشغول رہے اور قسم یاد نہ رہی آئندہ ایک روایت میں "بقع الذری" کے الفاظ ہیں بقع جمع ہے اس کا مفرد ابقع ہے وہ اونٹ جس میں سیاہی اور سفیدی کا ملاپ ہو یعنی چتکبرے کوہان والے "ذری" ذروۃ کوہان کے بلند حصہ کو کہتے ہیں۔

۴۲۶۳۔ وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، وَالْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ، قَالَ: كَانَ بَيْنَ هَذَا الْحَيِّ مِنْ جَرْمٍ وَبَيْنَ الْأَشْعَرِيِّينَ وُدٌّ وَإِخَاءٌ، فَكُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فِيهِ لَحْمُ دَجَاجٍ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ،

حضرت زہدم جرمیؒ سے مروی ہے کہ جرم کے اس قبیلہ اور اشعریوں کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ تھا ہم حضرت ابوموسیٰ کے پاس تھے تو کھانا ان کے قریب کیا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا۔ بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی۔

۴۲۶۴۔ وحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ، ح وحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، وَالْقَاسِمِ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى

وَاقْتَصُّوا جَمِيعًا الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ،

ان مختلف اسانید وطرق سے بھی مذکورہ بالا (حماد بن زید کی روایت کردہ) حدیث ہی کی مثل روایت نقل کی گئی ہے۔

٤٢٦٥۔وحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا الصَّعْقُ يَعْنِي ابْنَ حَزْنٍ، حَدَّثَنَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ، حَدَّثَنَا زَهْدَمٌ الْجَرْمِيُّ، قَالَ:دَخَلْتُ عَلَى أَبِي مُوسَى وَهُوَ يَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَزَادَ فِيهِ، قَالَ:إِنِّي وَاللهِ مَا نَسِيتُهَا

زہدم الجرمیؒ فرماتے ہیں کہ میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوا تو وہ مرغی کا گوشت تناول فرمارہے تھے۔آگے سابقہ حدیث کے مثل بیان کیا۔اس میں اتنا اضافہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:اللہ کی قسم!میں اپنی قسم کو بھولا نہیں تھا۔

٤٢٦٦۔وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ ضُرَيْبِ بْنِ نُقَيْرٍ الْقَيْسِيِّ، عَنْ زَهْدَمٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ:أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ:مَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ، وَاللهِ مَا أَحْمِلُكُمْ، ثُمَّ بَعَثَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثَةِ ذَوْدٍ بُقْعِ الذُّرَى، فَقُلْنَا:إِنَّا أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا، فَأَتَيْنَاهُ فَأَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ:إِنِّي لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ، أَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ،

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریوں کی طلب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا میرے پاس تو تمہیں سواری میں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔اللہ کی قسم!میں تمہیں سوار نہیں کروں گا۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کچھ دیر بعد) ہمیں تین چتکبرے کوہان والے اونٹ بھجوادیے۔ہم نے کہا کہ (عجیب بات ہے) ہم رسول اللہ کے پاس سواری کے طلب میں حاضر ہوئے تھے تو آپ نے تو ہمیں سواری نہ دینے کی قسم کھائی تھی (پھر اونٹ کیوں بھجوادیے) چنانچہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اور ساری بات عرض کی۔فرمایا کہ میں جب کوئی قسم کھاتا ہوں پھر اس بات کے علاوہ دوسری بات میں اس سے زیادہ بہتری دیکھتا ہوں تو وہی کام کرگزرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے (اور قسم کا کفارہ ادا کردیتا ہوں)

٤٢٦٧۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ أَبِيهِ، حَدَّثَنَا أَبُو السَّلِيلِ، عَنْ زَهْدَمٍ، يُحَدِّثُهُ عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ:كُنَّا مُشَاةً فَأَتَيْنَا نَبِيَّ اللهِ ﷺ نَسْتَحْمِلُهُ بِنَحْوِ حَدِيثِ جَرِيرٍ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پیدل چل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے سواری کا مطالبہ کیا۔بقیہ روایت حضرت جریرؒ کی روایت کردہ حدیث کے مثل بیان فرمائی۔

٤٢٦٨ ـ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَعْتَمَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَوَجَدَ الصِّبْيَةَ قَدْ نَامُوا، فَأَتَاهُ أَهْلُهُ بِطَعَامِهِ، فَحَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ أَجْلِ صِبْيَتِهِ، ثُمَّ بَدَا لَهُ فَأَكَلَ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ ﷺ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَلْيَأْتِهَا، وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات کسی شخص کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دیر ہوگئی (رات گئے) وہ اپنے گھر کو لوٹا تو دیکھا کہ بچے سو گئے ہیں (شاید بغیر کھائے) اس کے گھر والے اس کے لئے کھانا لائے تو اس نے بچوں کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا اور قسم کھالی (کہ کھانا نہ کھائے گا) پھر اس کی رائے ہوئی کہ کھانا کھالے تو اس نے کھالیا۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو ارشاد فرمایا: ''جس نے کوئی قسم کھائی کسی بات پر پھر اس کے علاوہ دوسری میں بہتری دیکھی تو اسے چاہئے کہ بہتر کام کرلے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے''۔

تشریح:

''اعتم '' باب افعال سے ہے ای دخل فی العتمة تاخیر کرنا مراد ہے اتنی تاخیر کی کہ رات کا اندھیرا چھا گیا اور یہ شخص اندھیرے میں داخل ہو گیا یا عتمہ سے عشاء کی نماز مراد ہے کہ اتنی تاخیر کی کہ عشاء کی نماز آنحضرت کے ساتھ پڑھ لی اب تک معلوم نہ ہوسکا کہ یہ شخص کون تھا ممکن ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ہوں کیونکہ اس طرح واقعات صدیق کے ساتھ پیش آئے ہیں۔
''قد ناموا '' یعنی دیر کی وجہ سے بچے سب سو گئے تھے ''اھله بطعامه '' یعنی گھر والوں نے کھانا پیش کیا تو بچوں کے کھائے بغیر سو جانے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اس نے کھانے سے قسم کھالی ''ثم بدا له '' یعنی ان کو مناسب معلوم ہوا کہ کھانا کھانا چاہئے تو اس نے قسم توڑ کر کھالیا۔ ''فلیاتها '' یعنی پہلے حانث ہو جائے اور پھر کفارہ ادا کرے اس قسم کی احادیث سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے کہ حنث مقدم ہے اور پھر کفارہ ادا کرنا ہے اس کے بعد دوسری حدیث میں بھی اسی طرح ہے کہ پہلے حانث ہو جائے اور پھر کفارہ ادا کرے اس کے بعد حضرت عدی بن حاتم کی دو حدیثوں میں بھی اس کی تصریح ہے کہ پہلے حانث ہو جاؤ اور پھر کفارہ ادا کرو۔

٤٢٦٩ ـ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَفْعَلْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کوئی قسم کھائی پھر اس کے خلاف بات میں اسے زیادہ بہتری نظر آئی اسے وہ بہتری والی بات کو اختیار کرنا چاہئے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنا چاہئے''۔

۴۲۷۰ـ وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ،

اس سند سے بھی سابقہ حدیث والا مضمون ہی منقول ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی بات پر قسم اٹھائی پھر اس کے علاوہ میں بہتری نظر آئی تو اس کو بہتری والی بات ہی اختیار کرنی چاہئے اور اپنے قسم کا کفارہ ادا کرے۔

۴۲۷۱ـ وحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي سُهَيْلٌ، فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ:فَلْيُكَفِّرْ يَمِينَهُ، وَلْيَفْعَلِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ۔

اس سند سے بھی سابقہ حدیث والا مضمون ہی منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ چاہئے کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور وہی عمل کرے جو بہتر ہو۔

۴۲۷۲ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ رُفَيْعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ، قَالَ:جَاءَ سَائِلٌ إِلَى عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، فَسَأَلَهُ نَفَقَةً فِي ثَمَنِ خَادِمٍ أَوْ فِي بَعْضِ ثَمَنِ خَادِمٍ فَقَالَ:لَيْسَ عِنْدِي مَا أُعْطِيكَ إِلَّا دِرْعِي، وَمِغْفَرِي، فَأَكْتُبُ إِلَى أَهْلِي أَنْ يُعْطُوكَهَا، قَالَ:فَلَمْ يَرْضَ، فَغَضِبَ عَدِيٌّ، فَقَالَ:أَمَا وَاللهِ لَا أُعْطِيكَ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ رَضِيَ، فَقَالَ:أَمَا وَاللهِ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ:مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ، ثُمَّ رَأَى أَتْقَى لِلَّهِ مِنْهَا، فَلْيَأْتِ التَّقْوَى مَا حَنَّثْتُ يَمِينِي۔

حضرت تمیم بن طرفہ فرماتے ہیں کہ ایک سائل حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور ان سے ایک غلام کی قیمت کا خرچہ دینے یا اس کا بعض حصہ دینے کا سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس تو تمہیں دینے کے لئے سوائے میرے پاس اس زرہ اور خود (لوہے کا ہیلمٹ) کے کچھ نہیں ہے، البتہ میں اپنے گھر والوں کو لکھ دیتا ہوں کہ وہ تجھے تیری مطلوبہ چیز دیدیں گے۔ مگر وہ اس پر راضی نہ ہوا، عدیؓ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! میں تجھے کچھ نہ دوں گا۔ اس کے بعد وہ شخص راضی ہو گیا (اس بات پر کہ گھر والوں کو لکھ دیں) عدی نے فرمایا: سن، اللہ کی قسم! اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ: "جس نے کوئی قسم کھائی پھر اس کے خلاف بات میں زیادہ تقویٰ والی بات سمجھے اللہ کے لئے تو اسے چاہئے کہ وہ زیادہ تقویٰ کو اختیار کر لے"۔ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو میں اپنی قسم میں حانث نہ ہوتا۔ (یعنی صرف اس ارشاد نبوی کی وجہ سے اپنی قسم توڑ کر تجھے دے رہا ہوں اور زیادہ تقویٰ والی بات

اختیار کررہا ہوں)۔

تشریح:

"فی ثمن خادم "یعنی مجھے اتنا پیسہ دیدو کہ جس سے میں کسی غلام کو خرید سکوں یا کم از کم غلام کی قیمت کا کچھ حصہ دیدو یا غلام کو کرایہ پر لینے کی مقدار کچھ پیسہ دیدو۔"الا درعی "یعنی میرے پاس کوئی پیسہ تو نہیں ہے البتہ میری ذرہ ہے وہ تمہیں دے سکتا ہوں۔

"ومغفری "اس کی جمع مغافر ہے یعنی لوہے کی ٹوپی اور خود ہے وہ دے سکتا ہوں"فاکتب "یعنی میں اپنے گھر والوں کو لکھ دیتا ہوں کہ وہ یہ چیزیں آپ کو دیدیں گے"فلم یرض "وہ آدمی اس پر راضی نہیں ہوا شاید ان کو نقد پیسوں کی فوری ضرورت تھی۔

"فغضب عدی "یعنی حضرت عدی کو بہت غصہ آیا کہ یہ شخص سوال کرنے میں میری مجبوری کو نہیں دیکھتا ہے"رضی"یعنی وہ شخص اس پر راضی ہوگیا کہ چلو لکھدو میں زرہ اور خود لے لوں گا"فقال اما واللہ "یعنی حضرت عدی نے قسم توڑ دی اور فرمایا کہ قسم بخدا اگر میں آنحضرت سے یہ حدیث نہ سنتا کہ بھلائی نہ کرنے سے جو شخص قسم کھائے اور پھر اس سے زیادہ اچھا کام دیکھے تو قسم توڑ دے اور پھر کفارہ ادا کردے"اتقی للہ "یعنی زیادہ تقویٰ والی بات دیکھ لے کہ اس سے اللہ تعالیٰ زیادہ خوش ہوں گے"ماحنثت "یہ لولا کا جواب ہے یعنی اگر میں یہ حدیث نہ دیکھتا اور آنحضرت کا ارشاد میرے سامنے نہ ہوتا تو میں کبھی اپنی قسم کو نہ توڑتا۔ حضرت عدی کی اس روایت میں اور اس کے بعد والی روایت میں واضح طور پر مذکور ہے کہ حنث پہلے ہے اور کفارہ ادا کرنا بعد میں ہے۔

٤٢٧٣ ـ وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَلْيَتْرُكْ يَمِينَهُ۔

حضرت تمیم بن طرفہ فرماتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے کوئی قسم کھائی کسی بات پر پھر اس کے خلاف کام میں زیادہ بہتری پائی تو اسے چاہئے کہ بہتری والا کام کرلے اور اپنی قسم کو چھوڑ دے"۔(کفارہ ادا کرکے)۔

٤٢٧٤ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْبَجَلِيُّ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ طَرِيفٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ تَمِيمٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَدِيٍّ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:إِذَا حَلَفَ أَحَدُكُمْ عَلَى الْيَمِينِ، فَرَأَى خَيْرًا مِنْهَا، فَلْيُكَفِّرْهَا، وَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ،

حضرت تمیم بن طرفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"جب تم میں سے کوئی کسی بات پر حلف کرلے، پھر کوئی اس سے زیادہ بہتر بات دیکھے تو کفارہ ادا کرکے بہتر کام کو کرلے"۔

۴۲۷۵۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ تَمِيمٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَلِكَ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے کہ "جب تم میں سے کوئی کسی بات پر حلف کرلے پھر اس سے زیادہ بہتر بات نظر آئے تو کفارہ ادا کر کے بہتر کام کو کرلے"۔

۴۲۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ، وَأَتَاهُ رَجُلٌ يَسْأَلُهُ مِائَةَ دِرْهَمٍ، فَقَالَ: تَسْأَلُنِي مِائَةَ دِرْهَمٍ، وَأَنَا ابْنُ حَاتِمٍ، وَاللهِ لَا أُعْطِيكَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ، ثُمَّ رَأَى خَيْرًا مِنْهَا، فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ،

حضرت تمیم بن طرفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عدی بن حاتم کو سنا جب کہ ان سے کوئی آدمی سو درہم مانگ رہا تھا انہوں نے فرمایا کہ تو مجھ سے سو درہم مانگ رہا ہے جب کہ میں حاتم (طائی) کا بیٹا ہوں اللہ کی قسم! میں تجھے نہ دوں گا پھر فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ: "جس نے کوئی قسم کھائی کسی بات پر پھر اس کے علاوہ کسی بات میں اس سے زیادہ خیر دیکھی تو اسے بہتر کام کرنا چاہیے (تو میں تجھے نہ دیتا، لیکن اس ارشاد نبی کی وجہ سے تجھے دے رہا ہوں)۔

تشریح:

"تسالنی مائة درهم " یعنی میں مشہور زمانہ سخی حاتم طائی کا بیٹا ہوں اس وقت میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے تم نے مجھے بخیل اور کنجوس ثابت کرنے کے لئے قلیل رقم صرف سو درہم کا سوال کیا کہ تنگی کی وجہ سے میں نہیں دے سکوں گا پھر تم پروپیگنڈہ کرو گے کہ دیکھو حاتم طائی کا بیٹا اتنا کنجوس ہے کہ سو درہم بھی نہیں دے سکے تم جاؤ اور میری زرہ اور لوہے کی ٹوپی اٹھا کر لے جاؤ وہ شخص واقعی عدی رضی اللہ عنہ کو کنجوس ثابت کرنا چاہتا تھا اسی لئے اس نے زرہ اور خود لینے سے سخت انکار کیا حضرت عدی نے بھی کچھ دینے سے انکار کر کے نہ دینے کی قسم کھائی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی وجہ سے قسم توڑ ڈالی رضی اللہ عنہ وعن جمیع الصحابة۔

"لو لا انی سمعت " اس کا جواب محذوف ہے ای ما اعطیتک۔ ساتھ والی روایت میں "من عطائی " کا لفظ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب میرا سالیانہ عطیہ حکومت کی طرف سے مجھے ملے گا تو میں ایک سو کے بجائے تجھے چار سو درہم دیدوں گا۔

۴۲۷۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ

تَمِيمَ بْنَ طَرَفَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، وَزَادَ وَلَكَ أَرْبَعُمِائَةٍ فِي عَطَائِي

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں یہ اضافہ ہے" اور تیرے لئے میری عطا سے چار سو (دراہم) ہیں۔

۴۲۷۸۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ، لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ، وَائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، قَالَ أَبُو أَحْمَدَ الْجُلُودِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَاسَرْجِسِيُّ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ،

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! امارت (حکومت) حاصل ہونے کا سوال مت کرنا کیونکہ اگر تمہارے سوال کی وجہ سے تمہیں امارت ملی تو تمہیں اسی کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر تمہارے بن مانگے تمہیں حکومت حاصل ہوگئی تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی (حق تعالیٰ کی طرف سے) اور جب تم کسی بات کی قسم کھاؤ پھر اس کے خلاف کرنے میں تمہیں بہتری نظر آئے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو اور جو بہتر بات ہو اسے اختیار کرلو"۔

تشریح:

"لا تسال الامارۃ" یہ حدیث باب الامارۃ سے متعلق ہے ان شاء اللہ وہاں اس پر کلام ہوگا یہاں حدیث کا یہ ٹکڑا ضمنی طور پر مذکور ہے۔

"قال احمد الجلودی" یہ نسبت جلد کی طرف ہے جلد کھال کو کہتے ہیں شاید یہ کھال کے تاجر تھے یا یہ نسبت نیشاپور میں چمڑا گلی کی طرف منسوب ہے جو "سکۃ الجلودیین" سے مشہور گلی تھی جیم پر ضمہ ہے ان کا نام محمد بن عیسیٰ نیشاپوری تھا۔

شیخ جلودی امام مسلم کے مشہور شاگرد ابواسحٰق ابراہیم بن محمد سے مسلم کی روایت کرتے تھے لیکن یہاں اس حدیث کو انہوں نے ابواسحٰق کے بجائے ابوالعباس الماسرجسی کے واسطہ سے روایت کی ہے وہ شیبان بن فروخ سے روایت کرتے ہیں جو امام مسلم کے استاذ ہیں اس طرح شیخ جلودی کی سند عالی ہوگئی کیونکہ یہاں امام مسلم کا واسطہ بھی ختم ہوگیا اور ابواسحٰق کا واسطہ بھی ختم ہوگیا اب شیبان بن فروخ تک صرف ایک واسطہ رہ گیا جو ابوالعباس تھے تو شیخ جلودی، امام مسلم کے استاذ شریک بھائی ہوگئے اور یہی فضیلت وہ بیان کرنا چاہتے ہیں ابوالعباس کی نسبت ماسرجس نام کے ایک نصرانی شخص کی طرف ہے اس شخص کے پوتے حسن بن عیسیٰ بن ماسرجس نے حضرت عبداللہ بن مبارک کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا ابوالعباس انہیں کے آل میں سے ہے اس لئے ان کی طرف نسبت ہے۔

۴۲۷۹ـ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يُونُسَ وَمَنْصُورٍ، وَحُمَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ، وَيُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، وَهِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، فِي آخَرِينَ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ أَبِيهِ، ح وحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، كُلُّهُمْ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ أَبِيهِ ذِكْرُ الْإِمَارَةِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ بالا حدیث (کہ آپ نے فرمایا کہ امارت طلب نہ کرنا....اور جب تم کسی بات کی قسم کھاؤ پھر اس کے خلاف کرنے میں تم کو بہتری نظر آئے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو اور جو بہتر بات ہو اس کو اختیار کرلو) ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

باب يمين الحالف على نية المستحلف

قسم کا اعتبار قسم کھلانے والے کی نیت پر ہوگا

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۴۲۸۰ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، وقَالَ عَمْرٌو: حَدَّثَنَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيرٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ، وقَالَ عَمْرٌو: يُصَدِّقُكَ بِهِ صَاحِبُكَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمہاری قسم کے اسی مطلب کا اعتبار ہوگا جس پر تمہارا ساتھی تمہاری تصدیق کرے''۔

تشریح:

''صـــاحبک '' یعنی دو آدمیوں میں کوئی مالی تنازعہ ہے اور مدعی منکر کو قسم دے رہا ہے اس میں قسم دینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا مثلاً قسم کھانے والا زبان سے کچھ الفاظ ادا کر رہا ہے اور دل میں کوئی توریہ یا تاویل کی نیت چھپا رہا ہے تو اس کا اعتبار نہیں مثلاً رستم نے دوستم سے کہا کہ تم نے میرے گدھے کو قتل کر دیا ہے دوستم نے قسم کھائی کہ میں نے گدھا قتل نہیں کیا اور نیت میں رستم کے گدھے کے بجائے فریدون کے گدھے کی قسم کھا رہا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا آنے والی روایت میں ''عـــلـــى نية

المستحلف ”کے الفاظ کا مطلب بھی یہی ہے ”مستحلف“ یعنی قسم لینے والا ہاں اگر کسی کی حق تلفی کا مسئلہ نہ ہو یا کوئی شخص مظلوم ہو تو قسم میں توریہ اور تاویل کا اعتبار ہوگا (ملخصا من زجاجۃ المصابیح)

۴۲۸۱۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْيَمِينُ عَلَى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”فرمایا کہ: قسم کا اعتبار قسم کھلانے والے کی نیت کے مطابق ہوگا“۔

باب الا ستثناء فی الیمین وغیرھا

قسم وغیرہ میں ان شاء اللہ کہنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

”الا ستثناء“ قسم کھانے کے ساتھ متصل ان شاء اللہ کہنے کو استثناء کہتے ہیں اب ان شاء اللہ سے متعلق کچھ تفصیلات ہیں جس کا اثر عقود وفسوخ پر پڑتا ہے اسی کو ملاحظہ فرمائیں۔

”ان شاء اللہ“ اگر قسم، طلاق، عتاق وغیرہ عقود وفسوخ میں ان شاء اللہ کا لفظ متصل استعمال کیا جائے تو کسی کے نزدیک بھی وہ قسم یا عقد منعقد نہیں ہوگا، صرف حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے کہ وہ ان شاء اللہ کو ایک سال بعد تک بھی مؤثر مانتے تھے۔ حضرت حسن کئی سال تک مؤثر مانتے تھے اور سعید بن جبیر چار ماہ تک مؤثر مانتے تھے۔ امام مالک کے نزدیک ان شاء اللہ متصل ہو یا منفصل ہو اس کا کوئی اثر کسی عقد وعہد پر نہیں پڑتا ہے قسم واقع ہوگی کیونکہ تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت میں ہیں تو اس کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے قسم وغیرہ برقرار رہے گی لیکن یہ رائے اس قسم کی تمام احادیث سے مخالف ہے۔ اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ ان شاء اللہ کے متصل اور منفصل ہونے کی حد کیا ہے تو بعض نے کہا کہ مجلس میں سلسلہ کلام کے جاری رہنے تک اس کا وقت ہے اور جب کلام بدل گیا یعنی دوسرا کلام شروع ہوگیا تو اب ان شاء اللہ کا اثر ختم ہوگیا احناف کو یہی مسلک اپنانا ہوگا بعض نے کہا کہ جب تک مجلس قائم ہے ان شاء اللہ مجلس کے قیام تک مؤثر رہے گا شوافع کو یہی مسلک اپنانا پڑے گا کیونکہ دونوں کے اصول وقواعد اسی طرح ہیں کہ ایک فریق نے مسائل میں مجلس کے اختتام کا اعتبار کیا ہے اور دوسرے فریق یعنی احناف نے سلسلۂ کلام کے اختتام کا اعتبار کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کا قصہ

۴۲۸۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ، وَاللَّفْظُ لِأَبِي الرَّبِيعِ

قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ لِسُلَيْمَانَ سِتُّونَ امْرَأَةً، فَقَالَ: لَأَطُوفَنَّ عَلَيْهِنَّ اللَّيْلَةَ، فَتَحْمِلُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ، فَتَلِدُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ غُلَامًا فَارِسًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا وَاحِدَةٌ، فَوَلَدَتْ نِصْفَ إِنْسَانٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ اسْتَثْنَى لَوَلَدَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ غُلَامًا فَارِسًا، يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساٹھ بیویاں تھیں، ایک بار انہوں نے فرمایا کہ:

آج کی رات میں ضرور تمام بیویوں کے پاس جاؤں گا (ان سے جماع کروں گا) ان میں سے ہر ایک کو حمل ہوگا پھر ہر ایک کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا شہسوار جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا''۔ لیکن (حکم الٰہی سے صرف ایک کو حمل ہوا اور اس نے بھی آدھا بچہ جنا (جو کسی کام کا نہیں تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر وہ ان شاء اللہ کہتے تو ہر ایک بیوی ایک لڑکے کو جنم دیتی جو شہسوار ہوتا اور اللہ کی راہ میں قتال کرتا''۔

تشریح:

''ستون امرأة'' یعنی سلیمان علیہ السلام کی ساٹھ بیویاں تھیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قسم کھائی کہ میں ان سب بیویوں کے ساتھ جماع کروں گا جس کے نتیجہ میں ہر بیوی سے ایک ایک بچہ پیدا ہوگا جو شہسوار بنے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے گا۔ زیر بحث حدیث سلیمان میں چند مباحث ہیں اور چند جملے ہیں جو حل طلب ہیں میں ایک ایک جملہ سے متعلق سوال اور جواب کے ذریعہ سے تحقیق لکھنا چاہتا ہوں ملاحظہ ہوں۔

پہلا سوال: اس حدیث میں پہلا جملہ ''ستون امرأة'' ہے اب سوال یہ ہے کہ یہاں ساٹھ بیویوں کا ذکر ہے اگلی روایت میں ستر بیویوں کا ذکر ہے جو واضح تعارض ہے اس کے بعد اسی باب میں ایک روایت میں نوے بیویوں کا ذکر ہے سنن کی روایات میں سو بیویوں کا ذکر ہے۔ یہ بہت زیادہ تفاوت ہے اور شدید اختلاف ہے۔ علامہ کرمانی لکھتے ہیں ''ليس حديث في الصحيح اكثر اختلافا في العدد من حديث سليمان فيه مائة وتسعة وتسعون (وسبعون) وستون ولا منافاة اذ لا اعتبار لمفهوم العدد'' (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۹۹۴) یعنی صحیح بخاری میں اس سے زیادہ عددی اختلاف کسی بھی حدیث میں نہیں ہے جو حدیث سلیمان میں ہے اس میں سو نناوے ستر ساٹھ کی عدد میں اختلاف ہے لیکن یہ کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ اعداد کے مفہوم میں تعارض نہیں ہوتا ہے نہ اس کا کوئی اعتبار ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں اعداد میں اتنا تفاوت کیوں ہے اور اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس سوال کے کئی جوابات ہیں ایک جواب یہ ہے کہ اعداد میں تعارض نہیں ہوتا کیونکہ عدد اکثر عدد اقل کے منافی نہیں ہوتا ہے اور جمہور اہل اصول کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ اعداد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔ یعنی عدد اقل زائد کی نفی پر دلالت نہیں کرتا ہے۔

صاحب منۃ المنعم لکھتے ہیں کہ یہ اختلاف بعض راویوں کے وہم سے آیا ہے یعنی یہ تصرف رواۃ ہے وہ لکھتے ہیں وفی الحدیث السابق ستون امرأۃ وسیاتی تسعین امرأۃ والاغلب ان احدھا وھم من بعض الرواۃ اھ

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف زوجات کی حیثیت کی وجہ سے آیا ہے کہ بعض باندیاں تھیں بعض حرائر تھیں شاید ساٹھ بیویاں تھیں باقی لونڈیاں تھیں۔

تیسرا جواب امام بخاری نے دیا ہے کہ راجح قول یہ ہے کہ یہ نوے بیویاں تھیں چنانچہ بخاری میں ہے قال شعیب وابن ابی الزناد تسعین وھو الراجح (بخاری ج۱ص ۴۸۷)

دوسرا سوال: ''لاطوفن علیھن'' یعنی میں اس کثیر تعداد کی بیویوں کے ساتھ ایک رات میں مجامعت کروں گا اس پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ اتنی کثیر بیویوں سے ایک رات میں جماع کرنا عقلاً وظاہراً بعید معلوم ہوتا ہے بلکہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے تو تفہیم القرآن سورت ص میں اس پر شدید تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ ساٹھ یا اس سے زائد عورتوں سے ایک رات میں جماع کرنا ایسی بات ہے جسے عقل تسلیم نہیں کرتی ہے اس بات کو تسلیم کرنے سے تو یہ لازم آتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے کم از کم ایک گھنٹہ میں چھ عورتوں سے جماع کیا ہو اس رات کے ہر گھنٹہ کسی دوسرے کام میں ایک منٹ کے لئے بھی مشغول ہوئے بغیر، اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے لہذا اس حدیث کو اس صورت میں قبول نہیں کیا جاسکتا باوجودیکہ اس کی استنادی حیثیت صحیح ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں (تفہیم القرآن سورۃ ص) اس حدیث پر اس قسم کے اعتراضات کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس بے جا اور بے موقع اور گستاخی سے بھرپور اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور نبی کو غیر نبیوں پر قیاس کرنا کج فہمی اور گمراہی ہے ''لایقاس الملوک بالحدادین'' بادشاہوں کو لوہاروں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مودودی صاحب کہتے ہیں کہ ساٹھ عورتوں سے ایک رات میں جماع کرنے کو عقل تسلیم نہیں کرتی ہے، میں مودودی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے پاس کتنی عقل ہے جو تمام عقلاء کی عقلوں کو کراس کرگئی اور کیا محدثین نے کسی حدیث کو پرکھنے کے لئے آپ کی عقل کو معیار بنایا ہے؟ میں پھر مودودی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ پرندوں سے باتیں کرنا اور ان کی باتوں کو سمجھنا کیا عقل تسلیم کرتی ہے؟ سلیمان علیہ السلام تو پرندوں سے باتیں کرتے تھے یا سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں سینکڑوں انسانوں کو لکڑی کے تخت پر بٹھا کر تیل اور ڈیزل کے بغیر اڑانا عقل میں آتا ہے؟ یا ہوا پر حکومت کرنا جنات پر حکومت کرنا ان کی زبانوں کو سیکھے بغیر سمجھنا اور جنات کو دیکھنا کیا عقل میں آتا ہے؟ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے رات کے تھوڑے سے حصہ میں آسمانوں اور جنت ودوزخ کی سیر کی اور واپس آگئے، لامکان میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے کیا یہ عقل میں آتا ہے؟ خندق میں کدال مارنے سے چٹان کا پارہ پارہ ہونا اور شام کے محلات نظر آنا کیا

عقل میں آتا ہے؟ اگر یہ چیزیں عقل میں نہیں آتی ہیں اور ماننا پڑتا ہے تو کیا ایک نبی جس کو اللہ تعالیٰ نے زبردست جسمانی قوت وطاقت سے نوازا ہو کیا وہ ایک رات میں ساٹھ بیویوں سے جماع نہیں کر سکتا ہے۔ مودودی صاحب نے اس کو نا قابل تسلیم کہہ کر مسلم شریف کی صحیح حدیث کا مضحکہ خیز انداز سے انکار کیا ہے اس بیچارے نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو لٹا ہورا چھرہ کے کسی عام آدمی پر قیاس کیا ہے کاش اگر مودودی صاحب لکھنا پڑھنا نہ جانتے اور نہ مفسر اسکالر ہوتے بلکہ صرف ایک سادہ ان پڑھ مسلمان ہو کر رہتے تو بڑی آفات سے محفوظ ہو جاتے نہ لکھتا تو کچھ بھی نہ ہوتا اور لکھا اور غلط لکھا تو سب کچھ گردن پر ہوگی

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

''صاحبہ'' اس سے راجح قول کے مطابق فرشتہ مراد ہے یعنی فرشتہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ آپ ان شاء اللہ کا کلمہ کہہ دیں۔

سوال: حضرت سلیمان علیہ السلام خود اللہ تعالیٰ کے نبی تھے آپ کے کلام میں ان شاء اللہ تو ویسے بھی ہونا چاہئے تھا پھر جب فرشتہ نے کہہ بھی دیا کہ آپ ان شاء اللہ کہہ دیں اس کے باوجود سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ کیوں نہیں کہا؟

جواب: یہ ایک تکوینی امر تھا تقدیر کا معاملہ تھا اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام ایسا نہ کر سکے بلکہ ذہن سے بالکل بات نکل گئی اس حدیث میں صاف لفظ موجود ہے ''وَنَسِيَ'' یعنی آپ بھلائے گئے یاد نہیں رہا تا کہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ فیصلہ مکمل ہو جائے ''بشق غلام'' بچے کا ناتمام ٹکڑا مراد ہے یعنی ناقص بچہ پیدا ہو گیا آنے والی احادیث میں اس کو نصف انسان سے یاد کیا گیا ہے مراد ناتمام بچہ ہے۔

''ولو قال'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر حضرت سلیمان ان شاء اللہ کا کلمہ کہہ دیتے تو سو شہسوار مجاہد پیدا ہو جاتے۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُمت کو منع فرمایا ہے کہ تقدیر کے معاملات میں ''لو'' کا کلمہ استعمال نہیں کرنا چاہئے کہ اگر ایسا ہوتا تو ایسا ہو جاتا تو یہاں آنحضرت نے تقدیر کے معاملہ میں ''لو'' کیوں استعمال کیا؟

جواب: اس کلمہ کو ایسے موقع پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے جہاں کسی قطعی فیصلہ کو کر لیا جائے اور مستقبل کے علم کے بغیر تقدیر کے معاملہ میں کہا جائے کہ اگر ایسا ہوتا تو ایسا ہو جاتا یہ غیبی فیصلہ کرنا منع ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے تو اللہ تعالیٰ کے واقعی حکم کو بیان کیا ہے کہ اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا ہوتا یہ صورت اُس صورت سے مختلف ہے جس کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

''دَرَكاً'' یہ ادراک سے ہے پانے اور حاصل کرنے کے معنی میں ہے ای سبب ادراک لحاجته جیسے ''لَا تَخَافُ دَرَكاً''

''وایم اللہ'' یہ لفظ اس باب کی ایک حدیث میں مذکور ہے یہ اُقْسِمُ بالله کے معنی میں ہے۔

٤٢٨٣ - وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ

هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ نَبِيُّ اللهِ: لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِينَ امْرَأَةً، كُلُّهُنَّ تَأْتِي بِغُلَامٍ يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: أَوِ الْمَلَكُ: قُلْ: إِنْ شَاءَ اللهُ، فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ، فَلَمْ تَأْتِ وَاحِدَةٌ مِنْ نِسَائِهِ إِلَّا وَاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ غُلَامٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَوْ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ، لَمْ يَحْنَثْ، وَكَانَ دَرَكًا لَهُ فِي حَاجَتِهِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے نبی حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ایک مرتبہ فرمایا: آج کی رات میں ضرور بالضرور میں اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ان میں سے ہر ایک لڑکا جنے گی جو اللہ کی راہ میں قتال کرے گا۔ ان کے ساتھی یا فرشتے نے ان سے کہا کہ ان شاء اللہ کہیے۔ لیکن وہ بھول گئے اور ان شاء اللہ نہیں کہا۔ چنانچہ ان کی ازواج میں سے ایک کے سوا کسی نے کچھ نہ جنا اور وہ بھی آدھا (ناقص) بچہ جنا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے تو حانث نہ ہوتے اور ان کی حاجت پوری ہو جاتی۔

٤٢٨٤ ـ وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ أَوْ نَحْوَهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت بیان فرماتے ہیں۔

٤٢٨٥ ـ وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: لَأُطِيفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِينَ امْرَأَةً، تَلِدُ كُلُّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَقِيلَ لَهُ: قُلْ إِنْ شَاءَ اللهُ، فَلَمْ يَقُلْ، فَأَطَافَ بِهِنَّ، فَلَمْ تَلِدْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ نِصْفَ إِنْسَانٍ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَوْ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ لَمْ يَحْنَثْ، وَكَانَ دَرَكًا لِحَاجَتِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے (بطور قسم) ایک مرتبہ فرمایا کہ: آج کی رات میں اپنی ستر ازواج کے پاس جاؤں گا ان میں سے ہر ایک، ایک لڑکا جنم دے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا (گویا ستر مجاہد پیدا ہوں گے) ان سے کہا گیا کہ ان شاء اللہ کہہ دیں۔ مگر وہ نہ کہہ سکے اور رات کو سب ازواج کے پاس گئے، لیکن کسی نے کوئی لڑکا پیدا نہ کیا سوائے ایک کے اور اس نے بھی آدھا انسان (ناقص) پیدا کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو حانث نہ ہوتے اور اپنے مطلب کو پورا کر لیتے۔

۴۲۸۶۔ وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى تِسْعِينَ امْرَأَةً كُلُّهَا تَأْتِي بِفَارِسٍ يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: قُلْ: إِنْ شَاءَ اللهُ، فَلَمْ يَقُلْ: إِنْ شَاءَ اللهُ، فَطَافَ عَلَيْهِنَّ جَمِيعًا، فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ، فَجَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ، وَايْمُ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ لَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ فُرْسَانًا أَجْمَعُونَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ”سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ آج کی رات میں ضرور بالضرور نوے عورتوں کے پاس ہو آؤں گا ان میں سے ہر ایک شہسوار کو جنم دے گی، جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے کہا کہ ان شاء اللہ کہہ دیجئے۔ مگر وہ ان شاء اللہ نہ کہہ سکے (بھول کی وجہ سے) رات میں سب عورتوں کے پاس گئے لیکن سوائے ایک کے کسی کو حمل نہیں ہوا اور وہ بھی ایک ٹکڑا آدمی کا پیدا کر سکی (یعنی صرف ایک کو حمل ہوا اور وہ بھی ناقص) اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو سب کے سب (لڑکے پیدا ہوتے) اور اللہ کی راہ میں سوار ہو کر سب کے سب جہاد کرتے۔“

۴۲۸۷۔ وحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: كُلُّهَا تَحْمِلُ غُلَامًا يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ

موسیٰ بن عقبہ ابو الزناد رحمہ اللہ سے اسی سند کے ساتھ اسی طرح روایت نقل کرتے ہیں لیکن انہوں نے بیان کیا، کہ ہر ایک ان سے ایک لڑکا جنے گی جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرے گا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِصْرَارِ عَلَى الْيَمِينِ الخ

ناجائز قسم پر ڈٹ جانا منع ہے

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

۴۲۸۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللهِ لَأَنْ يَلَجَّ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ فِي أَهْلِهِ، آثَمُ لَهُ عِنْدَ اللهِ مِنْ أَنْ يُعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِي فَرَضَ اللهُ۔

حضرت ہمام بن منبہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جو ہم سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نے رسول اللہ

ﷺ سے بیان کیں۔ پھر ان میں سے چند احادیث (امام نے) ذکر کیں اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی قسم! تم میں سے کسی کا اپنے گھر والوں کے بارے میں کسی قسم پر ڈٹے رہنا اللہ کے نزدیک زیادہ گناہ کی بات ہے بہ نسبت اس بات کے کہ کفارہ ادا کردے جسے اللہ نے فرض فرمایا ہے''۔

تشریح:

"لان یلج" لج یلج سمع اور ضرب سے سخت جھگڑا کرنے اور کسی کام پر اڑ جانے اور ڈٹ جانے کو کہتے ہیں یہاں یمین لجاج مراد ہے مطلب یہ ہے کہ قسم کھا کر اس کے توڑنے میں اللہ تعالیٰ کی ہتک اور بے ادبی ہے اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت کے خلاف ورزی تو یقیناً گناہ ہے لیکن اس گناہ سے وہ گناہ زیادہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی بچوں سے قطع تعلق کی قسم کھائے اور پھر ضد کر کے اس پر اڑ جائے اور اڑا ہی رہے بلکہ اس کو چاہئے کہ قطع تعلق کی قسم توڑ دے اور فریضہ کفارہ جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے وہ ادا کرے مگر یہ اس وقت جائز ہے کہ حانث ہونا حرام نہ ہو اگر وہ حرام ہو تو پھر جائز نہیں مثلاً یہ کہہ دیا کہ خدا کی قسم میں بیوی کے ساتھ ملکر شراب نہیں پیوں گا تو اس قسم کی پابندی ضروری ہے۔ بعض شارحین نے آثم کے لفظ کو اسم تفضیل کے معنی میں لیا ہے بعض نے ''الصیف احر من الشتاء'' کے طرز پر نفس فعل یعنی اثم کے معنی میں لیا ہے (کذا فی الطیبی) تو نفس گناہ مراد ہے کسی سے زیادہ گناہ مراد نہیں ہے۔

بَابُ نَذْرِ الْكَافِرِ وَمَا يَفْعَلُ فِيهِ إِذَا أَسْلَمَ

اسلام لانے کے بعد کافر اپنی نذر کے ساتھ کیا کرے؟

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۲۸۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ: فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت کے دور میں نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا (اب کیا کروں؟) فرمایا کہ پھر تو اپنی نذر پوری کرو''۔

تشریح:

''فی الجاهلیة'' اسلام سے پہلے جو دور گزرا ہے اس کا نام دور جاہلیت ہے۔ ''فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ'' یعنی تم نے جاہلیت میں جو نذر مانی ہے اس کو پورا کرلو اس جملہ سے دو فقہی مسائل نکل آتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی کافر حالت کفر میں نذر مان لے اور پھر اسلام

قبول کر لے تو کیا اس نذر کا پورا کرنا لازم ہوگا یا نہیں؟ اس باب کی احادیث میں اعتکاف کرنے کی نذر کا بیان ہے دیگر احادیث میں نماز پڑھنے کی نذر کا بیان ہے اگر اعتکاف ہو تو احناف کے ہاں اس میں روزہ رکھنا لازم ہے نذر کے اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

حالتِ کفر کی نذر میں فقہاء کا اختلاف

شیخ طاؤس شیخ قتادہ شیخ حسن بصری ابوثور رحمہم اللہ اور کچھ شوافع اور ایک قول امام احمد کا اور اہل ظواہر یہ کہتے ہیں کہ حالتِ کفر کی مانی ہوئی نذر صحیح ہے اس کا پورا کرنا ہوگا اس کے مقابلے میں جمہور یعنی احناف شوافع اور مالکیہ اور ایک قول احمد بن حنبل کا یہ ہے کہ کافر کی نذر صحیح نہیں ہے لہٰذا اس کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔

دلائل

فریق اول نے اس باب کی اسی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں "فَاَوْفِ بِنَذْرِکَ" کے الفاظ ہیں۔ فریق ثانی اور جمہور نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام طحاوی نے نقل کیا ہے الفاظ یہ ہیں۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما النذر ما ابتغی به وجه الله۔

طرز استدلال یہ ہے کہ نذر عبادت ہے اور کافر کی عبادت کا اعتبار نہیں ہے۔

جواب

جمہور نے اس حدیث کو استحباب پر حمل کیا ہے کہ جاہلیت کی نذر پورا کرنا واجب نہیں ہے البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت نے بطور استحباب پورا کرنے کو فرمایا تھا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ایک شخص کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ کو فتح فرمادے تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نفل پڑھوں گا آنحضرت نے فرمایا کہ ادھر مکہ ہی میں پڑھو یہ حدیث یہاں مسلم میں نہیں ہے لیکن اس کی شرح بھی ضروری ہے لہٰذا اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مقدس مقام میں نذر ماننے کا مسئلہ

"ان فتح الله" یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے مکہ کی فتح عطا فرمائی تو میں بیت المقدس میں بطور شکر دو رکعت نفل پڑھوں گا اس سے ہر مسلمان اندازہ کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام کے جذبات جہاد کے لئے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کتنے بلند تھے۔

"صل ههنا" یعنی یہیں مکہ میں پڑھو بیت المقدس جانے کی ضرورت نہیں ہے اب یہاں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی نذر کے

لئے کسی مکان ومقام کو متعین کیا کہ میں یہ عبادت وہیں پر ادا کروں گا تو کیا یہ تعین برقرار رہے گا یا کسی بھی جگہ نذر پوری کر سکتا ہے امام زفر فرماتے ہیں کہ جب تعین کیا تو اس شخص پر لازم ہے کہ نذر اسی جگہ میں ادا کرے وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے وقوف کے لئے عرفات مقرر فرمایا رات گزارنے کے لئے مزدلفہ کا تعین ہے اور رمی جمرات کے لئے منیٰ مقرر ہے اس میں تغیر جائز نہیں ہے۔ لیکن دوسرے ائمہ کے بارے میں شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ وہ ادنیٰ واعلیٰ کا فرق کرتے ہیں یعنی اگر نذر افضل جگہ میں ادا کرنے کی مانی ہے تو مفضول میں ادا نہ کرے اور اگر مفضول میں نذر مانی ہے تو افضل میں ادا کر سکتا ہے۔ مثلاً کسی نے مسجد اقصیٰ میں دو رکعت نفل پڑھنے کی نذر مانی تو وہ مسجد نبوی اور مسجد حرام دونوں میں ادا کر سکتا ہے اور اگر مسجد نبوی میں دو نفل پڑھنے کی نذر مانی تو مسجد حرام میں ادا کر سکتا ہے لیکن اگر مسجد حرام میں دو نفل پڑھنے کی نذر مانی تو اقصیٰ میں ادا نہیں کر سکتا اور اگر مسجد حرام میں دو نفل کی نذر مانی تو مسجد نبوی میں ادا نہیں کر سکتا۔

ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اس تعین کے قائل نہیں ہیں بلکہ مکان ومقام کے ساتھ متعین نذر کو کہیں بھی پورا کیا جا سکتا ہے

۴۲۹۰۔ وحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، جَمِيعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ حَفْصٌ مِنْ بَيْنِهِمْ: عَنْ عُمَرَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، أَمَّا أَبُو أُسَامَةَ وَالثَّقَفِيُّ، فَفِي حَدِيثِهِمَا اعْتِكَافُ لَيْلَةٍ، وَأَمَّا فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ، فَقَالَ: جَعَلَ عَلَيْهِ يَوْمًا يَعْتَكِفُهُ، وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ حَفْصٍ ذِكْرُ يَوْمٍ وَلَا لَيْلَةٍ۔

ان مختلف اسانید وطرق سے مذکورہ بالا حدیث معمولی الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ منقول ہے معنی ومفہوم ایک ہی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میں نے دور جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا؟ آپ نے فرمایا: اپنی نذر کو پوری کرو۔

۴۲۹۱۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، أَنَّ أَيُّوبَ، حَدَّثَهُ أَنَّ نَافِعًا، حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، حَدَّثَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ، بَعْدَ أَنْ رَجَعَ مِنَ الطَّائِفِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ يَوْمًا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَكَيْفَ تَرَى؟ قَالَ: اذْهَبْ فَاعْتَكِفْ يَوْمًا، قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَعْطَاهُ جَارِيَةً مِنَ الْخُمُسِ، فَلَمَّا أَعْتَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَايَا النَّاسِ

سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَصْوَاتَهُمْ يَقُولُونَ: أَعْتَقَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَقَالُوا: أَعْتَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَايَا النَّاسِ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا عَبْدَ اللهِ، اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْجَارِيَةِ، فَخَلِّ سَبِيلَهَا،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے جب کہ آپ "جعرانہ" میں تھے طائف سے واپسی پر مسئلہ دریافت فرمایا اور کہا کہ یارسول اللہ! میں نے جاہلیت کے زمانہ میں نذر مانی تھی کہ ایک دن مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ جاؤ اور ایک یوم کا اعتکاف کرو"۔ فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نے انہیں (حضرت عمرؓ کو) مال خمس میں سے ایک باندی عطا کی تھی، پھر جب رسول اللہ نے لوگوں کے قیدیوں کو آزاد کر دیا تو حضرت عمرؓ نے ان آزاد ہونے والوں کی آوازیں سنیں کہ رسول اللہ نے ہمیں آزاد کر دیا۔ پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ نے لوگوں کے قیدیوں کو آزاد کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے عبداللہ! جاؤ اور اس جاریہ (باندی) کی راہ چھوڑ دو (آزاد کر دو)۔

۴۲۹۲۔ وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا قَفَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ سَأَلَ عُمَرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اعْتِكَافِ يَوْمٍ، ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ حنین سے واپسی کے سفر میں تھے تو حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے ایک نذر کے متعلق جو انہوں نے جاہلیت کے دور میں مانی تھی دریافت فرمایا جو ایک دن کے اعتکاف کے بارے میں تھی.... آگے حسب سابق بیان کیا۔

۴۲۹۳۔ وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ عُمْرَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ، فَقَالَ: لَمْ يَعْتَمِرْ مِنْهَا، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ نَذَرَ اعْتِكَافَ لَيْلَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، وَمَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ،

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے "جعرانہ" سے عمرہ کا ذکر کیا گیا تو فرمایا: کہ نبی نے "جعرانہ" سے عمرہ ادا نہیں فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ نے جاہلیت میں ایک دن کے اعتکاف کی نذر مانی تھی ...آگے حسب سابق بیان کیا۔

تشریح:

"لم یعتمر" یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا ہے اب حقیقت یہ ہے کہ بہت ساری صحیح اور

صریح روایات میں ہے کہ حضرت پاک ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ کیا ہے تو حضرت ابن عمر کی نفی پر ان احادیث کا اثبات مقدم ہوگا کیونکہ بہت ممکن ہے کہ حضرت ابن عمر کو اس کا پتہ نہ چلا ہو کیونکہ آنحضرت نے رات کے وقت چپکے سے یہ عمرہ ادا فرمایا تھا نفی پر اثبات مقدم ہے۔

٤٢٩٤ ـ وحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ فِي النَّذْرِ، وَفِي حَدِيثِهِمَا جَمِيعًا اعْتِكَافُ يَوْمٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہی مذکورہ بالا حدیث اس طریق سے بھی منقول ہے۔ان سب احادیث میں ایک دن کے اعتکاف کا ذکر ہے۔

تشریح:

''الدارمی'' امام دارمی امام مسلم کے مایہ ناز استاذ ہیں ان کے انتقال پر امام بخاری نے سر جھکایا اور کافی دیر کے بعد اپنے آپ کو خطاب کر کے یہ شعر پڑھا ہے۔

اِنْ تَبْقَ تُفْجَعْ بِالْاَحِبَّةِ کُلِّهِمْ   وَبَقَاءُ نَفْسِکَ لَا اَبَا لَکَ اَفْجَعُ

باب صحبة المماليك

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے تیرہ احادیث کو بیان کیا ہے

٤٢٩٥ ـ حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ زَاذَانَ أَبِي عُمَرَ، قَالَ:أَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَقَدْ أَعْتَقَ مَمْلُوكًا، قَالَ:فَأَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ عُودًا أَوْ شَيْئًا، فَقَالَ:مَا فِيهِ مِنَ الْأَجْرِ مَا يَسْوَى هَذَا، إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:مَنْ لَطَمَ مَمْلُوكَهُ، أَوْ ضَرَبَهُ، فَكَفَّارَتُهُ أَنْ يُعْتِقَهُ۔

حضرت زاذان ابی عمر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، انہوں نے ایک غلام آزاد کیا ہوا تھا، ابن عمرؓ نے زمین پر سے کوئی لکڑی یا کچھ اور اٹھایا اور فرمایا کہ اس میں یعنی آزاد کرنے میں اتنا بھی ثواب نہیں ہے بلکہ میں نے تو رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:''جو شخص اپنے غلام کو چانٹا مارے یا پٹائی کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے''۔

تشریح:

"زذان" ان کی کنیت ابوعمر ہے تابعی ہے کوفی ہے نابینا تھے ریشم کے تاجر تھے کہتے ہیں کہ یہ اس خطبہ میں شریک تھے جو خطبہ حضرت عمر فاروق نے شام کے علاقہ "جابیہ" میں دیا تھا حضرت ابن مسعود کے ہاتھ پر زاذان نے بیعت کرلی تھی صحابہ کی ایک جماعت سے احادیث لی ہیں بعض محدثین نے اس پر کچھ طعن کیا ہے کہ یہ زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے امام بخاری نے ان سے صحیح بخاری میں کوئی حدیث نہیں لی البتہ ادب المفرد میں لی ہے واقعہ جماجم کے بعد وفات پاگئے (تہذیب ج ۳ص ۳۰۲)

"عودا" یعنی زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور اس کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ مجھے اس غلام کے آزاد کرنے میں اتنا ثواب بھی نہیں چاہئے جو اس تنکے کے برابر ہو "لا یسوی" یہ صیغہ بخشی کی طرح واقع ہے ایک نسخہ میں "یساوی" ہے جو برابر کے معنی میں ہے یہ نسخہ زیادہ صحیح اور مشہور ہے شاید راوی نے یسوی بنادیا ہو اور حضرت ابن عمر نے یساوی کہا ہو دوسری روایت میں "یزن" کا لفظ ہے جو وزن کے معنی میں ہے دونوں الفاظ سے حضرت ابن عمرؓ نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اس غلام کے آزاد کرنے میں مجھے ایک تنکے کے برابر ثواب نہیں ملے گا کیونکہ میں نے اس غلام کو مارا تھا اس کے کفارہ میں اس کو میں نے آزاد کیا ہے تو یہ مارنے کے کفارہ میں آزاد ہوگیا ہے اس میں ثواب نہیں ہے یہ تو اس کا حق ہے اس میں ثواب کی کیا امید ہو سکتی ہے بس برابر سرابر اس کو آزاد کردیا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غلام کی معمولی پٹائی لگانے سے غلام کا آزاد کرنا لازم نہیں آتا ہے اس پر علماء کا اجماع ہے ہاں شدید پٹائی لگانے سے جس سے غلام کو شدید نقصان پہنچ جائے اس میں علماء کا اختلاف ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مولیٰ پر واجب ہے کہ اس غلام کو اب آزاد کردے اور قاضی اس مولیٰ کو سرزنش کرے اور سزا دیدے۔ شدید پٹائی یہ ہے کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا گوشت پھٹ جائے یا عضو کٹ جائے یا ناکارہ ہوجائے یا غلام کی داڑھی مونڈے اور لونڈی کا سر حلق کرے لیکن علماء کہتے ہیں کہ یہ استحبابی امر ہے کہ غلام آزاد کردے واجب نہیں ہے بہر حال اس باب کی احادیث میں زجر و توبیخ تو بہت ہے لیکن غلام آزاد کرنے کا ضابطہ نہیں ہے۔

"حدا لم یاتہ" یعنی غلام نے موجب حد کوئی جرم نہیں کیا تھا اور آقا نے اس کو بے گناہ مارا تو اس کا کفارہ اس کا آزاد کرنا ہے۔

ملاحظہ: کتاب النکاح کے آخر میں کتاب العتق کے عنوان سے غلاموں کے مسائل کا بیان ہوگیا ہے نہ معلوم یہاں امام مسلم نے پھر غلاموں کے مسائل کیوں ذکر کیے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیح مسلم کی ترتیب میں بے ترتیبی آگئی ہے کسی شارح نے اس بے ترتیبی کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے میں افسوس کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس بے ترتیبی کے نتیجہ میں یہاں چوالیس احادیث درج کی گئی ہیں میں نے کتاب العتق کے ابواب میں تمام مسائل کو بیان کیا ہے افسوس کے ساتھ یہاں کچھ مسائل دوبارہ لکھنے پڑیں گے۔ (فضل محمد یوسف زئی)

۴۲۹۶ ـ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ فِرَاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ذَكْوَانَ، يُحَدِّثُ عَنْ زَاذَانَ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، دَعَا بِغُلَامٍ لَهُ فَرَأَى بِظَهْرِهِ أَثَرًا، فَقَالَ لَهُ: أَوْجَعْتُكَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَأَنْتَ عَتِيقٌ، قَالَ: ثُمَّ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ، فَقَالَ: مَا لِي فِيهِ مِنَ الْأَجْرِ مَا يَزِنُ هَذَا، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ، أَوْ لَطَمَهُ، فَإِنَّ كَفَّارَتَهُ أَنْ يُعْتِقَهُ،

حضرت زاذان ابی عمر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو بلایا تو اس کی پشت پر (زخم وغیرہ کا) نشان دیکھا، فرمانے لگے کہ میں نے تجھے تکلیف دی؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں! ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تو آزاد ہے، پھر آپؓ نے زمین پر سے کوئی چیز اٹھائی اور فرمایا کہ اس آزاد کرنے میں اتنا بھی ثواب نہیں ہے جو اس لکڑی وغیرہ کے وزن کے برابر ہی ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ جس نے اپنے غلام کو ناکردہ جرم میں کوئی حد لگائی، (مارا پیٹا) یا اسے طمانچہ مارا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کردے۔

۴۲۹۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ فِرَاسٍ، بِإِسْنَادِ شُعْبَةَ، وَأَبِي عَوَانَةَ، أَمَّا حَدِيثُ ابْنِ مَهْدِيٍّ، فَذَكَرَ فِيهِ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ، وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ: مَنْ لَطَمَ عَبْدَهُ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَدَّ۔

حضرت شعبہ اور ابو عوانہ رحمہ اللہ کی اسناد کے ساتھ یہی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے ابن مہدی کی روایت کردہ حدیث میں حد کو ذکر فرمایا ہے اور حضرت وکیع کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ جس آدمی نے اپنے غلام کو طمانچہ مارا اور حد ذکر نہیں فرمائی۔

۴۲۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: لَطَمْتُ مَوْلًى لَنَا فَهَرَبْتُ، ثُمَّ جِئْتُ قُبَيْلَ الظُّهْرِ، فَصَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِي، فَدَعَاهُ وَدَعَانِي، ثُمَّ قَالَ: امْتَثِلْ مِنْهُ، فَعَفَا، ثُمَّ قَالَ: كُنَّا بَنِي مُقَرِّنٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْسَ لَنَا إِلَّا خَادِمٌ وَاحِدَةٌ، فَلَطَمَهَا أَحَدُنَا، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: أَعْتِقُوهَا، قَالُوا: لَيْسَ لَهُمْ خَادِمٌ غَيْرُهَا، قَالَ: فَلْيَسْتَخْدِمُوهَا، فَإِذَا اسْتَغْنَوْا عَنْهَا، فَلْيُخَلُّوا سَبِيلَهَا،

حضرت معاویہ بن سوید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک غلام کو طمانچہ مارا، پھر میں وہاں سے بھاگ گیا، ظہر سے قبل میں واپس آیا اور اپنے والد کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے غلام کو بھی بلایا اور مجھے بھی بلایا۔ اور غلام سے کہا

کہ اس سے بدلہ لو، اس نے معاف کر دیا، پھر میرے والد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم بنو مقرن میں اس حال میں تھے کہ ہمارے پاس ایک خادمہ تھی، ہم میں سے کسی نے اسے تھپڑ مار دیا۔ نبی ﷺ کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا: اسے آزاد کر دو، لوگوں نے کہا کہ ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا خادم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا اس سے خدمت لیتے رہیں اور جب اس کی ضرورت نہ رہے تو آزاد کر دیں۔

تشریح:

"فھربت" یعنی باپ کے غصہ کے خوف سے میں بھاگ کر چھپ گیا پھر ظہر کی نماز میں باپ نے مجھے دیکھ لیا تو ہم دونوں کو بلایا "امتثل منه" یعنی میرے باپ نے اس غلام سے کہا کہ اس لڑکے سے اپنا قصاص لے لو "فعفا" پس اس غلام نے مجھے معاف کر دیا۔

"خادم واحدة" لفظ خادم میں مذکر اور مؤنث برابر ہے اس لئے خادمہ بھی صحیح ہے اور خادم بھی صحیح ہے۔ "فلیستخدموھا" یعنی اس لونڈی سے فائدہ اٹھاؤ جب مجبوری ختم ہو جائے تو پھر اس کو آزاد کر دو اس سے علماء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ یہ عتق استحبابی امر ہے واجب نہیں ہے "عجل شیخ" یعنی شیخ غصہ میں آ گئے اور طمانچہ مارا "عجز علیک" یعنی تجھ سے اور کچھ نہ ہو سکا صرف اس کے چہرہ ہی کو مارا؟ کوئی اور جگہ مارنے کی نہیں تھی؟ یہ لفظ اگلی روایت میں ہے۔

۴۲۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: عَجِلَ شَيْخٌ فَلَطَمَ خَادِمًا لَهُ، فَقَالَ لَهُ سُوَيْدُ بْنُ مُقَرِّنٍ: عَجَزَ عَلَيْكَ إِلَّا حُرُّ وَجْهِهَا، لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مِنْ بَنِي مُقَرِّنٍ مَا لَنَا خَادِمٌ إِلَّا وَاحِدَةٌ، لَطَمَهَا أَصْغَرُنَا، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُعْتِقَهَا،

حضرت ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ایک بزرگ نے جلدی کرتے ہوئے اپنی باندی کو (چہرہ پر) تھپڑ مار دیا، حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ، نے ان سے کہا کہ تجھے اس کے چہرہ کے مغزز حصہ کے سوا کوئی جگہ نہ ملی۔ میں اپنے کو دیکھ رہا ہوں کہ میں بنو مقرن کا ساتواں بیٹا ہوں، ہمارے پاس سوائے ایک باندی کے کوئی خادم نہ تھا، ہم میں سے سب سے چھوٹے بھائی نے اسے ایک تھپڑ مار دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسے آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔

۴۳۰۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: كُنَّا نَبِيعُ الْبَزَّ فِي دَارِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، أَخِي النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ، فَخَرَجَتْ جَارِيَةٌ، فَقَالَتْ لِرَجُلٍ مِنَّا كَلِمَةً، فَلَطَمَهَا، فَغَضِبَ سُوَيْدٌ، فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ إِدْرِيسَ۔

حضرت ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ہم سوید بن مقرن کے گھر میں جو حضرت نعمان بن مقرن کے بھائی تھے، کپڑا

وغیرہ بیچ رہے تھے، اسی اثناء میں ایک باندی وہاں آنکلی اور ہم میں سے کسی شخص سے کوئی بات کہی جس پر اس شخص نے اسے طمانچہ ماردیا، حضرت سویدؓ غصہ ہوگئے..... آگے حسب سابق بیان کیا۔

۴۳۰۱۔ وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ: مَا اسْمُكَ؟ قُلْتُ شُعْبَةُ: فَقَالَ: مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنِي أَبُو شُعْبَةَ الْعِرَاقِيُّ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، أَنَّ جَارِيَةً لَهُ لَطَمَهَا إِنْسَانٌ، فَقَالَ لَهُ سُوَيْدٌ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الصُّورَةَ مُحَرَّمَةٌ، فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَسَابِعُ إِخْوَةٍ لِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَمَا لَنَا خَادِمٌ غَيْرُ وَاحِدٍ، فَعَمَدَ أَحَدُنَا فَلَطَمَهُ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نُعْتِقَهُ،

حضرت سوید بن مقرن سے روایت ہے کہ ان کی ایک باندی کو کسی آدمی نے طمانچہ ماردیا، حضرت سویدؓ نے اس سے کہا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ چہرہ پر مارنا حرام ہے (چہرہ انسانی جسم میں سب سے محترم اور معزز حصہ ہے) پھر فرمایا کہ میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ میں اپنے بھائیوں میں ساتواں تھا رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ، اور ہمارے پاس ایک کے سوا کوئی خادم بھی نہ تھا، ہم میں سے کسی نے جان بوجھ کر اسے ایک چانٹا ماردیا، رسول اللہ نے ہمیں حکم فرمایا کہ اسے آزاد کردیں۔

تشریح:

"انسان" یعنی ہمارے بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے بھائی نے اس کو طمانچہ رسید کیا اس کو کبھی شیخ کے نام سے کبھی "اصغرنا" کے لفظ سے کبھی انسان کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے اس لونڈی نے ان میں سے ایک آدمی سے کچھ کلام کیا اس میں اس نے کچھ نامناسب کلمہ بولدیا کہتے ہیں کہ اس نے گالی دی جس پر اس شخص نے اس کو طمانچہ رسید کیا۔

"ان الصورة محرمة" یعنی چہرہ پر مارنا حرام ہے کیونکہ یہ انسان کی تصویر ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود بنایا ہے "وانی لسابع اخوة" یعنی میں سات بھائیوں میں سے ایک تھا ہم سات بھائیوں کی خدمت کے لئے صرف ایک باندی تھی "ومالنا خادم" اس سے یہ صحابی مملوک کے مارنے کی شدت کو بیان کررہے ہیں کہ سات بھائیوں کی خدمت کے لئے صرف ایک باندی تھی لیکن پھر بھی اس کو طمانچہ رسید کرنے پر آنحضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اس کو آزاد کردو تاہم یہ استحبابی حکم ہے اور شاید سب راضی ہوگئے ہوں گے اس لئے آزاد کیا۔

"بیع البز" یعنی ریشم کا کاروبار کرتے تھے یہ گزشتہ حدیث کا لفظ ہے "البز" ریشم کو کہتے ہیں۔

۴۳۰۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ وَهْبِ بْنِ جَرِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ: مَا اسْمُكَ؟ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الصَّمَدِ۔

ان راویوں سے بھی عبدالصمد رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۳۰۲۔حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي بِالسَّوْطِ، فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ خَلْفِي، اعْلَمْ، أَبَا مَسْعُودٍ، فَلَمْ أَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ، قَالَ: فَلَمَّا دَنَا مِنِّي إِذَا هُوَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَإِذَا هُوَ يَقُولُ: اعْلَمْ، أَبَا مَسْعُودٍ، اعْلَمْ، أَبَا مَسْعُودٍ، قَالَ: فَأَلْقَيْتُ السَّوْطَ مِنْ يَدِي، فَقَالَ: اعْلَمْ، أَبَا مَسْعُودٍ، أَنَّ اللهَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَى هَذَا الْغُلَامِ، قَالَ: فَقُلْتُ: لَا أَضْرِبُ مَمْلُوكًا بَعْدَهُ أَبَدًا۔

حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں اپنے ایک غلام کو کوڑے مار رہا تھا کہ اچانک میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی ''جان رکھو اے ابو مسعود!'' میں غصہ کی وجہ سے آواز کو سمجھ نہ سکا، جب آواز قریب ہوگئی تو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فرما رہے ہیں کہ: اے ابو مسعود! جان رکھو۔ اے ابو مسعود! جان رکھو'' ۔فرماتے ہیں کہ میں نے کوڑا اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا: ''اے ابو مسعود! جان رکھو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے جتنی تمہیں اس غلام پر'' (تم جو اس کو بے تحاشا پیٹ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے زیادہ عذاب دینے پر قادر ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اس کے بعد میں کبھی اپنے غلام کو نہیں ماروں گا۔

ابراہیم تیمی اور حجاج کا قصہ

تشریح:

''عن ابراهيم التيمي '' یہ ابراہیم بن یزید تیم الرباب سے تعلق رکھتے تھے مشہور عابد و زاہد تھے، اعمش کہتے ہیں کہ جب یہ نماز میں سجدہ میں جاتے تھے تو اس کی پیٹھ پر چڑیاں آکر بیٹھ جاتی تھیں اور اس کی پیٹھ میں ٹھونگیں مارتی تھیں اور ان کو پرواہ نہیں تھی نہ خبر تھی یہ مسلسل بھوک میں زندگی گزارتے تھے حجاج بن یوسف کی قید میں شہید ہوگئے تھے۔ ان کی شہادت کا قصہ بھی عجیب ہے ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف نے ابراہیم نخعی کو طلب کیا تا کہ اس کو قتل کردے قاصد نے جا کر ابراہیم تیمی کو بلایا حجاج نے کہا میں نے ابراہیم نخعی کو بلایا ہے ابراہیم تیمی نے کہا میں ہی ابراہیم ہوں حجاج نے اس کو پکڑ لیا ابراہیم تیمی کو خوب معلوم تھا کہ حجاج بن یوسف ابراہیم نخعی کو بلا رہا ہے لیکن اس نے جائز نہیں سمجھا کہ میں وضاحت کردوں کہ ابراہیم نخعی اور شخص ہے کیونکہ پھر حجاج اس کو بلا کر قتل کردیں گے۔

حجاج ظالم نے ابراہیم تیمی کو تنگ حمام میں بند کردیا جس پر سایہ بھی نہیں تھا کہ گرمی یا سردی سے بچ جائے چنانچہ اس قید خانہ میں دو دو آدمی ایک زنجیر میں بندھے ہوئے پڑے رہتے تھے ایک دن ابراہیم تیمی کی ماں آگئی تو اس کو پہچان نہ سکی کیونکہ اس کا رنگ بالکل بدل گیا تھا ابراہیم نے پہچان کر بات کی پھر ابراہیم تیمی شہید ہوگئے رات کو حجاج بن یوسف نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ آج اس شہر میں ایک آدمی مرا ہے جو جنتی ہے صبح حجاج نے پوچھا کہ کیا آج رات واسط میں کوئی شخص مرا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں ابراہیم تیمی قید خانہ

میں مرا ہے حجاج ظالم نے کہا کہ "حُلْمٌ نَزْغَةٌ مِنْ نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ" یہ خواب شیطانی وسوسوں میں سے ایک وسوسہ ہے یہ کہہ کر اس مظلوم مقتول کو کوڑا خانہ میں پھینکوا دیا (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۲۸۵)

"قال ابو مسعود" ابو مسعود کا نام عقبہ بن عمرو خزرجی انصاری ہے جو بدری صحابی ہیں "بالسوط" لاٹھی اور عصا کو سوط کہتے ہیں "من الغضب" یعنی آواز تو میں نے سن لی لیکن اس کے مطلب اور مفہوم کو غصہ کی وجہ سے اور فاصلہ کی وجہ سے نہ سمجھ سکا اگلی روایت میں ہے کہ غلام مسلسل کہہ رہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں مگر میں مسلسل مار رہا تھا پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو کہا کہ میں رسول اللہ کی پناہ میں آتا ہوں ابو مسعود نے آنحضرت کو نہیں دیکھا تھا اس کہنے سے وہ متنبہ ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہیں تو ہیبت کی وجہ سے میرے ہاتھ سے لاٹھی گر گئی تب نبی اکرم ﷺ نے یہ جملے ارشاد فرمائے کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ قادر ہے جتنا کہ تو اس غلام پر قدرت رکھتے ہو میں نے غلام کو آزاد کیا اور عہد کیا کہ آئندہ کسی غلام کو نہیں ماروں گا اس پر آنحضرت نے اگلا کلام فرمادیا "للفحتک النار" لفح آگ سے جلنے اور جھلنے کے معنی میں ہے یعنی اگر تم اس کو آزاد نہ کرتے تو تم کو آگ چھو لیتی اور جلا کر رکھ دیتی۔

۴۳۰۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، ح وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَهُوَ الْمَعْمَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِ عَبْدِ الْوَاحِدِ نَحْوَ حَدِيثِهِ، غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ، فَسَقَطَ مِنْ يَدِي السَّوْطُ مِنْ هَيْبَتِهِ۔

اس سند سے بھی یہی سابقہ حدیث منقول ہے۔ البتہ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں فَسَقَطَ مِنْ يَدِي السَّوْطُ مِنْ هَيْبَتِهِ "یعنی آپ ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے میرا کوڑا میرے ہاتھ سے گر گیا"۔

۴۳۰۵۔ وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي، فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا: اعْلَمْ، أَبَا مَسْعُودٍ، لَلَّهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللهِ، فَقَالَ: أَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ، أَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ۔

حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی کہ: "اے ابو مسعود! جان لو کہ اللہ تعالیٰ تم پر زیادہ قدرت رکھتا ہے اس کی بہ نسبت جتنی تم اس غلام پر رکھتے ہو"۔ میں آواز کی طرف مڑا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ غلام اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: "اچھا! اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمہیں جلا دیتی، یا فرمایا کہ تمہیں چھو جاتی"۔

٤٣٠٦ـ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، أَنَّهُ كَانَ يَضْرِبُ غُلَامَهُ، فَجَعَلَ يَقُولُ: أَعُوذُ بِاللهِ، قَالَ: فَجَعَلَ يَضْرِبُهُ، فَقَالَ: أَعُوذُ بِرَسُولِ اللهِ، فَتَرَكَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللهِ لَلَّهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ، قَالَ: فَأَعْتَقَهُ،

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، غلام کہنے لگا کہ میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔ لیکن وہ اسے مارتے رہے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ پکڑتا ہوں، اس پر انہوں نے اسے مارنا چھوڑ دیا۔ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے جتنی تجھے اس غلام پر، فرماتے ہیں کہ انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔

٤٣٠٧ـ وحَدَّثَنِيهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَهُ: أَعُوذُ بِاللهِ، أَعُوذُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اور اس میں اللہ اور رسول اللہ کی پناہ کا ذکر نہیں ہے۔

باب التغليظ على من قذف مملوكه

اپنے غلام پر بہتان باندھنے کی شدید وعید

اس باب میں امام مسلمؒ نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

٤٣٠٨ـ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي نُعْمٍ، حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ: مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ بِالزِّنَا، يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے مملوک غلام یا باندی پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی تو قیامت کے روز اس پر حد لگائی جائے گی الا یہ کہ وہ ایسا ہی ہو جیسا اس نے کہا۔

تشریح:

''قذف'' جھوٹی تہمت کو کہتے ہیں مثلاً غلام سے کہد یا کہ بے غیرت تم نے زنا کیا ہے یا تم ولد الزنا ہو۔

''الحد یوم القیامۃ'' یعنی قیامت کے دن اس پر حد قائم کی جائے گی یعنی اس کی سزا دی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ غلام پر تہمت کی

وجہ سے دنیا میں آقا پر حد قائم نہیں کی جائے گی علامہ نووی لکھتے ہیں کہ دنیا میں تو غلام یا لونڈی کے قذف سے حد نہیں کیونکہ وہ محصن نہیں ہیں لیکن تعزیر دی جائے گی البتہ قیامت میں اگر تہمت غلط ثابت ہوگئی تو پھر آقا کو پوری سزا ملے گی اور اگر غلام کی غلطی ثابت ہوگئی تو پھر آقا کو کچھ بھی نہیں ہوگا۔

۴۳۰۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ، كِلَاهُمَا عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَفِي حَدِيثِهِمَا سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ نَبِيَّ التَّوْبَةِ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ میں نے ابوالقاسم نبی التوبہ سے سنا۔

تشریح:

"نبی التوبة" آنحضرت ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام نبی التوبہ ہے ایک نام نبی الرحمہ ہے ایک نام نبی السیف ہے ایک نام نبی الملاحم ہے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ آنحضرت کو توبہ والا نبی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی امت کی توبہ قول اور عقیدہ کے ذریعہ قبول کی جاتی ہے مگر اس سے پہلے امتوں کی توبہ اپنے آپ کو قتل کرنے کے ذریعہ قبول کی جاتی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ نے بطور محبت نبی التوبہ ذکر کیا ہے اور ابوالقاسم تو آپ بہت ذکر کرتے تھے۔

باب اطعام المملوک مما یأکل والباسه مما یلبس

غلام کو وہی کھلاؤ پہناؤ جو خود کھاؤ پیو

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۳۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: مَرَرْنَا بِأَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ، فَقُلْنَا: يَا أَبَا ذَرٍّ لَوْ جَمَعْتَ بَيْنَهُمَا كَانَتْ حُلَّةً، فَقَالَ: إِنَّهُ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنْ إِخْوَانِي كَلَامٌ، وَكَانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً، فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ، فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَلَقِيتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ سَبَّ الرِّجَالَ سَبُّوا أَبَاهُ وَأُمَّهُ، قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، هُمْ إِخْوَانُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ،

حضرت معرور بن سوید فرماتے ہیں کہ ہم ربذہ کے مقام پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پر سے گزرے، ان پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی، جب کہ ان کے غلام پر بھی ویسی ہی چادر پڑی تھی، ہم نے ان سے کہا کہ اے ابوذر! اگر آپ ان

دونوں چادروں کو جمع کر لیتے تو یہ ایک جوڑا بن جاتا۔ انہوں نے کہا کہ میرے اور میرے بھائیوں میں سے ایک آدمی کے درمیان کچھ تنازعہ تھا، اس بھائی کی ماں عجمی تھی میں نے اسے ماں کی نسبت سے کوئی عار دلانے والی بات کی اس نے نبی ﷺ سے میری شکایت کردی۔ رسول اللہ ﷺ سے میری شکایت کردی۔ رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ: اے ابوذر! تم ایک ایسے شخص ہو کہ تم میں جاہلیت ہے (جاہلیت کا اثر تم ابھی تک ہے) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جو شخص لوگوں کو گالی دے گا تو لوگ اس کے باپ ماں کو گالی تو دیں گے۔ آپ نے فرمایا: کہ اے ابوذر! تم میں جاہلیت باقی ہے۔ وہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارا ماتحت بنایا ہے، لہذا جو تم کھاؤ وہی انہیں بھی کھلاؤ، جو خود پہنو انہیں بھی پہناؤ اور انہیں ان کی طاقت سے زیادہ مکلف مت بناؤ اور اگر ایسے کسی کام کا انہیں مکلف بناؤ بھی تو پھر اس کام میں ان کی مدد کرو"۔

تشریح:

"بالربذة" مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے تین دن کے فاصلہ پر مشرقی جانب میں واقع ہے حضرت معاویہ نے حضرت ابوذر کو مدینہ بھیجا مدینہ سے حضرت عثمان نے آپ کو ربذہ بھیجا یہ جگہ حجاز میں شمار ہوتا ہے مگر حدود نجد میں واقع ہے حضرت ابوذر غفاری یہاں رہنے لگے اور اسی جگہ میں وفات پائی اور اسی جگہ میں قبر بنی ہے تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

"وعلیہ برد" یعنی جس رنگ کی چادر آپ پہنے ہوئے تھے اور اسی رنگ کی چادر آپ کا غلام بھی پہنے ہوئے تھے کسی نے کہا کہ اگر غلام والی چادر بھی آپ لے لیتے تو آپ کے پاس حلہ ہو جاتا یعنی ایک رنگ کا سوٹ ہو جاتا جو اچھا لگتا۔ یہاں سے دو باتیں واضح ہو گئیں ایک یہ کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک چادر تھی جو ایک رنگ کی تھی آئندہ روایت میں ہے کہ ہر ایک کے پاس حلہ تھا اس سے مراد بھی چادر ہے پورا حلہ مراد نہیں ہے ورنہ کلام بے ربط اور بے مقصد ہو جائے گا دوسری بات یہ معلوم ہوگئی کہ یہ قصہ اپنے غلام کے ساتھ پیش آیا تھا۔ عام شارحین نے لکھا ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے حضرت بلال کو گالی دی تھی اس کا احتمال ہے مگر اس کے بجائے اگر معاملہ اپنے غلام کے ساتھ ہو تو بہت سارے اشکالات دور ہوں گے اور کلام آسان ہو جائے گا گالی یہ تھی یا ابن السوداء جو ایک قسم عار ہے۔ "من اخوانی" ای من عبیدی یعنی میرا غلام تھا چونکہ نبی اکرم نے اخوان کے نام سے غلاموں کو یاد کیا اس لئے ابوذرؓ نے اخوانی کہدیا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابوذر کا غلام تھا "سبوا اباہ" یعنی جو شخص لوگوں کو گالی دے گا تو لوگ اس کی ماں باپ کو ضرور گالی دیں گے، اس نے مجھے گالی دی تھی آنحضرت نے ابوذر کی بات نہیں مانی اور فرماتے رہے کہ تم میں جاہلیت والا جذبہ اب بھی موجود ہے صبر اور درگزر نہیں ہے۔ "ما یغلبهم" یعنی ان کی طاقت سے زیادہ کام ان پر نہ ڈالو اگر ایسا ہو گیا تو ان کا ہاتھ بٹاؤ تعاون کرو خواہ جسمانی ہو خواہ مالی تعاون ہو۔

۴۳۱۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح

وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَزَادَ فِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ، وَأَبِي مُعَاوِيَةَ بَعْدَ قَوْلِهِ: إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، قَالَ: قُلْتُ: عَلَى حَالِ سَاعَتِي مِنَ الْكِبَرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِي رِوَايَةِ أَبِي مُعَاوِيَةَ: نَعَمْ عَلَى حَالِ سَاعَتِكَ مِنَ الْكِبَرِ، وَفِي حَدِيثِ عِيسَى: فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيَبِعْهُ، وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ: فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ: فَلْيَبِعْهُ، وَلَا فَلْيُعِنْهُ، انْتَهَى عِنْدَ قَوْلِهِ: وَلَا يُكَلِّفُهُ مَا يَغْلِبُهُ

ان دونوں سندوں سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ: میں نے کہا کہ میرے اس بڑھاپے کے باوجود میرے اندر جاہلیت باقی ہے"۔ حضرت ابو معاویہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے جی ہاں! تیرے بڑھاپے کے باوجود بھی، اور عیسیٰ رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ اگر وہ ایسے ایسے کام پر مجبور کرے جو اس کو دشوار گزرے تو چاہئے کہ وہ اس کو بیچ دے اور زہیر کی روایت کردہ حدیث میں ہے چاہئے کہ وہ اس پر اس کی مدد کرے اور ابو معاویہ کی روایت کردہ حدیث میں بیچنے اور مدد کرنے کا ذکر نہیں ہے ان کی حدیث میں ولا یکلفه ما یغلبه (اس پر دشواری نہ ڈالو کہ وہ مغلوب ہو جائے) پر پوری ہوگئی۔

تشریح:

"فیک جاهلیة "ای خصلة من خصال الجاهلية شارحین نے جاہلیت کی خصلتوں کو اس طرح بیان کیا ہے، شریعت کی زبان میں جاہلیت کی خصلت ان باتوں کا نام ہے جو باہمی اجتماعی فساد کی طرف لے جاتی ہوں یا اجتماعی فساد کی جڑ بنتی ہوں خواہ دین کے اعتبار سے فساد آتا ہو یا دنیوی معاملات کے اعتبار سے فساد آتا ہو یا اخلاقی اعتبار سے فساد پیدا ہوتا ہو یا علاقائی اعتبار سے فساد آتا ہو معلوم ہوا کہ لسانی تنازعات جاہلیت کی پیداوار ہیں یہ تمدن نہیں بلکہ جاہلیت ہے۔

"علی حال ساعتی من الكبر؟" یعنی اس بڑھاپے کی عمر میں اور اسلام میں اتنا عرصہ رہ کر بھی مجھ میں اب تک جاہلیت کی خصلت باقی ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔

۴۳۱۲ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ، وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهَا، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، قَالَ: فَذَكَرَ أَنَّهُ سَابَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَعَيَّرَهُ بِأُمِّهِ، قَالَ: فَأَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، إِخْوَانُكُمْ وَخَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدَيْهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا

يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ عَلَيْهِ۔

حضرت معرور بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے اوپر اور ان کے غلام پر ایک جیسی چادر تھی۔ میں نے اس بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص کو گالی دے دی تھی اور اسے ماں کی نسبت سے عار دلائی تھی، وہ آدمی نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ سے ساری بات بیان کر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''تم ایسے شخص ہو جس میں جاہلیت کے اثرات باقی ہے، یہ تمہارے بھائی اور تمہارے خادم ہیں، اللہ نے انہیں تمہارا ماتحت بنایا ہے۔ لہٰذا جس کا کوئی (مسلمان) بھائی اس کا ماتحت (نوکر یا غلام) ہو تو جو خود کھائے اسے بھی کھلائے اور جو خود پہنے اسے بھی پہنائے اور تم انہیں ان کی طاقت سے زیادہ کسی کام کا مکلف مت بناؤ اور اگر بنا دو تو اس پر ان کی مدد بھی کیا کرو۔

تشریح:

''وعلیہ حلۃ '' یہ بطور مجاز ہے ورنہ حلہ سوٹ کو کہتے ہیں جو ایک جنس کے دو کپڑے قمیص اور شلوار ہوں یہاں تو صرف ایک چادر تھی اس کو مجازاً سوٹ کہا گیا ہے''اخوانکم خولکم ''خول جمع ہے اس کا مفرد خائل ہے اصل میں چرواہوں کو کہتے ہیں پھر خادم پر اس کا اطلاق ہو گیا یعنی تمہارے یہ خادم تمہارے بھائی ہیں''تحت ایدیکم ''ممکن ہے یہ عام ضابطہ ہو اور ممکن ہے خاص اشارہ ہو کہ ابوذر غفاری نے اپنے غلام کو شاید گالی دی تھی اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نہیں تھے نیز حضرت ابوذر نے حضرت بلال کو سوٹ نہیں پہنایا تھا بلکہ اپنے غلام کو پہنایا تھا۔

٤٣١٣ ۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ، حَدَّثَهُ عَنِ الْعَجْلَانِ، مَوْلَى فَاطِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ، وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيقُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غلام کو کھانا اور کپڑا دو اور اس سے وہی کام لو جس کی اسے طاقت ہے۔

٤٣١٤ ۔ وحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا صَنَعَ لِأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامَهُ، ثُمَّ جَاءَهُ بِهِ، وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ، فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ، فَلْيَأْكُلْ، فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوهًا قَلِيلًا، فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ مِنْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ، قَالَ دَاوُدُ: يَعْنِي لُقْمَةً، أَوْ لُقْمَتَيْنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے

لئے کھانا بنائے، پھر اس کے پاس لے کر آئے اس حال میں کہ وہ اس (کے پکانے) کی گرمی اور دھواں برداشت کر چکا ہو تو مالک کو چاہئے کہ اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلائے اور اگر کھانا تھوڑا اور ناکافی ہو تو کم از کم ایک دو لقمے ہی اس کے منہ میں ڈال دے''۔

تشریح:

''وقد ولی حرہ ''یعنی اس غلام نے اس کے پکانے کی گرمی اور دھوئیں کی مشقت کو برداشت کیا ہے اس لئے اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلا دو''مشفوھا ''ای قلیلا یعنی طعام کم ہو تو کم از کم اس کے ہاتھ میں ایک دو لقمہ رکھ دو تا کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ اس نے کیا پکایا ہے ذائقہ کیسا ہے اور کچھ گزارہ بھی ہو جائے اس سے ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کس قدر شفقت و رحمت کا مذہب ہے جو غلاموں اور زر خرید انسانوں کا اتنا خیال رکھتا ہے۔

سوال: ایک ایک عام اعتراض ہے کہ اسلام اتنا وحشی مذہب ہے کہ اس میں انسانوں کو غلام بنایا جاتا ہے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے ایک کافر انسان کے غلام بنانے کی جو اجازت دی ہے تو اس کی ایک معقول وجہ ہے وہ اس طرح کہ ایک کافر جب اپنے خالق و مالک اور اپنے رازق کا باغی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ جب میرا یہ بندہ میری بندگی اور غلامی اختیار نہیں کرتا تو اب یہ میرے غلاموں کا غلام بنے گا اب یہ شخص انسانوں کے زمرے سے خارج ہو کر جانوروں کے زمرے میں داخل ہو گیا ہے ﴿اولئک کا لانعام بل ھم اضل ﴾ اب ان کے ساتھ جانوروں کا سلوک کیا جائے گا لہذا ان کا خرید نا فروخت کرنا خدمت میں رکھنا سب جائز ہو گیا۔ اس مضمون کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جب یہ کفار اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری سے منحرف ہو گئے تو ان کی حیثیت مالک و حاکم کے لئے باغی فوج کی طرح ہو گئی اب حکومت کی وفادار فوج یعنی مسلمانوں کو حکم ہے کہ ان باغیوں کی سرکوبی کریں یہاں تک کہ یہ باغی پلٹ کر وفاداری کا اعلان کریں یا قتل ہو جائیں اور یا قید میں آ جائیں۔ بین الاقوامی قوانین اس قاعدہ پر اور ضابطہ پر انگلی نہیں اٹھا سکتے بلکہ اس قاعدہ کی تائید پوری دنیا کے باشعور انسان کرتے ہیں، پھر افسوس کا مقام ہو گا اگر کوئی بد باطن ملحد زندیق اسلام پر اس لئے اعتراض کرتا ہے کہ اسلام بعض سرکشوں کی گردن کو قابو میں لانے کے لئے غلامی کی سزا کو تجویز کرتا ہے، پھر جب ان باغی افواج کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور بعض افراد قید ہو کر غلام بن جاتے ہیں تو اسلام ان کی بہت زیادہ نگرانی اور خیر خواہی کرتا ہے اور بڑی تاکید سے اس خیر خواہی کا حکم دیتا ہے ان کی رہائی اور آزادی کو بڑا ثواب قرار دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی عمر مبارک کے ہر سال کے برابر ایک ایک غلام آزاد کیا ہے آپ نے خود ۶۳ غلام آزاد کئے حضرت عائشہ نے ۶۷ غلام آزاد کئے حضرت ابن عباس نے ۷۰ غلام آزاد کئے حضرت ابن عمر نے ایک ہزار غلام آزاد کئے حضرت عبدالرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کئے اور صدیق اکبر اور عثمان غنی نے بے شمار غلام آزاد کئے الغرض غلام بنانے کے اس قانون میں بہت زیادہ حکمتیں اور بہت فوائد ہیں ایک طرف باغی

مخلوق کو تازیانۂ ادب وطاعت رسید ہوتا ہے اور دوسری طرف ان کو مسلمان بننے کا موقع فراہم ہو جاتا ہے ہزاروں نہیں لاکھوں غلام مسلمان بن کر دنیا وآخرت میں کامیاب ہوکر جنت چلے گئے آخر حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ جیسے جبال العلم اور دین اسلام کے نامور سپوت بھی تو اسی غلامی کے پل پر گزر کر امت مسلمہ کے امام بن گئے ہیں تیسری طرف ان غلاموں کے آزاد کرنے والوں کو جو عظیم ثواب ملتا ہے وہ ابھی احادیث میں آپ پڑھ لیں گے بہر حال جو ملحد قسم کے لوگ اسلام کے اس حکم پر اعتراض کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں اور وہ خود اس سے نہیں شرماتے کہ انہوں نے کتنے شرفاء اور کتنے آزاد غریب مسلمانوں اور غیر مسلموں کو ناحق غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے شاعر نے خوب فرمایا۔ دنیا کو کیا منہ دکھاؤ گے ظالم شرم مگر تم کو آتی نہیں

باب ثواب العبد اذا نصح لسیده وعبد لربه

اس غلام کا ثواب جو اپنے آقا کی خیر خواہی اور رب کی عبادت کرے

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

٤٣١٥ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ:قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللهِ، فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''غلام جب اپنے آقا کا خیر خواہ ہو اور اللہ کی بندگی اور عبادت بھی اچھی طرح کرے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے''۔

تشریح:

"نصح "یعنی اپنے آقا کی خیر خواہی کی کہ اس کی اطاعت کی اس کے حکم کو مانا اور ہر قسم بھلائی کی''مرتین''یعنی ڈبل ثواب ملے گا ایک تو دنیوی آقا کی اطاعت کی دوسرا حقیقی مولیٰ کی عبادت کی تو دوگنا ثواب ملا۔

٤٣١٦ ـ وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا:حَدَّثَنَا يَحْيَى، وَهُوَ الْقَطَّانُ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُو أُسَامَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أُسَامَةُ، جَمِيعًا عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان مختلف اسانید اور طرق کے ساتھ مالک رحمہ اللہ کی روایت کردہ (سابقہ) حدیث ہی کی مثل روایت بیان فرماتے ہیں۔

٤٣١٧ـ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، يَقُولُ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ الْمُصْلِحِ أَجْرَانِ، وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ، لَوْلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَالْحَجُّ وَبِرُّ أُمِّي، لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوتَ وَأَنَا مَمْلُوكٌ، قَالَ: وَبَلَغَنَا أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ لَمْ يَكُنْ يَحُجُّ حَتَّى مَاتَتْ أُمُّهُ لِصُحْبَتِهَا، قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ فِي حَدِيثِهِ: لِلْعَبْدِ الْمُصْلِحِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَمْلُوكَ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس مملوک غلام کے لئے جو نیک عمل ہو دوہرا اجر ہے"۔ (حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ) اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے، اگر اللہ کی راہ میں جہاد اور حج اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم نہ ہوتا تو میں یہ پسند کرتا کہ غلام ہونے کی حالت میں مروں"۔ راوی (سعید بن المسیب) فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نے اپنی والدہ کے انتقال تک حج نہیں کیا ان کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے۔ حضرت ابوالطاہر نے اپنی روایت کردہ حدیث میں نیک غلام کا کہا ہے صرف غلام کا نہیں کہا۔

تشریح:

"المصلح" مصلح غلام وہ ہے جو اپنے آقا کے لئے بھلائی کا ہر وقت خیال رکھتا ہے "لو لا الجهاد" یعنی جہاد کی فضیلت کی بات نہ ہوتی تو میں غلام بن کر رہتا کیونکہ غلامی میں بڑا اجر ہے لیکن غلام مولیٰ کی اجازت کے بغیر جہاد پر نہیں جاسکتا اس لئے اس کی تمنی نہیں کرتا ہوں "والحج" اور اگر حج کا عظیم الشان ثواب پیش نظر نہ ہوتا تو میں غلام رہنے کو پسند کرتا لیکن غلام حج نہیں کرسکتا اس لئے میں یہ تمنی نہیں کرتا "وبر امی" یعنی والدہ کی خدمت کی بات نہ ہوتی اس کے نفقہ کی بات نہ ہوتی اس کو راحت پہنچانے کی بات نہ ہوتی تو میں غلام رہنے کی تمنی کرتا لیکن غلام اپنے آقا کی خدمت کی وجہ سے والدہ کی خدمت نہیں کرسکتا اس لئے یہ تمنی نہیں کرتا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام امیمہ تھا یہ وہی ماں تھی جس کے ایمان کے لئے ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم سے دعا کرائی تھی تو گھر پہنچتے پہنچتے والدہ مسلمان ہوگئی "لم يكن يحج" یعنی نفلی حج پر نہیں جاتے تھے ورنہ فرض حج تو ابو ہریرہ حضرت صدیق کے ساتھ کر چکے تھے آنحضرت کے ساتھ بھی حجۃ الوداع میں شریک تھے۔

٤٣١٨ـ وحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ الْأُمَوِيُّ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يَذْكُرْ بَلَغَنَا وَمَا بَعْدَهُ۔

ابن شہاب سے اسی سند کے ساتھ روایت مروی ہے، اور بعد والے حصے کا ذکر نہیں ہے۔

۴۳۱۹۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَدَّى الْعَبْدُ حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، كَانَ لَهُ أَجْرَانِ، قَالَ: فَحَدَّثْتُهَا كَعْبًا، فَقَالَ كَعْبٌ: لَيْسَ عَلَيْهِ حِسَابٌ وَلَا عَلَى مُؤْمِنٍ مُزْهِدٍ،

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب غلام، اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق بھی ادا کرے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے''۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث کعب سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ: ''غلام پر آخرت کا حساب بھی نہیں ہے، اور نہ ہی اس مؤمن پر ہے جس کے پاس مال نہ ہو''۔

تشریح:

''لیس علیه حساب'' لکونه جامعا بین خیر الدنیا والاخرة بعیدا عن المعاصی فی حق الله وحق عباده یعنی خالق ومخلوق کے حقوق بجالانے کی وجہ سے غلام نے دنیا وآخرت دونوں کو کمالیا اب اس پر کوئی حساب وکتاب نہیں ہے۔ ''مؤمن مزهد'' یہ ازهاد کے باب سے ہے زہد سے بنا ہے زاہد تارک دنیا کو کہتے ہیں ای هو الذی لیس له من متاع الدنیا و اموالها الا قلیل، اگلی روایت میں ''نعما له'' کا لفظ مکرر استعمال ہوا ہے 'لا وکس ولا شطط'' ای لا بنقص ولا بزیادة یعنی نہ کم نہ زیادہ۔

۴۳۲۰۔ وحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

حضرت اعمش رحمہ اللہ سے اس طریق سے مذکورہ بالا حدیث مروی ہے۔

۴۳۲۱۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا، وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعِمَّا لِلْمَمْلُوكِ أَنْ يُتَوَفَّى يُحْسِنُ عِبَادَةَ اللهِ، وَصَحَابَةَ سَيِّدِهِ، نِعِمَّا لَهُ۔

حضرت ہمام بن منبہ کہتے ہیں کہ یہ وہ احادیث ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیں رسول اللہ ﷺ کی، پھر ان میں سے بعض احادیث ذکر کیں اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کتنا ہی اچھا ہے وہ غلام کہ جس کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اللہ کی بندگی بھی اچھے طریقہ سے کرتا ہے اور اپنے مالک کی خدمت بھی بہترین کرتا ہو، بہت ہی اچھا ہے''۔

تشریح:

''نعما'' اس لفظ میں کئی لغات ہیں سب جائز ہیں کیا ہی اچھا ہے کیا ہی خوب ہے وہ غلام کہ اس کی موت اس حالت میں آجائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہو اور اپنے آقا سے بھی اچھا سلوک رکھتا ہو۔

باب من اعتق شرکا له فی عبد

جس نے مشترک غلام میں اپنا حصہ آزاد کیا

اس باب میں امام مسلم نے تیرہ احادیث کو بیان کیا ہے

ملاحظہ: کتاب العتق کی ابتدائی مباحث میں عبد مشترک کا مسئلہ پورا اختلاف مذاہب کے ساتھ لکھ چکا ہوں وہاں دیکھ لیا جائے، نہ معلوم امام مسلم نے ان احادیث کو دوبارہ کیوں ذکر کیا ہے عتق کی ساری احادیث کتاب العتق میں درج کرنا مناسب تھا یہاں دوبارہ ذکر کرنا ترتیب کے خلاف ہے فالی اللہ المشتکی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں "وقد سبقت هذه الاحاديث في كتاب العتق بطرقها وعجب من اعادة مسلم لها ههنا على خلاف عادته من غير ضرورة الى اعادتها"

۴۳۲۲ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ:قُلْتُ لِمَالِكٍ:حَدَّثَكَ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ، فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ، قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيمَةَ الْعَدْلِ، فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ، وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے اپنے کسی مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کیا، پھر اس کے پاس اتنا مال تھا جو غلام کی باقی ماندہ قیمت کے برابر تھا تو وہ اپنے شریکوں کے لئے قیمت لگائے اور شرکاء کو ان کے حصوں کے مطابق قیمت ادا کردے تو غلام اسی کی طرف سے آزاد ہوگا، ورنہ (اگر اس کے پاس مزید مال نہ ہو) تو جتنا اس نے آزاد کیا اتنا ہی حصہ آزاد ہوگا"۔

۴۳۲۳ـ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ مِنْ مَمْلُوكٍ، فَعَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلُّهُ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَهُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ، عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے کسی مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کیا تو اگر اس کے پاس مزید اتنا مال ہے جو غلام کی بقیہ قیمت کے برابر ہو تو اس کے ذمہ سارے غلام کا آزاد کرنا واجب ہے (تا کہ وہ پوری طرح آزاد ہو جائے جس کے لئے ضروری ہے کہ دیگر شرکاء کو ان کے حصوں کے مطابق قیمت ادا کردی جائے) اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا"۔

۴۳۲۴۔ وحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ نَافِعٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ فِي عَبْدٍ، فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ قَدْرُ مَا يَبْلُغُ قِيمَتَهُ، قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کیا تو اگر اس کے پاس اتنا مال ہو جو غلام کی قیمت کے بقدر ہو تو اس غلام کی پوری قیمت لگائی جائے گی ورنہ اس سے اتنا ہی حصہ آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا۔

۴۳۲۵۔ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، ح وحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ، كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمْ: وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ إِلَّا فِي حَدِيثِ أَيُّوبَ، وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ فَإِنَّهُمَا ذَكَرَا هَذَا الْحَرْفَ فِي الْحَدِيثِ، وَقَالَا: لَا نَدْرِي أَهُوَ شَيْءٌ فِي الْحَدِيثِ، أَوْ قَالَهُ نَافِعٌ مِنْ قِبَلِهِ، وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ أَحَدٍ مِنْهُمْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا فِي حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ۔

ان مختلف سات اسانید کے ساتھ یہی مذکورہ بالا روایت منقول ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں ان کی روایت کردہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اتنا ہی آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا۔ حضرت ایوب اور یحیٰ بن سعید نے اپنی اپنی روایت کردہ حدیث میں یہ صرف ذکر کیا ہے اور کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ حدیث میں سے ہے یا حضرت نافع نے اپنی طرف سے کہا ہے۔ حضرت لیث بن سعد کے علاوہ کسی بھی روایت میں یہ نہیں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

۴۳۲۶۔ وحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخَرَ، قُوِّمَ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ قِيمَةَ عَدْلٍ، لَا وَكْسَ، وَلَا شَطَطَ، ثُمَّ عَتَقَ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ مُوسِرًا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنا ایسا غلام جو اس کے اور کسی دوسرے کے درمیان مشترک ہو آزاد کیا تو اس کے مال میں سے غلام کی بقیہ ٹھیک اور مناسب قیمت لگائی جائے گی جس میں نہ کم لگائی جائے نہ زیادہ، پھر وہ اسی کے مال سے آزاد ہوگا اگر وہ (آزاد کرنے والا) مال دار خوش حال ہو''۔

۴۳۲۷۔ وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ، عَتَقَ مَا بَقِيَ فِي مَالِهِ، إِذَا كَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنا حصہ آزاد کیا مشترک غلام میں سے تو بقیہ حصہ میں وہ اس کے مال سے آزاد ہوگا اگر اس کے پاس اس کی بقیہ قیمت کے برابر مال زائد ہو''۔

۴۳۲۸۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمَمْلُوكِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمَا، قَالَ: يَضْمَنُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس غلام کے متعلق جو دو افراد کے درمیان مشترک ہو فرمایا کہ ان دونوں میں سے اگر ایک آزاد کردے تو دوسرے کے حصہ کے آزاد کرنے کا بھی وہ ضامن ہوگا (کہ قیمت ادا کر کے بقیہ حصہ آزاد کرے)

۴۳۲۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِنْ مَمْلُوكٍ، فَهُوَ حُرٌّ مِنْ مَالِهِ۔

حضرت شعبہ رحمہ اللہ سے اس سند سے بھی منقول ہے کہ فرمایا: ''جس نے اپنے مملوک غلام کا اپنا حصہ آزاد کیا تو وہ اسی کے مال میں آزاد ہوگا''۔

۴۳۳۰۔ وحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا لَهُ فِي عَبْدٍ فَخَلَاصُهُ فِي مَالِهِ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ، اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے مشترک غلام کا اپنا

حصہ آزاد کیا تو اس کی خلاصی اسی کے مال سے ہوگی اگر وہ مالدار ہو، اور اگر وہ مالدار نہ ہو تو غلام سے "سعایہ" کرایا جائے گا لیکن اس پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جائے گا"۔

۴۳۳۱ ـ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَفِي حَدِيثِ عِيسَى: ثُمَّ يُسْتَسْعَى فِي نَصِيبِ الَّذِي لَمْ يُعْتِقْ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ

ان دو طرق سے یہی مذکورہ بالا روایت مروی ہے اور حضرت عیسیٰ رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ پھر اس غلام سے اس کے حصہ میں محنت (سعی) کروائی جائے گی جس نے آزاد نہیں کیا بغیر بوجھ ڈالے ہوئے۔

مرض موت میں غلاموں کی آزادی کے لئے قرعہ اندازی

۴۳۳۲ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ، لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرَهُمْ، فَدَعَا بِهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَزَّأَهُمْ أَثْلَاثًا، ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ، فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ، وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً، وَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا،

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کر دیا جن کے علاوہ اس کے پاس کوئی مال بھی نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کو بلایا اور ان کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا، پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جس کے مطابق دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام ہی رکھا، اور اس مرنے والے کے لئے سخت ترین الفاظ فرمائے"۔

تشریح:

"اعتق ستة مملوکین" "مملوکین مملوک کی جمع ہے یعنی چھ غلام اس شخص نے آزاد کر دیئے اور یہی چھ غلام اس کا کل سرمایہ تھا مرض الوفات میں اس کے غلاموں سے اس کے ورثہ کا حق وابستہ ہو گیا تھا اس آزادی سے اس شخص نے ورثہ کا حق ضائع کر دیا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور پھر غلاموں کے تین حصہ بنا کر قرعہ ڈالا تو ایک تہائی میں عتق نافذ فرمایا اور دو تہائی یعنی چار کو غلام رہنے دیا، اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے مرض موت میں اپنے غلاموں کو آزاد کرے اور اس کے پاس ان غلاموں کے علاوہ کوئی مال نہ ہو تو یہ عتق ایک تہائی حصہ میں نافذ ہوگا اس میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے البتہ یہ مسئلہ کہ کون کون سے غلام آزاد ہوں گے اور آزادی کی صورت و کیفیت کیا ہوگی اس میں اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور فرماتے ہیں کہ مجموعہ غلاموں کو تین تہائی پر تقسیم کیا جائے گا اور پھر ایک تہائی کی آزادی کے تعین کے لئے قرعہ ڈالا جائے گا مثلاً چھ غلاموں کی تین تہائی بنا کر قرعہ کے ذریعہ سے ایک تہائی یعنی دو آزاد ہو جائیں گے اور دو تہائی یعنی چار بدستور سابق غلام رہیں گے جو ورثاء کو ملیں گے جیسا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں بیان کیا گیا ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں جتنے غلام ہوں گے ہر ہر غلام کی ایک تہائی آزاد ہو جائے گی اور باقی دو ثلث کی آزادی میں غلام خود سعی و محنت کر کے کمائے گا اور رقم لا کر مالک کو ادا کرے گا اور اپنے آپ کو چھڑائے گا گویا مرض الموت کا یہ اعتاق میت کے ثلث مال میں نافذ سمجھا جائے گا اور یہ ثلث کل مال میں شائع ہوگا۔

دلائل

جمہور نے حضرت عمران بن حصین کی روایت سے استدلال کیا ہے جو ظاہری الفاظ کے لحاظ سے اپنے مدعا پر واضح دال ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قرعہ اندازی اثبات حق کے لئے نہیں ہوتی ہے بلکہ تطییب خاطر کے لئے ہوتی ہے ہاں ابتدائے اسلام میں قرعہ اندازی اثبات حکم کے لئے ہوتی تھی مگر بعد میں جب جوا حرام قرار دیا گیا تو قرعہ اندازی کا یہ حکم بھی موقوف ہوگیا اب قرعہ اندازی صرف مقرر حصص کی تعیین کے لئے تطییب خاطر کی خاطر باقی ہے اثبات حق کے حق میں منسوخ ہے امام طحاوی نے قرعہ اندازی کی اس صورت کے منسوخ ہو جانے پر بہت دلائل پیش کیے ہیں مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت بھی اس نسخ پر دال ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

"روی عبدالرزاق باسناد رجاله ثقات ان رجلا من بنی عذرة اعتق مملو کا له عند موته ولیس له مال غیره فاعتق رسول الله صلی الله علیه وسلم ثلثه وامره ان یسعی فی الثلثین" اسی طرح مسند احمد کی ایک حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ہر غلام کا ایک ثلث آزاد ہوگا۔

جواب:

اس حدیث کا تعلق حرمت قمار سے پہلے کے زمانہ سے ہے جب قمار کی حرمت کا حکم آیا تو اثبات حق کے لئے قرعہ اندازی کا حکم بھی حرام ٹھہرا قرآن و حدیث میں قمار کی حرمت کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے لہٰذا اثبات حق کے لئے قرعہ اندازی کا حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا واقعہ ایک جزئی واقعہ ہے اس کو ضابطہ نہیں بنایا جا سکتا حدیث میں کئی احتمالات بھی ہو سکتے ہیں اور اس کے الفاظ میں اضطراب بھی ہے بعض میں آزاد کرنے کے اور بعض میں مدبر بنانے کے الفاظ ہیں بعض میں چھ غلاموں کا ذکر ہے اور بعض میں ایک غلام کا ذکر ہے۔

٤٣٣٣ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، عَنِ الثَّقَفِيِّ، كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، أَمَّا حَمَّادٌ، فَحَدِيثُهُ كَرِوَايَةِ ابْنِ عُلَيَّةَ، وَأَمَّا الثَّقَفِيُّ، فَفِي حَدِيثِهِ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ فَأَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ،

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے بعض معمولی تغیرات کے ساتھ حضرت حماد کی روایت کردہ حدیث تو حضرت ابن علیہ کی روایت کے مثل ہے اور ثقفی کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے اپنی موت کے وقت وصیت کی اور چھ غلاموں کو آزاد کیا۔

٤٣٣٤ ـ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ، وَحَمَّادٍ۔

حضرت عمران بن حصین ؓ نے آپ ؐ سے حضرت ابن علیہ اور حماد کی روایت کردہ حدیث کے مثل روایت بیان فرمائی ہے

باب جواز بيع المدبر

بیع مدبر کا مسئلہ

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

٤٤٤٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: عَبْدًا قِبْطِيًّا مَاتَ عَامَ أَوَّلَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص نے اپنا ایک غلام مدبر بنا دیا (مدبر بنانے کا مطلب یہ ہے اسے مرنے کے بعد آزاد کرنے کا حکم دیدیا) اس کے پاس غلام کے علاوہ کوئی اور مال بھی نہیں تھا۔ نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون خریدتا ہے؟ نعیم بن عبداللہ ؓ نے اسے آٹھ سو درہم میں خرید لیا، آپ نے وہ غلام ان کے حوالہ کر دیا'' ۔ حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ ؓ سے سنا فرماتے تھے کہ وہ قبطی غلام تھا اور خلافت ابن زبیر کے پہلے سال مرا۔

تشریح:

"رجلا من الانصار" اس انصاری صحابی کا نام ابومذکور تھا "غلاما له" اس غلام کا نام یعقوب تھا "عن دبر" یعنی اس شخص نے اپنے غلام کو مدبر بنا دیا۔ غلام کو مدبر بنانا اس طرح ہوتا ہے کہ مالک اپنے غلام سے کہدے کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو (یعنی اثبات العتق عن دبر) مدبر دو قسم پر ہے ایک مدبر مطلق ہے دوسرا مدبر مقید ہے مدبر مطلق وہ ہوتا ہے کہ مالک اس کو یوں کہدے کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو اور مدبر مقید وہ ہوتا ہے کہ مالک اس کو یوں کہدے کہ میری اس موجودہ بیماری میں اگر میں مرگیا تو تم آزاد ہو اب مدبر مطلق کے بیچنے یا نہ بیچنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ مدبر کا فروخت کرنا جائز ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ایسا غلام جو مدبر ہو اس کا آزاد کرنا تو جائز ہے لیکن اس کا فروخت کرنا یا کسی کو ہبہ کرنا یا کسی طور پر اپنے ملک سے نکال کر دوسرے کی ملک میں دینا جائز نہیں ہاں اپنے پاس بطور خادم وغلام رکھ سکتا ہے اگر لونڈی ہے تو اس سے جماع بھی کرسکتا ہے اور دوسرے کے نکاح میں بھی دے سکتا ہے لیکن اپنی ملک سے نکالنا جائز نہیں مدبر مقید کا حکم اس سے مختلف ہے اس کا فروخت کرنا جائز ہے ہبہ کرنا جائز ہے اپنے پاس رکھنا بھی جائز ہے اور اپنی ملک سے نکالنا بھی جائز ہے اور مالک کی موت سے مدبر مقید بھی اسی طرح آزاد ہوگا جس طرح کہ مدبر مطلق آزاد ہوتا ہے۔

دلائل

شوافع وحنابلہ نے زیر بحث حضرت جابر کی روایت سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ بالکل واضح ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا "من یشتریه" حضرت نعیم کے بارے میں ہے کہ "فاشتراه" تو اس خرید وفروخت میں کوئی شبہ نہیں ہے لہذا مدبر کی بیع جائز ہے" ائمہ احناف اور مالکیہ نے حضرت ابن مسعود، حضرت عمر، حضرت عثمان وغیرہ اکثر صحابہ وتابعین کی روایات وآثار سے استدلال کیا ہے چنانچہ بدائع الصنائع میں امام ابوحنیفہ کا یہ مقولہ منقول ہے آپ نے فرمایا "لو لا قول هؤلاء الاجلة لقلت بجواز بيع المدبر" اگر علم کے ان پہاڑوں کا قول سامنے نہ ہوتا تو میں مدبر کی بیع کے جواز کا فتویٰ دیتا، احناف ومالکیہ نے دارقطنی کی ایک روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں "المدبر لایباع ولا یوهب وهو حر من ثلث المال" (بحوالہ نصب الرایہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۵) یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن غیر مدرک بالقیاس کی صورت میں موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہوجاتی ہے۔

جواب

مذکورہ حدیث سے ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مدبر مقید پر محمول ہے اور مدبر مقید کی بیع میں ہمارا اختلاف نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ

حضور اکرم ﷺ نے اس مدبر کی مدبریت ختم فرمائی اور اس کے بعد اسے فروخت کیا یہ آنحضرت کی خصوصیت تھی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں بیع کا اطلاق اجارہ پر ہوا ہے اور اجارہ پر بیع کا اطلاق ہوتا رہتا ہے تو یہاں بیع سے بیع الخدمت یعنی اجارہ مراد ہے اور بعض روایات سے ثابت ہے کہ اس مدبر کو آٹھ سو درہم اجارہ پر دیا تھا (نصب الرایہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۶)

''عبدا قبطیا'' یعنی ایک قبطی سوڈانی غلام تھا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت کے پہلے سال میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

۴۳۳۶ ـ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: سَمِعَ عَمْرٌو، جَابِرًا يَقُولُ: دَبَّرَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ غُلَامًا لَهُ، لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَبَاعَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، قَالَ جَابِرٌ: فَاشْتَرَاهُ ابْنُ النَّحَّامِ عَبْدًا قِبْطِيًّا مَاتَ عَامَ أَوَّلَ فِي إِمَارَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نے اپنے ایک غلام کو جس کے علاوہ اس کے پاس کوئی دوسرا مال نہیں تھا اپنے مرنے کے بعد آزاد کرنے کا کہہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فروخت کر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسے النحام کے بیٹے نے خریدا اور وہ قبطی غلام جو ابن زبیرؓ کی حکومت کے پہلے سال انتقال کر گیا۔

تشریح:

''فاشتراہ ابن نحام'' اس سند میں ایک عام غلطی واقع ہو جاتی ہے وہ یہ کہ ابن نحام سے مراد نعیم بن نحام ہے۔

تنبیہ: مسلم شریف کے تمام نسخوں میں یہاں ابن نحام لکھا ہوا ہے شارحین کہتے ہیں کہ یہ راوی کی غلطی ہے کیونکہ نعیم اس صحابی کا نام ہے اور نحام ان کا لقب ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں جب داخل ہوا تو میں نے نعیم کا (نحمۃ) سنا نحمہ دبی ہوئی آواز یا کھانسے کھنکھارنے کی آواز کو کہتے ہیں اسی سے ان کا لقب نحام پڑ گیا ورنہ نعیم کے والد کا نام نحام نہیں ہے بلکہ ان کے والد کا نام عبداللہ ہے یہاں پہلی حدیث میں ہے حضرت نعیم مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئے تھے پھر صلح حدیبیہ کے زمانہ میں مدینہ ہجرت فرمائی آپ کے ساتھ خاندان کے چالیس افراد بھی تھے آپ سرزمین شام میں ایک غزوہ میں شہید ہو گئے تھے (مرقات ملا علی قاری)۔

۴۳۳۷ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ رُمْحٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمُدَبَّرِ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہی مذکورہ بالا حدیث حماد بن عمرو بن دینار ہی کی شکل روایت منقول ہے۔

۴۳۳۸ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ،

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ الْمُعَلِّمِ، حَدَّثَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ ح وحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ مَطَرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، وَأَبِي الزُّبَيْرِ، وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَهُمْ فِي بَيْعِ الْمُدَبَّرِ كُلُّ هَؤُلَاءِ، قَالَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَى حَدِيثِ حَمَّادٍ، وَابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ

ان تین مختلف اسانید وطرق کے ساتھ حضرت جابرؓ کی وہی مذکورہ حدیث (جو کہ حماد اور ابن عیینہ وغیرہ کے واسطے سے مروی تھی) مدبر کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔

كتاب القسامة

قسامت کا بیان

قسامہ قاف کے زبر کے ساتھ قسم سے ماخوذ ہے قسم یقسم قسما وقسامۃ قسم اٹھانے کے معنی میں ہے اور قسامہ میں بھی پچاس آدمیوں سے قسم لی جاتی ہے یا قسامہ قسمت اور تقسیم سے ماخوذ ہے اور چونکہ قسامہ میں قسمیں کئی اشخاص پر تقسیم کی جاتی ہیں اس لئے اس کو قسامہ کہہ دیا گیا ہے۔ قسامہ کی تعریف یہ ہے" القسامة هي الايمان تقسم على اولياء المقتول اذا دعوا الدم ، القسامة هي الايمان تقسم على اولياء القتيل اذا ادعوا الدم"

قسامہ کا حکم اسلام سے پہلے جاہلیت میں بھی تھا اسلام نے حفظ دماء اور انسان کی جان کی حفاظت کے پیش نظر اس حکم کو باقی رکھا اب قسامہ اسلام کے احکامات میں سے ایک شرعی حکم ہے جو حضور اکرم ﷺ کے مبارک عہد سے آج تک محکم غیر منسوخ چلا آرہا ہے قسامہ اسلام کے قواعد میں سے ایک اہم قاعدہ اور انسانوں کے مفادات اور مصالح کا بڑا ذریعہ ہے اور انسانی معاشرہ کے لئے امن کا ایک اہم سبب ہے قسامہ کی تنفیذ اور نافذ کرنے کے طریقہ کار میں اگرچہ علماء کے درمیان کچھ تفاوت ہے لیکن اس کے باوجود تمام فقہاء اور تمام علماء قسامہ کے ثبوت اور بقاء پر متفق ہیں۔

باب القسامة

یہ باب قسامت کے بیان میں ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے گیارہ احادیث کو بیان کیا ہے

٤٣٣٩ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، قَالَ يَحْيَى وَحَسِبْتُ قَالَ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَّهُمَا قَالَا: خَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ، وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ، حَتَّى إِذَا كَانَا بِخَيْبَرَ تَفَرَّقَا فِي بَعْضِ مَا هُنَالِكَ، ثُمَّ إِذَا مُحَيِّصَةُ يَجِدُ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ قَتِيلًا فَدَفَنَهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ هُوَ وَحُوَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ، وَكَانَ أَصْغَرَ الْقَوْمِ، فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لِيَتَكَلَّمَ قَبْلَ صَاحِبَيْهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَبِّرِ الْكُبْرَ فِي السِّنِّ، فَصَمَتَ، فَتَكَلَّمَ صَاحِبَاهُ، وَتَكَلَّمَ مَعَهُمَا، فَذَكَرُوا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ مَقْتَلَ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَهْلٍ، فَقَالَ لَهُمْ: أَتَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا فَتَسْتَحِقُّونَ صَاحِبَكُمْ أَوْ قَاتِلَكُمْ، قَالُوا:

وَكَيْفَ نَحْلِفُ، وَلَمْ نَشْهَدْ؟ قَالَ: فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَمِينًا، قَالُوا: وَكَيْفَ نَقْبَلُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ؟ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَعْطَى عَقْلَهُ

حضرت سہل بن ابی حثمہ سے روایت ہے اور یحیٰ بن سعید نے رافع بن خدیج کا بھی ذکر کیا ہے دونوں سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: عبداللہ بن سہل بن زیاد اور محیصہ بن مسعود بن زید دونوں کسی سفر پر نکلے، جب خیبر پہنچے تو کسی مقام پر دونوں الگ الگ ہوگئے، پھر محیصہ نے عبداللہ بن سہل کو مقتول پایا، انہوں نے اسے دفن کر دیا پھر وہ اور حویصہ بن مسعود اور عبدالرحمٰن بن سہل تینوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ عبدالرحمٰن تینوں میں سے سب سے چھوٹے تھے، انہوں نے اپنے دونوں ساتھیوں سے قبل ہی بات کرنا چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''جو عمر میں بڑا ہے اسے ہی بڑا بناؤ (یعنی جو تم سے بڑے ہیں انہیں ہی گفتگو کا حق ہے تمہیں چاہئے کہ خود گفتگو کرنے کے بجائے انہیں بولنے کا موقع دو) چنانچہ ان کے دونوں ساتھیوں (محیصہ اور حویصہ جو آپس میں سگے بھائی اور عبدالرحمٰن کے اور مقتول کے چچازاد بھائی تھے) نے حضور علیہ السلام سے گفتگو کی اور انہوں نے تینوں کے ساتھ مل گفتگو کی اور رسول اللہ ﷺ سے عبداللہ بن سہل کے قتل کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ: کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ پچاس قسمیں کھاؤ تاکہ اپنے ساتھی کی دیت یا قاتل کو حاصل کرسکو؟ انہوں نے کہا کہ ہم کیسے قسم کھا سکتے ہیں جب کہ ہم وقوعہ کے وقت موجود نہ تھے؟ فرمایا کہ پھر تم کو یہود پچاس قسمیں کھا کر (قسم کھانے سے) بری کردیں گے (یعنی اگر تم قسم نہیں کھا سکتے تو یہود سے پچاس قسمیں لی جائیں گی اگر وہ پچاس قسمیں کھالیں تو وہ الزام قتل سے بری ہوجائیں گے) انہوں نے کہا کہ ہم کافر لوگوں کی قسمیں کیسے قبول کرلیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ دیکھا تو پھر انہیں ان کی دیت ادا کی۔

تشریح:

''خرج عبد الله بن سهل'' یہاں چند ناموں میں فرق کرنا اور فرق کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ مسئلہ سمجھ میں آجائے، دو بھائیوں میں سے ایک کا نام عبداللہ بن سہل ہے اور دوسرے کا نام عبدالرحمٰن بن سہل ہے دونوں کا نام ان احادیث میں مذکور ہے لیکن عبداللہ بن سہل کو خیبر کے یہود نے شہید کردیا تھا دوسرے دو بھائی حویصہ اور محیصہ ہیں یہ دونوں مسعود کے بیٹے ہیں مسعود اور عبدالرحمٰن آپس میں بھائی ہیں لہذا حویصہ اور محیصہ اور عبداللہ اور عبدالرحمٰن آپس میں چچازاد بھائی ہیں۔ خیبر کی طرف سفر عبداللہ بن سہل اور محیصہ نے کیا تھا عبداللہ کو یہود نے شہید کردیا تو محیصہ نے اس کو وہیں دفن کیا اور آکر مدینہ میں اپنے بھائی حویصہ اور عبداللہ کے بھائی عبدالرحمٰن کو ساتھ لیا اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے مقدمہ لے گئے، تینوں میں سے مقتول کے بھائی عبدالرحمٰن نے مقدمہ کرنا شروع کردیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو عمر میں زیادہ ہے وہ بات کرے چنانچہ حویصہ نے بیان دیا جو بڑا تھا حالانکہ خیبر میں مقتول کے ساتھ محیصہ تھا مگر وہ اپنے بھائی سے چھوٹا تھا اس

لیے یہاں بیان نہیں دیا۔
قسامہ سے متعلق چند ابحاث ہیں اب اس کو ترتیب کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔یادر ہے یہ تفصیل صحیح مسلم کی احادیث میں نہیں ہے مگر سنن کی کتابوں میں اور بخاری میں جو تفصیلات ہیں اس کے پیش نظر میں تحقیق کرتا ہوں۔

بحث اول قسامہ کی تعریف

یہ بحث اس میں ہے کہ قسامہ کی حقیقت،اس کا تعارف اور اس کا پس منظر کیا ہے؟
تو قسامہ ان پچاس قسموں کو کہا جاتا ہے جو ان اہل محلّہ یا اہل دار پر رکھی جاتی ہیں جہاں مقتول پایا گیا ہے۔مثلاً ایک محلّہ میں ایک شخص مرا ہوا مل گیا اب اگر اس شخص پر گلا گھونٹنے یا کسی چیز سے مارے جانے کا کوئی نشان موجود نہیں ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ شخص اپنی موت خود مرا ہے اب قاتل کی تفتیش کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر اس مرے ہوئے شخص کے جسم پر زخم یا گلا گھونٹنے کے نشانات ہوں تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس کو کسی نے قتل کر دیا ہے اب قاتل کی تلاش ضروری ہوگئی تو شریعت نے اس اہل محلّہ کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے جس محلّہ میں مقتول پایا گیا ہے کہ محلّہ والے قاتل بتائیں یا قسمیں کھائیں کہ ان کو اس قتل کا علم نہیں ہے نہ قاتل کا علم ہے قسم کھانے کا طریقہ اس طرح ہے "واللہ ما قتلناہ و ما علمنا قاتلہ "قسم کھانے والے محلّہ کے معزز لوگ ہوں گے عاقل بالغ اور آزاد ہوں گے اور پچاس ہوں گے اگر پچاس آدمی اس محلّہ سے پورے نہیں ہوتے تو تکرار یمین کر کے پچاس قسمیں پوری کرنی ہوں گی قسم کھانے کے باوجود دیت ان پر لازم ہوگی تاکہ انسانی جان رائیگاں اور ضائع نہ جائے اور ہر محلّہ کے لوگ انسانی جان کے محافظ بن جائیں،قسامہ کا سبب اور اس کی علت کسی محلّہ میں مقتول کا پایا جانا ہے۔

بحث دوم لوث کی صورت

لوث نشان اور علامت کو کہا گیا ہے قسامہ میں علامت اور لوث کو اہم مقام حاصل ہے اور لوث یہ ہے کہ قاتل پر خون کے دھبے لگے ہوں یا اس کی تلوار مقتول کے خون سے آلودہ ہو یا مقتول کے خاندان اور اس محلّہ والوں کے درمیان پہلے سے عداوت چلی آرہی تھی یہ سب قرائن حالیہ ہیں لوث کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک عادل شخص گواہی دیدے یا کئی غیر عادل یہ گواہی دیدیں کہ اس محلّہ والوں نے مقتول کو مارا ہے یہ قرینہ قولیہ ہے اور گواہی کا نصاب پورا نہیں ہے۔اس لئے اس ناقص گواہی سے قاتل سے قصاص نہیں لیا جاسکتا۔
ائمہ احناف کے نزدیک لوث کا کوئی اعتبار نہیں دیگر ائمہ اس کا اعتبار کرتے ہیں تفصیل آرہی ہے۔

بحث سوم مفہوم قسامہ میں فقہاء کا اختلاف

کسی محلّہ میں مقتول کے پائے جانے پر اس محلّہ میں قاتل کی تفتیش کا عمل شروع کیا جائے گا لیکن تفتیش کے اس عمل کی ترتیب کیا ہوگی اس

میں فقہاء کرام کے الگ الگ اجتہادی فتوے ہیں جس سے قسامہ کے مفہوم میں بھی فرق آگیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

قسامہ میں احناف کی ترتیب اور مسلک

اگر محلہ میں مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو احناف کا اس میں یہ مسلک ہے کہ مدعیان سے پہلے بینہ مانگا جائے اگر ان کے پاس گواہ نہ ہوں تو محلہ کے نامور اور مشہور پچاس آدمیوں سے قسمیں لی جائیں گی ہر ایک اس طرح قسم کھائے گا کہ اللہ کی قسم نہ میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے اور نہ مجھے اس کے قاتل کا کوئی علم ہے ان پچاس آدمیوں کا انتخاب مقتول کا ولی کرے گا۔ اب اگر محلہ کے ان منتخب پچاس آدمیوں نے قسمیں کھالیں تو اہل محلہ پر دیت واجب ہو جائے گی یہ لوگ قصاص اور جیل جانے سے قسمیں کھانے کی وجہ سے بچ گئے لیکن اگر یہ منتخب پچاس آدمی قسم کھانے سے انکار کردیں تو ان کو جیل میں ڈالا جائے گا یہاں تک کہ یہ لوگ یا قتل کا اقرار کریں یا قسمیں کھائیں، اس مسلک سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ مقتول کے ورثاء یعنی مدعیان پر کسی صورت میں قسم نہیں آئے گی دوسری بات یہ کہ قسم نہ کھانے سے قسامہ میں قصاص نہیں آتا ہر حالت میں دیت ہی ہے کیونکہ قسامہ کی حدیث میں قصاص کا ذکر نہیں آیا ہے۔

شوافع اور مالکیہ کی ترتیب اور مسلک

شوافع اور مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ اولیاء مقتول نے جب اہل محلہ پر مقتول کے قتل کا دعویٰ کردیا تو یہ مدعی ہوئے اور محلہ والے مدعا علیہم ہوئے اگر یہاں لوث کی صورت ہے یعنی کسی پر قتل کے نشانات موجود ہیں تو مقتول کے اولیاء سے پچاس قسمیں لی جائیں گی کہ تم قسمیں کھا کر بتادو کہ قاتل کون ہے اگر ان پچاس آدمیوں نے قسمیں کھائیں کہ فلاں آدمی قاتل ہے اب اگر دعویٰ قتل خطاء کا ہے تو ان لوگوں پر دیت لازم آجائے گی اور اگر قتل عمد کا دعویٰ ہے تو امام شافعی کا مختار قول یہ ہے کہ دیت ہی واجب ہوگی لیکن امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اور امام شافعی کے ایک قول کے مطابق قاتل پر قصاص آئے گا۔ اور اگر اولیاء مقتول نے قسمیں کھانے سے انکار کیا تو اب قسمیں محلہ کے پچاس آدمیوں سے لی جائیں گی اسی طرح اگر لوث کی صورت نہ ہو تو اس وقت بھی قسمیں اہل محلہ پر آئیں گی۔

اگر اہل محلہ نے قسمیں کھائیں کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہم کو قاتل کا علم ہے تو محلہ والے دیت اور قصاص سے آزاد ہو جائیں گے اور محلہ والے قسمیں کھانے سے انکار کردیں تو اب ان پر دیت واجب ہو جائے گی۔

جمہور کے اس مسلک سے ایک یہ بات واضح ہوگئی کہ اہل محلہ پر قسم صرف اس صورت میں آئے گی جب کہ لوث کی صورت نہ ہو اور یا صرف اس صورت میں ان پر قسم آئے گی جب کہ اولیاء مقتول قسم کھانے سے انکار کردیں۔ دوسری بات یہ واضح ہوگئی کہ قسمیں کھانے کے لئے اصل ذمہ دار اولیاء مقتول ہیں جب کہ لوث موجود ہو خلاصہ یہ کہ احناف کے نزدیک اولیاء مقتول پر کسی بھی صورت میں قسمیں نہیں آتیں اور جمہور کے نزدیک لوث کی صورت میں اولیاء مقتول پر قسمیں آتی ہیں غیر احناف کے نزدیک اہل محلہ ہر صورت میں دیت کے ذمہ دار

ہیں خواہ وہ قسمیں کھائیں یا قتل کا اقرار کریں یہ اس لئے کہ خون مسلم رائیگاں نہ جائے، جمہور کہتے ہیں کہ قسمیں کھانے سے محلہ والے دیت سے آزاد ہو جائیں گے۔

دلائل

قسامہ کی احادیث میں مختلف اور متضاد الفاظ آئے ہیں تو فقہاء کرام نے اجتہادی انداز سے ان الفاظ سے اپنے اپنے مدعا پر دلیل پیش کی ہے چنانچہ امام مالک وجوب قصاص کے لئے ان الفاظ سے استدلال فرماتے ہیں جو سہل بن ابی حثمہ کی روایت میں ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اولیاء مقتول سے فرمایا: "استحقوا قتیلکم ای قصاص قتیلکم" یہ الفاظ دوسری جگہ میں ہیں یہاں مسلم میں "و تستحقون دم صاحبکم" کے الفاظ ہیں، امام شافعی اور امام مالک اولیاء مقتول سے قسمیں لینے کے لئے اسی حدیث کے ان الفاظ سے استدلال کرتے ہیں "بایمان خمسین منکم وفی روایۃ تحلفون خمسین یمینا"۔

ائمہ احناف اولیاء مقتول سے قسمیں نہ لینے کے لئے اس مشہور حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو درحقیقت دین کے معاملات کے لئے ایک ضابطہ ہے یعنی "البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر" ائمہ احناف نے باب القسامہ کی رافع بن خدیج کی روایت سے استدلال کیا ہے جو سنن ابی داؤد میں ہے جس میں واضح طور پر مدعیان سے گواہ طلب کئے گئے اور پھر مدعا علیہم سے قسم لینے کی ترتیب مذکور ہے۔ اس حدیث کے چند الفاظ یہ ہیں "فقال رسول اللہ ﷺ الکم شاھدان یشھد ان علی قاتل صاحبکم"

جواب

ائمہ احناف وغیرہ امام مالک کو قصاص کے بارے میں یہ جواب دیتے ہیں کہ قسامہ کی جتنی احادیث ہیں کسی میں قصاص کا تذکرہ نہیں ہے سب میں دیت کا ذکر ہے لہٰذا قصاص کا قول ان روایات کی موجودگی میں مناسب بھی نہیں اور معتبر بھی نہیں۔ ائمہ احناف امام شافعی اور امام مالک اور حنابلہ کو اولیاء مقتول پر قسمیں مقرر کرنے کے بارے میں یہ جواب دیتے ہیں کہ ابوداؤد شریف میں رافع بن خدیج کی روایت میں جو تفصیل ہے اس کو اپنانا چاہئے اس میں واضح طور پر مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے اولیاء مقتول سے، جو مدعی تھے فرمایا کہ تم اس فعل پر گواہ لے آؤ انہوں نے کہا کہ گواہ ہمارے پاس نہیں ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر یہود سے پچاس آدمیوں کی قسمیں لے لو انہوں نے کہا کہ یہود کی قسموں پر اعتماد نہیں ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے بطور زجر و توبیخ اور بطور انکار فرمایا کہ کیا پھر تم خود قسمیں کھانا چاہتے ہو تو کھا لو؟ یعنی ان کی قسمیں منظور نہیں تو پھر تم خود قسمیں کھاؤ گے حالانکہ تم مدعی ہو اور مدعی کے لئے قسم کھانا نہیں کیونکہ مشہور حدیث ہے "البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر" اس واضح حدیث کے مقابلہ میں قسامہ کی حدیثوں کے اشارات سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ قسامہ کے بارہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی صحابہ کے مجمع میں مدعی علیہم سے قسمیں لے کر بطور اجماع واضح

فرمایا کہ اولیاء مقتول پر قسمیں نہیں ہیں۔

دفع تضاد

باب القسامہ میں صاحب مشکوۃ نے صرف دو حدیثیں ذکر کی ہیں اور امام مسلم نے کئی حدیثیں ذکر کی ہیں ان احادیث میں چند الفاظ ایسے ہیں جن میں آپس میں تضاد و تعارض ہے کیونکہ قسامہ کی دیگر تمام روایات کو دیکھنے سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔ جن سے تضاد پیدا ہوتا ہے، اگرچہ صحیح مسلم کی یہاں مذکور روایات میں تضاد نہیں ہے۔

(۱) بعض روایات میں بینہ کا ذکر ہے اور بعض میں بینہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔

(۲) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اولیاء مقتول سے قسمیں کھانے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مدعا علیہم سے قسموں کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

(۳) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے قسمیں کھائی تھیں اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے انکار کیا ہے۔

(۴) بعض روایات میں آیا ہے کہ مقتول کی دیت آنحضرت ﷺ نے ادا فرمائی تھی اور بعض روایات میں ہے کہ یہود نے دیت ادا کی تھی۔ اس تضاد کی وضاحت اس طرح ہے کہ جہاں بینہ کا تذکرہ روایات میں نہیں ملتا تو وہ عدم وجدان بینہ کی وجہ سے ہے ورنہ بینہ کا ذکر موجود ہے اور جہاں مدعی سے قسم کا مطالبہ معلوم ہوتا ہے تو وہ درحقیقت استفہام انکاری ہے۔ اور جہاں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے قسمیں کھائی ہیں تو اصل میں یہود نے محکمہ قضاء سے باہر قسمیں کھائیں لیکن عدالت کے اندر انکار کر دیا۔ اور جہاں روایات میں مذکور ہے کہ دیت آنحضرت نے ادا فرمائی تو اصل میں دیت کا کچھ حصہ حضور اکرم ﷺ نے ادا فرمایا اور کچھ یہود نے ادا کر دیا تنازع کو ختم کرنے کے لئے تیس اونٹ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے اور ستر اونٹ یہود نے دیدیئے تھے۔ ان تفصیلات کے بعد اب احادیث کا سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

صحیح مسلم کی روایات میں یہ تضاد اور یہ تفصیل نہیں ہے میں نے دیگر تمام کتابوں کی روایات کے پیش نظر یہ تحقیق لکھدی ہے تاکہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے۔

۴۳۴۰۔ وحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَّ مُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ، انْطَلَقَا قِبَلَ خَيْبَرَ، فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ، فَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ، فَاتَّهَمُوا الْيَهُودَ، فَجَاءَ أَخُوهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَابْنَا عَمِّهِ حُوَيِّصَةُ، وَمُحَيِّصَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَكَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فِي أَمْرِ

أَخِيهِ، وَهُوَ أَصْغَرُ مِنْهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كَبِّرِ الْكُبْرَ، أَوْ قَالَ: لِيَبْدَأُ الْأَكْبَرُ، فَتَكَلَّمَا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَيُدْفَعُ بِرُمَّتِهِ، قَالُوا: أَمْرٌ لَمْ نَشْهَدْهُ، كَيْفَ نَحْلِفُ؟ قَالَ: فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، قَوْمٌ كُفَّارٌ؟ قَالَ: فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ قِبَلِهِ، قَالَ سَهْلٌ: فَدَخَلْتُ مِرْبَدًا لَهُمْ يَوْمًا فَرَكَضَتْنِي نَاقَةٌ مِنْ تِلْكَ الْإِبِلِ رَكْضَةً بِرِجْلِهَا، قَالَ حَمَّادٌ: هَذَا أَوْ نَحْوَهُ،

حضرت سہل بن ابی حثمہ اور حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ محیصہ بن مسعود اور عبداللہ بن سہل دونوں خیبر کی طرف چلے، کھجور کے درختوں کے جھنڈ میں وہ دونوں جدا ہو گئے، بعد میں عبداللہ بن سہل قتل کر دیئے گئے، لوگوں نے قتل کے لئے یہود کو مورد الزام ٹھہرایا۔ عبداللہ کے بھائی عبدالرحمٰن اور ان کے چچا زاد بھائی حویصہ اور محیصہ تینوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عبدالرحمٰنؓ نے جو تینوں میں سے سب سے چھوٹے تھے، اپنے (مقتول) بھائی کے معاملہ میں گفتگو کرنا شروع کی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑے کو بڑا بناؤ یا فرمایا کہ جو بڑا ہے اسے بات میں پہل کرنی چاہئے۔ (اس سے یہ جواب معلوم ہوا کہ بڑوں کی موجودگی میں چھوٹوں کو کلام نہیں کرنا چاہئے الا یہ کہ بڑے خود ہی پہل کرنے کے لئے کہیں) چنانچہ دونوں نے اپنے ساتھی کے معاملہ پر آپ سے گفتگو کی۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے پچاس افراد ان کے (یہود کے) کسی معین شخص پر قسم کھائیں (کہ وہ قاتل ہے) تا کہ وہ اپنے گلے کی رسی تمہیں دے دے گا (یعنی اپنے آپ کو تمہارے سپرد کر دے گا) انہوں نے کہا کہ ایک ایسا معاملہ جسے ہم نے نہیں دیکھا اس کے متعلق کیسے قسم کھالیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر یہود پچاس قسمیں اٹھا کر اپنے آپ کو بری کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ تو کافر قوم ہے (جھوٹی قسمیں کھانے میں انہیں کیا حجاب ہوگا) چنانچہ رسول اللہ نے اپنی جانب سے انہیں دیت کی ادائیگی فرمائی۔ حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں ان (دیت کے) اونٹوں کے باڑہ میں داخل ہوا تو ان اونٹوں میں سے ایک اونٹنی نے مجھے ایک سخت لات ماردی

تشریح:

"لتفرقا فی النخل "یعنی عبداللہ بن سھل اور حویصہ بن مسعود خیبر گئے ہوئے تھے کیونکہ خیبر کے فتح ہونے کے بعد اس کی زمین مسلمانوں میں تقسیم ہوگئی تھی تو مسلمان کبھی کبھی اپنی زمینیں دیکھنے کی غرض سے وہاں جاتے تھے یہود ویسے بھی مسلمانوں کے جانی دشمن تھے اس پر مزید یہ کہ وہ ان زمینوں کو اپنا حق سمجھتے تھے اس لئے وہ وہاں وقتاً فوقتاً حالات خراب کر کے بدامنی پھیلاتے تھے اسی ماحول میں یہ دو صحابی وہاں گئے ہوئے تھے اور جب ایک دوسرے سے الگ ہوئے تو موقع پا کر یہود خیبر نے عبداللہ بن سھل کو باغات میں شہید کر دیا

انہیں یہود نے بعد میں خیبر میں حالات مزید خراب کر دیئے اور بدامنی کے ساتھ وہاں فاشی عروج پر پہنچ گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق سرزمین شام کی طرف دھکیل دیا۔ یہود نے ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن عمر کو خیبر میں اتنا مارا کہ ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے بدامن لوگ تھے۔

"کبر الکبر" اس حدیث سے یہ ادب ملا کہ احترام واکرام اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ مجلس میں چھوٹے خاموش رہیں اور گفتگو بڑے حضرات کریں۔ حویصہ بڑا تھا اگرچہ مشاہدہ محیصہ نے کیا تھا۔ "فیدفع برمتہ" رمہ اصل میں اس رسی کو کہتے ہیں جس سے قاتل کو باندھ کر مقتول کے اولیاء کو سپرد کیا جاتا ہے یہاں قصاص کے لئے دینا مراد نہیں ہے بلکہ دیت لینے کے لئے دینا مراد ہے۔

"فتبرئکم یہود" یعنی یہود قسم کھا کر تم سے بری ہو جائیں گے یہ کرنا چاہتے ہو؟ "فوداہ" یہ دیت دینے کے معنی میں ہے آنحضرت نے بطور صلح اس طرح کیا تا کہ مقتول کا خون رائیگاں نہ جائے۔ آئندہ روایت میں "فکرہ رسول اللہ" کا جملہ اس پر واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کیا تھا۔ "مربدا" اونٹوں کے باندھنے کے باڑے کو کہتے ہیں "فرکضتنی" یعنی دیت کی اونٹنیوں میں سے ایک نے مجھے لات ماری، راوی اپنی روایت کو یقینی بنانے کے لئے اپنا مشاہدہ بیان کر رہا ہے اور ایسا ہوتا ہے آئندہ روایت میں دیت کی اونٹنی کو "فریضہ" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

۴۳۴۱۔ وحَدَّثَنَا الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ: فَعَقَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ، وَلَمْ يَقُلْ فِي حَدِيثِهِ: فَرَكَضَتْنِي نَاقَةٌ،

حضرت سہل سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ البتہ اس میں سہل کی آخری بات کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے دیت ادا کر دی۔

۴۳۴۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ، جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے یہی مذکورہ بالا حدیث اس طریق کے ساتھ بھی منقول ہے۔

۴۳۴۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ، وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّيْنِ، ثُمَّ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ، وَأَهْلُهَا يَهُودُ، فَتَفَرَّقَا لِحَاجَتِهِمَا، فَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ، فَوُجِدَ فِي شَرَبَةٍ مَقْتُولًا، فَدَفَنَهُ صَاحِبُهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَشَى أَخُو

الْمَقْتُولِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ، وَمُحَيِّصَةُ، وَحُوَيِّصَةُ، فَذَكَرُوا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ شَأْنَ عَبْدِ اللهِ وَحَيْثُ قُتِلَ، فَزَعَمَ بُشَيْرٌ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَمَّنْ أَدْرَكَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ لَهُمْ: تَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَتَسْتَحِقُّونَ قَاتِلَكُمْ أَوْ صَاحِبَكُمْ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا شَهِدْنَا وَلَا حَضَرْنَا، فَزَعَمَ أَنَّهُ قَالَ: فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ نَقْبَلُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ؟ فَزَعَمَ بُشَيْرٌ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَقَلَهُ مِنْ عِنْدِهِ،

حضرت بشیر بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل بن زید اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید الانصاری جو دونوں انصاری تھے (اور آپس میں چچازاد تھے) اور بنو حارثہ سے تعلق رکھتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک مرتبہ خیبر جانے کے لئے نکلے، اور خیبر میں ان دنوں امن وامان تھا (یعنی فتح خیبر کے بعد یہ واقعہ ہوا) اور یہودی وہاں رہ رہے تھے، دونوں اپنے کسی ضرورت کی وجہ سے جدا ہو گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے اور ایک تالاب میں مقتول پائے گئے، ان کے ساتھی (محیصہ) نے انہیں دفن کر دیا، پھر مدینہ واپس آئے۔ مقتول کے بھائی عبدالرحمٰن بن سہل وحویصہ چلے اور رسول اللہ ﷺ سے عبداللہ کا سارا معاملہ ذکر کیا اور جہاں قتل کئے گئے وہ بھی ذکر کیا۔ بشیر کا خیال ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ان اصحاب سے جنہیں انہوں نے پایا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ان سے فرمایا کہ تم پچاس قسمیں کھالو تو اپنے قاتل یا آدمی کو حاصل کر لو گے۔ وہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! ہم نے نہ واقعہ دیکھا نہ وہاں ہم حاضر تھے، آپ نے فرمایا: پھر یہود پچاس قسمیں اٹھا کر اپنے آپ کو بری الذمہ کر لیں گے۔ یہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! ہم کیسے کافر لوگوں کی قسموں کو مان لیں۔ بشیر کا خیال یہ ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے انہیں عبداللہ کی دیت عطا کی۔

۴۳۴۴۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ يُقَالُ لَهُ: عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ انْطَلَقَ هُوَ وَابْنُ عَمٍّ لَهُ يُقَالُ لَهُ: مُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ اللَّيْثِ إِلَى قَوْلِهِ فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ عِنْدِهِ، قَالَ يَحْيَى، فَحَدَّثَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ، قَالَ: لَقَدْ رَكَضَتْنِي فَرِيضَةٌ مِنْ تِلْكَ الْفَرَائِضِ بِالْمِرْبَدِ،

اس سند سے بھی سابقہ حدیث ہی منقول ہے البتہ اس روایت میں بعض باتیں وہ مذکور ہیں جو اسی سلسلہ کی ابتدائی روایات میں بیان کی گئی تھیں اور بعض جگہ الفاظ کا تغیر ہے۔ حضرت یحیٰی نے فرمایا: مجھ کو بشیر بن سہل نے بیان کیا کہ

مجھ کو سہل بن ابی حثمہ نے خبر دی کہ مجھ کو ایک اونٹنی نے باڑے میں لات ماری۔

۴۳۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَفَرًا مِنْهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى خَيْبَرَ فَتَفَرَّقُوا فِيهَا، فَوَجَدُوا أَحَدَهُمْ قَتِيلًا وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَقَالَ فِيهِ: فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُبْطِلَ دَمَهُ فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ۔

حضرت سہل بن ابی حثمہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی قوم کے چند افراد خیبر کو گئے، وہاں جا کر جدا ہو گئے، پھر انہوں نے اپنے میں سے ایک کو مقتول پایا... آگے حسب سابق بیان کر گئے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو ناپسند ہوا کہ ان کا خون ضائع جانے دیں لہٰذا آپ نے صدقہ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ دیکر دیت ادا فرمائی۔

۴۳۴۶۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو لَيْلَى عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ رِجَالٍ مِنْ كُبَرَاءِ قَوْمِهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ، وَمُحَيِّصَةَ، خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمْ، فَأُتِيَ مُحَيِّصَةُ، فَأُخْبِرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ قَدْ قُتِلَ وَطُرِحَ فِي عَيْنٍ أَوْ فَقِيرٍ فَأَتَى يَهُودَ، فَقَالَ: أَنْتُمْ وَاللهِ قَتَلْتُمُوهُ، قَالُوا: وَاللهِ مَا قَتَلْنَاهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى قَوْمِهِ، فَذَكَرَ لَهُمْ ذَلِكَ، ثُمَّ أَقْبَلَ هُوَ وَأَخُوهُ حُوَيِّصَةُ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ، فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ لِيَتَكَلَّمَ وَهُوَ الَّذِي كَانَ بِخَيْبَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُحَيِّصَةَ: كَبِّرْ كَبِّرْ، يُرِيدُ السِّنَّ، فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ، ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ، وَإِمَّا أَنْ يُؤْذِنُوا بِحَرْبٍ، فَكَتَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فِي ذَلِكَ، فَكَتَبُوا إِنَّا وَاللهِ مَا قَتَلْنَاهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِحُوَيِّصَةَ، وَمُحَيِّصَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ، قَالُوا: لَيْسُوا بِمُسْلِمِينَ، فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِائَةَ نَاقَةٍ حَتَّى أُدْخِلَتْ عَلَيْهِمِ الدَّارَ، فَقَالَ سَهْلٌ: فَلَقَدْ رَكَضَتْنِي مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَاءُ۔

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے چند بڑے افراد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور محیصہ اپنے اوپر آئی ہوئی کسی مصیبت کی وجہ سے خیبر جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں سے محیصہ (اکیلے) آئے اور بتلایا کہ عبداللہ بن سہل قتل کر دیے گئے ہیں اور انہیں ایک چشمہ یا کنوئیں میں ڈال دیا گیا تھا۔ وہ یہود کے پاس

Scanned with CamScanner

پہنچے اور ان سے کہا کہ اللہ کی قسم! تم نے ہی اسے قتل کیا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ واللہ! ہم نے اسے قتل نہیں کیا۔ پھر وہ واپس ہوئے یہاں تک کہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے سارا معاملہ ذکر کیا۔ پھر وہ ان کے بھائی حویصہؓ جو ان سے بڑے تھے اور عبدالرحمٰن بن سہل تینوں آئے (حضور علیہ السلام کے پاس) محیصہ نے جو خیبر میں (عبداللہ کے) ساتھ تھے، گفتگو کرنا چاہی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: بڑوں کی بڑائی کرو جو عمر میں بڑا ہے (اسے ہی گفتگو کرنے کا حق ہے) چنانچہ پہلے حویصہ نے بات چیت کی پھر محیصہ نے گفتگو کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یا تو تمہارے ساتھی کی دیت یہود ادا کریں یا اعلان جنگ کردیں۔ رسول اللہ نے یہ بات یہود کو لکھی تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ اللہ کی قسم! ہم نے اسے قتل نہیں کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حویصہ، محیصہ اور عبدالرحمٰن سے کہا کہ کیا تم قسم کھانے پر آمادہ ہو (کہ یہود نے اسے قتل کیا ہے) اپنے ساتھی کے خون کے مستحق ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ نہیں! آپ نے فرمایا کہ پھر یہود تمہارے لئے حلف اٹھائیں گے (کہ ہم نے قتل نہیں کیا) انہوں نے کہا کہ وہ تو مسلمان نہیں ہیں (جھوٹی قسمیں کھا سکتے ہیں) چنانچہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی جانب سے ان کی دیت ادا کی۔ اور آپ ﷺ نے سو اونٹنیاں ان کے پاس بھیج دیں۔ جو ان کے گھر میں داخل ہوگئیں۔ سہل کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے مجھے لات ماردی۔

"فی عین" یعنی ایک چشمہ نما کنوئیں میں پھینک دیا "اوفقیر" یہ اس کنوئیں کے لئے دوسری تعبیر ہے فقیر انسانوں میں غریب شخص کو کہتے ہیں اور کنوئیں میں سے اس کنوئیں کو کہتے ہیں جو زیادہ گہرا نہ ہو معمولی سا گڑھا ہو ممکن ہے کھجور کے تنہ کے نیچے اردگرد پانی کا جو گڑھا ہوتا ہے وہ مراد ہو اسی کو گزشتہ روایت میں "شربة" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے یعنی پانی کے ایک حوض میں ملا یہ تعبیرات کا اختلاف ہے مقصد ایک ہے کہ مقتول کو یہود نے چھپانے کی غرض سے کسی پانی میں پھینکا تھا۔

قسامہ کی عجیب تاریخ

٤٣٤٧ . حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ: حَدَّثَنَا، وقَالَ حَرْمَلَةُ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ، مَوْلَى مَيْمُونَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَرَّ الْقَسَامَةَ عَلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ،

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی جو انصاری تھے سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "قسامت" کو اسی طور پر باقی رکھا ہے جیسا کہ وہ جاہلیت کے دور میں تھی۔

تشریح:

"اقر القسامۃ "یعنی آنحضرت ﷺ نے حفظ دماء کی غرض سے قسامہ کو اسی طریقہ پر چھوڑا جو جاہلیت کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا "فی الجاھلیۃ "یعنی جس طرح قسامہ کا رواج جاہلیت میں تھا نبی اکرم ﷺ نے اس کو اسی طریقہ چھوڑ دیا اور باطل نہیں کیا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قسامہ کا رواج اسلام سے پہلے جاہلیت میں تھا صحیح مسلم میں تفصیل نہیں ہے، امام بخاری نے صحیح بخاری ج ا ص ۵۴۴ پر اس کی خوب تفصیل بیان کی ہے میں عربی عبارت کا ترجمہ نقل کرتا ہوں بڑا دلچسپ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دور جاہلیت میں قسامہ کا پہلا واقعہ ہمارے خاندان بنو ہاشم میں پیش آیا قصہ یہ ہوا تھا کہ بنو ہاشم کے ایک آدمی (عمرو بن علقمہ بن عبدالمطلب) کو قریش کے ایک آدمی نے نوکر بنایا اور اونٹوں کی خدمت کے لئے اس کو اپنے ساتھ سفر پر لے گیا، ہر اونٹ کے باندھنے کے لئے ایک ایک رسی تھی راستے میں بنو ہاشم کا ایک اور آدمی ملا جس کے سامان کی بوری کی رسی ٹوٹ گئی تھی اس نے منت سماجت کر کے ان سے رسی مانگ لی۔ عمرو بن علقمہ نے ایک اونٹ کی رسی اس شخص کو دیدی جب یہ سب لوگ ایک مقام پر پڑاؤ کرنے کے لئے اتر گئے اور سارے اونٹوں کو رسیوں سے اس نوکر نے باندھ لیا تو ایک اونٹ کھلا رہ گیا اونٹوں کے مالک نے اپنے اس ہاشمی نوکر سے پوچھا کہ یہ اونٹ کیوں کھلا گھوم رہا ہے؟ نوکر نے رسی دینے کا تذکرہ کیا کہ میں نے فلاں کو دیا ہے اس پر مالک نے اس کو زور دار ڈنڈا مار دیا جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا اتنے میں یمن کا ایک شخص اس زخمی شخص کے پاس سے گزرا تو زخمی شخص نے کہا کہ کیا آپ حج کے موسم میں مکہ جاؤ گے؟ اس نے کہا کہ ارادہ تو نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ چلا جاؤں۔ اس زخمی شخص نے کہا کہ کیا آپ زندگی بھر میں میرا ایک پیغام پہنچا سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ جی ہاں پہنچا سکتا ہوں اس زخمی شخص نے کہا کہ جب تم حج کے موسم میں پہنچ جاؤ تو وہاں لوگوں کے مجمع میں اونچی آواز سے کہدو کہ قریش کہاں ہیں، جب قریش کے لوگ مل جائیں تو پھر فریاد کے انداز میں زور سے کہدو کہ بنو ہاشم کہاں ہیں، جب بنو ہاشم مل جائیں تو ان سے ابو طالب کے بارے میں پوچھ لو، جب ابو طالب مل جائے تو ان سے کہدو کہ مجھے فلاں شخص نے رسی کے بدلے میں قتل کر دیا ہے یہ کہہ کر وہ زخمی تو مر گیا جب اونٹوں کا مالک سفر سے واپس مکہ آ گیا تو ابو طالب نے ان سے اپنی قوم کے ہاشمی شخص علقمہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں گیا؟ اونٹوں کے مالک نے کہا کہ وہ بیمار ہو گیا میں نے خوب دیکھ بھال کی مگر وہ مر گیا تو میں نے اس کو دفن کر دیا ابو طالب نے کہا کہ آپ سے اسی احسان کی توقع تھی آپ اسی کے اہل تھے۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یمن کا وہ شخص حج کے موقع پر مکہ آ گیا جس کو اس زخمی شخص نے پیغام پہنچانے کی وصیت کی تھی اس نے آواز دی کہ قریش کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں اس شخص نے قریش کے سامنے آواز دی کہ بنو ہاشم کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ بنو ہاشم ہیں اس شخص نے پھر آواز دی کہ ابو طالب کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ابو طالب ہے، جب ابو طالب سے ملاقات ہوئی تو پیغام پہنچانے والے نے کہا کہ مجھے عمرو بن علقمہ نے کہا کہ میں تجھے یہ پیغام پہنچا دوں کہ ان کو اونٹوں کے مالک نے رسی کے بدلے میں قتل کر دیا ہے یہ سن کر ابو طالب اس شخص کے پاس آیا اور کہا کہ

ہمارے آدمی کو تم نے قتل کر دیا ہے اب تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرلو یا تو سو اونٹ بطور دیت ادا کر دو یا یہ کرلو کہ تمہارے خاندان کے پچاس آدمی قسمیں کھائیں کہ تم نے اس کو قتل نہیں کیا ہے اور اگر یہ بھی نہیں کرو گے تو پھر ہم تم کو اس کے بدلے میں قتل کریں گے۔ اونٹوں کا یہ مالک اپنی قوم کے پاس آگیا اور مشورہ کیا سب نے کہا کہ ہم قسمیں کھائیں گے۔ اس تیاری کے بعد اس قوم میں سے ایک عورت ابوطالب کے پاس آئی اور کہا کہ اے ابوطالب میں درخواست کرتی ہوں کہ پچاس آدمیوں کی قسم کھانے میں میرے بیٹے کا نام ہے آپ اس کو معاف کر دیں ابوطالب نے اس قوم کے ایک اور آدمی کے عوض اس عورت کے بیٹے کو مستثنیٰ کر دیا اتنے میں ایک اور آدمی آگیا اور کہا اے ابوطالب آپ نے سو اونٹوں کے بدلے ایک آدمی کو قسم کے لئے مقرر کیا ہے ہر آدمی کے بدلے دو اونٹ آتے ہیں لو یہ دو اونٹ قبول کرلو اور مجھے قسم کھانے سے مستثنیٰ کر دو ابوطالب نے اس سے دو اونٹ قبول کر لئے اس کے بعد اس قوم کے اڑتالیس آدمی آگئے اور سب نے جھوٹی قسمیں کھالیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی تک سال پورا نہیں ہوا تھا کہ یہ سارے لوگ کسی نہ کسی طریقے سے مرگئے اور ایک بھی زندہ نہیں بچا (بخاری ص ۵۴۴)

۴۳۴۸۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، وَزَادَ، وَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ نَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي قَتِيلٍ ادَّعَوْهُ عَلَى الْيَهُودِ۔

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس اضافہ کے ساتھ کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے چند لوگوں کے درمیان ایک مقتول کے بارے میں جس کے قتل کا دعویٰ یہود پر کر رکھا تھا، قسامت کے ذریعہ فیصلہ فرمایا۔

۴۳۴۹۔ وحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، أَخْبَرَاهُ عَنْ نَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سلیمان بن یسار نے انصار میں سے بعض لوگوں کے واسطہ سے مذکورہ حدیث ابن جریج کی مثل نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی ہے۔

باب حكم المحاربين والمرتدين وقصة عرينة

مرتدین اور بغات کے احکامات اور عرینہ کا واقعہ

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۳۵۰۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، كِلَاهُمَا عَنْ هُشَيْمٍ، وَاللَّفْظُ

لِيَحْيَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، وَحُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ نَاسًا مِنْ عُرَيْنَةَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، فَاجْتَوَوْهَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ شِئْتُمْ أَنْ تَخْرُجُوا إِلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ، فَتَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَفَعَلُوا، فَصَحُّوا، ثُمَّ مَالُوا عَلَى الرِّعَاءِ، فَقَتَلُوهُمْ وَارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، وَسَاقُوا ذَوْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ فِي أَثَرِهِمْ فَأُتِيَ بِهِمْ، فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ، وَأَرْجُلَهُمْ، وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ، وَتَرَكَهُمْ فِي الْحَرَّةِ، حَتَّى مَاتُوا۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ قبیلہ عرینہ کے چندلوگ رسول اللہ کے پاس مدینہ آئے ،لیکن وہاں کی آب وہوا انہیں راس نہ آسکی ،جس سے پیٹ وہ کے امراض میں مبتلا ہوگئے ،رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم چاہوتو صدقہ کے اونٹوں کی طرف چلے جاؤ(جوشہر سے باہر جنگل میں رہتے تھے)اوران کی اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پی لو،انہوں نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہوگئے ،بعدازاں انہوں نے اونٹوں کے چرواہوں کارخ کیا اورانہیں قتل کردیا،خوداسلام سے پھر گئے اوررسول اللہ ﷺ کے اونٹوں کوبھی ہنکا کرلے گئے ،آپ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کوروانہ کیا تو وہ انہیں پکڑ کرلے آئے ۔آپ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے ،آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں اورانہیں حرہ (سیاہ پتھروں والا مدینہ کا علاقہ) میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ مرگئے ۔

تشریح:

''وارتدوا من الاسلام ''یعنی یہ لوگ اسلام سے پھر گئے اور پھر کفر کی طرف چلے گئے اگلی روایت میں پوری تفصیل آئے گی یہاں صرف ارتداد اور فساد سے متعلق چند باتیں تحریر کرتا ہوں۔

مرتدین اور فسادیوں کوقتل کرنے کا بیان

قال اللہ تعالیٰ ﴿انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا ﴾

''الردۃ '' ارتد یرتد ارتدادا ،پھر جانے اورلوٹنے کے معنی میں ہے ،جوآدمی اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھرتا ہے اسے مرتد کہتے ہیں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ردۃ اتداد کی تعریف اس طرح فرمائی ہے ،وہ جو ایمان کے بعد زبان پر کلمہ کفر لانے کا نام ردۃ وارتداد ہے ،یعنی زبان پر ایسا کلمہ آجائے جوضروریات دین کے انکار پر مبنی ہو یا تکذیب پر مبنی ہو یا دین کے کسی حکم کے استہزاء پر مبنی ہو ،یا قصداً ایسا فعل سرزد ہوجائے جو استہزاء اوراستخفاف دین پر دلالت کرتا ہو ،ارتداد کے لئے آدمی کا عاقل ہونا شرط ہے اور بالغ ہونا بھی شرط ہے لہٰذا مجنون یا نابالغ بچے پر ارتداد کا حکم نافذ نہیں ہوتا ۔جوآدمی مرتد ہوجائے تواس پر دوبارہ اسلام پیش کیا جائے گا اگر اس کا کوئی شک اورشبہ ہوتو

اس کو دور کیا جائے گا اسی مقصد کے لئے مرتد کو تین دن کی مہلت دی جائے گی اگر ان دنوں میں وہ پھر اسلام میں داخل ہوا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا مرتد کو اسلام کی دوبارہ دعوت دینا مستحب حکم ہے واجب نہیں ہے کیونکہ ایک دفعہ واجب دعوت اس کو پہنچ چکی ہے اگر مرتد مہلت مانگتا ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تین دن کی مہلت دینا واجب ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ مہلت دینا واجب اور ضروری نہیں ہے کیونکہ "من بدل دینه فاقتلوه" کی جو حدیث ہے اس میں مہلت دینے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بہر حال تین دن تک اس مرتد کی بات سنی جائے گی اور اس کو خوب سمجھنے سمجھانے کا موقع دیا جائے گا اور بہتر یہ ہے کہ اس کو جیل میں رکھا جائے اگر وہ باز نہیں آیا تو اس کو قتل کردیا جائے گا۔

عورت اگر اسلام سے پھر جائے تو احناف کے ہاں اس کی سزا جیل ہے اور سمجھانا ہے قتل کرنا نہیں ہے کیونکہ کئی احادیث میں عورتوں کے قتل کرنے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمادیا ہے نیز عورت ناقص العقل ہے تو سمجھانا چاہئے اور دشمن کی صفوں میں مل کر لڑنے کے قابل بھی نہیں ہے ہاں اگر کوئی کافرہ عورت سرداری کرتی ہو یا مال دیتی ہو تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

ائمہ شوافع وغیرہ عورت کے قتل کے قائل ہیں ان کی دلیل حدیث کا عموم ہے جس میں ہے کہ "من بدل دينه فاقتلوه" ان کے ہاں یہ حدیث مرتدہ عورت کے قتل کو بھی شامل ہے بہر حال اسلام ایک ہمہ گیر آفاقی دین ہے جو دین فطرت ہے اس سے آج تک ایک شخص بھی اس لئے مرتد نہیں ہوا کہ اس کو اسلام ناپسند آیا اسلام میں اس کو کوئی نقص نظر آیا جتنے لوگ اسلام سے مرتد ہوئے ہیں وہ دنیوی اغراض ومفادات اور خواہشات کا شکار ہو کر مرتد ہوئے ہیں۔ پھر اگر کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی مرتد ہو کر اسلام سے پھر گیا ہے تو تاریخ گواہ ہے کہ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے اس مرتد سے کئی گنا بہتر آدمی کو اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے مرتدین سے متعلق احادیث میں ایک لفظ سعاۃ ہے۔

"سعاة" یہ ساعی کی جمع ہے جو محنت اور کوشش کرنے کے معنی میں ہے یہاں اس سے ایسا آدمی مراد ہے جو دین اسلام اور مسلمانوں میں فساد برپا کرنے کی کوشش کر رہا ہو "سعاة" کا مصداق راہزن ڈاکو اور قطاع الطریق قسم کے لوگ ہیں چنانچہ ﴿انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله﴾ آیت میں انہیں لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔

ارتداد کی صورتیں

مرتد اور ارتداد کی کئی صورتیں ہوتی ہیں سب کا ذکر کرنا مشکل ہے البتہ چند اصولی صورتوں کا تذکرہ کرنا ضروری ہے مثلاً (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں سے کسی کا انکار یا توہین کرنا (۲) انبیاء کرام میں سے کسی کا انکار کرنا یا توہین کرنا (۳) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف کسی نامناسب بات کو منسوب کرنا (۴) کلمات کفر بکنا اور موجب کفر افعال کا ارتکاب کرنا (۵) قرآن مجید کا انکار کرنا یا اسے ناقص

و محرف سمجھنا یا قولاً و فعلاً اس کی توہین کرنا (۶) نمازوں اور دیگر عبادات کا انکار کرنا اور اس کی توہین کرنا (۷) علم دین اور علماء اسلام کے متعلق موجب کفر قول و فعل کا ارتکاب کرنا (۸) حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہنا یا قیامت کا انکار کرنا یا اس کے متعلق شریعت کے منافی عقیدہ رکھنا، عالم بالا اور فرشتوں کا انکار یا اس کی توہین و تحقیر کرنا (۹) جنت و دوزخ کرنا جنت کا انکار یا ان کا مذاق اڑانا یہ سب باعث ارتداد اقوال و افعال ہیں۔

مرتدین کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہوتا ہے صدیق اکبر نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد مرتدین کے خلاف ایک سال تک جہاد کیا تھا طرفین کے ساٹھ ہزار آدمی مارے گئے تھے تب جا کر جزیرہ عرب میں اسلام اس نہج پر آگیا جو عہدِ نبوی میں تھا۔

۴۳۵۱ ـ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ، مَوْلَى أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، حَدَّثَنِي أَنَسٌ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً، قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَبَايَعُوهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَاسْتَوْخَمُوا الْأَرْضَ، وَسَقِمَتْ أَجْسَامُهُمْ، فَشَكَوْا ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: أَلَا تَخْرُجُونَ مَعَ رَاعِينَا فِي إِبِلِهِ، فَتُصِيبُونَ مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا، فَقَالُوا: بَلَى، فَخَرَجُوا، فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا، فَصَحُّوا، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَطَرَدُوا الْإِبِلَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ، فَأُدْرِكُوا، فَجِيءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ بِهِمْ فَقُطِعَتْ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ، وَسُمِرَ أَعْيُنُهُمْ، ثُمَّ نُبِذُوا فِي الشَّمْسِ حَتَّى مَاتُوا، وَقَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ فِي رِوَايَتِهِ: وَاطَّرَدُوا النَّعَمَ، وَقَالَ: وَسُمِّرَتْ أَعْيُنُهُمْ،

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عکل کے آٹھ افراد، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، سرزمینِ مدینہ کی ہوا انہیں راس نہ آئی اور ان کے جسم بیمار ہو گئے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا: "کیا تم ہمارے چرواہے کے ساتھ نہیں جاتے اس کے اونٹوں (کے باڑہ) میں؟ (یعنی وہاں جاؤ) پھر ان کا پیشاب اور دودھ پیو۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں، چنانچہ وہ نکل کھڑے ہوئے اور اونٹوں کا پیشاب اور دودھ وغیرہ پیا تو تندرست ہو گئے، پھر انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا، اور اونٹوں کو بھگا لے گئے، رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا، انہوں نے انہیں جا لیا اور پکڑ کر لے آئے، آپ نے حکم دیا تو ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور پھر انہیں دھوپ میں پھینک دیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

تشریح:

"ان نفرا" تین سے لے کر دس آدمیوں تک کی جماعت پر نفر کا لفظ بولا جاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ لوگ آٹھ آدمی تھے۔

"من عكل" یہ ایک قبیلہ کا نام ہے بخاری کی بعض روایات میں اس کے ساتھ عرینہ کا لفظ بھی آیا ہے مگر شک کے ساتھ "او عرينة" کے الفاظ ہیں بعض روایات میں صرف عرینہ کا ذکر آیا ہے اور بخاری ہی کی ایک روایت میں "عكل وعرينة" عطف کے ساتھ آیا ہے اور یہی راجح اور کامل روایت ہے معجم طبرانی میں ہے کہ ان میں سے چار آدمی عرینہ قبیلہ سے تھے اور تین عکل سے تھے۔

"فاجتووا" اجتوا اس بیماری کو کہتے ہیں جو کسی علاقے کی آب وہوا کے ناموافق آنے سے لاحق ہوتی ہے جس سے پیٹ خراب ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ ان لوگوں کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی اور بیمار ہو گئے اور چہروں کے رنگ بدل گئے اس حدیث میں فاستوخموا کا لفظ ہے معنی ایک ہے۔"في ابله" ابل الصدقه چونکہ یہ لوگ مسافر بھی تھے اور فقراء بھی تھے اس لئے بیت المال کے اونٹوں سے ان کے لئے فائدہ اٹھانا جائز تھا "فشربوا من ابوالها" امام مالک امام احمد بن حنبل اور امام محمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جن جانوروں کا گوشت پاک ہے ان کا پیشاب بھی پاک ہے اور مذکورہ روایت سے استدلال کرتے ہیں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام ابویوسف رحمہم اللہ کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب نجس ہے ہاں امام ابویوسف کے نزدیک اس قسم کے پیشاب کو دوائی کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے خواہ حالت اختیار میں ہو یا حالت اضطرار ہو لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک حالت اختیار میں کسی حرام کو بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے آیندہ تفصیل آرہی ہے۔

"رعاتها" رعات راعی کی جمع ہے چرواہوں کو کہتے ہیں "استاقوا" اس میں سین اور تا مبالغہ کے لئے ہے مراد ساقوا ہے یعنی کامل اہتمام اور محنت کے ساتھ اونٹوں کو بھگا لے گئے اس حدیث میں طرف کا لفظ ہے معنی ایک ہے "وسمل اعينهم" بعض روایات میں سمر کا لفظ آیا ہے علامہ ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں کے معنی ایک ہی ہے کہ گرم سلاخوں سے ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں بعض روایات میں کحل کا لفظ بھی آیا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے "ثم لم يحسمهم" یہ حسم ضرب یضرب سے داغنے کے معنی میں ہے کیونکہ کسی زخم سے جب خون بہتا ہے اور بند نہیں ہوتا تو اس کو داغ دیا جاتا ہے کبھی کپڑے سے اور کبھی گرم تیل سے داغا جاتا ہے تب خون بند ہو جاتا ہے یہاں ایسا نہیں کیا گیا بلکہ خون کو جاری رہنے دیا گیا۔

سوال: بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ سزا دینے کے معاملے میں نہایت سختی کی گئی ہے تو سوال یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا ہے؟ جس طرح اس حدیث میں ہے کہ "نبذوا في الشمس" یعنی دھوپ میں ڈالے گئے اور پانی نہیں دیا گیا۔

جواب: اس سوال کا جواب تو یہ ہے کہ یہ مساوات فی القصاص تھا کیونکہ ان لوگوں نے بھی چرواہوں کے ساتھ ایسا ہی بے رحمانہ سلوک

کر کے قتل کر ڈالا تھا۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان لوگوں نے بہت بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کیا تھا ایک تو یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے دوسرا قاتل بن گئے تھے، تیسرا قزاق اور ڈاکو بن گئے تھے اس لئے بطور عبرت ان کو سخت سے سخت سزا دی گئی تاکہ دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ سزا اس وقت دی گئی تھی جب کہ قرآن میں قزاقوں کا حکم ابھی تک نہیں آیا تھا یہی وجہ ہے کہ یہاں "مثلہ" کیا گیا ہے جب کہ وہ بالاتفاق منسوخ ہے معلوم ہوا کہ یہ حکم بہت پہلے کا تھا جو منسوخ ہو گیا پھر قرآنی آیات نے قزاقوں کی سزا کا تعین کر دیا کہ ایک ہاتھ ایک پاؤں مختلف سمت سے کاٹا جائے اور یا سولی پر لٹکایا جائے یا جلاوطن کر دیا جائے ائمہ احناف کے نزدیک جلاوطن کرنے سے مراد جیل میں ڈالنا ہے تاکہ یہ لوگ توبہ کریں۔

٤٣٥٢ ـ وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي رَجَاءٍ، مَوْلَى أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِنْ عُكْلٍ، أَوْ عُرَيْنَةَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا، بِمَعْنَى حَدِيثِ حَجَّاجِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، قَالَ: وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ، وَأُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ، فَلَا يُسْقَوْنَ،

اس سند سے بھی سابقہ حدیث معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔ آخر میں یہ اضافہ ہے کہ ان کو حرہ (پتھریلی زمین جو مدینہ کے اطراف میں ہے) میں پھینک دیا تھا، وہ مارے پیاس کے پانی مانگتے تھے تو پانی نہ دیا جاتا تھا۔

٤٣٥٣ ـ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ، حَدَّثَنَا أَزْهَرُ السَّمَّانُ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، مَوْلَى أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَقَالَ لِلنَّاسِ: مَا تَقُولُونَ فِي الْقَسَامَةِ؟ فَقَالَ عَنْبَسَةُ: قَدْ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ كَذَا وَكَذَا، فَقُلْتُ إِيَّايَ: حَدَّثَ أَنَسٌ، قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَيُّوبَ، وَحَجَّاجٍ، قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ عَنْبَسَةُ: سُبْحَانَ اللهِ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: فَقُلْتُ: أَتَتَّهِمُنِي يَا عَنْبَسَةُ؟ قَالَ: لَا، هَكَذَا حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ يَا أَهْلَ الشَّامِ، مَا دَامَ فِيكُمْ هَذَا أَوْ مِثْلُ هَذَا،

حضرت ابو قلابہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، انہوں نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ قسامت کے متعلق کیا کہتے ہو؟ عنبسہ کہنے لگے کہ ہم سے حضرت انسؓ نے بیان کیا ایسا ایسا۔ میں نے کہا کہ انسؓ نے

مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ آئے.... آگے حسب سابق بیان کیا۔ ابوقلابہ کہتے ہیں کہ جب میں حدیث بیان کر کے فارغ ہوا تو عنبسہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! ابوقلابہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے عنبسہ! کیا آپ میرے اوپر تہمت لگا رہے ہیں (کہ میں نے غلط بیان کیا) کہنے لگے نہیں۔ انس نے مجھ سے بھی اسی طرح یہ حدیث بیان کی تھی، اور اہل شام تم میں ہمیشہ خیر رہے گی جب تک کہ (ابوقلابہ) یا اس جیسے لوگ تم میں موجود رہیں گے۔

تشریح:

''عن ابی قلابة '' اس روایت کے سمجھنے کا مدار ابوقلابہ پر ہے اس کی گفتگو عنبسہ سے ہوئی ہے پورا مناظرہ ہوا ہے پھر عنبسہ نے ابوقلابہ کی رائے کی طرف رجوع کیا ہے اور ابوقلابہ کی تعریف کی ہے۔

''ما تقولون فی القسامة '' یہ روایت نہایت مبہم اور مختصر ہے امام بخاری نے باب دیات میں اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ اور مفہوم اس طرح ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز تخت پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگون سے سوال کیا کہ قسامت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے مقصد یہ تھا کہ آیا اس میں قصاص ہے یا نہیں ہے حاضرین میں سے شیخ عنبسہ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ ''القسامة المقود بها حق '' یعنی قسامہ میں قصاص لازم ہے خلفاء راشدین کا بھی یہی موقف تھا جس طرح امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک ہے، اس جواب پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شیخ ابوقلابہ سے معلوم کیا ابوقلابہ نے جواب فرمایا کہ قسامت سے قصاص ثابت نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ سزائے موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین صورتوں میں دی ہے (۱) النفس بالنفس (۲) زنا بعد الاحصان (۳) ارتداد عن الاسلام۔ ان تین صورتوں کے علاوہ قتل کی سزا نہیں ہوسکتی ہے اور قسامت ان تینوں میں سے نہیں ہے۔ شیخ ابوقلابہ کے اس جواب پر حاضرین میں سے شیخ عنبسہ رحمہ اللہ نے اعتراض کیا اور بطور دلیل حضرت انس سے اس باب کی عرنیین والی حدیث بیان کی جس میں قتل وقصاص کا واضح بیان ہے کہ سرقہ پر قتل کی سزا دی گئی ہے۔

''فقلت '' شیخ ابوقلابہ نے کہا کہ میں نے کہا کہ حضرت انس نے تو مجھے ہی عرنیین کی روایت بیان کی ہے لیکن اس سے آپ قسامت میں قصاص کے ثبوت پر استدلال نہیں کر سکتے ہو کیونکہ عرنیین کو سرقہ اور قسامہ کی بنیاد پر قتل کی سزا نہیں دی گئی تھی بلکہ ان کو ارتداد کی وجہ سے اور قتل کی وجہ سے قصاص کی سزا دی گئی تھی وہ ڈکیت تھے اور محاربین تھے۔ ''فلما فرغت '' یعنی شیخ ابوقلابہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے استدلال اور حدیث کے بیان کرنے سے فارغ ہوگیا تو عنبسہ رحمہ اللہ نے کہا ((سبحان اللہ)) یہ کلمہ انکار کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور تعجب اور مدح کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے یہاں شیخ عنبسہ رحمہ اللہ نے بطور مدح وتعجب کہا ہے گویا بحث ومباحثہ میں اپنی شکست اور ابوقلابہ کی جیت کو تسلیم کیا مگر شیخ ابوقلابہ نے خیال کیا کہ شیخ عنبسہ بطور انکار میرا مذاق اڑا رہا ہے اس لئے کہا۔

''اَتَتَّهِمُنِي يَا عَنْبَسَةُ '' ارے عنبسہ کیا آپ مجھے جھوٹا سمجھتے ہو یا میں نے اس حدیث میں کوئی غلطی کی ہے'' قال لا '' شیخ عنبسہ نے کہا

نہیں جناب مذاق نہیں اڑا رہا ہوں بلکہ تیرے علم کی پختگی کی داد دے رہا ہوں میں نے بھی یہ حدیث سنی تھی لیکن میں نے یہ سمجھا تھا کہ اس سے قتل اور قصاص کا جواز نکلتا ہے اب معلوم ہوا کہ آپ کی رائے صحیح ہے پھر شیخ عنبسہ نے پورے اہل شام کو ابوقلابہ کی وجہ سے مبارکباد دی کہ جب تک تمہارے اندر ابوقلابہ جیسے فاضل و عالم انسان موجود ہوگا تم خیر و بھلائی کے ساتھ رہو گے۔

٤٣٥٤ـ وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ وَهُوَ ابْنُ بُكَيْرٍ الْحَرَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةُ نَفَرٍ مِنْ عُكْلٍ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ، وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ، وَلَمْ يَحْسِمْهُمْ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عکل میں سے آٹھ آدمی آئے۔ بقیہ حدیث ان ہی کی روایت کردہ حدیث کے مثل ہے اور یہ اضافہ بھی ہے کہ ان کو داغ نہ دیا گیا۔

٤٣٥٥ـ وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِنْ عُرَيْنَةَ، فَأَسْلَمُوا وَبَايَعُوهُ، وَقَدْ وَقَعَ بِالْمَدِينَةِ الْمُومُ، وَهُوَ الْبِرْسَامُ، ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ، وَزَادَ: وَعِنْدَهُ شَبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَرِيبٌ مِنْ عِشْرِينَ، فَأَرْسَلَهُمْ إِلَيْهِمْ، وَبَعَثَ مَعَهُمْ قَائِفًا يَقْتَصُّ أَثَرَهُمْ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ عرینہ (یا عکل، دونوں ایک ہی ہیں) کے چند افراد آئے اور اسلام لے آئے، اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مدینہ میں اس وقت موم یعنی برسام (جو نووی کے قول کے مطابق فتور عقل یا سر میں ورم اور سینہ کا درد کا مرض ہے) کی وبا پھیلی ہوئی تھی... آگے حسب سابق کیا۔ آخر میں یہ اضافہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت (جب عرینہ کے لوگوں کے ارتداد کی اطلاع پہنچی) بیس کے قریب انصاری نوجوان بیٹھے تھے، آپ نے انہیں اس کے تعاقب میں بھیجا اور ان کے ساتھ ایک ماہر قیافہ شناس کو بھیجا جو ان کے آثار اور نشانات پر چلے۔

تشریح:

''الموم'' میم پر ضمہ ہے واؤ ساکن ہے اس کی تفسیر خود اس حدیث میں ''البرسام'' سے کی گئی ہے جس میں ب پر کسرہ ہے اور را ساکن ہے یہ ایک قسم کی بیماری ہے جس سے عقل میں فتور واقع ہو جاتا ہے اور سر میں ورم آتا ہے اور سینہ پھول جاتا ہے طب کی کتاب بحرالجواہر میں ہے کہ برسام جگر اور معدہ کے درمیان پردے میں ورم پیدا ہونے کو کہتے ہیں موم کا لفظ عربی نہیں ہے یہ یونانی یا سریانی لفظ ہے شاید

مدینہ کے یہود کی وجہ سے یہ نام مشہور تھا۔

"شباب من الانصار" یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس تقریباً بیس انصار نوجوان تھے آنحضرت نے ان کو ان قزاقوں کے پیچھے روانہ کردیا اس سریہ کا نام "سریۃ کرز بن جابر الفھری" تھا غزوہ ذات قرد کے بعد چھ ہجری میں یہ واقعہ پیش آیا تھا "قائفا" نشانات اقدام سے پتہ لگانے والے کو قائف کہا گیا ہے "یقتص" یہ قائف کا ترجمہ ہے نشانات کو دیکھ دیکھ کر چلنے والے کو کہتے ہیں۔

۴۳۵۶۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَفِي حَدِيثِ هَمَّامٍ: قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطٌ مِنْ عُرَيْنَةَ، وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ: مِنْ عُكْلٍ، وَعُرَيْنَةَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا روایت مثل مروی ہے اور ہمام کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس عرینہ میں سے ایک جماعت آئی۔ حضرت سعید کی روایت میں یہ ہے کہ عکل وعرینہ سے آئے بقیہ حدیث ان ہی کی روایت کردہ حدیث کے مثل ہے۔

۴۳۵۷۔ وحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْأَعْرَجُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: إِنَّمَا سَمَلَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْيُنَ أُولَئِكَ، لِأَنَّهُمْ سَمَلُوا أَعْيُنَ الرِّعَاءِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان عرنیین (عرینہ کے لوگوں) کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھی۔

تشریح:

"عرینہ" گزشتہ روایات میں عرینہ کا لفظ بار بار آیا ہے یہ بجیلہ قبیلہ کی ایک شاخ کا نام ہے معجم طبرانی میں ہے کہ ان مرتدین میں چار آدمی عرینہ سے تعلق رکھتے تھے اور تین کا تعلق "عکل" سے تھا عکل کا لفظ بھی بار بار آیا ہے عین پر ضمہ ہے اور فتح بھی ہے اور کاف ساکن ہے یہ تیم الرباب قبیلہ کی ایک شاخ کا نام ہے۔

"لانهم سملوا" سمل یسمل نصر ینصر سے آنکھوں میں گرم سلاخ پھیرنے کے معنی میں ہے اس جملہ سے حضرت انس ان مرتدین کی سخت سزا کے جواز کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ان لوگوں نے بھی چرواہوں کے ساتھ اسی طرح سخت معاملہ کیا تھا تو یہ گویا مماثلت فی القصاص اور "جزاء العمل بما فعلوه" کے طریق پر تھا۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے غلام "یسار" کو قتل کرنا چاہا تو آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا، مرتدین نے یسار کو پکڑ لیا اور پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور کیکر کے کانٹے ان کے جسم میں پیوست کیئے ان کی زبان میں کانٹے چبھو دیئے اور پھر آنکھوں میں چبھو دیئے یہاں تک

کہ وہ مر گئے۔"السرعاء" یہ جمع ہے اس کا مفرد راعی ہے چرواہوں کو کہتے ہیں اس لفظ سے معلوم ہوا کہ یہ کئی افراد تھے اگر چہ مشہور یسار ہے جو آنحضرت کے غلام تھے چنانچہ مدینہ سے صحابہ ان مرتدین کے پیچھے گئے راستے میں ایک عورت ملی جو اونٹ کی دستی اٹھائی ہوئی تھی صحابہ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا یہاں کچھ لوگوں نے اونٹ ذبح کیا تھا انہوں نے مجھے دیا ہے وہ لوگ آگے کسی وادی میں تم کو مل جائیں گے یہ بیس صحابہ جس میں حضرت انس بھی تھے آگے گئے تو وہ لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے صحابہ نے ان کا گھیراؤ کیا اور قید کر لیا اور ایک اونٹنی کے علاوہ تمام پندرہ اونٹنیاں واپس کر دیں اور ان قیدیوں کو مدینہ لائے نبی اکرم ﷺ اس وقت مقام غابہ میں تھے تو صحابہ ان قیدیوں کو وہاں لے گئے اور وہیں پر ان کو قتل کر دیا گیا ان روایات میں ان اونٹنیوں کے لئے 'ذود' کا لفظ بھی بولا گیا ہے ذود اونٹوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو جب قتل کرنے کے بعد سولی پر چڑھا دیا گیا تو میں ان کو دیکھ رہا تھا، بہر حال اس طرح قتل کرنے اور مثلہ کرنے کا بعد میں اسلام نے منع کر دیا ہے۔

بول مایؤکل لحمہ کا مسئلہ

عرنیین کے واقعہ سے فقہاء کرام نے کئی مسائل مستنبط کیے ہیں۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے یا نجس ہے تو امام مالک اور امام احمد بن حنبل اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے اونٹوں کے پیشاب کے پاک ہونے کا ثبوت تو ان احادیث میں ہے اور دیگر حلال جانوروں کے پیشاب کو ان پر قیاس کیا گیا ہے امام محمد رحمہ اللہ نے پیشاب پر گوبر کے پاک ہونے کو بھی قیاس کیا ہے کیونکہ اس میں عموم بلویٰ ہے کیونکہ چراگاہوں میں گھاس اور جھاڑیوں کے ساتھ گوبر لگتی ہے جس سے گزرنے والے انسان کا بچنا بہت دشوار ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ حضرات کے نزدیک پیشاب مطلقاً ناپاک ہے خواہ انسان کا ہو یا کسی بھی حیوان کا ہو ان حضرات نے عرنیین سے متعلق اس باب کی احادیث کو علاج پر محمول کیا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ استنزھوا من البول کی حدیث متاخر ہے اور عام ہے اس سے زیر نظر احادیث کا حکم منسوخ ہو گیا ہے چنانچہ مثلہ کرنا بھی منسوخ ہو گیا ہے جو ان احادیث میں مذکور ہے پہلے تفصیل ہو گئی ہے۔

حرام چیز سے علاج کرنے کا حکم

اس باب کی احادیث سے دوسرا بڑا مسئلہ یہ نکلتا ہے کہ آیا جن حضرات فقہاء کے نزدیک بول مایؤکل لحمہ ناپاک اور حرام ہے تو پھر کیا حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے جب کہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو استعمال کرنے کا حکم دیا ہے تو اس مسئلہ میں بھی فقہاء کرام کا اختلاف ہے عنوان یہ ہے کہ کیا محرم اشیاء سے علاج جائز ہے؟ تو امام مالک اور امام احمد اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے امام شافعی کے نزدیک ہر حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے البتہ دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے ایک شرط

یہ ہے کہ وہ حرام چیز نشہ آور مسکر نہ ہو دوسری شرط یہ ہے کہ ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ علاج صرف اسی حرام سے ہو سکتا ہے دوسری کوئی چیز نہیں ہے۔
امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب پینا علاج کے لئے جائز ہے۔امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر چہ حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے لیکن علاج کی ضرورت کے پیش نظر اس کا استعمال جائز ہے احناف کے مختلف اقوال کا خلاصہ یہی نکلا کہ ماہر ڈاکٹر کے بتانے پر اور علاج کے اسی حرام میں منحصر ہونے پر احناف نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ علاج بالحرام اس مشروط انداز سے جائز ہے شوافع کا فتویٰ بھی قریب قریب اسی طرح ہے۔
بحر الرائق کی ایک عبارت کا اردو ترجمہ اس طرح ہے "ہمارے مشائخ کے درمیان علاج بالحرام کے سلسلہ میں اختلاف رہا ہے نہایہ میں ذخیرہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حرام کے ذریعہ سے شفاء حاصل کرنا جب کہ یہ معلوم ہو کہ اس میں شفاء ہے اور کوئی دوسری دوا معلوم نہ ہو تو یہ جائز ہے (البحر الرائق جلد ا صفحہ ۱۱۶)

"واللہ ولی التوفیق وبیدہ ازمة التحقیق"

فضل محمد غفرلہ یوسف زئی حال مقیم کراچی

کل ان شاء اللہ تعالیٰ عمرہ کا ایک مختصر سفر ہے

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

آج مؤرخہ ۵ رمضان ۱۴۳۴ ان صفحات کی تصحیح مسجد نبوی کے سامنے میدان میں عصر کے بعد کر رہا ہوں۔الحمدللہ۔

باب القصاص

قصاص کا بیان

قال اللہ تعالیٰ ﴿یا یھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی﴾ (بقرہ ۱۷۸)
وقال اللہ تعالیٰ ﴿ولکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب لعلکم تتقون﴾ (بقرہ ۱۷۹)
قص یقص باب نصر ینصر سے قصا کاٹنے کے معنی میں ہے "قص الشعر" یعنی قینچی سے بال کاٹ دینے اور اسی باب سے اگر مصدر "قصصا" آجائے تو کسی کے نشانات قدم پر پیچھے پیچھے چلنے کو کہا جاتا ہے اور بیان دینے کے معنی میں بھی آتا ہے البتہ "صلہ" لانے سے فرق ہو جاتا ہے "قص اثرہ" یہ پیچھے چلنے کے ساتھ خاص ہے جیسے "فارتدا علی آثارھما قصصا" اور "قص الخبر قصصا" یہ خبر دینے کے ساتھ خاص ہے جیسے ﴿وقص علیہ القصص﴾

☆ ﴿نحن نقص علیک احسن القصص ﴾ ''اقص الامیر فلانا من فلان '' یہ بدلہ اور انتقام لینے کے معنی میں ہے اور ﴿والجروح قصاص ﴾ مساوات اور برابری کے معنی میں ہے شرعی قصاص میں کاٹنے اور پیچھے چلنے کا مفہوم پڑا ہے کیونکہ مقتول کا وارث بدلہ لینے کی غرض سے قاتل کے پیچھے پیچھے جاتا ہے تاکہ اس پر قابو پا کر اسے اسی طرح کاٹ کر رکھے جیسا کہ اس قاتل نے مقتول کو کاٹ کر رکھدیا تھا یہیں سے اس میں مساوات کا مفہوم بھی آ گیا لہذا لغوی طور پر بھی قصاص میں بدلہ لینے، مساوات، قاتل کی تلاش اور اسے کاٹنے کا مفہوم موجود ہے اور اصطلاح شرع میں قصاص کی تعریف اس طرح ہے۔

''القصاص ھو ان یفعل بالفاعل مثل ما فعل ''یعنی قاتل یا جارح کے ساتھ وہی کچھ کرنا جو اس نے کیا ہے۔اسلامی عادلانہ نظام میں قصاص صرف قتل عمد میں ہوتا ہے اس لیے یہاں قتل کی اقسام بیان کرنا ضروری ہے۔

قتل کی اقسام

شریعت مطہرہ نے جس قتل کو ناجائز قرار دیا ہے اس کی پانچ قسمیں ہیں

(۱) قتل عمد، یہ وہ قتل ہے کہ جان بوجھ کر کسی کو دھار والی چیز یا بندوق سے مارا جائے۔

(۲) قتل شبہ عمد، یہ وہ قتل ہے کہ جان بوجھ کر کسی غیر قاتل آلہ سے مارا جائے۔

(۳) قتل خطاء، اس کی دو صورتیں ہیں اول قتل خطاء فی القصد ہے یہ وہ قتل ہے کہ دور سے کسی چیز کو دیکھا خیال کیا کہ یہ شکار ہے اس کی طرف تیر پھینکا یا اس پر گولی چلا دی وہ حقیقت میں آدمی تھا وہ گولی لگنے سے مر گیا۔

دوم قتل خطاء فی الفعل ہے کہ گولی نشانہ پر ماردی مگر ہاتھ اچک گیا یا گولی اچک کر آدمی کو جا لگی اور وہ مر گیا یہ دونوں صورتیں قتل خطاء کی ہیں۔

(۴) جاری مجرای خطاء، یعنی قائم مقام خطاء، یہ وہ قتل ہے کہ مثلاً کوئی آدمی چارپائی وغیرہ پر سویا ہوا ہو اور سوتے میں پلٹ کر کسی پر آ کر آ گیا اور وہ اس سے مر گیا۔

(۵) قتل تسبب، اس کی صورت یہ ہے کہ کسی آدمی نے دوسرے کی زمین میں کنواں کھودا وہاں کوئی جا کر گر گیا اور مر گیا اور یہ قتل کا اقسام کی یہ تعریفات امام ابوحنیفہ کے مسلک پر ہیں دیگر ائمہ کی تعریفات میں کچھ فرق ہے۔

موجبات قتل

مندرجہ بالا قتل کی اقسام میں ہر قسم کے لیے الگ الگ احکامات اور موجبات ہیں چنانچہ:

(۱) قتل عمد کا موجب ایک تو گناہ کبیرہ ہے دوسرا قصاص ہے اور تیسرا مقتول کی میراث سے قاتل کا محروم ہونا ہے۔

(۲) قتل شبہ عمد کی وجہ سے گناہ ہوتا ہے قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے قاتل پر کفارہ لازم آتا ہے یعنی غلام آزاد کرنا یا دو ماہ کے

روزے رکھنا اور دیت مغلظہ ادا کرنا ہے جو قاتل کے عاقلہ پر آئے گی۔

(۳) قتل خطاء، اور جاری مجرای خطاء کی وجہ سے قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوجاتا ہے، قاتل پر کفارہ آتا ہے اور قاتل کے عاقلہ پر دیت آتی ہے اس میں گناہ نہیں ہے ہاں بے احتیاطی کا جرمانہ کفارہ ہے۔

(۴) قتل تسبب میں عاقلہ پر دیت آتی ہے۔

قصاص کا حق کس کو ملے گا

یہ بات یاد رکھیں کہ قصاص صرف قتل عمد میں ہوتا ہے قتل شبہ عمد یا قتل خطاء یا جاری مجرای خطاء میں قصاص نہیں ہے نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ قصاص کا حق اگرچہ مقتول کے ورثاء کا ہے لیکن قصاص کا نافذ کرنا اور اس کی تنفیذ کا حق ورثاء کو حاصل نہیں بلکہ نافذ کرنے کا حق حکومت وقت کو حاصل ہے کیونکہ اگر ہر شخص ذاتی طور پر قصاص لینا شروع کردے تو امن کے بجائے بدامنی پھیل جائے گی کیونکہ مقتول کے ورثاء غصہ سے مغلوب ہوکر حدود قصاص سے تجاوز کرسکتے ہیں نیز قصاص کرنے کی تفصیلات اور اس کے واجب ہونے کے باریک نکات اتنے زیادہ ہیں کہ ہر شخص اس کے ادراک سے قاصر و عاجز ہے اس لیے اسلامی عدالت کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے باقی دنیا کا موجودہ پھانسی کا نظام قصاص نہیں ہے۔

نیز یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ قصاص کرنا لوگوں کی زندگی کی بقاء اور حفاظت کا ذریعہ ہے کیونکہ ایک جان کے قصاص ہوجانے سے کئی کئی جانوں کو تحفظ فراہم ہوجاتا ہے سعودی حکومت میں صرف قصاص کا نظام نافذ ہے جس کی وجہ سے وہاں مکمل امن وامان ہے قصاص کے سوا وہاں شرعی حدود کا نفاذ نہیں ہے افغانستان میں طالبان کی اسلامی خلافت کے دور میں جب حدود و قصاص کا نفاذ تھا تو وہاں کس طرح مثالی امن قائم تھا؟ حدود اور قصاص میں فرق کا بیان ان شاء اللہ کتاب الحدود میں آئے گا۔

باب ثبوت القصاص بالمثقل

قتل بالمثقل سے قصاص ثابت ہے

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۳۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ يَهُودِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً عَلَى أَوْضَاحٍ لَهَا، فَقَتَلَهَا بِحَجَرٍ، قَالَ: فَجِيءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَبِهَا رَمَقٌ، فَقَالَ لَهَا: أَقَتَلَكِ فُلَانٌ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا، ثُمَّ قَالَ لَهَا الثَّانِيَةَ، فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا، ثُمَّ سَأَلَهَا الثَّالِثَةَ، فَقَالَتْ: نَعَمْ، وَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا، فَقَتَلَهُ رَسُولُ

اللہ ﷺ بَیْنَ حَجَرَیْنِ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے چاندی کے چند بازو بند کی وجہ سے ایک لڑکی کو قتل کر دیا، اسے پتھر مارا، وہ نبی ﷺ کے پاس لائی گئی تو اس میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی، آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ کیا تجھے فلاں نے قتل کیا ہے؟ اس نے سر کے اشارہ سے کہا کہ نہیں! آپ ﷺ نے دوسری بار پوچھا کہ فلاں نے قتل کیا ہے؟ اس نے سر کے اشارہ سے کہا کہ نہیں۔ پھر تیسری مرتبہ پوچھا تو اس نے سر کے اشارہ سے کہا کہ ہاں! چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس (یہودی کو) دو پتھروں کے درمیان کچل کر قتل کر دیا۔

تشریح:

''ان یھودیا '' یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ یہودی کون تھا اور اس کا نام کیا تھا ''قتل جاریۃ '' یعنی ایک مسلمان لڑکی کو قتل کیا یہ لڑکی انصار مدینہ سے تعلق رکھتی تھی ''اوضاح'' یہ جمع ہے اس کا مفرد وضح ہے یہ ایک زیور کا نام ہے جو عموماً چاندی سے بنایا جاتا ہے گویا بازو میں پہننے والا کوئی زیور تھا جس کو بازو بند کہتے ہیں شاید ''مٹے'' یا ''وتے'' تھا یہ دونوں نام پشتو کے ہیں۔ ''فاشارت '' یعنی وہ لڑکی زخمی ہونے کی وجہ سے بات نہیں کر سکتی تھی تو صحابہ نے ان سے پوچھا کہ تجھے کس نے مارا ہے آیا فلاں نے مارا ہے یا فلاں نے مارا ہے؟ جب اس یہودی کا نام لیا گیا جس نے مارا تھا تو لڑکی نے سر کے اشارہ سے بتادیا کہ ہاں اس یہودی نے مارا ہے اس پر یہودی کو قصاص میں قتل کر دیا گیا جب کہ اعتراف جرم اس نے کر لیا تھا۔ اس حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوگئی کہ اگر کسی مرد نے عورت کو قتل کر دیا تو عورت کے قصاص میں مرد کو قتل کیا جائے گا۔ ''بحجر '' یعنی اس یہودی لڑکے نے پتھر سے اس لڑکی کا سر کچل دیا تھا۔

اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو بھاری پتھر سے مار کر قتل کر دیا تو قاتل قتل عمد کا مرتکب ہوگا اور اس سے قصاص لیا جائے گا اس مسئلہ کو قتل بالمثقل کہتے ہیں اور اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ آیا اس میں قصاص ہے یا دیت ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور فقہاء کرام اور صاحبین فرماتے ہیں کہ قتل بالمثقل موجب قصاص ہے اور یہ قتل عمد ہے جس طرح اس حدیث میں بھاری پتھر سے یہودی نے ایک لڑکی کو مار کر شہید کر دیا اور اس سے قصاص لیا گیا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قتل بالمثقل شبہ عمد ہے اور شبہ عمد میں دیت ہے قصاص نہیں ہے۔

دلائل:

جمہور نے زیر نظر حضرت انس کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو اپنے مدعا میں واضح ہے امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

"الا ان دیة الخطاء شبه العمد ما کان بالسوط والعصاء" (ابوداؤد)

امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں لاٹھی میں کوئی فرق نہیں کہ وہ موٹی ہو یا چھوٹی ہو تو اس سے قتل بالمثقل کا ضابطہ حاصل ہو گیا، ائمہ احناف نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے الفاظ یہ ہیں" من قتل فی عمیة فی رمی یکون بالحجارة او جلد بالسیاط او ضرب بعصا فهو خطأ وعقله عقل الخطاء " (ابوداؤد)

کہا جاتا ہے کہ لغت کے امام ابوالعلاء ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ سے ملے اور پوچھا کہ اگر کسی نے کسی شخص کو بہت بڑے پتھر سے مار کر قتل کر دیا تو کیا وہ بھی شبہ عمد ہوگا؟

امام صاحب نے فرمایا ہاں "ولو ضرب باباقبیس "بعض ناواقف حضرات نے اس ترکیب پر اعتراض کیا کہ قاعدہ کے مطابق۔ "ولو ضرب بابی قبیس" ہونا چاہیے لیکن یہ اعتراض دو وجہ سے غلط ہے ایک تو اس لیے کہ اسماء ستہ مکبرہ میں کئی لغات آتی ہیں یہ لغت بھی فصیح عربی میں آئی ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ امام صاحب نے اہل کوفہ کی لغت پر بات کی ہے اور اہل کوفہ اسی طرح پڑھتے ہیں شاعر کہتا ہے

ان اباها وابا اباها　　　قد بلغا فی المجد غایتاها

عام عربی لغت کے مطابق "وابا ابیها" کا لفظ ہونا چاہیے تھا۔

جواب

جمہور کے مستدل زیر بحث حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ قصاص سیاست پر محمول تھا قاعدہ اور ضابطہ کے مطابق یہاں قصاص نہیں تھا سیاست کا قاعدہ تمام فقہاء کے نزدیک مسلم ہے بعض علماء نے تصنیفات لکھدی ہیں مثلاً علامہ عبدالبر بن شحنہ نے لسان الاحکام کے نام سے کتاب لکھی ہے علامہ ابن تیمیہ نے السیاسۃ الشرعیہ کے نام سے کتاب لکھی ہے۔

دوسرا جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ یہ شخص قطاع الطریق تھا اس نے لڑکی کے کنگن چھین لئے تھے اور اس نے نقض عہد بھی کیا تھا تو یہ قطاع الطریق کی سزا تھی بہر حال جمہور کی دلیل واضح تر ہے اور صاحبین بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔

مساوات فی القصاص

اس زیر بحث حدیث سے امام شافعی اور امام مالک نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ قتل اور قصاص میں مساوات فی الفعل ضروری ہے یعنی پتھر

سے قتل کا بدلہ پتھر سے لیا جائے گا زہر کا بدلہ زہر سے لاٹھی کا لاٹھی سے اور گولی سے مارنے کا بدلہ گولی مارنے سے لیا جائے گا تاکہ مساوات قائم رہے اور امام ابوحنیفہ اور ایک قول میں احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ قصاص میں مساوات فی العمل ضروری نہیں ہے بلکہ قصاص تلوار کے ذریعہ سے متعین ہے۔

دلائل

شوافع اور مالکیہ حضرات نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ پتھر سے مارنے کا بدلہ پتھر سے مار کر لیا گیا۔ احناف وحنابلہ لا قود الا بالسیف کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور شوافع حضرات نے جس عمل سے استدلال کیا ہے وہ سیاست پر محمول ہے تاکہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ عبرت حاصل ہو جائے۔

۴۳۵۹۔ وحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَفِي حَدِيثِ ابْنِ إِدْرِيسَ: فَرَضَخَ رَأْسَهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ اس سند سے بھی مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔ ابن ادریس کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا۔

۴۳۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ قَتَلَ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى حُلِيٍّ لَهَا، ثُمَّ أَلْقَاهَا فِي الْقَلِيبِ، وَرَضَخَ رَأْسَهَا بِالْحِجَارَةِ، فَأُخِذَ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ حَتَّى يَمُوتَ، فَرُجِمَ حَتَّى مَاتَ،

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود کے ایک آدمی نے ایک انصاری لڑکی کو اس کے کچھ زیور کی خاطر قتل کر کے اس کی لاش کو ایک خشک کنویں میں ڈال دیا اور پتھروں سے اس کا سر کچل دیا، پھر وہ پکڑا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے چنانچہ اسے سنگسار کیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

۴۳۶۱۔ وحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

حضرت ایوب رحمہ اللہ مذکورہ بالا روایت ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۳۶۲ ـ وحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَارِيَةً وُجِدَ رَأْسُهَا قَدْ رُضَّ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَسَأَلُوهَا مَنْ صَنَعَ هَذَا بِكِ؟ فُلَانٌ؟ فُلَانٌ؟ حَتَّى ذَكَرُوا يَهُودِيًّا، فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ فَأَقَرَّ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا ہوا پایا گیا، اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا؟ فلاں نے؟ فلاں نے؟ یہاں تک کہ اس یہودی کا ذکر کیا تو اس نے سر کے اشارہ سے بتلایا (کہ ہاں وہی شخص ہے) چنانچہ یہودی کو پکڑ آ گیا تو اس نے (اپنے جرم کا) اقرار کرلیا، رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کا سر بھی پتھروں سے کچلا جائے۔

تشریح:

"ان یرض" رض یرض نصر ینصر سے ہے پتھر سے مار مار کر سر کے کچلنے کو کہتے ہیں اسی معنی میں اس سے پہلے لفظ "فرضخ" استعمال کیا گیا ہے اس کا معنی بھی یہی ہے ایک حدیث میں "فقتلہ بین حجرین" کا لفظ آیا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے بہر حال جو عمل اس یہودی نے اس مسلمان لڑکی کے ساتھ کیا تھا آنحضرت نے قصاص میں ان کے ساتھ اسی طرح معاملہ کیا یہ جزاء العمل بمثل الفعل کے قبیل سے ہے جو مساوات فی القصاص کا ایک نمونہ ہے۔

باب حکم الصائل علی نفس الانسان او عضوہ

کسی کی جان یا عضو پر حملہ کرنے والے کا حکم

اس باب میں امام مسلمؒ نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۳۶۳ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَاتَلَ يَعْلَى بْنُ مُنْيَةَ أَوِ ابْنُ أُمَيَّةَ رَجُلًا، فَعَضَّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ فَمِهِ، فَنَزَعَ ثَنِيَّتَهُ وقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: ثَنِيَّتَيْهِ فَاخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيَعَضُّ أَحَدُكُمْ كَمَا يَعَضُّ الْفَحْلُ؟ لَا دِيَةَ لَهُ"

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یعلی بن منیہ یا ابن امیہ نے ایک شخص سے لڑائی کی، دونوں میں سے ایک نے دوسرے کو کاٹ لیا، اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا تو کاٹنے والے کے سامنے کے دانت بھی باہر آ گئے۔ دونوں صحابی یہ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا کہ: تم میں سے کوئی کیا اس طرح (دوسرے کا ہاتھ) چباتا رہیگا جیسے کہ اونٹ چباتا ہے، اس کی کوئی دیت نہیں۔

تشریح:

''قاتل یعلی بن منیة'' حضرت یعلیٰؓ شان والے صحابی ہیں ان کی والدہ کا نام منیہ ہے اور والد کا نام امیہ ہے تو کسی نے والدہ کی طرف منسوب کیا ہے کسی نے والد کی طرف منسوب کیا ہے کوئی فرق نہیں ہے۔

''رجلا'' یعنی حضرت یعلی نے کسی انسان کا ہاتھ دانتوں میں دبا کر کاٹنا شروع کیا آیندہ روایت میں حضرت یعلی نے اپنا قصہ خود سنایا ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر یہ واقعہ پیش آیا کہ میرا ایک مزدور تھا اس کا کسی شخص سے جھگڑا ہوگیا تھا شارحین لکھتے ہیں کہ اصل قصہ یہ ہے کہ حضرت یعلی نے اپنے اس نوکر کے ہاتھ کو منہ میں دبا کر کاٹنا شروع کردیا نوکر نے زور سے ہاتھ چھڑالیا تو حضرت یعلی کے سامنے دو دانتوں میں سے ایک گر گیا حضرت یعلی نے آنحضرت کے سامنے شکایت کی آنحضرت نے اس کے دانت کو رائیگاں قرار دیا اور فرمایا کہ کیا وہ شخص اپنے ہاتھ کو تیرے منہ میں چبانے کے لیے چھوڑ دیتا کہ تم اونٹ کی طرح اس کو چباتے جاتے لامحالہ اس کو کھینچنا تھا لہذا وہ حق بجانب ہے، اس روایت کے بیان کرنے میں راویوں نے مختلف الفاظ ادا کیے ہیں اس لیے علامہ نوویؒ نے اس کو دو قصوں پر حمل کیا ہے مگر یہ تاویل بے جا ہے، علامہ قرطبی نے یہ کوشش کی ہے کہ حضرت یعلی نے کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا وہ تو شان والے صحابی ہیں لیکن شارحین کہتے ہیں کہ انسان کو غصہ آجاتا ہے اس میں کوئی بُعد نہیں ہے جب احادیث میں تصریح موجود ہے تو بعید سمجھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

''عض بعض'' دانتوں سے کاٹنے کو کہتے ہیں ''ثنیته'' سامنے کے چار دانتوں کو ثنایا کہتے ہیں راجح یہ ہے کہ ایک دانت گرا تھا۔

''الفحل'' جوان اونٹ پر بولا جاتا ہے ''یقضم'' سمع سے ہے دانتوں میں پکڑ کر چبانے کو کہتے ہیں ''فاستعدی'' حاکم کے پاس مقدمہ لے جانے کو کہتے ہیں تاکہ وہ مدد فراہم کرے۔

۴۳۶۴ - وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ يَعْلَى، عَنْ يَعْلَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت بیان فرماتے ہیں۔

۴۳۶۵ - حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَجُلًا عَضَّ ذِرَاعَ رَجُلٍ فَجَذَبَهُ، فَسَقَطَتْ ثَنِيَّتُهُ، فَرُفِعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبْطَلَهُ، وَقَالَ: أَرَدْتَ أَنْ تَأْكُلَ لَحْمَهُ؟

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے دوسرے کے بازو پر کاٹ لیا، اس نے بازو کھینچا تو کاٹنے والے کے سامنے کے دانت بھی گر گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معاملہ لے جایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لغو قرار

دیا اور (کاٹنے والے سے) فرمایا کہ ''تو اس کا گوشت کھانا چاہتا تھا''۔

٤٣٦٦ ۔ حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ بُدَيْلٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، أَنَّ أَجِيرًا لِيَعْلَى بْنِ مُنْيَةَ عَضَّ رَجُلٌ ذِرَاعَهُ، فَجَذَبَهَا فَسَقَطَتْ ثَنِيَّتُهُ، فَرُفِعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَبْطَلَهَا، وَقَالَ: أَرَدْتَ أَنْ تَقْضَمَهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ؟

حضرت صفوان بن یعلی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (ایک جھگڑے کے دوران) یعلی بن منیہ کے غلام کا بازو کاٹ لیا، اس نے اسے کھینچا تو کاٹنے والے کے سامنے کے دانت گر گئے، معاملہ نبی ﷺ کے پاس لیجایا گیا تو آپ ﷺ نے اسے لغو قرار دیا اور فرمایا کہ ''تیرا ارادہ تھا کہ تو اس کو چبالیتا جیسا کہ سانڈ چبالیتا ہے''۔

٤٣٦٧ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ، حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ، فَانْتَزَعَ يَدَهُ، فَسَقَطَتْ ثَنِيَّتُهُ أَوْ ثَنَايَاهُ، فَاسْتَعْدَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا تَأْمُرُنِي؟ تَأْمُرُنِي أَنْ آمُرَهُ أَنْ يَدَعَ يَدَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ؟ ادْفَعْ يَدَكَ حَتَّى يَعَضَّهَا، ثُمَّ انْتَزِعْهَا؟

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے آدمی کے ہاتھ پر کاٹ لیا، دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت گر پڑے، اس نے رسول اللہ ﷺ سے فریاد کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: تو مجھ سے کیا چاہتا ہے، تو یہ چاہتا ہے کہ میں اسے کہوں کہ وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں چھوڑ دے اور تو اسے سانڈ کی طرح چباتا جائے اچھا (یوں کر کہ) اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دے اور وہ اسے چبائے تو اپنا ہاتھ کھینچ لے۔ (مقصد حکم دینا نہیں بلکہ اس کے اپنے فعل کی شناعت کرنا ہے کہ تو ایسا ہرگز نہیں کرے گا کہ اپنا ہاتھ اس کے منہ میں چھوڑ دے تو وہ کیسے چھوڑ دیتا ہے)۔

٤٣٦٨ ۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ مُنْيَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَقَدْ عَضَّ يَدَ رَجُلٍ، فَانْتَزَعَ يَدَهُ، فَسَقَطَتْ ثَنِيَّتَاهُ يَعْنِي الَّذِي عَضَّهُ قَالَ: فَأَبْطَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: أَرَدْتَ أَنْ تَقْضَمَهُ كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ؟

حضرت یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی حاضر خدمت ہوا جس نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹا تھا اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دو دانت گر گئے تھے یعنی جس نے کاٹا تھا۔ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو لغو قرار دیا اور فرمایا: کہ تم اس کو اونٹ کی طرح کاٹنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

۴۳۶۹ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ قَالَ: وَكَانَ يَعْلَى يَقُولُ: تِلْكَ الْغَزْوَةُ أَوْثَقُ عَمَلِي عِنْدِي فَقَالَ عَطَاءٌ: قَالَ صَفْوَانُ، قَالَ يَعْلَى: كَانَ لِي أَجِيرٌ فَقَاتَلَ إِنْسَانًا، فَعَضَّ أَحَدُهُمَا يَدَ الْآخَرِ قَالَ: لَقَدْ أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ أَيُّهُمَا عَضَّ الْآخَرَ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِّ، فَانْتَزَعَ إِحْدَى ثَنِيَّتَيْهِ، فَأَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ،

حضرت صفوان بن یعلی رضی اللہ عنہ اپنے والد یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ غزوۂ تبوک میں جہاد کیا۔ یعلیؓ کہا کرتے تھے کہ یہ جہاد میرے نزدیک میرے اعمال میں سب سے زیادہ قابل بھروسہ ہے (کہ اللہ کے یہاں یہ عمل ضرور قبول ہوگا)۔ فرماتے ہیں کہ میرا ایک ملازم تھا اس نے ایک شخص سے لڑائی جھگڑا کیا اور لڑائی میں ایک نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ لیا۔ عطاء کہتے ہیں کہ صفوان نے مجھے بتلایا تھا کہ کسی نے کسی کا ہاتھ کاٹا۔ جس کے ہاتھ کاٹا تھا اس نے کاٹنے والے کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دو دانتوں میں سے ایک گر گیا، دونوں نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے اس کے دانت کو لغو قرار دیا۔ (اور دیت نہیں دلوائی)۔

تشریح:

"اوثق عملی "یعنی غزوۂ تبوک میں جانے کا ثواب میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل اعتماد ثواب ہے کیونکہ اس میں شدید مشقتوں کو برداشت کرنا پڑا اور اخلاص کے ساتھ کئی چیزوں کی قربانی دینی پڑی۔ "فقاتل انسانا "حضرت یعلیؓ نے نوکر کے جھگڑے کا ذکر کیا ہے مگر اپنا نام نہیں لیا کہ اس کا جھگڑا میرے ساتھ ہوا اور میں نے اس کا ہاتھ دانتوں میں دبا دیا حضرت عطاء راوی کا کہنا ہے کہ میرے استاد صفوان نے نام لیکر بتایا تھا کہ کس نے کس کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا "المعضوض "اسم مفعول کا صیغہ ہے یعنی جس کا ہاتھ دانتوں میں دبا دیا گیا تھا اس نے ہاتھ کو چھڑانے کے لیے کھینچا تو کاٹنے والے کا ایک دانت یا دو دانت گر گئے "فی العاض "لفظ فی مشدد ہے یہ فم کے معنی میں ہے "ادفع یدک "گزشتہ ایک حدیث میں یہ لفظ گزرا ہے یہ امر کا صیغہ ہے مگر استفہام انکاری کے طور پر ہے یعنی تم اپنا ہاتھ اس کے منہ میں رکھ لو۔

۴۳۷۰ـ وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے مذکورہ بالا روایت ہی کی مثل اس طریق سے روایت منقول ہے۔

باب اثبات القصاص فی الأسنان

دانتوں میں قصاص ثابت ہے

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے

۴۳۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أُخْتَ الرُّبَيِّعِ، أُمَّ حَارِثَةَ، جَرَحَتْ إِنْسَانًا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْقِصَاصَ، الْقِصَاصَ، فَقَالَتْ أُمُّ الرَّبِيعِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُقْتَصُّ مِنْ فُلَانَةَ؟ وَاللهِ لَا يُقْتَصُّ مِنْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: سُبْحَانَ اللهِ يَا أُمَّ الرَّبِيعِ، الْقِصَاصُ كِتَابُ اللهِ، قَالَتْ: لَا، وَاللهِ لَا يُقْتَصُّ مِنْهَا أَبَدًا، قَالَ: فَمَا زَالَتْ حَتَّى قَبِلُوا الدِّيَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ربیع کی بہن ام حارثہ نے ایک آدمی کو زخمی کر دیا (اور اس کے دانت توڑ دیئے) وہ اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: قصاص، قصاص۔ ربیع کی ماں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا فلانہ (ام حارثہ) سے قصاص لیا جائے گا؟ اللہ کی قسم! اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: سبحان اللہ! اے ام ربیع قصاص لیا جائے گا یہ اللہ کی کتاب کا فیصلہ ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ نہیں اللہ کی قسم! اس سے کبھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ مسلسل یہی کہتی رہیں حتی کہ متاثرین نے دیت کو قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا فرماتا ہے۔

تشریح:

"ان اخت الربیع" یہاں جو ربیع کا لفظ ہے تو اس میں را پر ضمہ ہے با پر زبر ہے اور ی مشددہ ہے یہ ربیع کی بہن اس حدیث میں ام الربیع کا لفظ بھی ہے اس میں را پر زبر ہے با پر زیر ہے اور یا پر سکون ہے یہ دو الگ الگ خواتین ہیں۔

سوال: امام مسلم کی بیان کردہ اس حدیث میں اور امام بخاری کی بیان کردہ حدیث میں کئی جگہ میں تضاد و مخالفت ہے امام بخاری کی روایت میں ہے کہ دانت توڑنے والی خاتون خود ربیع ہے اور امام مسلم کی اس روایت میں ہے کہ دانت توڑنے والی خاتون ربیع کی بہن ہے جو ام حارثہ ہے۔ دوسرا تعارض یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت میں دانت توڑنے کا ذکر ہے جب کہ امام مسلم کی زیر بحث روایت میں زخمی کرنے کا ذکر ہے تیسرا تعارض یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت میں قسم کھانے والا انس بن نضر ہے جب کہ امام مسلم کی روایت میں قسم

کھانے والی ام الربیع ہے، ان تغیرات اور تضادات کا جواب کیا ہے؟

جواب: ان تضادات کا ایک جواب یہ ہے کہ محدثین نے امام بخاری کی روایت کو محفوظ قرار دیا ہے لہذا وہی راجح ہے۔

دوسرا جواب علامہ کرمانی اور علامہ نووی نے دیا ہے کہ یہ تعدد واقعہ پر محمول ہے یہ جواب کمزور ہے۔

تیسرا جواب ہر تعارض اور ہر ہر شق سے اس طرح دیا گیا ہے کہ پہلے تعارض میں اخت الربیع کا لفظ کاتب کی غلطی ہے اصل میں یہ لفظ اخت الربیع ہے یعنی انس کی بہن ربیع نے دانت توڑ دیا ہے تو دونوں روایتوں میں ربیع ہی کا ذکر ہے۔

دوسرے تعارض کا جواب یہ ہے کہ قسم کھانے والا انس بن نضر ہی ہے ام الربیع کا ذکر کسی راوی سے وہم ہو گیا اور اس نے خلط ملط کر دیا۔

اس حدیث سے جمہور کا مسلک ثابت ہو جاتا ہے کہ اعضاء کے بدلے میں اعضاء کا قصاص بھی ہوگا، احناف کے ہاں اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نفس کے بدلے نفس ہے اور قصاص ہے اور اعضاء کے بدلے اعضاء میں دیت ہے قصاص نہیں ہے۔

احناف کے ہاں نفس کے بدلے میں نفس کا قصاص ہے خواہ مرد ہو یا عورت ہو لیکن مرد اور عورت کے درمیان اعضاء میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت ہے، زیر بحث حدیث میں واضح طور پر مرد اور عورت میں اعضاء کا قصاص ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں انسان کا لفظ ہے جو مرد پر بولا جاتا ہے تو ام حارثہ نے کسی مرد کا دانت توڑا تھا جس میں قصاص کا حکم دیا گیا۔ اس کا جواب احناف یہ دیتے ہیں کہ انسان کا لفظ مرد اور عورت دونوں پر بولا جاتا ہے لہذا یہاں انسان سے مراد کوئی عورت ہے اور بخاری میں اس کی وضاحت ہے کہ "انہا کسرت ثنیۃ جاریۃ" کہ ام حارثہ نے کسی لڑکی کا دانت توڑ دیا تھا۔

باب ما يباح به دم المسلم

جن اسباب کی وجہ سے مسلمان کا خون گرانا جائز ہو جاتا ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

٤٣٧٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی مسلمان آدمی کا جو اللہ کے علاوہ کسی معبود کے نہ ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہو خون (کرنا) حلال نہیں ہوتا سوائے تین میں

سے کوئی ایک بات کے پائے جانے کی وجہ سے ۱۔ شادی شدہ زنا کا مرتکب ہونا ۲۔ ناحق قتل کرے تو اس کے عوض قتل کیا جائے ۳۔ اپنے دین کو چھوڑنے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی کرنے والا شخص (یعنی مرتد)۔

تشریح:

"التارک لدینہ" یعنی کسی مسلمان کا خون گرانا جائز نہیں ہے مگر تین گناہوں کے ارتکاب سے جائز ہو جاتا ہے پہلا گناہ اور جرم یہ ہے کہ آدمی دین اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جائے اگلی روایت میں "التارک الاسلام" کا لفظ مذکور ہے دونوں لفظوں کے ساتھ المفارق للجماعۃ کا لفظ لگا ہوا ہے یہ صفت کاشفہ ہے الگ خصلت نہیں ورنہ تین خصلتوں کے بجائے چار خصلت بن جائیں گی۔

"الجماعۃ" اس سے مراد مسلمانوں کی جماعت ہے جو اہل حق ہیں جس کو سواد اعظم کہا گیا ہے جو حضرت آدمؑ سے لیکر نبی کریم ﷺ تک اور پھر قیامت تک حق پر قائم جماعت ہے، عرف عام میں اس کو اہل السنۃ والجماعت کے نام سے یاد کرتے ہیں اس سے "جماعت المسلمین" کی جماعت مراد نہیں ہے وہ غلط عقائد کی وجہ سے گمراہ جماعت ہے المفارق للجماعۃ کی صفت کاشفہ کے بڑھانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہم دور ہو جائے کہ صرف اسلام کے چھوڑنے سے آدمی واجب القتل بن جاتا ہے اس لفظ نے بتا دیا کہ اسلام چھوڑنے اور اہل حق کی جماعت چھوڑنے کے علاوہ ضروریات دین سے انکار پر بھی آدمی مرتد ہو جاتا ہے خواہ وہ کوئی بھی سبب ہو۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ "فھو عام فی کل مرتد عن الاسلام بای ردۃ کانت فیجب قتلہ ان لم یرجع الی الاسلام"۔

اس حدیث سے پرویز محمد احمد غامدی پر صریح رد ہو جاتا ہے جو مرتد کی سزا قتل کا انکار کرتا ہے شاید خود مرتد ہے، اس حدیث میں دوسرا آدمی وہ ہے جو شادی شدہ ہو اور وہ زنا کرے تیسرا آدمی وہ ہے جو ناحق قتل کرے

۴۳۷۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

حضرت اعمش رحمہ اللہ سے اس طریق کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۳۷۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَاللَّفْظُ لِأَحْمَدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ، لَا يَحِلُّ دَمُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، إِلَّا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ: التَّارِكُ الْإِسْلَامَ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ أَوِ الْجَمَاعَةَ شَكَّ فِيهِ أَحْمَدُ وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، قَالَ الْأَعْمَشُ، فَحَدَّثْتُ بِهِ إِبْرَاهِيمَ، فَحَدَّثَنِي عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: اس ذات کی قسم! جس

کے علاوہ کوئی معبود نہیں کسی مسلمان آدمی کا خون کرنا جو اللہ کے علاوہ دوسرا معبود نہ ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہو حلال نہیں سوائے تین قسم کے افراد کے ۱۔ اسلام کو ترک کرنے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہونے والا شخص ۲۔ شادی شدہ زنا کار شخص ۳۔ ناحق قتل کے عوض قتل ہونے والا شخص۔ امام اعمش فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے اسی طرح یہ حدیث مروی ہے۔

٤٣٧٥ ـ وحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا، قَالَا: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا نَحْوَ حَدِيثِ سُفْيَانَ، وَلَمْ يَذْكُرَا فِي الْحَدِيثِ قَوْلَهُ: وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ

اس طریق سے بھی مذکورہ بالا روایت ہی کی مثل منقول ہے لیکن اس روایت میں نبی کریم ﷺ کا قول: ''اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' مذکور نہیں۔

باب بيان اثم من سن القتل

قتل کی بنیاد رکھنے والے کا گناہ

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

٤٣٧٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا، إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا، لِأَنَّهُ كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی بھی جان کو ناحق ظلماً قتل نہیں کیا جاتا ہے مگر اس کا گناہ آدمؑ کے پہلے بیٹے (قابیل) کو بھی ہوتا ہے اس لئے کہ وہی پہلا شخص ہے جس نے قتل کی ریت ڈالی۔

تشریح:

''ابن ادم الاول '' لفظ اول صفت ہے ابن کی یعنی آدم علیہ السلام کا پہلا بیٹا۔ اس بیٹے کا نام قابیل تھا اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا اس زمانہ میں حضرت حوا علیہا السلام کی دن میں دو بار ولادت ہوتی تھی اور ایک لڑکا لڑکی صبح میں پیدا ہوتے تھے اور اسی طرح شام میں پیدا ہوتے تھے دو جڑواں بھائی بہن کی شادی ممنوع تھی البتہ صبح کا لڑکا شام میں پیدا ہونے والی لڑکی سے شادی کیا کرتا تھا۔ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ زیادہ خوبصورت تھی اس نے کہا میں اسی سے نکاح کروں گا ہابیل کو نہیں دوں گا چنانچہ اس نے ہابیل کو قتل کر دیا

اور قتل کی بنیاد رکھ دی اب قیامت تک جو شخص بھی قتل کرے گا گناہ میں قابیل برابر کا شریک ہوتا ہے۔

"کِفل" حصہ کو کفل کہتے ہیں اس حدیث سے یہ اسلامی قاعدہ ماخوذ ہے کہ جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کو اس کا اجر ملے گا اور اس عمل کرنے والے کو بھی اجر ملے گا اسی طرح جس شخص نے برا طریقہ ایجاد کیا مثلاً کوئی بری رسم چلا دی یا بدعت کو ایجاد کیا تو جس نے بھی اس پر عمل کیا اس ایجاد کرنے والے کو برابر کا حصہ ملے گا۔

۴۳۷۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ، وَعِيسَى بْنِ يُونُسَ: لِأَنَّهُ سَنَّ الْقَتْلَ، لَمْ يَذْكُرَا أَوَّلَ

ان اسانید سے بھی مذکورہ بالا روایت ہی کی مثل حدیث منقول ہے لیکن اس میں قتل کی ابتداء کا ذکر ہے پہلے ہونے کو بیان نہیں کیا۔

باب اول مایقضی بین الناس یوم القیامۃ فی الدماء

قیامت کے دن سب سے پہلے خون کا مقدمہ آئے گا

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۴۳۷۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَوَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ ،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے روز لوگوں کے درمیان جس چیز کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ خونوں کا ہوگا"۔

تشریح:

"اول ما یقضی یوم القیامۃ" یہاں اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے قتل کا حساب شروع ہوگا اور ترمذی وغیرہ کی دیگر روایات میں نماز کا ذکر ہے کہ نماز کا حساب اور فیصلہ سب سے پہلے ہوگا دونوں روایتوں میں واضح تعارض ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حقوق اللہ میں سب سے پہلے فیصلہ نماز کا ہوگا، قدیم زمانہ کی مسجدوں میں اکثر یہ شعر لکھا ہوتا تھا۔

روز محشر کہ جان گداز بود　　اولین پرسش نماز بود

اور حقوق العباد میں سب سے پہلے فیصلہ دماء اور خون میں ہوگا تو کوئی تعارض نہیں ہے اس تعارض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عبادات میں سب سے پہلے نماز کا قضیہ پیش ہوگا اور معاملات میں سب سے پہلے قتل کا قضیہ اٹھایا جائے گا۔ اس تعارض کا تیسرا جواب یہ ہے کہ "اوامر" اور "مامورات" میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اور منہیات اور امور منہیہ میں سب سے پہلے ناحق خون کا حساب ہوگا۔

۴۳۷۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، ح وحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ، غَيْرَ أَنَّ بَعْضَهُمْ، قَالَ عَنْ شُعْبَةَ: يُقْضَى، وَبَعْضُهُمْ قَالَ: يُحْكَمُ بَيْنَ النَّاسِ

ان اسانید وطرق سے بھی مذکورہ بالا حدیث (کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز لوگوں کے درمیان جس چیز کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ خونوں کا ہوگا) ہی کا معنی ومفہوم منقول ہے۔

باب تغليظ تحريم الدماء والاعراض والاموال

خون گرانے اور عزت واموال کے پامال کرنے کی شدید حرمت کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۳۸۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبٌ شَهْرُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟، قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، فَلَا

تَرْجِعُنَّ بَعْدِی کُفَّارًا أَوْ ضُلَّالًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، أَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ یُبَلَّغُهُ یَکُونُ أَوْعَی لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالَ ابْنُ حَبِیبٍ فِی رِوَایَتِهِ: وَرَجَبُ مُضَرَ، وَفِی رِوَایَةِ أَبِی بَکْرٍ: فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِی

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: "بلاشبہ زمانہ چکر کھا کر اپنی اسی حالت پر ہو گیا جس دن کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا جاہلیت کے زمانہ میں بھی عربوں کے یہاں چار مہینے محترم تھے اور ان میں جنگ نہیں کرتے تھے، لیکن اگر ان مہینوں میں جنگ کرنا پڑ جاتی تو دھوکہ دینے کے لئے کہتے کہ یہ نسئی کا سال ہے اور محرم کی حرمت کو صفر تک مؤخر کر دیتے۔ یعنی یہ کہتے کہ اس سال حرمت صفر کے مہینہ میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس کی تردید فرمائی کہ زمانہ اپنی اصل خلقت پر ہے جو اللہ نے ایام اور مہینوں کی ترتیب رکھی ہے اس میں ردوبدل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ سال بارہ ماہ کا ہوتا ہے ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں ان میں سے تین تو مسلسل ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، جب کہ رجب مضر کا مہینہ ہے جو جمادی (الاخر) اور شعبان کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا: یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے سکوت فرمایا حتی کہ ہمیں خیال ہونے لگا کہ شاید اب اس مہینہ کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ذی الحجہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں! فرمایا کہ پھر یہ شہر کونسا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے سکوت فرمایا حتی کہ ہمیں گمان ہوا کہ شاید آپ اس شہر کا کوئی دوسرا نام لیں گے۔ فرمایا کہ کیا یہ بلدۃ (الحرام، مکہ مکرمہ) نہیں ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں! فرمایا کہ پھر آج کا دن کونسا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ آپ ﷺ اس دن کا کوئی اور نام لیں گے، فرمایا کہ کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ یا رسول اللہ! فرمایا: بلاشبہ تمہارے خون، اور تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تم پر حرام ہیں تمہارے اس دن کی حرمت کی طرح، تمہارے اس شہر کی حرمت کی طرح تمہارے اس مہینہ کی حرمت کی طرح اور عنقریب تم اپنے رب سے جا ملو گے تو وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا، لہٰذا میرے بعد گمراہی کی طرف ہرگز نہ لوٹ جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خبردار! جو موجود ہے اسے چاہئے کہ غائب کو پہنچا دے شاید بعض وہ آدمی جسے یہ پیغام پہنچے وہ اس پیغام کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو، سننے والے سے، پھر فرمایا کہ: کیا میں نے پہنچا دیا؟۔

تشریح:

"ان الزمان استدار کھیئتہ" یعنی زمانہ اپنی اصلی حیثیت اور اصلی ہیئت پر لوٹ کر آ گیا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کے

وقت اس کو رکھا تھا، یہ جملہ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا اب شارحین کے ہاں اس کے مطلب بیان کرنے میں مختلف تشریحات ہیں۔

(۱) علامہ نووی اور ابو عبید نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جاہلیت میں عرب کا یہ دستور تھا کہ جب وہ جنگ کے لیے تیار ہو جاتے اور محرم کا مہینہ ہوتا تو وہ لوگ یہ فیصلہ کر دیتے تھے کہ اس سال محرم کی حرمت صفر میں چلی گئی ہے لہذا محرم میں لڑنا جائز ہے اور صفر میں حرام ہوگا تو وہ لوگ یہ فیصلہ کر دیتے تھے کہ اس سال محرم کی حرمت کو مؤخر کر کے صفر کے مہینے میں ڈالتے تھے اسی کی مذمت قرآن میں ہے کہ ﴿انما النسیء زیادۃ فی الکفر﴾ یعنی محرم کی حرمت کو مؤخر کرنے والے کفر میں کچھ زیادہ ہیں تو حجۃ الوداع کے موقع پر محرم اپنے وقت پر تھا، اسی طرح ذوالحجہ اپنے وقت پر آیا تھا تو آنحضرت نے فرمایا کہ زمانہ اپنے اصلی وقت کی طرف لوٹ کر آیا ہے۔

بہرحال ''نسیء'' یعنی تاخیر کا یہ عمل دو طرح سے ہوتا تھا یا تو محرم کو صفر تک مؤخر کرتے تھے اور صفر کو محرم قرار دیتے تھے اس میں سال کے ایام اور مہینوں میں کوئی خلل نہیں آتا تھا۔ دوسرا طریقہ اس طرح ہوتا تھا کہ وہ لوگ ہر سال میں گیارہ دن بڑھادیتے تھے یا ہر تین سال میں ایک مہینہ بڑھاتے تھے، اس سے سال کے ایام اور مہینوں میں خلل واقع ہو جاتا تھا۔ اس دوسری صورت میں عرب لوگ حج کو آگے پیچھے کر دیا کرتے تھے۔ تینتیس سال کے بعد یہ خلل ختم ہو جاتا تھا اور زمانہ اپنی اصلی حیثیت پر لوٹ کر آجاتا تھا حجۃ الوداع میں ایسا ہی ہو گیا تھا کہ محرم اپنے موقع پر آگیا تھا اور ذوالحجہ اپنے وقت پر آگیا تھا اسی کو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ زمانہ گھوم کر اصلی حالت پر لوٹ آیا ہے مہینوں کے تغیر اور تبدیلی سے متعلق جاہلیت کا ایک شاعر اس طرح فخر کرتا ہے۔

ونحن الناسئون علی معد شهور الحل نجعلها حراما

یعنی معد بن عدنان کی اولاد میں مہینوں کے آگے پیچھے کرنے کی رسم ہم نے جاری کی ہے چنانچہ ہم حلال مہینوں کو حرام بنادیتے تھے' جاہلیت کے ایک اور شاعر نے اپنی سرداری جتانے کے لیے کہا

لهم ناسئ يمشون تحت لوائه يحل اذا شاالشهور ويحرم

یعنی مہینوں کو آگے پیچھے کرنے کے لیے ان کا ایک سردار ہوتا ہے جس کے جھنڈے کے نیچے لوگ لڑائی کے لیے جاتے ہیں وہ جب چاہتا ہے مہینوں کو حلال قرار دیتا ہے یا حرام کر دیتا ہے۔

اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ عرب لوگ جب حج کے موقع پر منیٰ سے واپس لوٹ کر آتے تھے تو بنو کنانہ کا ایک شخص جس کا نام نعیم بن ثعلبہ تھا کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا کہ میں وہ سردار ہوں کہ مجھ میں کوئی عیب نہیں ہے اور نہ کوئی شخص میرے فیصلے کو بدل سکتا ہے اس اعلان کے بعد لوگ ان سے کہتے تھے کہ ''انسئنا شهرا ای اخر عنا حرمة المحرم فاجعلها فی صفر'' اس پر وہ ایسا کرتا تھا،

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کردہ جملے کا دوسرا مطلب کچھ شارحین نے اس طرح بیان کیا ہے چنانچہ یوسف بن عبدالملک نے اپنی

کتاب "تفصیل الازمنة" میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے یہ جملہ مارچ کے مہینہ میں ارشاد فرمایا تھا اور مارچ کے مہینہ میں دن رات کے اوقات برابر ہو جاتے ہیں گویا آنحضرت یہ فرما رہے ہیں کہ اس وقت زمانہ ایسا لوٹ کر آیا ہے کہ دن اور رات کے اوقات مساوی ہو گئے ہیں "فکانه یرید ان المراد من استدارة الزمان الی هیئة اول خلق السموات والارض استوأ الیل والنهار اھ بہرحال یہ مطلب غیر واضح اور بے فائدہ ہے پہلا مطلب واضح اور صحیح ہے۔

کہ "ان الزمان قد استدار کھیئته یوم خلق السموات والارض بمعی ان الحج قد عاد فی ذی الحجة الخ

"ذو القعدة" یعنی بیٹھنے کا مہینہ چونکہ لوگ احترام کی وجہ سے اس مہینہ میں لڑائی سے باز آجاتے تھے اور گھروں میں بیٹھ جاتے تھے اس لیے یہ نام پڑ گیا۔

"ذو الحجة" حج کے واقع ہونے کی وجہ سے اس مہینہ کو حج والا مہینہ کہا گیا۔

"والمحرم" قتال کے حرام ہونے کی وجہ سے اس کو محرم کہا گیا۔

"رجب مضر" یہ ترجیب سے ہے معظم کے معنی میں ہے لوگ اس کی تعظیم کرتے تھے اس لیے اس کا نام رجب پڑ گیا اب بھی پٹھانوں کے ہاں اس کو اللہ تعالیٰ کا مہینہ اور بزرگ مہینہ کہا جاتا ہے۔ مضر کی طرف منسوب ہے کیونکہ بنو مضر رجب کا انتہائی احترام کرتے تھے۔

"جمادی" یہ جمود الماء سے ہے جب اس کا نام پڑ رہا تھا تو سخت سردی کا موسم تھا پانی جم گیا تھا اس لیے یہ نام پڑ گیا، رمضان اور ربیع الاول والثانی کے نام میں بھی زمانہ کا خیال رکھا گیا ہے۔

"وشعبان" یہ تشعب سے ہے پھیلنے کے معنی میں ہے رجب کے بعد جنگوں کے لیے عرب پھیل جاتے تھے اس لیے یہ نام پڑ گیا اسی طرح شوال کو شوال اس لیے کہتے ہیں کہ اس وقت گھوڑوں کے جفتی کا زمانہ تھا شول دم اُٹھا کر بھاگنے کو کہتے ہیں اس لیے اس کا نام شوال پڑ گیا۔

"بین جمادی وشعبان" رجب کا یہ تعین اس لیے کیا گیا کہ کچھ لوگ رمضان یا ربیع الاول وغیرہ کو رجب کہتے تھے تو اس تعین کی ضرورت تھی۔ "ای شهر هذا" سوال یہ ہے کہ اس طرح واضح چیزوں کے سوالات نبی اکرم ﷺ نے کیوں پوچھے؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ بطور اسلوب حکیم ہے تا کہ لوگ خوب متوجہ ہو کر سن لیں۔

"الیس یوم النحر" معلوم ہوا یہ خطبہ دس ذوالحجہ کے دن منیٰ میں آنحضرت نے دیا تھا۔

"کفارا" یہ کفر دون کفر کے طور پر فرمایا اور ممکن ہے کہ قتل کو حلال سمجھنے والے کو کافر کہہ دیا اور ممکن ہے کہ تشدیداً وتغلیظاً ہو "اوعیٰ" اسم تفضیل کا صیغہ ہے زیادہ یاد کرنے کے معنی میں ہے۔

"الغائب" یعنی میرے سامنے جو لوگ موجود ہوں وہ ان لوگوں تک پہنچائیں جو غائب ہیں، الحمد للہ امت میں یہ سلسلہ سلف کے زمانہ سے جاری ہے تبلیغی جماعت کے لوگ کہتے ہیں کہ اس جملہ کے سننے کے بعد صحابہ تبلیغ کے لیے وہیں سے چلے گئے جن کی سواری کا منہ جدھر

کو تھا ادھر کو چلے گئے یہ غلط ہے وہ لوگ احرام میں تھے حج مکمل نہیں ہوا تھا وہ کیسے چلے جاسکتے تھے، سارے صحابہ حضور اکرم کے ساتھ لوٹ کر مدینہ آگئے آج کل جاہلوں کی تبلیغ سے جہالت پھیل رہی ہے۔

۴۳۸۱ ۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ ذَلِكَ الْيَوْمُ قَعَدَ عَلَى بَعِيرِهِ، وَأَخَذَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهِ، فَقَالَ: أَتَدْرُونَ أَيَّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سِوَى اسْمِهِ، فَقَالَ: أَلَيْسَ بِيَوْمِ النَّحْرِ؟ قُلْنَا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سِوَى اسْمِهِ، قَالَ: أَلَيْسَ بِالْبَلْدَةِ؟ قُلْنَا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، قَالَ: ثُمَّ انْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَذَبَحَهُمَا، وَإِلَى جُزَيْعَةٍ مِنَ الْغَنَمِ فَقَسَمَهَا بَيْنَنَا،

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (یوم النحر) کا دن ہوا تو آپ ﷺ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے۔ ایک آدمی نے مہار پکڑ لی، فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ کون سا دن ہے؟ سب نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حتی کہ ہمیں خیال ہوا کہ آپ ﷺ اس دن کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے۔ فرمایا کہ کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا کہ پھر یہ مہینہ کونسا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا یقیناً یا رسول اللہ! فرمایا کہ اچھا یہ شہر کون سا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ (صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ کے ہر سوال کا جواب جاننے کے باوجود اللہ اور رسول کی طرف نسبت کرنا، دربار رسالت ﷺ کے ادب انتہائی خیال کے پیش نظر تھا) حتی کہ ہمیں یہ خیال ہوا کہ شاید آپ ﷺ اس شہر کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے، فرمایا کہ کیا یہ بلدہ حرام (مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا یقیناً یا رسول اللہ! فرمایا کہ: بس بلا شبہ تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزت و آبرو تم پر حرام ہیں .....جیسے کہ تمہارے اس دن (یوم النحر) کی حرمت ہے، تمہارے اس مہینہ (ذی الحجہ) کی حرمت ہے، تمہارے اس شہر مکہ کی حرمت ہے۔ بس چاہئے کہ جو موجود ہے وہ غائب تک پہنچا دے۔ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ دو چتکبرے مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں ذبح کیا اور بکریوں کے ایک ریوڑ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے ہمارے درمیان تقسیم فرمایا۔

تشریح:

"اخذ انسان" اس انسان سے حضرت عمرو بن خارجہؓ مراد ہیں "بخطامہ" مہار اور لگام کو کہتے ہیں زمام کا لفظ بھی مذکور ہے۔

"انکفا" مڑنے اور لوٹنے کے معنی میں ہے "املحین" چتکبرے دنبے کو کہتے ہیں جس میں سیاہی پر سفیدی کچھ غالب ہو۔

"والی جزیعة" ای انکفا الی جزیعة جیم پر ضمہ ہے راء پر فتحہ ہے بکریوں کے چھوٹے سے ریوڑ کو کہتے ہیں اس روایت کے ان جملوں میں ابن عون کو وہم ہو گیا منیٰ کے خطبہ میں یہاں یہ جملے نہیں ہیں کسی اور خطبے کے جملے ہیں جو یہاں درج کیے گئے ہیں۔ امام بخاری نے ان جملوں کو اس خطبہ میں ذکر نہیں کیا ہے۔

۴۳۸۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدٌ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ: عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ ذَلِكَ الْيَوْمُ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعِيرٍ، قَالَ: وَرَجُلٌ آخِذٌ بِزِمَامِهِ أَوْ قَالَ: بِخِطَامِهِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ،

حضرت عبد الرحمن بن ابو بکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ اس دن (حجۃ الوداع) جب نبی کریم ﷺ اونٹ پر بیٹھے اور ایک آدمی آپ ﷺ کے اونٹ کی لگام پکڑنے والا تھا۔ بقیہ روایت حضرت یزید بن زریع کی روایت کردہ حدیث کے مثل بیان فرمائی۔

۴۳۸۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، وَعَنْ رَجُلٍ آخَرَ هُوَ فِي نَفْسِي أَفْضَلُ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، وحَدَّثَنَا قُرَّةُ بِإِسْنَادِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَسَمَّى الرَّجُلَ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ: أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ وَسَاقُوا الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عَوْنٍ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَذْكُرُ وَأَعْرَاضَكُمْ، وَلَا يَذْكُرُ ثُمَّ انْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ وَمَا بَعْدَهُ، وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ: كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: اللَّهُمَّ اشْهَدْ

اس سند سے بھی حدیث بالا منقول ہے۔ لیکن اس روایت میں "تمہاری عزت" اور مینڈھوں کی طرف متوجہ اور مینڈھوں کی قربانی کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ یہ اضافہ ہے کہ: تم اپنے رب سے جا ملو گے۔ کیا میں نے پیغام خدا پہنچا دیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کہ اے اللہ گواہ رہئے۔

باب صحة الاقرار بالقتل والقصاص

قتل کا اقرار کرنا صحیح ہے اور قصاص واجب ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

٤٣٨٤ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا أَبُو يُونُسَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، أَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ، قَالَ: إِنِّي لَقَاعِدٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ يَقُودُ آخَرَ بِنِسْعَةٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذَا قَتَلَ أَخِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَتَلْتَهُ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ لَوْ لَمْ يَعْتَرِفْ أَقَمْتُ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ قَالَ: نَعَمْ قَتَلْتُهُ، قَالَ: كَيْفَ قَتَلْتَهُ؟ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَهُوَ نَخْتَبِطُ مِنْ شَجَرَةٍ، فَسَبَّنِي، فَأَغْضَبَنِي، فَضَرَبْتُهُ بِالْفَأْسِ عَلَى قَرْنِهِ، فَقَتَلْتُهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: هَلْ لَكَ مِنْ شَيْءٍ تُؤَدِّيهِ عَنْ نَفْسِكَ؟ قَالَ: مَا لِي مَالٌ إِلَّا كِسَائِي وَفَأْسِي، قَالَ: فَتَرَى قَوْمَكَ يَشْتَرُونَكَ؟ قَالَ: أَنَا أَهْوَنُ عَلَى قَوْمِي مِنْ ذَاكَ، فَرَمَى إِلَيْهِ بِنِسْعَتِهِ، وَقَالَ: دُونَكَ صَاحِبَكَ، فَانْطَلَقَ بِهِ الرَّجُلُ، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ، فَرَجَعَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكَ قُلْتَ: إِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ، وَأَخَذْتُهُ بِأَمْرِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تُرِيدُ أَنْ يَبُوءَ بِإِثْمِكَ، وَإِثْمِ صَاحِبِكَ؟ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ لَعَلَّهُ قَالَ بَلَى، قَالَ: فَإِنَّ ذَاكَ كَذَاكَ، قَالَ: فَرَمَى بِنِسْعَتِهِ وَخَلَّى سَبِيلَهُ۔

حضرت علقمہ بن وائل بیان کرتے ہیں کہ ان سے ان کے والد (حضرت وائل بن حجرؓ) نے بیان کیا کہ وہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص دوسرے کو ایک تسمہ سے کھینچتا ہوا لایا، اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اس شخص نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے اسے قتل کیا ہے؟ مدعی کہنے لگا کہ اگر یہ اعتراف نہ کرتا تو میں گواہ قائم کرتا۔ اس نے کہا جی ہاں! پوچھا کہ کس طرح قتل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اور وہ ایک درخت سے پتے جھاڑ رہے تھے، اس نے مجھے گالی دے کر غصہ دلایا، میں نے اس کے سر پر کلہاڑی مار کر اسے قتل کر دیا۔ نبی ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تیرے پاس اتنا مال ہے جس کے ذریعہ اپنی جان کو بچانے کے لئے دیت دیدے۔ کہنے لگا کہ میرے پاس سوائے میری چادر اور کلہاڑی کے کوئی اور مال نہیں ہے۔ فرمایا کہ پھر تیرا کیا خیال ہے کیا تیری قوم تجھے خرید لے گی؟ (یعنی تیری طرف سے فدیہ ادا کر کے تجھے بچا لے گی) کہنے لگا کہ میں اپنی قوم کے لئے اس سے زیادہ بے قیمت ہوں، رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر تسمہ مدعی کی طرف پھینکا اور فرمایا کہ اپنے ساتھی کو لے لے (یعنی اب تجھے اختیار ہے جو چاہے کر) مدعی اس آدمی کو لے کر چلا، جب پیٹھ پھیر لی تو رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ: اگر اس نے اسے قتل کر دیا تو یہ بھی اسی جیسا ہوگا (دونوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا اپنا حق وصول کر لینے کی وجہ سے) وہ شخص واپس ہوا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ! مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ اسے قتل کرے گا تو اسی جیسا ہو جائے گا۔ جب کہ میں نے اسے آپ کے حکم سے ہی پکڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ وہ (قاتل) تیرا اور تیرے بھائی کے خون کا گناہ خود ہی سمیٹ لے۔ کہنے لگا اے اللہ کے نبی! واقعی ایسا ہوگا؟ فرمایا: کیوں نہیں (کہنے لگا کہ اگر ایسا ہے تو پھر یہی ٹھیک ہے۔ اور اس نے اس کا تسمہ پھینک دیا اور اس کا راستہ چھوڑ دیا۔

تشریح:

"یقود آخر" قاد یقود کھینچنے کے معنی میں ہے "نسعه" کر کسرہ اور سین کے سکون اور عین کے فتحہ کے ساتھ ہے چمڑے کے تسموں سے بٹی ہوئی رسی کو کہتے ہیں "لانہ لو لم یعترف" یہ جملہ معترضہ ہے مقتول کے ولی کا مقولہ ہے یعنی اگر قاتل اعتراف نہ کرے تو میں گواہ قائم کر دوں گا۔ "نختبط" درخت کے پتوں کے جھاڑنے کو کہتے ہیں۔

"الفاس" کلہاڑی کو کہتے ہیں اس کی جمع فوس ہے "قرنه" قرن سر کے کنارے کو کہتے ہیں مراد کھوپڑی ہے۔

"یشرونک" یعنی تیری طرف سے تیری قوم دیت ادا کر کے تجھے چھڑا سکتی ہے؟

"دونک صاحبک" یہ خطاب ولی مقتول کو ہے کہ جاؤ اپنے قاتل کو پکڑ کر لے جاؤ اور قصاص میں قتل کرو "فهو مثله" یعنی اگر ولی مقتول نے اس قاتل کو قتل کر دیا تو یہ بھی قاتل کی طرح بن جائے گا۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ آنحضرت نے ولی مقتول کو قصاص لینے کی اجازت بھی دیدی اور شریعت کا حکم بھی قصاص تھا پھر آنحضرت نے ولی مقتول کو کیسے قاتل قرار دیا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت نے قاتل کو قصاص سے بچانے کے لیے کچھ مبہم الفاظ استعمال کیے تاکہ وہ بچ جائے اور وہ بچ گیا علامہ نووی فرماتے ہیں آنحضرت کے اس کلام کی ایک تاویل یہ ہے کہ ولی مقتول اور قاتل دونوں ایک جیسے ہو گئے کسی ایک کی دوسرے پر برتری حاصل نہیں ہوئی، اگر ولی مقتول اس قاتل کو معاف کر دیتے تو اس کو بہت بڑا ثواب مل جاتا، لوگ اس کی تعریف کرتے لیکن اگر اس نے اپنا حق پورا لے لیا اور قاتل کو قصاص کر لیا تو پھر ان کو قاتل پر کوئی برتری اور فضیلت حاصل نہیں رہے گی، عدم فضیلت میں دونوں برابر ہو گئے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نفس فعل اور نفس قتل میں اشتراک اسی کے طور پر برابری کے الفاظ ہیں کہ جس طرح اس نے قتل کر دیا ہے اگر ولی مقتول قصاص لے لے تو یہ بھی اس قاتل کی طرح اشتراک اسی میں شریک ہو جائے گا وہ بھی قاتل اور یہ بھی قاتل اگرچہ ایک گناہ ہے اور

دوسرا گناہ نہیں ہے۔

تیسرا جواب شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے دیا ہے کہ یہ آنحضرت کی ذہانت اور ذکاوت کی دلیل ہے کہ آپ نے ایسا لفظ ارشاد فرمایا کہ جس سے ایک شخص کی جان بچ گئی۔

"ان یبوء باثمک" باء یبوء رجوع کے معنی میں ہے آنحضرت نے ولی مقتول سے فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ یہ قاتل تیرے گناہ کے ساتھ اور تیرے مقتول ساتھی کے گناہ کے ساتھ قیامت میں حاضر ہو جائے ولی مقتول نے کہا میں تو چاہتا ہوں۔

"لعله قال بلی" راوی کہتے ہیں کہ شاید ولی مقتول نے کہا کہ ہاں میں چاہتا ہوں۔

"فذاک کذاک" یعنی معاملہ اسی طرح ہے اسی طرح ہوگا تم جب قصاص نہیں لوگے تو قاتل مجرم رہ جائے گا۔

سوال: یہاں سوال ہے کہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ قیامت کے دن قاتل مقتول کے گناہ کو سر پر اٹھا کر آئے گا لیکن ولی مقتول کے گناہ کا بوجھ اس کے سر پر کیسے ڈالا گیا اور کہا گیا کہ تیرا گناہ بھی قاتل اٹھا کر آئے گا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ مقتول کا گناہ تو اس لئے اٹھا کر آئے گا کہ قاتل نے اس کو قتل کر دیا ہے اور اس کے بھائی ولی مقتول کا گناہ اس لئے اٹھا کر آئے گا کہ اس کے بھائی کے قتل کرنے پر اس کو جو صدمہ پہنچا ہے اس پر جو غم سوار ہو گیا اس کا گناہ قاتل پر ڈالا جائے گا۔ شارحین لکھتے ہیں کہ شاید نبی کریم ﷺ کو اس شخص کے حق میں خصوصی طور پر وحی آگئی کہ اس طرح ہوگا کہ تیرے گناہ کو بھی یہ قاتل اٹھائے گا۔ بہر حال آنحضرت ﷺ کی چاہت یہ تھی کہ ولی مقتول قاتل کو معاف کر دے قاتل کی زندگی بچ جائے گی اور ولی مقتول کو ثواب مل جائے گا مگر اس نے انکار کیا تو آنحضرت ﷺ نے ایسا جملہ ارشاد فرمایا کہ ولی مقتول قصاص سے دستبردار ہو گیا، اگلی روایت میں **القاتل والمقتول فی النار** کے الفاظ سے بھی یہی مقصود حاصل کرنا تھا اور مقصود حاصل ہو گیا کہ قاتل کی جان بچ گئی۔

٤٣٨٥ـ **وحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَتَلَ رَجُلًا، فَأَقَادَ وَلِيَّ الْمَقْتُولِ مِنْهُ، فَانْطَلَقَ بِهِ وَفِي عُنُقِهِ نِسْعَةٌ يَجُرُّهَا، فَلَمَّا أَدْبَرَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ، فَأَتَى رَجُلٌ الرَّجُلَ، فَقَالَ لَهُ مَقَالَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَخَلَّى عَنْهُ قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِحَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ فَقَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَشْوَعَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِنَّمَا سَأَلَهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُ فَأَبَى۔

حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک

شخص لایا گیا جس نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا، آپ ﷺ نے وہ قاتل مقتول کے وارث کے سپرد کر دیا قصاص لینے کے لئے۔ قاتل کی گردن میں تسمہ پڑا ہوا تھا، جسے وہ کھینچ رہا تھا، جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے''۔ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اس وارث مقتول کے پاس آیا اور اس سے رسول اللہ ﷺ کی بات بیان کر دی۔ یہ سن کر اس نے قاتل کا راستہ چھوڑ دیا۔ ابن اشوع کی روایت میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس سے معاف کرنے مطالبہ کیا تھا مگر اس نے انکار کر دیا تھا۔

باب دية الجنين ودية قتل الخطاء

عورت کے پیٹ میں بچے کی دیت کا بیان

اس باب میں امام مسلمؒ نے نو احادیث کو بیان کیا ہے

٤٣٨٦ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى، فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا، فَقَضَى فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں کے درمیان لڑائی ہوئی، ایک نے دوسری کو (پیٹ پر) مارا جس سے حمل (جنین) گر گیا، نبی ﷺ نے اس میں ایک غلام یا باندی دینے کا فیصلہ فرمایا۔

تشریح:

''ان امرأتین'' ''ان دونوں عورتوں میں سے ایک کا نام مُلیکہ تھا اور دوسری کا نام ام غطیف تھا دونوں آپس میں سوکنیں تھیں ان کے شوہر کا نام حمل بن مالک بن نابغہ ہذلی تھا ان دونوں عورتوں کا تعلق بھی ہذیل قبیلہ سے تھا آئندہ روایت میں بنولحیان کا ذکر ہے تو کوئی منافات نہیں بنولحیان ہذیل کی شاخ ہے ''فطرحت'' پھینکنے کے معنی میں ہے یعنی اسقاط حمل ہو گیا جنین عورت کے پیٹ میں جب بچہ ہوتا ہے اس کو جنین کہتے ہیں۔ ''بغرۃ'' اس کی تفسیر اسی حدیث میں عبد او امہ سے آگئی ہے اس باب کی اگلی روایات میں تفصیلات ہیں۔

٤٣٨٧ ۔ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لَحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا، بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قُضِيَ عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ، فَقَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا، وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی لحیان کی ایک عورت کے جنین (پیٹ کا حمل) کے معاملہ میں جس کا مردہ حالت میں اسقاط ہو گیا تھا ایک غلام یا باندی دینے کا حکم فرمایا (دیت کے طور پر)

پھر وہ عورت جس کے لئے غرہ (غلام یا باندی) دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا مر گئی، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث تو اس کے بیٹوں اور شوہر کو ملے گی، جب کہ دیت کی ادائے گی قاتلہ کے خاندان والوں پر ہوگی۔

تشریح:

''فی جنین '' جب تک بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس کو جنین کہتے ہیں۔ ''لحیان'' لام پر فتحہ بھی ہے اور کسرہ بھی ہے یہ عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے جو بنو لحیان کے نام سے مشہور ہے آنے والی روایت میں لفظ ہذیل آیا ہے تو کوئی منافات نہیں ہے۔ کیونکہ ہذیل بڑا قبیلہ ہے اور لحیان اس کی ایک شاخ ہے قصہ یہ ہوا کہ ہذیل قبیلہ کی دو عورتیں تھیں ایک کا تعلق لحیان سے تھا یہ دونوں ایک دوسری کی سوکن تھیں ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر یا لاٹھی سے مارا وہ حاملہ تھی اس ضرب سے اس کا بچہ پیٹ میں مر گیا اور حمل ساقط ہو گیا مقدمہ آنحضرت کے پاس آیا آپ نے بچے کی دیت میں ایک غلام یا لونڈی مقرر فرما دی۔

''غـرة '' غرہ گھوڑے کی پیشانی پر سفید داغ کو کہتے ہیں پھر اس کا اطلاق ہر روشن اور واضح چیز پر ہونے لگا یہاں غرہ کا اطلاق غلام اور لونڈی پر ہوا ہے جو روشن مال ہے اور ''عبـــد او امة '' کے الفاظ اسی غرہ کی تفسیر اور وضاحت ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ الفاظ حضور اکرم ﷺ کے اپنے ہیں کسی راوی کی وضاحت نہیں ہے ایک روایت میں ان الفاظ کے ساتھ فرس اور بغل کے مزید الفاظ لگے ہوئے ہیں وہ کسی راوی کی طرف سے ہیں جو وہم پر مبنی ہیں مگر صحیح مسلم میں نہیں ہیں۔ اگر بچہ پیٹ میں مر کر نکل آیا تو یہی حکم ہے اور اگر زندہ پیدا ہو کر پھر اس ضرب سے مر گیا تو اس میں پوری دیت لازم آتی ہے۔

''غرۃ'' پوری دیت کا بیسواں ہوتا ہے جو پانچ صد درہم بنتا ہے جبکہ پوری دیت دس ہزار درہم ہے۔ آنے والی حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت نے غرہ کی یہ دیت عاقلہ پر رکھی اس سے شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ جب دیت عاقلہ پر ہے تو پھر اس شخص کی میراث بھی عاقلہ کو ملنی چاہیے جس کی طرف سے عاقلہ نے دیت بھر کر دی ہے اسی شبہ کو دور کرنے کے لیے حدیث میں یہ الفاظ آئے ''ثـم ان المرأة ''یعنی جس عورت نے جنایت کر کے دوسری عورت کے بچہ کو مار ڈالا تھا وہ خود مر گئی اور اس کی میراث کا مسئلہ پیدا ہوا تو آنحضرت نے میراث کا فیصلہ اس کے وارثوں کے لیے کیا کہ میراث اس عورت کے بیٹوں اور شوہر کو ملے گی اور دیت اس عورت کے عصبہ پر آئے گی یہاں میراث کی تصریح بیٹوں اور شوہر کے لیے اس لئے کی گئی ہے کہ اس عورت کے وارث اس وقت وہی تھے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میراث وارثوں کا حق ہے خواہ کوئی بھی وارث ہو جائے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتلہ عورت مر گئی ہے اور بعد کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت مر گئی جس کے پیٹ میں اس کا بچہ مر گیا تھا پہلے بچہ مر گیا اور بعد میں ماں مر گئی تو اس تفاوت و تعارض کے دو جواب ہیں۔ اول جواب یہ کہ شاید یہ دو الگ الگ واقعے تھے۔ دوسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں ''قضى عليها بالغرة '' کے الفاظ میں علیہا بمعنی لہا ہے یعنی جس عورت کے لیے دیت کا فیصلہ ہوا تھا وہ مر گئی اس طرح باقی روایات سے تعارض نہیں رہے گا۔ عام شارحین نے

علیہا کی ضمیر جانیہ قاتلہ کی طرف لوٹائی ہے اور "قضی" کا صیغہ معروف و مجہول دونوں طرح لکھا ہے۔ ملا علی قاری نے پہلے تو ضمائر کو جانیہ قاتلہ کے ساتھ جوڑ دیا اور بعد میں تحقیق کے دوران لکھا کہ یہ فوت شدہ عورت جانیہ نہیں بلکہ مجنیہ تھی۔

عاقلہ کون لوگ ہیں؟

"علی عصبتها" "ای علی عاقلتها" شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ عقل دیت کو کہتے ہیں دیت کو عقل اس لیے کہا گیا کہ عقل باندھنے کے معنی میں ہے اور دیت دینے والا بھی دیت کے اونٹوں کو لا کر مقتول کے گھر کے پاس باندھ لیا کرتا تھا۔ بعض نے کہا کہ عقل روکنے کے معنی میں ہے جس طرح عقل انسانی میں بھی روکنے اور منع کرنے کا معنی موجود ہے تو دیت کو عقل اس لیے کہا گیا کہ یہ بھی انسان کو قتل وغیرہ جرم سے روکتی ہے اسی مناسبت سے عصبہ اور خاندان کو عاقلہ کہتے ہیں۔

یہاں زیر بحث حدیث میں عصبہ پر دیت کو لازم کر دیا گیا ہے اور بعد میں مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں بھی دیت کا لزوم عصبہ پر رکھا گیا ہے تو اس سے یہ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے کہ آیا آدمی کا عاقلہ اور دیت بھرنے کا ذمہ دار صرف عصبہ اور آدمی کا خاص خونی رشتہ سے منسلک خاندان ہوتا ہے یا عاقلہ دوسرے لوگ بھی بن سکتے ہیں اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک عصبہ ہی عاقلہ ہیں عصبہ کے علاوہ کوئی شخص عاقلہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ائمہ احناف کے ہاں اہل تناصر اور عام مصائب میں ایک دوسرے کے مددگار لوگ بھی عاقلہ میں داخل ہیں حضور اکرم کے زمانہ میں عصبات ہی اہل تناصر تھے لہٰذا وہی عاقلہ تھے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اہل دیوان اہل تناصر سمجھے جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کی موجودگی میں اہل دیوان کو عاقلہ قرار دیا اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی "کذا فی نصب الرایہ"

خلاصہ یہ کہ جو شخص کسی دفتر میں ملازم ہے تو اس کے ہم پیشہ سارے لوگ اس کے لیے عاقلہ ہیں عدالت کے لوگ آپس میں عاقلہ ہیں۔ محکمہ پولیس کے لوگ ایک دوسرے کے لیے عاقلہ ہیں غرض ہم پیشہ لوگ سب ایک دوسرے کے لیے عاقلہ ہیں اس سے انسانی جانوں کی حفاظت ہوگی کیونکہ ہر شخص دوسرے کے لیے نگران بنے گا کہ اس کے ہاتھ سے قتل خطاء واقع نہ ہو ورنہ میں عاقلہ ہونے کی وجہ سے تاوان تلے دب جاؤں گا۔

حدیث میں عصبہ کو عاقلہ قرار دیا گیا ہے تو اس کی وجہ وہی ہے کہ اس وقت عصبہ کے لوگ ہی اہل تناصر ہوتے تھے تو وہی عاقلہ تھے اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے لوگ عاقلہ نہیں بن سکتے۔

۴۳۸۸۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ

وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ، فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ، وَقَضَى بِدِيَةِ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا، وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ، فَقَالَ حَمَلُ بْنُ النَّابِغَةِ الْهُذَلِيُّ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ أَغْرَمُ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ، وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ، فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ، مِنْ أَجْلِ سَجْعِهِ الَّذِي سَجَعَ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو ہذیل کی دو عورتیں لڑ پڑیں، ایک نے دوسری کو پتھر سے مارا جس سے وہ عورت بھی مر گئی اور اس کے پیٹ کا حمل بھی مر گیا، (اس کے خاندان والے) جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اس کے جنین (پیٹ کے بچہ) کی دیت ایک غلام یا باندی ہے جب کہ عورت کی دیت، قاتلہ کی برادری کے ذمہ لازم کی اور مرنے والی کا وارث اس کی اولاد اور جو ان کے ساتھ ہوں ان کو قرار دیا۔ اس پر حمل بن نابغہ الہذلی کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! ہم کیوں تاوان دیں اس بچہ کا جس نے پیا نہ کھایا، نہ بات کی نہ چلایا (یعنی بالکل مردہ تھا) تو اس طرح کے خون لغو ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بلاشبہ یہ تو کاہنوں کا بھائی ہے اس کے قافیہ بندی والے کلام کی وجہ سے"۔

تشریح:

"فقتلها" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس پہلے واقعہ سے مختلف ہے کیونکہ اُس میں یہ مذکور تھا کہ پہلے بچہ پیٹ میں مر گیا پھر اسقاط ہو گیا اور پھر عورت خود بخود مر گئی لیکن یہاں تصریح ہے کہ ایک ہی پتھر مارنے سے عورت بھی مر گئی اور اس کے پیٹ کا بچہ بھی مر گیا اور یہ عمل ایک ساتھ فوری طور پر ہوا بہر حال ان روایات سے یہ بات واضح طور پر سامنے آ گئی کہ قتل بالمثقل سے دیت لازم آتی ہے قصاص نہیں آتا۔

"بدية المراة" اس سے مقتولہ عورت مراد ہے جو "ام الجنین" ہے۔ "علی عاقلتها" یعنی قاتلہ عورت کے عاقلہ کے ذمہ مقتول کی دیت مقرر فرما دی "ھا" کی ضمیر قاتلہ کی طرف لوٹتی ہے "وورثها" ورث کے فاعل کی ضمیر رسول اللہ کی طرف راجع ہے اور "ھا" کی ضمیر "دیۃ" کی طرف لوٹتی ہے "ولدها" یہاں ولدھا مفعول بہ واقع ہوا ہے یعنی حضور اکرم نے مقتولہ کی دیت کا وارث اس مقتولہ کے بیٹے کو بنادیا اور جو اس کے ساتھ تھے ان کو وارث بنادیا۔

ملا علی قاری کے کلام سے معلوم ہوتا ہے یہاں "وُلْدَهَا" جمع کے ساتھ ہے یعنی اولادھا اس صورت میں "ومن معهم" کی ضمیر اولاد کی طرف راجع ہے لیکن اگر "ولدھا" میں لفظ ولد مفرد ہو تو پھر اس کے ساتھ جنس کا معاملہ کیا جائے گا تو معھم کی ضمیر کا مسئلہ حل ہو جائے گا کہ

جنس ولد کی طرف جمع کی ضمیر لوٹائی گئی اور جنس کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر ہوتا ہے۔

"فقال حمل بن نابغه" حمل کے باپ کا نام مالک ہے یہاں اس کے دادا نابغہ کی طرف نسبت ہے۔

"اغـرم" غرامہ تاوان بھرنے کو کہتے ہیں دیت مراد ہے "استھل" پیدائش کے وقت جب بچہ زندہ ہوتا ہے تو وہ چیخ چیخ کر روتا ہے اس کو استھل کہدیا ہے یہ کلمہ اس سے پہلے نطق کے لیے بمنزلہ تفسیر ہے اگر چہ یہ کلمہ اس سے زیادہ غیر مانوس ہے مگر سجع بنانے کے لیے اس شخص نے اس کو مؤخر کر دیا جیسا کہ اس نے "اکل" کو سجع کی غرض سے "شرب" سے مؤخر کر دیا ہے حالانکہ اکل پہلے ذکر کیا جاتا ہے اور شرب بعد میں ہوتا ہے "بطل" یہ مشدد ہے مجہول کا صیغہ ہے رائیگاں اور لغو ضائع کرنے کے معنی میں ہے اس شخص نے جاہلیت کے رواج اور دستور کے مطابق یہ کلام کیا ہے کہ اس طرح بچے کا خون رائیگاں ہے حالانکہ یہ نظریہ اسلام کا نہیں ہے اسلام میں تو اس کی باقاعدہ دیت ہے جو "غرہ" کے نام سے مشہور ہے۔

"اخـوان الـكـهـان" یہ کاہن کی جمع ہے کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو غیب دانی کا دعویٰ کرتا ہے اور مستقبل کی غلط سلط باتوں کو الفاظ کے دبیز پیرایہ میں خوبصورت مسجع صورت میں پیش کرتا ہے تاکہ لفاظی سے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر دے اور شریعت کے خلاف اپنے باطل نظریات کو رائج کر دے اسی وجہ سے حضور اکرم اس شخص پر ناراض ہوئے۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ مسجع اور مقفی کلام تو احادیث میں بہت آیا ہے نیز قرآن عظیم میں بھی اس طرح کلام فواصل کے ساتھ موجود ہے پھر یہاں اس پر یہ نکیر کیوں فرمائی گئی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ مطلقاً مسجع کلام مذموم نہیں ہے بلکہ وہ مذموم ہے جو تکلف اور انتہائی بناوٹ اور تصنع کے ساتھ لایا جائے جیسا کہ اس شخص نے تقدیم وتاخیر کے قواعد کو توڑ کر صرف سجع کی غرض سے ایک باطل کلام کیا ہے بہر حال اگر بچہ پیٹ کے اندر مر جائے تو اس کا حکم یہی ہے جو حضور اکرم نے بیان فرمایا ہے کہ غرہ واجب ہے یا پانچ سو درہم ہیں اور اگر زندہ پیدا ہو کر کسی نے پیدا ہونے کے بعد قتل کر دیا تو اس میں قصاص ہے۔

۴۳۸۹ ـ وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ، وَلَمْ يَذْكُرْ وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ، وَقَالَ: فَقَالَ قَائِلٌ: كَيْفَ نَعْقِلُ وَلَمْ يُسَمِّ حَمَلَ بْنَ مَالِكٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو عورتیں باہم لڑ پڑیں۔ آگے حسب سابق بیان کیا مگر اس میں عورت کے وارث اور حمل بن مالک کے نام کا تذکرہ نہیں ہے۔

۴۳۹۰ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ نُضَيْلَةَ الْخُزَاعِيِّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: ضَرَبَتِ امْرَأَةٌ ضَرَّتَهَا بِعَمُودِ فُسْطَاطٍ وَهِيَ حُبْلَى، فَقَتَلَتْهَا، قَالَ: وَإِحْدَاهُمَا لِحْيَانِيَّةٌ، قَالَ: فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلَى عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ، وَغُرَّةً لِمَا فِي بَطْنِهَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ: أَنَغْرَمُ دِيَةَ مَنْ لَا أَكَلَ، وَلَا شَرِبَ، وَلَا اسْتَهَلَّ، فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسَجْعٌ كَسَجْعِ الْأَعْرَابِ؟ قَالَ: وَجَعَلَ عَلَيْهِمُ الدِّيَةَ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی حاملہ سوکن کو خیمہ کی لکڑی دے ماری جس سے وہ مرگئی، ان دونوں میں سے ایک عورت بنولحیان کی تھی۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتولہ کی دیت قاتلہ کے خاندان اور برادری والوں کے ذمہ لازم کی اور حمل کے جنین کی دیت ایک غلام یا باندی مقرر کی۔ قاتلہ کے خاندان والوں میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ کیا ہم ایک ایسے بچہ کی دیت کا تاوان بھریں جس نے نہ کھایا نہ پیا نہ چیخا رویا اس جیسے کا تو خون باطل ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بدوؤں کی طرح قافیہ بنا کر گفتگو کرتا ہے؟ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دیت ان پر لازم رکھی۔

۴۳۹۱ ـ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ نُضَيْلَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ امْرَأَةً قَتَلَتْ ضَرَّتَهَا بِعَمُودِ فُسْطَاطٍ، فَأُتِيَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَضَى عَلَى عَاقِلَتِهَا بِالدِّيَةِ، وَكَانَتْ حَامِلًا، فَقَضَى فِي الْجَنِينِ بِغُرَّةٍ، فَقَالَ بَعْضُ عَصَبَتِهَا: أَنَدِي مَنْ لَا طَعِمَ، وَلَا شَرِبَ، وَلَا صَاحَ فَاسْتَهَلَّ، وَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ، قَالَ، فَقَالَ: سَجْعٌ كَسَجْعِ الْأَعْرَابِ،

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی لکڑی سے مار قتل کر دیا، اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس مقدمہ میں لایا گیا، آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی برادری پر دیت لازم ہے۔ مقتولہ چونکہ حاملہ تھی (اور اس کا حمل بھی ساقط ہو گیا تھا) لہذا اس کے جنین کی دیت میں ایک غلام یا باندی دیت کے طور پر دینے کا فیصلہ فرمایا۔ قاتلہ کے بعض اقارب کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے کی دیت دیں جس نے نہ کھایا، نہ پیا، نہ رویا چیخا چلایا، ایسوں کا خون تو باطل ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: بدوؤں کی طرح سجع اور قافیہ بند کلام کرتا ہے۔

۴۳۹۲ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَى حَدِيثِ جَرِيرٍ، وَمُفَضَّلٍ،

اس طریق سے بھی حدیث جریر و مفضل رحمہ اللہ کی مثل منقول ہے۔

۴۳۹۳۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، بِإِسْنَادِهِمِ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ، غَيْرَ أَنَّ فِيهِ، فَأَسْقَطَتْ فَرُفِعَ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى فِيهِ بِغُرَّةٍ، وَجَعَلَهُ عَلَى أَوْلِيَاءِ الْمَرْأَةِ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ دِيَةَ الْمَرْأَةِ.

حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے ان اسناد سے مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے اس روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ گرائی گئی اور یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچائی گئی تو آپ ﷺ نے اس میں ایک غلام کا فیصلہ فرمایا اور اسے عورت کے رشتہ داروں پر لازم کیا اور اس روایت میں عورت کی دیت کا ذکر نہیں ہے۔

۴۳۹۴۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ، قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا، قَالَ: وَقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: اسْتَشَارَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ النَّاسَ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِيهِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: ائْتِنِي بِمَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ، قَالَ: فَشَهِدَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے عورت کے پیٹ کے بچہ کی دیت کے بارے میں مشورہ کیا تو مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا کہ: میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اس معاملہ میں ایک غلام یا باندی دینے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: ایسا کوئی آدمی لاؤ جو تمہاری بات کی گواہی دے۔ تو انہوں نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو گواہ کے طور پر پیش کیا (کہ انہوں نے بھی نبی ﷺ سے یہ بات سنی تھی)۔

کتاب الحدود

حدود اللہ کا بیان

قال اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مأۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ﴾ (سورۃ النور آیت نمبر ۲)

وقال اللہ تعالیٰ ﴿والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ أبدا﴾ (سورۃ النور : ۴)

وقال اللہ تعالیٰ ﴿فلما جاء أمرنا جعلنا عالیھا سافلھا وامطرنا علیھم حجارۃ من سجیل منضود مسومۃ عند ربک وما ھی من الظلمین ببعید﴾ (سورۃ ھود رکوع : ۶)

حدود ،حد کی جمع ہے اور حد دراصل منع کے معنی میں ہے، اس کا ایک معنی حاجز کا بھی ہے یعنی دو چیزوں کے درمیان وہ حائل اور مانع جو دونوں کو ملانے سے روکتا ہے شرعی حدود بھی انسان کو معاصی سے روکتی ہیں، فقہاء کرام نے شرعی حد کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی ہے

"الحد العقوبۃ مقدرۃ یجب حقا للہ تعالیٰ"

یعنی اصطلاح شرع میں حد اس متعین سزا کا نام ہے جو شریعت نے حقوق اللہ کی حفاظت کے لیے مقرر فرمائی ہے۔

"مقدرۃ" کی قید سے تعزیر نکل گئی کیونکہ تعزیر کا تعین شریعت نہیں کرتی بلکہ شریعت کی روشنی میں اس کا تعین امام اور قاضی کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ اس تعریف میں "حقا للہ" کے الفاظ سے حدود اور قصاص میں بھی فرق ظاہر ہو گیا، کیونکہ قصاص کا تعین حق العبد کے لیے کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ ثبوت کے بعد قصاص کو معاف کیا جا سکتا ہے حد معاف نہیں ہو سکتی۔

قواعد وضوابط کی روشنی میں اسلامی شرعی سزائیں تین قسم پر ہیں (۱) اول وہ سزائیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خود متعین فرما دیا ہے مگر اس کے جاری کرنے کو بندوں پر چھوڑ دیا ہے اس میں کسی خارجی طاقت یعنی حاکم اور حکومت کو دخل اندازی کا حق نہیں ہے گویا یہ متعلقہ شخص کی ذاتی نوعیت کا معاملہ ہے اور اس کو خود اس سے نمٹنا ہے شریعت میں اس طرح کی سزاؤں کا نام کفارات ہے جیسے کفارۂ قسم، کفارۂ صوم وغیرہ۔

(۲) دوم وہ سزائیں ہیں جن کی مقدار شریعت نے مقرر فرما دی ہے اور کتاب وسنت سے ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی مقدار متعین بھی ہے شریعت میں ایسی سزاؤں کا نام "حدود" ہے جیسے زنا، چوری، شراب نوشی وغیرہ جرائم کی سزائیں ہیں ان سزاؤں کے ثبوت کے بعد حاکم اور قاضی نہ ان کو ساقط کر سکتا ہے اور نہ کمی بیشی کر سکتا ہے صرف نافذ کرنے کا حکم اس کے پاس ہے یعنی قانون سازی کا اختیار اس کے پاس نہیں صرف تنفیذ کا اختیار ہے۔

(۳) سوم وہ سزائیں ہیں جنہیں کتاب وسنت نے متعین تو نہیں کیا ہے لیکن جن برے کاموں کے ارتکاب پر یہ سزائیں دی جاتی ہیں شریعت نے ان برے کاموں کو جرائم کی فہرست میں شمار کیا ہے اور سزا کی مقدار اور اس کے تعین کا مسئلہ حاکم اور قاضی کی صوابدید پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ شریعت کے قواعد کی روشنی میں موقع ومحل کے مناسب اس جرم کے لیے سزا تجویز کرے ایسی سزاؤں کا نام اسلام میں ''تعزیر'' ہے

حدود اللہ کی حکمت وبرکت

اسلام میں چار سزاؤں پر حدود کا اطلاق ہوتا ہے (۱) حد زنا (۲) حد سرقہ (۳) حد قذف (۴) حد خمر۔

حدود اللہ کے مقرر کرنے میں بڑے فائدے اور بڑی برکتیں ہیں جن کو کما حقہ کوئی بیان نہیں کرسکتا۔ ملا علی قاریؒ نے مرقات میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، حدود اللہ میں بڑے فائدے اس لیے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے بڑے بڑے قبیح افعال کو روکا جاسکتا ہے اور صرف نفاذ حدود سے آدمی ان گندے افعال سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً حد زنا کے نفاذ سے آدمی ضیاع نسب، ضیاع اولاد اور ضیاع جان کی تباہی سے بچ جاتا ہے اور یہ چیزیں بین الاقوامی طور پر ہر عقل مند کے نزدیک واجب الحفاظت ہیں۔ ''حد خمر'' سے زوال عقل کی حفاظت ہوتی ہے اور دل ودماغ کا ٹھکانے پر رہنا بین الاقوامی طور پر مطلوب ومقصود امر ہے۔ ''حد قذف'' سے عزت نفس اور آبرو وناموس کی حفاظت ہوتی ہے جو بین الاقوامی طور پر ایک محمود وممدوح چیز ہے'' اور حد سرقہ'' سے حفاظت مال کا انتظام ہوجاتا ہے اور امن وامان کا قیام اور مال کی حفاظت عالمی طور پر ہر ایک کے ہاں نہایت ضروری ہے۔

خلاصہ یہ کہ حفاظت نسل، عزت نفس، حفاظت عقل اور حفاظت مال یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی افادیت پر دنیا کے سارے انسان متفق ہیں لہٰذا کوئی عقلمند انسان اسلامی حدود اور حدود آرڈیننس پر اعتراض نہیں کرسکتا۔ پھر اس کے علاوہ مسلمانوں کے لیے نفاذ حدود اللہ کے نفاذ میں بڑی برکتیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ایک حد کے نفاذ سے ملکی معیشت کو اتنا فائدہ ہوتا ہے جتنا فائدہ چالیس دن تک مفید اور نافع بارش سے ہوتا ہے۔ نیز معاشرہ اور سوسائٹی میں حدود اللہ امن وامان کے ضامن ہیں کیونکہ معاشرہ میں سو آدمیوں میں اگر پانچ فیصد لوگ شرابی کبابی یا چور اور زناکار ہیں تو وہ ۹۵ فیصد لوگوں کی زندگی کو خطرہ میں ڈال کر پریشان کرتے ہیں اسلام حکم دیتا ہے کہ ان پانچ کو سزا دیکر قابو میں کرلو تاکہ ۹۵ فیصد کی زندگی امن وامان اور عزت وشرافت کے ساتھ گزرے۔

نیز جرائم پیشہ افراد کو جب اپنے جرم کی سزا اس دنیا میں مل گئی تو وہ آخرت کی دوزخ والی سخت سزا سے بچ جائیں گے۔ یہ سارے فائدے حدود اللہ میں ہیں شریعت یہ نہیں چاہتی کہ خواہ مخواہ کسی کو ستائے اس نے حدود اللہ کو انسان کے ستانے کے لیے مقرر نہیں کیا ہے بلکہ انسانوں کو انسان بنانے کے لیے مقرر کیا ہے سعودی عرب میں چند حدود قائم ہیں وہاں کتنا امن ہے اور افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کے قیام کے دوران وہاں کتنا امن تھا اور وہاں کتنی شرافت وانسانیت تھی جس کی نظیر دنیا میں نہیں تھی مگر دنیا کو یہ شرافت پسند نہ آئی

اور سارے کفار واشرار اور منافقین نے مل کر اس حکومت کو گرا دیا اب وہاں نہ امن ہے نہ انسانیت ہے نہ شرافت ہے۔
یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ شریعت میں جتنے احکام کا تجربہ حضور اکرم ﷺ کی ذات پر ہوسکتا تھا حضور اکرم نے ان احکام کو اپنی عملی زندگی میں لاکر امت کے سامنے ایک نمونہ پیش فرمادیا جیسے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا وغیرہ وغیرہ، لیکن جو افعال ایسے تھے جن کا ارتکاب نبی کی شان کے منافی تھا اور عصمت انبیاء کے اصولوں کے منافی تھا تو ایسے احکامات پر تکوینی طور پر صحابہ کرام سے عمل کرایا گیا تاکہ آنے والی امت کے لیے نمونہ بن سکے لہذا تکوینی طور پر بعض صحابہ سے زنا کا عمل سرزد ہوا بعض واقعات چوری یا شرب خمر یا قذف کے پیش آئے چنانچہ حد لگنے کے بعد امت کے لیے حد قائم کرنے کا طریقہ کار فراہم ہوگیا، نفاذ حد کا ثبوت بھی مل گیا اور شریعت کے احکامات کی تکمیل بھی ہوگئی لہذا حدود میں جب بھی کسی بڑے گناہ کا ارتکاب کسی صحابی سے نظر آئے تو اس کو صرف گناہ کی حیثیت سے نہ دیکھو بلکہ اس کو تکمیل شریعت کے آئینہ میں دیکھو کہ یہاں بھی صحابہ کرام نے اپنی مقدس جانوں کو تکمیل شریعت کے لیے پیش فرمادیا (فرضی الله عنهم وعنا)۔

کتاب الحدود میں باب قطع السرقۃ سے پہلے تین قسم کی احادیث آئیں گی اکثر احادیث کا تعلق "حد زنا" سے ہے اور اس کے ضمن میں بعض کا تعلق حد قذف سے ہے باقی روایات کا تعلق حد لواطت سے ہے لہذا اس کتاب میں حد قذف کے لیے الگ عنوان نہیں رکھا گیا ہے اسی طرح سزائے لوطی کے لیے کوئی عنوان نہیں ہے حد قذف کی دیگر تمام احادیث باب اللعان میں گزر چکی ہیں۔

باب حد السرقة ونصابها

حدسرقہ اور اس کے نصاب کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے بارہ احادیث کو بیان کیا ہے

قال الله تبارک وتعالیٰ ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم﴾
(سورۃ مائدۃ: آیت: ۳۸)

سرقہ کی تعریف

"سرقة" سین کا فتحہ ہے اور راء کا کسرہ ہے اور اس کا راء پر فتحہ بھی پڑھنا جائز ہے سرقہ لغت میں دوسرے کی چیز کو چپکے سے اٹھا کر لے جانے کو کہتے ہیں اور شرعی اصطلاحی تعریف اس طرح ہے عاقل بالغ شخص کا کسی کے مملوک ومحفوظ مال کو چپکے سے اٹھا کر لیجانا سرقہ کہلاتا ہے۔ باب قطع السرقۃ میں علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہاں اہل کا لفظ محذوف ماننا پڑے گا۔ ای باب قطع اهل السرقة۔

سرقہ کی تفصیلات میں فقہاء کرام کا اختلاف

چور کے ہاتھ کاٹنے اور حد سرقہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ نص قرآن سے ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما﴾ ثابت ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مطلقاً مال چوری کرنے پر یہ قطع ہے یا کوئی معین مقدار مال کا ہونا ضروری ہے۔
اس میں جمہور فقہاء اور اہل ظواہر وخوارج اور حسن بصری کے درمیان اختلاف ہے۔ حسن بصری اور خوارج اور اہل ظواہر کے ہاں مطلقاً مال کے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنا جائز اور مشروع ہے لیکن جمہور صحابہ وتابعین اور ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ قطع ید کے لیے ضروری ہے کہ کوئی خاص مقدار مال کو چپکے سے کوئی شخص اٹھا کر لے جائے۔

دلائل

حسن بصری اور اہل ظواہر نے قرآن کریم کی ظاہری آیت سے استدلال کیا ہے والسارق والسارقۃ آیت میں چور کی چوری کا ذکر ہے مال کی مقدار کا ذکر نہیں ہے لہٰذا جس نے جو کچھ چوری کیا اس کا ہاتھ کٹے گا ان حضرات نے آنے والی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "لعن الله السارق یسرق البیضة فتقطع یده" بیضہ سر کے خود کو کہتے ہیں یہ ایک فوجی ٹوپی ہوتی ہے یا ظاہری معنی انڈا مراد ہے۔"ویسرق الحبل فتقطع یده" حبل رسی کو کہتے ہیں آیت اور احادیث کے پیش نظر ان حضرات کے ہاں قطع ید کے لیے مال کا کوئی نصاب نہیں ہے، جمہور فقہاء نے ان تمام احادیث سے استدلال کیا ہے جس میں خاص مقدار مال کا ذکر ہے۔ بعض میں ربع دینار کا ذکر ہے بعض میں ثلاثة دراہم کا ذکر ہے بعض میں ثمن المجن کا ذکر ہے بعض میں عشرۃ دراہم کا ذکر ہے اور کم مقدار کی نفی ہے نیز تمام صحابہ کرام کا اجماع بھی ہے کہ خاص مقدار مال کے علاوہ قطع ید نہیں ہے امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے پوچھا کہ ہاتھ میں نصف دیت ہے پھر دس درہم کے عوض کیوں کٹ جاتا ہے آپ نے فرمایا:

"لما کانت الید امینة کانت ثمینة فلما خانت هانت"

جب ہاتھ امین تھا تو اس کی عظمت وقیمت تھی لیکن جب اس نے خیانت کی تو ذلیل ہوا۔

جواب

ان حضرات نے آیت سے جو استدلال کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت خود مجمل ہے اس کی تفصیل احادیث میں ہے لہٰذا مطلق آیت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

باقی حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کا جواب جمہور نے اس طرح دیا ہے کہ اس حدیث میں چوری کے نصاب کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس میں چور کی عادت پر متنبہ کیا گیا ہے کہ یہی چھوٹی چھوٹی چیزیں جو اس وقت قطع ید کے لیے سبب نہیں ہیں لیکن اس سے چوری کی عادت

پڑ جاتی ہے اور پھر نصاب سرقہ تک چوری کی نوبت پہنچتی ہے اور ہاتھ کٹ جاتا ہے تو اس میں شروعات کا ذکر ہے نصاب کا بیان نہیں ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ بیضہ سے مراد انڈا نہیں بلکہ لوہے کی فوجی ٹوپی ہے اور اس کی قیمت نصاب سرقہ تک پہنچتی ہے اسی طرح رسی سے مراد لوہے یا دیگر قیمتی اشیاء کی رسی ہے جس کی قیمت نصاب سرقہ تک پہنچ جاتی ہے یا دی عادت والی بات ہے۔

نصاب سرقہ میں جمہور کا آپس میں اختلاف

جمہور کا آپس میں اختلاف ہے کہ قطع ید کے نصاب کی مقدار کتنی ہے امام شافعیؒ کے ہاں ربع دینار نصاب ہے اور نصاب مقرر کرنے میں سونے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ائمہ احناف کے نزدیک نصاب قطع ید دس دراہم ہیں امام مالکؒ اور احمد بن حنبلؒ کے نزدیک نصاب سرقہ ربع دینار ہے یا اس کی قیمت تین دراہم ہیں ان حضرات کے ہاں نصاب میں اصل اور بنیادی چیز چاندی ہے شوافع اور مالکیہ وحنابلہ کے درمیان اختلاف لفظی ہے کیونکہ ایک دینار بارہ درہم کا ہوتا ہے تو اس کا ربع سب کے نزدیک تین دراہم ہیں اصل اختلاف جمہور اور احناف کے درمیان ہے اور دونوں کے پاس قابل اعتماد دلائل ہیں۔

دلائل

جمہور ان تمام روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں ربع دینار یا ثلاثہ دراہم کا ذکر ہے جیسے حضرت عائشہؓ کی روایت نمبر ا میں ربع دینار کا ذکر ہے حضرت ابن عمرؓ کی روایت نمبر ۲ میں ثلاثہ دراہم اور ڈھال کا ذکر ہے۔ ائمہ احناف کے پاس اس بارے میں بہت روایات ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ترمذی میں ہے قال لا قطع الا فی دینار او عشرة دراهم (ترمذی ج ۱ ص ۲۶۸) یہ روایت کئی طرق سے الفاظ سے کچھ تغیر کے ساتھ منقول ہے بعض میں ارسال ہے بعض میں اتصال ہے لیکن شرعی مقادیر جن روایتوں میں مذکور ہیں وہ مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں طبرانی میں یہی روایت اس طرح ہے۔

(۱) عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا قطع الا فی عشرة دینار او عشرة دراهم (ابوداؤد)

(۲) وعن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قطع دون عشرة دراهم (طحاوی)

(۳) عن ابن مسعود قال یقطع الید علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرة دراهم و عنه قال لا یقطع ید السارق فی اقل من عشرة دراهم

(۵) مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک آدمی لایا گیا جس نے کپڑا چوری کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کی قیمت لگادو آپ نے جب قیمت لگائی تو آٹھ دراہم قیمت نکلی۔

''فلم یقطعه'' حضرت عمر نے ان کا ہاتھ نہیں کاٹا کیونکہ دس دراہم سے چوری کم تھی (کذا فی زجاجة المصابیح ج ۳ ص ۸۲)

صحابہ کرام کے سامنے حضرت عمر کا یہ فیصلہ اور اس پر سب کا خاموش ہو جانا اجماع سکوتی ہے لہٰذا دس دراہم نصاب پر صحابہ کا اجماع بھی ہے (دس دراہم ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے)

جواب

ائمہ احناف نے جمہور کے استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ قطع ید کے نصاب کا مدار ثمن مجن یعنی ڈھال کی قیمت پر ہے اور ڈھال کی قیمت زمانہ کے اعتبار سے بدلتی رہتی تھی حضرت عائشہؓ نے اس کو ربع دینار کی قیمت کے زمانہ میں دیکھا تو اس طرح بیان فرمایا ابن عمرؓ نے تین دراہم قیمت کے زمانہ میں دیکھا تو اس کا تذکرہ کیا۔ پھر ایسا وقت آیا کہ اس کی قیمت ایک دینار یا دس دراہم ہوگئی اور اسی کو احناف نے لیا جیسا کہ ابوداؤد نے ذکر کیا ہے۔

نسائی، بیہقی اور طحاوی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے ''قال کان ثمن المجن علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم یقوم عشرة دراهم '' یہ واضح روایت ہے کہ ڈھال کی قیمت کا استقرار دس دراہم پر ہوگیا تھا۔ نیز ائمہ احناف کہتے ہیں کہ یہاں حد لگانے اور ہاتھ کاٹنے کا معاملہ ہے اور حد کا حکم معمولی شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے اب دس دراہم سے کم مقدار جہاں بھی مذکور ہے اس میں شبہ آگیا لہٰذا اس کی بنیاد پر حد نافذ نہیں ہوگی کیونکہ ''ادرأ والحدود بالشبهات'' واضح ضابطہ ہے۔

٤٣٩٦۔ وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِمِثْلِهِ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ۔

حضرت زہری رحمہ اللہ سے اس اسناد کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

٤٣٩٧۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، وَحَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ، وَاللَّفْظُ لِلْوَلِيدِ، وَحَرْمَلَةَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ إِلَّا فِي رُبْعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے الا یہ کہ چوتھائی دینار یا اس سے زائد کی چوری کرے''۔

٤٣٩٨۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، وَاللَّفْظُ لِهَارُونَ، وَأَحْمَدَ، قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ

يَسَارٍ، عَنْ عَمْرَةَ، أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ، تُحَدِّثُ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: لَا تُقْطَعُ الْيَدُ إِلَّا فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَمَا فَوْقَهُ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ”آپ فرماتے تھے کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے سوائے چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں۔

۴۳۹۹۔ حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ إِلَّا فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: ”ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (چور کا) الا یہ کہ چوتھائی دینار یا اس سے زائد (کی چوری) کرے“۔

۴۴۰۰۔ وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْعَقَدِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ، مِنْ وَلَدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

حضرت عبداللہ بن الہادی رحمۃ اللہ علیہ سے اس اسناد کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے

۴۴۰۱۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرُّؤَاسِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمْ تُقْطَعْ يَدُ سَارِقٍ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَمَنِ الْمِجَنِّ، حَجَفَةٍ، أَوْ تُرْسٍ، وَكِلَاهُمَا ذُو ثَمَنٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں جحفہ یا ترس ڈھال کی قیمت سے کم (کی چوری) میں ہاتھ نہیں کاٹے جاتے تھے۔ اور جحفہ و ترس دونوں قیمت والی اشیاء ہیں۔

۴۴۰۲۔ وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرُّؤَاسِيِّ، وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحِيمِ، وَأَبِي أُسَامَةَ: وَهُوَ يَوْمَئِذٍ ذُو ثَمَنٍ۔

حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ سے مذکورہ بالا حدیث ابن نمیر ہی کی مثل روایت منقول ہے۔ عبدالرحیم اور ابو اسامہ کی

روایت کردہ حدیث میں یہ ہے کہ یہ (جحفہ وترس) ان دنوں قیمت والی تھی۔

٤٤٠٣ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ سَارِقًا فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ،

٤٤٠٤ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ رُمْحٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، ح وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، وَأَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، وَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، ح وحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ، وَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، وَعُبَيْدِ اللهِ، وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، ح وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْجُمَحِيِّ، وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اللَّيْثِيِّ، كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى، عَنْ مَالِكٍ، غَيْرَ أَنَّ بَعْضَهُمْ قَالَ قِيمَتُهُ، وَبَعْضُهُمْ قَالَ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

ان مختلف اسانید وطرق سے حدیث ذکر کی ہے کہ تمام محدثین عظام نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث یحیٰ عن مالک کی طرح روایت کی ہے بعض راویوں نے اس کی قیمت اور بعض راویوں نے اس (ڈھال) کا ثمن تین دراہم ذکر فرمایا ہے۔

٤٤٠٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ اللهُ السَّارِقَ، يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ، وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ، چور پر لعنت کرے کہ انڈا چوری کرتا ہے تو اس پر اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے''۔

٤٤٠٦ ـ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، كُلُّهُمْ عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ،

عَنِ الْأَعْمَشِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ يَقُولُ: إِنْ سَرَقَ حَبْلًا، وَإِنْ سَرَقَ بَيْضَةً

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مذکورہ بالا روایت اس طریق سے روایت کی گئی ہے اس روایت میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر چہ وہ رسی چوری کرے اور اگر چہ وہ انڈا ہی چوری کرے۔

باب قطع السارق شريفا كان او وضيعا

چور شریف ہو یا وضیع ہو ہاتھ کاٹا جائے گا

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

حدود میں سفارش کا بیان

اس باب میں ان احادیث کا بیان ہے جن سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ آیا کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ حاکم کے سامنے یہ سفارش کرے کہ فلاں مجرم کو معاف کر دے اور ان پر حد جاری نہ کرے اور یہ بات بھی معلوم ہو جائے گا کہ حاکم اس سفارش کو قبول کرنے کا اختیار رکھتا ہے یا نہیں، یاد رہے دنیا کا کوئی بھی قانون اس وقت معطل ہو کر رہ جاتا ہے جس میں تین رعایتیں پیدا ہو جائیں۔ اول سفارش کی رعایت۔ دوم رشوت کی رعایت اور سوم رشتہ داری کی رعایت۔

اسلام چونکہ ایک زندہ مذہب اور زندہ قانون ہے اس لیے اس میں ان سفارشوں اور ان رعایتوں کی گنجائش نہیں جس سے اس کا یہ قانون معطل ہو جاتا ہے چنانچہ ملا علی قاری نے اس مقام میں لکھا ہے۔ کہ حدود کا مقدمہ جب حاکم کی عدالت میں پہنچ جائے تو اس میں سفارش کرنا اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ اس شخص میں شر اور فساد نہ ہو جس کے لیے سفارش کی جاتی ہے۔ حدود کے علاوہ تعزیرات میں سفارش مطلقاً جائز ہے کیونکہ تعزیر کا تعلق نسبتاً ہلکے جرائم سے ہے بے جا اور بجا سفارش کا مفہوم ہر جگہ ملحوظ رہنا چاہیے۔

۴۴۰۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوا: وَمَنْ يَجْتَرِءُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ، حِبُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ؟ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا، وَفِي حَدِيثِ ابْنِ رُمْحٍ: إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش کو ایک مخزومی عورت کے معاملہ میں "جس نے چوری کی تھی بڑی فکر تھی (کہ کس طرح اسے بچایا جائے سزا سے، کیونکہ وہ بنو مخزوم کی ایک شریف زادی تھی) چنانچہ ان لوگوں نے مشورہ کیا کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون گفتگو کرے گا؟ سب نے کہا کہ یہ جرأت اسامہ بن زیدؓ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا (کہ رسول اللہ ﷺ سے سفارش کرے) کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب اور چہیتے ہیں۔ چنانچہ اسامہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے (اس معاملہ میں) گفتگو کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "کیا تم حدود اللہ میں ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اے لوگو! تم سے پہلی امتیں (اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ) جب ان میں کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور بے کس چوری کرتا تو اس پر حد قائم کردیتے تھے۔ اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹتا"۔ حضرت ابن رمح کی روایت کردہ حدیث میں یہ ہے کہ تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔

٤٤٠٨ ـ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الَّتِي سَرَقَتْ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ، فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوا: وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُتِيَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَلَّمَهُ فِيهَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ؟، فَقَالَ لَهُ أُسَامَةُ: اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ، فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ، قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاخْتَطَبَ، فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَإِنِّي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقُطِعَتْ يَدُهَا، قَالَ يُونُسُ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدُ، وَتَزَوَّجَتْ، وَكَانَتْ تَأْتِينِي بَعْدَ ذَلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں فتح مکہ کے موقع پر جس عورت نے چوری کی تھی اس کے معاملہ میں قریش بہت فکر مند تھے، لوگوں نے کہا کہ کون ایسا شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ سے اس

بارے میں گفتگو کرے؟ سب نے کہا یہ جرأت آپ ﷺ سے گفتگو (سفارش) کرنے کی سوائے اسامہ بن زیدؓ کے کون کرسکتا ہے کیونکہ وہ چہیتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے۔ اس عورت کو جب رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو اسامہ بن زیدؓ نے آپ ﷺ سے اس کے بارے میں سفارش کی، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہوگیا (غصہ کے مارے) اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے جاری نہ کرنے کی سفارش کرتے ہو؟ اسامہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار کیجئے (مجھ سے غلطی ہوگئی)، جب شام کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطاب فرمایا: اللہ کی حمد وثناء کی اس کے شان کے مناسب، بعدازاں فرمایا: ''امابعد (یادرکھو) بے شک تم سے پہلے امتیں اسی وجہ سے ہلاک کی گئیں کہ جب ان میں کوئی معزز انسان چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے (سزا نہ دیتے) اور کوئی کمزور چوری کرلیتا تو اس پر حد جاری کردیتے ،اور میں اللہ کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ بھی کاٹتا''۔ پھر آپ ﷺ نے اس عورت کے لئے جس نے چوری کی تھی حکم دیا کہ اس کے ہاتھ کاٹے جائیں، چنانچہ اس کے ہاتھ کاٹے گئے۔ عروہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ: اس عورت نے سزا ملنے کے بعد اچھی توبہ کی اور نکاح بھی کرلیا، بعدازاں وہ میرے پاس آیا کرتی تھی تو میں اس کی حاجت رسول اللہ ﷺ سے بیان کردیا کرتی۔

تشریح:

''اھمھم ''یعنی قریش کو پریشان کررکھا تھا۔ ''المراۃ ''یہ عورت فاطمہ بنت اسود بن عبدالاسد تھی جو ابوسلمہ کی بھتیجی تھی۔

''المخزومیۃ ''یعنی قریش کے بڑے قبیلے بنومخزوم سے اس کا تعلق تھا۔ ابوجہل کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔ ''ومن یجتری ''یعنی اس سفارش کی جرأت کون کرسکتا ہے یعنی کوئی نہیں کرسکتا ہے یہ استفہام انکاری ہے۔ ''حب رسول اللہ ''یعنی محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لفظ ''حا'' کے کسرہ کے ساتھ ہے اور ''با'' پر شد ہے۔ ''فاختطب ''اختطاب خطبہ دینے کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت ﷺ نے صحابہ کے سامنے بیان کیا تا کہ اس بے جا سفارش کی نوعیت سب پر واضح ہوجائے۔ ''ایم اللہ'' یہ قسم کے الفاظ ہیں ای اقسم باللہ یعنی اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ ''تستعیر ''عاریت پر سامان مانگ کر لیتی تھی ''وتجحدہ ''یعنی پھر انکار کرتی تھی شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اس کلام سے مقصود صرف اس عورت کا تعارف کرانا ہے کیونکہ عاریت پر لی ہوئی چیز کے انکار سے قطع ید واجب نہیں ہوتا اور حقیقت میں واقعہ بھی ایسا نہیں تھا بلکہ دراصل وہ عورت چوری کی عادی تھی۔

۴۴۰۹۔ وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتِ امْرَأَةٌ مَخْزُومِيَّةٌ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُقْطَعَ يَدُهَا، فَأَتَى

أَهْلُهَا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، فَكَلَّمُوهُ، فَكَلَّمَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِيهَا، ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ اللَّيْثِ، وَيُونُسَ۔

اس سند سے بھی مذکورہ حدیث منقول ہے۔ اس میں یہ ہے کہ (مخزومی قبیلہ کی عورت لوگوں سے عاریتاً سامان لیتی اور (جب دینے کا وقت آجاتا) تو مکر جاتی (کہ میں نے لیا ہی نہیں)۔ نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اس کے اہل وعیال حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس ان سے گفتگو کرنے کے لئے آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں بات کی بقیہ حدیث لیث اور یونس کی روایت کردہ حدیث ہی کی مثل بیان فرمائی۔

۴۴۱۰۔ وحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ سَرَقَتْ، فَأُتِيَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَاذَتْ بِأُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَاللهِ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُ يَدَهَا، فَقُطِعَتْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی مخزوم میں ایک عورت نے چوری کی اس کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا تو اس نے ام سلمہؓ کے ذریعہ پناہ مانگی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ پس اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

باب حد الزنا

حد زنا کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۴۱۱۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا، الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ، وَالرَّجْمُ،

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مجھ سے حاصل کرلو، مجھ سے سیکھ لو (علم شریعت واحکام) وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان (بدکار) عورتوں کے لئے راستہ بنادیا کہ کنوارا اگر کنواری سے بدکاری کرے تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے جب کہ شادی شدہ اگر شادی شدہ سے کرے تو سو کوڑے اور سنگسار کی سزا ہے"۔

تشریح:

"سبیلا" یعنی ان عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے راستہ بنادیا جن عورتوں نے زنا جیسے گناہ کا ارتکاب کیا ہو، اس حدیث میں سورۃ نساء کی

اس آیت کی طرف اشارہ ہے ﴿فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفاھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلا﴾ یعنی سورۃ نور کی آیت سے سورت نساء کی آیت کی وضاحت ہوگئی کہ زانیہ عورت اور مرد جب غیر شادی شدہ ہوں تو ان کو سو کوڑے مارو اور سال بھر کے لیے جلاوطن کر دو جلاوطن کرنے کو تغریب کہتے ہیں اس میں فقہاء کا تھوڑا سا اختلاف ہے۔

تغریب عام یعنی سال بھر جلاوطن کرنے کا حکم

"تغریب عام" تغریب مسافر بنانے اور جلاوطن کرنے کو کہتے ہیں۔ اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ محصن یعنی شادی شدہ خواہ مرد ہو یا عورت ہو جب زنا کا ارتکاب کرے اور گواہوں سے یا اقرار سے زنا ثابت ہو جائے تو اس کو رجم یعنی سنگسار کیا جائے گا اور اگر محصن نہ ہو یعنی غیر شادی شدہ ہو تو ثبوت جرم کے بعد اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے، اور سال بھر کے لیے جلاوطن کیا جائے گا، فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا سال بھر تک جلاوطن کرنا حد میں داخل ہے یا یہ تعزیر کا حصہ ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام شافعیؒ اور احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ غیر محصن مرد ہو یا عورت ہو کوڑے لگنے کے بعد ایک سال کے لیے تغریب یعنی جلاوطن کرنا حد زنا کا حصہ ہے۔ امام مالکؒ کے ہاں تغریب عام ہے اس پر عمل ہوگا لیکن یہ صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کے لیے بوجہ فتنہ یہ حکم نہیں کیونکہ عورت کو اگر جلاوطن کیا گیا تو فتنہ مزید بڑھ جائے گا۔ احناف کہتے ہیں کہ سال بھر جلاوطن کرنا حد میں داخل نہیں ہے یہ محض تعزیر ہے اگر امام و قاضی سیاسۃ و حکمۃ کسی کو جلاوطن کرنا مناسب سمجھتے ہیں تو مصلحت کے تحت ان کو علاقہ بدر کر دے مگر بہتر تغریب یہ ہے کہ ان کو جیل میں ڈالا جائے اور سال بھر تک قید تنہائی میں پڑا رہے۔ شوافع نے تغریب عام کی مسافت تین دن تین رات کا فاصلہ مقرر کیا ہے

دلائل

حنابلہ اور شوافع نے ان تمام احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں ۱۰۰ کوڑوں کے ساتھ تغریب عام کا ذکر آیا ہے چنانچہ اس باب کی احادیث سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جو اپنے مدعا پر واضح احادیث ہیں ائمہ احناف نے قرآن کریم کی آیت ﴿مائۃ جلدۃ﴾ سے استدلال کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آیت مطلق ہے اگر زانی کے کوڑوں کے ساتھ سال بھر کا جلاوطن کرنا بھی حد میں داخل مانا جائے تو یہ اس آیت کے حکم پر اضافہ ہو جائے گا جو مناسب نہیں۔ احناف نے خلفائے راشدین کے فیصلوں سے بھی استدلال کیا ہے چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں حضرت علی کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا "کفی بالنفی فتنۃ" کہ جلاوطن کرنا فتنہ کے بڑھانے کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں حضرت عمر فاروق کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے امیہ بن ربیعہ کو جلاوطن کیا تو وہ عیسائی بن گیا اس پر عمر فاروق نے فرمایا "لا اغرب بعدہ مسلما" میں اب کسی مسلمان کو جلاوطن نہیں کروں گا یہ الفاظ

واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ تغریب حد کا حصہ نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو حضرت عمر اس کو کبھی بھی ختم نہیں کر سکتے تھے (یہ دونوں روایتیں زجاجۃ المصابیح جلد ۳ ص ۵۹ پر ہیں)

جواب

شوافع کے مستدلات کا جواب یہ ہے کہ تغریب کا حکم سیاست و مصلحت اور حکمت پر مبنی ہے گویا یہ تعزیر کا ایک حصہ ہے اگر قاضی اس کو مناسب سمجھتا ہے تو ایسا کرے جیسا کہ حضرت عمرؓ سے بھی تغریب کا واقعہ منقول ہے احناف نے ان روایات کا دوسرا جواب یہ بھی دیا ہے کہ یہ حکم ابتداء میں تھا پھر موقوف یا منسوخ ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حد زنا کے کئی واقعات میں کوڑوں کے بعد تغریب عام کا حکم نہیں دیا اگر یہ حکم واجب العمل ہوتا تو آنحضرت کبھی بھی اس سے درگزر نہ فرماتے، بہرحال اگر قبائلی نظام کو دیکھا جائے تو یہ حکم اب بھی وہاں موجود ہے اور اس پر عمل کرنے سے بڑے بڑے فتنے رک جاتے ہیں اسی کو سیاست کہتے ہیں۔

۴۴۱۲۔ وحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

اس طریق سے بھی مذکورہ بالا حدیث کے مثل روایت منقول ہے۔

۴۴۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، جَمِيعًا، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ كُرِبَ لِذَلِكَ، وَتَرَبَّدَ لَهُ وَجْهُهُ قَالَ: فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ ذَاتَ يَوْمٍ، فَلُقِيَ كَذَلِكَ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ، قَالَ: خُذُوا عَنِّي، فَقَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا، الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ، وَالْبِكْرُ بِالْبِكْرِ، الثَّيِّبُ جَلْدُ مِائَةٍ، ثُمَّ رَجْمٌ بِالْحِجَارَةِ، وَالْبِكْرُ جَلْدُ مِائَةٍ، ثُمَّ نَفْيُ سَنَةٍ،

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ پر جب وحی نازل ہوا کرتی تھی تو آپ ﷺ پر کرب کی سی کیفیت طاری ہوتی تھی اور چہرہ کا رنگ سیاہی مائل ہو جاتا تھا۔ ایک روز آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو ایسی ہی کیفیت کا سامنا ہوا۔ جب وحی کا نزول موقوف ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھ سے سیکھ لو، بے شک اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لئے راہ نکال دی ہے، شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے مارے جائیں اور پھر سنگسار کیا جائے، جب کہ کنوار مرد اگر کنواری سے بدکاری کرے تو سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی کی سزا ہے"۔

تشریح:

"کرب" ماضی مجہول کا صیغہ ہے مشقت اور غم پہنچنے کے معنی میں ہے "تربد" یعنی چہرہ متغیر ہو جاتا تھا ای التغیر الی لون الغبار وحی

کی عظمت اور بوجھ سے ایسا ہوتا تھا "فلما سری عنہ" یعنی جب وحی کی شدت کی کیفیت ختم ہو جاتی "خذوا عنی" یعنی دین اسلام اور خاص کر حد زنا کے احکام مجھ سے لیلو اور یاد کرلو۔ "ثم رجم بالحجارۃ" یعنی کوڑے مارنے کے بعد پتھروں سے سنگسار کرنا ہے اس جملہ سے رجم اور کوڑے مارنے کا ایک ساتھ حکم معلوم ہوتا ہے اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

جمع بین الرجم والجلد کا حکم

اس حدیث کے آخری جملہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کو پہلے سو کوڑے مارو اور پھر رجم کرو جس سے معلوم ہوا کہ کوڑے مارنا اور سنگسار کرنا ایک انسان پر ایک حد میں جمع ہو سکتا ہے اہل ظواہر اور بعض تابعین نے ان احادیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور رجم کے ساتھ پہلے کوڑوں کی سزا کو جائز قرار دیا ہے، جمہور فقہاء اور جمہور امت کے نزدیک رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا نہیں دی جا سکتی ان کی طرف سے اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بعد میں پوری زندگی میں رجم کے ساتھ کوڑوں کو جمع نہیں کیا ہے یہ اس حکم کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر کوڑے لگانا رجم کے ساتھ کسی حدیث سے ثابت ہو جائے تو یہ حکم سیاسۃ ہوگا حد انہیں ہوگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض دفعہ آپ نے کسی شخص کو جرم کے ارتکاب پر کوڑے مارے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص محصن تھا اس لیے آپ نے پھر رجم بھی فرما دیا جس سے رجم اور جلد جمع ہو گیا بہر حال عہد نبوی میں ہمیشہ کے معمول نہ ہونے کی وجہ سے یہ تاویلیں کرنی پڑیں گی۔

٤٤١٤ـ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا الْبِكْرُ يُجْلَدُ وَيُنْفَى، وَالثَّيِّبُ يُجْلَدُ وَيُرْجَمُ، لَا يَذْكُرَانِ سَنَةً وَلَا مِائَةً

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں ہے کہ غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے مارے جائیں گے اور جلا وطن کیا جائے گا اور شادی شدہ زانی کو کوڑے مارے جائیں گے اور سنگسار کیا جائے گا۔ لیکن اس روایت میں سال بھر اور سو (کوڑوں) کا عدد ذکر نہیں فرمایا۔

باب رجم الثیب فی الزنا وخطبۃ عمرؓ

شادی شدہ زانی کے رجم کرنے میں حضرت عمر کا خطبہ

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

٤٤١٥ـ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ

شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ قَدْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، فَكَانَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةُ الرَّجْمِ، قَرَأْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا، فَرَجَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ، فَأَخْشَى إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ: مَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللهُ، وَإِنَّ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ الْحَبَلُ، أَوِ الِاعْتِرَافُ،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر فرمایا کہ: ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے رجم کی آیت نازل فرمائی تھی اور ہم نے اسے پڑھا بھی ہے، اسے یاد بھی کیا اور سمجھا بھی، (چنانچہ اس پر عمل کرتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ نے بھی رجم کی سزا پر عمل درآمد کروایا اور آپ ﷺ کے بعد ہم نے بھی رجم کی سزا پر عمل درآمد کیا۔ مجھے خدشہ ہے کہ جب طویل عرصہ گزر جائے گا تو کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ رجم کی سزا کو ہم کتاب اللہ میں نہیں پاتے پس وہ گمراہ ہو جائیں گے ایک ایسے فریضہ کو چھوڑ بیٹھنے کی وجہ سے جسے اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ اور بلا شبہ رجم کی سزا اللہ کی کتاب میں موجود ہے، حق ہے اس شخص پر جو زنا کرے محصن ہونے کے باوجود (شادی شدہ ہونے کے باوجود) مردوں اور عورتوں میں سے کہ جب اس کے زنا پر گواہ قائم ہو جائیں یا حمل ظاہر ہو جائے (جو زنا کے ثبوت کے لئے کافی ہے) یا وہ خود اعتراف کرلے (تو اسے رجم کیا جائے گا)۔

تشریح:

"آیۃ الرجم ''یعنی کتاب اللہ میں رجم کی آیت بھی نازل کردی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو ایک بار قرآن میں اتری تھی لیکن پھر اس کے الفاظ منسوخ ہو گئے اور حکم باقی رہا۔ وہ آیت یہ تھی۔

﴿الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم﴾

اب یہ آیت منسوخ التلاوۃ اور باقی الحکم ہے۔ اسلام میں غیر شادی شدہ غیر محصن شخص کے لیے سو کوڑوں کی سزا موجود ہے اس میں تو کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اب سوال یہ ہے کہ محصن زانی کے لیے رجم اور سنگسار کرنا ہے یہ سزا کہاں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ رجم کی سزا بھی قرآن کریم کا حکم ہے اور قرآن سے ثابت ہے لیکن اس کے لیے جو آیت اتری تھی جس کے الفاظ اوپر درج کیے گئے ہیں وہ منسوخ التلاوۃ ہے اور حکم اب بھی موجود ہے اور ایسا ہوتا ہے یہ ہمارا فیصلہ نہیں ہے نہ یہ ہمارا معاملہ ہے صحابہ کرام اور

شارع اسلام کا معاملہ اور ان کا فیصلہ ہے صحابہ کرام کی یہی گواہی ہے کہ اس طرح ہوا ہے پھر اس پر ان کا اجماع منعقد ہے کہ رجم کا حکم قرآن کا حکم ہے۔

حضرت عمر فاروق نے مسجد نبوی میں خطبہ کے دوران اعلان فرمایا کہ رجم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور قرآن میں ہے ایک طویل زمانہ گزرنے کے بعد لوگ کہیں گے کہ رجم کا حکم قرآن میں نہیں ہے اس سے وہ گمراہ ہو جائیں گے قسم بخدا اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے قرآن میں اضافہ کر دیا تو میں اس آیت کو قرآن میں داخل کر کے الفاظ کے ساتھ لکھوا دیتا۔

ان واقعات واشارات سے ثابت ہوا کہ رجم کرنا قرآن کا حکم ہے۔ نیز یہودیوں کے رجم کے حکم سے انکار پر قرآن کریم میں تقریباً ایک رکوع رجم کے ثبوت سے متعلق اترا ہے سورۃ مائدہ رکوع نمبر ۷ کو دیکھ لینا چاہیے۔ نیز احادیث مبارکہ رجم کے سلسلہ میں تواتر کے ساتھ وارد ہیں کہ رجم کا حکم قرآن واسلام کا حکم ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ان کے نور ایمانی نے دور سے آنے والے فتنوں کی نشان دہی فرمائی۔ صحابہ کرام نے رجم کو جاری رکھا ہے اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے غیر مبہم واقعات ہیں خوارج کے سوا اور آج کل کے ملحدین اور منافقین کے سوا کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ہے۔

"او کان الحبل" یعنی اگر زانیہ کے زنا پر گواہ کا قیام یا مرتکب جرم کا خود اقرار کرنا تو کافی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ البتہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اگر غیر شادی شدہ عورت کا ظہور حمل ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

غیر شادی شدہ عورت کے حمل کا حکم

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ظہور حمل کی بنیاد پر حد زنا نہیں لگائی جائے گی۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ حمل کا ظاہر ہونا غیر شادی شدہ عورت میں حد زنا کے ثبوت کے لیے کافی ہے آپ نے مذکورہ جملہ او کان الحبل سے استدلال کیا ہے جمہور فرماتے ہیں کہ حمل کا وجود محتمل ہے ہو سکتا ہے کہ اکراہ کی صورت میں حمل ہوا ہو یا اشتباہ کی وجہ سے ہو یا حالت نوم میں جماع کی وجہ سے ہو یا غیر اختیاری طور پر ہو ان احتمالات کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ الحدود تندرئ بالشبہات ایک واضح قاعدہ مذکورہ جملہ "او کان الحبل" کا جواب یہ ہے کہ یہ سبب بعیدہ کے طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ جب بغیر شوہر کے بچہ ظاہر ہو جائے تو پھر یا گواہوں سے ثبوت ہوگا اور یا اقرار سے ثبوت ہوگا اور پھر حد لگے گی یہ مطلب نہیں کہ صرف حمل کی بنیاد پر حد لگے گی بہر حال یہ تاویل کمزور ہے اور یہ محکمہ عدالت اور قاضیوں کا معاملہ ہے۔

اعتراف زنا پر حد جاری کرنے کا حکم

"فان اعترفت" اب یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ آیا ایک بار اعتراف بالزنا پر حد جاری کی جائے گی یا اعتراف کے لیے تعدد شرط ہے نیز اس

میں بھی کلام ہے کہ آیا ایک مجلس میں اعتراف کافی ہے یا چار مجالس میں الگ الگ اعتراف ضروری ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام شافعی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اقرار کرنا ثبوت زنا کے لیے کافی ہے اور مجلس کے تعدد یا اعتراف کے تعدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ثبوت زنا کے لیے چار بار اقرار کرنا شرط ہے تا کہ چار گواہوں کے قائم مقام ہو جائے نیز ایک مجلس کے بجائے چار مجالس کا تعدد بھی لازم ہے۔

دلائل

شوافع اور مالکیہ مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں ایک مرتبہ اقرار کا ذکر ہے اور مجلس کے تعدد کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔
احناف اور حنابلہ حضرت ماعز کی متعدد روایات سے استدلال کرتے ہیں جس میں چار مرتبہ اقرار کا ذکر آیا ہے کہ آنحضرت نے تین بار ان کو واپس کیا اور چوتھی بار رجم کا حکم دیا اگر ایک یا دو بار اقرار سے حد واجب ہو جاتی تو آنحضرت ماعز کو واپس کرنے کے بجائے فوراً حد نافذ فرمادیتے حضرت ماعز کے رجم کی تمام روایات پر اگر نظر ڈالی جائے تو تعدد مجلس اور تعدد اقرار میں کسی کو کوئی شبہ باقی نہیں رہے گا۔

جواب

شوافع اور مالکیہ کی دلیل کی توجیہ اور جواب یہ ہے کہ اس میں جنس اعتراف کا ذکر ہے اس میں ایک یا دو کا ذکر نہیں نہ نفی کا ذکر ہے نہ اثبات کا ذکر ہے تو اس میں یا وہی معہود چار اعتراف مراد ہیں یا روایت مجمل ہے اس کی تفسیر و تفصیل ماعز کی روایت میں ہے۔

۴۴۱۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ

حضرت زہری رحمہ اللہ سے اس طریق کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

باب من اعترف بالزنا وقصه ماعزؓ

جس نے زنا کا اعتراف کیا اور حضرت ماعز کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے سترہ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۴۱۷۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ: حَدَّثَنِي

عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَنَادَاهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحَّى تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، حَتَّى ثَنَى ذَلِكَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَبِكَ جُنُونٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَهَلْ أُحْصِنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: فَكُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ، فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ هَرَبَ، فَأَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ، فَرَجَمْنَاهُ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: مسلمانوں میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، اس نے آپ ﷺ کو پکارا اور کہا کہ یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا وہ دوسری طرف سے آپ ﷺ کے چہرہ کے سامنے آیا اور کہا کہ یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ ﷺ نے پھر اس سے منہ موڑ لیا، یہاں تک کہ اس نے چار بار مکرر یہی بات کہی۔ جب اس نے چار مرتبہ اپنے آپ پر گواہی دے دی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلالیا اور فرمایا کہ کیا تو مجنون ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا محصن ہو؟ (شادی شدہ) ہو۔ اس نے کہا کہ جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور سنگسار کردو۔

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے آدمی نے بتلایا جس نے جابر بن عبداللہؓ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، جنہوں نے اسے سنگسار کیا تھا۔ ہم نے اسے سنگسار کیا جنازہ گاہ میں، جب اسے پتھر سخت لگے تو وہ بھاگا یہاں تک کہ ہم نے اسے حرہ (سنگلاخ زمین) میں جا پکڑا اور مکمل سنگسار کردیا''۔

تشریح:

''رجل من المسلمین'' اس آدمی سے مراد حضرت ماعز بن مالک اسلمی ہے یہ ہزال کی پرورش میں تھا اس نے ہزال کی آزاد کردہ لونڈی سے زنا کیا تھا اس لونڈی کا نام فاطمہ تھا ہزال کو جب زنا کا معلوم ہوا تو آپ نے حضرت ماعز سے کہا کہ جا کر نبی اکرم ﷺ کو اطلاع کردو وہ آپ کے لیے استغفار کردیں گے تم معاف ہو جاؤ گے، حضرت ماعز نے جب اطلاع کی اور اعتراف کیا تو اس پر حد زنا لگی اسی موقع پر آنحضرت نے ہزال سے فرمایا کہ تم کو چاہیے تھا کہ اس معاملہ کو چھپا دیتے اور پردہ ڈالتے،

''اربع شهادات'' اس جملہ سے احناف اور حنابلہ کا مسلک واضح طور پر ثابت ہوتا ہے جو چار مرتبہ اقرار کو ثبوت زنا کے لیے ضروری

سمجھتے ہیں شوافع اور مالکیہ ایک مرتبہ اقرار کو کافی سمجھتے ہیں۔

"ابک جنون " اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی اور حاکم کو پوری تحقیق کرنی چاہیے اور یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اعتراف کرنے والا اپنا بیان بدل دے تاکہ حد ساقط ہو جائے بشرطیکہ اس معاملہ میں شرعی قواعد کا پورا خیال رکھا جائے یہ تحقیق اعتراف کی صورت میں ہے گواہوں کی گواہی کی صورت میں نہیں وہاں گواہوں پر جرح کا مسئلہ ہے۔

"فلما اذلقته الحجارة " اذلاق تیز چیز سے کسی کو زخمی کر کے کمزور کرنے کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ جب پتھروں کے پڑنے نے ان کو زخمی کر کے کمزور اور عاجز بنا دیا تو "هـرب " وہ بھاگ کھڑا ہوا یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اگر مجرم اقراری بھاگ رہا ہے تو اس کا پیچھا نہیں کرنا چاہیے ہو سکتا ہے وہ اپنے اقرار سے رجوع کر رہا ہو اور یہ رجوع آخر وقت تک کارآمد ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے قصاص میں تلوار مقرر فرمادی کیونکہ وہاں سزا شروع ہوتے ہی حکم کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہے تو کسی مہلت دینے کا فائدہ نہیں ہے لیکن یہاں چونکہ اقرار زنا ہے تو کسی وقت بھی یہ آدمی انکار زنا کر سکتا ہے اور اس انکار سے حد ساقط ہو جائے گی۔ اسی حکمت کے تحت اسلام نے یہاں سنگساری کا حکم دیا ہے تاکہ آخر وقت تک بچنے کی مہلت موجود ہو یہاں اگر گواہوں کی وجہ سے جرم ثابت ہوا ہو تو پھر انکار کا کوئی فائدہ نہیں اس میں گواہوں کے رجوع سے حد ساقط ہو سکتی ہے، اس حدیث میں مرجوم کے بھاگنے سے معلوم ہوا کہ رجم کے دوران مرجوم کا باندھ کر رجم کرنا ضروری نہیں اور نہ کسی گڑھے میں رکھنا ضروری ہے ہاں عورت کو پردہ کی حفاظت کی وجہ سے گڑھے میں کھڑا کر کے رجم کیا جائے گا۔

"فرجم بالمصلی" مصلی سے مراد جنازہ گاہ ہے اور یہ بقیع غرقد کے پاس مسجد نبوی کے ساتھ باب جبریل کے پاس اب بھی موجود ہے مشہور سا بنا ہے تو اب یہ اعتراض نہیں آئے گا کہ بعض روایات میں بقیع غرقد کے پاس سنگسار کرنے کا ذکر ملتا ہے بعض میں مصلی کا ذکر آیا ہے اور بعض میں "حرہ" کا تذکرہ ہے جو تعارض کی نشاندہی کرتا ہے تو جواب واضح ہے کہ بقیع غرقد کے پاس جنازہ گاہ تھی تو دونوں ایک ہی جگہ ہے اور "حرہ" کا ذکر اس لیے آیا ہے کہ یہ شخص وہاں تک بھاگ کر نکلا تھا تو وہاں بھی رجم کا عمل ہوا تھا۔

اب یہ مسئلہ ہے کہ اگر مصلی سے عیدگاہ مراد ہو تو جب کسی جگہ کو ایک بار مسجد اور عیدگاہ کا حکم دے کر اس میں نمازیں شروع ہو جائیں تو پھر اس کے تقدس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے لہذا وہاں رجم کرنا جائز نہیں تاکہ خون سے آلودہ نہ ہو جائے ایک حدیث میں آیا ہے "جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم ورفع اصواتکم وشراء کم واقامة حدودکم "

اس لیے علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں مصلی سے مراد وہ جگہ ہے جہاں جنازہ کی نماز ہوتی تھی یہ عیدگاہ نہیں تھی اور صرف نماز کی جگہ کو مسجد یا عیدگاہ قرار نہیں دیا جا سکتا نہ اس کی حیثیت مسجد یا عیدگاہ کی ہوتی ہے۔ "وصلی علیه " اس صیغہ میں بہت اختلاف ہے کہ آیا یہ مجہول کا صیغہ ہے یا معروف کا صیغہ ہے اگر یہ صیغہ مجہول کا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت نے سنگسار شدہ آدمی کی جنازہ میں خود شرکت نہیں فرمائی البتہ صحابہ نے جنازہ کی نماز پڑھی تھی اور اگر یہ صیغہ معروف و معلوم کا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا

آدمی کے جنازہ میں شریک ہو گئے تھے۔ اوپر مذکور جملہ مسلم میں یہاں نہیں ہے یہ جملہ صحیح بخاری میں ہے اسی کی تشریح ہے صحیح مسلم میں وصلی علیہا ہے۔ راجح یہ ہے کہ یہ صیغہ معلوم کا ہے اور جمہور کی رائے بھی یہی ہے اب اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ سنگسار شدہ آدمی کا جنازہ پڑھا جائے یا نہیں تو امام مالکؒ کے ہاں مرجوم کی نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ عام مسلمان پڑھ لیں مگر وقت کا بادشاہ یا قاضی یا مشہور اہل فضل و کمال علماء اس میں شرکت نہ کریں۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر مسلمان کلمہ گو کا جنازہ پڑھا جائے گا خواہ وہ مرجوم ہو یا فاسق ہو یا قاتل نفس وغیرہ ہو امام احمد کا ایک قول اسی طرح ہے۔ احادیث کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بعض روایات میں آنحضرت سے جنازہ پڑھنے کی نفی معلوم ہوتی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جنازہ پڑھا ہے اس میں تطبیق اسی طرح ہے کہ آپ نے جنازہ تو پڑھا ہے لیکن بطور زجر تاخیر بھی فرمائی ہے جس سے نہ پڑھنا معلوم ہو گیا تھا۔

۴۴۱۸۔ وَرَوَاهُ اللَّيْثُ، أَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ،

اس سند کے ساتھ بھی مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۴۱۹۔ وحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَيْضًا، وَفِي حَدِيثِهِمَا جَمِيعًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ كَمَا ذَكَرَ عُقَيْلٌ،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت عقیل کی روایت کردہ حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۴۲۰۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ رِوَايَةِ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اسناد کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث (زہری عن سعید و ابی سلمہ عن ابی ھریرہ) ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۴۲۱۔ وحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ جِيءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ قَصِيرٌ، أَعْضَلُ، لَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ أَنَّهُ زَنَى، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَلَعَلَّكَ؟ قَالَ: لَا، وَاللهِ

إِنَّهُ قَدْ زَنَى الْآخِرُ، قَالَ: فَرَجَمَهُ، ثُمَّ خَطَبَ، فَقَالَ: أَلَا كُلَّمَا نَفَرْنَا غَازِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ، خَلَفَ أَحَدُهُمْ لَهُ نَبِيبٌ كَنَبِيبِ التَّيْسِ، يَمْنَحُ أَحَدُهُمُ الْكُثْبَةَ، أَمَا وَاللهِ، إِنْ يُمْكِنِّي مِنْ أَحَدِهِمْ لَأُنَكِّلَنَّهُ عَنْهُ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس وقت دیکھا، جب انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا وہ ایک پستہ قد آدمی تھا برہنہ جسم تھے، ان کے جسم پر کوئی چادر نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے آپ پر گواہی دی چار مرتبہ کہ انہوں نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مزید وضاحت کی تاکید کے لئے) فرمایا کہ شاید (تو نے صریح زنا نہ کیا ہو بلکہ صرف بوس و کنار کیا ہو) انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ اللہ کی قسم! اس رذیل آدمی نے زنا ہی کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سنگسار کیا، بعد ازاں خطبہ دیا اور فرمایا: ''خبردار! جب ہم کبھی جہاد کے لئے اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں تو لوگوں میں سے کوئی پیچھے رہ جاتا ہے (جہاد میں نہیں جاتا) پھر وہ آواز نکالتا ہے جیسے بکرا آواز نکالتا ہے جماع کے وقت اور کسی کو ذرا سا دودھ بخش دیتا ہے خبردار! اللہ کی قسم! اگر ان لوگوں میں سے کسی پر مجھے اللہ نے قدرت دی تو اسے سخت ترین سزا دوں گا''۔

تشریح:

''رجل قصیر'' ''چھوٹے قد کا آدمی تھا''اعضل'' ای قوی العضلات والعضلة لحم الساق والذراع یعنی مضبوط پٹھوں والا تھا بازو اور پنڈلی میں اس قسم کا گوشت ہوتا ہے یہی مراد ہے۔

''فلعلک'' یہ استفہام سوال کے لیے ہے اور سوال کے الفاظ محذوف ہیں امام بخاری نے ان الفاظ کو اس طرح ذکر کیا ہے لعلک قبلت او غمزت او نظرت ''قال لا'' یعنی ماعز نے کہا ایسا نہیں بلکہ اس نے ٹھیک ٹھیک زنا کیا ہے ''قد زنی الاخر'' یعنی بدبخت اور کمینے نے زنا کیا ہے ''آخر'' بدبخت لئیم اور ذلیل کو کہتے ہیں ''خلف احدھم'' یعنی جہاد میں جانے سے پیچھے رہ جاتا ہے۔

''نبیب'' یہ بکرے کی اس آواز کو کہتے ہیں جب وہ بکری کے ساتھ جماع کررہا ہو، جماع میں مستی کے اعتبار سے میرے خیال میں بکرا تمام جانوروں سے زیادہ مست ہے ''تیس'' اس کی جمع اتیاس اور تیوس ہے بکرے کو کہتے ہیں۔

''یمنح'' یہ عطیہ کے معنی میں ہے ''الکثبة'' چھوٹی پیالی میں تھوڑے سے دودھ کو کہتے ہیں مراد شی قلیل ہے یعنی جہاد سے پیچھے بیٹھ کر عورتوں کو چھوٹی چھوٹی چیزوں سے ورغلا کر زنا کرتا ہے ''إِنْ يُمْكِنِّي'' یہ امکان سے ہے قدرت کے معنی میں ہے۔

''لا نکلنه'' یہ باب تفعیل سے متکلم کا صیغہ ہے تنکیل عبرت ناک سزا کو کہتے ہیں۔ اگلی روایت میں ہے کہ آنحضرت نے اس شخص کو دو مرتبہ لوٹا دیا دیگر روایات میں چار مرتبہ لوٹانے کا ذکر ہے وہ راجح ہے، دو مرتبہ لوٹانے والی روایت میں یہ تاویل ہوگی کہ یہ مختلف احوال پر محمول ہے۔

۴۴۲۲۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، يَقُولُ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَصِيرٍ، أَشْعَثَ، ذِي عَضَلَاتٍ، عَلَيْهِ إِزَارٌ، وَقَدْ زَنَى، فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كُلَّمَا نَفَرْنَا غَازِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ، تَخَلَّفَ أَحَدُكُمْ يَنِبُّ نَبِيبَ التَّيْسِ، يَمْنَحُ إِحْدَاهُنَّ الْكُثْبَةَ، إِنَّ اللهَ لَا يُمْكِنِّي مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ إِلَّا جَعَلْتُهُ نَكَالًا أَوْ نَكَّلْتُهُ، قَالَ: فَحَدَّثْتُهُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: إِنَّهُ رَدَّهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ،

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پستہ قامت بکھرے بالوں والا مضبوط گٹھے ہوئے جسم کا مالک شخص آیا، اس کے جسم پر ایک چادر تھی، اس نے زنا کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اس کے اقرار کو رد فرمایا۔ پھر اس کے بعد رجم کا حکم دیا تو اسے سنگسار کر دیا گیا۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”ہم جب بھی اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتے ہیں تو تم میں سے کوئی آدمی پیچھے رہ جاتا ہے، اور بکرے کی مانند آواز نکالتا ہے (یعنی جس طرح بکرا جماع کے وقت آواز نکالتا ہے اسی طرح وہ بھی زنا کے وقت آواز نکالتا ہے) اور ان عورتوں میں سے کسی ایک کو ذرا سا دودھ کا گھونٹ دیدیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے کسی پر بھی قدرت عطا فرمائی تو میں اسے عبرت آمیز سزا دوں گا“۔ سعید بن جبیر کی روایت میں چار مرتبہ اقرار کے رد کرنے کا ذکر ہے۔

۴۴۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ، وَوَافَقَهُ شَبَابَةُ عَلَى قَوْلِهِ، فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ، وَفِي حَدِيثِ أَبِي عَامِرٍ: فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا

اس طریق سے بھی مذکورہ بالا روایت منقول ہے ابن جعفر کی حضرت شبابہ نے دو مرتبہ لوٹانے میں موافقت کی ہے اور ابو عامر کی روایت کردہ حدیث میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دو یا تین مرتبہ واپس کیا۔

۴۴۲۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ، وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ: أَحَقٌّ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ؟ قَالَ: وَمَا بَلَغَكَ عَنِّي؟ قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّكَ وَقَعْتَ بِجَارِيَةِ آلِ فُلَانٍ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک سے ارشاد فرمایا: کیا مجھے تمہارے متعلق جو

اطلاع ملی ہے صحیح ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو میرے متعلق کیا اطلاع پہنچی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے فلاں خاندان کی لڑکی سے جماع (زنا) کیا ہے، انہوں نے کہا، جی ہاں! پھر چار مرتبہ انہوں نے گواہی دی (اپنے آپ پر) چنانچہ آپ ﷺ کے حکم پر انہیں رجم کر دیا گیا۔

تشریح:

"احق ما بلغنی منک" یہاں سوال یہ ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے از خود بیان دیا ہے اور خود گفتگو کا آغاز کیا ہے اور زیر نظر حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے پہلے ان سے پوچھا ہے پھر انہوں نے بیان دیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ زنا کے ارتکاب کے بعد حضرت ماعز کی قوم ان کو فیصلہ کی غرض سے آنحضرت کے پاس لے آئی اور پھر کلام کی ابتداء کر کے حضور اکرم ﷺ کو سب کچھ بتا دیا آنحضرت نے حضرت ماعز سے پوچھا کہ یہ لوگ جو شکایت میرے پاس لائے ہیں کیا تیرے متعلق وہ الزامات درست ہیں؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی راوی نے تفصیل سے کام لیا کسی نے اختصار سے بیان کیا یہ تعارض نہیں ہے۔ "اربع شہادات" چار دفعہ اقرار کا التزام بتاتا ہے کہ یہ حکم ثبوت زنا کے لیے ضروری ہے۔ شوافع ایک اقرار کو کافی سمجھتے ہیں۔

۴۴۲۵ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ، يُقَالُ لَهُ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ، أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ فَاحِشَةً، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِرَارًا، قَالَ: ثُمَّ سَأَلَ قَوْمَهُ، فَقَالُوا: مَا نَعْلَمُ بِهِ بَأْسًا إِلَّا أَنَّهُ أَصَابَ شَيْئًا يَرَى أَنَّهُ لَا يُخْرِجُهُ مِنْهُ إِلَّا أَنْ يُقَامَ فِيهِ الْحَدُّ، قَالَ: فَرَجَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَنَا أَنْ نَرْجُمَهُ، قَالَ: فَانْطَلَقْنَا بِهِ إِلَى بَقِيعِ الْغَرْقَدِ، قَالَ: فَمَا أَوْثَقْنَاهُ، وَلَا حَفَرْنَا لَهُ، قَالَ: فَرَمَيْنَاهُ بِالْعَظْمِ وَالْمَدَرِ، وَالْخَزَفِ، قَالَ: فَاشْتَدَّ، وَاشْتَدَدْنَا خَلْفَهُ حَتَّى أَتَى عُرْضَ الْحَرَّةِ، فَانْتَصَبَ لَنَا فَرَمَيْنَاهُ بِجَلَامِيدِ الْحَرَّةِ يَعْنِي الْحِجَارَةَ حَتَّى سَكَتَ، قَالَ: ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا مِنَ الْعَشِيِّ، فَقَالَ: أَوَ كُلَّمَا انْطَلَقْنَا غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ تَخَلَّفَ رَجُلٌ فِي عِيَالِنَا، لَهُ نَبِيبٌ كَنَبِيبِ التَّيْسِ، عَلَيَّ أَنْ لَا أُوتَى بِرَجُلٍ فَعَلَ ذَلِكَ إِلَّا نَكَّلْتُ بِهِ، قَالَ: فَمَا اسْتَغْفَرَ لَهُ وَلَا سَبَّهُ،

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو اسلم کا ایک شخص جسے ماعز بن مالک کہا جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ: مجھ سے بے حیائی کا صدور ہوا ہے لہذا مجھ پر حد شرعی قائم فرمائیے۔ نبی ﷺ نے متعدد بار اس کی بات کو رد فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی قوم سے اس کا حال پوچھا (کہ یہ پاگل تو نہیں) انہوں

نے کہا کہ "ہم تو نہیں سمجھتے کہ کہ اسے کوئی بیماری ہے البتہ اس سے کسی گناہ کا ارتکاب ہوا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس گناہ کے وبال سے اسے کوئی نہیں نکال سکتا الا یہ کہ اس پر حد جاری کی جائے"۔ وہ شخص دوبارہ لوٹ کر آیا رسول اللہ ﷺ کے پاس اور آپ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ اسے سنگسار کردیں چنانچہ ہم اسے لے کر بقیع غرقد (مدینہ کا قبرستان) کی طرف چلے۔ پھر ہم نے نہ تو اسے باندھا نہ ہی اس کے لئے گڑھا کھودا، بس ہڈیوں، ڈھیلوں اور ٹھیکروں سے اسے مارا، وہ دوڑا تو ہم بھی اس کے پیچھے دوڑے یہاں تک کہ وہ حرہ کے چوڑے حصہ میں آگیا اور ہمارے سامنے ظاہر ہوا تو ہم نے حرہ کے سنگلاخ پتھروں سے اسے مارا یہاں تک کہ ٹھنڈا ہوگیا۔ شام کو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "جب ہم اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے چلتے ہیں تو کوئی اپنے گھر والوں میں ہی رہ جاتا ہے اور اس کی آواز بکرے کی سی ہوتی ہے۔ مجھ پر لازم ہے کہ اگر ایسا کوئی شخص میرے پاس لایا جائے جس نے اس فعل (زنا) کا ارتکاب کیا ہو تو میں اسے عبرت آمیز سزا دوں گا، پھر آپ ﷺ نے نہ اس کے لئے استغفار فرمایا اور نہ ہی اسے برا بھلا کہا"۔

تشریح:

"بقیع الغرقد" "بقیع کھلے میدان کو کہتے ہیں اور غرقد سے یہاں کیکر کا بڑا درخت مراد ہے یہاں بڑا درخت تھا پھر یہ مدینہ کا مقبرہ بن گیا "المدر" "مٹی کا بنا ہوا پکا ڈھیلا" "الخزف" "ٹھیکری کو کہتے ہیں ھو الفخار وھو الطین المطبوخ "فاشتد" بھاگنے کے معنی میں ہے "عرض الحرۃ" مدینہ کے سیاہ سنگریزوں کو حرہ کہتے ہیں عرض کنارہ کو کہتے ہیں یعنی حرہ کے کنارہ تک چلا گیا "انتصب لنا" یعنی وہاں کھڑے ہوگئے تو ہم نے ان پر پتھر مارے۔ "الجلامید" یہ جلمود کی جمع ہے مضبوط پتھر کو کہتے ہیں امرأ القیس نے کہا

مکر مفر مقبل مدبر معاً کجلمود صخر حطه السیل من علٍ

"فما استغفر له" یعنی خطبہ کے دوران یا خطبہ سے پہلے آپ نے اس کے لیے استغفار بھی نہیں کیا نہ بُرا کہا یہ ابتدا کی بات ہے بعد میں آنحضرت ﷺ نے ان کی بہت تعریف کی چنانچہ نسائی میں ہے آنحضرت نے فرمایا "لقد رأیته بین انهار الجنة ینغمس" یعنی جنت کی نہروں میں غوطے کھا رہا ہے

٤٤٢٦ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ، وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ: فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْعَشِيِّ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ: فَمَا بَالُ أَقْوَامٍ إِذَا غَزَوْنَا يَتَخَلَّفُ أَحَدُهُمْ عَنَّا لَهُ نَبِيبٌ كَنَبِيبِ التَّيْسِ، وَلَمْ يَقُلْ: فِي عِيَالِنَا،

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔ اس اضافہ وفرق کے ساتھ کہ فرمایا: "نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور اللہ

تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: "امابعد! ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ جب ہم جہاد کے لئے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی پیچھے رہ جاتا ہے ہم سے اور ایسی آواز نکالتا ہے جیسی بکرا نکالتا ہے"۔ اور اس روایت میں فی عیالنا نہیں فرمایا۔

٤٤٢٧ ـ وحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، كِلَاهُمَا عَنْ دَاوُدَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ بَعْضَ هَذَا الْحَدِيثِ، غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ: فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

اس اسناد کے ساتھ بھی مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔ حضرت سفیان رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ اس نے زنا کا تین مرتبہ اعتراف کیا۔

٤٤٢٨ ـ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ غَيْلَانَ وَهُوَ ابْنُ جَامِعٍ الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ: وَيْحَكَ، ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللهَ وَتُبْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْحَكَ، ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللهَ وَتُبْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ: فِيمَ أُطَهِّرُكَ؟ فَقَالَ: مِنَ الزِّنَى، فَسَأَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبِهِ جُنُونٌ؟ فَأُخْبِرَ أَنَّهُ لَيْسَ بِمَجْنُونٍ، فَقَالَ: أَشَرِبَ خَمْرًا؟ فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيحَ خَمْرٍ، قَالَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَزَنَيْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ، فَكَانَ النَّاسُ فِيهِ فِرْقَتَيْنِ، قَائِلٌ يَقُولُ: لَقَدْ هَلَكَ، لَقَدْ أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ، وَقَائِلٌ يَقُولُ: مَا تَوْبَةٌ أَفْضَلَ مِنْ تَوْبَةِ مَاعِزٍ، أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: اقْتُلْنِي بِالْحِجَارَةِ، قَالَ: فَلَبِثُوا بِذَلِكَ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ جُلُوسٌ، فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: فَقَالُوا: غَفَرَ اللهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ، قَالَ: ثُمَّ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ غَامِدٍ مِنَ الْأَزْدِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ: وَيْحَكِ ارْجِعِي فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَقَالَتْ: أَرَاكَ تُرِيدُ أَنْ تُرَدِّدَنِي كَمَا

رَدَدْتَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: وَمَا ذَاكِ؟ قَالَتْ: إِنَّهَا حُبْلَى مِنَ الزِّنَى، فَقَالَ: آنْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ لَهَا: حَتَّى تَضَعِي مَا فِي بَطْنِكِ، قَالَ: فَكَفَلَهَا رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ حَتَّى وَضَعَتْ، قَالَ: فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: قَدْ وَضَعَتِ الْغَامِدِيَّةُ، فَقَالَ: إِذًا لَا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ وَلَدَهَا صَغِيرًا لَيْسَ لَهُ مَنْ يُرْضِعُهُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: إِلَيَّ رَضَاعُهُ يَا نَبِيَّ اللهِ، قَالَ: فَرَجَمَهَا

حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی ؓ فرماتے ہیں کہ ماعز بن مالک الاسلمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے پاک فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا ستیاناس، چل جا اور اللہ سے توبہ واستغفار کر۔ وہ لوٹ گئے، زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ پھر آئے اور کہا کہ یارسول اللہ! مجھے پاک فرمائیے۔ نبی ﷺ نے وہی بات فرمائی۔ یہاں تک کہ جب چوتھی مرتبہ انہوں نے کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کس چیز سے تجھے پاک کروں؟ انہوں نے کہا کہ زنا سے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیا اسے جنون تو نہیں؟ آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ نہیں وہ مجنون اور پاگل نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا شراب تو نہیں پی رکھی (کہ نشہ میں ایسی بات کہہ رہا ہو) ایک آدمی کھڑا ہوا اور ان کا منہ سونگھا، لیکن شراب کی بو نہیں آئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: کیا تم نے زنا کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! چنانچہ پھر آپ ﷺ کے حکم پر انہیں رجم کیا گیا۔ پھر ماعز کے بارے میں لوگ دو گروہ میں بٹ گئے۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ ماعز کی توبہ سے افضل تو کوئی توبہ ہی نہیں۔ کہ وہ (از خود) رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اور اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے دست مبارک میں رکھ دیا، پھر کہا کہ مجھے پتھروں سے قتل کر دیجئے (تو یہ سب اس کی توبہ کے اچھے ہونے کی باتیں ہیں) غرض لوگ دو تین دن تک یہی باتیں کرتے رہے، پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے، لوگ بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ سلام کر کے بیٹھ گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ماعز بن مالک ؓ کے لئے استغفار کرو، لوگوں نے کہا کہ: اللہ ماعز بن مالک کی مغفرت فرمائے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک امت (جماعت) کے درمیان تقسیم کر دی جائے تو سب (کی مغفرت) کے لئے کافی ہو جائے''۔ بریدہ ؓ فرماتے ہیں کہ پھر قبیلہ ازد کی غامدی عورت آپ ﷺ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی یارسول اللہ! مجھے پاک فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری بربادی ہو جالوٹ جا اور اللہ سے توبہ واستغفار کر۔ وہ کہنے لگی کہ: میں دیکھ رہی ہوں کہ جس طرح آپ ﷺ نے ماعز بن مالک کو واپس لوٹایا تھا اسی طرح مجھے بھی لوٹا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے کہا تجھے کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ زنا سے حمل ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے حمل ہو گیا! کہنے لگی ہاں! فرمایا کہ اچھا ٹھہر جا۔ یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔ چنانچہ ایک انصاری نے ان عورت کی کفالت کی حتی کہ وضع حمل ہو گیا۔ وہ انصاری نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اس غامدیہ عورت نے

وضع حمل کر دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو ہم اسے رجم نہیں کریں گے کہ اس کے ننھے بچے کو یونہی چھوڑ دیں کوئی اسے دودھ پلانے والا نہ ہو۔ ایک انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس بچہ کی رضاعت میرے ذمہ ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم فرمایا۔

تشریح:

"طهرنی" یعنی مجھے زنا کے گناہ سے پاک کردیں اور مجھ پر حد زنا جاری کردیں، یہی فرق ہے صحابہ اور غیر صحابہ کے درمیان کہ صحابی رو رہا ہے اور بار بار حد نافذ کرنے کی درخواست کر رہے ہیں اور دوسرے لوگ دسیوں حیلوں اور بہانوں سے اپنے گناہ کو چھپاتے پھرتے ہیں تکمیل شریعت کے لیے صحابہ نے بڑی قربانیاں دی ہیں "فاستنکهه" یعنی منہ کو سونگ لیا کہ شراب کی بدبو منہ میں ہے یا نہیں ہے "فرقتين" حضرت ماعز پر تبصرہ کرنے والوں نے مختلف تبصرے کیے کسی نے آپ کی بڑی تعریف کی مگر کسی نے یہ بھی کہا کہ بس گناہوں نے ماعز کو گھیر رکھا تھا۔"لو قسمت" یعنی ماعز کی توبہ اگر پوری امت پر تقسیم کیا جائے تو سب معاف ہو جائیں گے "ثم جاء ته امرأة" یہ عورت غامدیہ کے نام سے مشہور ہے کبھی یہ جھینہ قبیلہ کی طرف بھی منسوب کی گئی ہے تو جھینہ بڑا قبیلہ ہے اور غامد قبیلہ اس کی شاخ ہے غامدیہ کے قصہ کو راویوں نے بالکل حضرت ماعز کے قصہ کے ساتھ جوڑ دیا ہے تو یہ صرف رجم کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے ورنہ یہ الگ الگ دو واقعے ہیں غامدیہ کے زنا کا معاملہ ماعز کے ساتھ نہیں ہے۔"فرجمها" یعنی بچے کی ولادت اور اس کی کفالت کے بعد غامدیہ کو سنگسار کر دیا گیا۔

سوال: یہاں پر یہ سوال ہے کہ اس روایت کے ساتھ آنے والی روایت کا تعارض ہے اس میں بہت کچھ تفصیل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ جب خود کفیل ہو گیا تب غامدیہ کو حد لگی ہے اور زیر بحث روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی ولادت کے بعد فوراً غامدیہ سنگسار کردی گئی ہے یہ واضح تعارض ہے۔

جواب: علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ پہلی روایت میں اجمال ہے اور دوسری روایت میں تفصیل ہے لہذا دوسری روایت کو راجح قرار دیا جائے گا اور پہلی روایت میں یہ تاویل ہوگی کہ جس شخص نے "الی رضاعه" کا لفظ بولا ہے تو اس سے پوری کفالت مراد ہے صرف دودھ پلانا نہیں ہے لہذا دودھ چھڑانے تک اس عورت کو حد نہیں لگی جس طرح دوسری روایت میں ہے۔

٤٤٢٩ـ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَتَقَارَبَا فِي لَفْظِ الْحَدِيثِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ الْأَسْلَمِيَّ، أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي قَدْ

ظَلَمْتُ نَفْسِي، وَزَنَيْتُ، وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ تُطَهِّرَنِي، فَرَدَّهُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَاهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ، فَرَدَّهُ الثَّانِيَةَ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْمِهِ، فَقَالَ: أَتَعْلَمُونَ بِعَقْلِهِ بَأْسًا، تُنْكِرُونَ مِنْهُ شَيْئًا؟ فَقَالُوا: مَا نَعْلَمُهُ إِلَّا وَفِيَّ الْعَقْلِ مِنْ صَالِحِينَا فِيمَا نُرَى، فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ أَيْضًا فَسَأَلَ عَنْهُ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ، وَلَا بِعَقْلِهِ، فَلَمَّا كَانَ الرَّابِعَةَ حَفَرَ لَهُ حُفْرَةً، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ، قَالَ، فَجَاءَتِ الْغَامِدِيَّةُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ فَطَهِّرْنِي، وَإِنَّهُ رَدَّهَا، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، لِمَ تَرُدُّنِي؟ لَعَلَّكَ أَنْ تَرُدَّنِي كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزًا، فَوَاللهِ إِنِّي لَحُبْلَى، قَالَ: إِمَّا لَا فَاذْهَبِي حَتَّى تَلِدِي، فَلَمَّا وَلَدَتْ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِي خِرْقَةٍ، قَالَتْ: هَذَا قَدْ وَلَدْتُهُ، قَالَ: اذْهَبِي فَأَرْضِعِيهِ حَتَّى تَفْطِمِيهِ، فَلَمَّا فَطَمَتْهُ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِي يَدِهِ كِسْرَةُ خُبْزٍ، فَقَالَتْ: هَذَا يَا نَبِيَّ اللهِ قَدْ فَطَمْتُهُ، وَقَدْ أَكَلَ الطَّعَامَ، فَدَفَعَ الصَّبِيَّ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا إِلَى صَدْرِهَا، وَأَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوهَا، فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بِحَجَرٍ، فَرَمَى رَأْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلَى وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا، فَسَمِعَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّهُ إِيَّاهَا، فَقَالَ: مَهْلًا يَا خَالِدُ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا، وَدُفِنَتْ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے زنا کاری کر کے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لوٹا دیا۔ اگلے روز پھر آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے پھر دوبارہ لوٹا دیا۔ اور ان کی قوم کی طرف ایک آدمی بھیجا (اور معلوم کروایا کہ) کیا تم جانتے ہو کہ اس کی (ماعز کی) عقل میں فتور تو نہیں (پاگل یا دیوانہ تو نہیں) یا تم نے کوئی نئی اور اچنبھی بات دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ جہاں تک ہم جانتے ہیں وہ عقل مند آدمی ہے اور ہمارے خیال کی حد تک وہ ہم میں سے اچھے عقل والوں میں سے ہے۔ پھر تیسری مرتبہ ماعز رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ آدمی بھیجا اور وہی بات دریافت کی، تو انہوں نے یہی کہا کہ اسے کوئی بیماری نہیں نہ ہی اس کی عقل میں فتور ہے۔ چنانچہ جب وہ چوتھی بار آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گڑھا کھودا پھر انہیں رجم کرنے کا حکم دیا تو انہیں رجم کیا گیا۔ بعد ازاں غامدیہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لوٹا دیا۔ اگلے روز وہ پھر آئی اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیوں واپس کر رہے ہیں؟ شاید آپ نے جس ماعز کو واپس کیا تھا (زنا کے عدم

ثبوت کی بناء پر) اسی طرح مجھے بھی واپس کر رہے ہیں لیکن اللہ کی قسم! میں تو حاملہ بھی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اگر نہیں (یعنی تو سزا سے بچنا نہیں چاہتی) تو ابھی چلی جا (ابھی ہم رجم نہیں کریں گے) یہاں تک کہ ولادت ہو جائے۔ چنانچہ جب اس کے ہاں ولادت ہو گئی تو وہ بچہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر حاضر خدمت ہوئی اور کہا کہ یہ بچہ میں نے جنم دیا ہے (لہذا اب مجھے پاک کیجئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا چلی جا اور اس کو دودھ پلا۔ یہاں تک کہ دودھ چھڑانے کا وقت آجائے۔ جب اس نے بچہ کا دودھ چھڑا دیا تو پھر حاضر ہوئی بچہ کو لے کر جس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا (یہ بتلانے کے لئے کہ اب یہ دودھ کا محتاج نہیں روٹی وغیرہ کھانے لگا اب اسے میری ضرورت نہیں) اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ! اس بچہ نے دودھ چھوڑ دیا ہے اور اب کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو ایک مسلمان کے حوالے کیا پھر اس کے لئے حکم دیا تو ایک گڑھا کھودا گیا اس کے سینہ تک اور لوگوں کو رجم کا حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔ حضرت خالد بن الولید ایک پتھر لے کر سامنے سے آئے اور اس کے سر پر مارا تو خون کے چھینٹے اڑ کر حضرت خالد کے چہرہ پر لگ گئے۔ حضرت خالد نے اس عورت کو برا بھلا کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا برا بھلا کہنا سن لیا تو فرمایا: اے خالد صبر سے کام لو، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس عورت نے بے شک ایسی توبہ کی ہے کہ اگر چنگی اور ٹیکس لینے والا (ظالم) بھی کرتا تو اس کی بھی مغفرت ہو جاتی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور دفن کیا گیا۔

تشریح:

"وفی العقل" یعنی یہ شخص کامل عقل والا ہے مجنون نہیں ہے "حفر له حفرة" یعنی چوتھی بار اقرار کرنے سے شہادت کا نصاب پورا ہو گیا تو حضرت ماعز کے لیے گڑھا کھودا گیا اور سنگسار کیا گیا۔

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ حضرت ماعز کے بارے میں اس باب کی کئی احادیث میں ہے کہ ان کو نہ باندھا گیا تھا نہ گڑھا کھودا گیا تھا زیر بحث روایات میں گڑھا کھودنے کا ذکر ہے جو دیگر روایت کے ساتھ معارض ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: گڑھا کھودنے کا ذکر کسی راوی سے وہم ہو گیا ہے اس نے غامدیہ کے قصہ کو ماعز کے قصہ کے ساتھ خلط ملط کر دیا گڑھا غامدیہ کے لیے کھودا گیا تھا۔

"الغامدية" غامد یمن میں ایک قبیلہ کا نام ہے اسی وجہ سے اس عورت کو غامدیہ بھی کہتے ہیں اس کا بڑا قبیلہ ازد ہے تو اس عورت کی نسبت اس قبیلہ کی وجہ سے ازدیہ بھی صحیح ہے اور امرأۃ جھینہ کے الفاظ جہاں آئے ہیں وہ بھی صحیح ہیں۔

"یا رسول اللہ طھرنی" یہاں بھی اسی بے چینی کا اظہار ہے جو حضرت ماعز کے واقعہ میں ہے بلکہ یہاں تو خدلگوانے اور ایثار و قربانی

اور انقیاد و اطاعت اور آخرت کے عذاب سے بچاؤ کے عجیب واقعات اور عجیب عبرتیں ہیں سب سے پہلے حضور نے اس کو ٹال دیا کہ اب تم حاملہ ہو اور حمل کی حالت میں بے گناہ بچہ مارا جائے گا لہذا اب تم جاؤ اور بچہ کی ولادت کے بعد آجاؤ یہ خاتون ولادت کے بعد فوراً آئی اور حد لگوانے کا مطالبہ کیا نہ انکار ہے نہ فرار ہے بلکہ اطاعت اور اقرار ہے حضور اکرم ﷺ نے پھر ٹال دیا کہ بچہ کو دودھ کون پلائے گا جاؤ اس کو دودھ پلاؤ اور جب روٹی کھائے پھر آؤ آنحضرت کا خیال تھا کہ ہوسکتا ہے اس طویل عرصہ میں یہ عورت اپنے اقرار سے باز آجائے لیکن اس نے سزا ٹالنے کی کوشش نہیں کی بلکہ دودھ پلانے کے ساتھ ساتھ روٹی بھی کھلاتی رہی اور چھ ماہ میں دودھ چھڑا کر آنحضرت کے پاس اس حال میں بچے کو لے آئی کہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا جو کھا رہا تھا (سبحان اللہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے خیمے جنت میں گاڑ لیے تھے) آنحضرت نے فرمایا کہ اس بچہ کی پرورش کون کرے گا ایک صحابی نے فرمایا کہ میں کروں گا تب آنحضرت نے رجم کرنے کا حکم فرمایا۔

"فتنضح الدم" یعنی پتھر مارنے سے سر سے فوارہ کی طرح خون چھلک اٹھا اور حضرت خالدؓ کے چہرہ پر لگا آپ نے گالی دی حضرت نے فرمایا کہ خالد گالی نہ دو "صاحب مکس" اس سے مراد ناجائز ٹیکس وصول کرنے والا آدمی ہے نیز پٹواری بھی اس میں داخل ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ٹیکس وصول کرنے والا سب سے بڑا گناہ گار ہے اور اس کا گناہ سب سے بڑا گناہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شخص بہت زیادہ ظلم کرتا ہے ظلماً لوگوں سے زبردستی مال چھینتا ہے اور بار بار یہ کام کرتا ہے اور پھر اس کو بے جا مصرفوں میں صرف کرتا ہے جس کا نہ شریعت اجازت دیتی ہے اور نہ عرف اجازت دیتا ہے بس اس کی آنکھوں سے آخرت غائب ہے اور دنیا پر نظر ہے اور اسی میں خطر ہے۔ "فصلی علیها" راجح یہی ہے کہ یہ معروف کا صیغہ ہے اور آنحضرت نے غامدیہ کا جنازہ پڑھایا تھا امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مسلک یہی ہے امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے ہاں مشہور عالم کو نہیں پڑھانا چاہیے اس کے لیے مکروہ ہے اور یہ صیغہ مجہول کا بھی ہے کہ نماز جنازہ پڑھایا گیا آنحضرت شریک نہیں ہوئے، اگلی روایت میں "فشکت علیها ثیابها" کا لفظ ہے جو کپڑا باندھنے لپیٹنے کے معنی میں ہے۔

۴۴۳۰ ۔ حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ، أَنَّ أَبَا الْمُهَلَّبِ، حَدَّثَهُ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزِّنَى، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا، فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بِهَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ

صَلّٰى عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: تُصَلِّي عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللهِ وَقَدْ زَنَتْ؟ فَقَالَ: لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ تَعَالَى؟،

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جو زنا کی وجہ سے حاملہ تھی۔ اس نے کہا اے نبی اللہ! میں نے ایک حد واجب ہونے والا کام کیا ہے لہذا مجھ پر حد قائم فرمایئے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلایا، اور اس سے فرمایا کہ اس کو اچھی طرح رکھ اور جب ولادت ہو جائے تو اسے میرے پاس لے کر آنا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا (کہ وضع حمل کے بعد اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا (اسے رجم کرنیکا) تو پہلے اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھ دیئے گئے، (تاکہ دوران رجم ستر نہ کھلے) پھر سنگسار کرنے کا حکم دیا تو اسے سنگسار کر دیا گیا۔ بعد ازاں اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں حالانکہ یہ تو زانیہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بلاشبہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے اہل مدینہ کے ستر افراد پر تقسیم کیا جائے تو ان سب کے لئے کافی ہو جائے۔ اور کیا تم نے اس سے افضل اور بہتر توبہ بھی کوئی پائی ہے کہ اس نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے قربان کر دیا۔

۴۴۳۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا أَبَانُ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے اس طریق کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۴۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُمَا قَالَا: إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنْشُدُكَ اللهَ إِلَّا قَضَيْتَ لِي بِكِتَابِ اللهِ، فَقَالَ الْخَصْمُ الْآخَرُ: وَهُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ نَعَمْ، فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ وَأْذَنْ لِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلْ، قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا، فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ، وَإِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَوَلِيدَةٍ، فَسَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّمَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ، وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا الرَّجْمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ، الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ، وَتَغْرِيبُ

عَامٍ، وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا، قَالَ: فَغَدَا عَلَيْهَا، فَاعْتَرَفَتْ، فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَتْ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی فرماتے ہیں کہ دیہات کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے لئے اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ فرمائیے۔ اس اثناء میں اس کے خصم (فریق ثانی) نے جو ہم سے زیادہ سمجھ دار تھا کہا کہ جی ہاں! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمایئے اور مجھے گفتگو کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہو۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کا ملازم تھا اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ مجھے بتلایا گیا کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہے۔ میں نے اس کے عوض فدیہ دیدیا سو بکریاں اور ایک باندی۔ بعد ازاں میں نے اہل علم سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑوں اور ایک سال جلا وطنی کی سزا ہے جب کہ اس شخص کی بیوی کی سزا رجم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب کیمطابق ہی فیصلہ کروں گا۔ لہٰذا وہ باندی اور سو بکریاں تیری طرف واپس ہیں۔ اور تمہارے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس نامی ایک صحابی کو حکم فرمایا کہ) صبح کو تم اس عورت کے پاس جاؤ اور اگر وہ اعتراف کرلے زنا کا تو اسے سنگسار کردو۔ چنانچہ حضرت انیس بن ضحاک اسلمیؓ صبح کو اس کے پاس گئے، اس نے اعتراف جرم کرلیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے سنگسار کردیا گیا۔

تشریح:

"بکتاب الله" اس سے اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے کیونکہ رجم کا حکم الفاظاً قرآن میں موجود نہیں ہے "ای بحکم الله" مگر بعض علماء فرماتے ہیں کہ مراد قرآن کریم ہی ہے اور یہ اس آیت کی طرف اشارہ ہے جو پہلے اتری تھی پھر الفاظ منسوخ ہوگئے اور حکم باقی رہا الفاظ یہ تھے "الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم"

"اجل" یعنی نعم۔ "فاقض" علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ فا جزائیہ ہے شرط محذوف ہے یعنی جب اس شخص کا بیان آجائے تو آپ کتاب اللہ پر ہی فیصلہ فرمادیں دونوں متخاصمین نے اشارہ کردیا کہ آپ ہمارے درمیان خالص کتاب اللہ کا فیصلہ فرمادیں کسی صلح مصالحت کی ضرورت نہیں ہے جو حکم ہے وہ نافذ فرمادیں "عسیفا" مزدور اور اجیر کے معنی میں ہے۔

"جلد مأة" جلد کوڑے کو کہتے ہیں شرعی کوڑا اتنا سخت نہیں ہوتا ہے آج کل حکمرانوں کے ہاں جو کوڑے ہیں یہ تو تباہی ہے جس کے دس کوڑوں سے آدمی کے مرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ "فاعترفت" اس سے جنس اعتراف مراد ہے اور اس میں اجمال ہے احناف اور حنابلہ

چار بار اعتراف کے قائل ہیں شوافع اور مالکیہ ایک بار اعتراف کو بھی کافی سمجھتے ہیں پہلے یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

۴۴۳۳۔ وحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، ح وحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے اس طریق کے ساتھ بھی مذکورہ بالا حدیث اسی کی مثل روایت منقول ہے۔

باب رجم اليهود في الزنا

یہود کو زنا میں رجم کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے تیرہ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۴۳۴۔ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِيَهُودِيٍّ وَيَهُودِيَّةٍ قَدْ زَنَيَا، فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَاءَ يَهُودَ، فَقَالَ: مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ عَلَى مَنْ زَنَى؟ قَالُوا: نُسَوِّدُ وُجُوهَهُمَا، وَنُحَمِّلُهُمَا، وَنُخَالِفُ بَيْنَ وُجُوهِهِمَا، وَيُطَافُ بِهِمَا، قَالَ: فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، فَجَاءُوا بِهَا فَقَرَءُوهَا حَتَّى إِذَا مَرُّوا بِآيَةِ الرَّجْمِ وَضَعَ الْفَتَى الَّذِي يَقْرَأُ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ، وَقَرَأَ مَا بَيْنَ يَدَيْهَا، وَمَا وَرَاءَهَا، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: وَهُوَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيَرْفَعْ يَدَهُ، فَرَفَعَهَا فَإِذَا تَحْتَهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرُجِمَا، قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُمَا، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَقِيهَا مِنَ الْحِجَارَةِ بِنَفْسِهِ،

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودیہ عورت کو لایا گیا جنہوں نے ارتکاب زنا کیا تھا، رسول اللہ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے حتی کہ یہود کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا کہ تم تورات میں (زنا کی سزا) کیا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو زنا کار مرد و عورت کے چہروں کو کالا کر کے انہیں اونٹ پر سوار کرتے ہیں۔ اور دونوں کا رخ مخالف سمتوں میں کر دیتے ہیں پھر ان کو چکر لگواتے ہیں (یہ انہوں نے جھوٹ کہا اس لئے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تورات لاؤ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔ وہ تورات لائے اور اسے پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ جب رجم کی آیت پر پہنچے تو پڑھنے والے نوجوان نے اس سے آگے اور

پیچھے کی عبارت تو پڑھ لی اور آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا۔ تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو پہلے یہود کے بڑے عالم تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے نے فرمایا کہ اس نوجوان کو حکم دیں کہ اپنا ہاتھ اٹھالے، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت موجود تھی۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا: تو انہیں سنگسار کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں بھی سنگسار کرنے والوں میں شامل تھا میں نے دیکھا کہ مرد، عورت کو پتھروں سے بچانے کے لئے خود کو آگے کرتا تھا۔

تشریح:

"ان الیھود جاء وا"

سوال: یہاں یہ سوال ہے کہ یہود کافر ہیں اور کافر محصن نہیں ہوتا اگرچہ شادی شدہ ہو۔ احصان کے لیے اسلام شرط ہے تو یہاں یہودیوں کے رجم کرنے کا حکم کیسے صادر کیا گیا؟۔

جواب: اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم تورات کے مطابق صادر فرمایا تھا اور تورات میں رجم کے لیے احصان شرط نہیں تھا دوسرا جواب یہ ہے کہ اب تک قرآن کا حکم آیا نہیں تھا تو تورات پر عمل کیا گیا جب قرآن کا حکم آیا تو تورات کا حکم منسوخ ہو گیا لہذا اب ذمی پر رجم کا حکم نافذ نہیں ہوگا اس مسئلہ میں شوافع اور حنابلہ کا اختلاف پہلے لکھا جا چکا ہے۔

آنحضرت نے توراۃ کا احترام کیا

ابوداؤد شریف میں اس قسم کی حدیث کتاب الحدود باب رجم الیہودیین میں آئی ہے اس میں اتنا اضافہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے ساتھ بیت المدراس یعنی ان کے مدرسہ میں بیٹھ گئے تو انہوں نے آپ کے اکرام کے لیے نیچے تکیہ رکھ دیا آنحضرت نے تورات منگوائی جب تورات لائی گئی تو آنحضرت نے تکیہ نیچے سے اٹھا کر سامنے رکھ دیا اور اس پر تورات رکھ دی اور تورات کو زمین پر رکھنے نہ دیا اس سے تمام عرب کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ زمین پر قرآن رکھ کر بے ادبی کر رہے ہیں اور قرآن کا احترام نہیں کر رہے ہیں ابوداؤد کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

"ثم قال ائتونی بالتوراۃ فاتی بھا فنزع الوسادۃ من تحته ووضع التوراۃ علیھا وفی روایۃ ووضع الوسادۃ تعظیما لکتاب اللہ تعالیٰ وقال آمنت بک و بمن انزلک "(ابوداؤد ج ۲ ص:۲۵۵)

باوجودیکہ توراۃ منسوخ شدہ کتاب تھی مگر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے آنحضرت نے اس کا احترام کیا اور غیر محرف تورات پر ایمان لانے کا اعلان فرمایا اب اگر کوئی مسلمان اپنے عظیم قرآن اور اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب کا احترام نہیں کرے گا تو وہ اس کے فوائد اور برکات سے کیسے مالا مال ہو سکے گا؟ فالی اللہ المشتکی۔

"فوضع احدهم یده " یہ تورات کا ایک عالم تھا جس کا نام ابن صوریا تھا مگر یہودیوں کی رگ و ریشہ میں اللہ کی کتابوں میں تحریف کا مادہ پیوست ہو چکا ہے اس لیے اس بھری مجلس میں بھی حق کو چھپانے اور انگلیوں سے دبانے کی کوشش کر رہا تھا آج کل مسلمان حکمران یہودیوں کا یہ فریضہ ادا کر رہے ہیں اور قرآن کے احکام چھپا رہے ہیں اس وقت حضرت عبداللہ بن سلام نے یہودیوں کو رسوا کر دیا اور آج کل علمائے حق یہ فریضہ ادا کر رہے ہیں یہودیوں نے اعتراف کر لیا کہ ہم میں سے جب با اثر اور اصحاب اقتدار مالدار طبقہ زنا کا ارتکاب کرتا تو ہم ان کے لیے تورات کے حکم رجم کو نرم کر کے کوڑوں اور لعن طعن میں تبدیل کر دیتے تھے اور غریب پر بے دھڑک پورا حکم نافذ کر دیا جاتا تھا اس طرح تورات میں تحریف ہوئی افسوس ہے کہ آج کل کے ملحد حکمران اللہ کی کتاب کا حکم غریبوں پر بھی نافذ نہیں کرنے دیتے۔

۴۴۳۵۔ وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، ح وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، أَنَّ نَافِعًا، أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَمَ فِي الزِّنَى يَهُودِيَّيْنِ، رَجُلًا وَامْرَأَةً زَنَيَا، فَأَتَتِ الْيَهُودُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا، وَسَاقُوا الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو زنا کے معاملہ میں دو یہودیوں کو جن میں ایک مرد اور ایک عورت تھے سنگسار کیا۔ یہود ان دونوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آگے سابقہ حدیث کے مثل بیان کیا۔

تشریح:

"یهودیین " یہ دونوں اہل ذمہ میں سے تھے اس لیے ان پر اسلامی قواعد کے مطابق حد نافذ کر دی گئی، " رجلا وامرأة " یہاں کوئی ابہام نہیں ہے بلکہ واضح ہے کہ مرد اور عورت آپس میں دونوں اجنبی تھے، اگلی روایت میں آیا ہے " رجلا وامرأته " اس سے وہم ہوجاتا ہے کہ یہ عورت ان کی بیوی تھی وہاں روایت واضح نہیں ہے یہاں واضح ہے اگلی روایت میں " رجلا من اسلم " کے الفاظ ہیں اس سے مراد ماعز بن مالک اسلمی ہے۔ بہر حال میثاق مدینہ میں یہ طے ہوگیا تھا کہ عدالتی نظام مدینہ میں آنحضرت کے پاس ہوگا اسی لیے یہودی پر حکم نافذ ہوگیا۔

۴۴۳۶۔ وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ قَدْ زَنَيَا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود اپنے میں سے ایک آدمی اور عورت کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے

جنہوں نے زنا کیا تھا۔ بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی۔

یہود نے رجم کی سزا کو کس طرح بدل دیا؟

۴۴۳۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ مُحَمَّمًا مَجْلُودًا، فَدَعَاهُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ؟، قَالُوا: نَعَمْ، فَدَعَا رَجُلًا مِنْ عُلَمَائِهِمْ، فَقَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى، أَهَكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ قَالَ: لَا، وَلَوْلَا أَنَّكَ نَشَدْتَنِي بِهَذَا لَمْ أُخْبِرْكَ، نَجِدُهُ الرَّجْمَ، وَلَكِنَّهُ كَثُرَ فِي أَشْرَافِنَا، فَكُنَّا إِذَا أَخَذْنَا الشَّرِيفَ تَرَكْنَاهُ، وَإِذَا أَخَذْنَا الضَّعِيفَ أَقَمْنَا عَلَيْهِ الْحَدَّ، قُلْنَا: تَعَالَوْا فَلْنَجْتَمِعْ عَلَى شَيْءٍ نُقِيمُهُ عَلَى الشَّرِيفِ وَالْوَضِيعِ، فَجَعَلْنَا التَّحْمِيمَ، وَالْجَلْدَ مَكَانَ الرَّجْمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذْ أَمَاتُوهُ، فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ)إِلَى قَوْلِهِ (إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ)، يَقُولُ: ائْتُوا مُحَمَّدًا ﷺ، فَإِنْ أَمَرَكُمْ بِالتَّحْمِيمِ وَالْجَلْدِ فَخُذُوهُ، وَإِنْ أَفْتَاكُمْ بِالرَّجْمِ فَاحْذَرُوا، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى (وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ)فِي الْكُفَّارِ كُلُّهَا،

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک یہودی جس کے چہرہ پر کوئلہ کی سیاہی ملی ہوئی تھی اور کوڑے کھایا ہوا تھا کو گزارا گیا۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو (جو اس کو لیکر گزر رہے تھے) بلایا اور ان سے پوچھا کہ کیا تم اپنی کتاب میں زنا کی یہی حدیث پاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! آپ ﷺ نے ان کے علماء میں سے ایک عالم کو بلوایا اور ان سے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے تورات نازل فرمائی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، کیا تم اپنی کتاب میں زنا کی حد یہی پاتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں اور اگر آپ مجھے اتنی بڑی قسم نہ دیتے (موسیٰ علیہ السلام کی) تو میں آپ کو نہ بتلاتا۔ ہم تو زنا کی سزا رجم پاتے ہیں، لیکن ہمارے طبقہ اشرافیہ میں زنا کی بہت کثرت ہوگئی، لہٰذا ہم یہ کرنے لگے کہ جب کوئی معزز اور شریف فرد اس جرم میں پکڑا جاتا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور کمزور پکڑا جاتا زنا کے جرم میں تو ہم اس پر حد (شرعی سزا یعنی رجم) قائم کیا کرتے تھے۔ پھر ہم نے مشورہ کیا کہ آؤ ایک ایسی سزا مقرر کریں اور اس پر سب متفق ہوجائیں کہ اسے معزز اور کمزور وغریب دونوں پر

یکساں طور پر قائم کیا جاسکے۔ چنانچہ ہم نے یہ طے کرلیا کہ ایسے شخص کے چہرہ کو کوئلہ سے سیاہ کرکے سنگسار کرنے کے بجائے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! میں پہلا شخص ہوں جو آپ کے حکم کو زندہ کررہا ہوں جب کہ ان لوگوں نے وہ ختم کردیا تھا (یعنی رجم کی جو شرعی حد اللہ کی قائم کردہ تھی اسے چونکہ ترک کردیا گیا تھا تو میں اسے دوبارہ زندہ کرنے والا پہلا شخص ہوں) پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا لہٰذا اسے رجم کیا گیا اس موقع پر قرآن کریم کی یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی: ''اے رسول! آپ کو غمزدہ نہ کرے ان لوگوں کا عمل جو کفر کے معاملہ میں دوڑتے ہیں الخ یہاں تک کہ فرمایا: (ان یہود نے کہا کہ) محمد ﷺ کے پاس اسے لے چلو اگر وہ تمہیں منہ کالا کرکے کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اسے قبول کرلو اور اگر یہ فتویٰ دیں کہ سنگسار کرو تو اس پر عمل نہ کرو، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ﴿ومن لم یحکم بما انزل الله ... ﴾ یعنی جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے موافق فیصلہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں، اور اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی لوگ فاسق ہیں یہ سب آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئیں۔

۴۴۳۸ـ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ، إِلَى قَوْلِهِ: فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ، وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ مِنْ نُزُولِ الْآيَةِ

اس طریق سے بھی روایت مذکورہ ہے لیکن اس روایت میں یہاں تک ہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رجم کا حکم فرمایا اس کو رجم کیا گیا اس کے بعد مذکور نہیں۔

۴۴۳۹ـ وحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: رَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ، وَرَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ وَامْرَأَتَهُ،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ اسلم کے ایک مرد کو اور ایک یہودی مرد اور ایک یہودیہ عورت کو سنگسار فرمایا۔

۴۴۴۰ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَامْرَأَةً

علامہ ابن جریج رحمہ اللہ سے اس سند کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل منقول ہے۔

۴۴۴۱ـ وحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ أَبِي

إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى، هَلْ رَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: قُلْتُ: بَعْدَ مَا أُنْزِلَتْ سُورَةُ النُّورِ أَمْ قَبْلَهَا؟ قَالَ: لَا أَدْرِي

حضرت ابواسحاق الشیبانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے رجم کی سزا کو جاری فرمایا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! میں نے عرض کیا کہ کیا سورت نور کے نزول کے بعد بھی اس پر عمل فرمایا؟ یا اس کے نزول سے قبل ہی اس پر عمل فرمایا؟ فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

غلام پر حد قائم کرنے کا اختیار کس کو ہے؟

٤٤٤٢ - وحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ، فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ، فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ، فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَبِعْهَا، وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کی باندی زنا کاری کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اسے کوڑ یا جائے لگائے حد زنا میں، اور پھر اسے (زنا پر) عار اور طعنے مت دے۔ پھر اگر دوبارہ زنا کرے تو اس پر حد قائم کرے اور اسے جھڑکے نہیں، پھر اگر تیسری بار بھی زنا کرے اور اس کا زنا (گواہ وغیرہ کے ذریعہ یا خود دیکھنے کی وجہ سے) ظاہر ہو جائے تو چاہے ایک بال کی رسی کے عوض ہی ہو اسے فروخت کر ڈالے

تشریح:

'' فلیجلدها '' تجلید کوڑے مارنے کے معنی میں ہے یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ غلام اور باندی کے لیے رجم نہیں ہے کیونکہ یہ محصن نہیں ہیں کیونکہ احصان کی ایک شرط یہ ہے کہ آدمی آزاد ہو اور غلام آزاد نہیں اس لیے غلام اور لونڈی کی حد زنا ہر حال میں کوڑے ہیں سنگسار کرنا نہیں ہے نیز کوڑوں کی حد بھی احرار کی نسبت نصف ہے یعنی سو کوڑوں کی بجائے پچاس کوڑے ہیں جمہور فقہاء اور سلف صالحین کا یہی مسلک ہے خواہ غلام شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو غلام میں بکر اور ثیب کا فرق نہیں ہے۔

فقہاء کا اختلاف

مولی اپنے غلام پر خود حد نافذ کرنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جمہور فرماتے ہیں کہ مولی کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے غلام پر حد زنا نافذ کرے یعنی حد زنا میں اس کو پچاس کوڑے مارے ہاں حد سرقہ وقصاص اور دیگر حدود میں مولی کو اختیار نہیں ہے کہ

وہ اپنے غلام پر حد نافذ کرے۔ ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ مولی اپنے غلام پر کسی قسم کی حد جاری نہیں کرسکتا ہے یہ کام قاضی اور حاکم کے حوالہ ہے خواہ حد زنا ہو خواہ دیگر حدود ہوں۔

دلائل

صحابہ وتابعین کی اکثریت سے یہ اصول منقول ہے کہ حدود اللہ کی اقامت کا حق صرف سلطان کو ہے سلطان کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے اس اصول کے پیش نظر احناف کا فتویٰ ہے کہ مولی کو اپنے غلام پر حد نافذ کرنے کا حق نہیں ہے ہاں اگر حاکم اجازت دیدے تو پھر مولی اس حد کو اپنے غلام پر نافذ کرسکتا ہے۔ ائمہ احناف نے سنن کی کتابوں کی ایک حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع الی الولاۃ (۱) الحدود (۲) والصدقات (۳) والجمعات (۴) والفئی

یعنی حدود کا نفاذ اور صدقات وجمعات کا قیام اور تقسیم غنائم کا معاملہ حکام کے سپرد ہے ائمہ ثلاثہ جمہور نے زیر بحث حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس سے مولی کو حد نافذ کرنے کا اشارہ ملتا ہے۔

جواب

ائمہ احناف ان حضرات کے مستدل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں مرافعہ الی الحاکم کی قید ملحوظ ہے کہ یا حاکم کے ذریعہ سے حد لگوائے اور یا حاکم سے اجازت لے کر حد لگوائے۔ گویا اس میں اسناد مجازی ہے۔

"**ولا یثرب علیھا**" یعنی اس پر لعن طعن اور ملامت نہ کرے بلکہ یہی حد سب کے لیے کافی ہے۔ یا یہ مطلب کہ اس جرم کے مرتکب کو ابتداء میں حد کے بجائے صرف ملامت کیا کرتے تھے اب فرمایا کہ صرف ملامت کافی نہیں ہے بلکہ حد لگوائے۔

"**ولو بحبل من شعر**" یعنی بالوں سے بنی ہوئی رسی کے بدلے کیوں نہ ہو اس کو فروخت کردو، دوسری روایت میں ضفیر کا لفظ ہے اس سے بھی بالوں سے بنی ہوئی رسی مراد ہے۔

"**ولا یثرب علیھا**" یعنی گالی گلوچ نہ دو ملامت اور عیب نہ لگا بس حد کافی ہے وہ بھی ہر حال میں کوڑے ہیں۔

۴۴۴۲ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، ح وحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَأَبُو كُرَيْبٍ،

وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا أَنَّ ابْنَ إِسْحَاقَ، قَالَ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَلْدِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ ثَلَاثًا، ثُمَّ لِيَبِعْهَا فِي الرَّابِعَةِ

ان مختلف اسانید وطرق سے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باندی کو کوڑے مارنے کے بارے میں فرمایا: جب وہ تین مرتبہ زنا کر چکے پھر چوتھی بار چاہیے کہ اس کو فروخت کر دے۔

٤٤٤٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَاللَّفْظُ لَهُ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ، وَلَمْ تُحْصِنْ، قَالَ: إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: لَا أَدْرِي أَبَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ، وَقَالَ الْقَعْنَبِيُّ فِي رِوَايَتِهِ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَالضَّفِيرُ: الْحَبْلُ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی باندی کے بارے میں سوال کیا گیا جو غیر شادی شدہ ہو اور زنا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ زنا کرے تو اسے حد زنا کے طور پر کوڑے لگائے، پھر اگر دوبارہ زنا کرے تو دوبارہ کوڑے لگائے، پھر تیسری بار بھی زنا کرے تو خواہ ایک بال کی رسی کے عوض فروخت کرنا پڑے اسے فروخت کر ڈالے"۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ فروخت کرنے کا حکم تیسری مرتبہ میں دیا یا چوتھی مرتبہ میں۔ قعنبی فرماتے ہیں اپنی روایت میں کہ ضفیر رسی کو کہتے ہیں۔

٤٤٤٥ـ وحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا، يَقُولُ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ، بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا، وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ ابْنِ شِهَابٍ: وَالضَّفِيرُ الْحَبْلُ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باندی کے بارے میں پوچھا گیا بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی۔ لیکن اس روایت میں ابن شہاب کا قول کہ ضفیر رسی کو کہتے ہیں مذکور نہیں۔

٤٤٤٦ـ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ، وَالشَّكُّ فِي حَدِيثِهِمَا جَمِيعًا فِي بَيْعِهَا فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت بیان فرمائی ہے لیکن ان کی اس روایت کردہ حدیث میں تیسری یا چوتھی مرتبہ بیچنے میں شک ہے۔

باب تاخير الحد عن النفساء

نفاس والی عورت کی حد میں تاخیر کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۴۴۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: خَطَبَ عَلِيٌّ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَقِيمُوا عَلَى أَرِقَّائِكُمُ الْحَدَّ، مَنْ أَحْصَنَ مِنْهُمْ، وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ، فَإِنَّ أَمَةً لِرَسُولِ اللهِ ﷺ زَنَتْ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَجْلِدَهَا، فَإِذَا هِيَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ، فَخَشِيتُ إِنْ أَنَا جَلَدْتُهَا أَنْ أَقْتُلَهَا، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: أَحْسَنْتَ،

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک بار خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''اے لوگو! اپنے غلاموں پر حد قائم کرو خواہ وہ محصن ہوں یا نہ ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باندی نے زنا کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ اس پر کوڑے لگاؤں، میں جب ایسا کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ وہ حال ہی میں ولادت سے فارغ ہوئی ہے۔ مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں اسے کوڑے لگاؤں تو (کہیں کمزوری کی بناء پر) مار نہ دوں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم نے اچھا کیا (یعنی کوڑے لگانے میں تاخیر کرنے کا فیصلہ اچھا کیا)۔

تشریح:

''حتى تماثل '' یہ اصل میں تتماثل ہے اس سے صحت یاب ہونا اور نفاس سے فارغ ہونا مراد ہے۔

''بنفاس '' یعنی نفاس کی حالت میں تھی اور یہ حالت بیماری کی ہے اس لیے اس کو کوڑے نہیں لگائے صاحب فتح القدیر ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اگر سزا کوڑوں کی ہو تو بیمار پر کوڑے نہ لگائے جائیں کیونکہ اس سے وہ مرجائے گا اس کے تندرست ہونے تک سزا موخر کیا جائے ہاں اگر بیماری ایسی ہو کہ اس سے بچنا مشکل ہو جیسے تپ دق اور سل کی بیماری ہے (یا کینسر ہے) تو ایسے مریض کو ایسی شاخ سے مارا جائے، جس میں سو ٹہنیاں ہوں یہ حیلہ ہوگیا اور اگر سزا سنگسار کرنے کی ہو تو پھر ہر حالت میں سنگسار کیا جائے گا خواہ تندرست ہو یا مریض ہو کیونکہ

رجم میں تو زندہ چھوڑنا نہیں ہے یاد رہے کہ کوڑے نہ سخت گرمی میں مارے جائیں اور نہ سخت سردی میں مارے جائیں کیونکہ جان کا خطرہ ہوگا لہذا معتدل موسم میں کوڑے مارنے چاہیے۔

۴۴۴۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنِ السُّدِّيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يَذْكُرْ مَنْ أَحْصَنَ مِنْهُمْ، وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ، وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ اتْرُكْهَا حَتَّى تَمَاثَلَ

اس سند سے بھی سابقہ حدیث معمولی تغیر (کہ جوان میں پاک دامن ہو مذکور نہیں اور یہ اضافہ ہے کہ اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے) کے ساتھ منقول ہے۔

باب حد الخمر

شراب کی حد کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

قال اللہ تعالیٰ ﴿ویسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما﴾ (البقرۃ:۲۱۹)

وقال تعالیٰ ﴿یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون﴾ (سورۃ النساء:۴۳)

وقال تعالیٰ ﴿یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾ (مائدہ:۹۰)

"الخمر" خمر کے معنی چھپانے کے ہیں اور نصر و ضرب سے اس مادہ میں ستر اور چھپانے کا معنی پڑا ہوا ہے چونکہ شراب سے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور خمر عقل کو چھپاتی ہے اس لیے اس کو خمر کہا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شراب کے متعلق فرمایا "انھا تذھب العقل وتذھب المال" یہ بات آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے کہ تمام انسانی اقدار کا مدار عقل پر ہے کیونکہ عقل ہی اچھے برے کی تمیز کرتی ہے شراب پینے سے انسانیت اور انسان کی تمیز انسان سے رخصت ہو جاتی ہے اور انسان مجنون حیوانات کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہے وہ ماں بیٹی اور بیوی بہن میں تمیز نہیں کر پاتا، اسلام انسانی صفات واقدار کی حفاظت کرنے والا زندہ و تابندہ آسمانی مذہب ہے اس لیے اس نے انسانی صفات کو بگاڑنے والی ام الخبائث پر پابندی لگادی قرآن کریم نے اس کو حرام قرار دیا، احادیث نے اس کی حرمت کا فیصلہ کیا اجماع امت نے اس کی حرمت پر اتفاق کیا لہذا اب شراب اسلام کے ماننے والوں کے لیے قطعی طور پر حرام ہے اور اس کی حرمت کا منکر کافر ہے۔ لیکن چونکہ عرب میں شراب کا استعمال ان کے معاشرہ کا لازمی حصہ بن چکا تھا اور اس کا تعلق انسان کی عادات سے

ہو گیا تھا جس کو فوری طور پر یک حکم سے ان کی عادات سے نکالنا اور مختصر عرصہ میں یہ عادت ان سے چھڑانا آسان نہیں تھا، اس لیے اسلام نے تدریجاً اور مرحلہ وار اس کی حرمت کا حکم صادر فرمایا چنانچہ قرآن کریم میں چار مرحلوں میں چار قسم کی آیتوں میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔
سب سے پہلی آیت مکہ مکرمہ میں اتری جس میں شراب کشید کرنے کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

﴿ومن ثمرات النخيل والاعناب تتخذون منه سكراً ورزقا حسنا ﴾

یہ مکی دور تھا پھر مدنی دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے حضور سے کہا کہ ''افتنا في الخمر والميسر يا رسول الله '' اس پر یہ آیت اتری ﴿ويسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما ﴾

اس آیت سے سنجیدہ افراد نے شراب چھوڑ دی پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے مدینہ میں ایک دعوت کا اہتمام کیا اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوئے اور کھانے کے بعد شراب کا دور چلا حضرت علی کا بیان ہے کہ اس کے بعد نماز کا وقت ہو گیا اور لوگوں نے مجھے نماز کے لیے آگے کیا تو میں نے پڑھا۔

﴿قل يا يها الكافرون لا اعبد ما تعبدون ونحن نعبد ما تعبدون ﴾

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿يا ايها الذين امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون ﴾(كذا في المرقات)

اس آیت اور اس حکم سے زیادہ تر اوقات میں شراب پر پابندی نافذ ہو گئی کیونکہ پانچ نمازوں میں جو ایک دوسرے کے قریب ہیں ان کے درمیان شراب کا استعمال بند ہو گیا اب صرف فجر اور ظہر کے درمیان اور عشاء و فجر کے درمیان کھلا وقت رہ گیا اس سے شراب کے عادی افراد کی عادت کافی حد تک قابو میں آ گئی۔

اس کے بعد ایک بڑا حادثہ رونما ہوا وہ اس طرح کہ حضرت علیؓ نے دو اونٹنیاں ایک انصاری کے گھر کے پاس باندھ رکھی تھیں اتفاق سے وہیں پر قریب میں کھانے کی محفل قائم ہوئی اور شراب کا دور چلا حضرت حمزہ نشے کی حالت میں تھے کہ ایک لونڈی نے چند اشعار گائے اس میں ایک ٹکڑا یہ تھا'' الا يا حمز للشرف النواء ''اے حمزہ یہ قریب میں موٹی موٹی اونٹنیاں ہیں ان کے گوشت کا انتظام کون کرے گا۔
حضرت حمزہ کھڑے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دونوں اونٹنیوں کے کوہان کاٹ کر گوشت محفل والوں کو کھلا دیا۔ حضرت علی نے جب یہ منظر دیکھا تو دوڑے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا کہ میں نے اپنے ولیمہ کے لیے اونٹنیاں پال رکھی تھیں حمزہ نے اس کے کوہان اور کوکھ کاٹ ڈالے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور حمزہ کے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے حضرت حمزہ نشہ میں تھے اوپر نیچے دیکھا اور پھر کہا کہ تم سب میرے باپ کے غلام ہو آنحضرت الٹے پاؤں واپس چلے آئے اور فرمایا ان کو اسی حالت میں چھوڑ دو یہ نشہ میں ہے۔

علامہ نووی نے حاشیہ مسلم میں ان تمام اشعار کو نقل کیا ہے فائدہ کے لیے پیش خدمت ہے (مسلم ج ۲ باب الاشربۃ)

الا یا حمزۃ للشرف النواء وهن معقلات بالفناء

ترجمہ: اے حمزہ گھر کے صحن میں یہ موٹی فربہ اونٹیاں بندھی کھڑی ہیں اس کی طرف متوجہ ہو

ضع السکین فی اللبات منها وضرجهن حمزۃ بالدماء

ترجمہ: ان کے گلوں میں چھری رکھ کر ان کو خون میں لت پت کر دو

وعجل من اطایبها لشرب قدیدا من طبیخ او شواء

ترجمہ: شراب کے بعد ان کے عمدہ گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پکالو یا بھون کر کھالو

آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر اللہ سے اس طرح دعا مانگی "اللهم بین لنا بیانا شافیا"

اس پر سورۂ مائدہ کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں سے دو کو میں نے اس باب کی ابتداء میں لکھ دیا ہے اس آیت میں حکم ہے کہ "فهل انتم منتهون" یعنی اس گندی اور نجس چیز سے اب باز آ جاؤ۔

نسائی میں ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے پہلی دو آیتوں پر فرمایا" اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا" جب یہ آیت نازل ہوئی تو فرمانے لگے "انتهینا انتهینا" اس کے بعد مدینہ کی گلیوں میں شراب کی نہریں بہہ گئیں اور اس ام الخبائث سے مسلمانوں کے دل و دماغ محفوظ ہو گئے اور حرمت کا قطعی حکم آ گیا اب جو مسلمان شراب کو حلال سمجھتا ہے اور حرام نہیں کہتا وہ کافر ہے اور جو حرام سمجھ کر پیتا ہے وہ حرام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔ خمر کی تعریف آئندہ باب الاشربۃ میں آ رہی ہے۔

حد خمر کے لیے کتنے کوڑے ہیں؟

٤٤٤٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ، فَجَلَدَهُ بِجَرِيدَتَيْنِ نَحْوَ أَرْبَعِينَ، قَالَ: وَفَعَلَهُ أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ اسْتَشَارَ النَّاسَ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: أَخَفَّ الْحُدُودِ ثَمَانِينَ، فَأَمَرَ بِهِ عُمَرُ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص جس نے شراب پی تھی لایا گیا تو آپ ﷺ نے اسے دو ٹہنیوں سے چالیس مرتبہ لگ بھگ مارا (گویا اسی مرتبہ) اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یوں ہی کیا (اپنے زمانہ خلافت میں) پھر جب حضرت عمر کا دور آیا تو انہوں نے اس بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ حدود میں سب سے کم ترین حد اسی (درے) ہیں (اس سے کم نہیں) چنانچہ

حضرت عمرؓ نے پھر اسی کا حکم جاری فرما دیا (کہ شرابی کو حد کے طور پر اسی درے لگائے جائیں گے)۔

تشریح:

''جریدتین'' جریدۃ درخت کے شاخ کو کہتے ہیں جو اوراق سے مجرد ہو۔ یہاں دو شاخوں سے اس شخص کو چالیس کوڑے مارے گئے ہیں تو یہ اسی کوڑے بن جاتے ہیں اور یہی احناف کا مسلک ہے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

عہد نبوی سے لے کر عہد صدیقی تک حد خمر کا تعین نہیں تھا پھر عہد فاروقی میں جب ملک شام وفارس فتح ہوئے اور ملک مصر وغیرہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے تو نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کچھ بااثر تھے کچھ بہت مالدار عیش پسند تھے اور ایک حد تک زمانہ بھی تابعین کا تھا اس لیے خمر پینے کے واقعات زیادہ ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی شوریٰ کے ارکان کو بلایا اور حد خمر کے تعین کے لیے مشورہ مانگا اس وقت شوریٰ کے ایک ممبر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شرابی جب شراب پی لیتا ہے تو وہ نشے اور مدہوشی کے عالم میں بہتان بھی باندھتا ہے اور گالی بھی بکتا ہے اور گالی کے لیے حد قذف اسی (۸۰) کوڑے قرآن میں مقرر ہے تو شرابی کے لیے بھی اسی کوڑے متعین کرنا چاہیے۔ اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہوگیا اور اب تک فقہاء کے ہاں اس پر اتفاق ہے۔ ہاں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور اہل ظواہر کے ہاں اصل حد چالیس کوڑے ہیں اور مزید چالیس بطور تعزیر ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور دیگر فقہاء کے نزدیک حد خمر اسی کوڑے ہے شوافع وحنابلہ نے حضرت انسؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں چالیس کوڑوں کا ذکر ہے امام مالک واحناف نے اس باب کی آئندہ روایات سے استدلال کیا ہے جس میں اسی کوڑوں کا ذکر ہے اور اجمال کی تفصیل ہے نیز یہ حضرات اجماع صحابہ کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں ان دلائل کے سامنے یہ حضرات حضرت انس کی مجمل روایت کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ ان حضرات کی جانب سے بعض حضرات کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جو چالیس کوڑے مارے گئے تھے وہاں دو چھڑیوں کو ملا کر مارنے کا ذکر ملتا ہے جس طرح زیر بحث روایت میں ہے لہذا عہد نبوی میں بھی اسی کوڑوں کا ثبوت ملتا ہے۔

''اخف الحدود الثمانین'' یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عمر کو مشورہ دیا کہ اسلام میں سب سے ہلکی حد اور کم تر حد اسی کوڑوں والی حد ہے لہذا شراب کے لیے بھی اسی کو مقرر کرنا چاہیے، چنانچہ حضرت عمر نے اسی کوڑے شراب کی حد کے لیے مقرر کر کے نافذ کیے اس پر صحابہ کا اجماع ہوگیا، شیعہ اور غیر مقلدین صحابہ کے اجماعی فیصلے کا اکثر و بیشتر انکار کرتے ہیں۔

۴۴۵۰۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص لایا گیا۔ (بقیہ حدیث حسب سابق بیان فرمائی)۔

۴۴۵۱ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَدَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ، وَالنِّعَالِ، ثُمَّ جَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ، وَدَنَا النَّاسُ مِنَ الرِّيفِ وَالْقُرَى، قَالَ: مَا تَرَوْنَ فِي جَلْدِ الْخَمْرِ؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا كَأَخَفِّ الْحُدُودِ، قَالَ: فَجَلَدَ عُمَرُ ثَمَانِينَ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کی حد میں چھڑی اور جوتے سے حد لگائی۔ پھر ابو بکرؓ نے چالیس کوڑے لگائے، پھر جب حضرت عمر کا دور خلافت آیا اور لوگ چراگاہوں اور گاؤں کے نزدیک ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ شراب کی حد کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت عبدالرحمن عوفؓ نے فرمایا کہ میرا تو خیال ہے کہ یہ سب سے ہلکی اور کم ترین حد ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے مقرر فرما دیے۔

تشریح:

''ودنا الناس'' یعنی لوگ قریب چلے گئے اور عیش وعشرت کے مقامات میں آباد ہو گئے تو شراب پینا شروع کر دیا ''الریف'' سر سبز وشاداب علاقہ کو کہتے ہیں ''والقری'' دیہات اور جنگلات مراد ہیں ان مقامات میں شراب کا پینا زیادہ مزہ دیتا ہے۔ تو حضرت عمر نے حد خمر میں مشورہ مانگا تو عبدالرحمن بن عوف نے حدود میں سب سے کمتر حد اسی کوڑوں کا مشورہ دیا۔

۴۴۵۲ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ،

اس طریق سے بھی مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۴۵۳ـ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَضْرِبُ فِي الْخَمْرِ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيدِ أَرْبَعِينَ، ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمَا، وَلَمْ يَذْكُرِ الرِّيفَ وَالْقُرَى

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حد شراب کے اندر جوتوں اور ٹہنی سے چالیس بار مارتے تھے۔ آگے سابقہ احادیث والا مضمون ہی بیان فرمایا الا یہ کہ اس روایت میں گاؤں وغیرہ سے قریب ہونے کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

گورنر ولید شرابی کا قصہ

۴۴۵۴ـ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ الدَّانَاجِ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ

وَاللَّفْظُ لَهُ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ فَيْرُوزَ، مَوْلَى ابْنِ عَامِرٍ الدَّانَاجِ، حَدَّثَنَا حُضَيْنُ بْنُ الْمُنْذِرِ أَبُو سَاسَانَ، قَالَ: شَهِدْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَأُتِيَ بِالْوَلِيدِ قَدْ صَلَّى الصُّبْحَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: أَزِيدُكُمْ، فَشَهِدَ عَلَيْهِ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا حُمْرَانُ أَنَّهُ شَرِبَ الْخَمْرَ، وَشَهِدَ آخَرُ أَنَّهُ رَآهُ يَتَقَيَّأُ، فَقَالَ عُثْمَانُ: إِنَّهُ لَمْ يَتَقَيَّأْ حَتَّى شَرِبَهَا، فَقَالَ: يَا عَلِيُّ، قُمْ فَاجْلِدْهُ، فَقَالَ عَلِيٌّ: قُمْ يَا حَسَنُ فَاجْلِدْهُ، فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا، فَكَأَنَّهُ وَجَدَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ قُمْ فَاجْلِدْهُ، فَجَلَدَهُ وَعَلِيٌّ يَعُدُّ حَتَّى بَلَغَ أَرْبَعِينَ، فَقَالَ: أَمْسِكْ، ثُمَّ قَالَ: جَلَدَ النَّبِيُّ ﷺ أَرْبَعِينَ، وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، وَعُمَرُ ثَمَانِينَ، وَكُلٌّ سُنَّةٌ، وَهَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ. زَادَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ فِي رِوَايَتِهِ، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: وَقَدْ سَمِعْتُ حَدِيثَ الدَّانَاجِ مِنْهُ فَلَمْ أَحْفَظْهُ۔

حضرت حصین بن المنذر ابو ساسان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان کے پاس حاضر ہوا تو آپ کے سامنے ولید بن عقبہ کو لایا گیا جنہوں نے فجر کی دو رکعت پڑھ لی تھیں پھر کہا کہ میں تمہارے واسطے دو رکعت زیادہ پڑھ لیتا ہوں (اس جملہ سے بظاہر یہ بتلانا مقصود ہے کہ ولید نشہ میں تھے) دو آدمیوں نے ان پر گواہی دی ایک تو حمران نے گواہی دی کہ ولید نے شراب پی ہے۔ دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے ولید کو دیکھا کہ وہ قے کر رہے تھے۔ تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اگر اس نے شراب نہ پی ہوتی تو قے نہ کرتا (شراب پی ہے جبھی قے کر رہا تھا) اور حضرت علی سے فرمایا کہ: اے علی! اٹھئے اور اسے کوڑے لگائیے۔ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ اے حسن! اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔ اس پر حضرت حسن نے فرمایا کہ: ''اس کی گرمی بھی وہی اٹھائے جس نے ٹھنڈک اٹھائی ہے''۔ (یہ ایک بلیغ محاورہ ہے عربی کا) حضرت حسن کی اس بات پر گویا حضرت علیؓ نے ان پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ پھر عبداللہ بن جعفرؓ سے فرمایا کہ تم کھڑے ہو اور اسے کوڑے لگاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ولید کو کوڑے لگائے، حضرت علیؓ شمار کرتے رہے جب چالیس پر پہنچے تو فرمایا کہ رک جاؤ۔ پھر فرمایا: نبی ﷺ نے چالیس لگائے، ابو بکرؓ نے چالیس لگائے، اور حضرت عمرؓ نے اسی لگائے، سب طریقے سنت ہیں لیکن یہ طریقہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ حضرت علی بن حجر رحمہ اللہ نے اپنی روایت میں زیادتی کی ہے۔ حضرت اسماعیل نے کہا کہ میں نے اس سے حضرت داناج کی روایت کردہ حدیث سنی تھی لیکن میں یاد نہیں رکھ سکا۔

تشریح:

''الولید'' یہ شخص ولید بن عقبہ بن ابی معیط تھا قریشی تھا حضرت عثمان کا ماں شریک بھائی تھا فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گیا تھا فصیح و بلیغ

ادیب وشاعر تھا حضرت عثمان نے ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا پھر شرب خمر کے الزام میں ان کو معزول کیا، رقہ میں ولید آخر عمر تک الگ تھلگ رہا اور وہیں پر ان کا انتقال ہوگیا، انہوں نے فجر کی نماز دو رکعتیں پڑھائیں تو سلام کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ دو اور پڑھا دوں؟ یہ نشہ میں تھا شکایتیں زیادہ ہوگئیں تو حضرت عثمان نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اس کو کوڑے مارو، حضرت علی نے حسن بن علی سے کہا اٹھو اور ان کو کوڑے مارو اس نے عجیب جواب دیا، وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا ، وَلِّ والی بنانے اور سرپرست بنانے کے معنی میں ہے "حار" گرم کو کہتے ہیں مراد سخت حالت ہے "قار" ٹھنڈے کو کہتے ہیں مراد اچھی حالت ہے، حضرت حسن یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کوڑے لگانے کے لیے اس آدمی کو مقرر کریں جس نے حکومت میں خوب عیش وعشرت کی ہے اور مزے لوٹے ہیں تو کوڑے مارنے کی اس مشقت کو وہی آدمی برداشت کرے، جس نے مزے لوٹے ہیں۔

"وجد علیہ" یعنی حضرت علیؓ اس پر غصہ ہوگئے کہ حکم نہیں مانا اور باتیں بنا رہا ہے "وکل سنۃ" مطلب یہ ہے کہ چالیس کوڑے بھی آنحضرت اور حضرت ابوبکر کی سنت ہے اور اسی کوڑے حضرت عمرؓ کی سنت ہے۔

٤٤٥٥ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: مَا كُنْتُ أُقِيمُ عَلَى أَحَدٍ حَدًّا، فَيَمُوتَ فِيهِ، فَأَجِدَ مِنْهُ فِي نَفْسِي، إِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ، لِأَنَّهُ إِنْ مَاتَ وَدَيْتُهُ، لِأَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهُ،

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اگر کسی پر کوئی حد شرعی قائم کروں پھر وہ اس حد میں مرجائے تو میرے دل میں اس کا کچھ غم واحساس نہ ہوگا ماسوائے شراب کی حد کے۔ کہ اگر اس کے اندر کوئی مرجائے تو اسے میں دیت دلواؤں گا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جاری نہیں فرمایا (یعنی ایک ہی کوڑے سے اسی کوڑے لگانے کا طریقہ)۔

تشریح:

"فاجد منہ فی نفسی" یعنی حضرت علی فرماتے ہیں کہ حد لگاتے لگاتے اگر کوئی مرجائے تو میں دل میں یہ محسوس نہیں کروں گا کہ یہ میری طرف سے زیادتی ہوئی کیونکہ وہ اسلامی حد کی زد میں آیا ہے مگر شراب کی حد میں مجھے افسوس ہوگا بلکہ دیت دوں گا "ودیتہ" ودی یدی دیۃ خون بہا کو کہتے ہیں۔ یہ جملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے احتیاط کے طور پر بھی ہے اور اس طرف اشارہ بھی ہے حد خمر تمام حدود میں نرم حد ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ حد نہیں۔ خود حضرت علیؓ کے فیصلے مطابق حضرت عمر نے تمام صحابہ کی موجودگی میں اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی تھی جس پر اجماع صحابہ ہوگیا "لم یسنہ" اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت نے تعین نہیں فرمایا حد تو لگائی تھی مگر طریقے مختلف تھے اس میں دو شاخہ لاٹھی سے چالیس کوڑے بھی مارے ہیں جو اسی کوڑوں کے لیے ثبوت فراہم کرتا ہے نیز خلفائے راشدین کا فیصلہ ہے اور صحابہ کا اجماع ہے تو اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔

۴۴۰۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، بِهَذَا الإِسْنَادِ مِثْلَهُ

حضرت سفیان رحمہ اللہ سے اس طریق کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

باب قدر اسواط التعزیر

تعزیرات میں کوڑوں کی مقدار کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے

تعزیر عزر سے ہے جس کا معنی روکنا، ملامت کرنا اور دھمکی دینا ہے۔ تعزیر کے ذریعہ سے بھی آدمی کو گناہ سے روکا اور ٹوکا جاسکتا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں ''تعزیر اس سزا کا نام ہے جو برائے تادیب وتہذیب دی جاتی ہے اور جس کی مقدار ادنیٰ حد سے کم ہوتی ہے''۔

تعزیر کا ثبوت

قرآن کریم میں تعزیر کا ثبوت اس آیت کریمہ سے ہے۔

﴿واضربوهن فان أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا﴾ (سورۃ النساء ۳۴)

اور حدیث میں ہے ''ولا ترفع عصاك عنهم أدبا''

اس آیت اور حدیث دونوں سے بیوی کو مارنے کا اشارہ ملتا ہے اور یہی تعزیر ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے ''رحم الله امراء علق سوطه حيث يراه اهله'' (مرقات ملا علی قاری) اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو اپنی لاٹھی کو ایسی جگہ پر لٹکائے رکھے جہاں اس کی بیوی کو نظر آئے۔

حد اور تعزیر میں فرق

حد اس خاص سزا کا نام ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت بھی ہو اور متعین بھی ہو وقت کے حاکم کو اس میں نہ ترمیم واضافہ کا اختیار ہے اور نہ دیگر تصرفات کا اختیار ہے حاکم کو صرف اس کی تنفیذ کا حق حاصل ہے۔ اس کے برعکس تعزیر وہ سزا ہے جس کو کتاب وسنت نے متعین نہیں کیا ہے بلکہ اس کا تعین مفوض الی رای الامام ہے۔ امام شافعیؒ کے ہاں حاکم وقاضی پر تعزیر کا جاری کرنا لازم نہیں ہے بلکہ اس کی رائے پر موقوف ہے کہ وہ تعزیر کی سزا نافذ کرے یا نہ کرے لیکن امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ امام پر لازم اور ضروری ہے بلکہ واجب ہے کہ وہ تعزیر نافذ کرے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر تعزیر کا ذکر نص میں موجود ہو تو پھر اس کی تنفیذ واجب ہے اور اگر تعزیر کا ذکر نص قرآن میں موجود نہیں تو پھر وقت کے حاکم کی رائے پر موقوف ہے کہ وہ جس طرح چاہے فیصلہ کرے نافذ کرے یا نہ کرے۔

۴۴۵۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ إِذْ جَاءَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَابِرٍ، فَحَدَّثَهُ، فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا سُلَيْمَانُ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يُجْلَدُ أَحَدٌ فَوْقَ عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ، إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "کسی کو دس سے زائد کوڑے نہ لگائے جائیں الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ کسی حد میں"۔

تشریح:

"لا یجلد احد فوق عشرۃ اسواط "یعنی حدود اللہ کے علاوہ کسی سزا میں دس کوڑوں سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی۔
شریعت نے تعزیر میں کوئی حد متعین نہیں کی ہے تاہم فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ کم سے کم تین کوڑے ہوں تین سے کم کوڑے تعزیر نہیں، اب یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ تعزیر میں زیادہ سے زیادہ کتنے کوڑے مارے جائیں تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

امام شافعی اور امام احمد بن محمد حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دس سے زیادہ کوڑے تعزیر میں نہیں مارنے چاہئیں
امام مالکؒ کے ہاں زیادہ کوڑے مارنے کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔ قاضی و امام جتنا مناسب جانے کوڑے لگائے یہی صاحبین کا مسلک ہے (کمافی المرقات) امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ادنیٰ حد تک تعزیر نہیں پہنچنا چاہیے بلکہ اس سے کم ہونا چاہیے لہذا ایک غلام کی حد قذف چالیس کوڑے ہیں تو اس ادنیٰ حد سے ایک کوڑا کم کر کے انتالیس کوڑے لگانا چاہیے تاہم یہ تعزیر امام کی صوابدید پر موقوف ہے لہذا تعزیر کے ضمن میں زیادہ سے زیادہ سزا دی جاسکتی ہے حتیٰ کہ قتل تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔

دلائل

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے "لا یجلد فوق عشر جلدات "مشکوۃ میں مذکور حدیث سے استدلال کیا ہے امام مالک اور صاحبین نے حضرت عمر فاروق کے ایک واقعہ تعزیر سے استدلال کیا ہے جس میں متعلقہ شخص کو سو کوڑے بھی مارے گئے اور وہ شخص قید بھی ہو گیا واقعہ اس طرح تھا کہ معن بن زائدہ نے بیت المال سے جعلی مہر کے ذریعہ سے مال لیا حضرت عمر کو معلوم ہوا تو ان کو سو کوڑے مارے اور قید کر لیا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیر کو حد تک پہنچانے سے منع فرمایا ہے۔

جواب

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی دس جلدات (کوڑوں) والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان احادیث کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہے جن احادیث میں دس کوڑوں سے زیادہ کا ذکر آیا ہے اور صحابہ نے اس پر عمل کیا ہے امام مالک اور صاحبین کو یہ جواب ہے کہ حضرت عمر نے کئی جرائم کو ملا کر سو کوڑے مارے تھے کسی ایک جرم میں سو کوڑوں سے تعزیر نہیں ہوئی تھی۔

میں یہاں قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ فقہاء کے مذاہب کے انضباط میں یہاں تعزیر کے مسئلہ میں بہت دشواریاں ہیں کئی کئی اقوال ہیں، میں نے ملا علی قاری کی مرقات سے اختلاف مذاہب کے اقوال کو یہاں جمع کیا ہے اگرچہ دیگر شارحین نے دیگر انداز سے اقوال کو جمع کیا ہے بہر حال تعزیر کی بنیاد امام کی رائے اور صوابدید کی بنیاد پر ہے اگر وہ مصلحت دیکھتا ہے کہ یہاں زیادہ سزا کی ضرورت ہے تو زیادہ دے سکتا ہے اور کم بھی کر سکتا ہے لہذا اس میں ایک خاص تعین اس کی آزاد حیثیت کو متاثر کر دیتا ہے۔

عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے کہ کبھی تعزیر گردن پر پتھر مارنے سے حاصل ہوتی ہے کبھی کان مروڑنے سے بھی تعزیر ہو جاتی ہے کبھی قید کرنے سے کبھی گالی دینے سے کبھی جلاوطن کرنے سے اور کبھی شدید ضرب سے اور کبھی قتل کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔

مشائخ عظام نے کئی ایسی جگہوں کا ذکر کیا ہے جہاں تعزیر بالقتل بھی جائز ہے مثلاً ایک شخص مسلسل چوری کرتا ہے یا مسلسل جادو کرتا ہے یا مسلسل لواطت کر رہا ہے یا نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیتا ہے تو ایسے لوگوں کو قتل کرنا بطور تعزیر جائز ہے فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے دیکھا کہ کوئی شخص اس کی بیوی سے زنا کر رہا ہے تو وہ ان کو قتل کر سکتا ہے (اگرچہ اسلامی عدالت اس سے جواب طلبی کرے گی لیکن عنداللہ یہ شخص ماخوذ نہیں) (زجاجۃ المصابیح ج ۳ ص ۱۰۲)

خلاصۃ الفتاوی اور فتاوی ظہیریہ نے کسی پر مالی جرمانہ لگا کر مال لینے کی تعزیر کو بھی جائز لکھا ہے اور گھروں کے جلانے کو بھی تعزیر میں شمار کیا ہے (زجاجۃ المصابیح حوالا بالا)

باب الحدود كفارات لا هلها

حدود کفارات ہیں یا نہیں؟

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

٤٤٥٨ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ،

فَقَالَ: تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ، وَمَنْ أَصَابَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَعُوقِبَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَسَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ، فَأَمْرُهُ إِلَى اللهِ، إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ، وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ،

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کہ ہم لوگ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مجلس میں بیٹھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ شریک نہیں کرو گے، نہ ہی زناکاری کرو گے نہ چوری کرو گے نہ ہی کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ناحق قتل کرو گے تو تم میں سے جو شخص اس بیعت کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ پر ہے اور جو ان سب باتوں میں سے کوئی کام کر بیٹھا اور اس پر اسے سزا (شرعی) دی گئی تو وہ اس کے واسطے کفارہ ہو جائے گی، اور جس نے ان میں سے کوئی کام کیا اور اللہ نے اس کے جرم کو چھپالیا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے تو معاف کردے اور چاہے تو عذاب میں مبتلا فرمادے''۔

تشریح:

حدود کفارات ہیں یا زجرات؟

اس مسئلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ آیا حدود مکفرات ومطہرات ہیں یا زواجرات؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ حد قائم ہونے کے بعد سزا یافتہ شخص آخرت کے عذاب سے بھی پاک ہوگیا یا یہ صرف دنیوی زجر تھا اور آخرت میں پھر سزا ہوگی۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تینوں کے نزدیک حدود مطہرات ہیں کہ دنیا میں حد قائم ہونے سے یہ شخص آخرت کی سزا سے پاک ہوگیا۔ ائمہ احناف کے نزدیک حدود زواجرات ہیں دنیا کی سزا حد ہے تاکہ معاشرہ میں نظم وامن قائم ہو اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حکم توڑنے کی سزا الگ ہوگی، ہاں جن حدود سے توبہ ملحق ہوجائے اور سزا یافتہ شخص سچے دل سے توبہ کرے تو پھر یہ حدود مطہرات بنیں گے، بغیر توبہ صرف زواجرات ہیں۔

دلائل

جمہور کی دلیل زیر بحث حضرت عبادہ کی روایت ہے جس میں ''فھو کفارۃ'' کے الفاظ آئے ہیں کہ حدود کفارات ہیں۔

(۱) ائمہ احناف کی پہلی دلیل سورۃ مائدہ کی آیت محاربہ ۳۴ ہے ﴿ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم﴾ اب اگر حد مطہر وساتر ومکفر ہے تو قطاع طریق کو آخرت کا یہ عذاب عظیم کیوں ہے؟ معلوم ہوا یہ زاجر ہے ہاں اگر سچی توبہ سے یہ حد ملحق ہوتو پھر زاجر کے ساتھ مطہر بھی ہے۔

(۲) اس سورۂ مائدہ میں آیت ۳۸ آیت سرقہ کے نام سے مشہور ہے:

﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم فمن تاب من بعد ظلمه واصلح فان الله يتوب عليه﴾

اس آیت میں چوری کی سزا ہاتھ کا ٹنا بتایا اور پھر "فمن تاب" سے توبہ کا ذکر کیا گیا اگر صرف حد ساتر و مطہر و مکفر ہے تو پھر توبہ کے تذکرے کا کیا مطلب ہے۔ معلوم ہوا حد زاجر ہے ہاں اگر ملحق بالتوبہ ہو تو پھر ساتر اور مطہر ہے۔

(۳) سورۂ نور کی حد قذف والی آیت نمبر ۴ ہے۔

﴿فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون الا الذين تابوا من بعد ذالك واصلحوا﴾

اس آیت میں حد قذف لگنے کے بعد بھی اس شخص کو فاسق کہا گیا ہے اور اس کو مردود الشہادت قرار دیا گیا ہے اور اس کے بعد اس کی توبہ کا ذکر "الا الذين" سے کیا گیا اگر حد ساتر و مکفر و مطہر ہے تو حد لگنے کے بعد وہ مردود الشہادت کیوں ہے؟ فاسق کیوں ہے؟ اور پھر اس کی توبہ کا ذکر اور اس کی ترغیب کیوں ہے؟ معلوم ہوا حدود زواجر ہیں سواتر نہیں۔ یہاں "الا الذين" کا استثناء "فاسقون" سے ہے کیونکہ وہ قریب ہے اور قریب سے استثناء جب ممکن ہو تو وہی متعین ہے۔

نیز یہ استثناء حد قذف سے ممکن بھی نہیں کیونکہ قاضی کے پاس جب گواہ وغیرہ سے ثبوت حد ہو جائے تو وہ حد توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی، جب حد ساقط نہیں ہوتی ہے تو پھر استثناء لغو ہو جائے گا اور حاشا وکلا کہ اللہ کا کلام لغو ہو جائے۔

احناف نے ان احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جن میں حد لگنے کے بعد حضور ﷺ نے سزا یافتہ شخص سے فرمایا کہ استغفار کرو معافی مانگو "بَعْدَ اللُّتَيَّا وَالَّتِيُ وَبَعْد القَضِ وَقَضِيضِهَا" انصاف یہ ہے کہ حدود نہ مطلقاً سواتر ہیں اور نہ مطلقاً زواجر ہیں بلکہ اقرار اور توبہ اور عدم اقرار و عدم توبہ کا فرق ہے۔ جس نے جل جل کر اور رو رو کر اقرار کیا اور توبہ کی تو حدود سواتر ہیں ورنہ زواجر ہیں تو طرفین کا اختلاف لفظی بن کر ختم ہو گیا۔ مذکورہ حدیث بھی آیات کی وجہ سے مقید ہو گی اور توبہ کی شرط ملحوظ ہو گی۔

احناف کی طرف سے جمہور کو الزامی جواب یہ ہے کہ مرتد کی سزا دنیا میں موت ہے تو کیا سزا پانے کے بعد یہ مرتد پاک ہو گیا آخرت میں اس کو عذاب نہیں ہو گا؟

"فستره الله عليه" یعنی اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالا ہے تو اس شخص کو چاہیے کہ وہ بھی اس گناہ کا تذکرہ لوگوں کے سامنے نہ کرے بلکہ خفیہ طور پر توبہ کرے پس قاعدہ یہ ہے کہ خلوت کی معصیت کی توبہ خلوت میں ہے اور جلوت کی جلوت میں ہے۔

٤٤٥٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَزَادَ فِي

الْحَدِيثِ، فَتَلَا عَلَيْنَا آيَةَ النِّسَاءِ: (أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا۔

حضرت زہری سے اس سند سے یہی حدیث منقول ہے اس اضافہ کے ساتھ کہ آپ ﷺ نے اس بیعت کے بعد ہم پر آیت نساء تلاوت فرمائی (یعنی سورۃ الممتحنہ کی وہ آیت جس میں عورتوں سے انہی باتوں پر بیعت لی گئی ہے)۔

۴۴۶۰۔ وحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا أَخَذَ عَلَى النِّسَاءِ: أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا نَسْرِقَ، وَلَا نَزْنِيَ، وَلَا نَقْتُلَ أَوْلَادَنَا، وَلَا يَعْضَهَ بَعْضُنَا بَعْضًا، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ، وَمَنْ أَتَى مِنْكُمْ حَدًّا، فَأُقِيمَ عَلَيْهِ، فَهُوَ كَفَّارَتُهُ، وَمَنْ سَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ، فَأَمْرُهُ إِلَى اللهِ، إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بھی عہد لیا جیسا کہ عورتوں سے لیا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ ٹھہرائیں، نہ چوری کریں، نہ زنا کاری کریں، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں، نہ ایک دوسرے پر بہتان باندھیں گے۔ پس تم میں سے جو کوئی اپنے عہد میں پورا اترے گا اس کا اجر اللہ پر ہے اور جو کوئی تم میں سے کوئی حد واجب ہونے والا کام کرے گا تو اگر اس پر حد قائم ہوگئی تو وہ اس کے لئے کفارہ ہوگی اور جس کا گناہ اللہ تعالیٰ چھپالے تو اس کا معاملہ اللہ ہی کے سپرد ہے چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو مغفرت فرمادے۔

۴۴۶۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنِ الصُّنَابِحِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّهُ قَالَ: إِنِّي لَمِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِينَ بَايَعُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا نَزْنِيَ، وَلَا نَسْرِقَ، وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَلَا نَنْتَهِبَ، وَلَا نَعْصِيَ، فَالْجَنَّةُ إِنْ فَعَلْنَا ذَلِكَ، فَإِنْ غَشِينَا مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَاءُ ذَلِكَ إِلَى اللهِ، وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ: كَانَ قَضَاؤُهُ إِلَى اللهِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ان خواص میں سے ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی۔ اور فرمایا کہ ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی اس بات پر کہ ہم اللہ کے ساتھ شریک نہیں کریں گے نہ زنا کریں گے، نہ چوری کریں گے نہ کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کردیا ہے ناحق قتل کریں گے نہ لوٹ مار کریں گے اور نہ ہی معاصی کا ارتکاب کریں گے تو پھر ہمارے لئے جنت ہے اگر ہم نے ایسا کرلیا، اور اگر ہم سے ان میں سے کوئی کام ہوجائے تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اور ابن رمح نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ اللہ

تعالیٰ کی طرف ہے۔

باب جرح العجماء والمعدن والبئر جبار

جانور کا زخم اور کان اور کنوئیں کا نقصان رائیگان ہے

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۴۶۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جانور کا زخم ہدر ہے (یعنی رائیگاں ہے) کنویں سے پہنچنے والا نقصان بھی ہدر ہے اور کان سے پہنچنے والا نقصان بھی ہدر ہے جب کہ رکاز میں خمس (پانچواں حصہ ہے)۔

تشریح:

"العجماء جرحها جبار" یعنی جانور کا زخم معاف ہے مطلب یہ ہے کہ جانور کا نقصان کرنا معاف ہے مالک پر کچھ بھی تاوان نہیں ہے اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔

"العجماء جرحها جبار" العجماء عجم کی تانیث ہے عجم کا لغوی معنی گونگا ہے۔ یہاں جانور مراد ہے کیونکہ وہ بولنے پر قادر نہیں گویا گونگے ہیں عرب لوگ عجم کو بھی اسی وجہ سے عجم کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ گونگے ہیں۔

"جرح" زخم کہتے ہیں "جبار" ای ہدر یعنی جانوروں کا نقصان کرنا کسی کو کچل دینا یا فصل خراب کرنا رائیگاں ہے مالک پر کوئی تاوان اور ضمان نہیں ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کہ جانور کے ساتھ نہ راکب ہو نہ سائق ہو نہ قائد ہو اگر ان میں سے کوئی ان کے ساتھ ہو اور جانور نے اس کی لاپرواہی سے نقصان کیا تو ضمان، تاوان آئے گا اب جانور کا یہ نقصان اگر دن میں ہو یا رات میں ہو تو کیا اس کا کوئی اثر ضمان پر پڑے گا یا نہیں؟

اس میں ائمہ احناف کے ہاں کوئی فرق نہیں ہے اصل مدار مالک کے وجود و عدم پر ہے دن اور رات سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جمہور علماء کے ہاں اگر جانور نے دن کو نقصان کیا ہے تو مالک پر ضمان نہیں ہے کیونکہ دن کے وقت کھیت وغیرہ کی حفاظت کی ذمہ داری اس کے مالک کی ہے جانور کے مالک پر نہیں ہے اور اگر نقصان رات کو کیا تو مالک حیوان پر ضمان آئے گا اس لیے کہ رات کو حیوان کی حفاظت کی ذمہ داری

اس کے مالک کی تھی اس نے غفلت سے کام لیا۔

دلائل

زیر بحث حدیث سے احناف نے استدلال کیا ہے کہ حیوان کا نقصان رائیگاں ہے جمہور نے ابوداؤد شریف کی ایک کمزور روایت سے استدلال کیا ہے جس میں دن اور رات کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ بہر حال بعض علماء نے اس اختلاف کو عرف کا اختلاف قرار دیا ہے کیونکہ بعض مقامات میں دن اور رات کا نقصان فرق ہوتا ہے اور بعض مقامات میں نہیں ہوتا ہے حیوان کے نقصان کے ضمان نہ آنے کے قاعدہ سے آج کل موجودہ دور کے ٹریفک کے قوانین کے لیے اور گاڑی کے ایکسیڈنٹ اور پھر تاوان وضمان کے لیے ایک جامع ضابطہ ملتا ہے۔

''والبئر جبار ''یعنی اپنی مملوکہ زمین یا غیر آباد زمین میں کسی شخص نے کنواں کھودلیا اس میں کوئی شخص آ کر گر گیا تو اس میں کنویں کے مالک پر ضمان نہیں بشرطیکہ عام گزرگاہ میں کنواں نہ ہو۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے کنواں کھدوانے کے لیے مزدور مقرر کیا وہ کنواں کھودتے ہوئے نیچے دب گیا تو مالک پر ضمان نہیں ہے، یہ دوسرا مفہوم حدیث سے زیادہ قریب ہے۔

''والمعدن جبار ''معدن معدنیات کی کان کو کہتے ہیں یعنی ایک شخص نے اپنی مملوکہ غیر آباد زمین میں معدن کھودلیا ہو خزانہ لے لیا اور گڑھا رہ گیا ہو اس میں کوئی شخص آ کر گرا اور ہلاک ہو گیا تو اس میں مالک پر کوئی تاوان نہیں، دوسرا مفہوم یہ کہ کان کھودتے وقت مزدور ملبہ کے نیچے دب گیا اور مر گیا اس کا خون رائیگاں ہے مالک پر تاوان نہیں ہے۔ یہ دوسرا مفہوم حدیث کے زیادہ قریب ہے۔

یہ چیزیں اگر کسی نے طریق المسلمین میں کھودلیں یا دوسرے کی زمین میں بنالیں اور پھر اس میں کوئی گر کر مر گیا تو ضمان مالک پر آئے گا اس کی طرف سے دیت عاقلہ ادا کرے گی۔

رکاز کا حکم

''وفی الرکاز الخمس ''اگر کسی کو رکاز کا مال مل جائے تو اس میں پانچواں حصہ بیت المال کا ہے اور چار حصے پانے والے کے ہیں۔

رکاز کے لفظ کی تفسیر وتعیین سے پہلے بطور تمہید یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہاں تین ملتے جلتے الفاظ ہیں یعنی جو مال زمین سے نکالا جائے اس کی تین قسمیں ہیں (۱) کنز (۲) معدن (۳) رکاز۔ کنز وہ مال ہے جس کو انسان نے خود زمین میں دبا کر رکھا ہو۔ معدن وہ مال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق زمین کے وقت زمین میں پیدا کیا ہو جس کو قدرتی معدن کہتے ہیں یعنی اول دفینہ مخلوق ہے دوم دفینہ خالق ہے۔

رکاز کے لفظ کی تفسیر وتشریح اور اس کے تعین میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء کا اختلاف

شوافع حضرات کے نزدیک رکاز کا مصداق صرف کنز ہے کنز اور رکاز دونوں مترادف الفاظ ہیں اس میں خمس ہے اور معدنیات میں خمس نہیں

ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رکاز کا لفظ گاڑنے اور ثابت کرنے کے معنی میں ہے یہ لفظ کنز اور معدن دونوں کو شامل ہے کنز دفینہ مخلوق ہے اور معدن دفینہ خالق ہے لہذا کنز کی طرح معدن میں بھی خمس واجب ہے اصل اختلاف معدنیات میں ہے احناف کے نزدیک اس میں خمس ہے شوافع کے ہاں نہیں ہے ہاں اگر معدن میں سونا چاندی مل گیا تو شوافع کے ہاں اس میں زکوۃ واجب ہے ایک قول میں حولان حول شرط ہے دوسرے قول میں حولان حول شرط نہیں ہے۔

دلائل

شوافع حضرات کی دلیل زیر بحث حدیث ہے کیونکہ یہاں رکاز معدن پر عطف ہوا ہے جو تغایر چاہتا ہے لہذا معدن دوسری چیز ہے اور رکاز دوسری چیز ہے۔

ائمہ احناف کے دلائل اس مسئلہ میں بہت ہیں امام محمد نے مؤطا میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔

(۱) قال محمد الحديث المعروف ان النبى صلى الله عليه وسلم قال وفى الركاز الخمس قيل يا رسول الله وما الركاز ؟ قال المال الذى خلقه الله فى الارض يوم خلق السموات والارض فى هذه المعادن ففيها الخمس (مؤطا محمد)

(۲) امام بیہقی نے اپنی کتاب المعرفۃ میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک مرفوع حدیث نقل فرمائی چند الفاظ یہ ہیں "الركاز الذى ينبت فى الارض " (بیہقی)

(۳) جوہر النقی میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے "الركاز هو المعدن "۔

(۴) امام ابویوسف رحمہ اللہ نے کتاب الخراج میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "وفى الركاز الخمس فقيل ما الركاز يا رسول الله فقال الذهب والفضة الذى خلقه الله تعالىٰ فى الارض يوم خلقت " . (کتاب الخراج)

(۵) لغت کی کتاب المغرب میں لکھا ہے "الركاز هو المعدن والكنز ، لان كلا منهما مركوز فى الارض وان اختلف الراكز "۔

ان تمام حوالہ جات واستدلالات سے ثابت ہوا کہ رکاز معدن کو بھی شامل ہے لہذا معدن میں بھی خمس ہے پھر معدن تین قسم پر ہے۔

۱۔ وہ معدنیات جو آگ کے ذریعہ سے پگھل جاتے ہیں جیسے الذهب والفضة والجص والنورة ۔

۲۔ وہ معدنیات جو پہاڑوں میں یاقوت وزمرد اور عقیق وغیرہ کی قسم سے احجار ہیں۔

۳۔ وہ معدنیات جو مائع ہوں جیسے تیل پٹرول وغیرہ۔

اب امام احمدؒ کے نزدیک ان تینوں میں خمس واجب ہے۔ امام مالک وشافعی کے نزدیک صرف سونے چاندی کی کان میں خمس ہے باقی میں نہیں احناف کے نزدیک صرف قسم اول میں خمس ہے باقی دو میں نہیں ہے۔

جواب

اس حدیث کا مصداق جو شوافع نے بیان کیا ہے اس سے وہ مصداق زیادہ واضح ہے جو احناف نے بیان کیا ہے لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے تو جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ نیز احناف کے پاس مرفوع احادیث بھی ہیں جس کے مقابلے میں شوافع کا استدلال صحیح نہیں ہے نیز اس حدیث میں تین ایسی اشیاء کا ذکر ہے جن میں تاوان وضمان معاف ہے لہذا معدن سے مراد خالی گڑھا لینا زیادہ مناسب ہے جب خالی گڑھا مراد ہو تو وفی الرکاز کا عطف بھی صحیح ہو گیا دونوں میں مغایرت آگئی۔ گویا ایک جملہ میں ظرف کے حکم کا ذکر کیا گیا جو معدن کے نام سے یاد کیا گیا ہے کہ اس میں کچھ نہیں اور آخری جملہ وفی الرکاز میں مظروف کے حکم کا ذکر کیا گیا جو ما خرج من المعدن خزانہ ہے کہ اس میں خمس ہے یہ بیان بہت مناسب اور ضروری تھا، اس لیے عطف کے ساتھ لایا گیا۔

٤٤٦٣ - وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ عِيسَى، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِ اللَّيْثِ مِثْلَ حَدِيثِهِ،

حضرت زہری رحمہ اللہ سے اس سند کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

٤٤٦٤ - وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت نقل فرماتے ہیں۔

٤٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْبِئْرُ جَرْحُهَا جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جَرْحُهُ جُبَارٌ، وَالْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کنوئیں کا نقصان رائیگاں ہے، معدن (کان) سے ہونے والا نقصان (خواہ جانی ہو یا مالی) رائیگاں ہے۔ جانور سے ہونے والا نقصان بھی رائیگاں ہے اور رکاز میں خمس واجب ہوتا ہے"۔

٤٤٦٦، وحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي؛ ح وحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت بیان کرتے ہیں۔

کتاب الاقضیة

قضایا کا بیان

قضایا اور اقضیہ قضیہ کی جمع ہے قضیہ اس نزاعی معاملہ کو کہتے ہیں جو حاکم اور قاضی کے پاس اس غرض سے لے جایا جائے تاکہ وہ فریقین کے درمیان نزاع کو ختم کرنے کے لیے کوئی حکم اور فیصلہ صادر کرے امام مسلم نے کتاب الاقضیہ یہاں رکھا ہے اور کتاب الامارۃ کو کتاب الجھاد کے بعد الگ رکھا ہے۔ یہ ترتیب میں خلل ہے۔

قضاء اور قاضی

قاضی وہی شخص ہوتا ہے ''جس وقت کا حاکم عوام الناس کے قضایا اور معاملات نمٹانے کے لیے مقرر کرتا ہے'' اسلام کی نظر میں ''اقتدار اعلیٰ'' اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور مسلمانوں کی جو حکومتیں یا خلافتیں ہیں یہ صرف اسی اقتدار اعلیٰ کے احکامات کی تنفیذ کے لیے مقرر کی جاتی ہیں اسلام کی نظر میں پوری دنیا میں مسلمانوں کا ایک ہی خلیفہ ہونا چاہیے امام و حاکم کے لیے ضروری ہے کہ ان میں احکامات کی تنفیذ کی قوت اور حوصلہ ہو اگر احکام کی تنفیذ کی قدرت نہ ہو تو وہ خلیفہ خود بخود معزول ہو جاتا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر حاکم فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے تو اس کو معزول کیا جا سکتا ہے اور یہی مسئلہ قاضی کا بھی ہے مگر امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ فسق و فجور کی وجہ سے حاکم اور قاضی کو معزول نہیں کیا جا سکتا ہاں اگر واضح کفر سامنے آجائے یا امام و قاضی نماز ترک کرے تو پھر معزول کیا جائے گا۔ ہاں ابتداء سے اگر قاضی و امام فاسق ہیں تو احناف اس صورت میں شوافع کے ساتھ ہیں کہ ایسے فاسق و فاجر کو امام و قاضی مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔

٤٤٦٧ ـ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ، لَادَّعَى نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَأَمْوَالَهُمْ، وَلَكِنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: ''اگر لوگوں کو صرف ان کے دعویٰ کی بنیاد پر دیا جانے لگے تو لوگ دوسرے لوگوں کے خون اور اموال حاصل کر لیں گے لیکن یمین (حلف اٹھانا) مدعا علیہ کی ذمہ داری ہے''۔

تشریح:

یہ لو فرضیہ ہے اور یعطی مجہول کا صیغہ ہے یعنی فرض کر لو اگر لوگوں کو صرف ان کے دعوئی کی بنیاد پر مال دیا جانا شروع ہو جائے اور گواہوں کا

ضرورت نہ ہو تو کچھ لوگ دوسروں کے ذاتی اموال اور ان کی جان کو ہتھیا لینا شروع کردیں گے اسی لیے اسلام کا یہ قطعی ضابطہ ہے کہ پہلے مدعی سے گواہ طلب کیے جائیں اگر گواہ موجود نہ ہوں تو پھر مدعیٰ علیہ کو قسم کھلائی جائے گی۔

سوال: یہاں یہ اشکال ہے کہ اس حدیث میں قسم کا ذکر کیا گیا ہے لیکن گواہوں کا ذکر نہیں ہے ایسا کیوں ہوا؟

جواب: اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ گواہوں کا مسئلہ چونکہ بہت زیادہ واضح اور مشہور تھا اس لیے اس کو ذکر نہیں کیا گیا اور منکر کے لیے قسم کا ذکر کیا گیا۔

۴۴۶۸۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ: ''یمین (حلف اٹھانا) مدعا علیہ کی ذمہ داری ہے''۔

باب القضاء باليمين والشاهد

گواہ اور قسم پر فیصلہ کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

۴۴۶۹۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا زَيْدٌ وَهُوَ ابْنُ حُبَابٍ، حَدَّثَنِي سَيْفُ بْنُ سُلَيْمَانَ، أَخْبَرَنِي قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یمین اور ایک گواہ کی بنیاد پر فیصلہ فرمایا۔

تشریح:

''قضى بيمين وشاهد'' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مدعی نے دعویٰ کردیا اور اس کے پاس دعویٰ کے ثبوت کے لیے دو گواہ نہ ہوں تو وہ ایک گواہ پیش کرے اور ایک قسم کھائے تو دعویٰ ثابت ہوجائے گا اور مال حاصل ہوجائے گا اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا مدعی سے ایک گواہ کے ساتھ دوسرے گواہ کی جگہ قسم لی جائے گی یا نہیں۔

فقہاء کا اختلاف

تینوں ائمہ اور جمہور فرماتے ہیں کہ اگر معاملہ اور قضیہ حدود اور قصاص کے علاوہ اموال میں ہو اور مدعی کے پاس صرف ایک گواہ موجود ہو تو

مدعی دوسرے گواہ کی تکمیل کے لیے خود ایک قسم کھا سکتا ہے تا کہ گواہی مکمل ہو جائے اور مدعی کا مدعا ثابت ہو جائے ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ ایک گواہ کی وجہ سے مدعا ثابت نہیں ہوسکتا ہے اور مدعی پر کسی بھی صورت میں قسم نہیں آئے گی فیصلہ کے لیے ضروری ہے کہ مدعی کے پاس دو گواہ ہوں ورنہ مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی۔

دلائل

مذکورہ زیر بحث حدیث جمہور کی دلیل ہے اگر چہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ قسم مدعی سے لی گئی ہے لیکن اس کے بعض طرق میں اس طرح لفظ موجود ہے لہذا جمہور نے اسی پر فیصلہ فرمادیا ہے۔ ائمہ احناف کی پہلی دلیل تو قرآن عظیم کی آیت ہے۔

﴿واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان﴾

دوسری آیت میں ہے ﴿واشهدوا ذوى عدل منكم﴾

احناف کی دوسری دلیل وہ مشہور حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "البينة على المدعى واليمين على من انكر" اس حدیث میں بطور ضابطہ تقسیم کار بیان کیا گیا ہے تو مدعی کا کام گواہ پیش کرنا ہے اور مدعی علیہ کا کام قسم کھانا ہے اس میں اشتراک نہیں ہے۔

جواب

احناف نے مذکورہ حدیث اور جمہور کی اس دلیل کے کئی جواب دیئے ہیں اول جواب یہ کہ مذکورہ حدیث خبر واحد ہے یہ قرآن کریم کی آیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں احتمال ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ جب مدعی کے پاس گواہ نہ ہو تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی اور احتمال آنے سے استدلال باقی نہیں رہتا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کے مختلف فیصلوں کا ذکر ہے کہ آپ نے کبھی گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ فرمادیا ہے اور کبھی قسم کی بنیاد پر فیصلہ صادر فرمایا ہے گویا حدیث میں ایک فیصلہ کی بات نہیں ہے بلکہ مختلف اوقات میں مختلف فیصلوں کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ زیر بحث حدیث کا تعلق حفظ دماء سے ہے یہ ضابطہ نہیں بلکہ ایک معروضی فیصلہ تھا جس کے پیش نظر یہ حکم آیا ہے واقعہ اس طرح ہوا کہ بنو عنبر کے کچھ کفار میدان جہاد میں پکڑے گئے تھے جب وہ مدینہ لائے گئے تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم جس وقت پکڑے گئے ہیں اس وقت ہم مسلمان تھے اس پر ان کے پاس ایک گواہ تھا اور دوسرے گواہ کے لیے ان سے قسم لی گئی تو شبہ آگیا جس سے ان کے خون کی حفاظت ہوگئی یا یہ حدیث صلح کی کسی صورت پر محمول ہے ضابطہ وہی ہے جو مشہور احادیث میں ہے اور احناف نے لیا۔

باب الحكم بالظاهر واللحن بالحجة

ظاہر قضاء پر حکم لگانا اور استدلال میں چالاکی کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۴۷۰۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مِمَّا أَسْمَعُ مِنْهُ، فَمَنْ قَطَعْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ بِهِ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے، خصومات لے کر آتے ہو اور شاید تم میں سے کوئی دوسرے سے۔ زیادہ لجاجت یا چرب زبانی سے اپنی بات کو ثابت کردے اور میں اس کے بیان کے مطابق اسی کے حق میں فیصلہ کردوں۔ سو جس کسی کے لئے میں اس کے مسلمان بھائی کے حق کا فیصلہ کردوں تو وہ اسے نہ لے کیوں کہ میں درحقیقت اس کو جہنم کی آگ کا ایک حصہ دلا رہا ہوں۔

تشریح:

"الحن بحجته" یعنی بعض آدمی دوسرے سے دلیل پیش کرنے میں زیادہ فصیح و بلیغ اور ہوشیار سمجھدار سلیقہ دار ہوتا ہے "الحن" اسم تفضیل کا صیغہ ہے افطن و اعرف اور ابلغ واقدر کے معنی میں ہے یعنی استدلال میں زیادہ تیز ہے۔

"انما انا بشر" یعنی میں ایک انسان ہوں عالم الغیب نہیں ہوں میں ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کرتا ہوں لہذا سہو اور نسیان بشری تقاضہ ہے ایک انسان عالم الغیب تو ہوتا نہیں کوئی شخص ظاہری الفاظ اور زور دار کلام سے اپنا مدعا ثابت کرے گا اور حقیقت میں وہ اس میں حق پر نہیں ہوگا لیکن وہ اپنی قوت بیان سے حق پر معلوم ہوگا تو میں اس کے حق میں فیصلہ کروں گا حالانکہ حق کسی اور شخص کا ہوگا تو یاد رکھو اس طرح چرب لسانی سے میں اس کو جو کچھ دوں گا وہ دوزخ کا ٹکڑا ہوگا اب یہاں فقہاء کا اختلاف ہے کہ قضاء قاضی صرف ظاہر میں نافذ ہے یا ظاہر و باطن دونوں میں نافذ ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور اور صاحبین کے نزدیک قضاء قاضی ظاہراً نافذ نہیں ہے امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ قضاء قاضی ظاہراً اور باطناً دونوں طرح نافذ ہے ظاہر و باطن میں نافذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر شریعت میں دنیا میں جس طرح وہ فیصلہ نافذ ہوتا ہے آخرت میں یعنی عند اللہ بھی وہ

فیصلہ صحیح شمار ہوگا۔

محل اختلاف

اب محل اختلاف کی تعیین ضروری ہے کہ فقہاء کرام کا کونسی جگہ میں اختلاف ہے اور کونسی جگہ میں اتفاق ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اگر قضاء قاضی املاک مرسلہ میں ہو تو بالاتفاق ظاہراً قضاء نافذ ہوگی اور باطناً نافذ نہیں ہوگی۔ اور اگر قضاء قاضی املاک غیر مرسلہ یعنی املاک مقیدہ میں یا غیر اموال میں ہو مثلاً نکاح وطلاق وغیرہ عقود وفسوخ میں ہو تو اس صورت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک قضاء قاضی صرف ظاہراً نافذ ہوگی باطناً نہیں ہوگی۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قضاء قاضی ظاہراً بھی نافذ ہے اور باطناً بھی نافذ ہے مثال کے طور پر ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ شادی کرلی ہے اس پر اس عورت نے دو جھوٹے گواہ بھی پیش کردیئے اور شادی کو ثابت بھی کرلیا حالانکہ حقیقت میں کوئی شادی بیاہ نہیں ہوئی اب ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ یہ عورت صرف ظاہر میں اس شخص کی بیوی ہوگی لیکن باطن میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ یہ اس کی بیوی نہیں ہے لہٰذا یہ شخص اس سے جماع نہیں کرسکتا ہے اگر کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں عورت ظاہراً اور حقیقتاً اس شخص کی بیوی ہوگئی اس سے جماع کرنا جائز ہے اب فریقین کے دلائل سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ املاک مرسلہ اور املاک مقیدہ کسے کہتے ہیں تو یاد رکھو املاک مرسلہ وہ اموال ہیں کہ ایک شخص نے کسی چیز میں ملکیت کا دعویٰ کیا مگر ملک کا سبب بیان نہیں کیا کہ کس وجہ سے یہ مال اس کی ملکیت میں ہے اس کو املاک مرسلہ کہتے ہیں۔ اور املاک غیر مرسلہ وہ ہیں کہ دعویٰ ملک کا کیا اور ساتھ ساتھ ملکیت کا سبب اور علت بھی بیان کیا کہ میراث میں یہ مال ملا ہے یا خریدلیا ہے یا کسی نے ہبہ کیا ہے گویا یہ املاک مقیدہ ہیں تو فقہاء کا اختلاف صرف املاک مقیدہ اور غیر اموال یعنی عقود اور فسوخ میں ہے اموال مرسلہ میں اختلاف نہیں ہے۔

دلائل

ائمہ ثلاثہ ام سلمہ کی حدیث زیر بحث سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے فیصلہ کے بعد صاف الفاظ میں فرمادیا کہ حقیقت میں اگر کوئی شخص اس چیز کا حقدار نہیں تو وہ اسے ہرگز نہ لے کیونکہ یہ اس کے لیے جہنم کا ٹکڑا ہے اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ صرف ظاہر میں نافذ ہوتا ہے اور باطن میں نافذ نہیں ہوتا ہے۔

۱۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس چند دلائل ہیں پہلی دلیل یہ ہے کہ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے تو اگر پہلے نکاح نہیں ہوا تو اب ہوگیا کیونکہ گواہوں کے پیش ہونے کے بعد قاضی نے فیصلہ سنادیا تو یہ درحقیقت انشاء عقد ہے نئے سرے سے نکاح ہوگیا اب باطناً بھی یہ عورت ان کی بیوی ہے۔

۲۔ امام ابوحنیفہ کی دوسری دلیل "لعان کا حکم ہے" آنحضرت ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمایا "احدکما کاذب" اس واضح

اعلان کے باوجود آنحضرت کا فیصلہ نافذ ہو گیا اور فریقین یعنی میاں بیوی ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

۳۔ امام ابوحنیفہ کی تیسری دلیل حضرت علیؓ کا ایک اثر ہے جس کو طحاوی نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے اسی طرح ایک مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا تو اس عورت نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین اب اس شخص سے میرا نکاح کرا دیں تا کہ بدکاری اور زنانہ ہو اس پر حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا "شاهداک زوجاک" یعنی تیرے دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا گویا یہ انشاء عقد ہو گیا نیا نکاح ہے۔

جواب:

جمہور نے مذکورہ حدیث سے استدلال کیا ہے احناف اس کو املاک مرسلہ پر حمل کرتے ہیں نیز اس حدیث میں شہادت کا تذکرہ بھی نہیں ہے یہاں صرف چرب لسانی اور زور بیان کا ذکر ہے زیر نظر حدیث تو جھوٹی شہادت اور اس کے نتیجہ میں فیصلے سے متعلق ہے۔

"لا جلبة" جیم اور لام اور باپر زبر ہے شور اور تکرار کو کہتے ہیں ای الاصوات المختلطة "لجبة" کے لفظ کا بھی یہی معنی ہے اس کا ذکر بھی ہے۔

۴۴۷۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

اس اسناد کے ساتھ حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ سے مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

۴۴۷۲۔ وحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ جَلَبَةَ خَصْمٍ بِبَابِ حُجْرَتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَهُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ، فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَادِقٌ، فَأَقْضِي لَهُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ، فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ، فَلْيَحْمِلْهَا أَوْ يَذَرْهَا،

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، نبی ﷺ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے حجرہ کے دروازہ پر کسی جھگڑا کرنے کا شور سنا، آپ باہر تشریف لے گئے، اور ارشاد فرمایا کہ: میں تو ایک بندہ بشر ہوں، میرے پاس دو فریق اپنا مقدمہ لے کر آتا ہے، اور بعض مرتبہ ایک آدمی دوسرے سے زیادہ بلیغ طریقہ سے اپنی بات کرتا ہے جس سے میں گمان کرتا ہوں کہ یہ سچا ہے اور میں اس کے حق میں فیصلہ کرتا ہوں تو بلاشبہ میں جس کے لیے کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کر دوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہی ہے، اب چاہے وہ اسے اٹھا لے چاہے تو چھوڑ دے"۔

۴۴۷۳۔ وحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ يُونُسَ، وَفِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ، قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ لَجَبَةَ خَصْمٍ بِبَابِ أُمِّ سَلَمَةَ۔

حضرت زہری رحمہ اللہ سے اس سند سے بھی حدیث یونس ہی کی مثل روایت منقول ہے۔ روای کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کے دروازے کے پاس جھگڑنے والوں کا شور سنا۔

باب قضية هند زوجة ابي سفيان

ابوسفیان کی بیوی ہندہ کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۴۷۴۔ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَتْ هِنْدٌ بِنْتُ عُتْبَةَ امْرَأَةُ أَبِي سُفْيَانَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ، لَا يُعْطِينِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يَكْفِينِي وَيَكْفِي بَنِيَّ إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمِهِ، فَهَلْ عَلَيَّ فِي ذَلِكَ مِنْ جُنَاحٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: خُذِي مِنْ مَالِهِ بِالْمَعْرُوفِ مَا يَكْفِيكِ وَيَكْفِي بَنِيكِ،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ، ابوسفیان کی بیوی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ یا رسول اللہ! ابوسفیان ایک بخیل انسان ہے، وہ میری اور میرے بچوں کی ضرورت وکفالت کے مطابق میرا نفقہ نہیں دیتا الا یہ کہ میں اس کے علم کے بغیر اس کے مال میں سے لے لوں۔ تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے اس بارے میں (کہ میں اس کے علم کے بغیر اس کا مال لے لوں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کے مال میں سے دستور کے مطابق اتنا لے سکتی ہو جتنا تمہاری اور تمہارے لڑکوں کی ضروریات کے لئے کافی ہو''۔

تشریح:

''هند بنت عتبه'' ہندہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے اور ابوسفیان کی بیوی تھی یہ عتبہ کافر کی بیٹی تھی، جس کو حضرت حمزہ نے بدر کے دن قتل کیا تھا اور شیبہ کی بھتیجی تھی اس کو بھی حضرت حمزہ نے بدر کے دن قتل کیا تھا ہندہ نے احد کے دن مسلمانوں کے خلاف کافروں کو خوب اُبھارا تھا اور وحشی بن حرب کو لالچ دیکر حضرت حمزہ کے قتل کے لیے تیار کیا تھا تا کہ اپنے باپ اور چچا کے قتل کا بدلہ لے، چنانچہ وحشی نے

بن حرب نے حضرت حمزہ کو احد میں شہید کیا، ہندہ پہلے ایک شخص فاکہہ بن مغیرہ مخزومی کی بیوی تھی اس نے جب طلاق دیا تو ابوسفیان نے ان سے نکاح کیا، ہندہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوگئی تھی، عورتوں میں مشہور عقل مند عورت تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران انتقال کیا۔ "بالمعروف" یعنی دستور کے مطابق واجبی ضروریات پورا کرنے کے لیے کھانے پینے کی اشیاء لے سکتی ہے دستور کے مطابق کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے جس طرح اجازت دی ہے اسی کے مطابق لے لیا کرو شوہر کے مال لینے سے مراد وہ مال ہے جس کا تعلق کھانے پینے کی اشیاء سے ہو اور شئی قلیل بھی ہو تو شوہر کی صریحی اجازت اگر نہ ہو صرف دلالۃً اجازت ہو تو وہ بھی بیوی کے اس قدر تصرف کرنے کے لیے کافی ہے لیکن تمام احادیث کو سامنے رکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں معمولی سی چیز کا استعمال کرنا بھی بغیر اجازت کے ممنوع قرار دیا گیا ہے اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استعمال کرنا جائز ہے تو احادیث کے پیش نظر بہتر یہی ہے کہ صراحۃً یا دلالۃً شوہر کی اجازت حاصل کرنا چاہیے کیونکہ معمولی چیز بھی کسی اہمیت کی وجہ سے شوہر کی ضرورت کی ہوتی ہے بعض چیزیں علاقے کے مخصوص حالات کے پیش نظر اہمیت کی حامل ہو جاتی ہیں جیسے سردیوں میں پہاڑ کی بلندی پر ایک ماچس کی تیلی بھی بہت قیمتی بن جاتی ہے بعض چیزیں زمانے اور احوال کے پیش نظر اہمیت اختیار کر جاتی ہیں اسی طرح شوہروں کے مزاج میں فرق ہوتا ہے بعض شوہر معمولی سی چیز پر جل بھن جاتے ہیں اور بعض فیاض اور فراخ دل ہوتے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ شوہر سے اجازت لیکر بیوی کسی چیز میں تصرف کیا کرے زیر نظر حدیث کا تعلق واجبی حق لینے سے ہے جو بیوی کا شوہر کے ذمہ واجب ہوتا ہے، علامہ نووی نے اس حدیث کے کئی فوائد بیان کیے ہیں (۱) مرد پر بیوی بچوں کا نفقہ واجب ہے (۲) بقدر ضرورت واجب ہے (۳) فتویٰ کے وقت اجنبی عورت سے گفتگو جائز ہے (۴) مسئلہ پوچھنے کے وقت کسی شخص کا عیب ظاہر کرنا جائز ہے (۵) شوہر کی طرح بیوی بھی اولاد کے خرچ کی ذمہ دار ہے (۶) کسی ضرورت اور امر شرعی کے لیے عورت دار الافتاء جا سکتی ہے جب کہ صراحۃً یا دلالۃً شوہر کی اجازت ہو (۷) قاضی اور حاکم اگر کسی معاملہ میں حکم جاری کرنا چاہیں تو گواہ طلب کیے بغیر جاری کر سکتا ہے جبکہ اپنی معلومات درست ہوں۔

٤٤٧٥ ـ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَوَكِيعٍ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ

اس طریق سے بھی حضرت ہشام رحمہ اللہ سے مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت منقول ہے۔

٤٤٧٦ ـ وحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَاللهِ مَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يُذِلَّهُمُ اللهُ مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ، وَمَا عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ

خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يُعِزَّهُمُ اللهُ مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَيْضًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مُمْسِكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى عِيَالِهِ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُنْفِقِي عَلَيْهِمْ بِالْمَعْرُوفِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہند، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! ساری روئے زمین پر خیمے والوں میں سے کوئی ایسے نہ تھے جن کو میں یہ چاہتی تھی کہ اللہ انہیں ذلیل کرے سوائے آپ کے خیمے والوں کے، لیکن اب پوری روئے زمین پر کوئی خیمے والے ایسے نہیں ہیں جنہیں میں یہ چاہتی ہوں کہ اللہ انہیں معزز کرے سوائے آپ کے خیمہ والوں کے (یعنی پہلے آپ سے زیادہ کوئی میری نظر میں مبغوض اور برا نہیں تھا اور اب آپ سے زیادہ کوئی محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابھی اور بھی (زیادہ ہوگی) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے (یعنی تیری محبت میں اضافہ ہوگا جب ایمان کا نور تیرے دل میں زیادہ ہوگا)۔ پھر وہ کہنے لگی کہ یارسول اللہ! ابوسفیان ایک روک روک کر خرچ کرنے والا شخص ہے، اگر میں اس کے مال میں سے بغیر اس کی اجازت کے لے کر اس بچوں پر خرچ کروں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تم دستور و رواج کے مطابق خرچ کروگی تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔

تشریح:

"خباء" خیمہ کو کہتے ہیں خاندان اور قوم پر بھی بولا جاتا ہے یہاں مسلمان برادری اور اسلامی کیمپ مراد ہے۔

"ان یذلھم اللہ" یعنی مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا کہ آپ کا کیمپ ذلیل ہوجائے کیونکہ وہ کافرہ تھی "ان یعز ھم اللہ" یعنی آج جو میں مسلمان ہوگئی ہوں تو مجھے سب سے زیادہ یہ بات پسند ہے کہ آپ کا کیمپ معزز و مکرم ہوجائے۔

"وایضا والذی" آنحضرت نے فرمایا کہ قسم بخدا تیرے شعور اور سمجھداری کے زیادہ ہونے سے روز بروز یہ محبت مزید بڑھتی رہے گی یعنی جتنا اسلام کو قریب سے غور کے ساتھ دیکھوگی ایمان بڑھے گا تو یہ محبت بڑھے گی۔ "رجل ممسک" یہ بخیل کے معنی میں ہے شحیح کا لفظ بھی ہے اور رجل مسیک مبالغہ کے صیغے کے ساتھ بھی ہے سب کا معنی ایک ہی ہے جو بخیل ہے۔

٤٤٧٧ـ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدٌ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَاللهِ مَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ خِبَاءٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ، وَمَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ خِبَاءٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَأَيْضًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، ثُمَّ

قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ مِنْ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا؟ فَقَالَ لَهَا: لَا، إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! سارے روئے زمین پر خیمے والوں میں سے کوئی ایسے نہ تھے جن کو میں یہ چاہتی تھی کہ اللہ ان کو ذلیل کرے سوائے آپ کے خیمے والوں کے لیکن اب پورے روئے زمین پر کوئی خیمے والے ایسے نہیں ہیں جن کو میں یہ چاہتی ہوں کہ اللہ ان کو معزز کرے سوائے آپ کے خیمے والوں کے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابھی اور بھی (زیادتی) ہوگی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ابوسفیان کنجوس آدمی ہے تو کیا مجھ پر اس بات کا گناہ ہوگا کہ میں اپنی اولاد کو جو اسی (ابوسفیان) سے ہے کچھ کھلاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی گناہ نہیں ہاں دستور کے موافق ہو۔

باب النهي عن قيل وقال وكثرة السوال

قیل وقال اور کثرتِ سوال منع ہے

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۴۷۸۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضَى لَكُمْ: أَنْ تَعْبُدُوهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةِ الْمَالِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں تمہارے لئے پسند ہیں اور تین چیزیں ناپسند۔ جن باتوں سے وہ خوش ہوتا ہے یہ ہے کہ ا۔ تم اس کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور یہ کہ ۲۔ تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور ۳۔ تفرقہ بازی میں مت پڑو، اور ناپسند کرتا ہے۔ ۱) بے فائدہ قیل وقال کو (بحث ومباحثہ کو) ۲) کثرت سوال کو۔ ۳) اور مال کے ضیاع کو''۔

تشریح:

''بحبل الله'' اس سے اعتصام بکتاب اللہ مراد ہے واعتصموا بحبل الله کی طرف اشارہ ہے الکتاب کے ساتھ اعتصام بالسنۃ بھی ملحق ہے'' قیل وقال'' یعنی لوگوں کے احوال میں گھس کر بے جا تبصرے منع ہیں کہ فلاں نے یہ کیا فلاں نے یہ کہا اسی طرح بے جا سوال جواب بنانا بھی اس میں داخل ہوسکتا ہے بہرحال کثرت کلام اور مجادلہ ومناظرہ ممنوع ہے جس میں فائدہ کے بجائے غلطیوں میں پڑنے کا

احتمال ہوتا ہے۔''و کثرۃ السوال ''لوگوں سے سوال کرنا بھی مراد لیا جاسکتا ہے اور علمی دقیق سوالات بھی مراد ہوسکتے ہیں جس میں آدمی وساوس کا شکار ہوسکتا ہے''واضاعۃ المال ''جمہور نے اس سے اسراف مراد لیا ہے سعید بن جبیر نے اس سے حرام میں مال خرچ کرنا مراد لیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حلال امور میں مال خرچ کرنا مطلقاً جائز ہے اور حرام امور میں مطلقاً ناجائز ہے رہ گئے مباح امور تو اس میں مناسب طور پر مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے لیکن اپنی حالت سے تجاوز کر کے زیادہ مال خرچ کرنا اور بلاضرورت اشیاء کو اکٹھا کرنا یہ اسراف ہے اور اضاعۃ المال کا مصداق اسی طرح مواقع ہیں۔

٤٤٧٩۔ وحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سُهَيْلٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَيَسْخَطُ لَكُمْ ثَلَاثًا، وَلَمْ يَذْكُرْ: وَلَا تَفَرَّقُوا

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ اور تم سے تین باتوں سے ناراض ہوتا ہے اور اس روایت میں لاتفرقوا کا ذکر نہیں کیا۔

٤٤٨٠۔ وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ وَرَّادٍ، مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ: عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنْعًا وَهَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ،

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، کثرت سے بلاضرورت سوال کرنا اور مال کا ضائع کرنا حرام کر دیا ہے''۔

تشریح:

''عقوق الامھات ''عقوق جمع ہے اس کا مفرد عق ہے عق بوزن شق نافرمانی کو کہتے ہیں اس کی تعریف اس طرح ہے کہ ھو صدور قول او فعل یتاذی بہ الابوان تاذیا لیس بالھین عرفا یعنی والدین کے حق میں اس طرح قول وفعل اختیار کرنا جس سے ان کو تکلیف ہوجائے اور عرف میں وہ معمولی بات نہ ہو۔

'' وواد البنات ''فتح یفتح سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے معنی میں ہے عرب جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے ایک وجہ یہ تھی کہ لڑکی کما نہیں سکتی ہے محض بوجھ ہے لہذا مار دیتے تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ لڑکی باعث عار ہے ہوسکتا ہے دشمن اس کو بھگا لے یا خود بھاگ جائے یا دوسرے کے ہاں اس کی شادی ہوجائے۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ عرب لوگ فقر وفاقہ کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے چنانچہ لڑکوں کو بھی مار دیتے تھے مگر وہ کم ہوتا تھا، اس لیے لڑکیوں کا ذکر بطور غالب حکم تھا، مالدار لوگ آیندہ فقیر ہونے سے ڈرتے تھے اور

فقیر لوگ حالاً فقیر ہونے کی وجہ سے قتل کرتے تھے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دونوں فرقوں کے بارے میں اس طرح فرمایا ﴿ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ﴾ (سورۃ بقرہ) ولا تقتلوا اولادکم من املاق "ومنع "یعنی دوسرے کے واجب حقوق منع کرنے اور ادا نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا ہے۔ "وھات "یہ اسم فعل ہے اعط کے معنی میں ہے یعنی دوسروں سے زبردستی ظلم کے طور پر ناجائز ان کا مال مانگنا ہے کہ دیدو، دیدو، دیدو۔ اور اپنا حق مجھ سے نہ مانگو، نہ مانگو، نہ مانگو۔

٤٤٨١۔ وحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَحَرَّمَ عَلَيْكُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَلَمْ يَقُلْ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ۔

حضرت منصور نے بھی اسی بالاسند سے یہ روایت نقل کیا ہے مگر اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم پر حرام کیا ہے۔

٤٤٨٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَشْوَعَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ، اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ، أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ ۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ کے کاتب نے بیان کیا کہ حضرت معاویہؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا ہے کہ مجھے کچھ ایسی بات لکھئے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔ مغیرہؓ نے لکھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ: "اللہ عزوجل کو تمہارے لئے ناپسند ہیں ا۔ غیر ضروری) قیل وقال (بحث ومباحثہ) کرنا ۲۔ مال کا ضائع کرنا۔ ۳ اور کثرت سے (بلاضرورت) سوال کرنا"۔

٤٤٨٣۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ وَرَّادٍ، قَالَ: كَتَبَ الْمُغِيرَةُ إِلَى مُعَاوِيَةَ: سَلَامٌ عَلَيْكَ، أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ ثَلَاثًا، وَنَهَى عَنْ ثَلَاثٍ، حَرَّمَ عُقُوقَ الْوَالِدِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَلَا وَهَاتِ، وَنَهَى عَنْ ثَلَاثٍ: قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةِ الْمَالِ۔

حضرت وراد کہتے ہیں کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ: "السلام علیک! امابعد! بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرماتے تھے کہ "اللہ نے تم پر تین باتیں حرام فرمادی ہیں اور تین باتوں سے منع فرمایا ہے۔ تم پر والد کی نافرمانی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور جسے دینے کا حکم ہے اسے نہ دینا۔ اور جس سے مانگنا نہ چاہئے اس سے مانگنا حرام کردیا ہے۔ جب کہ تمہیں منع فرمایا ہے ا۔ بے فائدہ بحث سے۔ ۲ بلاضرورت سوالات کرنے سے ۳۔ اور

مال کے ضیاع سے"۔

بَابُ بَيَانِ أَجْرِ الْحَاكِمِ إِذَا اجْتَهَدَ

جب حاکم محنت کر کے فیصلہ کرتا ہے تو اس کو ثواب ملتا ہے

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

قاضی کو اجتہاد کا اختیار ہے

۴۴۸۴۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ، مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ،

حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو سنا آپ ﷺ نے فرمایا:"جب کوئی حاکم (کسی مقدمہ کا) فیصلہ کرے اور خوب تحقیق اور اجتہاد کرے پھر اگر درست فیصلہ کرے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔ اور اگر اجتہاد و تحقیق کے بعد فیصلہ کیا لیکن غلط ہو گیا تو بھی اسے ایک اجر ملے گا"۔

تشریح:

"فاجتهد فاصاب" یعنی اگر قاضی اور حاکم کوئی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں لیکن کتاب اور سنت میں اور اسی طرح اسلامی فقہ میں کوئی واضح نص موجود نہیں ہے اور یہ قاضی اب اجتہاد کی طرف مجبور ہے اب قاضی اضطراری کیفیت میں ہے کہ کتاب وسنت اور اجماع امت اور اسلامی عدالتوں کے فیصلوں کی روشنی میں کوئی فیصلہ صادر کرے اب اگر ان حالات میں قاضی نے خوب سوچ بچار کر کے کوئی فیصلہ سنا دیا اور وہ فیصلہ صحیح نکلا تو ان کو دو اجر ملیں گے ایک تو صحیح فیصلہ کا ثواب ہے اور دوسرا ان کی محنت ومشقت کا ثواب ہے اگر ان سے فیصلہ کرنے میں غلطی ہو گئی ان کی محنت وجد جہد کا ان کو ایک اجر ملے گا لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ حاکم وعالم وقاضی ومجتہد اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اگر اجتہاد کا اہل نہیں اور اس نے فیصلہ میں غلطی کی تو ثواب کے بجائے گناہ ہوگا اس حدیث سے ایک ضابطہ یہ نکلا کہ بڑے اجتہاد کے لیے بڑے علم اور بڑی سوچ کی ضرورت ہے نیز اجتہاد کا حق ان اجتہادی اور فروعی مسائل میں ہے جن میں وجوہات مختلفہ احتمالیہ کی گنجائش ہو غیر محتمل نص میں یا شریعت کے واضح ارکان میں نہ تو تقلید ہوتی ہے اور نہ اجتہاد کی ضرورت وگنجائش ہوتی ہے پھر یہ بحث ہے کہ آیا حق ایک ہے یا ہر مجتہد کے اجتہاد میں الگ الگ حق ہے تو راجح اور صحیح یہ ہے کہ حق ایک ہے جو لاعلی التعیین کسی کے پاس بھی ہو سکتا ہے۔

مذکورہ حدیث سے جہاں یہ مسئلہ ثابت ہوجاتا ہے کہ قاضی فروعی مسائل میں اجتہاد کا حق رکھتا ہے اور کبھی صحیح فیصلہ کرتا ہے اور کبھی غلطی ہوجاتی ہے وہیں پر یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اسلام میں اجتہاد اور مجتہدین کا ایک بڑا مقام ہے اگر وہ اپنے اجتہاد میں صحیح بات تک پہنچ جاتے ہیں تو ان کو دو ثواب ملیں گے ورنہ ایک ثواب تو ان کے لیے طے ہے لہذا فقہاء اور مجتہدین کو برا کہنا یا ان پر تنقید کرنا بدبختی ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ "المجتهد يخطئ ويصيب"۔

۴۴۸۵۔وحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ، كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، وَزَادَ فِي عَقِبِ الْحَدِيثِ، قَالَ يَزِيدُ: فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ أَبَا بَكْرِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، فَقَالَ: هَكَذَا حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

ان اسانید وطرق سے بھی مذکورہ بالا حدیث ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۴۴۸۶۔وحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيَّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيُّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ مِثْلَ رِوَايَةِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا

ان تمام اسانید وطرق سے بھی مذکورہ بالا حدیث ہی نقل کی گئی ہے۔

بَابُ كَرَاهَةِ قَضَاءِ الْقَاضِي وَهُوَ غَضْبَانُ

غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنا مکروہ ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

۴۴۸۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: كَتَبَ أَبِي، وَكَتَبْتُ لَهُ إِلَى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، وَهُوَ قَاضٍ بِسِجِسْتَانَ، أَنْ لَا تَحْكُمَ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانُ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَحْكُمْ أَحَدٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ،

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے لکھوایا اور میں نے ان کے لئے عبیداللہ بن ابی بکرہ کو لکھا جو بجستان (سیستان) کے قاضی تھے کہ جب تم غصہ کی حالت میں ہو تو دو آدمیوں کے مابین فیصلہ مت کیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ: "کوئی شخص دو افراد کے مابین غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے"۔

تشریح:

"وهو غضبان "غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے اسی طرح سخت غم کی حالت میں یا سخت گرمی یا سردی کی حالت میں یا بیماری کی حالت میں یا بھوک اور پیاس کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔ کیونکہ ایسے عوارض کے وقت فکر مغلوب ہو جاتی ہے اور قوت اجتہاد یہ کام نہیں کرتی ہے تو اس میں بہت زیادہ خطرہ ہے کہ قاضی غیض وغضب کی وجہ سے صحیح فیصلہ کے بجائے غلط فیصلہ کر دے گا اور انصاف کے تقاضوں کو پورا نہ کر سکے گا لہٰذا اس طرح ہنگامی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ راجح یہ ہے کہ ایسا کرنا حرام ہے۔

"کتب ابی "یعنی میرے باپ نے مجھے لکھنے کا حکم دیا "فکتبت له "تو میں نے اپنے ابا جان کے لیے لکھا "سجستان" یہ لفظ اصل میں سیستان ہے افغانستان کے جنوب مغرب میں ایک مشہور شہر کا نام ہے آج کل یہ علاقہ صوبہ بن گیا ہے۔

٤٤٨٨ ـ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، ح وحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ، كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ

ان اسانید وطرق کے ساتھ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرہ اپنے والد سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے مذکورہ بالا حدیث ابی عوانہ ہی کی شکل روایت بیان فرماتے ہیں۔

باب من احدث شيئا في القضاء وغيره فهو رد

قضاء وغیرہ میں بدعات ایجاد کرنا مکروہ ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

٤٤٨٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ الْهِلَالِيُّ، جَمِيعًا عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی بات پیدا کی جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے"۔

تشریح:

"فھو رد" یعنی دین اسلام میں اگر کسی نے نوایجاد بدعات کو داخل کردیا تو وہ آدمی بھی مردود ہے اور اس کا یہ عمل بھی مردود ہے خواہ وہ عمل قول کے قبیلہ سے ہو یا فعل کے قبیلہ سے ہو یا قضاء کے قبیلہ سے ہو یا عبادات کے اقسام میں سے ہو کیونکہ بدعت ایک قبیح عمل ہے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وخیر امور الدین ما کان سنة وشر الامور المحدثات البدائع

سوال: باب کی اس حدیث کا تعلق قضایا سے نہیں ہے پھر امام مسلم نے اس کو قضایا میں کیوں ذکر کیا ہے؟

جواب: امام مسلم نے اس حدیث کو قضایا میں ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر کوئی قاضی قضاء کرنے میں سنت کے خلاف فیصلہ کرتا ہے اور دین اسلام میں اس کا ثبوت نہیں ہوتا ہے تو وہ بدعت ہے اور اس قاضی کا یہ فیصلہ مردود ہوگا اس کو چاہیے کہ خلاف اسلام فیصلہ سے رجوع کرے اور سنت کی طرف لوٹ کر آجائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ساتھ والی روایت میں ایسے فیصلے کا ذکر ہے جو مردود ہے اور قاضی نے اس کو مردود قرار دیا ہے تو اس قسم کی حدیث سے امام مسلم نے بطور قیاس یہ بتادیا کہ بدعت کی ایجاد بھی مردود ہے خواہ عبادات میں ہو یا معاملات و قضایا میں ہو تو یہ حدیث دلیل ہے اس دعویٰ پر اور یہ حدیث اسلام کے عظیم قواعد پر مشتمل ایک جامع مانع حدیث ہے۔

۴۴۹۰ ـ وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَامِرٍ، قَالَ عَبْدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَأَلْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ رَجُلٍ لَهُ ثَلَاثَةُ مَسَاكِنَ، فَأَوْصَى بِثُلُثِ كُلِّ مَسْكَنٍ مِنْهَا، قَالَ: يُجْمَعُ ذَلِكَ كُلُّهُ فِي مَسْكَنٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔

حضرت سعد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے قاسم بن محمد سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس کے تین مکان ہوں اور وہ ہر مکان سے تہائی کی وصیت کردے انہوں نے فرمایا کہ ان سب کو ایک ہی مکان میں کردیا جائے۔ پھر فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے کسی ایسی بات پر عمل کیا جس کے لئے ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے"۔

تشریح:

"سألت القاسم" قاسم بن محمد رحمہ اللہ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں ان سے سوال کرنا اور ان کا جواب دینا یہ قضاء قاضی کی ایک قسم ہے اگرچہ بظاہر یہ ایک فتویٰ معلوم ہوتا ہے، سائل نے یہ سوال کیا ہے کہ مثلاً ایک شخص اپنے تین مکانات میں سے ہر ایک میں ایک

ثلث کے خیرات کرنے کی وصیت کرتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ حضرت قاسم بن محمد نے جواب دیا کہ یہ وصیت تین مکانات میں صحیح نہیں ہے بلکہ سب کو ایک مکان میں جمع کر دیا جائے گا اور ایک وصیت نافذ ہوگی مختلف مکانات میں اس شخص کی وصیت کا مقصد یہ ہے کہ تینوں مکانات بے کار ہو جائیں اور اس سے فائدہ اٹھانا مشکل ہو جائے لہذا یہ عجیب قسم کی وصیت ہے گویا دین میں نوایجاد بدعت ہے اور بدعت مردود ہے لہذا یہ وصیت مردود ہے تو یہ حدیث دعوی اور مدعا کے لیے بطور دلیل ہے۔

بَابُ بَيَانِ خَيْرِ الشُّهُودِ

بہترین گواہوں کے بیان میں

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

۴۴۹۱ ـ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ بہترین گواہ کون ہیں؟ وہ گواہ جو گواہی طلب کرنے سے قبل اپنی گواہیاں پیش کر دیں"۔

تشریح:

"قبل ان یسألها" یعنی بہترین گواہ وہ ہوتے ہیں جو گواہی مانگنے سے پہلے آ کر گواہی دیتے ہیں۔ "خیر الشهداء" اس حدیث کے دو مفہوم ہیں اول یہ کہ کسی آدمی کا حق کہیں پھنسا ہوا ہے اور اس کے پاس اس کے لیے کوئی گواہ نہیں ہے نہ اس کا کسی گواہ کو علم ہے اس موقع پر دو گواہ آتے ہیں اور گواہی دیکر حق کو حقدار تک پہنچا دیتے ہیں یہ بہترین گواہ ہیں۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً حقوق اللہ کا معاملہ ہے زکوۃ ہے رمضان کے چاند کا معاملہ ہے کفارہ کا مسئلہ ہے وقف اور وصایا اور صدقات کا معاملہ ہے وقت کے حاکم کو معلوم نہیں اور بیت المال کا یہ حق ضائع ہو رہا ہے اس موقع پر ایک آدمی آیا اور اس نے گواہی دیدی اور حاکم کو مطلع کیا تو اس نے قومی فریضہ ادا کر دیا اس لیے یہ بہترین گواہ ہے

سوال: یہاں سوال ہے کہ اس حدیث کے مقابلے میں حضرت ابن مسعود کی ایک حدیث ہے جو صحیحین میں ہے اس میں از خود بڑھ چڑھ کر گواہی دینے والے کی سخت مذمت آئی ہے حالانکہ زیر بحث حدیث میں اس کی مدح کی گئی ہے یہ بظاہر تعارض ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں ویشهدون ولا یستشهدون

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مذمت جھوٹی شہادت میں دلچسپی لینے کی آئی ہے اور مدح سچی شہادت کی آئی ہے یا مذمت کا تعلق نا

اہل کی شہادت سے ہے اور مدح کا تعلق اہلیت رکھنے والے کی شہادت سے ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ فاسق کی شہادت مطلق طور پر قابل قبول نہیں ہے، احناف فرماتے ہیں کہ قاضی کو فاسق کی گواہی رد کرنا چاہیے لیکن اگر اس نے قبول کرلیا تو فیصلہ کے لیے یہ گواہی جائز ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ گواہی دینا فرض ہے اس کا چھپانا کسی طور پر جائز نہیں ہے بشرطیکہ مدعی گواہی مانگ لے ہاں حدود میں گواہی نہ دینے کی گنجائش ہے۔

باب قضاء داؤد وسلیمان فی المرأتین

دوعورتوں کے درمیان حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

٤٤٩٢ ـ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنِي شَبَابَةُ، حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ، فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ هَذِهِ لِصَاحِبَتِهَا: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ أَنْتِ، وَقَالَتِ الْأُخْرَى: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ، فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى، فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، فَأَخْبَرَتَاهُ، فَقَالَ: ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَكُمَا، فَقَالَتِ الصُّغْرَى: لَا يَرْحَمُكَ اللهُ، هُوَ ابْنُهَا، فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَاللهِ إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّينِ قَطُّ إِلَّا يَوْمَئِذٍ، مَا كُنَّا نَقُولُ إِلَّا الْمُدْيَةَ،

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دوعورتیں اپنے اپنے بیٹوں کے ساتھ کہیں جارہی تھیں کہ ایک بھیڑیا آ گیا اور ایک عورت کے بیٹے کو اٹھا کر لے گیا، اس عورت نے دوسری عورت سے کہا کہ بھیڑیا تو تیرا بیٹا لے کر گیا ہے، دوسری نے کہا کہ وہ تو تیرا بیٹا لے کر گیا ہے (غرض جھگڑا ہوا) اور دونوں فیصلہ کرانے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئیں۔ انہوں نے بڑی کے حق میں فیصلہ دیدیا (کہ یہ لڑکا بڑی کا ہے، شاید اس لئے کہ وہ بڑی کے ہی پاس تھا اور چونکہ دونوں کے پاس کوئی گواہ نہیں تھا حضرت داؤد نے بڑی کے حق میں فیصلہ دیدیا) وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس جانکلیں اور انہیں ساری بات بتلائی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ: میرے پاس چھری لے کر آؤ میں اس بچہ کو چیر کر دونوں کے درمیان تقسیم کر دیتا ہوں۔ تو یہ سن چھوٹی فوراً کہنے لگی نہیں اللہ آپ پر رحم کرے (ایسا نہ کیجئے) یہ اسی کا بیٹا ہے۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ صادر فرمادیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے اس سے قبل سکین (چھری) کا لفظ کبھی نہیں سنا تھا سوائے اس دن کے۔ ہم تو چھری کو (سکین کی بجائے) مُدْیَۃ کہا کرتے تھے۔

تشریح:

"للکبری" یعنی حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دیدیا کیونکہ بچہ اس کے قبضہ میں بھی تھا اور چھوٹی عورت کے پاس کوئی گواہ بھی نہیں تھا، یہ دونوں عورتیں آپس میں سوکنیں تھیں بڑی کا بچہ بھیڑیا لے گیا تو اس نے چھوٹی سے اس کا بچہ چھین لیا حضرت داؤد علیہ السلام کے قضایا میں شاید حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی نظر ثانی کرنے کا حق تھا، حضرت سلیمان کے سامنے جو مقدمہ آگیا، تو آپ نے حکمت کی بنیاد پر حقیقت کو پالیا اور فیصلہ چھوٹی کے حق میں کردیا۔

اب سوال یہ ہے کہ ایک مجتہد اور قاضی کا حکم دوسرا قاضی نہیں توڑ سکتا ہے تو یہاں حضرت داؤد کا فیصلہ کس طرح کالعدم قرار دیا گیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت داؤد نے قطعی فیصلہ نہیں سنایا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید یہ ان کی طرف سے قضا نہیں تھا بلکہ فتویٰ تھا تیسرا جواب یہ ہے کہ شاید ان کی شریعت میں اس طرح فیصلہ منسوخ کرنا جائز تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ماں کی شفقت کو بڑا قرینہ قرار دیا جو یہ کہہ رہی تھی کہ یہ ان کا بچہ ہے آپ اس کو دو ٹکڑے نہ کریں کیونکہ یہ مرجائے گا بڑی نے کہا دو ٹکڑے کردو، وہ چاہ رہی تھی کہ میرا گود تو خالی ہے اس کا گود بھی خالی ہو جائے۔

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں ہم نے عربی میں پہلی دفعہ سکین کا لفظ سنا ورنہ ہم چاقو کو مدیہ ہی کہا کرتے تھے۔

۴۴۹۳۔ وحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ مَيْسَرَةَ الصَّنْعَانِيَّ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، ح وحَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، جَمِيعًا عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَى حَدِيثِ وَرْقَاءَ

ان راویوں سے بھی مذکورہ بالا حدیث شیخ ورقاء کی مثل منقول ہے۔ معنی ومفہوم دونوں روایتوں کا ایک ہی ہے۔

باب استحباب اصلاح الحاكم بين الخصمين

جھگڑنے والوں میں حاکم کو اصلاح کرنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

۴۴۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرَى رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَهُ، فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِي عَقَارِهِ جَرَّةً فِيهَا ذَهَبٌ، فَقَالَ لَهُ

الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ: خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّي، إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ، وَلَمْ أَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ، فَقَالَ الَّذِي شَرَى الْأَرْضَ: إِنَّمَا بِعْتُكَ الْأَرْضَ، وَمَا فِيهَا، قَالَ: فَتَحَاكَمَا إِلَى رَجُلٍ، فَقَالَ الَّذِي تَحَاكَمَا إِلَيْهِ: أَلَكُمَا وَلَدٌ؟ فَقَالَ أَحَدُهُمَا: لِي غُلَامٌ، وَقَالَ الْآخَرُ لِي جَارِيَةٌ، قَالَ: أَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ، وَأَنْفِقُوا عَلَى أَنْفُسِكُمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا

حضرت ہمام بن منبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ (مجموعہ) وہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کیں۔ پھر اس (مجموعہ) میں سے چند احادیث ذکر کیں (جن میں سے یہ بھی ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک شخص نے دوسرے سے زمین جائیداد خریدی، جس شخص نے جائیداد خریدی تھی اس نے اس زمین میں ایک مٹکا پایا جس میں سونا تھا اس نے بیچنے والے سے کہا کہ یہ تمہارا سونا ہے اسے لے لو میں نے تم سے زمین خریدی ہے یہ سونا نہیں خریدا۔ فروخت کرنے والے نے کہا کہ میں نے تو تمہیں زمین فروخت کر دی تھی اور جو کچھ اس میں تھا وہ بھی (لہٰذا اس سونے پر میرا کوئی حق نہیں) دونوں اپنا مقدمہ ایک شخص کے پاس لے کر گئے۔ اس ثالث نے دونوں سے کہا کہ کیا تمہاری اولاد ہے؟ ایک نے کہا کہ میرا ایک لڑکا ہے، دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے۔ ثالث نے کہا کہ اپنے لڑکے کا اس کی لڑکی سے نکاح کر دو اور اس سونے کو دونوں اپنے اوپر خرچ کرو اور اس میں سے راہ خدا میں صدقہ بھی دو۔ (تو ثالث نے دونوں کے درمیان صلح کرا دی اور جھگڑا ختم کروایا۔ چشم فلک نے ایسا دور بھی دیکھا ہے کہ اس قدر دیانتداری لوگوں میں پائی جاتی تھی)۔

تشریح:

''اشتری'' لفظ شری اور بیع اضداد میں سے ہیں ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں یہاں اشتری باع کے معنی میں ہے رجل یہ دونوں آدمی سابقہ امتوں میں سے تھے بنی اسرائیل کا واقعہ ہے، بعض نے ذوالقرنین کے زمانہ کا قصہ بتایا ہے اس قصہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں بڑے عابد اور مخلص لوگ گزرے ہیں۔ ''عقار'' زمین کو کہتے ہیں جس کے آس پاس غیر آباد جگہ ہو۔

''جرۃ'' مٹی کے گھڑے کو کہتے ہیں خم کا ترجمہ زیادہ اچھا ہوگا۔ شری الارض'' یہاں بھی شری باع کے معنی میں ہے ''ای باع''۔

'' فتحاکما الی رجل '' یعنی ایک قاضی کے پاس دونوں فیصلہ لے گئے یہ خرید وفروخت کے اصل عقد میں اختلاف نہیں تھا بلکہ اصل عقد کے لوازمات میں بطور احتیاط اختلاف تھا ہمدردی میں اختلاف تھا لالچ میں نہیں تھا، شارحین کہتے ہیں کہ یہ قاضی حضرت داؤد علیہ السلام تھے بعض نے کہا کہ یہ ذوالقرنین کے کسی قاضی کا قصہ ہے یہ صلح کی ایک صورت تھی باقاعدہ قضاء نہیں تھی۔

'' انفقا علی انفسکما '' یعنی تم دونوں اپنے آپ پر یہ مال تقسیم کر کے خرچ کر دو۔

کتاب اللقطة

لقطہ کا بیان

لُقَطَۃُ لام کے پیش اور قاف کے زبر اور جزم دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے محدثین کے ہاں قاف کو ساکن پڑھنا زیادہ مشہور ہے گری پڑی چیز کے اٹھانے کو لقطہ کہتے ہیں ایک لفظ لقیط ہے وہ لاوارث بچے کے پانے اور اٹھانے کو کہتے ہیں یہاں حدیث میں اس کا بیان نہیں ہے۔
لقطہ کے شرعی فقہی حکم سے متعلق یہاں چار اہم مسائل ہیں اس کی طرف مختصر اشارہ کرنے سے لقطہ کا پورا باب حل ہو جائے گا۔

پہلا مسئلہ: مدت تشہیر:

گری پڑی چیز کا اٹھانا مستحب ہے بشرطیکہ اپنے اوپر تشہیر کا اعتماد ہو ورنہ وہیں پر چھوڑنا بہتر ہے لیکن اگر اس چیز کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو پھر اٹھانا واجب ہے ورنہ گناہ گار ہوگا یہی حکم لقیط بچہ کا بھی ہے اور جانور کا بھی ہے لقیط کا خرچہ بیت المال پر ہے حیوان کا خرچہ حیوان کے منافع سے ہوگا۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک تشہیر کی کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ مبتلی بہ شخص کی رائے پر موقوف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تشہیر کی مدت ایک سال ہے خواہ قلیل مال ہو یا کثیر مال ہو۔ دونوں فریق نے احادیث سے استدلال کیا ہے۔

دوسرا مسئلہ: استعمال لقطہ:

تشہیر کے بعد بھی اگر مالک معلوم نہ ہو سکا تو اٹھانے والا اگر فقیر ہو تو امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے نزدیک وہ خود استعمال کر سکتا ہے اور اگر غنی مالدار ہے تو کسی غریب پر صدقہ کردے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اٹھانے والا مالدار ہو یا غریب وہ لقطہ کو ذاتی طور پر استعمال کر سکتا ہے فریقین نے احادیث سے استدلال کیا ہے۔

تیسرا مسئلہ: حیوان کا لقطہ:

بکری وغیرہ حیوان کے سنبھالنے اور تشہیر کرنے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اونٹ اگر مل جائے تو اس کو سنبھالنا اور لقطہ بنانا کیسا ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر گمشدہ اونٹ کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا التقاط مستحب ہے۔
ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اونٹ کا لقطہ بنانا خلاف اولیٰ ہے۔ یہ اختلاف اتنا شدید نہیں ہے کہ اس کے لیے احادیث یا قیاس کو استعمال کیا جائے البتہ اتنی بات یقینی ہے کہ آج کل اونٹ تو کیا لوگ اس سے بھی بڑی چیز کو چرا کر لیجاتے ہیں، پاکستان میں وزیر اعظم بھٹو صاحب کے دور میں ریل گاڑی کے دو انجن چوری ہو گئے تھے۔ حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ جلسوں میں فرمایا کرتے تھے کہ اس کا چور اتنا طاقتور ہے کہ ریل کی پٹری

پر اس کو پاکستان سے ہندوستان لیجا کر فروخت کیا ہوگا یا ملک کے اندر اس کا لوہے کا اتنا بڑا کارخانہ ہوگا کہ وہاں لیجا کر انجن کے لوہے کو پگھلایا ہوگا اور سریا بنایا ہوگا، فرمایا کہ دونوں صورتوں میں حکومت چور ہے لہذا ذوالفقار علی بھٹو چور ہے۔

چوتھا مسئلہ: حرم کا لقطہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک لقطہ خواہ حرم کا ہو یا حل کا دونوں کا حکم ایک جیسے ہے خوف ضیاع کی وجہ سے اٹھانا اور تشہیر کرنا چاہیے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حرم کا لقطہ نہ اٹھانا بہتر ہے اگر اٹھایا تو دائما تشہیر لازم ہے احناف نے حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ جو یہ ہے "ان حكم لقطة مكة كحكم سائر البلدان" (زجاجۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۰۰)

باب حكم اللقطة وتعريفها

لقطہ اور اس کی تشہیر کا حکم

اس باب میں امام مسلم نے گیارہ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۴۹۵ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا، قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: لَكَ، أَوْ لِأَخِيكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا، وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا، قَالَ يَحْيَى: أَحْسِبُ قَرَأْتُ عِفَاصَهَا۔

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور لقطہ کے بارے میں دریافت کیا (یعنی اگر راہ میں گری پڑی کوئی چیز مل جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس کا غلاف (کور) اور اس کے باندھنے کی رسی (یا ڈھکن وغیرہ) کو خوب پہچان لو پھر ایک سال تک لوگوں کے سامنے اس کی تشہیر کر کے بتلاؤ پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دیدو ورنہ تمہیں اختیار ہے۔ اس نے کہا کہ گم شدہ بکری، بھیڑ وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ وہ یا تو تیری ہے یا تیرے (کسی مسلمان) بھائی کی یا پھر بھیڑیے کا حصہ ہے۔ اس نے کہا کہ اور گم شدہ اونٹ کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ اس سے تجھے کیا مطلب، اس کا مشکیزہ اور جوتا اس کے ساتھ ہی ہے، پانی پی لیتا ہے، درخت کے پتے کھالیتا ہے یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پالیتا ہے۔

تشریح:

"اعرف "یعنی پہلے خود اس کی تھیلی و برتن کو خوب پہچان لو پھر اس کی تشہیر کرو جس نے صحیح علامات بتادیئے اس کو دیدو۔"عفاصھا" ای وعاء ھا یعنی برتن کو شناخت میں رکھو تا کہ دوسرے سے علامت پوچھنے میں صحیح اندازہ ہو۔"وکاءھا" وکاء سربند کو کہتے ہیں سربند کو پہچان لو کہ اگر تھیلی ہے تو اس کا سربند کیا ہے۔ کس رنگ کا ہے۔"فعرفھا سنة "یعنی اگر مالک آگیا تو اس کو دیدو ورنہ ایک سال تک تشہیر کرو۔ جمہور اور امام محمد کا یہی مسلک ہے لیکن امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک کوئی مدت متعین نہیں ہے بلکہ مبتلیٰ بہ آدمی کی رائے کا اعتبار ہے کیونکہ زیر بحث حدیث کے علاوہ دیگر احادیث میں بعض ایسی ہیں جن میں مدت کا ذکر نہیں ہے اور بعض میں تین سال تک تشہیر کا ذکر ہے معلوم ہوا کوئی خاص مدت متعین نہیں کی جاسکتی تفصیل پہلے گزرگئی ہے۔"والا فشانک "یعنی پھر تم جانو اور تمہارا کام جانے چاہو خود کھالو یا کسی اور کو دیدو، اس مسئلہ کی تحقیق اس سے قبل دوسرے مسئلہ کے تحت ہو چکی ہے۔"ھی لک "یعنی بکری ایک کمزور جانور ہے اگر تم نے نہیں سنبھالا تو تیرا کوئی بھائی اس کو پکڑ لے گا یا بھیڑیا کھالے گا مقصد یہ کہ تم اس کو بطور لقطہ سنبھالو۔"معھا سقائھا "یعنی اونٹ کے پکڑنے سے تیرا کیا کام ہے اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ موجود ہے وہ صحراء میں گھومتا رہے گا پانی کی ضرورت نہیں کیونکہ پانی کی ٹینکی اس کے ساتھ ہے علماء لکھتے ہیں کہ اونٹ پندرہ دن تک پیاس برداشت کرسکتا ہے، کھانے کی بھی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ لمبی گردن ہے درختوں کی اونچی شاخوں میں چرتا ہے۔"حذاءھا" حذا جوتے اور موزے کو کہتے ہیں مراد اونٹ کے مضبوط کھوے ہیں لہذا وہ کھانے پینے اور درندوں سے بچنے میں خود کفیل ہے گرمی برداشت کرتا ہے ریگستان کا جہاز ہے اور دیو ہیکل ہے کوئی درندہ اس کو پھاڑ نہیں سکتا۔"استنفق "یعنی جانور پر تشہیر کے ایام تک خرچ کرو اور اس حیوان کے منافع سے پورا کرو۔"ادھا الیہ "اگر چیز موجود ہے دیدو ورنہ قیمت ادا کرو۔ امام مالک واحمد فرماتے ہیں کہ لقطہ اس کے مالک کو مطالبہ پر ادا کرنا واجب ہے کسی گواہ کی ضرورت نہیں صرف علامات ونشانات بتانا ضروری ہے احناف وشوافع کہتے ہیں کہ اگر ملتقط کو یقین آگیا تو دینا جائز ہے مگر واجب نہیں دینا تب واجب ہوگا کہ مالک ایسے مال پر گواہ پیش کرے۔ مندرجہ بالا لغات کی تشریح اس باب کی تمام لغات کی تشریح ہے۔

٤٤٩٦۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالَ ابْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا، وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخِيكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا، وَسِقَاؤُهَا، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا،

حضرت خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ کے بارے میں دریافت کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرے اور اس کے باندھنے کی رسی اور غلاف کی شناخت کروائے، پھر اسے خرچ کر ڈالے۔ پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اسے ادا کردے۔ وہ کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! گم شدہ بھیڑ بکری کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ اسے لے لو اس لئے کہ وہ تو یا تمہاری ہے یا تمہارے بھائی (جس کو ملتی) کی ہے یا پھر بھیڑیے کا حصہ ہے، اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! اونٹ اگر گم شدہ مل جائے تو کیا حکم ہے؟ راوی فرماتے ہیں کہ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ شدید غضبناک ہوگئے حتی کہ آپ کے رخسار سرخ ہوگئے، (غصہ کی وجہ سے) پھر ارشاد فرمایا: تیرا اس سے کیا واسطہ، اس کا جوتا اور مشکیزہ اس کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اس کا مالک مل جائے (وہ اپنا پانی ذخیرہ کر لیتا ہے اور کئی روز بھی پانی نہ ملے تو بھی گزارا کر سکتا ہے)۔

٤٤٩٧ ـ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، وَغَيْرُهُمْ، أَنَّ رَبِيعَةَ بْنَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَهُمْ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ مَالِكٍ، غَيْرَ أَنَّهُ زَادَ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ، فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ: وَقَالَ عَمْرٌو فِي الْحَدِيثِ: فَإِذَا لَمْ يَأْتِ لَهَا طَالِبٌ فَاسْتَنْفِقْهَا،

اس طریق سے بھی مذکورہ بالا حدیث مروی ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوا اور میں اس کے ساتھ تھا پس اس نے لقطہ کے متعلق سوال کیا اور حضرت عمرو کی روایت کردہ حدیث میں یہ ہے کہ جب اس (لقطہ) کا مالک نہ آئے تو پھر تو اس کو خرچ کر۔

٤٤٩٨ ـ وحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ، يَقُولُ: أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَاحْمَارَّ وَجْهُهُ وَجَبِينُهُ، وَغَضِبَ، وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهِ، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ لَمْ يَجِئْ صَاحِبُهَا كَانَتْ وَدِيعَةً عِنْدَكَ

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا... آگے سابقہ حدیث کے مثل بیان کیا۔ البتہ یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ غصہ کی وجہ سے سرخ ہوگیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ایک سال تک اعلان کر، اگر اس کا مالک نہ آیا تو وہ چیز تیرے پاس ودیعت (امانت) ہوگی۔

٤٤٩٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ، صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: سُئِلَ

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، الذَّهَبِ، أَوِ الْوَرِقِ؟ فَقَالَ: اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ لَمْ تَعْرِفْ فَاسْتَنْفِقْهَا، وَلْتَكُنْ وَدِيعَةً عِنْدَكَ، فَإِنْ جَاءَ طَالِبُهَا يَوْمًا مِنَ الدَّهْرِ فَأَدِّهَا إِلَيْهِ، وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ، فَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا، دَعْهَا، فَإِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا، تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا، وَسَأَلَهُ عَنِ الشَّاةِ، فَقَالَ: خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخِيكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ،

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرے پڑے سونے اور چاندی کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا اس کی رسی اور تھیلی (جس میں وہ رکھا ہوا ہو) کو پہچان لو اور سال بھر تک لوگوں سے شناخت کرواؤ، اگر کوئی اسے نہ پہچانے تو اسے خرچ کر ڈالو (اگر چاہو) اور تمہارے پاس بطور ودیعت کے ہوگا کبھی بھی اگر اس کا مالک آ گیا تو اسے ادا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھولا بھٹکا اونٹ ملنے کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ اس سے تمہیں کیا واسطہ، اسے چھوڑ دو، اس کا جوتا اور مشکیزہ اس کے ساتھ ہی ہے، پانی پیئے گا، درخت (کے پتے) کھائے گا اور اسی دوران اس کا مالک اسے پالے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکری کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ اسے پکڑ لو کیونکہ وہ یا تو تمہارا حصہ ہے یا تمہارے بھائی کا یا بھیڑیے کا۔

۴۵۰۰۔ وحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَرَبِيعَةُ الرَّأْيِ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ، عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ، زَادَ رَبِيعَةُ: فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ، وَزَادَ: فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَعَرَفَ عِفَاصَهَا، وَعَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا، فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ وَإِلَّا فَهِيَ لَكَ

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے گم کردہ اونٹ کا سوال کیا.... یہ حدیث حسب سابق روایت کی گئی ہے الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ۔ اور اس روایت میں یہ ہے کہ جب اس کا مالک آئے تو اس سے اس کی تھیلی کے متعلق پوچھ (وہ کیسی ہے) اور گنتی (کہ کتنے روپے ہیں) اور بندھن (کہ وہ کیسا ہے) پھر اگر وہ بیان کرے تو دیدے اس کو ورنہ وہ تیرا ہے۔

۴۵۰۱۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ لَمْ تُعْتَرَفْ، فَاعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ كُلْهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، فَأَدِّهَا إِلَيْهِ،

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا لقطہ کے متعلق تو فرمایا کہ: سال بھر

تک اس کی شناخت کروائے، پھر اگر نہ پہچانا جائے تو اس کی تھیلی اور بندھن کی رسی کو خوب پہچان لے اور اسے کھالے (خرچ کرلے) اور اگر مالک آجائے تو اسے لوٹا دے (رسی اور تھیلی سے مراد وہ چیز ہے جس میں وہ لقطہ پڑی ہوئی ملی، اور اس کی پہچان کا حکم اس لئے دیا تا کہ بعد میں بھی اگر مالک آئے تو وہ نشانی بتلائے اور یہ نشانی کے ذریعہ جان لے کہ یہی مالک ہے)۔

۴۵۰۲۔ وحَدَّثَنِيهِ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ: فَإِنِ اعْتُرِفَتْ فَأَدِّهَا، وَإِلَّا، فَاعْرِفْ عِفَاصَهَا، وَوِكَاءَهَا، وَعَدَدَهَا

اس سند سے بھی سابقہ حدیث منقول ہے۔اس میں یہ بھی ہے کہ اس چیز کے عدد کو بھی یاد رکھے۔

۴۵۰۳۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ، قَالَ: خَرَجْتُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ صُوحَانَ، وَسَلْمَانُ بْنُ رَبِيعَةَ، غَازِينَ، فَوَجَدْتُ سَوْطًا فَأَخَذْتُهُ، فَقَالَا لِي: دَعْهُ، فَقُلْتُ: لَا، وَلَكِنِّي أُعَرِّفُهُ، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهُ، وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ، قَالَ: فَأَبَيْتُ عَلَيْهِمَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ غَزَاتِنَا، قُضِيَ لِي أَنِّي حَجَجْتُ، فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ، فَلَقِيتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، فَأَخْبَرْتُهُ بِشَأْنِ السَّوْطِ وَبِقَوْلِهِمَا، فَقَالَ: إِنِّي وَجَدْتُ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَيْتُ بِهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، قَالَ: فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا، فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، فَقَالَ: احْفَظْ عَدَدَهَا، وَوِعَاءَهَا، وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا، فَاسْتَمْتِعْ بِهَا، فَاسْتَمْتَعْتُ بِهَا، فَلَقِيتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ بِمَكَّةَ، فَقَالَ: لَا أَدْرِي بِثَلَاثَةِ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلٍ وَاحِدٍ،

حضرت سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہؓ سے سنا، فرمایا کہ میں اور زید بن صوحان اور سلیمان بن ربیعہؓ جہاد کے لئے نکلے، مجھے (راہ میں) ایک کوڑا پڑا ہوا ملا تو میں نے اسے اٹھالیا، ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ اسے چھوڑ دو، میں نے کہا کہ نہیں بلکہ میں اس کی شناخت اور اعلان کروں گا، اگر اس کا مالک آجائے (تو ٹھیک) ورنہ اس سے فائدہ اٹھاؤں گا۔فرماتے ہیں کہ (ان کے اصرار کے باوجود) میں انکار کرتا رہا۔ جب ہم غزوہ سے واپس آگئے تو قضاء وقدر سے حج میرے لئے مقدر کر دیا گیا چنانچہ میں (حج کے بعد) مدینہ آیا اور حضرت ابی بن کعبؓ سے ملا اور کوڑا ملنے کا معاملہ اور ان دونوں حضرات کی بات حضرت ابیؓ سے بیان کی۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے (ایک مرتبہ) ایک تھیلی جس میں سو دینار تھے پائی، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں۔ میں اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سال بھر اس کی شناخت کراؤ۔ میں نے شناخت کروائی مگر کوئی ایسا نہ ملا جواسے شناخت کر لیتا۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سال بھر (مزید) وضاحت کرواؤ۔ میں نے پھر شناخت کروائی مگر کوئی ایسا نہ پایا جس نے اسے پہچان لیا ہو۔ میں پھر حاضر خدمت ہوا تو آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ سال بھر اور شناخت کرواؤ، میں نے شناخت کروائی مگر کوئی نہ ملا جو اسے پہچان لیتا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی گنتی، تھیلی (یا برتن) اور بندھن کی رسی سب کو یاد رکھو لو، اگر اس کا مالک آجائے تو (اسے واپس کردو) ورنہ اس سے فائدہ اٹھاؤ، راوی (شعبہ) کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد مکہ میں سلمہ بن کہیل سے ملا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں تین سال تک کروایا یا ایک سال تک۔

٤٥٠٤۔ وحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، أَوْ أَخْبَرَ الْقَوْمَ وَأَنَا فِيهِمْ، قَالَ: سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ صُوحَانَ، وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ، فَوَجَدْتُ سَوْطًا، وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ إِلَى قَوْلِهِ، فَاسْتَمْتَعْتُ بِهَا، قَالَ شُعْبَةُ: فَسَمِعْتُهُ بَعْدَ عَشْرِ سِنِينَ، يَقُولُ: عَرَّفَهَا عَامًا وَاحِدًا،

اس سند سے بھی سابقہ حدیث الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ منقول ہے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہؓ سے دس برس بعد سنا کہ ایک سال ہی شناخت کروائے۔

٤٥٠٥۔ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، ح وحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ شُعْبَةَ، وَفِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، إِلَّا حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ، فَإِنَّ فِي حَدِيثِهِ عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ، وَزَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، وَحَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعَدَدِهَا وَوِعَائِهَا وَوِكَائِهَا، فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ، وَزَادَ سُفْيَانُ فِي رِوَايَةِ وَكِيعٍ: وَإِلَّا فَهِيَ كَسَبِيلِ مَالِكَ، وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ: وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا

ان تمام اسانید وطرق کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت الفاظ کے معمولی تغیر وتبدل کے ساتھ مروی ہے لیکن معنی ومفہوم ایک ہی ہے۔

باب لقطة الحاج

حرم میں حاجیوں کے لقطے کا مسئلہ

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

٤٥٠٦ ـ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُقَطَةِ الْحَاجِّ

حضرت عبدالرحمن بن عثمان التیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجی کا لقطہ (حج کرنے والے کی گم شدہ اور گری پڑی چیز) اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔

٤٥٠٧ ـ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ آوَى ضَالَّةً فَهُوَ ضَالٌّ، مَا لَمْ يُعَرِّفْهَا

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی چیز کو خود رکھ لیا تو وہ گمراہ ہے جب تک کہ اس کے مالک تک پہنچانے کے لئے شناخت نہ کروائے''۔

تشریح:

''من اوی ضالة '' یعنی حرم میں گمشدہ جانور کو اٹھا کر جس شخص نے اس کو ٹھکانا دیا تو وہ شخص خود گمراہ ہے، اس حدیث کا تعلق حاجیوں کے لقطے سے ہے جس کو لقطۃ الحرم کہتے ہیں، اس کی مکمل تشریح اس سے پہلے باب کی ابتدا میں ہوئی ہے۔''ما لم یعرفها '' یعنی تشہیر کے ارادہ سے جس نے اٹھایا تو وہ گمراہ نہیں ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ حَلْبِ الْمَاشِيَةِ بِغَيْرِ إِذْنِ مَالِكِهَا

مالک کی اجازت کے بغیر بکریوں کا دودھ نکالنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

٤٥٠٨ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرُبَتُهُ، فَتُكْسَرَ

خِزَانَتُهُ، فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ؟ إِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَتَهُمْ، فَلَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کوئی شخص ہرگز کسی کے جانور سے دودھ نہ دوہے مگر اس کی اجازت سے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص اس کی کوٹھری اور حجرہ میں آ کر اس کی الماری کو توڑ کر اس کا کھانا نکال لے جائے تو لوگوں کے جانوروں کے تھنوں میں ان کا کھانا (غذا) ذخیرہ کیا گیا ہے (یعنی جانوروں کے تھن، کھانے کے خزانہ کی طرح ہیں) لہذا ہرگز کوئی کسی کے جانور سے بغیر اجازت کے دودھ نہ دوہے"۔

تشریح:

"ماشية احد" ماشیہ بکریوں کے ریوڑ کو کہتے ہیں عرب لوگ بادیہ نشین تھے اکثر سفر میں رہتے تھے تو صحراؤں میں بکریوں کے ریوڑ سے واسطہ پڑتا تھا تاکہ بھوک و پیاس میں جان بچانے کیلیے بکریوں سے دودھ نکال کر پی لے اس سلسلہ میں، عام لوگ اجازت کے بغیر دودھ نکالتے تھے اور سمجھتے تھے کہ عام عرب عادت کے مطابق یہ حلال ہوگا آنحضرت نے فرمایا کہ اجازت کے بغیر ایسا نہ کرو کیونکہ بکریوں کے تھنوں میں دودھ مالک کا محفوظ ترین مقام ہے لہذا اجازت کی ضرورت ہے پھر آنحضرت نے اس محفوظ مقام کو ثابت کرنے کے لیے اگلی تشبیہ ظاہری مکان سے دی ہے۔ تاکہ سننے والا اپنے مشاہدہ کے تجربہ کے پیش نظر اس کو خوب سمجھے چنانچہ آپ نے بکری کے تھن کو ایک محفوظ سٹور اور کمرہ سے تشبیہ دیدی ہے "مشربة" یہ بالا خانہ کو بھی کہتے ہیں اور سامان محفوظ کرنے کے محفوظ کمرہ کو بھی کہتے ہیں، اسٹور مراد لیا جاسکتا ہے "وهی غرفة يخزن فيها الطعام ومتاع البيت" "يخزن" خزانہ کرنے اور جمع کرنے کے معنی میں ہے "ضروع" اس کا مفرد ضرع ہے حیوان کے تھن کو کہتے ہیں "اطعمتهم" یہ طعام کی جمع ہے تخزن فعل ہے اور ضروع فاعل ہے اور اطعمتهم اس کا مفعول بہ ہے منصوب ہے "فينتقل" یہ مجہول کا صیغہ ہے نقل کرنے کے معنی میں ہے ساتھ والی روایت میں ینتثل کا لفظ ہے جو خزانہ سے مال نکالنے کے معنی میں ہے مطلب ایک ہی ہے۔

٤٥٠٩ ـ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ، جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى، كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ، غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا: فَيُنْتَثَلُ، إِلَّا اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ، فَإِنَّ فِي حَدِيثِهِ: فَيُنْتَقَلُ

طَعَامُهُ، كَرِوَايَةِ مَالِكٍ۔

ان مختلف اسانید وطرق سے بھی مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل معمولی الفاظ کے تغیر وتبدل سے روایت منقول ہے لیکن معنی ومفہوم ایک ہے۔

باب الضيافة

مہمان نوازی کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

قال الله تعالى ﴿ويطعمون الطعام على حبه مسكينا و يتيما و اسيرا﴾

ضاف يضيف ضيفا و ضيافة کے اصل معنی مائل ہونے کے ہیں مہمان بھی کسی طرف مائل ہوتا ہے ضیف مہمان کو کہتے ہیں اور مضیف میزبان کو کہتے ہیں اور ضیافت مہمان داری کو کہتے ہیں۔

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مہمان داری اخلاقیات کے قبیل سے ہے لہذا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور جن روایات میں واجب یا لازم کے الفاظ آئے ہیں وہ یا تو حالت اضطرار پر محمول ہیں یا اس سے مراد وہ خاص ٹیکس اور جزیہ ہے جو کھانے کی صورت میں ذمیوں پر مقرر کیا جاتا تھا یا ابتدائے اسلام میں ضیافت واجب تھی پھر وجوب منسوخ ہو کر استحباب باقی رہ گیا۔ بہر حال ضیافت اور مہمان داری اسلام کی خاص پہچان ہے جن علاقوں میں انسانیت موجود ہوتی ہے اور جدید تعلیم سے فطرت مسخ ہونے سے محفوظ رہ چکی ہے وہاں ضیافت اور مہمان داری بڑے پیمانے پر ہوتی ہے، اسلام نے کچھ آداب وقواعد بھی مہمانوں کو سکھائے ہیں اسی طرح میزبان کو بھی چند آداب کا پابند بنایا ہے آنے والی احادیث میں یہی بیان ہے۔

٤٥١٠ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعَتْ أُذُنَايَ، وَأَبْصَرَتْ عَيْنَايَ، حِينَ تَكَلَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ، قَالُوا: وَمَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: يَوْمُهُ وَلَيْلَتُه وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ وَقَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

حضرت ابوشریح العدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا جب رسول اللہ ﷺ نے بات فرمائی اور فرمایا کہ: ''جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے ضروری ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے خاطر وتواضع کے ساتھ، لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! اس کا جائزہ (خاطر تواضع) کیا

ہے؟ فرمایا کہ ایک دن رات تک خوب خاطر کرے، اور تین روز تک میزبانی کرے، اور اس کے بعد جو میزبانی کرے گا وہ اس کے لئے صدقہ ہے اور فرمایا کہ جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہوا سے ضروری ہے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے''۔

تشریح:

"جـائـزتـه" ای عطیته مہمان کی مہمان داری میں پہلے دن دعوت کا اہتمام کرنا چاہیے اور پھر عام عادت کے مطابق کھانا کھلانا چاہیے تین دن کے بعد جب وہ رخصت ہوگا تو اس کو ایک دن رات کا جائزہ یعنی سفرخرچ دیا جائے۔ علامہ ابن اثیر جزری نے نہایہ میں لکھا ہے کہ جائزہ کا یہی مطلب ہے لیکن ابن اثیر کے علاوہ شارحین لکھتے ہیں کہ مہمان کو پہلے دن جو تکلف کا کھانا دیا گیا ہے وہی اس کا انعام اور جائزہ ہے یہ معنی زیادہ واضح اور راجح ہے آج کل لوگوں کو یہ عجیب معلوم ہوتا ہے کہ تین دن تک کسی مہمان کو کیسے کھلایا جائے گا اور کیسے گھر میں ٹھہرایا جائے گا لیکن اگر سابقہ دور کے انسانوں کی تاریخ کو پڑھا جائے اور آج کل کے قبائلی لوگوں کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی بُعد محسوس نہیں ہوگا۔ بہر حال لوگ گر گئے ہیں مگر انسانی شرافت اور اس کی تاریخ تو برقرار ہے پھر بھی علاقوں اور حالات کے پیش نظر خود مہمان کو نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے تاکہ وہ کسی پر بوجھ نہ بنے نہ ہر روز آئے اور جب آئے تو جلدی واپس جائے۔

اگلی روایت میں فـلا یؤثمه کا مطلب یہی ہے کہ اس کو گناہ گار نہ بنائے کیونکہ جب مہمان میزبان پر بیٹھ جائے گا تو وہ غیبت کرے گا گالی دے گا اور گناہ گار ہو جائے گا "فلا یثوی" کا مطلب بھی یہی ہے کہ ٹھکانا بنا کر نہ بیٹھے اگلی روایت میں فلا یقریه کا لفظ ہے یعنی میزبان کے پاس کھلانے کو کچھ نہیں ہوگا اور مہمان بیٹھا ہوا ہوگا تو یہ ایذا بھی ہے اور گناہ گار کرنا بھی ہے۔

۴۵۱۱ ـ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، وَجَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَنْ يُقِيمَ عِنْدَ أَخِيهِ حَتَّى يُؤْثِمَهُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ يُؤْثِمُهُ؟ قَالَ: يُقِيمُ عِنْدَهُ وَلَا شَيْءَ لَهُ يَقْرِيهِ بِهِ،

حضرت ابو شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''مہمان داری تین دن تک (ضروری) ہے اور تکلف کیساتھ خاطر مدارت کرنا ایک دن رات تک ضروری ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے پاس قیام کرکے اس کو گناہ میں ڈالے؟ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیسے اس کو گناہ میں ڈالے گا؟ فرمایا کہ کسی شخص کے پاس قیام کرے (مہمان بن کر) اور اس کے پاس خاطر کرنے کے لئے کچھ نہ ہو۔ (یعنی کوئی آدمی مفلس ہو اور مہماں داری کرنے کے لئے اس کے پاس کچھ نہ ہو تو ایسے کا مہمان نہیں بنا

چاہئے کیونکہ اگر وہ مہمانداری اور مہمان کا اکرام نہیں کریگا تو گناہ گار ہوگا لہذا ایسے کا مہمان بن کر اور اس کے پاس قیام کر کے میزبان کو گناہ میں نہ ڈالنا چاہئے)۔

۴۵۱۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي الْحَنَفِيَّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيَّ، يَقُولُ: سَمِعَتْ أُذُنَايَ، وَبَصُرَ عَيْنِي، وَوَعَاهُ قَلْبِي حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ، وَذَكَرَ فِيهِ: وَلَا يَحِلُّ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يُقِيمَ عِنْدَ أَخِيهِ حَتَّى يُؤْثِمَهُ، بِمِثْلِ مَا فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ

ابو شریح الخزاعی فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے سنا، میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے دل نے یاد رکھا جب یہ بات رسول اللہ نے ارشاد فرمائی... آگے حسب سابق پہلی حدیث کے مثل بیان کیا۔ اور پچھلی حدیث کی آخری بات بھی ذکر کی۔

ذمیوں سے کھانا لینے کا مسئلہ

۴۵۱۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُونَنَا، فَمَا تَرَى؟ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ، فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا، فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمیں (مختلف امور کی انجام دہی کے لئے) بھیجتے ہیں اور ہم ایسے لوگوں میں قیام کرتے ہیں جو ہماری مہمانداری نہیں کرتے، آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ اگر تم کسی قوم میں قیام کرو اور وہ تمہارے لئے اس اہتمام کا حکم کریں جو ایک مہمان کا ہوتا ہے تو اسے قبول کرلو، اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے مہمان کا اتنا حق لے لو جیسا کہ ان کو کرنا چاہئے۔

تشریح:

"تبعثنا" صحابہ کرام کے مجاہدین دستے نے اپنا مسئلہ آنحضرت کے سامنے رکھا تھا کہ آپ ہمیں جہاد کے لیے بھیجتے ہو ذمیوں کے ہاں رات گزارنا پڑتا ہے وہ لوگ ہم کو کھانا نہیں کھلاتے ہیں جب کہ حق ذمہ میں یہ ان پر جزیہ کا حصہ ہے، حضرت نے فرمایا اپنا حق ان سے لیا کرو۔

"لا یقرونا" یہ قِرًا سے بنا ہے مہمان داری کو کہتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر میزبان مہمان داری کے حقوق ادا نہ کرے تو

مہمان اس سے اپنا حق زبردستی لے سکتا ہے، یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو ایک دن کی مہمان داری کو واجب کہتے ہیں۔ لیکن جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ ضیافت مستحب ہے اور یہ حدیث ان ذمیوں کے بارے میں ہے جن پر جزیہ مقرر کرتے وقت یہ بھی مقرر کیا جاتا تھا کہ اگر مجاہدین کا تم پر گزر ہو تو تم ان کو کھانا کھلاؤ گے تو یہ عام ضیافت نہیں ہے بلکہ جزیہ کا ایک حصہ ہے یا اس سے مراد حالت اضطرار ہے یا مراد یہ ہے کہ ان سے کھاؤ اور بعد میں قیمت ادا کرو سب سے اچھا جواب پہلا والا ہے اس لیے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی خوشی کے بغیر کھانا حرام ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ حکم ابتدا میں ہو پھر منسوخ ہوگیا ہو۔

باب استحباب المواساة بفضول المال

زائد مال سے کسی مجبور کی ہمدردی کرنا مستحب ہے

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

۴۵۱۴۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ، قَالَ: فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ، قَالَ: فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار نبی ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے کہ اس دوران ایک شخص اپنی سواری پر سوار آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو وہ اسے دیدے کہ جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس ضرورت سے زائد توشہ ہو وہ اسے دیدے جس کے پاس توشہ سفر نہیں۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے کئی اقسام کے مال بیان کئے۔ یہاں تک ہمارا یہ خیال ہوگیا کہ جو زائد از ضرورت مال ہو اس میں ہم میں سے کسی کا حق نہیں ہے۔ (یعنی فاضل اور زائد مال کو رفاہ عام اور مسلمانوں کی خدمت اور راہ خدا میں خرچ کرنے کی تلقین وفضائل بیان فرمائے)۔

تشریح:

"یصرف بصرہ" یعنی وہ شخص مجبور تھا دائیں بائیں دیکھ رہا تھا تا کہ کوئی شخص ان کے ساتھ تعاون کرے آنحضرت نے ان کی مجبوری دیکھ لی تو یہ ارشاد فرمایا "فضل ظھر" یعنی زائد سواری ہو ظہر پیٹھ کو کہتے ہیں مراد سواری ہے "فلیعد" تعاون کرنے کے معنی میں ہے "من لازاد لہ" یہ توشہ کے معنی میں ہے۔

باب خلط الازواد اذا قلت

جب توشہ کم ہو جائے تو سب ساتھی آپس میں ملا دو

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو بیان کیا ہے

۴۵۱۵۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الْيَمَامِيَّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ، فَأَصَابَنَا جَهْدٌ حَتَّى هَمَمْنَا أَنْ نَنْحَرَ بَعْضَ ظَهْرِنَا، فَأَمَرَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعْنَا مَزَاوِدَنَا، فَبَسَطْنَا لَهُ نِطَعًا، فَاجْتَمَعَ زَادُ الْقَوْمِ عَلَى النِّطَعِ، قَالَ: فَتَطَاوَلْتُ لِأَحْزِرَهُ كَمْ هُوَ؟ فَحَزَرْتُهُ كَرَبْضَةِ الْعَنْزِ، وَنَحْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً، قَالَ: فَأَكَلْنَا حَتَّى شَبِعْنَا جَمِيعًا، ثُمَّ حَشَوْنَا جُرُبَنَا، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَهَلْ مِنْ وَضُوءٍ؟ قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ بِإِدَاوَةٍ لَهُ فِيهَا نُطْفَةٌ، فَأَفْرَغَهَا فِي قَدَحٍ، فَتَوَضَّأْنَا كُلُّنَا نُدَغْفِقُهُ دَغْفَقَةً أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً، قَالَ: ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ ثَمَانِيَةٌ، فَقَالُوا: هَلْ مِنْ طَهُورٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَرِغَ الْوَضُوءُ

حضرت ایاس بن سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوہ میں نکلے، ہم کو پریشانی اور مصیبت لاحق ہوگئی (کھانے پینے اور زادراہ کی) حتی کہ ہم نے اپنی بعض سواریاں (اونٹ) ذبح کرنے کا ارادہ کرلیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا تو ہم نے اپنے توشے جمع کئے اور ایک چمڑے (کا دسترخوان) بچھایا، اور پوری قوم کا توشہ اس چمڑہ پر جمع ہوگیا، سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس توشہ کی پیمائش اور دیکھنے کے لئے کہ کتنا ہے میں نے جھانک کر دیکھا تو میں نے اسے ناپا تو وہ اتنا تھا کہ جتنا ایک بکری کے بیٹھنے کی جگہ۔ جب کہ ہم چودہ سو افراد تھے، فرماتے ہیں کہ ہم سب نے کھایا حتی کہ سب خوب سیر ہو گئے پھر اپنے توشہ دانوں کو بھی بھرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وضو کا پانی ہے؟ ایک آدمی لوٹے میں ذرا سا پانی لے کر حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک پیالہ میں ڈال دیا، ہم سب نے اس سے وضو کیا اور خوب بہاتے جاتے تھے، چودہ سو آدمیوں نے (وضو کیا) اس کے بعد آٹھ افراد اور آئے اور کہنے لگے کہ کیا پاکیزہ پانی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو ہو چکا ہے (یعنی اب پانی ختم ہو چکا ہے جس سے وضو کیا جائے)۔

تشریح:

"فی غزوۃ" شاید اس سے غزوۂ تبوک مراد ہو جس کو جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں، دس ہجری میں واقع ہوا تھا سخت تنگی تھی تیس ہزار صحابہ

کرام تھے ان کے کھانے پینے سواری اور پاپوش کا انتظام آسان کام نہیں تھا شدید گرمی تھی۔ "جھد" یعنی سخت مشقت لاحق ہوگئی۔
"ھممنا" ارادہ کرنے کے معنی میں ہے اونٹوں کے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تا کہ اس کے پیٹ سے پانی حاصل ہو جائے اور کھانے کے لیے گوشت مل جائے، عمر فاروق کی تجویز پر اونٹ ذبح کرنا منع کر دیا گیا اور جن کے پاس جیب وغیرہ میں کچھ نہیں تھا وہ دستر خوان پر جمع کر دیا گیا "علی النطع" چمڑے کے دستر خوان کو کہتے ہیں "فتطاولت" یعنی گردن اٹھا کر میں نے دیکھا "لاحزرہ" اندازہ کرنے کے معنی میں ہے "کربضة العنز" "عنز" بکری کو کہتے ہیں اور ربضۃ بکری کے جسم کو بھی کہتے ہیں اور اس کے بیٹھنے کی جگہ کو بھی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اتنا سامان جمع ہو گیا جو بکری کے بیٹھنے کی جگہ کی مقدار میں تھا "حشونا" بھرنے کے معنی میں ہے "جربنا" یہ جمع ہے اس کا مفرد جراب ہے چمڑے کی تھیلی کو کہتے ہیں "ونحن اربع عشرة ماة" یعنی ہم چودہ سو آدمی تھے یہ تعداد غزوہ حدیبیہ اور غزوہ خیبر میں تھی شاید یہ واقعہ ان دو غزوات میں پیش آیا ہو اگر غزوہ تبوک ہو تو شاید اتنے لوگوں کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا ہو "وضوء" وضو کا پانی مراد ہے
"اداوة" چمڑے کے برتن کو کہتے ہیں "نطفة" نون پر ضمہ ہے ای قلیل من الماء "تدغفقه دغفقة" ای نصبه صبا شدیدا تیزی سے بہاتے تھے کیونکہ پانی میں خوب تیزی تھی اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کے بڑے دو معجزے ظاہر ہو گئے ایک کھانے میں دوسرا پینے کے پانی میں ظاہر ہوا۔

کتاب الجهاد والسیر

جہاد کا بیان

قال الله تعالیٰ ﴿کتب علیکم القتال وهو کره لکم وعسیٰ ان تکرهوا شیئا وهو خیر لکم﴾

وقال الله تعالیٰ ﴿وفضل الله المجاهدین علی القاعدین اجرا عظیما﴾ (سورۃ النساء)

جہاد کی تعریف

(۱) عن عمرو بن عبسة رضی الله عنه قال قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم وما الجهاد ؟ قال ان تقاتل الکفار اذا لقیتهم قیل فای الجهاد افضل ؟ قال من عقر جواده واهریق دمه . (کنز العمال جلد ا صفحہ نمبر ۲۷ وطبرانی ومسند احمد)

ترجمہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے ایک پوچھنے والے نے پوچھا کہ جہاد کیا چیز ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جہاد یہ ہے کہ تم بوقت مقابلہ کفار سے لڑائی لڑو پوچھا گیا کہ افضل ترین جہاد کون سا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کا جہاد سب سے افضل ہے جس کا گھوڑا مارا جائے اور پھر خود اس کا خون بہایا جائے"۔

(۲) قال ومالجهاد ؟ قال ان تقاتل الکفار اذا لقیتهم ولا تغل ولا تجبن۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان ورواہ کنز العمال جلد ا صفحہ: ۷۶)

ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ جہاد کیا چیز ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جہاد یہ ہے کہ تم بوقت مقابلہ کفار سے لڑائی لڑو اور اس راستہ میں نہ خیانت کرو اور نہ بزدلی دکھاؤ۔

(۳) الجهاد بکسر الجیم اصله لغة هو المشقة وشرعا بذل الجهد فی قتال الکفار ۔(فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴)

ترجمہ: "جہاد کسرۂ جیم کے ساتھ لغت میں محنت ومشقت کے معنی میں ہے اور اصطلاح شریعت میں کفار سے لڑنے میں اپنی پوری طاقت استعمال کرنے کا نام جہاد ہے" یہ تعریف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کی ہے۔

فائدہ

مذکورہ بالا جہاد کی شرعی تعریفات ہیں ہر تعریف میں کفار سے لڑنے اور لڑائی کا ذکر ہے نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مشکوۃ کی شرح مرقاۃ میں جہاد کی تعریف اس طرح کی ہے "اپنی پوری توانائی کو کفار سے لڑنے میں صرف کرنے کا نام شریعت میں جہاد ہے"۔ امام راغب اصفہانی

رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مفردات القرآن میں جہاد کی شرعی تعریف اس طرح کی ہے "اپنی پوری طاقت کفار کے مار بھگانے میں صرف کرنے کا نام جہاد ہے"۔ کتاب شرعۃ الاسلام کی شرح میں جہاد کی اس طرح تعریف کی ہے "دین دشمنوں کو مغلوب کرنے اور کفار سے لڑنے کا نام جہاد ہے"، اسی طرح قاموس نے یہ تعریف کی ہے "دشمنان اسلام سے لڑنے کا نام جہاد ہے"۔

ان تمام تعریفات کے پیش نظر ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جہاد کے اسی شرعی مفہوم کو اپنائے، کیونکہ شریعت میں احکام کا مدار شرعی اصطلاحی مفہوم پر رکھا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی کو جہاد سمجھ کر کفار کے مقابلے کے لیے مسلح ہو کر نکلا کرتے تھے اور پھر میدان میں بڑے بڑے مقابلے ہوتے تھے، انہوں نے جہاد کے لغوی معنی کو نہیں دیکھا کہ جہاد صرف مشقت اور محنت کا نام ہے، جس میں کفار سے لڑنے اور مقابلہ کرنے اور تلوار اٹھانے کی کبھی نوبت ہی نہیں آتی۔ شرعی احکام میں لغوی مفہوم اختیار کرنے سے بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے مثلاً کوئی شخص صلوۃ کے لغوی مفہوم کو اپنا کر کہتا ہے کہ صلوۃ کا معنی دعاء ہے، میں صرف دعا کروں گا نماز نہیں پڑھوں گا یا صوم یعنی روزہ کا مفہوم تھوڑی دیر کے لیے کھانے پینے سے رکنا ہے اب ایک شخص کچھ وقت کے لیے کھانے پینے سے رک جاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ بس روزہ ہو گیا یا کوئی شخص زکوۃ ادا نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ زکوۃ پاکیزگی کا نام ہے اور میں یہ پاکیزگی کسی اور طرح سے حاصل کرلوں گا یا حج کا لغوی مفہوم قصد کرنا ہے اب ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے گھر جانے کا قصد کرلیا ہے مسجد وغیرہ جانے کا قصد کرلیا ہے بس اب حج ہو گیا تو دیکھیے لغوی مفہوم مراد لینے سے کتنا بڑا نقصان ہوا کہ شریعت کے اصل حکم سے یہ شخص محروم رہ گیا اور لغوی مفہوم سے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا، اسی طرح جہاد کو صرف مشقت اور محنت کا نام دے کر کفار سے لڑنے کے لیے نہ نکلنا اپنا ہی نقصان کرنا ہے، دیکھیے ذکری فرقہ نے نماز کو ذکر کے مفہوم میں لیا اور اصل تعریف کو چھوڑ دیا تو پورے دین سے محروم ہو گئے۔ تبلیغی جماعت والوں کو احتیاط کرنا چاہیے۔

جہاد کی اقسام

﴿وفضل الله المجاهدين على القاعدين اجرا عظيما﴾ (سورۃ نساء: ۹۵)

اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو گھر میں بیٹھنے والوں کے مقابلے میں اجر عظیم دیا ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت اور احادیث کی روشنی میں فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جہاد کی بڑی بڑی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں اور دونوں قسمیں فرض ہیں قسم اول کو فرض کفایہ کہتے ہیں اور قسم ثانی کو فرض عین کہا جاتا ہے۔ فرض عین اور فرض کفایہ جہاد کے اپنے احوال کے تحت ہوتا ہے کہ حالات کبھی کبھی ایسے ہو جاتے ہیں کہ جہاد فرض کفایہ کے درجے میں چلا جاتا ہے لیکن کبھی کبھی حالات اتنے سنگین ہو جاتے ہیں کہ ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے بہر حال دونوں حالتوں میں جہاد فرض کے درجے میں رہتا ہے جہاد کا کوئی درجہ فرض سے کم نہیں

قسم اول فرض کفایہ

جب مسلمانوں کو پورے عالم میں غلبہ اور شوکت حاصل ہو تو اس وقت فریضۂ جہاد کو باقی اور جاری رکھنے کے لیے اور اسلام کو مزید پھیلانے کے لیے دنیا کے کسی حصہ میں ایک ایسی جماعت ہو جو کفار کے ساتھ برسرپیکار اور جہاد میں مصروف ہو ایسی حالت میں جہاد فرض کفایہ ہو جاتا ہے اس سے کہ ایک جماعت نے جب یہ کام سنبھال لیا تو باقی مسلمانوں کا ذمہ ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ کفار کے مقابلے کے لیے یہ جماعت کافی ہو اور اگر دنیا کے تمام مسلمانوں نے جہاد کو یکسر چھوڑ دیا تو سارے کے سارے گناہ گار ہو جائیں گے صاحب ہدایہ نے لکھا ہے "ان ترکوا جمیعا اثم الکل" یعنی اگر تمام مسلمانوں نے عمل جہاد کو ترک کر دیا تو سب گناہ گار ہوں گے، اس قسم کی عبارات فقہ کی دوسری بڑی کتابوں اور فتاویٰ میں موجود ہیں، جہاد کی اس قسم کو جہاد اقدامی بھی کہتے ہیں یہ فرض کفایہ ہوتا ہے اور اس کے لیے چند شرائط بھی ہیں۔

(۱) والدین اور سرپرست کی اجازت (۲) امارت شرعیہ (۳) بعض کے یہاں طاقت کا توازن (۴) دعوت الی الاسلام، یاد رہے جہاد سے پہلے جو دعوت کفار کو دی جاتی ہے اور جس پر جہاد موقوف ہوتا ہے اس دعوت کے تین جملے ہوتے ہیں۔

(۱) اسلام قبول کرو (۲) ورنہ جزیہ ادا کرو (۳) نہیں تو پھر میدان جنگ میں لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ یہ دعوت بھی ان کفار کے لیے ضروری ہے جنہوں نے کسی طور پر اسلام کا نام نہ سنا ہو اور نہ اسلام سے واقف ہوں، لیکن جن لوگوں کو ایک بار دعوت اسلام پہنچ چکی ہو یا انہوں نے کسی نشریاتی ذریعہ سے اسلام کا نام سنا ہو ان کو دوبارہ میدان جنگ میں دعوت دینا صرف مستحب ہے۔ خلاصہ یہ کہ جہاد چونکہ کفار سے ہوتا ہے تو یہ دعوت بھی کفار ہی کے ساتھ خاص ہوگی اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ کسی مقام پر آئے گی۔ قرآن عظیم کی مذکورہ آیت ہی سے علماء اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جہاد کی اس قسم کو مستنبط کیا ہے کیونکہ آیت میں دو جماعتوں کا ذکر ہے اور دونوں مقبول ہیں ایک وہ جماعت ہے جو گھر میں بیٹھ کر عبادت اور دوسرے نیک کاموں میں مشغول رہتی ہے اور ایک وہ جماعت ہے جو جہاد کے لیے کفار کے مقابلے پر نکلی ہوئی ہے، اب گھر میں بیٹھنے کی جب ان کو اجازت مل گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ ایک قسم جہاد کی ایسی بھی ہے جس سے کچھ لوگ پیچھے رہ سکتے ہیں اور وہی فرض کفایہ ہے اب نکلنے والے مجاہد ہوئے جن کا بہت بڑا درجہ ہے اور بیٹھنے والے اس وقت مجاہد نہیں ہوئے اور ان کا درجہ بھی کم رہا اگرچہ وہ تمام عبادات میں مشغول تھے اس آیت سے دو باتیں واضح ہو گئیں، ایک یہ کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں ان میں ایک فرض کفایہ ہے اور ایک فرض عین ہے۔ دوسری بات یہ سمجھ میں آئی کہ ہر عابد اور جہاد کے علاوہ دوسرے نیک کام کرنے والے کو مجاہد نہیں کہا جا سکتا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں اس طرح لکھا ہے۔

"اس سے معلوم ہو گیا جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں یعنی اگر مسلمانوں کی کافی مقدار اور ضرورت کے موافق جماعت جہاد کرتی رہے تو

جہاد نہ کرنے والوں پر کوئی گناہ نہیں ورنہ سب گنہگار رہوں گے“۔ (تفسیر عثمانی:۱۳۲)

اسی قسم کا مضمون اس آیت کی تفسیر میں حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۰۴)

﴿ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر﴾

یعنی ”چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت بلاتے نیک کام پر اور حکم کرتے پسند بات کو اور منع کرتے ناپسند کو اور وہی پہنچے مراد کو“۔

اس آیت کے تحت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔

”معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے ایک جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کا تقید رکھنے کو تا خلاف دین کوئی نہ کرے اور جو اس کام پر قائم ہوں وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود یہ راہ مسلمانی کی نہیں“۔ (موضح القرآن صفحہ ۱۰۱)

قسم دوم فرض عین

اور اگر کفار مسلمانوں کے کسی علاقے پر چڑھائی کرتے ہیں، لوگوں کو مار بھگاتے ہیں اور عزت و مال کو لوٹ لیتے ہیں اور مسلمان دفاعی پوزیشن میں ہوتے ہیں تو اس وقت جہاد کی یہ قسم دفاعی اور فرض عین ہو جاتی ہے یہ جہاد پہلے قرب و جوار کے لوگوں پر فرض عین ہے اگر وہ ناکافی ہوں تو رفتہ رفتہ پورے عالم اسلام کے مسلمانوں پر فرض عین ہو جاتا ہے جہاد کی اس قسم کے لیے شرائط نہیں ہیں، بس نفیر عام پر سب مسلمانوں کو نکلنا ہوگا غلام کو آقا سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں نہ بیٹے کو باپ سے اور نہ بیوی کو شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت ہے بس جو کچھ ہاتھ لگا اسے اٹھا کر مقابلہ کے لیے نکلنا ہوگا اس وقت دعوت الی الاسلام بھی ختم ہو جاتی ہے۔

علامہ سرخسی اور فتاویٰ تاتارخانیہ اور فقہ کی دیگر کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے الکوکب الدری شرح ترمذی میں علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”وان ھجموا علینا سقطت الدعوۃ“ (یعنی اگر کفار نے ہم پر چڑھائی کی اور ہلہ بول دیا تو دعوت ساقط ہو جائے گی)۔ صاحب بحرالرائق نے کتاب الجہاد میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت مشرق میں کافروں نے قید کر لی تو مغرب تک تمام مسلمانوں پر اس کو کافروں کی قید سے چھڑانا فرض عین ہے۔ باقی جہاد فرض عین کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم سب مسلمانوں کی طرف ذاتی اور شخصی طور پر متوجہ ہو جاتا ہے تو کسی کی باری آج آئے گی وہ جائیں گے اور کسی کی باری بعد میں آئے گی اس طرح ایک دستہ جائے گا جب وہ واپس آئے گا تو دوسرا جائے گا تو نظام بھی چلتا رہے گا اور جہاد کا کام بھی ہوتا رہے گا جس طرح حج فرض عین ہے لیکن سب دنیا والے ایک ہی سال میں نہیں جاتے بلکہ موقع بموقع جاتے آتے ہیں، فتح القدیر نے اس بات کو اسی طرح لکھا ہے، یہ بات بھی یاد رہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، سعید بن المسیب رحمہ اللہ، ابن شبرمہ رحمہ اللہ اور کچھ دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک جہاد کی ایک ہی قسم ہے وہ فرماتے ہیں کہ جہاد فرض عین ہی ہے فرض کفایہ نہیں تاہم عام فقہاء نے یہ تقسیم کی ہے ہم اس تقسیم کے قائل ہیں مگر اس وقت دنیا میں

تقریباً ہر جگہ مسلمان دفاع میں جہاد لڑ رہے ہیں جو فرض عین ہے۔ نفیر عام کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ وقت کا بادشاہ یا جہاد کا عام امیر لوگوں کے نکلنے کا عام اعلان کردے دوسری صورت یہ کہ مظلومین اور بے بس مسلمانوں کی فریاد کسی طرح کسی کے کانوں تک پہنچ جائے۔ (تاتارخانیہ)

جہاد کی چند انواع

وعن انس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال جاهدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین کے خلاف جہاد کرو اپنے مالوں سے، اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے''۔

اس حدیث میں جہاد کی تین انواع کا ذکر آیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں اور جن کی کچھ تفصیل ہے۔

جہاد بالمال

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کا مال جہاد اور مجاہدین کے کام میں آجائے اور اس سے براہ راست میدان جہاد کو فائدہ پہنچ جائے اگر ایک شخص کسی غریب فقیر کو مال دیتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے یا اپنے کسی رشتہ دار کی مدد کرتا ہے یہ ایک نیک کام تو ہوسکتا ہے اور اس پر اس کو ثواب بھی مل سکتا ہے لیکن اس سے وہ شخص اپنے آپ کو مجاہد بالمال نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس کا مال بے شک ایک نیک جگہ میں لگ گیا مگر جہاد میں نہیں لگا اگر وہ اپنے بارے میں یہ سوچتا ہے کہ میں نے مالی جہاد کیا تو یہ بات اور یہ خیال بے محل ہوگا حدیث میں مشرکین کے خلاف اپنے مالوں سے جہاد کرو، کے الفاظ آئے ہیں یہاں کس مشرک کے خلاف اس نے اپنا مال خرچ کیا ہے کہ وہ جہاد بالمال کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے؟ قرآن وحدیث میں جہاد بالمال کی بہت ترغیب آئی ہے کیونکہ مال کے بغیر جہاد کا عمل معطل ہوکر رہ جاتا ہے اسی طرح مالی جہاد ہر آدمی کرسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ مال کو مقدم رکھا گیا ہے۔

جہاد بالنفس

جہاد بالنفس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو جہاد میں استعمال کرے کفار سے مقابلوں کے لیے میدان جہاد میں اس نفس کو دھکیل دے اور حق وباطل کے معرکوں میں اس نفس کو مکمل طور پر جھونک دے'' جہاد بالنفس'' عربی کا کلمہ ہے اور بالنفس میں با کا لفظ آلہ پر داخل ہے یعنی نفس کے ساتھ جہاد کرنا، یہ لفظ ایسا ہے جیسے کوئی کہدے بندوق کے ساتھ جہاد یا تلوار کے ساتھ جہاد، راکٹ لانچر کے ساتھ جہاد، توپ کے ساتھ جہاد، کلاشنکوف کے ساتھ جہاد، یہ جتنے آلات حرب وضرب ہیں اس پر ''ب'' کے داخل ہونے کے بعد یہ مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ ان اشیاء کو بطور آلہ استعمال کیا گیا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس شخص نے جہاد بالسیف کیا یعنی تلوار کے مقابلہ میں آکر تلوار کو مارنا شروع

کردیا بلکہ اس کا عربی محاورہ میں یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس شخص نے جہاد کے میدان میں تلوار کو استعمال کیا اور تلوار لے کر اس کے ساتھ کفار کے ساتھ مقابلہ کیا بالکل اسی طرح جہاد بالنفس کا مطلب ہے کہ اس نفس کو کفار کے مقابلے میں استعمال کیا جائے یہی مطلب صحابہ کرام نے اور سلف صالحین نے اس جملے کا لیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں "والمجاهد من جاهد نفسه بنفسه" یعنی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے اسی نفس کے ذریعہ جہاد کرے۔ یعنی نفس کو جہاد کے میدان میں ڈال دے اور اسے مقابلہ کفار میں استعمال کرے۔ یہ نفس کے ذریعہ سے کفار سے مقابلہ بھی ہوا اور اس ضمن میں نفس کا مجاہدہ بھی ہوا کیونکہ نفس کا مجاہدہ اسی عمل سے ہوتا ہے جو نفس کی خواہش کے خلاف ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ جہاد میں جا کر لڑنا نفس کو کتنا دشوار معلوم ہوتا ہے جہاد بالنفس کے متعلق ایک حدیث کا حوالہ بھی لوگ دیتے ہیں جس کی روشنی میں جہاد کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں ایک چھوٹا جہاد اور دوسرا بڑا جہاد، اس حدیث سے متعلق بحث بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جہاد اکبر اور جہاد اصغر کی بحث

جب قوموں کا زوال شروع ہو جاتا ہے تو ان کی ہمتیں پست ہو جاتی ہیں اور جب ہمتیں پست ہو جاتی ہیں تو پھر زبان پر کمزور جملے آتے ہیں دل و دماغ میں ہر وہ فلسفہ بیٹھ جاتا ہے جو آدمی کو پستی کی طرف لے جاتا ہے پھر اس وقت دشمن آرام سے بیٹھ جاتا ہے اور زوال پذیر قوم خود بخود اپنے زوال کے منصوبے بناتی رہتی ہے چنانچہ اسلام کا سنہرا دور جب چلا گیا اور اسلام کے بلند و بالا جھنڈے جب نیچے اترنے لگے اور عزت و عظمت اور شان و شوکت کے بعد جب مسلمان مجموعی اعتبار سے پستی کی طرف گرنے لگے تو ان کے ہاں ایسے معذرت خواہانہ جملے رائج ہونے لگے جن کی روشنی میں آرام طلبی سہولت پسندی کے اچھے مواقع تو فراہم ہو گئے لیکن اس کے ضمن میں مسلمان کسی کارنامے، کردار یا تاریخ سازی کی حیثیت سے محروم ہو گئے، اسی محرومی کے زمانے کا ایک جملہ گھڑ لیا گیا ہے اور اس کو حدیث کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات کا رخ اعدائے اسلام کے بجائے اپنی ہی جانوں کی طرف مڑ جائے اور "قہر درویش بر جان درویش" کا مکمل مصداق بن جائے، راہ فرار اختیار کرنے کے لیے جس جملے کو حدیث کا نام دے کر اس کی خوب تشہیر کی گئی وہ یہ ہے۔

"رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ قَالُوْا وَمَا الْجِهَادُ الْاَكْبَرُ؟ قَالَ جِهَادُ الْقَلْبِ"

یعنی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف آگئے صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ جہاد اکبر کون سا جہاد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نفس کا جہاد (یعنی کفار سے لڑنا چھوٹا جہاد ہے) ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں حرف

الزاد کے ضمن میں (صفحہ ۱۲۷) پر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے فرمایا کہ لوگوں کے ہاں یہ حدیث زبانوں پر چڑھی ہوئی ہے حالانکہ یہ ابراہیم بن عبلہ نامی شخص کا مقولہ ہے۔

(۱) تنظیم الاشتات شرح مشکوۃ جلد ا صفحہ ۶۹ میں اس حدیث کے متعلق بحوالہ تعلیق الصبیح اور تفسیر بیضاوی لکھا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''ھذا حدیث لا اصل لہ'' یعنی اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔

(۲) اسی طرح فتاوی عزیزی صفحہ ۲۰۱ میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کلام صوفیاء کرام کی کتابوں میں اکثر پایا جاتا ہے اور یہ ان کے نزدیک حدیث نبوی ہے بلکہ بعض علماء محدثین نے بھی یہ عبارت ذکر کی ہے اس غرض سے کہ اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد کرنا افضل ہے مگر مجھ کو یاد نہیں کہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ عبارت میں نے دیکھی ہے۔ بہرحال جہاد اکبر سے مراد یہ نہیں کہ جہاد سے فارغ ہو کر واپس آئے، بلکہ جہاد اکبر سے یہ مراد ہے کہ نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کیا جائے یہ تفسیر صوفیاء کے خیال کے مطابق ہے اور جمیع علماء کے خلاف ہے کہ جہاد اکبر سے مراد جہاد سے فارغ ہو کر آنا ہے اور سلیقہ کتاب دانی اور عبارت شناسی اس خیال سے بالکل متنفر ہے اس واسطے کہ مراجعت یعنی واپس آنا لفظ رجعنا سے مفہوم ہوتا ہے۔

اور جہاد اصغر ابتداء کی غایت ہے اور جہاد اکبر انتہاء کی غایت ہے اور دونوں غایت جس چیز کی غایت ہوتی ہے اس سے مغایر ہوا کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جہاد اصغر اور جہاد اکبر مراجعت یعنی واپسی کے مغایر ہیں۔

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا یہ کلام ذرا مغلق ہے لیکن اس سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک یہ کلام صوفیاء کرام کا کلام ہو سکتا ہے مگر حدیث نہیں ہے نیز مفہوم کے لحاظ سے بھی تمام علماء نے اس کلام کو جہاد اصغر سے واپس جہاد اکبر کی طرف لوٹنے کے معنی پر نہیں لیا ہے نیز عبارات کے سمجھنے کا سلیقہ بھی اس طرح نہیں ہے۔ اور کتاب دانی کا طریقہ بھی یہ نہیں ہے آگے شاہ صاحب نے عبارت پر اعتراض کیا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ حدیث نہیں ہو سکتی ہے۔

(۳) مشارع الاشواق الی مصارع العشاق کے مقدمہ (صفحہ ۳۰) پر لکھا ہے کہ دشمنان اسلام نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے پاس دفاع کے لیے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد ایک عظیم بنیادی طاقت ہے اور جب تک جہاد قائم رہے گا تو دشمنان اسلام کے پیر کہیں جم نہیں سکتے کیونکہ جہاد کی برکت اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں نے نصف صدی سے بھی کم مدت میں آدھی دنیا کو فتح کر لیا تاریخ کے صفحات پر جب کفار نے اس چیز کو دیکھا تو انہوں نے جہاد کو توڑنے اور اسے کمزور کرنے کے لیے کئی سال تک گٹھ جوڑ کر کے غور و خوض کیا یہاں تک کہ انہوں نے اس مشکل کا حل ڈھونڈ لیا اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو آسائش و آرائش میں ڈال کر جہاد سے ہٹا لیا جائے پھر اس کے لیے کفار نے ایک مہذب طریقہ اختیار کر لیا اور وہ یہ کہ انہوں نے جہاد کی اصغر اور اکبر کی طرف تقسیم کر دی کہ نفس کے ساتھ جہاد بڑا جہاد ہے اور کفار سے جہاد کرنا چھوٹا جہاد ہے پھر اس مقصد کے حصول کے لیے دشمنان اسلام نے احادیث گھڑ لیں اور اس کی نسبت حضور اکرم

ﷺ کی طرف کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کی طرف نسبت سے مسلمان اسے جلدی قبول کرلیں گے، چنانچہ انہوں "رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر " کی حدیث گھڑلی جو حضور اکرم ﷺ پر واضح جھوٹ ہے اور احادیث کی کتابوں میں مطلقاً یہ حدیث موجود نہیں ہے۔ ابراہیم بن عبلہ رحمہ اللہ اگرچہ ثقہ آدمی ہیں مگر دار قطنی نے کہا ہے کہ ان کی طرف بھی اس عبارت کی نسبت واضح نہیں ہے پھر اس گھڑی ہوئی حدیث کا اثر کمزور مسلمانوں پر اس طرح ہوا کہ انہوں نے جب دیکھا کہ نفس وشیطان کا مقابلہ بڑا جہاد ہے تو وہ کفار سے جہاد کرنے سے باز آگئے اور کنارہ کش ہو کر تسبیح اور ذکر و فکر میں مشغول ہو کر دنیا کو کفار کے لیے خالی چھوڑ گئے تو کفار غالب آگئے اور مسلمان غلام ہو کر رہ گئے۔

(۴) خطیب بغدادی وغیرہ نے اس عبارت سے ذرا مختلف ایک اور حدیث کا ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ایک غزوہ سے جب واپس آئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا خوش آمدید خوش آمدید تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہو صحابہ نے پوچھا کہ بڑا جہاد کون سا ہے تو آپ نے فرمایا بندے کا اپنی خواہشات کے خلاف مجاہدہ کرنا بڑا جہاد ہے۔ اس حدیث پر بھی محدثین نے جرح کیا ہے چنانچہ اس میں ایک راوی "خلف بن محمد خیام" ہے حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان کی حدیثیں نا قابل اعتبار ہیں اور ابو یعلی خلیلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بہت ہی ضعیف تھا ان کو اشتباہ ہوتا تھا اور کبھی ایسی حدیثیں نقل کرتا تھا جس کا کسی کو پتہ نہیں ہوتا تھا، ابوزرعہ رحمہ اللہ نے بھی ان کی روایت کردہ حدیثوں سے براءت کا اعلان کیا تھا اس روایت میں ایک راوی یحیی بن علاء ہیں ان کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بڑا جھوٹا آدمی تھا جو حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا ابن عدی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آدمی کی ساری حدیثیں گھڑی ہوئی ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بعض لوگ جو یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور نے تبوک کے غزوہ سے واپسی پر فرمایا کہ:

"رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ فَلَا اَصْلَ لَهُ "

یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے اس حدیث کی کوئی بنیاد نہیں ہے (مقدمہ مشارع الاشواق صفحہ ۳۱)

جہاد مع النفس اور جہاد الکفار کے متعلق ترمذی شریف کی ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے کوکب الدری جلد ا صفحہ نمبر ۳۲۵ پر اس طرح لکھا ہے۔

"ولا يخفى ما بين الجهادين من الالتئام والاتصال فان مجاهدة الكفار لا تخلوا عن مجاهدة النفس ولا تتصور دونها ومجاهدة النفس اذا كملت لا تكاد تترك الرجل لا يجاهد الكفار بلسانه أو بسنانه "

اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ جہاد مع النفس اور جہاد الکفار دونوں میں آپس میں ایک جوڑ اور اتصال ہے کیونکہ کفار سے لڑنے میں نفس کا مجاہدہ ہوتا ہی ہے نفس کے مجاہدے کے بغیر کفار سے لڑنے کا تصور ممکن نہیں ہے اور رہ گیا نفس کا

مجاہدہ تو یہ مجاہدہ نفس جب مکمل ہو جائے تو یہ آدمی کو کفار سے لڑائے بغیر چھوڑتا ہی نہیں چاہے زبان سے یا تلوار و سنان سے ہو"۔

(۵)　ان تفصیلات کے بعد میں اس بحث کی ابتداء کی آیت ﴿وفضل الله المجاهدين على القاعدين اجرا عظيما﴾ کی طرف لوٹتا ہوں کہ اس آیت کے پہلے مخاطب صحابہ کرام ہیں، ان میں ایک جماعت آیت کے اترنے کے وقت وہ تھی جو جہاد پر نکل چکی تھی اور ایک جماعت وہ تھی جو جہاد پر نہیں نکلی تھی کیونکہ فرض کفایہ کی صورت میں ان کو نہ جانے کی اجازت تھی البتہ جو جماعت جہاد پر گئی تھی ان کو اللہ تعالیٰ نے دو امتیازات سے ممتاز کر دیا ایک یہ کہ بیٹھنے والوں اور نہ جانے والوں کے مقابلے میں جانے والوں کا درجہ بہت اونچا ہے اور ان کو اجر عظیم ملے گا دوسرا یہ کہ جانے والے مجاہدین ہیں اور اس وقت جہاد پر نہ جانے والے قاعدین (یعنی بیٹھنے والے) مجاہدین نہیں ہیں، اب غور کرنا چاہیے کہ جو صحابہ کرام مسجد نبوی میں رہ گئے وہ سارے کے سارے نمازی، تہجد گزار تھے، روزہ رکھنے والے تھے نفلی عبادات، صدقات اور نفس کی ریاضیات میں بہت زیادہ مشغول تھے لیکن ان تمام محنتوں اور نفس کے مجاہدہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو مجاہدین نہیں فرمایا بلکہ مجاہدین وہی ہوئے جو کفار سے لڑنے کے لیے نکلے تھے اگر نفس سے مجاہدہ کرنے والا بھی مجاہد ہو جائے تو پھر ﴿وفضل الله المجاهدين على القاعدين﴾ کا کیا مطلب لیا جا سکتا ہے؟ پھر تو اس آیت کا مفہوم سمجھنا دشوار ہو جائے گا نیز ایک بات یہ بھی یاد رکھیں کہ سلف صالحین نے جہاد کے متعلق جتنی بھی کتابیں لکھی ہیں سب جہاد مع الکفار ہی کے حوالے سے لکھی ہیں، نفس سے ریاضت کے لیے جو کتابیں لکھی ہیں ان کا نام انہوں نے کتاب الزھد رکھا ہے آج تک اسلام میں ایک کتاب بھی ایسی موجود نہیں ہے جو کسی نے کتاب الجہاد یا فضائل الجہاد کے نام سے موسوم کر کے لکھی ہو اور اس میں نفس سے جہاد کے مباحث درج کیے ہوں ہاں البتہ نفس کی ریاضت کے لئے جو کتابیں لکھی گئیں ہیں ان کو زہد و تقویٰ وغیرہ کے نام سے موسوم کیا ہے خود عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی ایک کتاب ہے کتاب الجہاد اور دوسری کتاب الزہد ہے، دونوں کے مباحث اور مضامین الگ الگ ہیں نام بھی الگ الگ ہیں۔ لہذا جہاد الکفار اور چیز ہے اور ریاضۃ النفس اور چیز ہے پھر یہ سوچیں کہ تقریباً پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے میدان جہاد میں جام شہادت نوش کیا باقی سارے صحابہ نے جہاد میں حصہ لیا تو کیا ان کی زندگیاں ایک ایسے کام میں صرف ہوئیں جو شریعت میں اصغر اور کم تر درجے کا تھا۔ حاشا وکلا۔

جہاد باللسان

انواع جہاد کی ابتدا میں جو حدیث لکھی گئی ہے اس میں تیسری نوع جہاد باللسان ہے اسلام میں جہاد باللسان کی بھی بہت اہمیت ہے اور حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ مشرکین سے زبانوں کے ذریعہ سے جہاد کرو حدیث کے شارحین نے جہاد باللسان کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ زبانی طور تقریر و تحریر سے لوگوں کو شوق جہاد دلایا جائے جہاد کے فضائل و مسائل بیان کیے جائیں، جہاد کی نظمیں پڑھی جائیں۔ اب

اگر ایک آدمی ایک گھنٹہ تقریر عمامہ کی فضیلت پر کرے اور پھر کہہ دے کہ میں نے جہاد باللسان کیا تو یہ غلط ہوگا جہاد باللسان ہر وہ گفتگو ہے جس سے میدان جہاد اور مجاہدین و جہاد کو فائدہ پہنچتا ہو یہ تقریر جو عمامہ کے متعلق ہے بے شک ثواب کا کام ہے لیکن جہاد باللسان نہیں ہے کیونکہ اس سے جہاد یا مجاہد کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا چنانچہ اس حدیث کی تشریح میں مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اپنے رسالہ جہاد (صفحہ ۴۵) پر فرماتے ہیں کہ مال کا جہاد یہ ہے کہ مال کو جہاد کے کاموں میں صرف کیا جائے اور زبان کا جہاد یہ ہے کہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے کر اس پر آمادہ کریں، اور جہاد کے احکام بتائیں اور یہ بھی کہ اپنی گفتگو اور تقریر سے دشمن کو مرغوب کریں، ایسی نظمیں جن سے مسلمانوں میں جذبہ جہاد قوی ہو یا جن سے دشمنوں کی تذلیل ہو، وہ بھی اسی جہاد میں داخل ہیں جیسے حضرت حسان رضی اللہ عنہ جو شعراء صحابہ میں سے ہیں ان کی نظمیں جو مشرکین مکہ کے مقابلے پر کہی گئی ہیں ان کو جہاد فرمایا گیا (رسالہ جہاد ص: ۴۵)

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق

ایک حدیث میں آیا ہے: ''افضل الجهاد من قال كلمة حق عند سلطان جائر''
یعنی ظالم بادشاہ کے سامنے حق کا کلمہ کہنا افضل ترین جہاد ہے۔

اس حدیث سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہاں تو جہاد نہیں ہے پھر اس زبانی کلمہ کو افضل جہاد کیسے فرمایا؟ تو اس کی تشریح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے کوکب الدری شرح الترمذی صفحہ ۲۷ جلد ۲ میں اس طرح کی ہے:

''چونکہ مجاہد دو باتوں کے درمیان ہوتا ہے یا تو جہاد کر کے کفار کو قتل کر دے گا اور مال غنیمت حاصل کرے گا اور یا خود شہید ہو کر خون میں رنگین ہو جائے گا لیکن وہ شخص جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق کا کلمہ بلند کرتا ہے اس کے حق میں تو یقینی ہی ہے کہ مارا جائے گا (بچنے کی امید نہیں) اس لیے وہ افضل ہوا، اس کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ غازی جب کفار سے میدان میں لڑتا ہے تو موت اور حیات دونوں کا احتمال ہے لیکن یہ شخص جس نے ظالم کے سامنے حق کا کلمہ بلند کیا اس کی موت یقینی ہے لہذا یہ بھی جہاد بلکہ افضل جہاد ہوا۔

دعوت اسلام

امت کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اسلامی احکامات کو مانتی ہے اور جتنا ہو سکتا ہے اس پر عمل کرتی ہے امت کے اس حصہ کو اصطلاح شرع میں ''امت اجابت'' کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے کہ جنہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا بلکہ اپنے کفر پر برابر قائم ہے امت کے اس حصہ کو اصطلاح شرع میں ''امت دعوت'' کہا جاتا ہے۔ جہاد سے پہلے اسلام نے جس دعوت کو ضروری قرار دیا ہے وہ دعوت صرف امت دعوت کے لیے ہے کیونکہ یہ دعوت امت اجابت میں چل ہی نہیں سکتی اس دعوت کے تین جملے ہوتے ہیں (۱) اسلام قبول کر لو (۲) اگر اسلام قبول نہیں تو جزیہ ادا کرو (۳) اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضور اکرم ﷺ جب

مجاہدین کو روانہ فرماتے تو ان کو انہیں چیزوں کی وصیت فرماتے چنانچہ مسلم شریف کی ایک لمبی حدیث آنے والی ہے اس میں یہ تینوں چیزیں ترتیب کے ساتھ مذکور ہیں، میں اس حدیث کے ان ہی تین جملوں کو حدیث سے مختصر کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) قال علیہ السلام فی ضمن حدیث طویل: واذا لقیت عدوک من المشرکین فادعهم الی الاسلام فان هم ابوا فسلهم الجزیة فان هم ابو فاستعن باللہ وقاتلهم (مسلم کتاب الجهاد)

"حضور اکرم ﷺ نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں (مجاہدین کے امیر کو) اس طرح وصیت کرتے ہوئے فرمایا: جب تم اپنے دشمن مشرکین سے ملو تو ان کو اسلام کی دعوت دو اگر انہوں نے قبول کرلیا تو پھر ان سے لڑائی سے باز رہو پس اگر انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو ان سے جزیہ ادا کرنے کا مطالبہ کرو اگر انہوں نے جزیہ قبول کرلیا تو ان سے لڑنے سے باز رہو پس اگر انہوں نے جزیہ ادا کرنے سے بھی انکار کیا تو پھر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو ان کفار سے لڑو"۔

اہل فارس کے نام حضرت خالدؓ کا خط

(۲) وعن ابی وائل قال کتب خالد بن الولید الی اهل فارس بسم اللہ الرحمن الرحیم من خالد بن الولید الی رستم ومهران فی ملاء فارس سلام علی من اتبع الهدی اما بعد: فانا ندعوکم الی الاسلام فان ابیتم فاعطوا الجزیة عن ید وانتم صاغرون فان معی قوما یحبون القتل فی سبیل اللہ کما یحب فارس الخمر والسلام علی من اتبع الهدی (مشکوۃ صفحہ ۳۴۴) "ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہل فارس کو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد اس طرح لکھا: ہم تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ اسلام قبول کرلو اگر تم نے اس سے انکار کیا تو پھر تم ذلت کے ساتھ جزیہ ادا کرو (اگر یہ بھی نہیں) تو پھر لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ بے شک میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں جو راہ خدا میں موت کو اس طرح پسند کرتے ہیں جیسا کہ فارس والے شراب پینے کو پسند کرتے ہیں۔ اور جو ہدایت کو قبول کرے اس پر سلامتی ہو"۔

دعوت اسلام فقہاء کی نظر میں

جہاد سے پہلے جو دعوت واجب ہوتی ہے اور جس پر جہاد موقوف ہوتا ہے اس دعوت کے متعلق فقہائے کرام رحمہم اللہ نے الگ الگ تفصیل پیش کی ہے جس کو رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ نامی ایک معتمد کتاب نے اس طرح بیان کیا ہے۔ (عربی عبارات کے ترجمے ملاحظہ فرمائیں)

امام مالک رحمہ اللہ:

فقہاء کرام کے ہاں دعوت کے مسئلہ میں تعبیرات میں اختلاف ہے وہ اس طرح کہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن کفار کے گھر ہمارے قریب ہوں تو ان کو دعوت اسلام دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ بوجہ پڑوس کے دعوت الی الاسلام کو جانتے ہیں (مانتے نہیں)

اس لیے ان کے ساتھ لڑائی لڑی جائے گی اور ان کی غفلت کا انتظار نہیں کیا جائے گا، اور جن کے گھر ہم سے دور ہوں تو ان کو دعوت دینا ضروری ہے تا کہ شک وشبہ دور ہو جائے۔ (رحمۃ الامۃ صفحہ ۲۹۳)

امام شافعی رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں آج کل کسی مشرک کو ایسا نہیں پاتا کہ اس کو کسی نہ کسی طریقے سے اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو ہاں ممکن ہے کہ مملکت ترکیہ کے پیچھے کچھ مشرک قومیں ہوں یا خزر (چیچنیا) کے پیچھے کچھ ایسے لوگ ہوں جن تک دعوت نہ پہنچی ہو تو ان لوگوں سے اگر لڑائی لڑنی ہو تو دعوت اسلام سے پہلے لڑائی نہیں ہونی چاہیے (صفحہ ۲۹۳)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

امام بوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر ان کفار تک اسلام کی دعوت بالکل نہیں پہنچی ہے تو امیر الحرب کے لیے ان سے لڑنا مناسب نہیں ہے اور اگر ان کو اسلام کی دعوت پہنچی ہے تو پھر امیر الحرب کے لیے مستحب ہے کہ لڑائی سے پہلے ان کو دعوت اسلام دے ورنہ جزیہ کی ادائیگی کا کہے تاہم اگر واجب دعوت سے پہلے پہلے کسی نے کسی کافر کو قتل کر دیا تو دیت وقصاص نہیں ہوگا (صفحہ ۲۹۳) فقہ کی کتاب محیط میں لکھا ہے کہ دعوت کا پہنچنا دو قسم پر ہے حقیقتاً یا حکماً اور حکماً اس طرح ہوتا ہے کہ مغرب ومشرق میں مشہور اور عام ہو جائے کہ یہ مسلمان کس چیز کی طرف بلاتے ہیں اور کس چیز پر لڑتے ہیں اس ظاہری شہرت کو حقیقت کا قائم مقام سمجھا جائے گا (فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۹۶)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا قول:

اگر کفار کو دعوت نہیں پہنچی تو لڑنے سے پہلے دعوت واجب ہے اور اگر دعوت کسی طرح پہنچ چکی ہے تو پھر دعوت دینا مسنون ومستحب کے درجے میں ہے ہاں اگر کفار نے ہم پر چڑھائی کر کے حملہ بول دیا تو پھر دعوت ساقط ہو جائے گی۔ (الکوکب الدری شرح ترمذی صفحہ ۴۱۳)

صاحب ترمذی کا قول:

امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی دعوت الی الاسلام والی روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام کی یہ رائے تھی کہ دعوت سے پہلے کفار سے جنگ نہ کی جائے جنگ سے پہلے دعوت دی جائے کیونکہ اس سے دشمن مرعوب ہو جائے گا لیکن بعض علماء کا خیال ہے کہ آج کل کفار کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ آج کل کسی کو دعوت دینا ضروری ہے (ترمذی کتاب الجہاد)

صاحب درمختار کا قول:

فقہ کی دوسری کتابوں اور خاص کر درمختار میں دعوت کا مسئلہ اس طرح لکھا گیا ہے کہ اگر ہم نے کفار کا محاصرہ کر لیا تو ہم ان کو پہلے اسلام کی

طرف بلائیں گے اگر انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو بہت اچھا ورنہ پھر جزیہ دینے کی طرف بلائیں گے اگر انہوں نے جزیہ قبول کرلیا تو پھر وہ کفار اور ہم قانون اسلام اور قانون انصاف کے سامنے یکساں ہوں گے اور جن کفار تک اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو ان سے قبل از دعوت لڑنا جائز نہیں ہے لیکن جن کفار تک دعوت پہنچی ہو تو ان کو پھر دعوت دینا مستحب ہے ہاں اگر اس دعوت میں جنگی حکمت عملی کے تحت ہمیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو پھر دعوت نہیں دی جائے گی اگر کفار نے جزیہ قبول کرنے سے بھی انکار کردیا تو پھر ہم اللہ کا نام لے کر ان سے لڑیں گے منجنیق (راکٹ لانچر، بھاری توپ خانہ) سے ان پر گولہ باری کریں گے، آگ سے انہیں جلائیں گے یا پانی میں ڈبو دیں گے اور ضرورت پڑنے پر ان کے باغات اور کھیتوں کو بھی تباہ کریں گے۔

صاحب ہدایہ رحمہ اللہ کا قول:

ولا یجوز ان یقاتل من لم تبلغه الدعوة الی الاسلام الا ان یدعوه لقوله علیه السلام فی وصیة امراء الاجناد: فادعهم الی شهادة ان لا اله الا الله. ویستحب ان یدعوا من بلغته الدعوة مبالغة فی الانذار ولا یجب ذلک لانه صح ان النبی صلی الله علیه وسلم اغار علی بنی المصطلق وهم غارون وعهد الی اسامة رضی الله عنه ان یغیر علی "اُبْنٰی" صباحا ثم یحرق والغارة لا یکون بدعوة (ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۵۶۰)

"صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو دعوت دینے سے پہلے اس سے لڑنا جائز نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنی فوجی کمانڈروں کو یہ وصیت فرمایا کرتے تھے "کہ ان کفار کو پہلے کلمۂ شہادت کی دعوت دیا کرو" اور اگر ان کو دعوت پہنچی ہے تو پھر دعوت دینا صرف مستحب ہے تاکہ دعوت دینے اور ڈرانے میں خوب مبالغہ ہو جائے لیکن یہ دعوت واجب نہیں ہوگی کیونکہ نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ آپ نے بنی مصطلق پر اس طرح چھاپہ مار کر حملہ بول دیا تھا کہ وہ لوگ بالکل بے خبر تھے اور اسی طرح آپ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ صبح سویرے علاقہ "ابنیٰ" کے لوگوں پر چھاپہ مار کارروائی کرو اور پھر علاقہ میں آگ لگادو۔ (ظاہر ہے) کہ چھاپہ مار کر غارتگری کی کارروائی دعوت کے ساتھ نہیں ہوسکتی ہے"۔

فائدہ

صاحب ہدایہ کی مندرجہ بالا عبارت کی طرح قدوری میں بھی کنز الدقائق میں بھی اسی طرح مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور شرح وقایہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے اس کے علاوہ فقہ کی دوسری چھوٹی بڑی کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح موجود ہے لہذا مجاہدین پر لازم ہے کہ وہ جہاد سے پہلے اس دعوت کو دیا کریں ہاں اگر مجاہدین دفاعی جنگ لڑ رہے ہوں تو پھر یہ دعوت ساقط ہو جائے گی اور جہاں دعوت پہنچی ہے وہاں بھی یہ دعوت صرف مستحب ہے اگر حالات موافق ہیں تو اس مستحب پر عمل کریں ورنہ مستحب کا چھوڑنا کوئی گناہ نہیں۔ باقی تبلیغی جماعت والے جو

دعوت کا کام کرتے ہیں اس کا جہاد والی دعوت سے کوئی تعلق نہیں ہے، ان کی دعوت پر جہاد موقوف نہیں ہے جو اس طرح سمجھتا ہے وہ دھوکہ میں پڑا ہے۔

دعوت کے فوائد

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے دعوت کے چند فوائد کا بھی ذکر کیا ہے پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ اگر کفار نے بات مان لی اور اسلام قبول کرلیا تو مقصد حاصل ہو جائے گا اور مسلمان لڑائی کی مشکلات سے بچ جائیں گے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دعوت دینے سے کفار کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ مسلمان صرف ملک گیری یا اموال اکٹھا کرنے اور عورتوں بچوں کو قید کرنے کے لیے نہیں لڑ رہے بلکہ یہ لوگ اسلام اور اس کے نظام کے لیے لڑ رہے ہیں۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جب کفار دعوت اسلام کو ٹھکرائیں گے تو پھر ان کا مقابلہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شروع ہو جائے گا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر آئیں گے ضرور شکست کھائیں گے اور چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اسلام کا ایک حکم اور نبی کریم ﷺ کا طریقہ زندہ رہے گا۔

یہ چند صفحات کی بحث میں نے اپنی تالیف ''دعوت جہاد'' سے نقل کر کے یہاں لکھ دیا ہے تاکہ جہاد کے مفہوم پر روشنی پڑ جائے اب احادیث کی روشنی میں جہاد کے موضوع سے متعلق احادیث پڑھئے اور آگے بڑھئے۔

''والسیر'' یہ جمع ہے اس کا مفرد سیرۃ ہے فقہ کی بعض کتابوں میں صرف کتاب السیر کا عنوان ہے جو جہاد کے معنی میں ہے یہاں جہاد کے بعد السیر کو ذکر کیا گیا ہے یہ ترادف کی طرف اشارہ ہے یا تعمیم بعد التخصیص ہے کیونکہ سیرت آنحضرت کے عام احوال پر بولا جاتا ہے ان احوال میں جہاد کے احوال بھی آتے ہیں۔

باب جواز الاغارة على الكفار وقصة بنى المصطلق

کافروں پر غارت گری کا جواز اور بنی مصطلق کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو بیان کیا ہے

۴۵۱۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ عَنِ الدُّعَاءِ قَبْلَ الْقِتَالِ، قَالَ: فَكَتَبَ إِلَيَّ: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، قَدْ أَغَارَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ، وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ، فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ، وَسَبَى سَبْيَهُمْ، وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ قَالَ يَحْيَى: أَحْسِبُهُ قَالَ جُوَيْرِيَةَ أَوْ قَالَ: الْبَتَّةَ ابْنَةَ الْحَارِثِ، وَحَدَّثَنِي هَذَا الْحَدِيثَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَكَانَ فِي ذَاكَ الْجَيْشِ.

حضرت ابن عونؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافعؒ کو لکھا اور ان سے قتال (جہاد) سے قبل کافروں کو اسلام کی دعوت دینے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے لکھا کہ یہ بات ابتداء اسلام میں تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق پر حملہ کیا، اس حال میں کہ وہ بے خبر تھے اور ان کے جانور پانی پی رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان کے جنگجو مردوں کو قتل کیا اور باقیوں کو قید کر لیا اور اسی دن حضرت جویریہ آپ کو ملیں۔ راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے کہ جویریہ کہا یا ابنة الحارث کہا، اور یہ حدیث مجھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کی کیونکہ وہ اس لشکر میں تھے۔

تشریح:

"اغار" بے خبری میں ہجوم اور حملہ کرنے کو کہتے ہیں جب عام دعوت چلی ہو تو خاص حملہ کے وقت دعوت دینا مستحب ہے۔

"بنی المصطلق" بنو مصطلق خزاعہ قبیلہ کے خالص عرب تھے ان کے خلاف جنگ دو شعبان ۵ ھ میں واقع ہوئی تھی "وهم غارون" یعنی بنو المصطلق بالکل غافل پڑے ہوئے تھے۔ "تسقى على الماء" یعنی پانی کے گھاٹ پر جانوروں کو پانی پلایا جا رہا تھا اس پانی کا نام المريسيع تھا اسی لیے اس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں۔

"فقاتلهم" یعنی جوان مارے گئے اور عورتیں اور بوڑھے قید کر لیے گئے علامہ واقدی کہتے ہیں کہ اس میں ان کے دس آدمی مارے گئے تھے، اس حدیث سے عرب کو قیدی بنانا ثابت ہو جاتا ہے۔ "او قال" یعنی جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا اس میں شک ہے "او البتة" یعنی یحییٰ بن یحییٰ نے تو بنت الحارث کا نام لیا اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ میرے شیخ سُلیم بن اخضر نے جویریہ کا نام لیا تھا یا پکی بات ہے کہ ابنة الحارث بولا تھا یہاں۔ یحیٰ کو شک ہوا لیکن دوسری روایت میں شک نہیں رہا بلکہ یقین سے بنت الحارث کہدیا۔ اہل تاریخ کہتے ہیں کہ جویریہ کے ساتھ نکاح کی وجہ سے اس کے خاندان کے سو گھرانوں کے لوگ غلامی سے آزاد ہو گئے جو تین سو آدمی تھے صحابہ نے کہا کہ اب یہ آنحضرت کا سسرال ہے تو ان کو غلام بنانا صحیح نہیں ہے تو سب کو آزاد کیا۔

۴۵۱۷۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ: جُوَيْرِيَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ وَلَمْ يَشُكَّ۔

حضرت ابن عون سے ان سندوں کے ساتھ اسی طرح یہ حدیث منقول ہے اور اس روایت میں ہے کہ حضرت جویریہؓ حارث کی بیٹی ہیں اور راوی نے اس میں شک نہیں کیا۔

باب وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم لامراء الجيش

فوجوں کے امراء کو آنحضرت ﷺ کی وصیت کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۵۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ سُفْيَانَ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: أَمْلَاهُ عَلَيْنَا إِمْلَاءً، ح

حضرت یحیی بن آدم سے روایت ہے کہ حضرت سفیان نے ہمیں یہ حدیث بیان کی اور کہا کہ یہ حدیث انہوں نے (یعنی حضرت علقمہ بن مرثد) نے ہمیں لکھوائی (حدیث اگلی سند سے مذکور ہے)

جہاد کے لیے جامع ضابطہ

۴۵۱۹۔ وحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ، أَوْ سَرِيَّةٍ، أَوْصَاهُ فِي خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللهِ، وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا، ثُمَّ قَالَ: اغْزُوا بِاسْمِ اللهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، اغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَمْثُلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا، وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنْ أَجَابُوكَ، فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ، يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ، فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَقَاتِلْهُمْ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ، وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ، فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ، وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ، وَلَكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ، فَإِنَّكُمْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ

فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ، فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ، وَلٰكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَتُصِيبُ حُكْمَ اللهِ فِيهِمْ أَمْ لَا، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ هٰذَا أَوْ نَحْوَهُ، وَزَادَ إِسْحَاقُ فِي آخِرِ حَدِيثِهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ آدَمَ، قَالَ: فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ لِمُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ يَحْيَى: يَعْنِي أَنَّ عَلْقَمَةَ يَقُولُهُ لِابْنِ حَيَّانَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ هَيْصَمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ،

حضرت سلیمان بن بریدہ ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی آدمی کو کسی لشکر یا سریہ کا امیر بناتے تو آپ ﷺ اسے خاص طور پر اللہ سے ڈرنے اور جوان کے ساتھ مسلمان (مجاہدین) ہوں ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرماتے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں جہاد کرو جو آدمی اللہ کا انکار کرے اس سے جنگ کرو اور خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو اور مثلہ نہ کرو (یعنی کسی کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو) اور کسی بچے کو قتل نہ کرو اور جب تمہارا اپنے دشمن مشرکوں سے مقابلہ (آمنا سامنا) ہو جائے تو ان کو تین باتوں کی دعوت دینا وہ ان میں سے جس کو بھی قبول کرلیں تو ان کے ساتھ جنگ سے رک جانا پھر انہیں اسلام کی دعوت دو تو اگر وہ تیری دعوت اسلام قبول کرلیں تو ان سے جنگ نہ کرنا پھر ان کو دعوت دینا کہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے گھروں میں چلے جائیں اور ان کو خبر دیدے کہ اگر وہ اس طرح کرلیں تو جو مہاجرین کو مل رہا ہے وہ انہیں بھی ملے گا اور ان کی وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اور اگر وہ اس سے انکار کردیں تو انہیں خبر دیدو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا اور ان پر اللہ کے وہ احکام جاری ہوں گے جو کہ مؤمنوں پر جاری ہوتے ہیں اور انہیں جہاد کے بغیر مال غنیمت اور مال فئی میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا اور اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ مانگو اور اگر وہ تمہاری دعوت قبول کرلیں تو تم بھی ان سے تو یہ قبول کرو اور ان سے جنگ نہ کرو اور اگر وہ انکار کردیں تو اللہ کی مدد کے ساتھ ان سے قتال کرو اور جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرلو اور وہ قلعہ والے اللہ اور رسول کو کسی بات پر ضامن بنانا چاہیں تو تم ان کے لیے نہ اللہ کو ضامن بناؤ اور نہ ہی اللہ کے نبی کو ضامن بناؤ بلکہ تم اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ضامن بناؤ کیونکہ تمہارے لیے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے عہد سے پھر جانا اس بات سے آسان ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑو اور جب تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرلو اور وہ قلعہ والے یہ چاہتے ہوں کہ تم انہیں اللہ کے حکم کے مطابق قلعہ سے نکالو تو تم انہیں اللہ کے حکم کے مطابق نہ نکالو بلکہ انہیں اپنے حکم کے مطابق نکالو کیونکہ تم اس بات کو نہیں جانتے کہ تمہاری رائے اور اجتہاد اللہ کے حکم مطابق ہے یا نہیں۔

تشریح:

"امر" باب تفعیل سے امیر بنانے کے معنی میں ہے" او سریۃ "سریہ اس جنگی چھاپہ مار دستے کا نام ہوتا تھا جس میں آنحضرت ﷺ شریک نہیں ہوتے تھے، یہ "سرٌ" سے ہے جو پوشیدگی کے معنی میں ہے یہ دستہ بھی رات کو چپکے سے نکلتا تھا ایک سو سے لیکر پانچ سو افراد پر مشتمل دستہ کو سریہ کہتے ہیں اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو اس کو "منسر" کہتے ہیں اگر آٹھ سو سے زیادہ ہو جائے تو اس کو سریہ کہتے ہیں اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو اس کو جیش کہتے ہیں۔

"ومن معہ "اس کا عطف "علی خاصۃ نفسہ" پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ امیر الجیش کو خصوصی طور پر تقویٰ کی وصیت فرماتے تھے اور ان کے ساتھ جو مجاہدین ہوتے تھے ان کو بھی فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا معاملہ صاف رکھو اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھی معاملہ صاف رکھو "خیرا" منصوب ہے حرف جار محذوف ہے ای بخیر "ولا تغلوا" غلول سے ہے مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔ "ولا تغدروا" یہ غداری سے بنا ہے خیانت کو کہتے ہیں "ولا تمثلوا" یہ ضرب یضرب سے مثلہ کرنے کو کہتے ہیں مردہ کی شکل بگاڑنے کے معنی میں ہے "ثم ادعھم" یہ ثم تراخی کے لیے نہیں ہے بلکہ افتتاح کلام کے لیے ہے اور مطلق ذکر کے لیے ہے اور یہ پہلی خصلت ہے کہ کفار کو اسلام کی دعوت دیدو "ثم ادعھم" یہ پہلی خصلت کے ساتھ متعلق ہے اور اس کی تفصیل ہے الگ خصلت نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو ان کو کہدو کہ کفار کے علاقے چھوڑ کر مسلمانوں کے مرکز کی طرف ہجرت کرلو اس کو ہجرت القبائل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اگر یہ نو مسلم ہجرت نہیں کرتے اور قبائل میں رہنا چاہتے ہیں تو ان کے اوپر اسلام کے احکام تو نافذ ہوں گے لیکن مال غنیمت میں ان کو کوئی حصہ نہیں ملے گا ہاں اگر وہ مجاہدین کے ساتھ جہاد میں شریک ہو گئے تو پھر حصہ ملے گا ورنہ یہ عام مسلمان دیہاتیوں کی طرح ہوں گے۔ "الجزیۃ" یعنی ان سے جزیہ اور ٹیکس کی بات کرو کہ ذمی رہ کر جزیہ ادا کرو جزیہ کے مسائل آیندہ ان شاءاللہ آئیں گے۔ "فاستعن باللہ "یعنی اللہ کا نام لے کر جنگ شروع کردو، یہ تیسری خصلت ہے۔

"فلا تجعل لھم "یعنی قلعہ میں محاصرین کفار اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ذمہ داری اور عہد پر قلعہ کھول دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا عہد نہ دیا کرو بلکہ اپنی ذمہ داری پر فیصلہ کرو کہ بس میرا حکم یہ ہے اس کو مان کر نیچے اترو اگر تم نے اپنی ذمہ داری کی مخالفت کی تو وہ اتنا باعث جرم نہیں جتنا کہ اللہ تعالیٰ کہ ذمہ داری اور عہد کی نافرمانی کا گناہ اور جرم ہے۔

۴۵۲۰۔ وحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ، أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ بُرَيْدَةَ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا، أَوْ سَرِيَّةً دَعَاهُ فَأَوْصَاهُ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ.

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو

امیر بنا کر یا کوئی سریہ بھیجتے تو آپ ﷺ اسے بلاتے اور وصیت فرماتے۔ یہی حدیث [illegible]
روایت کی۔

۴۵۲۱۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الْفَرَّاءُ، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْوَلِيدِ، عَنْ شُعْبَةَ، بِهٰذَا
حضرت شعبہ سے اسی طرح حدیث منقول ہے۔

باب الامر بالتيسر

مجاہدین کو نرمی کرنے کا حکم

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۵۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ، قَالَ: بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا، وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا
حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے صحابہ میں سے کسی کو کسی کام کے لئے بھیجتے تو آپ فرماتے کہ لوگوں کو بشارت سناؤ اور متنفر نہ کرو اور لوگوں سے آسانی والا معاملہ کرو اور تنگی والا معاملہ نہ کرو۔

۴۵۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا،
حضرت سعید بن ابی بردہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو اور حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو ان سے فرمایا کہ آسانی کرنا اور تنگی نہ کرنا اور ان کو بشارت سنانا اور متنفر نہ کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کی اطاعت کرنا اور اختلاف نہ کرنا۔

۴۵۲۴۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ عَدِيٍّ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، كِلَاهُمَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ شُعْبَةَ، وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ: وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا

اس سند کے ساتھ یہ حدیث بھی شعبہ کی روایت کردہ حدیث کی طرح منقول ہے اور زید بن ابی انیس کی حدیث میں وتطاوعا ولا تختلفا (کہ ایک دوسرے کی اطاعت وفرمانبرداری کرو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو) کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔

۴۵۲۵ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، كِلَاهُمَا، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں سے آسانی والا معاملہ کرنا اور ان کو تنگی میں نہ ڈالنا اور لوگوں کو سکون وآرام دینا اور ان کو متنفر نہ کرنا۔

باب تحريم الغدر

دھوکہ دہی کی حرمت کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دس احادیث کو بیان کیا ہے

۴۵۲۶ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، وَأَبُو أُسَامَةَ، ح وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ يَعْنِي أَبَا قُدَامَةَ السَّرْخَسِيَّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ، كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَمَعَ اللهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ، فَقِيلَ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اللہ سب اگلے اور پچھلے لوگوں کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا تو ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور لوگوں سے کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ودغابازی ہے“۔

تشریح:

”غـــادر“ دھوکہ باز فراڈی خائن خلاف وعدہ امور کا مرتکب شخص سب پر غادر کا اطلاق ہوتا ہے ان احادیث میں غدار امام اور بادشاہ کا

تذکرہ ہے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہاں وقت کے بادشاہ کی خیانت کا ذکر ہے کہ وہ اپنی رعیت کے ساتھ خیانت کرے یا کفار کے ساتھ کیے ہوئے وعدوں اور معاہدوں میں خیانت کرے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ بادشاہ اپنی ان امانتوں میں خیانت کرے جو امانتیں رعایا کی جانب سے ان کے پاس ہیں اور اس نے اس کی حفاظت کا عہد کیا ہوا ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں بادشاہ کی رعیت کے لوگوں کی خیانت اور غداری بھی مراد لی جا سکتی ہے کہ رعایا اپنے حاکم کی اطاعت میں خیانت کرے اور نافرمانی اور بغاوت شروع کرے پہلا مطلب زیادہ واضح ہے بہر حال لواء بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں عرب کی عادت تھی کہ جب کوئی آدمی خیانت اور غداری کرتا تھا تو بھرے بازار میں اس شخص کی غداری کا جھنڈا کھڑا کر دیتے تھے اور لوگ اس کو دیکھ کر نفرت کرتے تھے یہاں اس جھنڈے کے ساتھ دبر کا ذکر ہے یہ مزید تقبیح ہے کیونکہ لوگ اکثر و بیشتر جھنڈے کے گاڑنے کی جگہ کو دیکھتے ہیں جب اوپر سے نیچے تک دیکھیں گے تو اس کو غدار کا دبر نظر آئے گا اور ساتھ ساتھ اعلان بھی ہوگا۔ آئندہ روایت میں "امیر عامة" کا لفظ آیا ہے اس سے ولایت عامہ کا بڑا امیر مراد ہے کیونکہ ان کا ضرر پوری ولایت کی طرف متعدی ہوتا ہے۔

۴۵۲۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا الْحَدِيثِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے اسی سابقہ حدیث کی طرح حدیث نقل فرمائی

۴۵۲۸۔ وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْغَادِرَ يَنْصِبُ اللهُ لَهُ لِوَاءً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُقَالُ: أَلَا هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی عہد شکنی کی وجہ سے ہے۔

۴۵۲۹۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ، وَسَالِمٍ، ابْنَيْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا۔

۴۵۳۰۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، ح وحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ

خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی عہد شکنی ہے۔

۴۵۳۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، ح وحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ، فِي هَذَا الْإِسْنَادِ، وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: يُقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ۔

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے ان سندوں سے مذکورہ بالا روایت منقول ہے اور عبدالرحمٰن کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ نہیں کہ ”کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی عہد شکنی ہے“۔

۴۵۳۲۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ، يُقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جس کی وجہ سے وہ پہچانا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی عہد شکنی ہے۔

۴۵۳۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جس کی وجہ سے وہ پہچانا جائے گا۔

۴۵۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خُلَيْدٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اسْتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن اس کی سرین کے پاس ایک جھنڈا ہوگا۔

۴۵۳۵۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّيَّانِ،

حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ، أَلَا وَلَا غَادِرَ أَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ أَمِيرِ عَامَّةٍ

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا اور اس کو اس کی عہد شکنی کے برابر بلند کیا جائے گا۔ آگاہ رہو کہ امیر عامہ سے بڑھ کر کسی کی عہد شکنی نہیں ہے۔

باب جواز الخدع في الحرب

لڑائی میں جنگی تدبیر اور دھوکہ جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

٤٥٣٦۔ وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَاللَّفْظُ لِعَلِيٍّ، وَزُهَيْرٍ، قَالَ عَلِيٌّ: أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعَ عَمْرٌو، جَابِرًا، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْحَرْبُ خَدْعَةٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنگ ایک دھوکہ ہے۔

تشریح:

"الحرب خدعة" یعنی جنگ تدبیر اور چال کا نام ہے "خدعہ" یہ لفظ خا کے ضمہ کے ساتھ ہے دال ساکن ہے مگر اہل لغت کے نزدیک خ پر فتحہ اور دال ساکن زیادہ فصیح لغت ہے۔ خدعہ کی تعریف یہ ہے: اظهار امر و اضمار خلافه، بہر حال چال، تدبیر، مکر و حیلہ اور فریب کا نام خدعہ ہے جو جہاد میں جائز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنگ میں کثرت تعداد اتنی مفید نہیں جتنا کہ چال اور تدبیر و فریب مفید ہوتی ہے آج کل اس تدبیر کو حکمت عملی کہتے ہیں چنانچہ کامیاب کمانڈر وہی ہوتا ہے جو جنگی حکمت عملی اور داؤ پیچ سے زیادہ کام لیتا ہو اور دشمن کی بڑی فوج کو پسپائی پر مجبور کرتا ہو جہاد میں اس جنگی حکمت عملی میں ہر تدبیر اور مکر و حیلہ جائز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ اس حکمت عملی سے طے شدہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہ ہو جائے اور نہ وہ طے شدہ معاہدہ ٹوٹ جائے جو معاہدہ دشمن کے ساتھ کیا گیا ہو۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ جہاد کے معاملہ اور اس کے فائدہ میں صریح جھوٹ بولنا بھی جائز ہے مگر تعریض زیادہ بہتر ہے اس لیے صریح جھوٹ سے بچنا چاہیے۔

٤٥٣٧۔ وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْمٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَرْبُ خَدْعَةٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنگ ایک دھوکہ ہے۔

باب كراهة تمني لقاء العدو والامر بالصبر

جنگ کی تمنا مکروہ ہے اگر آجائے تو صبر کرنا چاہیے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

۴۵۳۸ ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيُّ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دشمن سے ملنے کی یعنی جنگ کی تمنا نہ کرو اور جب ان سے ملو یعنی جنگ کرو تو پھر صبر کرو (یعنی ثابت قدمی دکھاؤ)۔

۴۵۳۹ ـ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ كِتَابِ رَجُلٍ مِنْ أَسْلَمَ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ: عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى، فَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ حِينَ سَارَ إِلَى الْحَرُورِيَّةِ، يُخْبِرُهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ، يَنْتَظِرُ حَتَّى إِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِيهِمْ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ، وَقَالَ: اللَّهُمَّ، مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ، وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عبیداللہ کو لکھا جس وقت کہ وہ حروریہ مقام کی طرف گئے ان کو خبر دیتے ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جن دنوں دشمن سے مقابلہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتظار فرما رہے تھے یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں کھڑے ہو کر فرمایا: اے لوگو! تم دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگو اور جب تمہارا دشمنوں سے مقابلہ ہو تو صبر کرو (یعنی ثابت قدم رہو) اور تم جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے کتاب نازل کرنے والے، اے بادلوں کو چلانے والے اور اے لشکروں کو شکست دینے والے! ان کو شکست عطا فرما اور ہمیں ان پر غلبہ عطا فرما۔

تشریح:

"الى الحرورية" اس سے مراد خوارج ہیں جنگ صفین میں یہ لوگ حضرت علی سے الگ ہوگئے اور کوفہ کے پاس حرورا مقام میں جمع ہوگئے اور حضرت علی کے خلاف خروج کیا، حضرت علی نے ان سے جنگ لڑی "بعض ايامه" کوئی غزوہ مراد ہے "لا تتمنوا" یعنی جنگ کی تمنا نہ کرو یہ سخت چیز ہے موت کا خطرہ الگ ہے قید و بند کا خطرہ الگ ہے، زخمی ہونے کا خطرہ الگ ہے، مال کے نقصان کا خطرہ الگ ہے پھر تمنی کرنے میں ریاکاری کا خطرہ ہے اپنی بہادری جتانے کا خطرہ ہے اللہ تعالی پر بھروسہ ختم ہونے کا خطرہ ہے بہرحال اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جہاد کا شوق نہ رکھو، شوق جہاد پر تو سینکڑوں احادیث دال ہیں۔

"ان الجنة تحت ظلال السيوف" اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان کو کافر مارتا ہے تو کافر کی تلوار کا سایہ مسلمان پر پڑتا ہے تو شہید ہو کر مسلمان جنت پہنچ جاتا ہے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان کافر کو مارتا ہے تو مسلمان کی تلوار کا سایہ کافر پر پڑتا ہے تو کافر کے مارنے سے مسلمان جنت میں پہنچ جاتا ہے اس لیے فرمایا جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

باب الدعاء على المشركين بالهزيمة

مشرکین کی شکست کے لئے بددعا کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے چار احادیث کو بیان کیا ہے

۴۵۴۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَحْزَابِ، فَقَالَ: اللهُمَّ، مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اللهُمَّ، اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کی جماعتوں کے خلاف دعا فرمائی (یعنی بددعا کی): اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے، اے جلد حساب لینے والے، کافروں کے گروہوں کو شکست عطا فرما۔ اے اللہ! انہیں شکست دے اور انہیں پھسلا دے۔

۴۵۴۱۔ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى، يَقُولُ: دَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيثِ خَالِدٍ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: هَازِمَ الْأَحْزَابِ، وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَهُ: اللهُمَّ۔

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا (یعنی بددعا) فرمائی۔ آگے حدیث مبارکہ اسی

طرح ہے اور اس میں اللھم (اے اللہ) کا ذکر نہیں ہے۔

۴۵۴۲۔وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَزَادَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ: مُجْرِيَ السَّحَابِ

حضرت اسماعیل سے اس سند کے ساتھ اسی طرح روایت منقول ہے اور ابن ابی عمرؒ نے اپنی روایت میں یہ زائد کیا (اور فرمایا) اے بادلوں کو جاری کرنے والے۔

۴۵۴۳۔وحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ يَوْمَ أُحُدٍ: اللهُمَّ، إِنَّكَ إِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ) احد کے دن فرمایا: اے اللہ! اگر تو چاہے تو زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

تشریح:

''لا تعبد في الارض'' اس جملہ سے آنحضرت نے اللہ تعالیٰ سے نصرت و مدد کی دعا مانگی اور عجیب بلیغ انداز سے کلام فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ اے اللہ میری مدد فرما اگر تیری مدد نہیں آئی تو ہم شکست کھا کر ختم ہو جائیں گے ہمارے ختم ہونے کے بعد کوئی نیا نبی بھی نہیں آئے گا اور نئی شریعت بھی نہیں آئے گی لہذا مشرکین ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور تیری عبادت نہیں ہوگی اگر تم چاہتے ہو کہ تیری عبادت نہ ہو تو ایسا کرو اور اگر نہیں چاہتے ہو تو ہماری مدد فرما۔

یہ کلمات آنحضرت نے جنگ بدر میں مسجد العریش میں بیٹھ کر نہایت عاجزی کے ساتھ ارشاد فرمائے تھے بعض محدثین کہتے ہیں کہ جنگ احد میں بھی آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے ممکن ہے دونوں جگہ میں ارشاد فرمائے ہونگے۔

باب التحريم عن قتل النساء والصبيان

جہاد میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا حرام ہے

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

۴۵۴۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً، فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی غزوہ میں ایک عورت مقتولہ پائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے کو ناپسند فرمایا:

تشریح:

" فانكر رسول الله صلى الله عليه وسلم " یعنی نبی اکرم نے جب دیکھا کہ میدان جہاد میں کسی مسلمان نے کوئی کافرہ عورت قتل کردیا ہے تو آنحضرت نے اس فعل کو برا مانا اور فرمایا کہ عورت تو لڑنے والی نہیں ہے۔اب فقہاء کرام میں امام مالکؒ نے مطلقاً عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا حرام قرار دیا ہے اگر چہ کفار نے اپنے بچاؤ کے لیے عورتوں کو بطور ڈھال استعمال کیا لیکن جمہور علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر عورت میدان جنگ میں لڑتی ہے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ عورت کے قتل نہ کرنے کی علت ابن حبان کی روایت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ عورت لڑتی نہیں ہے معلوم ہوا کہ اگر عورت لڑتی ہے یا قیادت کرتی ہے یا چندہ دیتی ہے تو پھر اس کا مارنا جائز ہے بہر حال قصد وارادہ کے ساتھ عورت کو مارنا جائز نہیں ہے اور بچوں کا مارنا بھی ناجائز ہے اس لیے کہ بچے اب تک کفر میں پکے نہیں ہیں۔

۴۵۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، وَأَبُو أُسَامَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ تِلْكَ الْمَغَازِي، فَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی غزوہ میں ایک عورت مقتولہ پائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

باب جواز قتل النساء والصبيان في البيات

غیر ارادی طور پر رات کے حملے میں عورتوں اور بچوں کا مارنا جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۴۵۴۶۔وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الذَّرَارِيِّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ؟ يُبَيَّتُونَ فَيُصِيبُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ، فَقَالَ: هُمْ مِنْهُمْ۔

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ نبی ﷺ سے شب خون میں مشرکوں کے بچوں کے بارے میں پوچھا گیا، کہ ان کا کیا حکم ہے؟ (یعنی اس میں ان کی عورتیں اور بچے بھی مارے جاتے ہیں) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ بھی انہی میں سے ہیں۔

تشریح:

"سئل" سوال کرنے والا خود حضرت صعب بن جثامہؓ تھے "الذراری" یہ ذریۃ کی جمع ہے مشرکین کی اولاد مراد ہیں "یبیتون" یہ باب تفعیل سے مجہول کا صیغہ ہیں "تبییت" شب خون مارنے اور رات کے وقت حملہ کرنے کو کہتے ہیں اس میں اندازہ کرنا مشکل ہے کہ عورت کون ہے اور بچے کون ہیں اس طرح احتیاط کرنے میں حملے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے اس لیے مردوں تک پہنچنے میں اگر عورتیں اور بچے مارے گئے تو یہ کفار کا حصہ ہے "هم منهم" یعنی یہ عورتیں اور بچے انہیں کفار میں سے ہیں مارا جانا جائز ہے قصداً نہ مارو کفار کی نیت سے حملہ کرو۔

۴۵۴۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نُصِيبُ فِي الْبَيَاتِ مِنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ، قَالَ: هُمْ مِنْهُمْ

حضرت صعب بن جثامہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے شب خون مارنے میں مشرکوں کے بچے بھی مارے جاتے ہیں (ان کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا: وہ انہی میں سے ہیں۔

۴۵۴۸۔ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قِيلَ لَهُ: لَوْ أَنَّ خَيْلًا أَغَارَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصَابَتْ مِنْ أَبْنَاءِ الْمُشْرِكِينَ؟ قَالَ: هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ۔

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر فوج کا کوئی لشکر شب خون مارے اور ان کے ہاتھوں سے مشرکوں کے بچے بھی مارے جائیں (تو ان کا کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ بھی اپنے باپ دادا میں سے ہیں۔

باب جواز قطع اشجار الكفار وتحريقها وقصة بني النضير

کافروں کے باغات کا جلانا اور کاٹنا جائز ہے بنو نضیر کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۴۵۴۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ،

وَقَطَعَ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ، زَادَ قُتَيْبَةُ، وَابْنُ رُمْحٍ فِي حَدِيثِهِمَا: فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بویرہ میں بنونضیر کے درختوں کو جلادیا اور کاٹ ڈالا۔

قتیبہ اور ابن رمح کی حدیثوں میں یہ اضافہ ہے: اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے) ''تم نے جن درختوں کو کاٹا یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو یہ اللہ کی اجازت سے تھا تاکہ اللہ (اس کے ذریعہ) فاسقوں کو ذلیل کردے (الحشر:۵)۔

تشریح:

''وھــــان '' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو مدینہ میں آپ کا واسطہ یہود سے پڑا ان کے تین بڑے قبائل تھے بنو قینقاع بنونضیر اور بنوقریظہ اول الذکر نے کوئی معاہدہ نہیں کیا تو مسلمانوں نے ابتداء ہی سے ان کو مدینہ سے نکالدیا یا ثانی الذکر بنونضیر نے معاہدہ کیا مگر پھر غداری کی، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی اس پر مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا وہ قلعہ بند ہوگئے آنحضرت نے ان کے باغات کو آگ لگانے کا حکم دیا اس پر یہود نے کہا کہ یہ تو محض فساد ہے اس پر قرآن کی آیتیں اتریں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا اب مسئلہ یہ نکلا کہ اگر باغات اور کھیتوں کے جلانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو جلانا جائز ہے لیکن بغیر مجبوری نہیں جلانا چاہیے''بویرہ'' بنونضیر کے علاقے کا نام ہے جہاں ان کے باغات تھے ان باغات کو جب آگ لگائی گئی تو اس پر حضرت حسان نے بطور طنز چند اشعار کہے جن میں سے ایک شعر اس حدیث میں ہے یعنی قریش پر نہایت آسان گزری وہ آگ جو ہم نے بویرہ مقام میں لگائی تھی جو بھڑک کر بلند ہورہی تھی۔

''بنی لوئی '' سے مراد صحابہ بھی لیے جاسکتے ہیں کہ ان کے سامنے آگ لگانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی یعنی کوئی شخص مزاحمت نہ کرسکا اور بنولوئی سے مراد قریش مکہ بھی ہوسکتے ہیں اور یہ زیادہ واضح ہے مطلب یہ کہ بویرہ مقام میں بھڑکی آگ کفار کے لیے آسان ہوگئی وہ مزاحمت نہ کرسکے اور آسانی سے اس ذلت کو قبول کرلیا ابوسفیان بن حارث جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار تھا اس نے شعر کا جواب یوں دیا۔

أَدَامَ اللهُ ذٰلِکَ مِنْ صَنِيعٍ وَحَرَّقَ فِي نَوَاحِيهَا السَّعِيرُ

سَتَعْلَمُ أَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ وَتَعْلَمُ أَيَّ أَرْضَيْنَا نَضِيرُ

یعنی اللہ تعالیٰ اس آگ کے شعلوں کو مدینہ کی اطراف تک پھیلا کر دوام دے۔ عن قریب تم جان لوگے کہ اس آگ سے ہم کتنے دور ہوں گے اور تم یہ بھی جان لوگے کہ یہ ہم میں سے کس کی زمین کا نقصان ہے۔

''من لینة'' عجوہ کے علاوہ تمام کھجوروں پر لینہ کا اطلاق ہوتا ہے مدینہ منورہ میں کھجوروں کی ایک سو بیس اقسام تھیں۔

۴۵۵۰ ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ، وَحَرَّقَ، وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ:

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ ... حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

وَفِي ذَلِكَ نَزَلَتْ: (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا) (الحشر: ۵) الْآيَةَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کے درختوں کو کاٹ دیا اور ان کو جلا ڈالا اور ان کے لیے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ بنی لوی کے سرداروں کے ہاں بویرہ میں آگ لگا دینا معمولی بات ہے۔ اور اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ''تم نے جن درختوں کو کاٹا یا جن کو تم نے ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا.....''۔

۴۵۵۱ ـ وحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ، أَخْبَرَنِي عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السَّكُونِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَرَّقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کے درختوں کو جلوا ڈالا۔

باب تحليل الغنائم لهذه الامة وقصة يوشع

اس امت کے لیے خصوصی طور پر مال غنیمت حلال ہے حضرت یوشع کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک لمبی حدیث ذکر کی ہے

۴۵۵۲ ـ وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَقَالَ لِقَوْمِهِ: لَا يَتْبَعْنِي رَجُلٌ قَدْ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ، وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا، وَلَمَّا يَبْنِ، وَلَا آخَرُ قَدْ بَنَى بُنْيَانًا، وَلَمَّا يَرْفَعْ سُقُفَهَا، وَلَا آخَرُ قَدِ اشْتَرَى غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ مُنْتَظِرٌ وِلَادَهَا، قَالَ: فَغَزَا فَأَدْنَى لِلْقَرْيَةِ حِينَ صَلَاةِ الْعَصْرِ، أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَ لِلشَّمْسِ: أَنْتِ مَأْمُورَةٌ، وَأَنَا مَأْمُورٌ، اللَّهُمَّ، احْبِسْهَا عَلَيَّ شَيْئًا، فَحُبِسَتْ عَلَيْهِ حَتَّى فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَجَمَعُوا مَا غَنِمُوا، فَأَقْبَلَتِ النَّارُ لِتَأْكُلَهُ، فَأَبَتْ أَنْ تَطْعَمَهُ،

فَقَالَ: فِيكُمْ غُلُولٌ، فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ، فَبَايَعُوهُ، فَلَصِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ. فَقَالَ: فِيكُمُ الْغُلُولُ، فَلْتُبَايِعْنِي قَبِيلَتُكَ، فَبَايَعَتْهُ، قَالَ: فَلَصِقَتْ بِيَدِ رَجُلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ، فَقَالَ: فِيكُمُ الْغُلُولُ، أَنْتُمْ غَلَلْتُمْ، قَالَ: فَأَخْرَجُوا لَهُ مِثْلَ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: فَوَضَعُوهُ فِي الْمَالِ وَهُوَ بِالصَّعِيدِ، فَأَقْبَلَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهُ، فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا، ذَلِكَ بِأَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا، فَطَيَّبَهَا لَنَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی نے جہاد کیا اور اپنی قوم سے انہوں نے فرمایا: جس آدمی نے ابھی شادی کی ہو اور اس نے ابھی تک شب زفاف نہ گزاری ہو اور وہ یہ چاہتا ہو کہ اپنی بیوی کے ساتھ رات گزارے تو وہ آدمی میرے ساتھ نہ چلے اور نہ ہی وہ آدمی میرے ساتھ چلے کہ جس نے مکان بنایا ہو اور ابھی تک اس کی چھت نہ ڈالی ہو اور میرے ساتھ وہ بھی نہ جائے جس نے بکریاں اور گابھن اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچہ جننے کے انتظار میں ہو۔

راوی کہتے ہیں کہ اس نبی نے جہاد کیا، وہ عصر کی نماز یا اس کے قریب وقت میں ایک گاؤں کے قریب آئے تو انہوں نے سورج سے کہا: تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں (اللہ کے حکم کے ماتحت ہوں) اے اللہ! اس سورج کو کچھ دیر مجھ پر روک دے۔ پھر سورج کو ان پر روک دیا گیا یہاں تک کہ اللہ نے ان کو فتح عطا فرمائی پھر انہوں نے غنیمت کا مال جمع فرمایا پھر اس مال غنیمت کو کھانے کے لیے آگ آئی تو اس نے کھانے سے انکار کر دیا یعنی نہ کھایا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کسی نے اس میں خیانت کی ہے تو ہر قبیلہ کا ایک آدمی مجھ سے بیعت کرے پھر سب قبیلوں کے آدمیوں نے بیعت کی تو ایک شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ کے ساتھ چپک گیا۔ اللہ کے نبی نے اس آدمی سے فرمایا: اس مال میں خیانت کرنے والا آدمی تمہارے قبیلہ میں ہے۔ تو اب پورا قبیلہ میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔ انہوں نے بیعت کی تو پھر دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گیا تو اللہ کے نبی نے فرمایا: تم نے خیانت کی ہے۔ پھر وہ گائے کے سر کے برابر سونا نکال کر لائے۔ نبی نے فرمایا کہ تم اسے مال غنیمت میں اونچی جگہ میں رکھ دو تو آگ نے اسے قبول کیا اور کھالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم سے پہلے کسی کے لیے مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور عاجزی دیکھی تو ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال فرمادیا۔

تشریح:

"غــزا نبــی" یہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی تھے جن کا نام یوشع بن نون تھا یہ جہاد میں مشہور نبی گزرے ہیں ان کا یہ جہاد فلسطین میں ہو رہا تھا پہلے انہوں نے جہاد کی ترغیب دی اور اپنے ساتھ فارغ البال مجاہدین کو لیا تو یہاں غزا نبی کا معنی یہ ہے کہ اس نے جہاد کا ارادہ کیا تھا ابھی تک نکلے نہیں تھے۔

''لا یتبعنی '' یعنی میرے ساتھ ایسے مشغول لوگ نہ جائیں جو کسی کام میں مشغول ہوں مثلاً ''بضع امراۃ'' یعنی ایسا شخص نہ جائے جس کی شادی ہوگئی اور ابھی تک اس نے شب زفاف نہ کیا ہو بلکہ اس کے انتظار میں ہو۔''ولما یبن '' کا مطلب یہی ہے کہ اب تک اس نے شب زفاف نہ کیا ہو''خلفات '' گابھن اونٹنی مراد ہے''فادنی للقریۃ '' یعنی اس شہر کے قریب ہوگئے جس پر چڑھائی کا ارادہ تھا عصر کا وقت ہو چکا تھا سورج ڈھلنے لگا تھا کل ہفتہ کا دن آرہا تھا جس میں جہاد کرنا ممنوع تھا اگر پرسوں کا انتظار کرتے تو دشمن منظم ہو جاتا بس آج ہی اس مختصر وقت میں شہر کو فتح کرنا تھا۔''انت ماموزۃ '' سورج سے خطاب کیا کہ تو بھی اپنے رب کے حکم کا پابند ہو میں بھی پابند ہوں مولائے کریم! اس مامور سورج کو شہر کے فتح ہونے تک چلنے سے روک دے۔ چنانچہ سورج رک گیا، یا تو واپس چلا گیا یا اس کی حرکت سست پڑ گئی یا وہیں پر کھڑا ہو گیا۔قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کے لیے زندگی میں دو مرتبہ سورج روک دیا گیا تھا ایک تو خندق کے موقع پر سورج واپس لوٹایا گیا اور آنحضرت نے عصر کی نماز پڑھی ایک موقع پر ایسا بھی ہو گیا تھا دوسرا معراج کی صبح جب قریش نے پوچھا کہ شام سے ہمارا قافلہ آرہا ہے وہ کب پہنچنے والا ہے آنحضرت نے فرمایا کہ فلاں گھاٹی سے سورج کے طلوع کے ساتھ قافلہ نمودار ہوگا اس موقع پر سورج کو روک دیا گیا تا کہ قافلہ نمودار ہونے کے ساتھ ظاہر ہو جائے۔

''فابت ان تطعمہ '' آگ نے مال غنیمت جلانے سے انکار کیا کیونکہ اس میں خیانت ہوگئی تھی جب خیانت شدہ مال واپس آگیا تب آگ نے اس مال کو جلایا اس زمانہ میں مال غنیمت کے استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔''فلم تحل '' سابقہ امتوں پر چند مذہبی تنگیاں تھیں اس امت سے اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم کی برکت سے وہ تنگیاں ہٹا دی ہیں جو اس امت کی خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں سابقہ امتوں میں مال غنیمت اور قربانی کا گوشت استعمال کرنا ممنوع تھا آسمان سے آگ آتی تھی اور مقبول مال کو جلا کر کھا جاتی تھی اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا سابقہ امتوں کے لیے مسجد سے باہر اور جماعت کے بغیر نماز جائز نہیں تھی اس امت کے لیے سب جائز ہے سابقہ امتوں کے لیے پانی کے علاوہ طہارت حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اس امت کے لیے پانی کو مٹی کا قائم مقام بنایا گیا اور تیمم کا حکم دیا گیا یہود پر چربی حرام کی گئی تھی اور ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار حرام تھا اور اونٹ کا گوشت حرام تھا وہ اگر رات کے وقت گناہ کرتے تو دن میں دروازہ پر لکھا جاتا کپڑے پر نجاست لگتی تو کاٹنا پڑتا تھا دھونے کی اجازت نہیں تھی۔اس امت سے یہ سارے بوجھ ہٹا لیے گئے نصاریٰ نے جس رہبانیت میں اپنے آپ کو مبتلا کیا تھا اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کی برکت سے مسلمانوں کو ان تمام تنگیوں سے آزاد فرمایا اسی احسان کا ذکر اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرما کر مال غنیمت استعمال کرنا حلال کر دیا۔

باب الانفال و الغنائم

مال غنیمت کا بیان

قال اللہ تعالیٰ ﴿واعلموا ان ما غنمتم من شیء فان للہ خمسه وللرسول ولذی القربی الخ ﴾

غنائم غنیمة کی جمع ہے میدان جہاد میں کفار سے جنگ کے ذریعہ جو مال حاصل ہوتا ہے وہ مال غنیمت کہلاتا ہے اگر کوئی مال جنگ کے بغیر حاصل ہو جائے وہ مال فئی کہلاتا ہے جس کا ذکر الگ باب میں آنے والا ہے مال غنیمت کو انفال ونفل بھی کہتے ہیں نفل زائد کے معنی میں ہے چونکہ جہاد کا اصل مقصود اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا ہے اور مال اس مقصود سے زائد ہوتا ہے اس لیے اس کو نفل اور زائد کہتے ہیں۔

''واعلموا انما غنمتم '' کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کی تقسیم اس طرح فرمائی کہ چار حصے مجاہدین کے لیے ہیں پانچواں حصہ بیت المال کا ہے، غنائم کی مباحث میں چند اصطلاحی الفاظ آئے ہیں اس کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔

الغنیمة: جہاد فی سبیل اللہ میں بزور بازو کفار سے جو مال چھینا جاتا ہے اس کو غنیمت کہتے ہیں۔

الفئی: لڑائی کے بغیر صرف کفار پر چڑھائی کے ذریعہ جو مال حاصل ہو جائے وہ مال فئی ہے۔

تنفیل: یہ نفل سے ہے جو زائد کے معنی میں ہے بادشاہ یا امیر الحرب کسی کارنامے پر مجاہد کے لیے انعام کا جو اعلان کرتا ہے یہ تنفیل ہے مثلاً بادشاہ کہتا ہے کہ اگر کسی نے فلاں قلعہ فتح کیا تو ان کو اس قلعہ کا دسواں حصہ مال دیا جائے گا یا کافر بادشاہ کی بیٹی اس کو ملے گی۔

السلب: سلب چھیننے کے معنی میں ہے بادشاہ یا امیر الحرب جب اعلان کرے کہ جس شخص نے جس کافر کو قتل کیا تو اس کو اس مقتول کے بدن کا سامان ملے گا۔ مثلاً گھڑی کپڑے جوتے جیب کا سامان اسلحہ اور سواری وغیرہ سب سلب میں داخل ہیں۔

الرضخ: رضخ عطیہ کے معنی میں ہے جن لوگوں کو مال غنیمت میں حصہ نہیں دیا جاتا وہ اگر جہاد میں حاضر ہو گئے تو غنیمت کے حصہ کی جگہ ان کو کچھ عطیہ دیا جاتا ہے اسی کو رضخ کہتے ہیں۔ خمس ہٹانے کے بعد بقیہ مال میں سے یہ عطیہ غلاموں، بچوں اور عورتوں کو دیا جاتا ہے۔

الصفی: صفی چننے اور انتخاب کے معنی میں ہے تقسیم غنیمت سے پہلے آنحضرت کسی تلوار یا لونڈی کا انتخاب کر کے لیتے تھے اس کا نام صفی تھا چنانچہ کہتے ہیں ام المؤمنین صفیةؓ من الصفی، حضور اکرم کے بعد یہ حصہ منسوخ ہو گیا۔ ہے اب کسی بادشاہ کا مال غنیمت سے صفی اٹھانا جائز نہیں ہے۔

غلول: مال غنیمت میں خیانت کو غلول کہتے ہیں جو بہت بڑا گناہ ہے۔

باقی تفصیلات میری کتاب دعوت جہاد کے ابواب غنائم میں ہیں وہاں دیکھنا چاہیے۔

۴۵۵۳ ـ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:

أَخَذَ أَبِي مِنَ الْخُمُسِ سَيْفًا، فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَبْ لِي هَذَا، فَأَبَى، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ)

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے والد نے خمس کے مال میں سے ایک تلوار لے لی اور اسے نبی ﷺ کے پاس لے کر آئے اور عرض کیا کہ یہ تلوار مجھے ہبہ فرمادیں تو آپ ﷺ نے انکار فرمایا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: (اے نبی) لوگ آپ سے انفال (غنیمت) کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجیے کہ انفال اللہ اور رسول کے لیے ہیں۔

٤٥٥٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: نَزَلَتْ فِيَّ أَرْبَعُ آيَاتٍ: أَصَبْتُ سَيْفًا، فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، نَفِّلْنِيهِ، فَقَالَ: ضَعْهُ، ثُمَّ قَامَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَعْهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ، ثُمَّ قَامَ، فَقَالَ: نَفِّلْنِيهِ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ: ضَعْهُ، فَقَامَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، نَفِّلْنِيهِ، أَؤُجْعَلُ كَمَنْ لَا غَنَاءَ لَهُ؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ضَعْهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ، قَالَ: فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: (يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ) (الأنفال: ۱)۔

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں چار آیتیں نازل ہوئیں۔ ایک دفعہ میں نے تلوار لی اور اسے لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تلوار مجھے عطا فرمادیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے رکھ دو پھر جب میں کھڑا ہوا تو مجھے نبی ﷺ نے فرمایا: یہ تلوار تم نے جہاں سے لی اسے وہیں رکھ دو۔ پھر میں کھڑا ہوا اور پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تلوار مجھے عطا فرمادیں، کیا میں اس آدمی کی طرح ہوجاؤں گا کہ جس کا کوئی کردار نہیں۔ تو نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: جہاں سے تم نے یہ تلوار لی ہے اسے وہیں رکھ دو۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگ آپ سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجیے کہ انفال اللہ اور رسول کے لیے ہے۔

تشریح:

"نفلنيه" یعنی مال غنیمت سے بطور انعام مجھے یہ تلوار دیدیں حاکم وقت بطور تنفیل دے سکتا ہے چونکہ آیت بعد میں اتری اس لیے آنحضرت نے پہلے ان کو نہیں دیا بعد میں خمس میں آنحضرت کا حق آگیا تو آپ نے تلوار حضرت سعد کو دیدی۔

"نزلت فی اربع آیات" ان چار آیتوں میں سے صرف ایک آیت انفال کا ذکر یہاں ہے باقی تین کا مکمل ذکر کتاب الفضائل میں

ہے بہرحال دوسری آیت "بر الوالدین" سے متعلق ہے تیسری آیت حرمت خمر سے متعلق ہے اور چوتھی آیت "ولا تطرد الذین یدعون ربهم" ہے "کمن لا غناء له" یعنی مجھے ایسا بنایا جاتا ہے گویا میدان جنگ میں میرا کوئی کردار ہی نہیں اگر میرا کردار ہے تو مجھے امتیازی طور پر کچھ ملنا چاہیے، عام لوگوں کی طرح مجھے نہیں بنانا چاہیے، حضرت سعد انتہائی بہادر اور زبردست جنگ لڑنے والے تھے جنگ بدر میں وہ اپنا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن العاص کو جنگ بدر میں جب مارا تو اس کی تلوار میں نے لے لی جس کا نام ذالکتیفہ تھا "فاتی به" اس کلام میں التفات ہے متکلم کو غائب کے صیغہ سے یاد کیا گیا ہے اصل کلام "فاتیت به النبی" ہے آنحضرت نے سختی سے منع کیا اور فرمایا کہ جہاں سے اٹھایا ہے وہیں پر رکھدو راستے میں "ویسئلونک" آیت اتری اور خمس میں آنحضرت کا حق آگیا تو آنحضرت نے مجھے وہ تلوار دیدی۔

٤٥٥٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً وَأَنَا فِيهِمْ قِبَلَ نَجْدٍ، فَغَنِمُوا إِبِلًا كَثِيرَةً، فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمُ اثْنَا عَشَرَ بَعِيرًا، أَوْ أَحَدَ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنُفِّلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا اور ان میں میں بھی تھا تو وہاں ہم نے مال غنیمت کے بہت سے اونٹ پائے تو ان سب کے حصہ میں بارہ بارہ یا گیارہ گیارہ اونٹ آئے اور ایک اونٹ زائد بھی ملا۔

٤٥٥٦ - وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ، وَفِيهِمُ ابْنُ عُمَرَ، وَأَنَّ سُهْمَانَهُمْ بَلَغَتِ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنُفِّلُوا سِوَى ذَلِكَ بَعِيرًا، فَلَمْ يُغَيِّرْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ نجد کی طرف ایک سریہ بھیجا اور ان میں حضرت ابن عمر بھی تھے تو ان کے حصہ میں (وہاں سے) بارہ اونٹ آئے اور اس کے علاوہ ایک اونٹ زیادہ ہو، رسول اللہ ﷺ نے اس تقسیم میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔

٤٥٥٧ - وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، وَعَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَرِيَّةً إِلَى نَجْدٍ، فَخَرَجْتُ فِيهَا، فَأَصَبْنَا إِبِلًا وَغَنَمًا، فَبَلَغَتْ سُهْمَانُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنَفَّلَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعِيرًا بَعِيرًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ نجد کی طرف ایک سریہ (لشکر) بھیجا تو میں بھی

ان میں مل کر نکل گیا۔ وہاں ہمیں بہت سے اونٹ اور بکریاں ملیں۔ ہمارے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایک اونٹ زیادہ عطا فرمایا۔

٤٥٥٨ ـ وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ

٤٥٥٩ ـ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ، أَسْأَلُهُ عَنِ النَّفَلِ، فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي مُوسَى، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے ان تمام سندوں کے ساتھ انہی سابقہ حدیثوں کی طرح یہ حدیث (کہ آپ ﷺ نے ایک سریہ روانہ فرمایا جس میں حضرت ابن عمر بھی تھے اور ہم کو اس سریہ میں اونٹ اور بکریاں بطور غنیمت ملیں اور ہر ایک کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے.... الخ) نقل کی گئی ہے۔

٤٥٦٠ ـ وحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، وَعَمْرٌو النَّاقِدُ، وَاللَّفْظُ لِسُرَيْجٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: نَفَّلَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَلًا سِوَى نَصِيبِنَا مِنَ الْخُمُسِ، فَأَصَابَنِي شَارِفٌ، وَالشَّارِفُ: الْمُسِنُّ الْكَبِيرُ۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد (ابن عمرؓ) سے روایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خمس میں سے ہمارا جو حصہ بنتا تھا اس کے علاوہ بھی آپ ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا تو مجھے شارف ملا اور شارف بڑی عمر کا اونٹ ہوتا ہے۔

٤٥٦١ ـ وحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، ح وحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، كِلَاهُمَا عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: بَلَغَنِي عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَفَّلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ رَجَاءٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ کو غنیمت کا مال عطا فرمایا۔ آگے امام ابن رجا کی روایت کردہ حدیث کی طرح حدیث مبارکہ منقول ہے۔

٤٥٦٢ ـ وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ

خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا، لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً، سِوَى قَسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ، وَالْخُمُسُ فِي ذَلِكَ وَاجِبٌ كُلِّهِ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سرایا میں جن کو بھیجتے ان میں سے کچھ کو ان کے مال غنیمت میں حصہ کے علاوہ کچھ خاص طور پر بھی عطا فرماتے اور خمس پورے لشکر کے لیے واجب تھا۔

باب استحقاق القاتل سلب القتيل وقصة ابى قتادة وابى جهل

مقتول کے بدن کا سامان قاتل کا حق ہے ابوقتادہ اور ابوجہل کا قصہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے سات احادیث کو بیان کیا ہے

٤٥٦٣ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ جَلِيسًا لِأَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ،

حضرت ابومحمد انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ حضرت ابوقتادہؓ کے ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ حضرت ابوقتادہؓ نے فرمایا اور پھر حدیث بیان کی۔

٤٥٦٤ ۔ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ، قَالَ: وَسَاقَ الْحَدِيثَ،

حضرت ابومحمد حضرت ابوقتادہؓ کے مولیٰ سے روایت ہے کہ ابوقتادہ نے فرمایا اور گزشتہ حدیث کی طرح حدیث بیان کی

٤٥٦٥ ۔ وحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، وَاللَّفْظُ لَهُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ، قَالَ: فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَاسْتَدَرْتُ إِلَيْهِ حَتَّى أَتَيْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ، فَضَرَبْتُهُ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ، وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ، ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ، فَأَرْسَلَنِي، فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: مَا لِلنَّاسِ؟ فَقُلْتُ: أَمْرُ اللهِ، ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا وَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ، فَلَهُ سَلَبُهُ، قَالَ: فَقُمْتُ، فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَالَ: فَقُمْتُ، فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ

جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ الثَّالِثَةَ، فَقُمْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ؟ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: صَدَقَ يَا رَسُولَ اللهِ، سَلَبُ ذٰلِكَ الْقَتِيلِ عِنْدِي، فَأَرْضِهِ مِنْ حَقِّهِ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ: لَا هَا اللهِ، إِذًا لَا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسُدِ اللهِ، يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ وَعَنْ رَسُولِهِ فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: صَدَقَ، فَأَعْطِهِ إِيَّاهُ، فَأَعْطَانِي، قَالَ: فَبِعْتُ الدِّرْعَ، فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ، وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: كَلَّا لَا يُعْطِيهِ، أُضَيْبِعَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدَعُ أَسَدًا مِنْ أُسُدِ اللهِ، وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ، لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین (کے موقعہ پر جہاد) کے لیے نکلے تو جب (کافروں سے) ہمارا مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی۔ حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مشرکوں میں سے ایک آدمی مسلمانوں میں سے ایک آدمی پر چڑھائی کیے ہوئے ہے۔ میں اس کی طرف گھوما یہاں تک کہ اس کے پیچھے سے آکر اس کی شہ رگ پر تلوار ماری اور وہ میری طرف بڑھا اور اس نے مجھے پکڑ لیا اور اس نے مجھے اتنا دبایا کہ میں اس سے موت کا ذائقہ محسوس کرنے لگا لیکن اس نے مجھے فوراً ہی چھوڑ دیا اور وہ مر گیا (پھر اس کے بعد جا کر) میں حضرت عمر بن خطابؓ سے مل گیا تو انہوں نے فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کا حکم تھا پھر (کچھ دیر بعد) لوگ واپس لوٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جس آدمی نے کسی کافر کو قتل کر دیا ہے اور اس قتل پر اس کے پاس گواہ بھی موجود ہوں (تو مقتول سے چھینا ہوا) سامان اسی کا ہے۔ حضرت ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا: کون ہے جو میری گواہی دے؟ پھر میں بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے پھر اسی طرف فرمایا میں پھر کھڑا ہو گیا اور کہا کون ہے جو میری گواہی دے؟ پھر آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ اسی طرح فرمایا میں پھر کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوقتادہ! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں پورا واقعہ بیان کر دیا۔ لوگوں میں سے ایک آدمی کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! اس نے سچ کہا ہے اور مقتول کا سامان میرے پاس ہے۔ اب آپ ﷺ اسے منالیں کہ یہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق فرمانے لگے: نہیں! اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ ایک اللہ کا شیر، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑے اور مقتول سے چھینا ہوا مال تجھے دیدے (نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر سچ کہہ رہے ہیں (اب وہ مال) تو ان کو دیدے اس نے (آپ ﷺ کے حکم کے مطابق) وہ مال مجھے دیدیا۔ ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حاصل شدہ زرہ بیچ کر اس کی قیمت سے بنی سلمہ کے محلہ میں ایک باغ خریدا اور میرا یہ پہلا مال تھا جو اسلام (کی برکت سے) مجھے ملا اور لیث کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا: ہرگز نہیں! آپ ﷺ یہ مال قریش کی ایک لومڑی کو نہیں

دیں گے اور اللہ تعالیٰ کے شیروں میں سے ایک شیر کو نہیں چھوڑیں گے۔

تشریح:

''عــام حـنـيـن '' آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوا مکہ کے بعد جنگ حنین ہوئی ابتداء میں عارضی شکست ہوگئی تھی مگر آنحضرت ثابت قدم رہے حضرت ابوقتادہؓ اسی جنگ میں اپنا واقعہ بیان کر رہے ہیں ''جـولة'' تشویش اور اضطراب کو کہتے ہیں مراد فرار ہے لشکر کے عام لوگ منتشر ہوگئے تھے آنحضرت تقریباً بارہ خاص صحابہ کے ساتھ ثابت قدم رہے ''قـد عـلا رجـلا من المسلمين '' یعنی کافروں میں سے ایک آدمی ایک مسلمان کو مارنے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا، اصل قصہ یوں ہے کہ ایک مسلمان اور ایک کافر آپس میں گھتم گھتا تھے گویا کشتی کی کیفیت میں تھے ایک اور کافر نے دیکھا تو آگے بڑھنے لگا تاکہ اس مسلمان کو شہید کردے اور مشرک کی مدد کرے حضرت ابوقتادہ نے اسی آگے بڑھنے والے کافر پر پیچھے سے حملہ کر کے اس کی گردن پر وار کیا وہ بڑا دیو ہیکل تھا اس نے مڑکر حضرت ابوقتادہ کو ایسا دبوچا کہ ابو قتادہ نے موت کی خوشبو سونگھ لی مگر اس کو پہلے سے کاری زخم لگا تھا اس لیے کچھ دیر بعد خود گر کر مر گیا اب اس کے سامان بدن یعنی سلب کا مسئلہ پیدا ہوگیا۔''مـا للناس '' یعنی لوگوں کو کیا ہوگیا کہ سب بھاگ گئے حضرت عمرؓ نے پوچھا تو میں نے جواب میں کہا کہ ''امـر الله '' بس اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا۔

''ثـم ان الناس رجعوا '' یعنی آنحضرت کے بلانے پر سب لوگ لوٹ کر آئے اور کافروں پر شدید حملہ کیا کفار بھاگ گئے، مسلمان فاتح بن گئے آنحضرت ﷺ بیٹھ گئے اور سلب کا فیصلہ کرنے لگے اور فرمایا کہ جس کے پاس کوئی گواہ ہو کہ اس نے کسی کافر کو قتل کیا ہے وہ گواہ پیش کرے تو کافر کا سلب اس کو ملے گا ''مـن يشهـد لـى '' حضرت ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا اور اعلان کیا کہ میرے لیے کون گواہی دے گا کہ فلاں کافر کو میں نے قتل کردیا ہے اور اس کا سلب میرا حق ہے۔''عـنـدی '' ایک صحابی ابوقتادہ کے اعلان کے بعد کھڑے ہوگئے اور فرمایا یارسول اللہ! ابوقتادہ سچ کہتے ہیں اس مقتول کا سامان بدن میں نے اتارا ہے جو میرے پاس ہے آپ ابوقتادہ کو راضی کرلیں کہ وہ یہ سلب مجھے چھوڑ دے۔''لاھـا الـلـه '' یہ لام قسم کا فائدہ دیتا ہے ای لا والـلـه ۔''لا يـعـمـد '' ضمیر آنحضرت کی طرف راجع ہے ''عمد يعمد '' قصد وارادہ کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت یہ ارادہ نہیں کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کے شیر ابوقتادہ کا حق تم کو دیدیں۔

''سـلبه '' یعنی حق سلب ابوقتادہ کا ہے، یاد رکھنا چاہیے کہ کافر میت کے بدن کا ساز وسامان سلب کہلاتا ہے جمہور کے نزدیک سلب کا قانون تشریع کی حیثیت رکھتا ہے وقت کا امیر سلب کا اعلان کرے یا نہ کرے یہ قانون جاری رہے گا لیکن ائمہ احناف اور مالکیہ کے ہاں اس قانون کے لیے وقت کے امیر کو جنگ شروع ہونے سے پہلے یہ اعلان کرنا ضروری ہوگا کہ ''من قتل قتيلا فله سلبه '' اگر یہ اعلان نہیں ہوا تو سلب کا حق بیت المال کا ہوگا ظاہری احادیث جمہور کے حق میں ہیں۔

''مـخرفا'' باغ کو مخرف کہتے ہیں ''تـاثـلـته '' مال اور جائیداد بنانے کے معنی میں ہے ''اضـيبع '' یہ ضبع کی تصغیر ہے بجو کو کہتے ہیں جب

صدیق اکبر نے ابوقتادہ کو اللہ شیر کہہ دیا تو اس کے مقابلہ میں اس شخص کو کمزور بجو کہا جاتا ہے کہ ابوقتادہ کی شان ظاہر ہو جائے۔

جنگ بدر میں ابوجہل کے قتل کا قصہ

٤٥٦٦ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ قَالَ: بَيْنَا أَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ، نَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَشِمَالِي، فَإِذَا أَنَا بَيْنَ غُلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ حَدِيثَةٍ أَسْنَانُهُمَا، تَمَنَّيْتُ لَوْ كُنْتُ بَيْنَ أَضْلَعَ مِنْهُمَا، فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا، فَقَالَ: يَا عَمِّ، هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، وَمَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي؟ قَالَ: أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا، قَالَ: فَتَعَجَّبْتُ لِذَلِكَ، فَغَمَزَنِي الْآخَرُ، فَقَالَ: مِثْلَهَا، قَالَ: فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَزُولُ فِي النَّاسِ، فَقُلْتُ: أَلَا تَرَيَانِ؟ هَذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي تَسْأَلَانِ عَنْهُ، قَالَ: فَابْتَدَرَاهُ فَضَرَبَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا حَتَّى قَتَلَاهُ، ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَاهُ، فَقَالَ: أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: أَنَا قَتَلْتُ، فَقَالَ: هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟ قَالَا: لَا، فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ، فَقَالَ: كِلَاكُمَا قَتَلَهُ وَقَضَى بِسَلَبِهِ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ، وَالرَّجُلَانِ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ، وَمُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن میں صف میں کھڑا تھا۔ میں اپنے دائیں اور بائیں کیا دیکھتا ہوں کہ انصار کے دو نوجوان کھڑے ہیں۔ میں نے گمان کیا کہ کاش میں طاقتور آدمیوں کے درمیان کھڑا ہوتا تو زیادہ بہتر تھا اسی دوران ان میں سے ایک لڑکے نے میری طرف اشارہ کر کے کہا: اے چچا جان! کیا آپ ابو جہل کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! اور اے بھتیجے! تجھے اس سے کیا کام؟ اس نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں، میرا جسم اس کے جسم سے علیحدہ نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ ہم میں سے جس کی موت جلدی آئی ہے وہ مر نہ جائے۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی بات سے تعجب ہوا۔ اسی دوران میں دوسرے لڑکے نے مجھے اشارہ کر کے اسی طرح کہا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ میری نظر ابوجہل کی طرف پڑی۔ وہ لوگوں میں گھوم رہا تھا میں نے ان لڑکوں سے کہا: کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ یہ وہی ابوجہل ہے جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھ رہے تھے۔ (یہ سنتے ہی) وہ فوراً اس کی طرف جھپٹے اور تلواریں مار مار کر اسے قتل کر ڈالا پھر وہ دونوں لڑکے رسول اللہ

ﷺ کی طرف لوٹے اور آپ ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا؟ دونوں سے ہر ایک نے کہا میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں نے اپنی اپنی تلوار سے اس کا خون صاف کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ ﷺ نے دونوں کی تلواروں کو دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں نے ابو جہل کو قتل کیا ہے اور آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن عمرو بن جموح کو ابو جہل سے چھینا ہوا مال دینے کا حکم فرمایا اور یہ دونوں لڑکے معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء تھے۔

تشریح:

"حدیثة اسنانهما" یعنی دونوں نوعمر تھے یہ لفظ مجرور ہے غلامین کی صفت ہے "بین اضلع" یہ ضلع سے ہے قوی اور طاقتور کو کہتے ہیں "اضلع" اقوی کے معنی میں ہے یعنی میں نے تمنا کی کہ کاش میرے دائیں بائیں ان دو بچوں کے بجائے طاقتور مرد ہوتے۔

"فغمزنی" یعنی ہاتھ کی انگلیوں سے میرے جسم میں چنڈی بھر دی تاکہ میں ان کی طرف متوجہ ہو جاؤں۔

"سوادی سواده" ای جسمی جسمه وشخصی شخصه "الاعجل" یعنی جس کی موت کا وقت جلدی ہو وہ مر جائے یہ حملہ بھی خودکش حملہ کی طرح ہے جو اصل میں دیگر کش حملہ ہے۔ "لم انشب" یعنی کوئی دیر نہیں لگی۔

"ومعاذ بن عفراء" اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ یہ دونوں ماں شریک بھائی تھے اور ماں کا نام عفراء تھا اور باپ دونوں کے الگ الگ تھے معاذ کے باپ عمرو بن جموح تھے اور معوذ کے باپ کا نام حارث تھا اور دونوں کی والدہ کا نام عفرا تھا تو جس کی طرف نسبت ہو جائے صحیح ہے کوئی تعارض نہیں ہے البتہ اتنی بات یاد رہے کہ پہلے حضرت معاذ نے حملہ کیا پھر معوذ نے حملہ کیا عکرمہ نے معاذ پر حملہ کیا اور بھاگ گیا پھر حضرت ابن مسعود نے بعد میں آکر ابو جہل کے سر کو قلم کیا فرشتوں نے بھی اس کار خیر میں حصہ لیا۔ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ "وکان قتله" یعنی حضرت ابن مسعود نے ابو جہل کو قتل کیا تھا زیر بحث روایت میں ہے "کلا کما قتله" معاذ اور معوذ دونوں نے ابو جھل کو قتل کیا ہے۔ اس بارہ میں احادیث میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ دراصل ابو جہل کو کس نے قتل کیا تھا، بعض روایات میں ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں نے مارا بعض میں ہے کہ ابن مسعود نے مارا بعض میں ہے کہ پہلے حملہ معاذ بن عمرو بن الجموح نے کیا پھر معوذ نے آکر اس کا کام تمام کر دیا تو اصل حقیقت یہ ہے کہ ابو جہل پر سب سے پہلے حملہ حضرت معاذ نے کیا اور اس کی ران کو کاٹ کر گھوڑے سے گرا دیا پھر شیر کی طرح معوذ نے جھپٹ کر اس پر وار کیا وہ تڑپ رہا تھا کہ حضرت ابن مسعود پہنچ گئے اور اس کا سر قلم کر دیا اس اعتبار سے ہر ایک کی طرف ابو جہل کے قتل کرنے کی نسبت کی گئی ہے بلکہ یہ بھی روایات میں ہے کہ فرشتوں نے ابو جہل کے قتل میں عملاً حصہ لیا تھا لیکن اصل کردار حضرت معاذ نے ادا کیا تھا اس لیے اس کا مکمل سلب ان کو مل گیا باقی دو کو بھی کچھ نہ کچھ دیا گیا جیسے زیر بحث حدیث میں ہے کہ ابو جہل کی تلوار حضرت ابن مسعود کو دی گئی آئندہ آحادیث میں پوری تفصیل آرہی ہے۔

اب یہاں ایک سوال اور تعارض ہے وہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے معاذ بن عمرو بن الجموح نے ابوجہل کو مارا دوسری میں ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں نے مارا اس تعارض کو اس طرح دور کیا جاتا ہے کہ معاذ اور معوذ دونوں عفراء کے بیٹے ہیں اور ماں شریک بھائی ہیں لیکن باپ دونوں کا الگ الگ ہے حضرت معاذ کے باپ کا نام عمرو بن الجموح ہے اور معوذ کے باپ کا نام حارث ہے عفرا دونوں کی ماں ہے لہٰذا معاذ بن عمرو بن الجموح اور معوذ بن عفراء کوئی الگ الگ آدمی نہیں ہیں۔

بخاری اور مسلم کی ایک اور حدیث میں کچھ مزید تفصیل ہے کاش اگر امام مسلم سب احادیث کو یہاں جمع کرتے تو ترتیب اچھی رہتی۔ صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں حضرت ابن مسعود اور ابوجہل کا مکالمہ بھی منقول ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

''حتی برد'' یعنی زندگی کے آخری رمق میں تھا ٹھنڈا ہو گیا تھا'' وهل فوق رجل ''ایک مطلب یہ ہے کہ اس آدمی سے بڑھ کر تم نے کسی آدمی کو بھی مارا ہے یعنی مجھ سے بڑا تم نے کسی کو نہیں مارا میں سب سے بڑا ہوں، دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی ہی کو تو مارا ہے اس پر کیا ناز کرتے ہو باقی فوج موجود ہے، اس حدیث کے ترجمہ میں مظاہر حق میں کچھ ابہام ہے۔

بعض روایات میں یہاں کچھ تفصیل ہے وہ یہ کہ حضرت ابن مسعودؓ جب آئے تو ابوجہل کے سینے پر بیٹھ گئے ابوجہل نے کہا اے چرواہے مبارک جو بڑے اونچے مقام پر بیٹھے ہو مگر یہ بتاؤ کہ جنگ کا میدان کس کے ہاتھ میں ہے؟ انہوں نے فرمایا میدان محمد عربی اور مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے ابوجہل نے کہا اترانے کی ضرورت نہیں ایک آدمی کے سوا بھی کسی کو مارا ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ تیرے جیسے ستر آدمی کٹے ہوئے پڑے ہیں۔ ابوجہل نے کہا یہ بتاؤ مجھے مارا کس نے ہے؟ انہوں نے فرمایا عفراء کے بیٹے نے مارا ہے، ابوجہل نے کہا ''فلو ان غیرا کار قتلنی'' کاش مجھے دہقان کے علاوہ کوئی قتل کر دیتا۔ حضرت ابن مسعود نے ابوجہل کی داڑھی کو جھٹکا دیکر فرمایا کہ:

''وقد اخزاک الله یا عدو الله'' اے اللہ کے دشمن اللہ نے تجھے رسوا کیا ہے۔ پھر حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ میں تجھے قتل کرنے والا ہوں ابوجہل نے کہا کہ یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں کہ کسی غلام نے آقا کو مارا ہو حضرت ابن مسعود نے فرمایا میں تیرا سر قلم کرنا چاہتا ہوں۔ ابوجہل نے کہا اپنی تلوار دکھاؤ جب ابوجہل نے حضرت ابن مسعود کی زنگ آلود تلوار دیکھ لی تو کہا کہ اس سے نہیں بلکہ میری تلوار لیکر میرا سر الگ کردو مگر کندھوں کے پاس سے کاٹ دو تا کہ میرا سر بڑا لگے اور محمد کہے کہ واقعی بڑے سردار کا سر تھا۔ حضرت ابن مسعود نے سر قلم کیا اور حضور اکرم ﷺ کے سامنے لا کر رکھدیا، آنحضرت نے سجدۂ شکر ادا کیا اور فرمایا کہ میری امت کا فرعون مارا گیا، تفصیلات میری کتاب جنگ بدر میں دیکھ لی جائیں۔

۴۵۶۷۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَتَلَ رَجُلٌ مِنْ حِمْيَرَ رَجُلًا مِنَ الْعَدُوِّ، فَأَرَادَ سَلَبَهُ، فَمَنَعَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَكَانَ وَالِيًا عَلَيْهِمْ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لِخَالِدٍ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُعْطِيَهُ سَلَبَهُ؟ قَالَ: اسْتَكْثَرْتُهُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ادْفَعْهُ إِلَيْهِ، فَمَرَّ خَالِدٌ بِعَوْفٍ، فَجَرَّ بِرِدَائِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ أَنْجَزْتُ لَكَ مَا ذَكَرْتُ لَكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتُغْضِبَ، فَقَالَ: لَا تُعْطِهِ يَا خَالِدُ، لَا تُعْطِهِ يَا خَالِدُ، هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي أُمَرَائِي؟ إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُهُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتُرْعِيَ إِبِلًا، أَوْ غَنَمًا، فَرَعَاهَا، ثُمَّ تَحَيَّنَ سَقْيَهَا، فَأَوْرَدَهَا حَوْضًا، فَشَرَعَتْ فِيهِ فَشَرِبَتْ صَفْوَهُ، وَتَرَكَتْ كَدْرَهُ، فَصَفْوُهُ لَكُمْ، وَكَدْرُهُ عَلَيْهِمْ،

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ قبیلہ حمیر کے ایک آدمی نے دشمنوں کے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور جب اس نے اس کا سامان (بطور غنیمت) لینے کا ارادہ کیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس سامان کو روک لیا۔ وہ ان پر نگران تھے پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ سے فرمایا کہ تجھے کس نے اس کا سامان دینے سے منع کیا؟ حضرت خالدؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے (اس سامان کو) بہت زیادہ سمجھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے سامان دیدو۔ پھر حضرت خالد، حضرت عوفؓ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے حضرت خالدؓ کی چادر کھینچی پھر فرمایا: کیا میں نے جو چیز تم سے ذکر کیا تھا وہی ہوا ہے نا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی۔ آپ ناراض ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خالد! تو اسے نہ دے۔ اے خالد! تو اسے نہ دے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کیا تم میرے نگرانوں کو چھوڑنے والے ہو؟ کیونکہ تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے اونٹ یا بکریاں چرانے کے لیے لیں پھر (ان جانوروں) کے پانی پینے کا وقت دیکھ کر ان کو حوض پر لایا اور انہوں نے پانی پینا شروع کر دیا تو صاف صاف پانی انہوں نے پی لیا اور تلچھٹ چھوڑ دیا تو صاف یعنی عمدہ چیزیں تمہارے لیے ہیں اور بری چیزیں نگرانوں کے لیے ہیں۔

تشریح:

''عوف بن مالک'' یہ صحابی اشجعی ہیں قبیلہ اشجع سے ان کا تعلق ہے غزوۂ موتہ میں ''سلب'' کے مسئلہ میں ان کا حضرت خالد سے اختلاف ہو گیا، قصہ یہ تھا کہ یمن کے حمیر قبیلہ سے متعلق ایک آدمی تھا ان کو اگلی حدیث میں ''مددی'' کہا گیا ہے کیونکہ وہ لشکر اسلام کی مدد کے لیے جنگ میں شریک ہوا تھا، مدینہ سے نہیں گیا تھا اس کا قصہ اس طرح ہے کہ مالک بن عوف فرماتے ہیں کہ یمن کا ایک آدمی مددی آدمی میرے ساتھ ہو گیا جس کے پاس تلوار کے سوا کچھ بھی نہیں تھا مسلمانوں نے ایک اونٹ ذبح کیا اس مددی شخص نے اونٹ کی کھال کا کچھ حصہ مانگ لیا اور اس سے ایک ڈھال بنالیا، ہم جہاد کے لیے رومیوں کے مقابلے میں چلے گئے۔ اور میدان جنگ میں مقابلہ شروع ہو گیا

اتنے میں ایک کافر آدمی سرخ گھوڑے پر نمودار ہوگیا جس کی سواری بھی سونے سے بھری ہوئی تھی اور اسلحہ بھی سونے کا تھا اس نے مسلمانوں کو جنگ کے لیے للکار دیا، یہ مددی شخص ایک چٹان کے پیچھے بیٹھ گیا جب رومی گزرنے لگا تو اس مددی نے اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں، رومی شخص گرا تو اس مددی نے اس کو قتل کردیا اور اس کے گھوڑے اور سونے اور اسلحہ کو بطور سلب لے لیا، جب غزوۂ موتہ میں آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی تو حضرت خالد بن ولید نے ایک آدمی کو مددی کے پاس بھیجا اور سلب کا سارا مال اس سے واپس کردیا۔ حضرت مالک بن عوف فرماتے ہیں کہ میں حضرت خالد کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے سلب کا فیصلہ قاتل کے لیے نہیں کیا ہے؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ بے شک کیا ہے لیکن یہ مال بہت زیادہ ہے میں نے کہا کہ یہ مال اس مددی کو واپس کروگے ورنہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کی شکایت کروں گا، عوف بن مالک کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس اکٹھے ہوگئے تو میں نے پورا قصہ سنادیا، اور خالد کی شکایت کردی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ خالد وہ سلب اس شخص کو واپس کردو اس کے بعد حضرت عوف کا گزر حضرت خالد پر ہوا تو اس نے حضرت خالد کو اس کی چادر سے کھینچ لیا اور کہا کہ کیا میں نے جو کہا تھا کہ میں شکایت کروں گا میں نے اپنا وعدہ پورا کیا یا نہیں؟ "ھل انجزت لک ما ذکرت لک" کے جملے کا یہی مطلب ہے۔

"فسمعه" یعنی آنحضرت نے مالک بن عوف کا کلام سنا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ قصہ کیا ہے میں نے پورا قصہ سنادیا۔

"فاستغضب" یعنی آنحضرت انتہائی غضبناک ہوگئے یہ مجہول کا صیغہ ہے یعنی اس کلام کی وجہ سے غضب میں ڈالے گئے، پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم میرے لیے میرے امیروں کو آرام سے چھوڑوگے یا نہیں میرے امیروں کی مثال تو اس طرح ہوگئی کہ مثلاً کسی شخص کو اونٹوں کا چرواہا بنایا گیا اس نے اونٹوں کو چرایا۔ "فتحين سقيها" یعنی پانی پلانے کا وقت آگیا تو اس نے اونٹوں کو پانی تک پہنچادیا اونٹوں نے صاف پانی پی لیا اور گدلا پانی چھوڑ دیا میرے امیروں کا حال بھی یہی ہے کہ مال غنیمت تم لیتے ہو کچھ محنت اور پریشانی نہیں ہوتی ہے اور ان امیروں کو دسیوں مشکلات کے بعد کچھ ملتا ہے گویا گدلا پانی ان کو ملتا ہے، بندہ مؤلف نے اس حدیث کو سمجھانے کے لیے مسند احمد کی ایک طویل حدیث کا مفہوم اور مذکورہ حدیث کے چند جملوں کا مطلب ملا کر پیش کیا ہے ان شاء اللہ اب کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

"فی غزوة موتة" میم پر ضمہ ہے واؤ ساکن ہے اس کے بعد ہمزہ پڑھنا بھی جائز ہے اور نہ پڑھنا بھی صحیح ہے یہ ایک جگہ کا نام ہے جو شام کی اطراف میں واقع ہے اور بلقاء شام کے قریب ہے اردن کے جنوب میں پڑتا ہے یہاں آٹھ ہجری میں جمادی الاولیٰ کے مہینہ میں ایک خوفناک جنگ ہوئی تھی، مسلمان تین ہزار تھے اور روم کے کفار دو لاکھ تھے، حضرت زید وجعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم تینوں امراء شہید ہوگئے تو حضرت خالد امیر بن گئے ان کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کی اسی غزوہ میں مالک بن عوف اور مددی یمنی اور خالد بن ولید کا سلب میں اختلاف کا واقعہ پیش آیا تھا جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۴۵۶۸۔ وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ مَنْ خَرَجَ مَعَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ، وَرَافَقَنِي مَدَدِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَدِيثِ: قَالَ عَوْفٌ: فَقُلْتُ: يَا خَالِدُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَضَى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ، قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ نکلا کہ جو حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ غزوۂ موتہ میں نکلے اور یمن سے مجھے مددی شخص ملا اور پھر اسی طرح نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے حدیث نقل کی اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت عوفؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے خالد! کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے قاتل کو مقتول کا سلب دلوایا ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں لیکن میں اسے زیادہ سمجھتا ہوں۔

جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے

٤٥٦٩ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنِي أَبِي سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوَازِنَ، فَبَيْنَا نَحْنُ نَتَضَحَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ، فَأَنَاخَهُ، ثُمَّ انْتَزَعَ طَلَقًا مِنْ حَقَبِهِ، فَقَيَّدَ بِهِ الْجَمَلَ، ثُمَّ تَقَدَّمَ يَتَغَدَّى مَعَ الْقَوْمِ، وَجَعَلَ يَنْظُرُ وَفِينَا ضَعْفَةٌ وَرِقَّةٌ فِي الظَّهْرِ، وَبَعْضُنَا مُشَاةٌ، إِذْ خَرَجَ يَشْتَدُّ، فَأَتَى جَمَلَهُ، فَأَطْلَقَ قَيْدَهُ ثُمَّ أَنَاخَهُ، وَقَعَدَ عَلَيْهِ، فَأَثَارَهُ فَاشْتَدَّ بِهِ الْجَمَلُ، فَاتَّبَعَهُ رَجُلٌ عَلَى نَاقَةٍ وَرْقَاءَ، قَالَ سَلَمَةُ: وَخَرَجْتُ أَشْتَدُّ فَكُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ النَّاقَةِ، ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ الْجَمَلِ، ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى أَخَذْتُ بِخِطَامِ الْجَمَلِ فَأَنَخْتُهُ، فَلَمَّا وَضَعَ رُكْبَتَهُ فِي الْأَرْضِ اخْتَرَطْتُ سَيْفِي، فَضَرَبْتُ رَأْسَ الرَّجُلِ، فَنَدَرَ، ثُمَّ جِئْتُ بِالْجَمَلِ أَقُودُهُ عَلَيْهِ رَحْلُهُ وَسِلَاحُهُ، فَاسْتَقْبَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ، فَقَالَ: مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ؟ قَالُوا: ابْنُ الْأَكْوَعِ، قَالَ: لَهُ سَلَبُهُ أَجْمَعُ.

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر قبیلہ ہوازن سے جہاد کیا۔ اسی دوران ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کا ناشتہ کر رہے تھے کہ ایک آدمی سرخ اونٹ پر سوار ہو کر حاضر خدمت ہوا پھر اس آدمی نے اس اونٹ کو بٹھایا پھر ایک تسمہ اس کی کمر میں سے نکالا اور اسے باندھ دیا پھر وہ آگے بڑھا اور ہمارے

ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا اور ہم لوگ کمزور اور سواریوں سے خالی تھے اور کچھ ہم میں سے پیدل بھی تھے۔ اتنے میں وہ جلدی سے نکلا اور اپنے اونٹ کے پاس آیا اور اس کا تسمہ کھولا پھر اس اونٹ کو بٹھایا اور اس پر بیٹھا اور اونٹ کو کھڑا کیا اور پھر اسے لے کر بھاگ پڑا۔ ایک آدمی نے خاکی رنگ کی اونٹنی پر اس کا پیچھا کیا۔ حضرت سلمہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بھی جلدی میں نکلا (یعنی اس کے پیچھے بھاگا، پہلے) میں اس اونٹنی کی سرین کے پاس ہو گیا پھر میں اور آگے بڑھا یہاں تک کہ میں اونٹ کی سرین کے بالکل پاس پہنچ گیا پھر میں اور آگے بڑھا یہاں تک کہ میں نے اس اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور میں نے اسے بٹھایا اور جیسے ہی اس نے اپنا گھٹنا زمین پر ٹیکا میں نے اپنی تلوار کھینچ لی اور اس آدمی کے سر پر ماری، وہ ڈھیر ہو گیا پھر میں اونٹ اس کے کجاوے اور اسلحہ سمیت لے کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے ساتھ لوگوں (صحابہ کرامؓ) نے میرا استقبال کیا اور آنحضرت نے فرمایا: کس آدمی نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو سب نے عرض کیا: حضرت سلمہ بن اکوع نے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا سارا سامان (سلب) سلمہ بن اکوع کا ہے۔

تشریح:

''ہوازن'' ایک مشہور قبیلے کا نام ہے جو طائف اور حنین کے علاقے میں آباد تھا یہاں غزوہ حنین مراد ہے ''نتضحی'' چاشت کے وقت کو کہتے ہیں یہاں نصف النہار کے قریب دوپہر کے کھانے کو کہا گیا ہے۔ ''طلقا'' اونٹ کے پاؤں باندھنے کے لیے چمڑے کی رسی کو کہتے ہیں۔ ''من حقبه'' اونٹ کے ساتھ ایک تھیلی باندھی جاتی ہے اس میں ضروری چیزیں رکھی رہتی ہیں، غالب یہی ہے کہ اسی تھیلی سے اس شخص نے یہ رسی نکال لی ''رقة'' لاغری اور کمزوری کو کہا گیا ہے ''الظهر'' اس سے سواری مراد ہے یعنی سواریوں میں لاغری اور کمزوری تھی

''فاشتد'' یعنی اونٹ دوڑنے لگا اور آدمی کو دوڑایا یہ اس لیے بھاگا تاکہ مسلمانوں کو معلوم نہ ہو کہ یہ جاسوس ہے مگر مسلمانوں کو شک پڑ گیا کہ یہ شخص جو بھاگ رہا ہے یہ مشکوک ہے۔ ''فاتبعه رجل'' یعنی ان کے پیچھے ایک مٹیالے رنگ کی اونٹنی پر دوسرا شخص جانے لگا۔

''ورک الناقة'' ورک رانوں کو کہتے ہیں ''اخترطت سيفي'' یعنی میں نے تلوار سونت لی ''فندر'' یعنی سر اڑ کر دور جا گرا معلوم ہوا کہ جاسوس کو قتل کرنا ضروری ہے بشرطیکہ تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ یہ جاسوس ہے بہر حال جاسوس حربی کو اتفاقاً قتل کرنا جائز ہے جاسوس معاہدین پر کافی لمبا کلام ہے واضح یہ ہے کہ اس کو بھی قتل کرنا جائز ہے کیونکہ جاسوس کا معاملہ انتہائی خطرناک ہوتا ہے تاہم معمولی شبہ اور خود ساختہ مفروضوں کی بنیاد پر بے دھڑک مسلمان کو جاسوس بنا کر قتل کرنا حرام ہے۔

باب التنفيل وفداء المسلمين بالاسارى

قیدیوں کے ذریعہ مسلمانوں کا چھڑانا اور انعام کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

٤٥٧٠ ـ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: غَزَوْنَا فَزَارَةَ وَعَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ، أَمَّرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا كَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمَاءِ سَاعَةٌ، أَمَرَنَا أَبُو بَكْرٍ فَعَرَّسْنَا، ثُمَّ شَنَّ الْغَارَةَ، فَوَرَدَ الْمَاءَ، فَقَتَلَ مَنْ قَتَلَ عَلَيْهِ، وَسَبَى، وَأَنْظُرُ إِلَى عُنُقٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِمُ الذَّرَارِيُّ، فَخَشِيتُ أَنْ يَسْبِقُونِي إِلَى الْجَبَلِ، فَرَمَيْتُ بِسَهْمٍ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْجَبَلِ، فَلَمَّا رَأَوُا السَّهْمَ وَقَفُوا، فَجِئْتُ بِهِمْ أَسُوقُهُمْ وَفِيهِمُ امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ عَلَيْهَا قَشْعٌ مِنْ أَدَمٍ قَالَ: الْقَشْعُ: النِّطَعُ مَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا مِنْ أَحْسَنِ الْعَرَبِ، فَسُقْتُهُمْ حَتَّى أَتَيْتُ بِهِمْ أَبَا بَكْرٍ، فَنَفَّلَنِي أَبُو بَكْرٍ ابْنَتَهَا، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا، فَلَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ، فَقَالَ: يَا سَلَمَةُ، هَبْ لِي الْمَرْأَةَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَاللهِ لَقَدْ أَعْجَبَتْنِي وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا، ثُمَّ لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الْغَدِ فِي السُّوقِ، فَقَالَ لِي: يَا سَلَمَةُ، هَبْ لِي الْمَرْأَةَ لِلَّهِ أَبُوكَ، فَقُلْتُ: هِيَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَوَاللهِ مَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا، فَبَعَثَ بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ، فَفَدَى بِهَا نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا أُسِرُوا بِمَكَّةَ۔

حضرت ایاس بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ ہم نے قبیلہ فزارہ کے ساتھ حضرت ابوبکر کی سرپرستی میں جہاد کیا۔ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر امیر بنایا تھا۔ تو جب ہمارے اور پانی کے درمیان ایک گھڑی کا فاصلہ باقی رہ گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں حکم فرمایا۔ ہم رات کے آخری حصہ میں اتر پڑے اور پھر ہمیں ہر طرف سے حملہ کرنے کا حکم فرمایا (اور قبیلہ فزارہ کے لوگوں کے) پانی پر پہنچے۔ پس وہاں جو قتل ہو گیا سو وہ قتل ہو گیا اور کچھ لوگ قید ہوئے اور میں ان لوگوں کی ایک جماعت کی طرف دیکھ رہا تھا کہ جس میں کافروں کے بچے اور عورتیں تھیں۔ مجھے ڈر لگا کہ کہیں وہ مجھ سے پہلے ہی پہاڑ تک نہ پہنچ جائیں تو میں نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان ایک تیر پھینکا۔ جب انہوں نے تیر دیکھا تو سب ٹھہر گئے۔ میں ان سب کو گھیر کر لے آیا۔ ان لوگوں میں قبیلہ فزارہ کی ایک عورت تھی جو چمڑے کے کپڑے پہنے ہوئے تھی اور اس کے ساتھ عرب کی حسین ترین ایک لڑکی

تھی۔ میں ان سب کو لے کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر خدمت ہوا۔ حضرت ابو بکر نے وہ لڑکی انعام کے طور پر مجھے عنایت فرمادی۔ جب ہم مدینہ منورہ آ گئے اور میں نے ابھی تک اس لڑکی کا کپڑا نہیں کھولا تھا کہ بازار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ! یہ لڑکی مجھے دیدو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! یہ لڑکی مجھے بڑی اچھی لگی ہے اور میں نے اس کا ابھی تک کپڑا نہیں کھولا۔ پھر اگلے دن میری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بازار میں ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ! وہ لڑکی مجھے دیدو۔ تیرا والد بہت اچھا آدمی تھا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ لڑکی آپ کے لیے ہے اور اللہ کی قسم! میں نے تو ابھی اس کا کپڑا تک نہیں کھولا پھر (اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لڑکی مکہ والوں کو بھیج دی اور اس کے بدلہ میں بہت سے مسلمانوں کو چھڑایا جو کہ مکہ میں قید کر دیے تھے۔

تشریح:

''غزونا''اس سریہ کا نام سریہ ام قرفة ہے یہ سریہ سنہ ٦ ھ میں رمضان کے مہینہ میں واقع ہوا تھا حضرت ابو بکر صدیق اس سریہ میں امیر تھے''ام قرفة''قید ہوگئی تھی صدیق اکبر نے اس کی خوبصورت بیٹی کو بطور انعام حضرت سلمہ بن اکوع کو دیدی، جب یہ حضرات مدینہ پہنچے تو آنحضرت نے حضرت سلمہ سے فرمایا کہ یہ لڑکی مجھے ہبہ کر کے دیدو حضرت سلمہ بن اکوع نے دیدی تو آنحضرت نے اس لڑکی کو اہل مکہ کی طرف روانہ کر دیا اور اس کے بدلے میں مسلمانوں کے کئی اسیروں کو رہا کروادیا''شن الغارة''ہر طرف سے زوردار حملہ کو کہتے ہیں شاعر کہتا ہے۔

فليت لي بهم قوم اذا ركبوا شنوا الاغارة فرسانا وركبانا

''فورد الماء''یعنی صدیق اکبر پانی کے گھاٹ پر پہنچ گئے اور پانی پر قبضہ کر لیا''عنق من الناس''لوگوں کی جماعت کو کہا گیا ہے۔
''امراة''یہ وہی ام قرفہ عورت تھی جس کے نام پر یہ سریہ مشہور ہے''قشع''خشک کھال کو کہتے ہیں''النطع''دسترخوان کو نطع کہتے ہیں۔
''وما كشفت لها ثوبا''یعنی میں نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا ہے''للّٰہ ابوک''یہ مدح کا جملہ ہے یعنی تیرے باپ کا بھلا ہو کہ اس نے تیرے جیسے بیٹے کو پیدا کیا ہے''ففدى بها''یعنی مکہ میں کچھ مسلمان قیدی تھے بطور فدیہ اس لڑکی کو دیا اور ان کو چھڑا دیا معلوم ہوا کہ قیدیوں کے بدلے قیدیوں کو چھڑانا جائز ہے۔

باب حکم الفیء وقصة عُمرو علی وعباس

مال فئی کا بیان اور حضرت عمر وعلی وعباس کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے پانچ احادیث کو بیان کیا ہے

قال الله تعالیٰ ﴿وما افاء الله علی رسوله منهم فما اوجفتم علیه من خیل ولا رکاب﴾ وقال الله تعالیٰ ﴿ما افاء الله علی رسوله من اهل القریٰ فلله وللرسول ولذی القربی﴾ (سورة الحشر)

جو مال مسلمانوں کو میدان جہاد میں جنگ اور مقابلہ کے بغیر حاصل ہو جائے اس کو فئی کہتے ہیں۔

فاء یفیء فینا لوٹنے اور رجوع کے معنی میں ہے چونکہ یہ مال پہلے کفار کے ہاتھ میں تھا اب بحق سرکار ضبط ہو کر حقیقی مالک یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر آ گیا ہے یا مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گیا اس لیے اس کو فئی کہتے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فئی کا تعارف بھی کیا ہے اور اس کا مصرف بھی بتا دیا ہے ارشاد عالی اوپر مذکور ہے۔

ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ مال فئی وہ ہوتا ہے جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کو حاصل ہو جائے اس کے چار حصے مکمل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوتے تھے جو آپ اپنی صوابدید پر خرچ کرتے تھے اس میں مہمانوں کو کھلانا اہل وعیال کو دینا مجاہدین کی مدد کرنا سب شامل تھا اور پانچواں حصہ آپ ان پر خرچ کرتے تھے جن مصارف کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ مال فئی کا مصرف اور اموال خراج اور خمس کا مصرف ایک ہی ہے ان میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قرابت بیوی بچوں وغیرہ پر تقسیم کیا یتیموں بیواؤں وغیرہ پر خرچ کیا مساکین ومحتاجوں پر خرچ کیا مسافرین وپسماندہ اشخاص پر خرچ کیا ان کے علاوہ دیگر رفاہی کاموں میں بھی اس مال کا لگانا جائز ہے مثلاً سڑک یا پل بنانا ہسپتال ومسافر خانہ بنانا مسجد ومدرسہ بنانا ان تمام مصارف میں مال فئی استعمال ہو سکتا ہے اب یہ بات رہ گئی کہ آیا مال فئی کی تقسیم میں لوگوں کے فرق مراتب کا لحاظ ہوگا یا نہیں تو جمہور کے نزدیک اس کا لحاظ ہوتا ہے وہ اس طرح کہ پہلے افضل کو دیا جائے پھر درجہ بدرجہ دیا جائے مثلاً سب سے اول اہل بدر کو دیا جائے پھر بیعت رضوان والوں میں تقسیم ہو پھر اہل بیت میں اور پھر عوام میں تقسیم ہو جائے حضرت عمر فاروق اس ترتیب کا خیال رکھتے تھے جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

لیکن امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مال فئی کی تقسیم میں کسی ترتیب کا کوئی لحاظ نہیں ہے بلکہ میراث کی طرح تمام مستحقین برابر کے شریک ہوں گے۔ بہرحال مال غنیمت میں صرف مجاہدین کا حق ہے مال فئی میں تمام مسلمانوں کا حق ہے نیز مال فئی میں خمس نہیں ہوتا مال غنیمت میں خمس ہوتا ہے۔ خمس اور مال فئی کے خرچ کے مواقع ایک جیسے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مال فئی حاصل ہوا تھا وہ ایک تو مدینہ منورہ میں بنو نضیر کے اموال میں ملا تھا اور دوسرا خیبر کے فتح ہونے کے بعد کچھ علاقے جنگ کے بغیر ہاتھ آ گئے تھے اس میں سے مال فئی ملا

تھا جیسے فدک کا باغ تھا آنحضرت ﷺ مسلمانوں کی ضروریات میں اس کو استعمال فرماتے تھے۔ آنحضرت کے انتقال کے بعد مال فئی اگر مل جائے تو وقت کا خلیفہ اس کو مسلمانوں پر تقسیم کرے گا۔

۴۵۷۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا، وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا، وَأَقَمْتُمْ فِيهَا، فَسَهْمُكُمْ فِيهَا، وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ، فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ، ثُمَّ هِيَ لَكُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جس گاؤں میں بھی آؤ اور اس میں ٹھہرو تو اس میں تمہارا حصہ بھی ہوگا اور جس گاؤں کے لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو اس کا خمس اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے پھر باقی تمہارے لیے ہے۔

۴۵۷۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرُونَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ، مِمَّا لَمْ يُوجِفْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ، فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، فَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَةٍ، وَمَا بَقِيَ يَجْعَلُهُ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ، عُدَّةً فِي سَبِيلِ اللهِ،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو نضیر کے اموال ان اموال میں سے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر لوٹا دیا تھا۔ مسلمانوں نے ان کو حاصل کرنے کے لیے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی اونٹ اور یہ مال نبی ﷺ کے لیے مخصوص تھا۔ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے لیے سال کا خرچ اس میں سے نکال لیتے تھے اور باقی جو بچ جاتا تھا اسے اللہ کے راستے میں جہاد کی سواریوں اور ہتھیاروں کی تیاری وغیرہ میں خرچ کرتے تھے۔

تشریح:

"لم یوجف" باب افعال سے گھوڑے دوڑانے کے معنی میں ہے یعنی مسلمانوں نے اس پر گھوڑے نہیں دوڑائے بلکہ جنگ کے بغیر وہ اموال حاصل ہو گئے "نفقة سنة" یعنی ایک سال کے لیے خرچہ رکھتے تھے۔

سوال: سوال یہ ہے کہ آنحضرت توکل کی وجہ سے اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتے تھے یہاں سال کا خرچ کیسے رکھا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اپنی ذات کے لیے نہیں رکھتے تھے ازواج مطہرات میں سے بھی بعض ازواج کے لیے آنحضرت کی

طرف سے ایسا ہوتا تھا سب کے لیے نہیں۔ تو یہاں ان ازواج کی بات ہے جن کے لیے آپ رکھتے تھے یہ بھی خیبر کے فتح کے بعد ہوا ہے
''الکراع'' گھوڑوں کو کراع کہتے ہیں ''عدۃ'' دشمن کی جنگ کے لیے تیاری کے اسباب پر بولا جاتا ہے۔

۴۵۷۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

حضرت زہری سے اس سند کے ساتھ مذکورہ بالا روایت کی طرح حدیث منقول ہے۔

حضرت علی اور حضرت عباس کا تنازعہ

۴۵۷۴۔ وحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ مَالِكَ بْنَ أَوْسٍ، حَدَّثَهُ، قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَجِئْتُهُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ، قَالَ: فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِهِ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفْضِيًا إِلَى رُمَالِهِ، مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَقَالَ لِي: يَا مَالُ، إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ، وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ، فَخُذْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ، قَالَ: قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتَ بِهَذَا غَيْرِي، قَالَ: خُذْهُ يَا مَالُ، قَالَ: فَجَاءَ يَرْفَا، فَقَالَ: هَلْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدٍ؟ فَقَالَ عُمَرُ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ، وَعَلِيٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَاذِبِ الْآثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ، فَقَالَ الْقَوْمُ: أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَاقْضِ بَيْنَهُمْ وَأَرِحْهُمْ، فَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُمْ قَدْ كَانُوا قَدَّمُوهُمْ لِذَلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ: اتَّئِدَا، أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ، قَالَا: نَعَمْ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ اللهَ جَلَّ وَعَزَّ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ، لَمْ يُخَصِّصْ بِهَا أَحَدًا غَيْرَهُ، قَالَ: (مَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ) مَا أَدْرِي هَلْ قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي قَبْلَهَا أَمْ لَا قَالَ: فَقَسَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَكُمْ أَمْوَالَ بَنِي النَّضِيرِ، فَوَاللهِ، مَا اسْتَأْثَرَ عَلَيْكُمْ، وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ، حَتَّى بَقِيَ هَذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْخُذُ مِنْهُ نَفَقَةَ سَنَةٍ، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ، ثُمَّ قَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمُونَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ نَشَدَ عَبَّاسًا، وَعَلِيًّا، بِمِثْلِ مَا نَشَدَ بِهِ

الْقَوْمِ، أَتَعْلَمَانِ ذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، قَالَ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ، وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ، فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ، فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، وَاللهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، فَوَلِيتُهَا ثُمَّ جِئْتَنِي أَنْتَ وَهَذَا وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ، فَقُلْتُمَا: ادْفَعْهَا إِلَيْنَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ أَنْ تَعْمَلَا فِيهَا بِالَّذِي كَانَ يَعْمَلُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَخَذْتُمَاهَا بِذَلِكَ، قَالَ: أَكَذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، قَالَ: ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا، وَلَا وَاللهِ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ،

حضرت زہری سے مروی ہے کہ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے مجھے پیغام بھیج کر (بلوایا) میں دن چڑھے آپ کی خدمت میں آ گیا۔ حضرت مالک ؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ گھر میں خالی تخت پر چمڑے کا تکیہ لگائے بیٹھے ہیں فرمایا کہ اے مالک! تیری قوم کے کچھ آدمی جلدی جلدی میں آئے تھے میں نے ان کو کچھ سامان دینے کا حکم کر دیا ہے اب تم وہ مال لے کر ان کے درمیان تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس کام پر مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: اے مالک! تم ہی لے لو۔ اسی دوران (آپ کا غلام) یرفاء اندر آیا اور اس نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر، اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم حاضر خدمت ہیں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ان کے لیے اجازت ہے۔ وہ اندر تشریف لائے پھر وہ غلام آیا اور عرض کیا کہ حضرت عباس اور حضرت علی ؓ تشریف لائے ہیں حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اچھا انہیں بھی اجازت دیدو۔ حضرت عباس کہنے لگے امیر المؤمنین! میرے اور اس جھوٹے گناہ گار، دھوکے باز خائن کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ لوگوں نے کہا: ہاں! اے امیر المؤمنین! ان کے درمیان فیصلہ کر دیں اور ان کو ان سے راحت دلائیں۔ حضرت مالک بن اوس ؓ کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ ان دونوں حضرات یعنی حضرت عباس اور حضرت علی نے ان حضرات کو اسی لیے پہلے بھیجا ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (پیغمبروں کے) مال میں سے ہمارے وارثوں کو کچھ نہیں ملتا، جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے سب کہنے لگے کہ جی ہاں! پھر حضرت عمر ؓ حضرت عباس اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ میں تم دونوں کو قسم دیتا ہوں کہ

جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا، جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک خاص بات کی تھی کہ جو آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی سے نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو دیہات والوں کے مال سے عطا فرمایا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہی حصہ ہے مجھے نہیں معلوم کہ اس سے پہلے کی آیت بھی انہوں نے پڑھی ہے یا نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: رسول اللہ نے تم لوگوں کے درمیان بنی نضیر کا مال تقسیم کر دیا ہے اور اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے مال کو تم سے زیادہ نہیں اچھا سمجھا اور ایسے بھی نہیں کیا کہ وہ مال خود لے لیا ہو اور تم کو نہ دیا ہو یہاں تک یہ مال باقی رہ گیا تو رسول اللہ ﷺ اس مال میں سے اپنے ایک سال کا خرچ نکال لیتے پھر جو باقی بچ جاتا وہ بیت المال میں جمع ہو جاتا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں تم کو اس اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں کیا تم کو یہ معلوم ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! پھر اسی طرح حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قسم دی کہ کیا تم دونوں کو اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمرؓ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کا ولی ہوں اور تم دونوں اپنی وراثت لینے آئے ہو۔ حضرت عباس تو اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کا حصہ اور حضرت علی اپنی بیوی (فاطمہؓ) کا حصہ ان کے باپ کے مال سے مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم (پیغمبر) چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور تم دونوں ان کو جھوٹا، گناہ گار، دھوکے باز اور خائن سمجھتے ہو؟ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ سچے نیک اور ہدایت یافتہ تھے اور حق کے تابع تھے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوئی اور میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کا ولی بنا اور تم نے مجھے بھی جھوٹا گناہ گار دھوکے باز اور خائن خیال کیا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کا تابع ہوں اور میں اس مال کا بھی ولی ہوں اور پھر تم میرے پاس آئے تم بھی ایک ہو اور تمہارا معاملہ بھی ایک ہے۔ تم نے کہا کہ یہ مال ہمارے حوالے کر دیں۔ میں نے کہا کہ میں اس شرط پر مال تمہارے حوالے کروں گا کہ اس مال میں تم وہی کچھ کرو گے جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے اور تم نے یہ مال اسی شرط پر مجھ سے لیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا: کیا ایسا ہی ہے؟ ان دونوں حضرات نے کہا: جی ہاں! حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم دونوں اپنے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے میرے پاس آئے ہو۔ اللہ کی قسم! میں قیامت تک اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا اگر تم سے اس کا انتظام نہیں ہو سکتا تو پھر یہ مال مجھے لوٹا دو۔

تشریح:

"مفضیا" یہ افضاء سے ہے کسی چیز تک پہنچنے کے معنی میں ہے یہاں چارپائی کی بنائی تسموں اور نوار تک پہنچنا مراد ہے "الی رُمال"

ومال نوادر کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ چار پائی پرٹلائی وغیرہ بستر نہیں تھا "یامال" یہ ترخیم المنادی ہے یا مالک مراد ہے۔
"قد دف" یہ دف یدف دفا ودفیفا سے ہے آہستہ آہستہ آنے کے معنی میں ہے یعنی آپ کے خاندان کے چند گھرانے آئے ہیں۔
"ابیات" گھرانے کو کہتے ہیں یہ بیت کی جمع یہاں جماعت مراد ہے "من قومک" یہ بنی نصر بن معاویہ ہوازن کے لوگ تھے مالک بن اوس انہیں میں سے تھے "برضخ" بالکل معمولی سے عطیہ کو کہتے ہیں "یرفا" یہ حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام کا نام ہے اس وقت وہ حضرت عمر کے دروازہ پر چوکیدار تھے جس کو حاجب کہتے ہیں جو سیکٹری کا کام بھی کرتے ہیں۔
"الکاذب الاثم" حضرت عباس چونکہ حضرت علی کے تایا ہیں بلکہ مدینہ منورہ میں سب کے دادا جان سمجھے جاتے تھے، اس طرح کلام غضب کے پیش نظر صرف کلام سمجھا جائے گا جن روایتوں میں "استبّا" کے الفاظ آئے ہیں کہ دونوں نے گالم گلوچ کیا اس سے بھی حضرت عباس کا یہی کلام مراد ہے، صحابہ کی پوری تاریخ میں حضرت عمر کے بارے میں اس طرح کلام کسی مسلمان نے نہیں کیا، اگر یہ جملے حضرت عمر کے بارے میں ہوتے تو شیعہ آسمان سر پر اٹھاتے اور پروپیگنڈہ کرتے اور گالیاں دیتے لیکن تعصب کا ناس ہو وہ حضرت علی کے بارے میں اس طرف اشارہ بھی نہیں کرتے، اہل سنت تو اس کلام کے مصداق کے بالکل قائل نہیں ہیں ان کو صرف ایک کلام سمجھتے ہیں۔
"اتئدا" باب افتعال سے یہ صیغہ "تؤدة" سے بنا ہے صبر اور نرمی وسکون کے معنی میں ہے، حضرت عباس اور حضرت علی سے خطاب ہے۔ ای اصبرا وتمهلا "انشدکما" یعنی میں تم دونوں کو خدا کی قسم کھلاتا ہوں آپ بتائیں کہ جو حقیقت میں بتا رہا ہوں یہ صحیح ہے یا نہیں؟ دونوں نے اقرار کیا کہ حقیقت اس طرح ہے "ما استاثر" ای لم یستبد بها یعنی آنحضرت نے صرف اپنی مرضی کے مطابق نہیں رکھا کہ تم کو بالکل الگ رکھا "اسوة المال" یعنی فئی مال اللہ تعالیٰ کے مال کی طرح رہ گیا جو فی سبیل اللہ خرچ ہوتا ہے۔
"هذا المال" اس سے بنو نضیر والا مال مراد ہے جو زمین کی شکل میں تھا "میراثک" یہ خطاب حضرت ابن عباس کو ہے۔
"من ابن اخیک" اس سے رسول اللہ ﷺ مراد ہیں حضرت عباس نبی اکرم ﷺ کے عصبہ تھے آنحضرت کا عصبہ صرف حضرت عباس تھے جس کو آدھا مال مل جاتا اگر میراث تقسیم ہو جاتی۔
"امرأته" اس سے مراد حضرت فاطمہ ہے کہ حضرت علی اپنی بیوی کا حق مانگتے ہیں کیونکہ فاطمہ اصحاب فروض میں تھیں تو اگر میراث تقسیم ہو جاتی تو آدھا مال حضرت فاطمہ کو مل جاتا اور آدھا حضرت عباس کو ملتا۔ "لا قضی بینکما" یعنی بطور تملیک آپ دونوں میں تقسیم کر کے دیدوں ایسا نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تو آنحضرت کی میراث میں تقسیم آجائے گی اور صریح حدیث اس کو منع کرتی ہے ابوداؤد شریف کی ایک روایت کی تشریح بھی یہاں لکھتا ہوں تاکہ اس باب کی احادیث کا پورا پس منظر سامنے آجائے۔
"ثلاث صفایا" صفایا یہ صفیۃ کی جمع ہے انتخاب اور چننے وپسند کرنے کو کہتے ہیں یعنی مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے کوئی چیز آنحضرت اپنے لیے منتخب کرتے تھے تو یہ صرف آنحضرت کے ساتھ خاص تھا آپ کے بعد کسی کے لئے جائز نہیں ہے صفی کا اطلاق یہاں شاید بطور مجاز

ہو کیونکہ یہ اموال تو مال فئی کے زمرے میں آتے ہیں گویا مال فئی پر صفی کا اطلاق کیا گیا ہے۔

"حبسا" روکے رکھنے کے معنی میں ہے یعنی اموال بنونضیر اور اموال فدک کو آنحضرت نے حوادثات اور مسافروں کی ضروریات کے لیے روکے رکھا اور اموال خیبر کو آپ نے تین حصوں پر تقسیم کیا ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لیے مخصوص کیا اور دو حصے عام مسلمانوں کے لیے مخصوص کیے اصل پس منظر یہ تھا کہ حضرت علی اور حضرت عباس دونوں یہ مطالبہ لیکر آئے تھے کہ یہ اموال ہمارے درمیان تقسیم کیا جائے، حضرت عمرؓ نے اس سے انکار کیا البتہ ان دونوں کو ان اموال کے متولی بنادیا مگر اس تولیت میں بھی وہ آپس میں متفق نہ ہوسکے پھر حضرت عباسؓ نے آکر حضرت علی کے بارہ میں سخت الفاظ استعمال کیے اور تقسیم کا مطالبہ کیا حضرت عمرؓ نے تقسیم سے انکار کیا اور اس کا پورا پس منظر بیان کیا کہ یہ وقفی اموال ہیں اگر تم نہیں سنبھال سکتے ہوتو واپس کردو آئندہ حدیث میں بھی تفصیل آرہی ہے لیکن سب سے زیادہ تفصیل بخاری کی کتاب المغازی میں ہے۔

٤٥٧٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ ابْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا، وقَالَ الْآخَرَانِ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ بِنَحْوِ حَدِيثِ مَالِكٍ، غَيْرَ أَنَّ فِيهِ، فَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ مِنْهُ سَنَةً، وَرُبَّمَا قَالَ مَعْمَرٌ: يَحْبِسُ قُوتَ أَهْلِهِ مِنْهُ سَنَةً، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ مِنْهُ مَجْعَلَ مَالِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے میری طرف پیغام بھیجا اور فرمایا کہ تمہاری قوم کے کچھ لوگ میرے پاس آئے۔ اس سے آگے اسی طرح حدیث بیان فرمائی سوائے اس کے کہ اس روایت میں ہے: آپ ﷺ ان مالوں میں سے اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کا خرچ نکال لیتے تھے۔ معمر راوی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کی خوراک (اس مال سے) رکھتے تھے۔ پھر جو مال بچتا اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے رکھتے تھے۔

باب قول النبی ﷺ ما ترکنا فھو صدقة وقصة ابی بکر وفاطمه

آنحضرت کی میراث کا مسئلہ اور صدیق وفاطمہ کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

٤٥٧٦ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ

قَالَتْ: إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَيَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ عَائِشَةُ لَهُنَّ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو نبی ﷺ کی (دیگر) ازواج مطہرات نے ارادہ کیا کہ حضرت عثمان بن عفان کو حضرت ابوبکر کی طرف روانہ فرمائیں اور ان سے نبی ﷺ کی میراث میں سے اپنا حصہ طلب کریں۔ حضرت عائشہ نے ان (ازواج مطہرات) سے فرمایا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

حضرت علی نے سرِعام صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی

٤٥٧٧ ۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، أَخْبَرَنَا حُجَيْنٌ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ، وَفَدَكٍ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ، وَإِنِّي وَاللهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ شَيْئًا، فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ، قَالَ: فَهَجَرَتْهُ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ، وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ لَيْلًا، وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ، وَصَلَّى عَلَيْهَا عَلِيٌّ، وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وِجْهَةٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتِ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ، فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ، وَلَمْ يَكُنْ بَايَعَ تِلْكَ الْأَشْهُرَ، فَأَرْسَلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنِ ائْتِنَا وَلَا يَأْتِنَا مَعَكَ أَحَدٌ، كَرَاهِيَةَ مَحْضَرِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ عُمَرُ لِأَبِي بَكْرٍ: وَاللهِ، لَا تَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَمَا عَسَاهُمْ أَنْ يَفْعَلُوا بِي؟ إِنِّي وَاللهِ لَآتِيَنَّهُمْ، فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ، فَتَشَهَّدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ، وَمَا أَعْطَاكَ اللهُ، وَلَمْ نَنْفَسْ

عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللهُ إِلَيْكَ، وَلَكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ، وَكُنَّا نَحْنُ نَرَى لَنَا حَقًّا لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُ أَبَا بَكْرٍ حَتَّى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي، وَأَمَّا الَّذِي شَجَرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَمْوَالِ، فَإِنِّي لَمْ آلُ فِيهَا عَنِ الْحَقِّ، وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ، فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِي بَكْرٍ: مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةُ لِلْبَيْعَةِ، فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ صَلَاةَ الظُّهْرِ، رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ، وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ، وَأَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ، وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللهُ بِهِ، وَلَكِنَّا كُنَّا نَرَى لَنَا فِي الْأَمْرِ نَصِيبًا، فَاسْتُبِدَّ عَلَيْنَا بِهِ، فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا، فَسُرَّ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ، وَقَالُوا: أَصَبْتَ، فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرَ الْمَعْرُوفَ،

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی نے حضرت ابوبکرؓ سے اپنی میراث کے بارے میں پوچھنے کے لیے پیغام بھیجا جو آپ ﷺ کو مدینہ اور فدک کے فئی اور خیبر کے خمس سے حصہ میں ملا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم کسی کو وارث نہیں چھوڑتے اور ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے البتہ آل محمد اس مال سے کھاتے رہیں گے اور میں اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں کسی چیز کی بھی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اس صورت سے جس صورت میں وہ رسول اللہ ﷺ اس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس (فدک وغیرہ) میں سے کوئی بھی چیز حضرت فاطمہ کو دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت فاطمہ کو حضرت ابوبکرؓ سے اس وجہ سے ناراضگی ہوئی۔ پس انہوں نے (حضرت ابوبکر سے بولنا) ترک کر دیا اور ان سے بات نہ کی یہاں تک کہ فوت ہو گئیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں جب وہ فوت ہو گئیں تو انہیں ان کے خاوند حضرت علی بن ابی طالب نے رات کو ہی دفن کر دیا اور ابوبکر کو اس کی اطلاع نہ دی اور ان کا جنازہ حضرت علیؓ نے خود پڑھایا اور حضرت علیؓ کے لیے لوگوں کا فاطمہ کی زندگی میں کچھ میلان تھا۔ جب وہ فوت ہو گئیں تو حضرت علیؓ نے لوگوں کے رویہ میں کچھ تبدیلی محسوس کی تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ صلح اور بیعت کا راستہ ہموار کرنا چاہا کیونکہ (علیؓ) نے ان مہینوں تک بیعت نہ کی تھی اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس آؤ اور تمہارے سوا کوئی اور نہ آئے۔ حضرت عمر بن خطاب کے آنے کو ناپسند کرنے کی وجہ سے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر سے کہا: اللہ کی قسم! آپ ان کے پاس اکیلے نہ جائیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا مجھے ان سے یہ امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ کوئی ناروا سلوک کریں گے۔ میں اللہ کی قسم! ان کے پاس ضرور جاؤں

گا۔ پس حضرت ابوبکر ان کے پاس تشریف لے گئے۔ تو حضرت علیؓ بن ابی طالب نے کلمہ شہادت پڑھا پھر کہا: اے ابوبکر! تحقیق ہم آپ کی فضیلت پہچان چکے ہیں، جو اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے اسے جانتے ہیں اور جو بھلائی آپ کو عطا کی گئی ہے ہم اس کی رغبت نہیں کرتے۔ اللہ نے آپ ہی کے سپرد کی ہے لیکن آپ نے خود ہی مشورہ کے بغیر یہ خلافت حاصل کر لی اور ہم اپنے لیے رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری کی وجہ سے (خلافت) کا حق سمجھتے تھے۔ پس اسی طرح وہ (علیؓ) حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (حضرت علی کے بعد) جب حضرت ابوبکر نے گفتگو کی تو کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے ساتھ حسن سلوک کرنا اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔ بہرحال ان اموال کا معاملہ جو میرے اور تمہارے درمیان ہوا ہے اس میں بھی میں نے کسی کے حق کو ترک نہیں کیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو جس معاملہ میں جس طرح کرتے دیکھا میں نے بھی اس معاملہ کو اسی طرح سر انجام دیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا: آج سہ پہر کے وقت آپ سے بیعت کرنے کا وقت ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ظہر کی نماز ادا کی منبر پر چڑھے اور کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت علیؓ کے معاملہ اور بیعت سے رہ جانے کا قصہ اور وہ عذر بیان کیا جو حضرت علیؓ نے ان کے سامنے پیش کیا۔ پھر حضرت علیؓ بن ابی طالب نے استغفار کیا اور کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت ابوبکر کے حق کی عظمت کا اقرار کیا اور بتایا کہ میں نے جو کچھ کیا وہ اس وجہ سے نہیں کیا کہ مجھے حضرت ابوبکر کی خلافت پر شک تھا اور نہ اس فضیلت سے انکار کی وجہ سے جو انہیں اللہ نے عطا کی ہے بلکہ ہم اس امر (خلافت) میں اپنا حصہ خیال کرتے تھے اور ہمارے مشورہ کے بغیر ہی حکومت بنالی گئی جس کی وجہ سے ہمارے دلوں میں رنج پہنچا۔ مسلمان یہ سن کر خوش ہوئے اور انہوں نے کہا: آپ نے درست کیا ہے اور مسلمان پھر حضرت علیؓ کے قریب ہونے لگے، جب انہوں نے اس معروف راستہ کو اختیار کیا۔

تشریح:

"ان عمر بن عبد العزیز" یہ جملہ یہاں مسلم کی اس حدیث میں نہیں ہے بلکہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث میں ہے اس کے پس منظر کو بیان کیا گیا ہے چونکہ یہ ایک تاریخی پس منظر ہے تو اس کی تشریح اس حدیث کے ساتھ لکھتا ہوں دونوں کا مضمون قریب قریب ہے، اس حدیث میں بات یہاں سے اس لیے چلی ہے کہ بنو مروان نے فدک وغیرہ کے وقفی اموال کو قبضہ کر کے ذاتی اموال میں داخل کیا تھا اور عمر بن عبدالعزیز اسے چھڑا کر وقفی حیثیت پر رکھنا چاہتے تھے۔ "کانت له فدک" فدک ایک بستی کا نام ہے جو خیبر کے اطراف میں ہے مدینہ سے دو روز کے فاصلے پر یہ بستی واقع ہے یہ ایک سرسبز و شاداب جگہ تھی جہاں زیادہ تر کھجور اور کچھ دوسرے پھلوں کے باغات بھی تھے آنحضرت کو فدک صلح کی صورت میں ملی تھی جس کی حیثیت مال فئی کی تھی باغ فدک، اموال بنو نضیر اور خیبر کی زمین آنحضرت کے

پاس ذاتی حیثیت سے تھی آنحضرت اپنے اہل بیت کے علاوہ عام مسلمانوں کے مصرف میں یہ اموال لاتے تھے آپ کے وصال کے بعد اہل بیت اور آپ کے خاندان کے بعض افراد نے ان اموال پر ذاتی میراث کا دعویٰ کیا مگر خلفاء نے اس کو وقف کی حیثیت میں رکھا اور میراث نہیں ہونے دیا کیونکہ انبیاء کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوسکتا کیونکہ وفات کے بعد انبیاء زندہ ہوتے ہیں جس کا اثر دنیا پر پڑتا ہے حضرت فاطمہؓ نے حضور اکرم کی حیات میں بھی اس کا مطالبہ کیا تھا مگر آنحضرت نے دینے سے انکار کیا۔ زیر بحث روایت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس مال کا پس منظر بنو مروان کے سامنے بیان کر کے اس کو اسی حیثیت پر وقف میں رکھا جس طرح وہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں تھا کچھ تفصیل کے ساتھ اس پس منظر کو اپنے الفاظ میں قارئین کے سامنے رکھتا ہوں۔

مال فدک باغ فدک تھا حضرت فاطمہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے مانگا آنحضرت ﷺ نے دینے سے انکار کیا آپ اس سے عام خرچ فرماتے تھے پھر حضرت فاطمہ نے صدیق اکبر سے مانگا حضرت صدیق نے "لا نوث ولا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ" کی حدیث سنائی اور دینے سے انکار کیا حضرت فاطمہ بتقضائے بشریت ناراض ہوگئیں پھر حضرت صدیق ان کے گھر پر گئے اور دھوپ میں کھڑے رہے اور معافی مانگتے رہے حضرت فاطمہ نے معاف کر دیا اور اس سلسلہ میں پھر کبھی مراجعت نہیں کی چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ کا انتقال ہوگیا تو کوئی لمبے جھگڑے نہیں ہوئے، شیعہ روافض ذاکرین ویسے شور کرتے ہیں اور اس سے مجالس گرما کر لوگوں کو رلاتے ہیں اور صحابہ پر تبرا کرتے ہیں، میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ حضرت فاطمہ نے فدک کا باغ آنحضرت سے بھی مانگا تھا اور حضور نے دینے سے انکار کیا تھا اس پر شور کیوں نہیں کرتے ہو؟ پھر جب حضرت علی خلیفہ ہوئے فدک کا باغ موجود تھا آپ نے اسے لیکر حسنین کو کیوں نہ دیا؟ پھر حضرت حسن خود خلیفہ ہوئے اور چھ ماہ تک خلافت کی آپ نے اس کو اپنے اموال میں کیوں شامل نہ کیا؟ شرم کی بات ہے فدک کے باغ کی وجہ سے پروپیگنڈہ بنا کر صحابہ پر طعن کرتے ہو حالانکہ صحابہ کا مفتوحہ ملک ایران پر خاموشی سے قابض ہو؟ تم ایران واپس کر دو تم کو فدک کا باغ واپس مل جائے گا۔

بہر حال فدک کی طرح بنو نضیر کے اموال کا مسئلہ بھی اٹھا حضور اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد اس مال کو وقف کے طور پر صدیق اکبر نے سنبھالا پھر عمر فاروق نے نگرانی کی پھر حضرت علی وعباس مشترکہ طور پر اس کے نگران بنائے گئے مگر آپس میں اختلاف کی وجہ سے اس مال سے متعلق حضرت علی وحضرت عباس نے اس کی تقسیم کا مطالبہ کیا کہ الگ الگ اپنے اپنے حصہ کی نگرانی کریں گے، حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور فرمایا یہ تو ایک قسم تقسیم ہو جائے گی اس طرح نہیں ہوگا پھر مروان نے ان اموال کو ذاتی جائیداد میں شامل کرلیا اور بنو مروان نے آپس میں تقسیم کر کے رکھدیا جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو آپ نے دیگر اصلاحات کے ساتھ ساتھ یہ اصلاح بھی کی کہ ان اموال کو ان سے واپس کرالیا اور وقف کی حیثیت سے رکھ لیا آپ کے انتقال کے بعد پھر بنو مروان نے اس کو تقسیم کرلیا اور ایسا غائب کر دیا کہ آج تک معلوم نہ ہوسکا کہ یہ اموال کہاں گئے؟ بہر حال اللہ تعالیٰ صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ پر رحمتیں نازل فرمائے انہوں نے بڑی مشقتیں اٹھا

کر ایک شرعی مسئلہ کی حفاظت فرمائی۔

''فوجدت'' یہ موجدۃ سے ہے غصہ اور غضب کے معنی میں ہے''قال فھجرتہ ''یعنی راوی کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکرؓ سے ترک کلام کیا اور چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ وفات پا گئیں۔اس قال سے پتہ چلتا ہے کہ وجدت اور فھجرت کے الفاظ راوی کی طرف سے ادراج ہے کیونکہ عام مستند سندوں میں اور بخاری میں اور دیگر کتابوں میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور اگر یہ الفاظ صحیح سند کے ساتھ ثابت بھی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے پھر اس سلسلہ میں صدیق سے بات نہیں کی بلکہ حدیث کے سننے سے اپنے مطالبہ سے باز آگئیں۔معمر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں''فلم تکلمہ فی ذلک المال ''بہر حال بشریت کے تقاضا کے تحت اگر حضرت فاطمہ ناراض ہو گئیں ہوں تو اس میں حضرت صدیق کا کوئی قصور نہیں ہے،ازواج مطہرات نے بھی اس مال کا مطالبہ کیا تھا لیکن جب حضرت عائشہ نے اس حدیث کو سنایا تو سب اپنے مطالبے سے دستبردار ہو گئیں جس طرح اس سے پہلی روایت میں تفصیل ہے۔

امام شعبی کی ایک روایت کو امام بیہقی نے نقل کیا کہ حضرت صدیق حضرت فاطمہ کی عیادت کے لیے گئے تو حضرت علیؓ نے فاطمہ سے پوچھا کہ ابوبکر آئے ہیں اجازت دیدوں؟؟؟''ولم یؤذن بھا ابو بکر ''یہ بھی راوی کے ادراج میں سے ہے حالانکہ حضرت فاطمہ کا جنازہ ابوبکر صدیق نے پڑھایا چنانچہ خطیب بغدادی اپنی صحیح سند کے ساتھ محمد بن باقر سے یوں نقل کرتے ہیں''قال ماتت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ ابوبکر وعمر لیصلوا فقال ابوبکر لعلی بن ابی طالب تقدم فقال ما کنت لأتقدم وانت خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتقدم ابوبکر وصلی علیھا (تکملہ ج ۳ ص:۱۰۱)

''وجھۃ ''قبولیت واقبال واکرام کے معنی میں ہے''استنکر علی ''یعنی حضرت علی نے دیکھا کہ لوگوں کے چہرے بدل گئے تو آپ نے صدیق کی بیعت کا ارادہ کر لیا''ولم ننفس ''سمع یسمع سے ہے حسد کے معنی میں ہے اصل میں رغبت اور رشک کو کہتے ہیں۔

''استبدت ''یعنی خود سے فیصلہ کیا کوئی مشورہ نہیں کیا بہر حال ان مذاکرات کے بعد دوسرے دن حضرت علی نے لوگوں کے سامنے صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی صحابہ سب راضی ہو گئے مگر شیعہ روافض ناراض ہیں''قل موتوا بغیظکم''

٤٥٧٨ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ ابْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا، وَقَالَ الْآخَرَانِ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَهُمَا حِينَئِذٍ يَطْلُبَانِ أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ، وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ، فَقَالَ لَهُمَا أَبُو بَكْرٍ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ مِنْ حَقِّ أَبِي بَكْرٍ وَذَكَرَ فَضِيلَتَهُ وَسَابِقَتَهُ، ثُمَّ مَضَى إِلَى أَبِي

بَكْرٍ فَبَايَعَهُ، فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَى عَلِيٍّ، فَقَالُوا: أَصَبْتَ وَأَحْسَنْتَ، فَكَانَ النَّاسُ قَرِيبًا إِلَى عَلِيٍّ حِينَ قَارَبَ الْأَمْرَ الْمَعْرُوفَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ اور عباسؓ دونوں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے ان سے رسول اللہ ﷺ کی میراث میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ کیا اور وہ دونوں حضرات اس وقت فدک کی زمین اور خیبر کے حصہ میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ کر رہے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں سے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا پھر مذکورہ حدیث کی طرح حدیث بیان کی۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ پھر حضرت علی کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے حق پر ہونے کی عظمت اور ان کی فضیلت اور ان کی دین میں سبقت کا ذکر کیا پھر وہ حضرت ابوبکر کی طرف گئے اور ان کی بیعت کی پھر لوگ علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ نے صحیح اور اچھا کام کیا ہے تو لوگ علیؓ کے قریب ہو گئے جس وقت کہ انہوں نے یہ نیک کام کیا۔

۴۵۷۹۔ وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْسِمَ لَهَا مِيرَاثَهَا، مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، قَالَ: وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ أَبَا بَكْرٍ نَصِيبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ، وَفَدَكٍ، وَصَدَقَتِهِ بِالْمَدِينَةِ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذَلِكَ، وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ، إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، إِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ، فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ، فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ، فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا عَلِيٌّ، وَأَمَّا خَيْبَرُ وَفَدَكُ، فَأَمْسَكَهُمَا عُمَرُ، وَقَالَ: هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ، وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلَى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ، قَالَ: فَهُمَا عَلَى ذَلِكَ إِلَى الْيَوْمِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ خبر دیتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں سے جو اللہ نے آپ ﷺ کو بطور فئی دیا تھا، اس میراث کو آپ نے تقسیم کیا؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم (نبیوں اور رسولوں) کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے راوی کہتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں اور حضرت فاطمہؓ نے آپ ﷺ کے اس ترکہ میں سے جو آپ ﷺ نے خیبر، فدک اور مدینہ کے صدقہ میں سے چھوڑا تھا اس میں سے اپنے حصہ کا حضرت ابوبکرؓ سے سوال کرتی رہیں تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کو دینے سے انکار کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں کوئی وہ عمل نہیں چھوڑوں گا کہ جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا سوائے اس کے کہ میں اسی پر عمل کروں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے آپ ﷺ کے کیے ہوئے کسی عمل کو چھوڑا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور جو مدینہ کے صدقات ہیں تو وہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو دیدیئے مگر ان پر حضرت علی کا غلبہ ہو گیا اور خیبر اور فدک کے مال کو حضرت عمرؓ نے اپنے پاس رکھا اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صدقات ہیں جن کو آپ ﷺ اپنے حقوق اور ملکی ضروریات میں خرچ کرتے تھے اور یہ اس کی تولیت (یعنی زیر نگرانی) میں رہیں گے کہ جو مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا تو آج تک ان کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔

۴۵۸۰ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمَئُونَةِ عَامِلِي، فَهُوَ صَدَقَةٌ.

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میری وراثت میں سے ایک دینار بھی کسی کو نہیں دے سکتے اور میری ازواج (مطہرات) اور میرے عامل کے اخراجات کے بعد میرے مال میں سے جو کچھ بچے گا تو وہ صدقہ ہوگا۔

۴۵۸۱ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

حضرت ابوالزناد سے اس سندوں کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث کی طرح روایت منقول ہے۔

باب كيفية قسمة الغنيمة على الحاضرين

مجاہدین کے درمیان مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

۴۵۸۲ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ، كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمٍ، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ فِي النَّفَلِ، لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ، وَلِلرَّجُلِ سَهْمًا،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں سے گھوڑے کے لیے دو حصے اور

آدمی کے لیے ایک حصہ تقسیم (مقرر) فرمایا ہے۔

تشریح:

" للفرس سهمين "یعنی گھوڑے کو دو حصے دیے اور شہسوار کو ایک حصہ دیدیا تو پیدل شخص کو ایک حصہ ملا اور شہسوار کو تین حصے مل گئے۔
میدان جہاد میں دو قسم کے لوگ لڑتے ہیں ایک قسم وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس گھوڑے ہوتے ہیں اور دوسری قسم پیدل لوگ ہوتے ہیں اب گھڑ سوار کے حصہ اور پیدل کے حصہ میں فرق تو ہے کہ گھڑ سوار کو زیادہ ملے گا پیدل کو کم ملے گا لیکن حصہ کے تعین میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کس کو کتنا ملے گا۔

فقہاء کا اختلاف

ائمہ ثلاثہ جمہور کے ہاں پیدل مجاہد کو ایک حصہ ملے گا اور شہسوار کو تین حصے ملیں گے ایک حصہ ان کا اپنا ہوگا اور دو حصے گھوڑے کی وجہ سے ان کو ملیں گے۔ ائمہ احناف کے نزدیک پیدل آدمی کو ایک حصہ ملے گا لیکن شہسوار کو دو حصے ملیں گے ایک حصہ ان کا ہوگا اور ایک حصہ اس کے گھوڑے کا ہوگا۔

دلائل

جمہور نے زیر بحث حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو اپنے مدعا پر واضح دلیل ہے۔ ائمہ احناف نے ابوداؤد کی مجمع بن جاریہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں واضح طور پر مذکور ہے کہ خیبر میں پیدل کو ایک حصہ اور شہسوار کو دو حصے دیے گئے تھے الفاظ اس طرح ہیں "فاعطى الفارس سهمين والراجل سهما" (ابوداؤد)
حضرت مجمع بن جاریہ کی روایت میں اموال غنائم کے حصوں کی تقسیم اور مجاہدین کی تعداد کا بیان بھی موجود ہے جس سے احناف کے مسلک کا واضح طور پر ثبوت ہو جاتا ہے اور جمہور کے مسلک کی نفی ہوتی ہے وہ اس طرح کہ خیبر کے اموال کے کل حصے اٹھارہ تھے اور مجاہدین پندرہ سو تھے، جن میں تین سو شہسوار تھے اور بارہ سو پیدل تھے۔ تین سو شہسواروں میں سے ہر سو کو دو دو حصے دیے گئے تو چھ حصے گئے باقی بارہ حصے بچ گئے بارہ سو پیدل والوں میں ہر سو کو ایک ایک حصہ دیا گیا تو پندرہ سو مجاہدین پر اٹھارہ حصے پورے تقسیم ہو گئے۔
اگر جمہور کے مسلک کے مطابق شہسوار کو تین حصے دیے گئے تو تین سو مجاہدین کو ۹ حصے مل جائیں گے اور بارہ سو کو بارہ حصے مل جائیں گے اس طرح مال غنیمت کے کل حصے اکیس ہو جائیں گے حالانکہ حضرت مجمع بن جاریہ کی روایت میں واضح الفاظ میں آیا ہے کہ "فقسمها رسول الله صلى الله عليه وسلم ثمانية عشر سهما" یعنی کل حصے اٹھارہ تھے۔
سوال: یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ آنے والی مجمع بن جاریہ کی روایت کے متعلق امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی زیر بحث

روایت اصح اور راجح ہے اور مجمع بن جاریہ کی روایت میں کسی راوی سے وہم ہوگیا ہے دراصل تین سو شہسوار نہیں تھے بلکہ دو سو شہسوار تھے اور دوسو کو چھ حصے مل گئے تھے۔

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر دو سو شہسوار کو بھی تسلیم کرلیا جائے پھر بھی جمہور کی بات نہیں بنے گی کیونکہ یہ طے ہے کہ مجاہدین پندرہ سو تھے جو حدیبیہ سے سیدھے خیبر آکر لڑے تھے اگر شہسوار دو سو تھے تو پیدل تیرہ سو ہوں گے جن کو اگر تیرہ حصے دیئے گئے تو چھ اور تیرہ پھر انیس حصے بن جائیں گے حالانکہ یہ طے ہے کہ حصے کل اٹھارہ تھے۔

ائمہ احناف کی دوسری دلیل حضرت ابن عمر ہی کی ایک روایت ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے الفاظ یہ ہیں "للفارس سهمان وللراجل سهم" ائمہ احناف نے حضرت ابن عمر کی اس روایت کو راجح قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ گھوڑا جہاد کا آلہ ہے اور آدمی ذی الالہ ہے آلہ کا درجہ ذی الآلہ سے بڑھ کر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ انسان گھوڑے کے بغیر لڑ سکتا ہے لیکن گھوڑا انسان کے بغیر نہیں لڑسکتا ہے۔

جواب: زیر بحث حضرت ابن عمرؓ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ تنفیل اور مزید انعام پر محمول ہے تاکہ اس طرح گھڑسواروں کی حوصلہ افزائی ہوجائے اور لوگ زیادہ گھوڑوں کو لیکر آئیں، صاحب ہدایہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت ابن عمر کی دونوں روایتوں میں تعارض ہے تو دونوں ساقط ہیں لہٰذا حضرت مجمع بن جاریہ کی روایت احناف کے استدلال کے لیے سالم رہ گئی۔

٤٥٨٣ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِي النَّفْلِ

حضرت عبید اللہ نے اسی سند کے ساتھ اسی طرح روایت نقل کی ہے اور اس روایت میں "نفل" یعنی مال غنیمت کا ذکر نہیں

باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر وقصة الفدية

غزوہ بدر میں فرشتوں کی مدد اور فدیہ لینے کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک لمبی حدیث نقل فرمائی ہے

٤٥٨٤ ۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، حَدَّثَنِي سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ، ح وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنِي أَبُو زُمَيْلٍ هُوَ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَلْفٌ، وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا، فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ: اللَّهُمَّ أَنْجِزْ

لِي مَا وَعَدْتَنِي، اللّٰهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِي، اللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ، فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ، مَادًّا يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، حَتَّى سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ مَنْكِبَيْهِ، فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ، فَأَلْقَاهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ الْتَزَمَهُ مِنْ وَرَائِهِ، وَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ، فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ) (الأنفال) فَأَمَدَّهُ اللهُ بِالْمَلَائِكَةِ، قَالَ أَبُو زُمَيْلٍ: فَحَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَئِذٍ يَشْتَدُّ فِي أَثَرِ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ أَمَامَهُ، إِذْ سَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ فَوْقَهُ وَصَوْتَ الْفَارِسِ يَقُولُ: أَقْدِمْ حَيْزُومُ، فَنَظَرَ إِلَى الْمُشْرِكِ أَمَامَهُ فَخَرَّ مُسْتَلْقِيًا، فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ قَدْ خُطِمَ أَنْفُهُ، وَشُقَّ وَجْهُهُ، كَضَرْبَةِ السَّوْطِ فَاخْضَرَّ ذٰلِكَ أَجْمَعُ، فَجَاءَ الْأَنْصَارِيُّ، فَحَدَّثَ بِذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: صَدَقْتَ، ذٰلِكَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، فَقَتَلُوا يَوْمَئِذٍ سَبْعِينَ، وَأَسَرُوا سَبْعِينَ، قَالَ أَبُو زُمَيْلٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَلَمَّا أَسَرُوا الْأُسَارَى، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ: مَا تَرَوْنَ فِي هٰؤُلَاءِ الْأُسَارَى؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا نَبِيَّ اللهِ، هُمْ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِيرَةِ، أَرَى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فِدْيَةً فَتَكُونُ لَنَا قُوَّةً عَلَى الْكُفَّارِ، فَعَسَى اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ لِلْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَرَى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ قُلْتُ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَرَى الَّذِي رَأَى أَبُو بَكْرٍ، وَلٰكِنِّي أَرَى أَنْ تُمَكِّنَّا فَنَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ، فَتُمَكِّنَ عَلِيًّا مِنْ عَقِيلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ، وَتُمَكِّنِّي مِنْ فُلَانٍ نَسِيبًا لِعُمَرَ، فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَصَنَادِيدُهَا، فَهَوِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ، وَلَمْ يَهْوَ مَا قُلْتُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جِئْتُ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ قَاعِدَيْنِ يَبْكِيَانِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنِي مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَبْكِي أَنْتَ وَصَاحِبُكَ؟ فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ، وَإِنْ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبْكِي لِلَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنْ أَخْذِهِمِ الْفِدَاءَ، لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُهُمْ أَدْنَى مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ شَجَرَةٍ قَرِيبَةٍ مِنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ) (الأنفال:٦٧) إِلَى قَوْلِهِ (فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا) (الأنفال :٦٩) فَأَحَلَّ اللهُ الْغَنِيمَةَ لَهُمْ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ ﷺ کے صحابہ تین سو انیس تھے۔ اللہ کے نبی نے قبلہ کی طرف منہ فرما کر اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور اپنے رب سے پکار پکار کر دعا مانگنا شروع کردی۔ اے اللہ! میرے لیے اپنے کیے ہوئے وعدہ کو پورا فرما۔ اے اللہ! اپنے وعدہ کے مطابق عطا فرما۔ اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پر آپ کی عبادت نہ کی جائے گی۔ آپ ﷺ برابر اپنے رب سے ہاتھ دراز کیے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر مبارک آپ ﷺ کے شانہ سے گر پڑی۔ پس حضرت ابوبکر آئے آپ کی چادر کو اٹھایا اسے آپ کے کندھے پر ڈالا پھر آپ کے پیچھے سے آپ سے لپٹ گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ کی رب سے دعا کافی ہوچکی، عن قریب وہ آپ سے اپنے کیے وعدے کو پورا کرے گا۔ اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ”جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کی کہ میں تمہاری مدد ایک ہزار لگاتار فرشتوں سے کروں گا۔“ پس اللہ نے آپ ﷺ کی فرشتوں کے ذریعہ امداد فرمائی۔ حضرت ابوزمیل نے کہا: حضرت ابن عباسؓ نے یہ حدیث اس دن بیان فرمائی جب مسلمانوں میں سے ایک آدمی مشرکین میں سے آدمی کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ جو اس سے آگے تھا۔ اچانک اس نے اوپر سے ایک کوڑے کی ضرب لگنے کی آواز سنی اور یہ بھی سنا کہ کوئی گھوڑا سوار یہ کہہ رہا ہے: اے حیزوم! آگے بڑھ۔ پس اس نے اپنے آگے مشرک کی طرف دیکھا کہ وہ چت گر پڑا ہے جب اس کی طرف غور سے دیکھا تو اس کا ناک زخم زدہ تھا اور اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا کوڑے کی ضرب کی طرح اور اس کا پورا جسم نیلا ہو چکا تھا۔ پس اس انصاری نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا، یہ مدد تیسرے آسمان سے آئی تھی۔ پس اس دن ستر آدمی مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ ابوزمیل نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: جب (صحابہ نے) قیدیوں کو گرفتار کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر وعمرؓ سے فرمایا: تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! وہ ہمارے چچازاد اور خاندان کے لوگ ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ وصول کرلیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف طاقت حاصل ہوجائے گی اور ہوسکتا ہے کہ اللہ انہیں اسلام لانے کی ہدایت عطا فرمادیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! میری وہ رائے نہیں جو حضرت ابوبکرؓ کی رائے ہے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے سپرد کردیں تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑادیں۔ حضرت عقیل کو حضرت علیؓ کے سپرد کریں، وہ اس کی گردن اڑائیں اور فلاں آدمی میرے سپرد کریں اپنے رشتہ داروں میں سے ایک کا نام لیا تاکہ میں اس کی گردن ماردوں یہ کفر کے پیشوا اور سردار

ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر کے رائے کی طرف مائل ہوئے اور میری رائے کی طرف مائل نہ ہوئے۔ جب آیندہ روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر دونوں بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیں تو سہی کس چیز نے آپ ﷺ کو اور آپ کے دوست کو رلا دیا۔ پس اگر میں رو سکا تو میں بھی روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت ہی اختیار کرلوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس وجہ سے رو رہا ہوں جو مجھے تمہارے ساتھیوں سے فدیہ لینے کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ تحقیق! مجھ پر ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا۔ اللہ کے نبی ﷺ کے قریب درخت کو اشارہ کیا اور اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی: یہ بات نبی کی شان کے مناسب نہیں ہے کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں یہاں تک کہ (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہائے'' سے اللہ عزوجل کے قول: ''پس کھاؤ جو مال غنیمت تمہیں ملا ہے (کہ وہ تمہارے لیے) حلال طیب (ہے)۔'' پس اللہ نے صحابہ کے لیے غنیمت حلال کر دی۔

تشریح:

''یوم بدر'' بدر ایک معروف مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے جنوب مغرب میں ایک سو پچپن کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے جنگ بدر اسلام کی تاریخ کا پہلا معرکہ ہے جو مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان دو ہجری سترہ رمضان جمعہ کے دن واقع ہوا تھا جس نے حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کن فاصلہ کی بنیاد فراہم کی کفار قریش کو بدترین شکست ہوگئی ستر صنادید قریش مارے گئے اور ستر گرفتار ہوگئے۔

''ما وعدتنی'' اس وعدہ سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے ﴿واذ يعدكم الله احدى الطائفتين انها لكم﴾ (الانفال)

''یھتف'' بے اختیار بلند آواز سے فریاد کے انداز میں پکارنے کو کہتے ہیں اسی سے ہاتف غیبی ہے اور اسی سے ہاتف ٹیلیفون ہے۔

''لا تعبد فی الارض'' مطلب یہ ہے کہ اگر اہل اسلام اپنے بڑے کے ساتھ مارے جائیں تو آیندہ تو کوئی نبی آنے والا نہیں ہے تو عبادت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا پھر اللہ کی عبادت زمین میں نہیں ہوگی۔ ''کذاک'' ای کفاک ''مناشدتک'' انتہائی اصرار کے ساتھ تضرع وزاری کے سوال کو کہتے ہیں۔

''اقدم حیزوم'' یہ تقدم کے معنی میں ہے اور حیزوم اس گھوڑے کا نام ہے جس کو فرشتہ چلا رہا تھا فرشتے کی آواز سنائی دیتی تھی مگر کچھ نظر نہیں آتا تھا ''اخضر'' یعنی اس کافر کا جسم پورے کا پورا نیلا پڑ چکا تھا فرشتوں نے عملی طور پر جنگ بدر میں جنگ لڑی ہے ایک ہزار فرشتے آئے تھے پانچ سو کی کمان حضرت جبریل کر رہے تھے اور پانچ سو کی کمان حضرت میکائیل کے ہاتھ میں تھی فرشتوں کو ایک انسان کی مقدار طاقت دی جاتی ہے جب وہ انسان کی شکل میں متشکل جاتے ہیں۔

"فهوی" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلان بھی حضرت ابوبکر کی رائے کی طرف تھی اور اسی پر فیصلہ ہوگیا۔

"ان یکون له اسری" یعنی نبی کی شایان شان یہ نہیں کہ ان کے قیدی ہوں بلکہ قیدیوں کو مارنا چاہیے یہاں تک کہ زمین میں خوب خون بہہ جائے اثخان خون بہانے کو کہتے ہیں۔

باب ربط الاسیر وفیه قصة ثمامه بن أثال

قیدی کو ستون سے باندھنا جائز ہے ثمامہ بن اثال کا قصہ

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

٤٥٨٤ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ، إِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ قَالَ: مَا قُلْتُ لَكَ، إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَانَ مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ، إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ، فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، يَا مُحَمَّدُ، وَاللهِ، مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ كُلِّهَا إِلَيَّ، وَاللهِ، مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ، فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ كُلِّهِ إِلَيَّ، وَاللهِ، مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ، فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ كُلِّهَا إِلَيَّ، وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ: أَصَبَوْتَ، فَقَالَ: لَا، وَلَكِنِّي أَسْلَمْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَا وَاللهِ،

لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ»

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ فرمایا تو وہ بنو حنیفہ کے ایک آدمی کو لائے جسے ثمامہ بن اثال، اہل یمامہ کا سردار کہا جاتا تھا۔ صحابہ نے اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اے ثمامہ! کیا خبر ہے؟ اس نے عرض کیا: اے محمد: خیر ہے اگر آپ قتل کریں تو ایک خونی (طاقتور) آدمی کو قتل کریں گے اور اگر آپ احسان فرمائیں تو شکرگزار آدمی پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال کا ارادہ فرماتے ہیں تو مانگئے آپ کو آپ کی چاہت کے مطابق عطا کیا جائے گا۔ آپ ﷺ اسے ویسے ہی چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ اگلے دن آپ ﷺ نے فرمایا اے ثمامہ! تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: میری وہی بات ہے جو عرض کر چکا ہوں۔ اگر آپ احسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ قتل کریں تو ایک طاقتور آدمی کو ہی قتل کریں گے اور آپ مال کا ارادہ کرتے ہیں تو مانگئے آپ کے مطالبہ کے مطابق آپ کو دیدیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثمامہ کو چھوڑ دو۔ وہ مسجد کے قریب ہی ایک باغ کی طرف چلا، غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد! اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اے محمد! اللہ کی قسم زمین پر کوئی ایسا چہرہ نہ تھا جو مجھے آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض ہو۔ پس اب آپ کا چہرہ اقدس مجھے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے اور اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ شہر میرے نزدیک کوئی نہ تھا، پس اب آپ کا شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ پسندیدہ ہو گیا ہے اور آپ کے لشکر نے مجھے اس حال میں گرفتار کیا کہ میں عمرہ کا ارادہ رکھتا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے بشارت دی اور حکم دیا کہ وہ عمرہ کرے۔ جب وہ مکہ آیا تو اسے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم صابی یعنی بے دین ہو گئے؟ اس نے کہا: نہیں! بلکہ میں آپ ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں۔ اللہ کی قسم! تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہ آئے گا یہاں تک کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اجازت مرحمت فرمادیں۔

تشریح:

"بعث خیلا" یعنی آنحضرت نے نجد کی طرف ایک چھاپہ مار دستہ روانہ کیا یہ سریہ محمد بن مسلمہؓ کی قیادت میں روانہ کیا گیا تھا جو تیس آدمیوں پر مشتمل تھا دس محرم الحرام ۶ھ میں یہ واقعہ پیش آیا تھا نجد کے علاقے میں بنی بکر بن کلاب کی سرکوبی مقصود تھی وہ لوگ بھاگ گئے ان کے اموال غنیمت ہو گئے، راستے میں ثمامہ بن اثال پکڑا گیا شاید ثمامہ خفیہ طور پر نبی اکرم ﷺ پر حملہ کرنا چاہتا تھا، اس کا تعلق علاقہ یمامہ سے تھا قبیلہ حنیفہ کا سردار تھا "ما عندک یا ثمامة" یعنی تم کس حال اور کس خیال میں ہو تیرے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے۔

"ان تقتل تقتل ذادم" اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو تمہیں حق پہنچتا ہے کیونکہ میرا خون مطلوب ہے اس لیے کہ

میرے جرائم بہت ہیں تو جو مجھے قتل کرے گا وہ حق بجانب ہوگا خون والے کو قتل کرے گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر تم لوگ مجھے قتل کرو گے تو میرے پیچھے میرے لوگ ہیں وہ میرے خون کا بدلہ لیں گے تم ایسے آدمی کو قتل کرو گے جس کا خون رائیگاں نہیں جائے گا وہ لوگ انتقام لیں گے۔ "تنعم علی شاکر" یعنی اگر احسان کر کے مجھے چھوڑ دو گے تو یہ احسان ایک قدرداں آدمی پر ہوگا۔ "فماذا تری" یعنی عمرہ کی نیت کی تھی اب کیا کروں عمرہ پر جاؤں یا عمرہ چھوڑ دوں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جاؤ عمرہ ادا کرلو۔

"اصبوت" کیا تم صابی بے دین وہابی ہوگئے جیسے آج کل لوگ کہتے ہیں۔

۴۵۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا لَهُ نَحْوَ أَرْضِ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ الْحَنَفِيُّ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کے علاقہ کی طرف گھڑسواروں کی ایک جماعت روانہ کی تو وہ ایک آدمی کو لے کر آئے جسے ثمامہ بن اثال حنفی کہا جاتا تھا۔ یہ یمامہ والوں کا سردار تھا۔ باقی حدیث مذکورہ حدیث کی طرح ہی ہے سوائے اس کے کہ اس روایت میں ہے کہ اس نے کہا: اگر تم مجھے قتل کرو گے تو تم ایک طاقتور آدمی کو قتل کرو گے۔

باب اجلاء اليهود من الحجاز

حجاز مقدس سے یہود کے نکالنے کا حکم

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۴۵۸۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ، فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَاهُمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَنَادَاهُمْ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ يَهُودَ، أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا، فَقَالُوا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَلِكَ أُرِيدُ، أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا، فَقَالُوا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَلِكَ أُرِيدُ، فَقَالَ لَهُمُ الثَّالِثَةَ: فَقَالَ: اعْلَمُوا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ، وَأَنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ، فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ، وَإِلَّا

فَاعْلَمُوا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: یہود کی طرف چلو۔ پس ہم آپ ﷺ کے ساتھ نکلے، یہاں تک کہ ہم ان کے پاس پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور انہیں پکارا تو فرمایا: اے یہود کی جماعت! اسلام لے آؤ۔ سلامت رہو گے۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! آپ تبلیغ کر چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: میں یہی چاہتا ہوں۔ تیسری مرتبہ فرمایا: جان رکھو، زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور میں تمہیں اس زمین سے نکالنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پس تم میں سے جس کے پاس اپنا کوئی مال (زمین) ہو تو چاہیے کہ وہ بیچ دے ورنہ جان لے زمین اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی ہے

تشریح:

"الی یھود" دین موسوی اور تورات کے ماننے والوں کو یہودی کہتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو خیبر کی جنگ کے موقع پر ۷ھ میں مسلمان ہو گئے تھے، اب ابو ہریرہ کا ساتھ جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہود وہ تھے جو بالکل آخر میں قبائل کے علاقوں میں رہ گئے تھے کیونکہ مدینہ میں یہود کے بڑے تین قبیلے تھے ایک بنوقینقاع کا قبیلہ تھا دوسرا بنونضیر اور تیسرا بنوقریظہ کا قبیلہ تھا۔ بنوقینقاع کو معاہدہ کے بغیر دو ہجری میں آنحضرت نے جلاوطن کیا تھا اور بنونضیر کو چار ہجری میں خیبر کی طرف جلاوطن کیا گیا تھا اور بنوقریظہ کی صفائی کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذ نے پانچ ہجری میں کیا تھا لہذا یہاں یہود کے جلاوطن کرنے کا قصہ ان قبائل کا قصہ ہے جو مدینہ کے اطراف میں متفرق طور پر رہتے تھے چنانچہ علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں لکھا ہے کہ مدینہ میں بیس قبائل سے کچھ زیادہ یہود رہتے تھے انہیں میں سے بعض کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا ہے۔ "تسلموا" یعنی قتل اور جلاوطنی اور جزیہ سے بچ جاؤ گے۔

"قد بلغت" یہ کلمہ یہود نے انتہائی غرور اور دھوکہ بازی کے انداز میں کہدیا کہ بس جی آپ کا کام بات پہنچانی تھی وہ آپ نے پہنچادی اب ماننا نہ ماننا ہمارا کام ہے "ذالک ارید" آنحضرت نے جواب میں فرمایا کہ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم اعتراف کرلو کہ میں نے بات پہنچادی ہے اس کے بعد آنحضرت نے یہود کو حکم دیا کہ زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہے تم جہاں جاسکتے ہو سامان بیچ کر چلے جاؤ۔ اوپر والے عنوان میں علامہ نوویؒ نے "من الحجاز" کا لفظ استعمال کیا ہے حجاز مکہ اور مدینہ اور اس کے ملحقہ علاقہ جات کو کہتے ہیں آگے دوسرے عنوان میں جزیرۂ عرب سے اخراج کا ذکر ہے، چند مرحلوں میں اس طرح ہوا ہے۔

"بینا نحن فی المسجد" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی دوران کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی اکرم تشریف لائے۔

سوال: یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ بنونضیر کی جلاوطنی ۴ ہجری میں ہوئی اور بنوقریظہ کی تباہی ۵ ہجری میں ہوئی حضرت ابو ہریرہ ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے ہیں اس وقت ابو ہریرہ مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے تو آپ نے کیسے کہدیا کہ بنونضیر کی جلاوطنی کے وقت ہم مسجد میں بیٹھے تھے؟

جواب: اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہاں یہود سے مراد بنو قینقاع ہیں ان کے کچھ لوگ اس وقت نکالے گئے تھے جس وقت حضرت ابو ہریرہ مسلمان ہو چکے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اکثر و بیشتر اس طرح جملہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم وہاں تھے اور ہم نے دیکھا یا ہم نے سنا اس سے حضرت ابو ہریرہ صحابہ کی جماعت مراد لیتے ہیں اگر چہ وہ خود وہاں نہیں ہوتے ہیں مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم صحابہ کی جماعت وہاں بیٹھی تھی کہ آنحضرت تشریف لائے (احادیث سمجھنے کے لیے یہ ایک بہترین قاعدہ ہے)

٤٥٨٨ ـ وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ ابْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا، وقَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ يَهُودَ بَنِي النَّضِيرِ، وَقُرَيْظَةَ، حَارَبُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَجْلَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي النَّضِيرِ، وَأَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ، حَتَّى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ بَعْدَ ذَلِكَ، فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ، وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا أَنَّ بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَآمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوا، وَأَجْلَى رَسُولُ اللهِ ﷺ يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ. بَنِي قَيْنُقَاعَ، وَهُمْ قَوْمُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ، وَكُلَّ يَهُودِيٍّ كَانَ بِالْمَدِينَةِ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو تو جلا وطن کر دیا اور بنو قریظہ پر احسان فرماتے ہوئے رہنے دیا یہاں تک کہ اس کے بعد بنو قریظہ نے بھی جنگ کی تو آپ ﷺ نے ان کے مردوں کو قتل کرا دیا اور ان کی عورتوں، اولاد اور اموال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ سوائے ان میں سے چند ایک کے جو رسول اللہ ﷺ سے آملے تو آپ ﷺ نے انہیں امن دیا اور وہ اسلام لے آئے اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا یعنی بنو قینقاع جو حضرت عبداللہ بن سلام کی قوم اور بنو حارثہ کے یہود اور ہر اس یہودی کو جو مدینہ میں رہتا تھا۔

تشریح:

"ان یھود بنی النضیر" بنو نضیر کے یہود نے آنحضرت کو ایمان لانے یا صلح کی غرض سے اپنے علاقے میں بلایا، ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ یہود نے تین آدمیوں کو خنجروں کے ساتھ تیار کیا تھا کہ موقع پاتے ہی محمد کو قتل کرو۔ ابن ہشام وغیرہ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ یہود نے مکان کے نیچے آنحضرت کو بٹھایا اور اوپر سے بھاری پتھر مارنے کے لیے آدمی کو مقرر کیا، جبریل امین نے آنحضرت کو حکم دیا کہ آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں، آنحضرت کو یہود کے منصوبے کا پتہ چلا تو دوسرے دن ان پر چڑھائی کی اور ان کا محاصرہ کیا اور فرمایا کہ اب تم پر مجھے اعتبار نہیں رہا الا یہ کہ مجھ سے پکا عہد معاہدہ کر لو انہوں نے معاہدہ کرنے سے انکار کیا تو دو دن جنگ کے بعد ان کو خیبر کی

طرف دھکیل دیا گیا اس درمیان آنحضرت نے بنو قریظہ سے بھی کہا کہ اب مجھے یہود پر اعتماد نہیں رہا لہذا تم بھی پکا معاہدہ کرلو، بنو قریظہ نے معاہدہ کرلیا لیکن ڈیڑھ سال کے بعد کفار قریش سے ملکر معاہدہ کو توڑ دیا اور زبردست جنگ ہوئی ان کے سات سو جوان قتل کردیئے گئے اور عورتیں بچے بوڑھے غلام بنائے گئے، یہ غزوۂ خندق کے متصل ہوا۔

''بنو قینقاع'' یہود کا یہ فرقہ حضرت عبداللہ بن سلام کی قوم کا فرقہ تھا انہوں نے مسلمانوں سے کوئی معاہدہ نہیں کیا تھا ان کے نکالنے کا قصہ اس طرح پیش آیا کہ جنگ بدر کے بعد ایک عرب عورت بنو قینقاع کے بازار میں گئی اور وہاں ایک یہودی سنار کی دکان میں بیٹھ گئی، دکان میں اور یہودی بھی تھے سب نے چاہا کہ اس پردہ نشین عورت کا چہرہ کھول کر دیکھیں اس عورت نے انکار کیا تو یہودی سنار نے اس کے ازار کے کنارے کو کسی چیز سے باندھ لیا جب یہ عورت کھڑی ہوگئی تو اس کا ازار کھل گیا اور مستورہ اعضاء ظاہر ہوگئے اس نے فریاد کے لیے ایک چیخ ماری تو ایک مسلمان شخص آیا اور اس نے سنار کو قتل کردیا یہود نے مل کر اس مسلمان کو قتل کردیا جس کی وجہ سے مسلمانوں اور بنو قینقاع کے درمیان جنگ چھڑ گئی آنحضرت نے اپنے صحابہ کے ساتھ بنو قینقاع کا محاصرہ کیا اور ان کو جلاوطن کیا (منۃ المنعم)

''وکل یہودی'' اس سے اکثر یہود مراد ہیں ورنہ کچھ کچھ تو آنحضرت کی آخری عمر تک مدینہ میں آباد تھے۔

۴۵۸۹۔ وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ مُوسَى، بِهَذَا الْإِسْنَادِ هَذَا الْحَدِيثَ وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ أَكْثَرُ وَأَتَمُّ

حفص بن میسرہ نے حضرت موسیٰ سے اس سند کے ساتھ یہ مذکورہ بالا حدیث بیان کی۔ لیکن ابن جریج کی روایت کردہ حدیث مکمل اور پوری ہے۔

بَابُ إِخْرَاجِ الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ

یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکالنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

۴۵۹۰۔ وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لَا أَدَعَ إِلَّا مُسْلِمًا،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی، انہوں نے سنا کہ

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے ضرور نکالوں گا یہاں تک کہ میں وہاں کے مسلمانوں کے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔

تشریح:

قال اللہ تعالیٰ ﴿وقاتلوھم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کله لله﴾

"جزیرۃ العرب" جزیرہ اصل میں خشکی کے اس ٹکڑے کا نام ہے جس کو چاروں طرف سے پانی نے گھیر رکھا ہو، چونکہ عرب کے تین اطراف میں پانی ہے اس لیے زمین کے اس حصہ کو اکثری حکم کے اعتبار سے جزیرہ کہہ دیا گیا ورنہ عرب کے شمال میں ملک شام واقع ہے جہاں سمندر نہیں البتہ اکثر جوانب میں پانی کا احاطہ ہے چنانچہ بحر ہند، بحر شام اور دجلہ وفرات نے اس ملک پر احاطہ کیا ہوا ہے حدود اربعہ کچھ اس طرح ہیں عرب کے مشرقی جانب میں خلیج فارس اور بحر عمان ہے مغربی جانب میں بحیرۂ قلزم اور نہر سویز ہے جنوب میں بحر ہند واقع ہے اور شمال میں ملک شام واقع ہے جہاں سمندر نہیں ہے۔

جزیرۂ عرب پانچ حصوں پر مشتمل ہے (۱) تہامہ (۲) نجد (۳) حجاز (۴) عروض (۵) یمن۔

جب جزیرۂ عرب کا نام لیا جاتا ہے تو لمبائی میں یہ عدن سے عراق تک ہے اور چوڑائی میں جدہ سے لیکر شام تک ہے یہاں کتاب کے عنوان میں صرف یہود کے اخراج کا لفظ آیا ہے اس لیے کہ آنحضرت کے عہد مبارک میں صرف یہود نکالے گئے تھے اور نصاریٰ عیسائی نہیں نکالے گئے بعد میں ان کا بھی اخراج ہو گیا تھا، تاہم آنے والی حدیثوں میں یہود ونصاریٰ اور اہل کتاب کا ذکر موجود ہے بلکہ مشرکین کے اخراج کا ذکر بھی ہے اس اخراج کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ جزیرۂ عرب پیغمبر اسلام علیہ السلام کا وطن ہے اور اس میں مرکز اسلام مکہ اور مدینہ واقع ہے اس لیے مذہبی اور سیاسی اعتبار سے ان مراکز کو کفر وشرک کی گندگیوں سے دور رکھنا اور مفسد ومضر اثرات سے اس کو پاک کرنا انتہائی اہم اور قرین قیاس ہے۔ امام شافعیؒ نے کفار سے حجاز کی اس تطہیر کو مکہ ومدینہ تک محدود مانا ہے لیکن ائمہ احناف اس تخصیص کو پسند نہیں کرتے ہیں بلکہ پورے جزیرۂ عرب کی تطہیر کا فتویٰ دیتے ہیں کہ یہاں نہ گرجا ہو نہ کنیسہ ہو نہ مندر ہو نہ گردوارہ ہو نہ امام باڑہ ہو نہ مرزائی اڈہ ہو اور نہ کوئی ایمان بگاڑہ ہو۔ بہرحال جب احادیث میں مطلق جزیرۂ عرب کا نام آیا ہے اور" لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب " کے الفاظ عام ہیں تو اس عموم کو مکہ ومدینہ تک محدود کرنا مناسب نہیں ہے لہذا شوافع کے بجائے احناف کا مسلک اپنانا بہت اچھا ہے خاص کر آج کل کے دور میں۔ علامہ نووی نے عنوان میں نصاریٰ کا لفظ بڑھا کر اشارہ کیا ہے کہ صرف یہود کا اخراج مراد نہیں بلکہ نصاریٰ بھی مراد ہیں اگرچہ حدیث میں ان کا نام نہیں ہے۔

۴۵۹۱۔ وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، ح وحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ، كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، بِهَذَا

الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

سفیان ثوری اور معقل حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث کی مثل حدیث (کہ آپ نے فرمایا: میں جزیرۂ عرب سے یہود ونصاریٰ کو ضرور نکال کر باہر کروں گا) روایت کرتے ہیں۔

باب جواز قتال من نقض العهد وقصة بنی قريظة

معاہدہ توڑنے والوں سے جنگ جائز ہے بنو قریظہ کا قصہ

اس باب میں امام مسلمؒ نے چھ احادیث کو بیان کیا ہے

۴۵۹۲۔وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ، وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، وقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: نَزَلَ أَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدٍ، فَأَتَاهُ عَلَى حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا قَرِيبًا مِنَ الْمَسْجِدِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ: قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ خَيْرِكُمْ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ، قَالَ: تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِي ذُرِّيَّتَهُمْ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللهِ، وَرُبَّمَا قَالَ: قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ، وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ الْمُثَنَّى وَرُبَّمَا قَالَ: قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ،

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنو قریظہ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ پر (قلعہ سے) اتر آنے کی (رضامندی کا اظہار کیا)۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی طرف پیغام بھیجا تو وہ گدھے پر (سوار ہوکر) حاضر ہوئے۔ جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا: اپنے سردار یا اپنے افضل ترین کی طرف اٹھو۔ پھر فرمایا: یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر (قلعہ سے) اترے ہیں۔ سعدؓ نے کہا: ان میں سے لڑائی کرنے والے کو قتل کردیں اور ان کی اولاد کو قیدی بنالیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے اللہ کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ کیا ہے اور کبھی فرمایا: تم نے بادشاہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ ابن مثنیٰ نے اپنی روایت کردہ حدیث میں بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کو ذکر نہیں کیا۔

تشریح:

"علی حکم سعد بن معاذ" یہود نا بہود کے حضرت سعد بن معاذ کے ساتھ تعلقات تھے کسی زمانہ میں ایک دوسرے کے حلیف رہے تھے یہود کا خیال تھا کہ سعد بن معاذ ان کا خیال رکھے گا اور محمد ﷺ سختی کرے گا ان احمقوں کو معلوم نہ تھا کہ آنحضرت رحمۃ للعالمین تھے شاید وہ کوئی نرم فیصلہ فرما دیتے بہرحال حضرت سعدؓ جنگ خندق میں زخمی ہو گئے تھے آپ نے دعاء مانگی تھی کہ اے اللہ اگر یہود کے بارے میں جنگ کا کوئی حصہ باقی ہے تو مجھے اس وقت تک موت نہ دے تاکہ میں ان پر دل ٹھنڈا کر دوں حضرت سعد کی قضاء پر یہود راضی ہو گئے اور قلعہ سے نیچے اتر گئے حضرت سعد مسجد نبوی میں زخمی حالت میں پڑے تھے وہاں سے گدھے پر سوار ہو کر مشکل سے بنو قریظہ کے محلہ میں آ گئے آنحضرت نے ان کی قوم سے فرمایا کہ اپنے سردار کو گدھے سے اتارنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ یا ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ، حضرت سعد نے فیصلہ سنا دیا کہ لڑنے والے جوانوں کو قتل کیا جائے اور عورتوں اور بچوں بوڑھوں کو غلام بنایا جائے، آنحضرت نے فرمایا کہ عرش عظیم کے بادشاہ کا یہی فیصلہ تھا اور تورات کا بھی یہی حکم تھا سات سو نوجوان ایک دن میں مارے گئے اور مدینہ منورہ یہود کی گندگی سے پاک ہو گیا۔ یہ واقعہ ذیقعدہ ۵ھ میں پیش آیا تھا۔

"قریبا من المسجد" دیگر روایات میں قریبا من النبی صلی الله علیه وسلم کے الفاظ ہیں تو شاید مسجد کا لفظ کسی راوی سے سہو ہو گیا ہے یا مسجد سے وہ عارضی مسجد مراد ہے جو آنحضرت نے وہاں قیام کے دوران نماز کے لیے استعمال فرمایا تھا، آئندہ آنے والی حضرت عائشہ کی روایت میں اس قصہ کی مکمل تفصیل موجود ہے۔

۴۵۹۳ ـ وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللهِ، وَقَالَ مَرَّةً: لَقَدْ حَكَمْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے ان سندوں کے ساتھ یہی روایت مروی ہے اور انہوں نے اپنی روایت کردہ حدیث میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے ان کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور ایک مرتبہ فرمایا کہ تم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

۴۵۹۴ ـ وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ، كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ نُمَيْرٍ، قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، رَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْعَرِقَةِ رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ، فَضَرَبَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ يَعُودُهُ مِنْ قَرِيبٍ، فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ، فَاغْتَسَلَ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ، فَقَالَ: وَضَعْتَ السِّلَاحَ؟ وَاللهِ، مَا وَضَعْنَاهُ اخْرُجْ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ

رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَأَيْنَ؟ فَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ، فَقَاتَلَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَنَزَلُوا عَلَى حُكْمِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْحُكْمَ فِيهِمْ إِلَى سَعْدٍ، قَالَ: فَإِنِّي أَحْكُمُ فِيهِمْ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ، وَأَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ وَالنِّسَاءُ، وَتُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سعد کو غزوۂ خندق کے دن قریش کی ایک آدمی کا تیر لگا۔ وہ ابن عرقہ کے نام سے معروف تھا۔ اس کا وہ تیر بازو کی ایک رگ میں لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ان کے لیے ایک خیمہ نصب کروادیا تا کہ پاس ہی ان کی عیادت کرسکیں۔ پس جب رسول اللہ ﷺ خندق سے واپس آئے اور ہتھیار اتارے، غسل فرمایا تو جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس اس حال میں آئے کہ وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے۔ اس نے کہا: آپ ﷺ نے ہتھیار اتار دیے ہیں۔ اللہ کی قسم! آپ اسے نہ اتاریئے بلکہ ان کی طرف نکلئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہاں؟ جبریل نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان سے جنگ کی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر (قلعہ سے) اترنے (پر رضامندی ظاہر کی)۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فیصلہ کو سعد کی طرف بدل دیا۔ تو انہوں نے کہا کہ میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے لڑائی کرنے والے قتل کر دیں اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیں اور ان کے مال کو تقسیم کرلیں۔

تشریح:

"ینفض" سر کے بالوں سے غبار جھاڑنے کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت غسل کی تیاری فرما رہے تھے، سر کے غبار جھاڑ رہے تھے جبریل امین بھی غبار آلود تھے فرمایا کہ آپ نے اسلحہ رکھ دیا جبکہ فرشتوں نے اسلحہ نہیں رکھا ہے یعنی جنگ اب تک جاری ہے۔
"فاشار" جبریل امین نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہاں جنگ ہے، زبان سے نہیں بولا مبادا راز فاش نہ ہو جائے ۲۵ دن تک بنو قریظہ کا محاصرہ جاری رہا "الاکحل" انسانی جسم میں یہ بنیادی رگ ہے ہر عضو میں اس کی شاخ ہے جب گردن میں ہو یہ ورید کہلاتی ہے جب بازو میں ہو تو اکحل ہے جب ٹانگ اور ران میں ہو تو یہ عرق النساء کے نام سے مشہور ہے ابن عرقہ نے حضرت سعد کو تیر مارا تھا عرقہ اس کی ماں کا نام تھا خود اس کا نام حبان تھا "فنزلوا" آنحضرت کے فیصلہ کے لیے تیار ہو گئے مگر حکم حضرت سعد نے کیا۔

٤٥٩٥ـ وحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: قَالَ أَبِي: فَأُخْبِرْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ہشام فرماتے ہیں کہ میرے والد فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

٤٥٩٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ سَعْدًا، قَالَ وَتَحَجَّرَ كَلْمُهُ لِلْبُرْءِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ، إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنْ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَ فِيكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَخْرَجُوهُ، اللَّهُمَّ، فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ، فَأَبْقِنِي أُجَاهِدْهُمْ فِيكَ، اللَّهُمَّ، فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ، فَإِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَافْجُرْهَا، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِيهَا، فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهِ، فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ مَعَهُ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ إِلَّا وَالدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ، فَقَالُوا: يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هَذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ، فَإِذَا سَعْدٌ جُرْحُهُ يَغِذُّ دَمًا، فَمَاتَ مِنْهَا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سعد کا زخم اچھا ہونے کے بعد بھر چکا تھا۔ انہوں نے یہ دعا کی: اے اللہ! تو جانتا ہے میرے نزدیک تیرے راستہ میں اس قوم سے جہاد کرنے سے جس نے تیرے رسول ﷺ کی تکذیب کی اور انہیں (وطن سے) نکال دیا اور کوئی چیز محبوب نہیں۔ اے اللہ! اگر قریش کے خلاف لڑائی کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے تو تُو مجھے باقی رکھ تاکہ میں ان کے ساتھ تیرے راستہ میں جہاد کروں؟ اے اللہ! میرا گمان ہے کہ اگر تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم کر دی ہے تو اس (زخم) کو کھول دے اور اسی میں میری موت واقع کر دے۔ پس وہ زخم ان کی ہنسلی سے بہنا شروع ہو گیا اور مسجد میں ان کے ساتھ بنی غفار کا خیمہ تھا تو وہ اس خون کو اپنے خیمے میں جانے سے روک نہ سکے۔ تو انہوں نے کہا: اے خیمہ والو! یہ کیا چیز ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آ رہی ہے؟ پس اچانک دیکھا تو حضرت سعدؓ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا اور اسی کی وجہ سے وہ فوت ہو گئے۔

تشریح:

"تحجر" یعنی زخم سکڑ کر سوکھ گیا "کلمه" یہ تحجر کا فاعل ہے زخم کو کہتے ہیں "للبرء" یعنی ٹھیک ہونے کے لیے سوکھ گیا "وضعت الحرب" یعنی میرا خیال ہے کہ جنگ کو تو نے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے اگر ایسا ہے تو میرے زخم سے خون بہا دے جاری کر دے تاکہ میری موت اسی زخم سے ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا "من لبته" سینہ کو کہتے ہیں چونکہ یہ زخم بازو کی جڑ میں تھا تو جب ورم آ گیا تو سینہ تک پھیل گیا پھر ایک بکری کا کھر اس سے ٹکرا گیا تو زخم پھٹ گیا خون بہہ گیا تو شہید ہو گئے۔ آیندہ روایت میں لیلته کا لفظ ہے وہ زیادہ واضح ہے یعنی پوری رات خون بہتا رہا تو انتقال کر گئے۔

"فلم يرعهم" راع یروع گھبرانے ڈرانے کے معنی میں ہے "وفی المسجد" یہ جملہ معترضہ ہے الا والدم یسل یہ جملہ فلم یرع کے لیے فاعل کی جگہ واقع ہے یعنی مسجد میں بنو غفار کا خیمہ لگا ہوا تھا ان لوگوں کو نہیں ڈرایا مگر خون کے مسلسل بہنے نے ڈرایا۔ "يغذ دما"

خون چھینٹے کے معنی میں ہے مراد بہنا ہے۔

٤٥٩٧ ـ وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: فَانْفَجَرَ مِنْ لَيْلَتِهِ فَمَا زَالَ يَسِيلُ حَتَّى مَاتَ، وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ، قَالَ: فَذَاكَ حِينَ يَقُولُ الشَّاعِرُ۔

أَلَا يَا سَعْدُ سَعْدَ بَنِي مُعَاذٍ فَمَا فَعَلَتْ قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيرُ

لَعَمْرُكَ إِنَّ سَعْدَ بَنِي مُعَاذٍ غَدَاةَ تَحَمَّلُوا لَهُوَ الصَّبُورُ

تَرَكْتُمْ قِدْرَكُمْ لَا شَيْءَ فِيهَا وَقِدْرُ الْقَوْمِ حَامِيَةٌ تَفُورُ

وَقَدْ قَالَ الْكَرِيمُ أَبُو حُبَابٍ أَقِيمُوا قَيْنُقَاعُ وَلَا تَسِيرُوا

وَقَدْ كَانُوا بِبَلْدَتِهِمْ ثِقَالًا كَمَا ثَقُلَتْ بِمَيْطَانَ الصُّخُورُ

عبدہ نے حضرت ہشام سے اس سند کیساتھ اسی طرح روایت کی ہے سوائے اس کے کہ اس روایت میں ہے کہ رات ہی سے زخم بہہ گیا اور مسلسل خون بہتا رہا یہاں تک کہ وہ انتقال کر گئے اور حدیث میں یہ زائد ہے کہ اس وقت شاعر نے کہا: (جس کا ترجمہ یہ ہے) آگاہ رہو اے سعد! سعد بن معاذ، قریظہ اور نظیر نے یہ کیا کیا۔

اے سعد بن معاذ، تیری عمر کی قسم جس صبح کو انہوں نے مصیبتوں کو برداشت کیا وہ، بڑی صبر والی ہے۔

تم نے اپنی ہانڈی ایسی چھوڑی کہ اس میں کچھ نہیں ہے اور قوم کی ہانڈی گرم ہے اور ابل رہی ہے۔

کریم ابو حباب نے کہا: ٹھہرو! اے قینقاع اور نہ چلو حال یہ کہ وہ اپنے شہر میں بہت بوجھل تھے جیسے کہ میطان پہاڑی کے پتھر بھاری ہیں۔

تشریح:

"الشاعر" یہ شاعر کافر تھا اس کا نام جبل بن جوال تھا یہ شاعر حضرت سعد اور اس کی قوم کو ڈانٹ رہا ہے کہ تم بنو قریظہ کے حلیف تھے مگر قریظہ کو نہیں بچایا جب کہ عبداللہ بن سلول نے بنو قینقاع کو بچالیا۔ ترجمہ اس طرح ہے

(۱) ارے سعد بن معاذ ذرا سن لو قریظہ اور بنو نضیر نے کیا کیا؟

(۲) قسم بخدا سعد بن معاذ بڑا ہی صابر تھا جب کہ صبح سویرے بنو قریظہ کو قتل کرنے کے لیے اُٹھا کر لایا گیا

(۳) تم نے اپنی حمایت کی ہانڈی ایسی چھوڑی کہ اس میں کچھ نہیں ہے اور قوم ہانڈی کی گرم ہے ابل رہی ہے۔

(۴) شریف سردار ابو حباب عبداللہ بن اُبی نے بنو قینقاع سے کہا کہ تم اطمینان سے رہو کہیں نہ جاؤ

(۵) حالانکہ بنو قریظہ اپنے علاقوں میں اس طرح مضبوط جمے ہوئے تھے جس طرح میطان پہاڑ کی چٹانیں مضبوط جمی ہوئی ہیں۔

باب المبادرة بالغزو

جنگ کے لیے جانے میں جلدی کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے صرف ایک حدیث کو ذکر کیا ہے

اجتہاد کرنے کا ثبوت:

۴۵۹۸ وحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَادَى فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ انْصَرَفَ عَنِ الْأَحْزَابِ أَنْ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الظُّهْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ، فَتَخَوَّفَ نَاسٌ فَوْتَ الْوَقْتِ، فَصَلَّوْا دُونَ بَنِي قُرَيْظَةَ، وَقَالَ آخَرُونَ: لَا نُصَلِّي إِلَّا حَيْثُ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ فَاتَنَا الْوَقْتُ، قَالَ: فَمَا عَنَّفَ وَاحِدًا مِنَ الْفَرِيقَيْنِ

صحابی رسول عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پکارا جس وقت کہ ہم غزوۂ احزاب سے واپس لوٹے کہ بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے کوئی ظہر کی نماز نہ پڑھے تو کچھ لوگوں نے وقت کے فوت ہونے کے خوف سے بنو قریظہ میں پہنچنے سے قبل نماز پڑھ لی اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے سوائے اس جگہ کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھنے کا حکم فرمایا اگرچہ نماز کا وقت ختم ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دونوں فریقوں میں سے کسی کو ملامت نہیں کی۔

تشریح:

''فما عنف ''یعنی آنحضرت نے فریقین میں سے کسی پر نکیر نہیں کی حالانکہ یہاں آنحضرت کے اس کلام پر عمل کرنے میں صحابہ کے دو فریق بن گئے تھے اور دونوں نے الگ الگ عمل کا مظاہرہ کیا آنحضرت نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی بنو قریظہ کے علاقے کے علاوہ آج کی عصر کی نماز نہ پڑھو بلکہ وہاں جا کر عصر پڑھو اب صحابہ دوڑ دوڑ کر جانے لگے کہ اتنے میں عصر کا وقت نکلنے لگا صحابہ کے ایک فریق نے کہا کہ آنحضرت نے جلدی جانے کا فرمایا ہے ہم تو جلدی جا رہے ہیں لیکن نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے نماز پڑھنی چاہیے آنحضرت نے نماز نہ پڑھنے کا نہیں فرمایا اس فریق نے آنحضرت کے کلام کی علت کو دیکھ کر اجتہادی فیصلہ کیا دوسرے فریق نے کہا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ نماز بنو قریظہ کے محلہ میں جا کر پڑھو ظاہری الفاظ کا تقاضا یہی ہے کہ ہم نماز وہیں جا کر پڑھیں راستے میں پڑھنا ظاہری الفاظ کے خلاف ہے ان حضرات نے آنحضرت کے ظاہری کلام کو دیکھا اور اس پر فیصلہ کیا آنحضرت ﷺ نے دونوں کی تصویب فرمائی جس

سے اجتہاد کرنے کے لیے ایک وسیع بنیاد فراہم ہوگئی اور المجتهد يخطئی ويصيب کا ضابطہ فراہم ہوگیا اور ''ان اصاب فله اجران وان اخطأ فله اجر واحد'' کا قاعدہ ہاتھ آگیا

باب رد المهاجرين الى الانصار منائحهم

مہاجرین کا انصار کے عطایا کو واپس کرنے کا بیان

اس باب میں امام مسلم نے دو حدیثوں کو ذکر کیا ہے

۴۵۹۹ ۔وحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ، مِنْ مَكَّةَ، الْمَدِينَةَ قَدِمُوا وَلَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ، وَكَانَ الْأَنْصَارُ أَهْلَ الْأَرْضِ وَالْعَقَارِ، فَقَاسَمَهُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى أَنْ أَعْطَوْهُمْ أَنْصَافَ ثِمَارِ أَمْوَالِهِمْ، كُلَّ عَامٍ، وَيَكْفُونَهُمُ الْعَمَلَ وَالْمَئُونَةَ، وَكَانَتْ أُمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَهِيَ تُدْعَى أُمَّ سُلَيْمٍ، وَكَانَتْ أُمُّ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، كَانَ أَخًا لِأَنَسٍ لِأُمِّهِ، وَكَانَتْ أَعْطَتْ أُمُّ أَنَسٍ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا لَهَا، فَأَعْطَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ، مَوْلَاتَهُ، أُمَّ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قِتَالِ أَهْلِ خَيْبَرَ، وَانْصَرَفَ إِلَى الْمَدِينَةِ، رَدَّ الْمُهَاجِرُونَ إِلَى الْأَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِي كَانُوا مَنَحُوهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ، قَالَ: فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُمِّي عِذَاقَهَا، وَأَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَكَانَهُنَّ مِنْ حَائِطِهِ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ مِنْ شَأْنِ أُمِّ أَيْمَنَ أُمِّ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهَا كَانَتْ وَصِيفَةً لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَكَانَتْ مِنَ الْحَبَشَةِ، فَلَمَّا وَلَدَتْ آمِنَةُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا تُوُفِّيَ أَبُوهُ، فَكَانَتْ أُمُّ أَيْمَنَ تَحْضُنُهُ حَتَّى كَبِرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَعْتَقَهَا، ثُمَّ أَنْكَحَهَا زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ، ثُمَّ تُوُفِّيَتْ بَعْدَ مَا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسَةِ أَشْهُرٍ

صحابی انس بن مالک رضی اللہ سے روایت ہے کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تھے تو ان کے قبضہ میں کوئی چیز نہ تھی اور انصار صاحب زمین و جائیداد تھے تو انصار نے اس (شرط پر) زمینیں ان کے سپرد کر دیں کہ وہ ہر سال پیداوار کا نصف انہیں دیا کریں گے اور ان کی جگہ محنت اور مزدوری کریں گے اور ام انس بن مالکؓ جسے ام سلیم کہا جاتا تھا۔ جو عبداللہ بن ابی طلحہ کی والدہ بھی تھیں اور (عبداللہ) حضرت انس کی ماں کی طرف بھائی تھے۔ ام انس نے رسول اللہ

کو اپنے کھجور کے درخت دیدیئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ درخت اپنی آزاد کردہ باندی ام ایمن جو اسامہ بن زید کی والدہ تھیں کو عطا کردیئے۔ ابن شہاب نے کہا: مجھے انس بن مالک نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ جب اہل خیبر کے ساتھ جہاد سے فارغ ہوئے اور مدینہ لوٹے تو مہاجرین نے انصار کو ان کے عطایا واپس کردیئے جو ان کی طرف پھلوں کی شکل میں تھے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی میری والدہ کو ان کے کھجور کے درخت واپس کردیئے اور ام ایمن کو رسول اللہ ﷺ نے ان کی جگہ اپنے باغ میں سے درخت عطا کردیئے۔

ابن شہاب نے ام ایمن کے حالات میں فرمایا کہ وہ اسامہ بن زید کی والدہ ملک حبشہ کے رہنے والی تھی اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی باندی تھیں۔ جب حضرت آمنہ نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے والد کی وفات کے بعد جنم دیا تو ام ایمن نے آپ ﷺ کی پرورش کی تھی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بڑے ہوکر انہیں آزاد کردیا۔ پھر حضرت زید بن حارثہ سے ان کا نکاح کردیا پھر یہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے پانچ ماہ بعد وفات پاگئیں۔

تشریح:

''العمل'' مشقت اور محنت کو کہتے ہیں''المؤنۃ''خرچ کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ مہاجرین زمین میں محنت کریں گے اور انصار کی طرف سے خودکافی ہوجائیں گے''عذاقا''کھجور کے باغ کو کہتے ہیں''العقار''زمین کو کہتے ہیں مگر یہاں باغ مراد ہے۔

''منائحھم'' یہ منیحہ کی جمع ہے دودھ والے حیوان کو کسی کے حوالہ کرنا کہ دودھ تم پیو جانور ہمارا ہے۔ اسی طرح باغ ہمارا ہوگا اس کا پھل تم لیا کرو منیحہ کا عرب میں رواج تھا اسلام نے اس کی حوصلہ افزائی فرمائی گویا یہ منفعت کا ہدیہ کرنا ہوتا ہے رقبہ کا ہدیہ نہیں ہوتا ہے۔ انصار نے ابتداء میں زمینوں اور باغات کو بطور ملکیت ہدیہ کرنا چاہا آنحضرت نے منائح پر رکھدیا بعد میں اس کا فائدہ ظاہر ہوگیا کہ سب کچھ انصار کو واپس ہوگیا''لا نعطیکا ھن''اس میں الف اشباعی ہے اصل میں''لا نعطیکھن''یہ حضرت ام ایمن نے منیحہ کو ہدیہ سمجھ لیا تھا اس لیے واپس کرنے سے انکار کیا چونکہ یہ آنحضرت کی رضاعی ماں تھیں اس لیے آپ نے انتہائی نرمی کے ساتھ اس کو راضی کیا اور کئی گنا زیادہ دیا۔''الثوب فی عنقی''یعنی میری گردن میں چادر ڈالدی اور خوب دھمکایا کہ میں واپس نہیں کروں گی حضرت انس کی والدہ ام سلیم نے اور ان کے اہل وعیال نے واپس کرنے کا کہا تھا یہ آنے والی روایت کے الفاظ کی تشریح ہے۔

۴۶۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْقَيْسِيُّ، كُلُّهُمْ عَنِ الْمُعْتَمِرِ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا، وَقَالَ حَامِدٌ، وَابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ مِنْ أَرْضِهِ حَتَّى فُتِحَتْ عَلَيْهِ قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيرُ، فَجَعَلَ بَعْدَ ذَلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِ مَا كَانَ أَعْطَاهُ، قَالَ أَنَسٌ: وَإِنَّ

أَهْلِي أَمَرُونِي أَنْ آتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْأَلَهُ مَا كَانَ أَهْلُهُ أَعْطَوْهُ أَوْ بَعْضَهُ، وَكَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَعْطَاهُ أُمَّ أَيْمَنَ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِيهِنَّ، فَجَاءَتْ أُمُّ أَيْمَنَ فَجَعَلَتِ الثَّوْبَ فِي عُنُقِي، وَقَالَتْ: وَاللهِ، لَا نُعْطِيكَاهُنَّ وَقَدْ أَعْطَانِيهِنَّ، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ: يَا أُمَّ أَيْمَنَ، اتْرُكِيهِ وَلَكِ كَذَا وَكَذَا، وَتَقُولُ: كَلَّا وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، فَجَعَلَ يَقُولُ: كَذَا حَتَّى أَعْطَاهَا عَشَرَةَ أَمْثَالِهِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ عَشَرَةِ أَمْثَالِهِ

صحابی رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ اپنی زمین میں سے باغات نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بنو قریظہ وبنو نضیر پر فتح دی گئی تو آپ ﷺ نے وہ درخت انہیں واپس کرنا شروع کردیئے جنہوں نے آپ ﷺ کو دیئے تھے۔ انس فرماتے ہیں مجھے میرے گھر والوں نے کہا کہ میں نبی اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے اپنے اہل وعیال کے عطا کردہ (درختوں) کے بارے میں سوال کروں کہ وہ سارے یا ان میں سے کچھ آپ ﷺ واپس کردیں اللہ کے نبی نے وہ درخت ام ایمن کو عطا کر رکھے تھے میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے وہ درخت مجھے عطا کردیے اور ام ایمن آئیں اور انہوں نے میری گردن میں کپڑا ڈالنا شروع کردیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں وہ درخت تمہیں نہیں دوں گی جو مجھے دیئے گئے تھے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اے ام ایمن اسے چھوڑ دے اور تیرے لیے اتنے اتنے درخت ہیں۔ انہوں نے کہا: ہرگز نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ فرماتے تھے تیرے لیے اتنے، اتنے یہاں تک کہ اسے ان درختوں سے دس گنا یا دس گنا کے قریب عطا کردیئے۔

بَابُ جَوَازِ الْأَكْلِ مِنْ طَعَامِ الْغَنِيمَةِ فِي دَارِ الْحَرْبِ

دار حرب میں مال غنیمت سے کھانے کی حد تک کھانا جائز ہے

اس باب میں امام مسلم نے تین احادیث کو بیان کیا ہے

۴۶۰۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: أَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ، يَوْمَ خَيْبَرَ، قَالَ: فَالْتَزَمْتُهُ، فَقُلْتُ: لَا أُعْطِي الْيَوْمَ أَحَدًا مِنْ هَذَا شَيْئًا، قَالَ: فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَسِّمًا

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ خیبر کے دن مجھے چربی کی ایک تھیلی ملی تو میں نے اسے سنبھال لیا اور میں نے کہا کہ میں آج کے دن اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا۔ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں

نے پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے۔

تشریح:

''جرابا'' چمڑے کی تھیلی کو کہتے ہیں 'شحم' چربی کو کہتے ہیں یہود پر چونکہ چربی استعمال کرنا حرام تھا اس لیے وہ چربی کو گھروں سے باہر پھینکا کرتے تھے خیبر کی جنگ میں صحابہ پر ایک موقع میں کھانے کی سخت تنگی پیدا ہوگئی تھی یہاں تک کہ گھاس اور درختوں کے پتے کھانے لگے یہ وہی زمانہ تھا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مجاہدین کو اہل حرب کا طعام کھانا جائز ہے اور جب تک مجاہدین دار حرب میں موجود ہوں وہ اپنی حاجت کے مطابق اس سے کھا سکتے ہیں خواہ کمانڈر انچیف کی اجازت سے ہو یا نہ ہو ہاں اس طعام کو مجاہدین گھروں میں ذخیرہ نہیں کر سکتے ہیں اور نہ دار اسلام کی طرف لا سکتے ہیں اگر ایسا کیا تو اس کو مال غنیمت میں جمع کرانا لازم ہوگا اسی طرح کوئی مجاہد کسی طعام کو دار الحرب میں فروخت نہیں کر سکتا ہے ورنہ تاوان دینا ہوگا اسی طرح مجاہد اپنے گھوڑے وغیرہ کو چارہ کھلا سکتا ہے اور کفار سے چھینی ہوئی سواری پر سوار ہو سکتا ہے اور کفار کے لباس کو پہن سکتا ہے مگر دار اسلام تک لا کر قبضہ میں نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ سب مال غنیمت ہے مجبوری کی حد تک اجازت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے ذبائح استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ یہ چربی ان کے ذبیحہ کی تھی۔

٤٦٠٢ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ، يَقُولُ: رُمِيَ إِلَيْنَا جِرَابٌ فِيهِ طَعَامٌ، وَشَحْمٌ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَوَثَبْتُ لِآخُذَهُ، قَالَ: فَالْتَفَتُّ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ ،

صحابی رسول عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: کہ خیبر کے دن ہماری طرف ایک تھیلی پھینکی گئی جس میں کھانا اور چربی تھی۔ میں اسے اٹھانے کے لیے دوڑا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پیچھے کی طرف متوجہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ (موجود) تھے تو مجھے (اپنی حرکت سے) شرمندگی محسوس ہوئی۔

٤٦٠٣ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: جِرَابٌ مِنْ شَحْمٍ، وَلَمْ يَذْكُرِ الطَّعَامَ

شعبہ رحمہ اللہ نے ان سندوں کے ساتھ مذکورہ بالا حدیث ہی کی مثل روایت بیان فرمائی سوائے اس کے کہ اس روایت میں تھیلی میں صرف چربی کا ذکر ہے اور طعام (کھانے) کا ذکر نہیں ہے۔